تاریخِ فرشتہ
اردو

الف

محمد قاسم ہندوشاہ فرشتہ

ترجمہ

عبدالحی خواجہ ایم اے

مکتبہ ملت دیوبند

عظیم ہندوستان کی مکمل تاریخ

عظیم ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخِ فرشتہ

اردو

جلد دوم

تالیف:

محمد قاسم فرشتہ

ترجمہ:

عبد الحی خواجہ، ایم، اے

مکتبہ ملت دیوبند یوپی ۲۴۷۵۵۴

فہرست مضامین تاریخ فرشتہ جلد دوم

مضامین	صفحہ
تذکرہ سلاطین بیجاپور یعنی سلطان عادل شاہ	
۱- یوسف عادل شاہ	۸۱
ابتدائی حالات	״
سلطان محمد	״
شہزادہ یوسف کے قتل کا حکم	״
ملکہ کی التجا	״
ملکہ کی تدبیر	۸۲
شہزادہ یوسف کی بلادِ عجم کو روانگی	״
شہزادہ یوسف کی تعلیم و تربیت	״
افشائے راز	۸۳
حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت	۸۴
یوسف کا عزم ہندوستان	״
احمد آباد بیدر کو روانگی	״
یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں	״
جواہر نامی ضعیفہ کی روایت	۸۵
یوسف عادل شاہ کے نسب کی تحقیق	۸۶
لفظ "سوائی" کی تحقیق	״
یوسف کا امیر آخور مقرر ہونا	״
نظام الملک سے وابستگی	۸۷
منصبِ امارت	״
طرفداری بیجاپور	״
یوسف کی خود مختاری	۸۸
قاسم برید کا حسد	״
قاسم برید کی سازشیں	״
تمراج اور بہادر گیلانی کے ہنگامے	״
قاسم برید کی سرزنش کا خیال	۸۹
معرکہ آرائی	۹۰
مولوی عالی کا بیان	״
بزم عیش و عشرت	״
یوسف عادل کی بیماری	״
تمراج کی رائچور پر لشکر کشی	۹۱
یوسف عادل کی صحت یابی	״
تمراج سے مقابلے کی تیاری	״
معرکہ آرائی	۹۲
تمراج کی شکست	״
مدگل و رائچور کی فتح	۹۴
بہادر گیلانی کی ہنگامہ خیزی	״
محمود شاہ بہمنی کی مدد	״
بہادر گیلانی کا فرار	۹۵
جام کھنڈی پر عادل شاہی حکومت	״
بہادر گیلانی کی موت	״
محمود بہمنی کی بیجاپور میں آمد	״
قاسم برید کی شکایت	۹۶

برادرانِ محترم :۔ سلام مسنون

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ تاریخ فرشتہ جلد اوّل مکمل ہونے کے بعد جلد دوم حسب پروگرام شروع ہو چکی ہے جلد اول کی طرح جلد دوم بھی ۷ قسطوں میں مکمل کرنے کا ارادہ ہے بلاشبہ تاریخی کتابوں میں تاریخ فرشتہ خاص اہمیت کی حامل ہے آپ تاریخی کتابوں میں اور ریڈیو پر تاریخ فرشتہ کے حوالے پڑھتے اور سنتے ہونگے ــــ اس سے بھی آپ تاریخ فرشتہ کی اہمیت کا اندازہ فرما سکتے ہیں، یقیناً تاریخ فرشتہ تاریخ کا اہم سرمایہ ہے، ایک عرصے سے یہ قیمتی سرمایہ نایاب ہو چکا تھا، اس کی افادیت اور ضرورت کے پیش نظر مکتبہ ملّت نے اسکی اشاعت کا ارادہ کیا اور الحمدللہ جلد اول مکمل کر لی، علم دوست حضرات سے تعاون کی اپیل ہے ۔ مکتبہ ملّت کیلئے یہی سب سے بڑا تعاون ہوگا کہ تاریخ فرشتہ کے زیادہ سے زیادہ خریدار بنا کر تاریخ فرشتہ کی توسیع اشاعت میں مدد فرمائیں ۔ والسّلام

انعام الٰہی (فاضل دیوبند)

ناظم مکتبہ ملّت دیوبند ۔ یوپی (۲۴۷۵۵۴)

مضامین	صفحہ
اندرا پور کا سفر	۱۱۰
عیسائیوں کی سرزنش	″
یوسف کا انتقال	″
شاہ طاہر کا بیان	۱۱۱
یوسف کا کردار	″
علم دوستی	۱۱۲
حسن و جمال، رعب و دبدبہ	″
اہلِ علم کی قدردانی	″
مکٹ و راؤ پر لشکر کشی	″
اولاد	۱۱۳
۲- اسماعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ	۱۱۴
نظام حکومت	″
امراء کے عہدوں میں تبدیلیاں	۱۱۷
تخت نشینی کے لیے کمال خاں کا تیار ہونا	″
قلعہ ارک میں کمال خاں کا قیام	۱۱۸
کمال خاں کو قتل کرنے کی تیاری	″
یوسف ترک کا عزمِ قتل	″
مسماۃ پونجی کی تدبیر	۱۱۹
کمال خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ	″
بوڑھی عورت کے ہمراہ یوسف ترک کی روانگی	″
شرف یابی کمال خاں	۱۲۰
یوسف ترک کا کارگر حملہ	″

مضامین	صفحہ
کمال خاں کی موت کا انتقام	۱۲۰
صفدر خاں کی بدلہ لینے کی تیاری	۱۲۱
پونجی خاتون کی تدبیریں	″
پونجی خاتون کا امرائے دربار سے مدد حاصل کرنا	″
محل میں قیامت کا نمونہ	۱۲۲
صفدر خاں کے قتل کی تفصیل	″
شہر کے مشہور امراء کی فراری	۱۲۳
یوسف ترک کی میت	″
اسماعیل عادل شاہ کا نظامِ حکومت	″
پونجی خاتون کے فیصلے	۱۲۴
حبشیوں اور مغلوں کا تقرر	″
امیر قاسم برید اور اسماعیل عادل شاہ کا مقابلہ	۱۲۵
اسمٰعیل عادل شاہ اور سلطان محمود کی گلبرگہ کو روانگی	۱۲۶
بادشاہ سلطان محمود کی احمد آباد کو روانگی	″
امیر قاسم برید کا حملہ	″
ایرانی ایلچیوں کی خاطر مدارات اور روانگی	۱۲۷
اسمٰعیل عادل شاہ اور ایرانی ایلچیوں کا استقبال	″
ایرانی ایلچیوں کے استقبال کی تفصیل	۱۲۸
تاریخ نویسوں کا خیال	″
جنگ کنہڑ کا حال	″
تراج کی جنگی تیاریاں	۱۲۹

مضامین	صفحہ
محمود شاہ کی روانگی	۹۶
دستور دینار حبشی خواجہ سرا کے ارادے	"
دستور کی خود مختاری	۹۷
دستور کی سرزنش کے لیے یوسف عادل کی روانگی	"
معرکہ آرائی	"
شہزادہ احمد کی شادی کا ارادہ	۹۸
دستور کی جاگیر پر یوسف کا قبضہ	"
قاسم برید کا فرار	"
قاسم برید کی شکست	"
دستور دینار پر حملہ	۹۹
یوسف عادل اور نظام الملک میں دوستی	"
دکن میں انتشار	"
گیارہ خود مختار حاکم	۱۰۰
عین الملک کی طلبی	"
دستور دینار کی تشویش	۱۰۱
دستور کی جنگ کی تیاریاں	"
یوسف عادل کا مقابلے کے لیے نکلنا	"
یوسف کی حکمتِ عملی	۱۰۲
غضنفر آقا کی روانگی	"
دستور دینار کی شکست	"
دستور اور یوسف کی جنگی تیاریاں	"
دستور دینار کا قتل اور یوسف عادل کی فتح	۱۰۳

مضامین	صفحہ
فتح کی خوشی	۱۰۳
غضنفر بیگ کا انتقال	"
مجلس جشن	۱۰۴
شیعہ مذہب کو رواج دینے کا عہد	"
محتاط گروہ کی رائے	"
شیعہ مذہب کا خطبہ	۱۰۵
عادل شاہ کی احتیاط	"
مذہبی اتحاد	"
ایک عجیب و غریب قصہ	"
امرا کی ناراضگی	۱۰۶
یوسف عادل کا نقطۂ نظر	"
عین الملک کی معزولی	۱۰۷
مذہبی آزادی	"
نظام الملک اور قاسم برید کا حملہ	"
محمود شاہ کا ارادہ جنگ	"
یوسف کی پریشانی	۱۰۸
یوسف عادل کی روانگی بیٹر	"
مذہب شیعہ سے یوسف عادل کی توبہ	"
یوسف کی برہان پور کو روانگی	"
عماد الملک کا پیغام نظام الملک کے نام	۱۰۹
احمد نظام اور قطب الملک کی برید سے علیحدگی	"
یوسف کا دوبارہ مذہب شیعہ کو رواج دینا	"
شاہ ایران کو مبارک باد	۱۱۰

مضامین	صفحہ
شرائط پر عمل	۱۴۳
دربارِ اسمٰعیل عادل شاہ	"
جواہرات کی تقسیم	"
زائرین اور دیگر امراء کو انعامات	۱۴۴
مولانا شہید شاعر قمی کے لیے رقم	"
امیر قاسم برید کے قصور کی معافی	"
قلعہ رائچور کی فتح	۱۴۵
جشنِ فتح و نصرت	"
اسماعیل عادل شاہ کی مہمان نوازی	"
عماد شاہ بہ حیثیت مہمان	۱۴۶
امیر برید کی سرکشی	"
برہان نظام شاہ کا مشورہ	۱۴۷
اسمٰعیل عادل شاہ کا کوچ	"
برہان نظام شاہ کی جنگی تیاریاں	"
نظام اور عادل شاہی جنگ	"
عادل اور نظام شاہی خاندانوں میں دوستی	۱۴۸
تلنگانہ پر عادل شاہی حملہ	"
اسمٰعیل عادل شاہ کی دوسری جگہ منتقلی	"
اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال	"
جانشین کا انتخاب	۱۴۹
امیر سید ہروی کا بیان	"
۳۔ ملو عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ	۱۵۱
ملو خاں کی تخت نشینی اور اسد خاں لاری کی	"

مضامین	صفحہ
روانگی	۱۵۱
ملو خاں کی رنگ رلیاں	"
ایک نیا شوق امرد پرستی	"
امرد پرستی اور ملو خاں کا ظلم وستم	"
ملو خاں کے خلاف سازشیں	۱۵۲
ملو عادل شاہ کی معزولی	"
۴۔ ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ	۱۵۳
شجاعت اور بہادری	"
تبدیلیٔ مذہب	"
نئے احکامات	"
پرانے قوانین کا اخراج	۱۵۴
بیجاپور کی فتح	"
بیجاپور کا حال	"
رام راج کا عروج	"
رام راج کی سرگرمیاں	۱۵۵
رام راج اور بھوج ترمل کے درمیان معاہدہ	"
بھوج ترمل کے خلاف رعایا کا اقدام	"
ابراہیم عادل شاہ سے مدد کی درخواست	۱۵۶
رام راج کی عیاری	"
بھوج ترمل کا فریب کھانا	"
رام راج کی چڑھائی	"
ابراہیم عادل شاہ کا حملہ کرنے کا حکم	۱۵۷
اسد خاں لاری کا شبخون مارنا	"

مضامین	صفحہ
اسمٰعیل شاہ کا ارادہ التوائے جنگ	۱۲۹
بادشاہ کی شراب نوشی اور بزم عشرت	"
دریا کے کنارے بادشاہ کا گشت	۱۳۰
دریا کے پار معرکہ جنگ	"
اسمٰعیل عادل شاہ اور اسد خاں لاری کے مابین صلاح مشورہ	۱۳۱
اسد خاں لاری کا ایک اہم مشورہ	"
اسد خاں لاری کے مشورے پر عمل	"
عادل اور نظامی خاندانوں میں دوستی کا آغاز	"
شاہ طاہر کا استقبال	"
شادی کی رسم	۱۳۳
دشمنی کا آغاز	"
اسمٰعیل عادل شاہ کی جنگی ترتیب و تنظیم	"
معرکہ آرائی	۱۳۴
اسمٰعیل عادل کا جشنِ کامرانی	"
نظام اور عادل شاہی خاندانوں کے درمیان دوسری جنگ	"
اسمٰعیل عادل شاہ اور والئ برار کا اتحاد	۱۳۵
برہان نظام شاہ پر چڑھائی اور عادل شاہی امداد	"
امیر قاسم برید کی سازش	"
اسمٰعیل عادل شاہ کی انتقامی کاروائیاں	"
برہان نظام شاہ کی رضامندی	۱۳۶
امیر قاسم برید پر چڑھائی	"

مضامین	صفحہ
امیر قاسم برید کی جنگی تدبیریں	۱۳۶
بریدیوں کا غرور	۱۳۷
اسمٰعیل عادل شاہ کی فتح	"
قطب شاہی فوج سے مقابلہ	"
امیر قاسم برید کی والئ برار سے مدد کی درخواست	"
اسمٰعیل عادل شاہ سے عماد شاہ کی ملاقات	۱۳۸
امیر قاسم برید کی عماد شاہ سے ملاقات	"
امیر قاسم برید کی شراب نوشی اور عیش و عشرت	۱۳۹
اسمٰعیل عادل شاہ کا حکم شبخون	"
اسد خاں لاری کی مزید ہدایات	"
امیر قاسم برید کی قیام گاہ	۱۴۰
امیر قاسم برید کی گرفتاری	"
اسد خاں لاری کا مشورہ	"
امیر قاسم برید کا بیدار ہونا	"
دربار اسمٰعیل عادل شاہ میں امیر قاسم برید کی حاضری	۱۴۱
امیر قاسم برید کے قتل کا حکم	"
قلعہ احمد آباد کی پیش کش	"
امیر قاسم برید کے فرزندوں کا قلعہ دینے سے انکار	۱۴۲
قاصد کی روانگی	"
امیر قاسم برید کے قتل کا دوبارہ حکم	"
امیر قاسم برید کے فرزندوں کی شرطیں	"

مضامین	صفحہ
سیف عین الملک کا تقرر	۱۷۰
شہزادہ علی اور قلعۂ شولاپور	〃
ابراہیم عادل شاہ کے خطوط امراء کے نام	〃
حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگی تیاریاں	〃
طرفین کی فوجی تنظیم	۱۷۱
سیف عین الملک کا غلبہ	〃
نظام شاہی فوج کی تازہ کمک	〃
ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی	〃
ابراہیم عادل اور سیف عین الملک کی روانگی	۱۷۲
ابراہیم عادل شاہ کی مزید غلط فہمی	〃
سیف عین الملک کا پیغام بادشاہ کے نام	〃
ابراہیم عادل شاہ کا جواب اور سیف الملک کی وفاداری	〃
سیف عین الملک کا دیگر لوگوں سے مشورہ	۱۷۳
عادل شاہی لشکر اور صلابت خاں میں جنگ	〃
سیف الملک کی فتوحات	〃
ابراہیم عادل شاہ کا ارادۂ جنگ	۱۷۴
ابراہیم عادل پر عین الملک کا حملہ	〃
عادل شاہی شہروں پر عین الملک کا قبضہ	۱۷۵
رام راج کی مدد	〃
شب خون	〃
سیف الملک کی پریشانی	۱۷۶
عین الملک کا فرار	〃

مضامین	صفحہ
ابراہیم عادل شاہ کی بیماری	۱۷۶
انتقال	〃
اولاد	〃
۵- ابوالمظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ	۱۷۷
شوخیٔ طبیعت	〃
مذہبی رجحان	〃
ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازش	〃
شہزادہ عبداللہ کا فرار	۱۷۸
احتیاطی تدابیر	〃
علی عادل کی شیعیت پسندی	〃
شہزادہ طہماسپ کی شیعیت	〃
علی عادل شاہ کی تخت نشینی کی تیاریاں	〃
علی عادل شاہ کی قلعۂ مرج سے روانگی	۱۷۹
لشکروں کی آمد	〃
علی عادل شاہ کی تخت نشینی	〃
قصبۂ شاہ پور کی بنا	〃
علماء اور فضلاء کی عزت افزائی	۱۸۰
سخاوت	〃
عدل و انصاف اور وسعتِ سلطنت	〃
علم و فن سے دلچسپی	〃
عشق پیشگی	〃
رام راج سے دوستی	〃

مضامین	صفحہ
رام راج کا مشورہ	۱۵۷
یوسف شحنہ کی سازش	۱۵۸
ابراہیم عادل شاہ اور یوسف شحنہ کی باہم گفتگو	"
اسد خاں لاری کو مار ڈالنے کی تدبیر	"
اسد خاں لاری اور یوسف شحنہ کے درمیان جنگ	۱۵۹
اسد خاں لاری کی فتح	"
ابراہیم عادل شاہ کی نئی چال	"
برہان نظام شاہ کا انکشاف	"
اسد خاں لاری کی تدبیریں	۱۶۰
اسد خاں لاری کی وفاداری	"
اسد خاں لاری کی عماد شاہ سے ملاقات	"
ابراہیم عادل شاہ اور اسد خاں لاری کی صلح	"
برہان نظام شاہ اور عادل شاہ کی جنگ	۱۶۱
امیر قاسم برید کا انتقال اور دونوں خاندانوں میں صلح	"
برہان نظام شاہ کا حملہ	"
ابراہیم عادل شاہ کی شکست اور پریشانیاں	۱۶۲
اسد خاں لاری کی طلبی	"
اسد خاں لاری کی دیگر فتوحات	۱۶۳
برہان نظام شاہ کی شکست	"
ابراہیم عادل شاہ کا غرور	"

مضامین	صفحہ
ابراہیم عادل شاہ کی شکست	۱۶۴
ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازشیں	"
اسد خاں لاری سے ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی	"
اسد خاں لاری کا خط	۱۶۵
ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ	"
شہزادہ عبداللہ کے نقشے کی تفصیل	"
اسد خاں لاری سے درخواست	۱۶۶
اسد خاں لاری کی وفاداری اور برہان وغیرہ کی مایوسی	"
اسد خاں لاری کا خط بادشاہ کے نام	"
اسد خاں لاری کا انتقال	"
اسد خاں لاری کی خوبیاں	۱۶۷
برہان نظام شاہ اور رام راج کی دوستی	"
رام راج کی چال	"
ابراہیم عادل شاہ کی لشکرکشی	"
ابراہیم عادل شاہ کی شکست	۱۶۸
قلعہ پرندہ کی فتح	"
دکنی باشندے کا فرار	"
شاہ جمال الدین انجو کا بیان	"
برہان نظام شاہ اور رام راج کا معاہدہ	۱۶۹
رام راج اور نظام شاہ کا عروج	"
برہان نظام کی موت کے بعد عادل اور نظام شاہی خاندانوں کی دوستی	"

مضامین	صفحہ
ہندوؤں کی خستہ حالی	۱۹۱
علی عادل شاہ کی فتوحات	۱۹۲
مرتضیٰ نظام شاہ کا بیجاپور پر حملہ	״
علی عادل کا نظام شاہی سلطنت پر حملہ	۱۹۴
مرتضیٰ نظام شاہ کی جنگی تیاریاں	״
کشور خاں کے ساتھیوں کا فرار	״
کشور خاں اور مرتضیٰ میں جنگ	״
کشور خاں کی موت	۱۹۵
عین الملک اور نور خاں کا تعاقب	״
علی عادل شاہ کا کودہ پر حملہ	״
قلعۂ ادونی کی تسخیر کا خیال	״
حاکم ادونی کی پریشانی	״
علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں معاہدہ	۱۹۶
قلعۂ طور کل کا محاصرہ	״
قلعۂ طور کل کی تسخیر	۱۹۷
قلعۂ داروا کی فتح	״
قلعۂ بنکاپور پر لشکر کشی	״
یلب کا خط تنکنادری کے نام	״
تنکنادری کا جواب	۱۹۸
ہندوؤں کی مخاصمانہ کارروائی	״
ہندوؤں کا دستورِ جنگ	״
جادوگری	۱۹۹
مسلمانوں کی حفاظتی تدابیر	״
معرکہ آرائیاں	״

مضامین	صفحہ
اہلِ قلعہ کی اطاعت	۲۰۰
قلعۂ بنکاپور پر عادل شاہی قبضہ	״
مصطفیٰ خاں کی عزت افزائی	״
جرہ اور چندر کونی کے قلعوں کی تسخیر کا ارادہ	״
حاکم جرہ کی اطاعت	۲۰۱
قلعۂ چندر کونی کی فتح	״
علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور	״
مصطفیٰ خاں کا خط علی عادل شاہ کے نام	״
چندر کونی میں نئے قلعے کی تعمیر	۲۰۲
علی عادل شاہ کا عزم کرور	״
حاکم کرور کی اطاعت	״
دوسرے راجاؤں کی اطاعت	״
سالانہ رقم کی ادائیگی	۲۰۳
بہادر رانیاں	״
علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور	״
نلگنڈہ کی تسخیر کا ارادہ	״
تنکنادری کا فرار	۲۰۴
اہلِ شہر کی خستہ حالی	״
برکی امراء کی غداری	״
برکیوں سے جنگ	۲۰۵
علی عادل شاہ تدبیر	״
ہندیا نایک کے خیالات	״
باغیوں کی بیجاپور میں آمد	״
باغیوں کا قتل	۲۰۶

مضامین	صفحہ
حسین نظام شاہ کی ناراضگی	۱۸۱
رام راج کے بیٹے کی وفات اور علی عادل شاہ کی تعزیت	ء
رام راج کی بدتہذیبی	ء
حسین نظام شاہ کے نام علی عادل شاہ کا پیغام	۱۸۲
کلیان اور شولاپور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ	ء
حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی ناچاقی	″
علی عادل شاہ کا عزم احمد نگر	۱۸۳
فتنہ وفساد	ء
حسین نظام شاہ پر لشکر کشی	ء
قطب شاہ کا فرار	″
احمد نگر کا محاصرہ	ء
قتل وغارت گری	۱۸۴
کشور خاں کا مشورہ	″
قلعۂ شاہ درک کی تعمیر	ء
رام راج کی عاقبت نااندیشی	″
معاہدے کی خلاف ورزی	۱۸۵
رام راج کا تعصب اور غرور	ء
علی عادل شاہ اور قطب شاہ پر رام راج کی لشکر کشی	ء
	″
قلعۂ پورکل میں بغاوت	″
ہندوؤں پر لشکر کشی کا ارادہ	۱۸۶
کشور اور شیرازی کی رائے	″ ″

مضامین	صفحہ
حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش	۱۸۶
	″
مصطفیٰ خاں اردستانی کی حسین نظام شاہ سے ملاقات	۱۸۷
شاہی خاندانوں میں شادی کی تجویز	″
چاند بی بی اور شہزادی ہدیہ سلطان کی شادیاں	۱۸۸
رام راج کی تباہی کا ارادہ	″
مسلمان حکمرانوں کی بیجانگر پر لشکر کشی	″
رام راج کی جنگی تیاریاں	″
دریائی راستے کی تلاش	۸۹
ایک قابل عمل تجویز	″
ہندوؤں کی بے احتیاطی	″
مسلمان لشکر کا دریا کو عبور کرنا	″
مسلمان لشکر کی ترتیب	″
ہندو لشکر کی ترتیب	۱۹۰
معرکہ آرائی	″
رام راج کی دریادلی	″
ہندوؤں کا جوش وخروش	″
حسین نظام شاہ کی بہادری	۱۹۱
ہندوؤں کے لشکر کا انتشار	″
رام راج کا قتل	″
ہندوؤں کا قتل	″
مال غنیمت	۱۹۲
تمراج کا حاکم اناگندی مقرر ہونا	″

مضامین	صفحہ
سید مرتضیٰ کی عادل شاہیوں کی طرف داری	۲۱۹
عادل شاہی سلطنت کا استحکام	۲۲۰
دشمن کی واپسی	〃
قلب شاہیوں کی شکست	۲۲۱
ابراہیم عادل شاہ کی اقبال مندی	〃
دلاور خاں کا خواب	〃
اخلاص خاں کی غفلت	〃
دلاور خاں کا فتنہ	〃
دلاور خاں اور اخلاص خاں میں جنگ	۲۲۲
قلعے کا محاصرہ	〃
خانہ جنگی	〃
دلاور خاں کا غلبہ	۲۲۳
دلاور خاں کے بیٹے	〃
ظلم وستم	〃
مذہب اہل سنت کا رواج	۲۲۴
راجگان مالابار کی سرزنش	〃
نظام شاہی حکومت سے اچھے تعلقات	〃
شہزادی خدیجہ سلطان کی شادی	〃
ابراہیم عادل شاہ کی شادی کی تیاریاں	〃
جشنِ عشرت	۲۲۵
رنگ میں بھنگ	〃
نظام شاہیوں پر لشکر کشی	〃
صلابت خاں کی معزولی و گرفتاری	〃
قطب شاہیوں کا راہِ راست پر آنا	〃

مضامین	صفحہ
جشنِ عروسی	۲۲۶
انعام واکرام	〃
احمد نگر کی حالت	〃
رذیلوں کی خوش طالعی	〃
باپ بیٹوں کی دشمنی	۲۲۷
مرتضیٰ نظام شاہ کے خاتمے کی تیاریاں	〃
ابراہیم کا سفر احمد نگر	〃
میراں حسین شاہ کی تخت نشینی	〃
مرتضیٰ نظام شاہ کا قتل	〃
ابراہیم عادل شاہ کا پیغام میراں حسین شاہ	۲۲۸
کے نام	〃
مالابار کے راجاؤں کی نافرمانی	〃
میراں حسین شاہ کا قتل	〃
بادشاہ کا عزم احمد نگر	〃
جمال خاں مہدوی کا سامنا	۲۲۹
جمال خاں اور ابراہیم عادل شاہ میں صلح	〃
بلبل خاں کی بہادری	〃
بلبل خاں کی توہین	۲۳۰
دلاور اور بلبل خاں کی چپقلش	〃
بلبل خاں کا بیان صفائی	〃
بلبل خاں کی عزت افزائی	۲۳۱
بلبل خاں کی نظر بندی	
احمد نگر کی حالت	
برہان شاہ کا ارادہ	

مضامین	صفحہ
شہزادہ ابراہیم کی تخت نشینی	۲۰۶
علی عادل شاہ کا کردار	"
وفات	۲۰۷
تجہیز و تکفین	"
علی عادل شاہ کی سخاوت	"
شہنشاہ اکبر کے سفیر	"
۶۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی	۲۰۹
تخت نشینی	"
کامل خاں دکنی	"
کامل خاں کا اقتدار	"
غرور کا نشہ	۲۱۰
کشور خاں کا ہنگامہ	"
کامل خاں کی پریشانی	"
گھر کا راستہ	"
کامل خاں دکنی کا قتل	۲۱۱
کشور خاں کا اقتدار	"
عادل شاہی اور نظام شاہی لشکروں میں جنگ	"
عادل شاہی لشکر کی فتح	"
ہاتھیوں کی واپسی کا معاملہ	۲۱۲
امراء کے مشورے	"
مصطفیٰ خاں کے خلاف سازش	"
مرزا نورالدین کی احسان فراموشی	"

مضامین	صفحہ
مصطفیٰ خاں کا قتل	۲۱۲
ایک قابل نجومی	۲۱۳
پیشین گوئی	"
کشور خاں کی تباہی کی داستان	"
چاند بی بی کے خلاف سازش	"
چاند بی بی کی نظر بندی	۲۱۴
میاں بدو کی سپہ سالاری	"
کشور خاں کی تجویز	"
بدو میاں کا منصوبہ	"
بدو میاں کی گرفتاری	۲۱۵
امراء کا عزم بیجاپور	"
کشور خاں پر لعنت ملامت	"
کشور خاں کا قتل	"
اخلاص خاں کا اقتدار	۲۱۶
اخلاص خاں کی گرفتاری	"
رہائی	۲۱۷
طوائف الملوکی	۲۱۷
قلعہ شاہ درک پر نظام شاہی قبضہ	"
بیجاپور پر دشمن کی یورش	۲۱۸
معرکہ آرائیاں	"
عین الملک کا سید مرتضیٰ سے مل جانا	"
حبشیوں کی حکومت سے علیٰحدگی	۲۱۹
شاہ ابوالحسن کا میر جملہ مقرر ہونا	"
شاہ ابوالحسن کا خط سید مرتضیٰ کے نام	"

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
عین الملک شاہی دربار میں	۲۴۶	شاہی محل کی تعمیر	۲۵۳
شاہی عنایات عین الملک پر	〃	میرزا علاؤالدین دلیسہ کی پیدائش	۲۵۴
عین الملک کی روش	〃	شاہانہ سواری	〃
حیات خاں اور عین الملک میں سخت کلامی	〃	بادشاہ شاہنواز کے گھر میں	〃
حیات خاں کی گرفتاری	〃	جشن عیش وعشرت	〃
عین الملک کی علانیہ بغاوت	۲۴۷	خواجہ معین الدین محمد	۲۵۵
عین الملک کا خط برہان نظام شاہ کے نام	〃	مفسدوں کی بیخ کنی	〃
عین الملک کی خوشی	〃	رائے کرناٹک کی پریشانی	〃
ملابار کے ہندوؤں کا فتنہ	〃	برہان نظام شاہ کے نام پیغام	۲۵۶
الیاس خاں اور محمد خاں رومی کی گرفتاری	۲۴۸	عادل شاہی مقبوضات پر برہان کا حملہ	〃
اسمٰعیل چتر شاہی کے سائے میں	〃	اوزبک کا قتل	〃
باغیوں کی سرزنش کا انتظام	〃	نظام شاہی لشکر میں انتشار	۲۵۷
عین الملک کا قتل	۲۴۹	برہان نظام شاہ کی وفات	〃
شہزادہ اسمٰعیل کی گرفتاری	〃	امرائے نظام شاہی کی عاقبت نااندیشی	〃
شہزادے کا قتل	〃	ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی	〃
نمک حراموں کا قتل	۲۵۰	نظام شاہی امراء کی جنگ کی تیاریاں	۲۵۸
انعام واکرام	〃	عادل شاہی لشکر کی ترتیب	۲۵۹
برہان نظام شاہ کی پریشانی	〃	عادل شاہی فوج کی ظاہری شکست	〃
شاہ نواز خاں کے حالات	〃	سنبل خاں خواجہ سرا اور ابراہیم نظام شاہ	۲۶۰
علم وفضل	〃	میں مقابلہ	〃
زیارت مقامات مقدسہ	۲۵۱	ابراہیم نظام شاہ کا قتل	〃
مؤرخ فرشتہ کی بادشاہ سے ملاقات	〃	ایک عجیب وغریب واقعہ	〃
شاہ نواز خاں کا وکیل مطلق مقرر ہونا	۲۵۲	بادشاہ کا استقبال	۲۶۱
ملک کے حالات سے بادشاہ کی آگاہی	〃	حسن اتفاق	〃

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
برہان نظام شاہ کی احمد نگر پر قبضہ کرنیکی تیاریاں	۲۲۲	ترکی لشکریوں کی روانگی	۲۳۸
جہانگیر خاں اور برہان شاہ کی جنگ	۲۲۳	دلاور کی تباہی کا ارادہ	۲۳۹
برہان شاہ اور راجہ علی خاں میں خط و کتابت	″	عین الملک کا مشورہ	″
برہان شاہ کے خطوط ابراہیم عادل شاہ کے نام	″	تجویز پر عمل	″
برہان شاہ کا خط فرشتہ کے نام	″	دلاور خاں کی عیش پرستی	۲۴۰
ابراہیم عادل شاہ کا برہان شاہ کی مدد کے لیے آمادہ ہونا	۲۲۴	عین الملک کی زمانہ سازی	″
شاہ درگ کو روانگی	″	دلاور شاہ پر قاتلانہ حملہ	″
راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے قاصدوں کی آمد	″	دلاور خاں کا فرار	۲۴۱
ابراہیم عادل شاہ کی دارا سنگ کو روانگی	۲۲۵	مذہب کا معاملہ	″
جمال خاں مہدوی کی تدابیر	″	برہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں کا قتل	۲۴۲
جمال خاں کی دارا سنگ کو روانگی	″	ابراہیم عادل شاہ ثانی کے ابتدائی حالات	″
صلح کی ناکام کوشش	″	بادشاہ کا پیغام شہزادہ اسمٰعیل کے نام	″
جمال خاں کی پریشانی	۲۲۶	شہزادہ اسمائیل کا خیال	۲۴۳
دلاور خاں کی عاقبت نااندیشی	″	بھائی کی محبت	″
احساسِ ندامت	″	شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت	″
دلاور خاں کی ہٹ دھرمی	۲۲۷	بادشاہ کا خط اسمٰعیل کے نام	۲۴۴
جنگ کی تیاریاں	″	برہان شاہ نظام اور اسمٰعیل میں ساز باز	″
جنگ کا آغاز	″	عین الملک اور اسمٰعیل میں مراسم	″
دلاور خاں کا فرار	″	ابراہیم عادل شاہ کی سرزنش کے لیے فوج روانہ کرنا	۲۴۵
ابراہیم شاہ کی روانگی شاہ درگ	۲۲۸	قلعہ بلگوان کا محاصرہ	″
جمال خاں کا تعاقب	″	عین الملک کی طلبی کا فرمان	″
		عین الملک کا بیجاپور پہنچنا	″
		بادشاہ کا نقطۂ نظر	″

مضامین	صفحہ
باغِ نظام	٢٧٧
احمد نظام شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ	٢٧٨
خطبے کی منسوخی	〃
چتر کا عام استعمال	〃
احمد نظام کے نام کے خطبے کا دوبارہ رواج	〃
قلعۂ دندا راجپوری پر قبضہ	٢٧٩
قلعۂ دولت آباد کی تسخیر کا خیال	〃
ملک وجیہہ اور ملک اشرف	〃
ملک وجیہہ سے احمد نظام شاہ کی بہن کی شادی	〃
ملک وجیہہ کا قتل	٢٨٠
ملک اشرف کی حکمرانی	〃
دولت آباد کی طرف احمد نظام شاہ کی روانگی	〃
امیر قاسم برید کا پیغام	〃
قلعۂ بیدر کا محاصرہ	〃
احمد نگر کی بنیاد	〃
دولت آباد پر حملے	٢٨١
حاکم برہان پور سے تعلقات	〃
سلطان محمود گجراتی کا ملک اشرف کی مدد کے لیے آمادہ ہونا	٢٨٢
احمد نظام شاہ کا عزم برہان پور	〃
نصیر الملک کا خط محمود شاہ گجراتی کے نام	〃
احمد نظام شاہ کی چال	٢٨٣
نظام شاہی لشکر کا گجراتیوں پر حملہ	〃
گجراتیوں کی حالت	〃

مضامین	صفحہ
محمود گجراتی کی پریشانی	٢٨٤
دکنی لشکر کی واپسی	〃
فریقین میں صلح	〃
ملک اشرف کا خط محمود گجراتی کے نام	٢٨٥
محمود گجراتی کی دولت آباد کو روانگی	〃
احمد نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی	〃
دولت آباد کے شہریوں کی درخواستیں نظام شاہ کے نام	٢٨٦
ملک اشرف کی موت	〃
قلعۂ دولت آباد پر قبضہ	〃
قلعۂ شورا وغیرہ کی فتح	〃
برہان پور میں ہنگامہ	٢٨٧
محمود گجراتی کی خواہش	〃
احمد نظام شاہ کا خط محمود گجراتی کے نام	〃
محمود گجراتی کا جواب	〃
نصیر الملک کی وفات	٢٨٨
احمد نظام شاہ کی موت	〃
احمد نظام شاہ کا کردار	〃
طہارت نفس	〃
سپاہیوں کی ہمت افزائی	٢٨٩
شمشیر زنی کا رواج	٢٩٠
ایک چشم دید واقعہ	٢٩١
٨۔ برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری	٢٩٣

مضامین	صفحہ
ابراہیم عادل شاہ کا حسن اخلاق	۲۶۱
انعام واکرام	〃
حضرت صلعم کے موئے مبارک کی زیارت	۲۶۲
میر محمد صالح کی تعظیم وتکریم	〃
میر صاحب کی خواہش	〃
احمد نگر کی حالت	۲۶۳
شہزادہ مراد کا ورود احمد نگر	〃
شہزادہ مراد کا قلعے کو حاصل کرنیکا ارادہ	۲۶۴
امرائے احمد نگر کے اختلافات	〃
اختلافات کا خاتمہ	〃
نظام شاہی امرا کی حمایت	۲۶۵
دکنی فوج کا متحدہ لشکر	〃
امرائے اکبری کے مشورے	〃
نقب کی تیاری	〃
اہل قلعہ کی مستعدی	۲۶۶
خان خاناں کا مشورہ	۲۶۷
صلح	〃
حبشی اور دکنی امرا کی علیحدگی	〃
فرمانروایان احمد نگر یعنی سلاطین نظام شاہی	۲۶۹
۷۔ احمد نظام شاہ	۲۷۱
ملک نائب کے آباواجداد	〃
ملک حسن بحری	〃
اقتدا میں اضافہ	〃

مضامین	صفحہ
طرفداری تلنگانہ	۲۷۱
ملک احمد کا تقرر	۲۷۲
مرہٹوں کی نافرمانی	〃
قلعہ بیر کی فتح	〃
کوکن کے علاقے پر قبضہ	〃
ملک احمد کی بہادری	۲۷۳
یوسف عادل شاہ اور احمد نظام شاہ میں دوستانہ	〃
مراسم	〃
زین الدین علی تالش کے نام پیغام	〃
شیخ مودی کا جنیر پر حملہ	〃
زین الدین علی پر احمد کا حملہ	۲۷۴
قلعہ جالنہ کی فتح	〃
شیخ مودی اور نصیر الملک میں لڑائی	〃
نصیر الملک کی شکست	〃
احمد نظام شاہ کی فتح	۲۷۵
احمد نظام شاہ کا بیدر پر حملہ	〃
نامور امرا کے متعلقین کی گرفتاریاں	〃
نامور امرا کا پیغام	〃
سلطان محمود شاہ کا پیغام اپنے امرا کے نام	۲۷۶
امرا کا جواب	〃
جہانگیر خاں کی نامردگی	〃
جہانگیر کا پٹکا پور پہنچنا	۲۷۷
شاہی فوج کی غفلت	〃
شاہی لشکر کی تباہی	〃

مضامین	صفحہ
گجراتیوں کی رائے	۳۰۴
سلطان بہادر کی واپسی	"
سلطان بہادر کی خفگی	۳۰۵
سلطان بہادر اور شاہ طاہر کی ملاقات	"
شاہ صاحب کی تعظیم و تکریم	"
عالمانہ صحبت	۳۰۶
سلطان بہادر کی عظمت و شوکت	"
میراں محمد شاہ کی خوش اسلوبی	"
برہان نظام شاہ کی برہان پور کو روانگی	"
موضع جانکدیوی میں قیام	۳۰۷
شاہ طاہر سے مشورہ	"
ایک موزوں تدبیر	"
برہان نظام اور سلطان بہادر کی ملاقات	"
آغاز گفتگو	۳۰۸
شاہ طاہر کی تعظیم	"
سوال و جواب	"
اظہار مسرت	"
محبت کا برتاؤ	۳۰۹
گھوڑے کی سواری	"
انعام و اکرام	"
چوگان بازی	"
برہان نظام شاہ کی واپسی اور دولت آباد میں قیام	۳۱۰
تازہ فتوحات	"

مضامین	صفحہ
قلعۂ کلیان اور قندھار پر اسمٰعیل عادل شاہ کا حملہ	۳۱۰
اسمٰعیل عادل شاہ کا خط برہان نظام شاہ کے نام	"
عادل شاہی سرحد کی طرف روانگی	۳۱۱
نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں میں جنگ	"
اسمٰعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کی ملاقات	"
اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال	۳۱۲
برہان نظام شاہ کا شیعہ مذہب اختیار کرنا	"
شاہ طاہر کا مشورہ	"
علماء کا بحث و مباحثہ	"
برہان نظام شاہ کا اظہار تعجب	"
شاہ طاہر کا مذہب	۳۱۳
مذہب شیعہ کا عام رواج	"
اماموں کے نام خطبہ	"
اہل سنت میں غم و غصہ کی لہر	"
احمد نگر میں ہنگامہ	۳۱۴
برہان نظام شاہ کی پریشانی	"
باغیوں کی سرکوبی	"
ملا پیر محمد کی گرفتاری	"
ملا کی رہائی اور بحالی	۳۱۵
لنگر خانۂ دوازدہ امام	"
فاضل عالموں کا احمد نگر میں اجتماع	"

مضامین	صفحہ
تخت نشینی	۲۹۳
عزیز الملک کی بے اعتدالیاں	״
امراء کی تدبیر	״
شہزادہ جیبو کی گم شدگی	״
قلعے میں واپسی	۲۹۴
برہان نظام شاہ کی تعلیم و تربیت	״
مخالف امراء کا فرار	״
عماد الملک اور مکمل خاں میں مقابلہ	۲۹۴
عماد الملک کی شکست	۲۹۵
عماد الملک کا تعاقب	״
قصبۂ پاتری کا قضیہ	״
عماد الملک کی ہٹ دھرمی	۲۹۶
پاتری کی فتح	״
جوانی کی دیوانگی	״
مکمل خاں کی سبکدوشی	״
مکمل خاں کا انتقال	۲۹۷
شاہ طاہر کی آمد	״
برہان نظام شاہ اور بی بی مریم کی شادی	״
قلعۂ شولاپور کی فتح کی تیاریاں	״
معرکہ آرائی	۲۹۸
نظام شاہیوں کی ناکامی	״
پاتری کا قضیہ	״
پاتری کے برہمن	״
قلعۂ ماہور کی فتح	۲۹۹

مضامین	صفحہ
عماد الملک اور محمد شاہ فاروقی کی پسپائی	۲۹۹
حاکم گجرات کا عزم دکن	״
برہان نظام شاہ کا خط بابر کے نام	״
سلطان قلی قطب شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ	۳۰۰
سے مدد کی درخواست	״
سلطان بہادر سے عماد الملک کی درخواست	״
امیر برید کا ہنگامہ	״
سلطان بہادر کا غصہ	״
گجراتیوں اور دکنیوں میں معرکہ	۳۰۱
برہان نظام شاہ کی والدہ کا انتقال	״
سلطان بہادر احمد نگر میں	״
گجراتی لشکر میں زبردست قحط	״
سلطان بہادر کا بھیانک خواب	۳۰۲
روحوں کا اثر	״
سلطان بہادر کا دولت آباد پہنچنا	״
برہان نظام شاہ کے لیے اسمٰعیل عادل شاہ کی امداد	״
شیخ جعفر کی معزولی اور کانوزسی کا تقرر	۳۰۳
برہان نظام شاہ دولت آباد میں	״
گجراتیوں سے لڑائی	״
برہان نظام شاہ اور امیر برید کا فرار	״
میراں محمد شاہ و عماد الملک سے دوستانہ مراسم	۳۰۴
سلطان بہادر کی شکایت	״
خداوند خاں کا جواب	״

مضامین	صفحہ
بھائیوں میں اختلافات	۳۲۷
دکنی امراء کی عبدالقادر سے علٰحدگی	۳۲۷
شہزادہ عبدالقادر کا فرار اور انتقال	″
امن واطمینان کا دورِ دورہ	۳۲۸
سیف عین الملک کا فرار	″
خواجہ جہاں کا ارادہ	″
حسین نظام شاہ کا محبت نامہ خواجہ جہان	″
کے نام	″
حسین نظام شاہ کا عزم پرندہ	۳۲۹
قلعۂ پرندہ پر قبضہ	″
ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ	″
عماد الملک سے مدد کی درخواست	″
حسین نظام شاہ کی شولاپور کو روانگی	″
خونریزی	۳۳۰
نظام شاہیوں کی بہادری	″
سیف عین الملک کی بہادری	″
حسین نظام شاہ کی اولوالعزمی	″
ایک من گھڑت خبر	″
سیف عین الملک کی جنگ سے دستبرداری	″
حسین نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی	۳۳۱
عین الملک نظام شاہی حدود میں	″
حسین نظام شاہ کا خط عین الملک کے نام	۳۳۲
بادشاہ سے ملاقات کے لیے روانگی	″
عین الملک کا استقبال	۳۳۳

مضامین	صفحہ
حسین نظام شاہ کا پیغام عین الملک کے نام	۳۲۳
بادشاہ سے ملاقات کے لیے روانگی	″
عین الملک کا استقبال	″
عین الملک کی گرفتاری	″
عین الملک اور صلابت خاں کا قتل	″
قبول خاں کی روانگی	″
قبول خاں کے معرکے	۳۲۴
قبول خاں کی مقبولیت	″
خوش اعتقادی	″
عین الملک کے حالات	″
لشکر کی فراہمی	۳۲۵
کردار کی بلندی	″
کامیاب زندگی	″
شاہ حیدر کی احمد نگر میں آمد	″
گلبرگہ کی فتح کے لیے حسین نظام شاہ کی	″
کوشش	″
حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ	۳۲۶
گلبرگہ میں	″
قلعے کا محاصرہ	″
ابراہیم قطب شاہ کی علٰحدگی	″
حسین نظام شاہ کی ناکامی	″
طاعنایت کا فرار	″
قاسم بیگ کی معزولی، نظر بندی اور بحالی	″
علی عادل شاہ کا ارادہ	۳۲۷

مضامین	صفحہ
احمد نگر — علم کی جنت	۳۱۵
برہان نظام شاہ کی درخواست ہمایوں کے نام	۳۱۶
عادل شاہیوں سے جنگ اور برہان نظام	״
شاہ کی فتح	״
برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے	״
درمیان مزید معرکہ آرائیاں	״
بیجاپور پر نظام شاہ کا حملہ	״
مرچ وکلہر وغیرہ کی تباہی	۳۱۷
ابراہیم عادل شاہ کا فرار	״
برہان کی احمد نگر کو واپسی	״
شاہ طاہر کا گولکنڈہ جانا	״
ابراہیم عادل شاہ کی مصالحانہ روش	۳۱۸
شہنشاہ ایران کے قاصدوں کی آمد	״
ایرانی قاصد کی گستاخی	״
عادل شاہیوں سے جنگ	۳۱۹
علی برید کی طرف مایوسی	״
قلعۂ ادسہ کا محاصرہ	״
دشمن سے مقابلہ اور قلعے کی فتح	״
مزید فتوحات	״
عادل شاہی امرا کا خط برہان نظام شاہ کے	۳۲۰
نام	
بیجانگر کو روانگی	״
شاہ طاہر کا انتقال	״
قلعۂ کلیان پر لشکر کشی	״
	۳۲۱

مضامین	صفحہ
بری امراء کی شورشیں	۳۲۱
ابراہیم عادل شاہ کی آمد	״
برہان نظام شاہ کی پریشانی	״
شاہ جعفر اور قاسم بیگ کی رائے	۳۲۲
دیوپال سے مشورہ	״
دیوپال اور عین الملک کی گفتگو	״
دیوپال کی تدبیر	״
سپاہیوں میں روپے کی تقسیم	״
عادل شاہیوں پر حملہ	۳۲۳
برہان نظام شاہ کی فتح	״
قلعۂ کلیان پر نظام شاہ کا قبضہ	״
برہان نظام شاہ کی روانگی	۳۲۴
قلعۂ پرندہ پر نظام شاہی قبضہ	״
رام راج اور برہان نظام شاہ میں دوستانہ مراسم	״
شولاپور کی فتح	״
گلبرگہ کی فتح کا ارادہ	۳۲۵
بیجاپور کو روانگی	״
برہان نظام شاہ کی بیماری	״
وفات	״
تاریخ وفات	״
اولاد	״
۹- حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ	۳۲۶
تخت نشینی اور شہزادہ عبدالقادر کی مخالفت	״

مضامین	صفحہ
ایک حبشی غلام کا واقعہ	۳۴۷
مرتضیٰ خاں کی گرفتاری	″
حسین نظام شاہ کی شولاپور کو روانگی اور واپسی	″
قیدیوں کی رہائی	″
جنگ سے کنارہ کشی	″
فرمانرواؤں کی باہمی دوستی	۳۴۸
رام راج کی تباہی کی تیاریاں	″
رام راج کا جاہ و جلال	″
رام راج کے لشکر کی تیاری	″
لشکر کی ترتیب	۳۴۹
مسلمانوں کا لشکر	″
آغازِ جنگ	″
رام راج اور لشکر کی دلداری	″
رام راج کا حملہ	۳۵۰
دوبارہ گولہ باری	″
ہاتھیوں کی لڑائی	″
رام راج کی گرفتاری	″
رام راج کا قتل	۳۵۱
مسلمانوں کی عظیم الشان فتح	″
بیجانگر کی تباہی	″
مسلمان بادشاہوں کی واپسی	″
حسین نظام شاہ کا انتقال	″
اولاد	″

مضامین	صفحہ
۱۰۔ مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ	۳۵۳
المشہور بہ دیوانہ	″
تخت نشینی اور شیعہ مذہب کی ترقی	″
خللِ دماغ	″
امن و اطمینان	″
مرتضیٰ نظام شاہ کی والدہ کے اختیارات	″
مرتضیٰ نظام شاہ کی بے فکری	۳۵۴
علی عادل شاہ کا ارادہ	″
مرتضیٰ نظام شاہ کی روانگی بیجانگر	″
علی عادل شاہ سے صلح	″
برار پر حملہ	″
قلعۂ کندار پر عادل شاہی قبضہ	۳۵۵
کشور خاں کا اقتدار	″
ملکہ کی شکایت	″
مصاحبوں کی رائے	″
ملکہ کی گرفتاری کا منصوبہ	۳۵۶
افشائے راز	″
شاہ جمال کی گرفتاری	″
غیر ملکی امراء کا فرار	″
ملکہ کا پیغام	″
قاسم بیگ کی حبشی امراء سے ملاقات	″
حبشی امراء کی گجرات کو روانگی	۳۵۷
تعاقب	″

مضامین	صفحہ	مضامین	
قلعہ ریگ وندہ کی مہم	۲۳۶	قلعۂ کلیان کا محاصرہ	۲۴۲
قلعۂ جالنہ پر قبضہ	״	قلعے کے محاصرے سے دست برداری	״
علی عادل شاہ کی احمد نگر کی طرف آمد	״	جنگ کی تیاریاں	״
شاہ حسن انجو سے مشورہ	״	خوفناک بارش	״
شاہ حسن کی صاف گوئی	۲۳۸	حسین نظام شاہ کی اپنی قیام گاہ پر واپسی	״
دشمن کا نواح احمد نگر میں پہنچنا	״	قطب شاہ پر دشمن کا حملہ	۲۴۳
حسین نظام شاہ کی دشمن کو روانگی	״	مصطفیٰ خاں اردستانی کی بہادری	״
خاں جہاں کا فتنہ	״	حسین نظام شاہ کا اپنے امراء سے مشورہ	״
خاں جہاں کی شکست	״	امراء کی رائے	״
احمد نگر میں ہنگامہ	״	احمد نگر کو واپسی	״
قطب شاہ کا احترام	۲۳۹	حسین نظام شاہ کا تعاقب	۲۴۴
ملا عنایت کی عاقبت اندیشی	״	پابندی نماز	״
جہاں گیر خاں دکنی کی کارروائی	״	اہل تعاقب کی واپسی	״
رام راج اور عادل شاہ کا منصوبہ	״	جنیر کو روانگی	״
رام راج کی شرائط	۲۴۰	احمد نگر میں دشمن کی آمد	۲۴۵
جہانگیر خاں دکنی کا قتل	״	حسین نظام شاہ کا تعاقب	״
رام راج کا تکبر	״	حسین نظام شاہ کی جنیر سے روانگی	״
نفرت کا اظہار	״	زبردست سیلاب	״
چپقلش کا خاتمہ	״	رام راج کے لشکر کی تباہی	״
قلعۂ احمد نگر کی تعمیر	۲۴۱	رام راج کی واپسی	۲۴۶
بی بی خدیجہ کی شادی	״	رام راج کی ہوس	״
حسین نظام شاہ اور قطب شاہ میں اتحاد	״	مرتضیٰ خاں انجو کی حرکت	״
قلعۂ کلیان کی فتح کا خیال	״	مرتضیٰ خاں اور نظام شاہیوں میں جنگ	״
ابراہیم قطب شاہ کی بی بی جمال سے شادی	״	نظام شاہیوں کی شکست	״

مضامین	صفحہ
ایک حبشی غلام کا واقعہ	۳۴۷
مرتضیٰ خاں کی گرفتاری	؍؍
حسین نظام شاہ کی شولاپور کو روانگی اور واپسی	؍؍
قیدیوں کی رہائی	؍؍
جنگ سے کنارہ کشی	؍؍
فرمانرواؤں کی باہمی دوستی	۳۴۸
رام راج کی تباہی کی تیاریاں	؍؍
رام راج کا جاہ وجلال	؍؍
رام راج کے لشکر کی تیاری	؍؍
لشکر کی ترتیب	۳۴۹
مسلمانوں کا لشکر	؍؍
آغازِ جنگ	؍؍
رام راج اور لشکر کی دلداری	؍؍
رام راج کا حملہ	۳۵۰
دوبارہ گولہ باری	؍؍
ہاتھیوں کی لڑائی	؍؍
رام راج کی گرفتاری	؍؍
رام راج کا قتل	۳۵۱
مسلمانوں کی عظیم الشان فتح	؍؍
بیجانگر کی تباہی	؍؍
مسلمان بادشاہوں کی واپسی	؍؍
حسین نظام شاہ کا انتقال	؍؍
اولاد	؍؍

مضامین	صفحہ
۱۰- مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ	۳۵۳
المشہور بہ دیوانہ	؍؍
تخت نشینی اور شیعہ مذہب کی ترقی	؍؍
خلل دماغ	؍؍
امن واطمینان	؍؍
مرتضیٰ نظام شاہ کی والدہ کے اختیارات	؍؍
مرتضیٰ نظام شاہ کی بے فکری	۳۵۴
علی عادل شاہ کا ارادہ	؍؍
مرتضیٰ نظام شاہ کی روانگی بیجانگر	؍؍
علی عادل شاہ سے صلح	؍؍
برار پر حملہ	؍؍
قلعۂ کنداپر عادل شاہی قبضہ	۳۵۵
کشور خاں کا اقتدار	؍؍
ملکہ کی شکایت	؍؍
مصاحبوں کی رائے	؍؍
ملکہ کی گرفتاری کا منصوبہ	۳۵۶
افشائے راز	؍؍
شاہ جمال کی گرفتاری	؍؍
غیر ملکی امراء کا فرار	؍؍
ملکہ کا پیغام	؍؍
قاسم بیگ کی حبشی امراء سے ملاقات	؍؍
حبشی امراء کی گجرات کو روانگی	۳۵۷
تعاقب	؍؍

مضامین	صفحہ
قلعہ ریگ وندہ کی مہم	۳۳۶
قلعۂ جالنہ پر قبضہ	″
علی عادل شاہ کی احمد نگر کی طرف آمد	″
شاہ حسن انجو سے مشورہ	″
شاہ حسن کی صاف گوئی	″
دشمن کا نواحِ احمد نگر میں پہنچنا	۳۳۸
حسین نظام شاہ کی پٹن کو روانگی	″
خان جہاں کا فتنہ	″
خان جہاں کی شکست	″
احمد نگر میں ہنگامہ	″
قطب شاہ کا احترام	″
ملا عنایت کی عاقبت اندیشی	۳۳۹
جہانگیر خاں دکنی کی کارروائی	″
رام راج اور عادل شاہ کا منصوبہ	″
رام راج کی شرائط	″
جہانگیر خاں دکنی کا قتل	۳۴۰
رام راج کا تکبر	″
نفرت کا اظہار	″
چپقلش کا خاتمہ	″
قلعۂ احمد نگر کی تعمیر	″
بی بی خدیجہ کی شادی	۳۴۱
حسین نظام شاہ اور قطب شاہ میں اتحاد	″
قلعۂ کلیان کی فتح کا خیال	″
ابراہیم قطب شاہ کی بی بی جمال سے شادی	″

مضامین	صفحہ
قلعۂ کلیان کا محاصرہ	۳۴۲
قلعے کے محاصرے سے دست برداری	
جنگ کی تیاریاں	″
خوفناک بارش	″
حسین نظام شاہ کی اپنی قیام گاہ پر واپسی	″
قطب شاہ پر دشمن کا حملہ	۳۴۳
مصطفےٰ خاں اردستانی کی بہادری	″
حسین نظام شاہ کا اپنے امراء سے مشورہ	″
امراء کی رائے	″
احمد نگر کو واپسی	″
حسین نظام شاہ کا تعاقب	۳۴۴
پابندی نماز	″
اہل تعاقب کی واپسی	″
جنیر کو روانگی	″
احمد نگر میں دشمن کی آمد	۳۴۵
حسین نظام شاہ کا تعاقب	″
حسین نظام شاہ کی جنیر سے روانگی	″
زبردست سیلاب	″
رام راج کے لشکر کی تباہی	″
رام راج کی واپسی	۳۴۶
رام راج کی ہوس	″
مرتضیٰ خاں انجو کی حرکت	″
مرتضیٰ خاں اور نظام شاہیوں میں جنگ	″
نظام شاہیوں کی شکست	″

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
برار پر لشکر کشی	۳۶۸	چنگیز خاں کی ہندوستانی تاجر سے شرط	۳۷۳
شمشیر الملک کی رائے	۳۶۹	چنگیز خاں کی تجویز	؍؍
جنگ کی تیاریاں	؍؍	قلعے کے محافظوں سے ساز باز کا خیال	؍؍
نظام شاہی مقدمۃ الجیش کی پسپائی	؍؍	قلعے میں نظام شاہیوں کا داخلہ	؍؍
چنگیز خاں کی کارروائی	؍؍	تغال خاں کا فرار	۳۷۴
تفال خاں کی شکست	۳۷۰	چنگیز خاں کا اعزاز	؍؍
برار کی رعایا کی اطاعت	؍؍	گرفتاریاں	؍؍
تفال خاں کا تعاقب	؍؍	فتح بیدر کا خیال	؍؍
میر موسیٰ مازندانی سے ملاقات	؍؍	محمد شاہ فاروقی کی برار کو روانگی	؍؍
بارہ ہزار ہون کا مطالبہ	؍؍	مرتضیٰ نظام شاہ کے نام خطوط	۳۷۵
چنگیز خاں کی درخواست	۳۷۱	بادشاہ کی برار کو روانگی	؍؍
سید صاحب کا اسرار	؍؍	برار میں ورود	؍؍
دشمن کی موقع شناسی	؍؍	چنگیز خاں قلعۂ اسیر کی طرف	؍؍
مرتضیٰ نظام شاہ کا خط حاکم خاندیش کے	؍؍	دشمن سے جنگ اور کامیابی	؍؍
نام	؍؍	برہان پور کی تباہی	؍؍
تفال خاں کا خط شہنشاہِ اکبر کے نام	؍؍	میرزا اصفہانی کی آمد	۳۷۶
قلعۂ پرتالہ کا محاصرہ	۳۷۲	چنگیز خاں کی خواہش	؍؍
شہنشاہِ اکبر کا پیغام مرتضیٰ نظام شاہ کے	؍؍	صاحب خاں سے ساز باز	؍؍
نام	؍؍	صاحب خاں اور چنگیز خاں کی مخالفت	؍؍
شہنشاہ اکبر کے قاصد سے بدسلوکی	؍؍	بادشاہ سے چنگیز خاں کی شکایت	۳۷۷
تسخیر قلعہ کی کوشش	؍؍	صاحب خاں کی نئی چال	؍؍
شہزادہ حسین کی پیدائش	؍؍	چنگیز خاں سے بادشاہ کی برگشتگی	؍؍
احمد نگر کو واپسی کا ارادہ	۳۷۳	چنگیز خاں کا امتحان	؍؍
ایک ہندوستانی تاجر		چنگیز خاں کے خلاف سازش	۳۷۷

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
کمال الدین کی گرفتاری	۳۵۷	قطب شاہ کا فرار	۳۶۳
قاسم بیگ کی وفات	"	شہزادہ عبدالقادر کی تجویز	"
ملا عنایت اللہ کی نظربندی	۳۵۸	شہزادہ عبدالقادر کی موت	"
ملک کی گرفتاری کی سازش	"	ملا عنایت اللہ کا قتل	۳۶۴
شکار کا ارادہ	"	ابراہیم قطب شاہ کی ناراضگی	"
روانگی	"	خاں خاناں کی معزولی	"
گردش تقدیر	"	قلعۂ رکھندہ پر حملہ	"
حبشی خاں اور ملک کی ملاقات	۳۵۹	محاصرے کی طوالت	"
ملک کی گرفتاری	"	دکنی امیروں کی نادانی	۳۶۵
شاہانہ نوازشیں	"	اہل قلعہ کی پریشانی	"
عین الملک اور تاج خاں کا تعاقب	"	عیسائیوں کی تدبیر	"
کشور خاں کی تباہی	"	حبشی امرا کی غداری	"
قلعۂ دارور کی فتح کا تفصیلی بیان	۳۶۰	شاہ جمال حسین کی غفلت	۳۶۶
امرا کا مشورہ	"	مسلمانوں کی کشتی پر عیسائیوں کا قبضہ	"
بادشاہ کا دلاورانہ جواب	"	دو قیدی نوجوان	"
قلعے کی طرف پیش قدمی	"	عیسائیوں کی مجلس مشاورت	"
آتش باری	۳۶۱	رستم اور شمشیر کی رہائی	"
اہل قلعہ کی خاموشی	"	مرتضیٰ نظام شاہ کو اصل حقائق سے واقفیت	۳۶۷
کشور کی موت	"	شاہ جمال سے بادشاہ کی ناراضگی	"
عادل شاہی امیروں کی لشکرکشی	"	ترک محاصرہ	"
معرکۂ جنگ اور دشمن کی شکست	۳۶۲	امرائے کبار کی گرفتاری	"
بیجاپور کی فتح	"	خواجہ میرک کی عزت افزائی	"
مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ ابوالحسن کی ملاقات	"	چنگیز خاں کی قابلیت	"
قطب شاہ کی منافقت کی کیفیت	۳۶۳	عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں ملاقات	۳۶۸

صفحہ	مضامین
۳۸۷	صاحب خاں کا قلعہ ریچنی پر حملہ
″	بحری خاں کا فرار
″	صاحب خاں کے خلاف کارروائی
۳۸۸	صاحب خاں سے امیروں کی ملاقات
″	صاحب خاں کا قتل
″	بادشاہ کے نام سید مرتضیٰ کا عریضہ
۳۸۹	صلابت خاں کی خوش انتظامی
″	عمارات کی تعمیر کا شوق
″	"فرح بخش" کی تعمیرِ نو
″	عادل شاہی علاقوں پر قبضہ کا خیال
۳۹۰	فریقین کا آمنا سامنا
″	عادل شاہیوں کا حملہ
″	سید مرتضیٰ کا خط صلابت خاں کے نام
″	سید مرتضیٰ کی سپہ سالاری
″	قلعہ شاہ درک کا محاصرہ
۳۹۱	محمد آقا ترکمان کی ثابت قدمی
″	بیجاپور کی فتح کا خیال
″	بیجاپور کا محاصرہ اور ناکامی
″	شہزادہ حسین کی شادی کی بات چیت
″	جمشید خاں کو بیجاپور رہانے کا حکم
۳۹۲	سید مرتضیٰ اور صلابت خاں کے اختلافات
″	نئی دوستی
″	صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں جنگ
″	مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول اور صلابت خاں

صفحہ	مضامین
″	کو قتل کرنے کی کوششیں
۳۹۳	میراں حسین کی شادی
″	بادشاہ اکبر کا تسخیرِ دکن کا ارادہ
″	چاند بی بی کی احمد نگر میں آمد
″	قلعۂ شولاپور کی واپسی کا مطالبہ
″	میرزا نظیری سپہ سالار کے عہدے پر
۳۹۴	مقابلے کی تیاریاں
″	عزیز کوکہ کی واپسی
″	معاملے کا خاتمہ
″	فتحی شاہ کا اقتدار
″	مالاؤں کا قصہ
۳۹۵	نقلی مالائیں
″	جواہرات کا معائنہ
″	جواہرات نذرِ آتش
″	بادشاہ کا لقب "دیوانہ"
″	شہزادہ میراں حسین کے قتل کا ارادہ
۳۹۶	ابراہیم عادل شاہ سرحد نظام شاہی پر
″	صلابت خاں سے خفگی
″	قید کے لیے قلعے کا تعین
″	صلابت خاں کی نظر بندی
″	قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی کا تقرر
″	جشنِ مسرت
۳۹۷	بیٹے کے قتل کا دوبارہ ارادہ
″	آتش زدگی

مضامین	صفحہ
عالم نزع میں بادشاہ کے نام خطوط	۳۷۸
چنگیز خاں کی ہلاکت	״
بادشاہ کی پشیمانی	״
نئے تقرر	۳۷۹
بادشاہ کی ایک اہم تقریر	״
مکمل علٰحدگی	״
قہر الٰہی کا خوف	״
گوشہ نشینی	״
شاہ قلی کا تقرر	۳۸۰
اکبر بادشاہ سرحد مالوہ پر	״
مرتضٰی نظام شاہ کا اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ	״
امراء کی درخواست	״
مرتضٰی نظام شاہ کا جواب	״
احمد نگر کو واپسی	۳۸۱
صاحب خاں کا اقتدار	״
امام رضا علیہ السلام کے آستانے کی زیارت کا شوق	״
وضع فقیرانہ	״
دنیائے فانی سے نفرت	״
احمد نگر کو واپسی	״
صاحب خاں کی بے اعتدالیاں	۳۸۲
میر مہدی کے گھر پر حملہ	״
میر مہدی کا قتل	״
سید مرتضٰی سبزواری کی آمد	۳۸۳
صاحب خاں کی خودسری	״
صاحب خاں اور حسین خاں کی لڑائی	״
غریبوں کے قتل کا حکم	״
معرکہ آرائی	״
بادشاہ کو اطلاع	״
غریبوں سے جنگ کا حکم	״
غریب امراء کی روانگی	۳۸۴
غریبوں کا قتل عام	״
اراکین سلطنت کا عریضہ	״
بادشاہ کی اصل حقیقت سے آگاہی	״
صلابت خاں کا فرار	״
صلابت خاں کی عزت افزائی	۳۸۵
قاضی بیگ کی گرفتاری	״
قاضی بیگ کے بارے میں بادشاہ کی رائے	״
صلابت خاں کا اقتدار	״
صاحب خاں کی بے راہی	۳۸۶
مرتضٰی نظام شاہ اور صاحب خاں کی ملاقات	״
بیدر کا محاصرہ	״
نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی	״
شہزادہ برہان احمد نگر میں	״
صاحب خاں کی پٹن کو روانگی	۳۸۷
شہزادہ برہان کی شکست اور فرار	״
صاحب خاں کی طلبی	״

مضامین	صفحہ
غریبوں کا قتل	۴۰۷
لاشوں کی بے حرمتی	۴۰۸
غریبوں پر مزید مظالم	؍؍
میرزا خاں کی گرفتاری اور قتل	؍؍
جمشید خاں شیرازی وغیرہ کا قتل	؍؍
مصیبت کا خاتمہ	؍؍
میراں حسین کی مدت حکومت	۴۰۹
برا انجام	؍؍
۱۲- اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ	۴۱۰
برہان نظام شاہ اور اس کے بیٹے	؍؍
اسمٰعیل کی تخت نشینی	؍؍
مہدوی مذہب اور اسمٰعیل	؍؍
مہدویوں کی جاں نثاری	۴۱۱
صلابت خاں اور دلاور خاں کا عزم احمد نگر	؍؍
صلابت خاں اور جمال خاں میں جنگ	؍؍
عادل شاہیوں سے صلاح	؍؍
غریبوں کا خروج	؍؍
مورخ فرشتہ بیجاپور میں	؍؍
صلابت خاں کا انتقال	۴۱۲
برہان شاہ کو اکبر کا مشورہ	؍؍
برہان شاہ کا جواب	؍؍
دکن کو روانگی	؍؍
برہان شاہ اور جہانگیر خاں حبشی کا معرکہ	؍؍

مضامین	صفحہ
فراہمی لشکر	۴۱۳
مہدیوں کا فیصلہ	؍؍
عادل شاہی لشکر کی شکست	؍؍
جمال خاں کی برار کو روانگی	؍؍
عادل شاہ کی کارروائی	؍؍
پانی کی نایابی	۴۱۴
پانی کی فراہمی	؍؍
فریقین کا آمنا سامنا	؍؍
اسمٰعیل نظام شاہ کا فرار	؍؍
برہان نظام شاہ کی فتح	؍؍
۱۳- برہان نظام شاہ بن حسین نظام شاہ	۴۱۵
ایام اسیری	؍؍
برہان نظام شاہ احمد نگر میں	؍؍
مرتضیٰ نظام شاہ کی آمد	؍؍
دوا فروش سے گفتگو	؍؍
برہان نظام شاہ سے اس کے ساتھیوں کی علاحدگی	۴۱۶
جنگ میں برہان نظام شاہ کی شکست اور فرار	؍؍
برہان نظام شاہ کی احمد نگر میں دوبارہ آمد	؍؍
واپسی	؍؍
برہان اکبر بادشاہ کی خدمت میں	۴۱۷
دکن کو واپسی اور حکمرانی	؍؍
مہدوی مذہب کی بیخ کنی	؍؍
شیعہ مذہب کا رواج	؍؍

مضامین	صفحہ
شہزادے کا بچ نکلنا	۳۹۷
فتحی خاں سے بازپرس	〃
قاسم بیگ اور محمد تقی کی گرفتاری	〃
سلطان حسین شیرازی کا تقرر	۳۹۸
سلطان حسین کا پیغام دلاور خاں کے نام	〃
میرزا خاں کا تقرر	〃
میرزا خاں کا دانورہ میں قیام	〃
مؤرخ فرشتہ نظام شاہی لشکر میں	〃
بادشاہ کا نیا فرمان	〃
مؤرخ فرشتہ کا فرار اور اس کا تعاقب	۳۹۹
مؤرخ فرشتہ بارگاہ شاہی میں	〃
مؤرخ فرشتہ کے بیان کی تصدیق	〃
مؤرخ فرشتہ کی رائے — پہلا طریقہ	〃
بادشاہ کی ناسازی طبیعت	〃
دوسرا طریقہ	۴۰۰
امرا کی طلبی کا حکم	〃
مؤرخ فرشتہ سے بادشاہ کی ملاقات	〃
قلعے میں قیام کا فیصلہ	〃
احمد نگر میں میرزا خاں کی آمد	〃
قتل و غارت گری	۴۰۱
شہزادے کی باپ سے گستاخی	〃
میراں نظام شاہ کا سفاکانہ حکم	〃
مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال	〃

مضامین	صفحہ
۱۱۔ میراں حسین بن مرتضیٰ نظام شاہ	۴۰۳
میرزا خاں کا اقتدار	〃
میراں حسین کی بری عادتیں	〃
میرزا خاں کی گرفتاری	〃
رہائی اور عزت افزائی	〃
شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کا قتل	۴۰۴
میرزا خاں کی شکایتیں	〃
میرزا کے قتل کی سازش	〃
آقا میر شیروانی	〃
بیماری کا بہانہ	۴۰۵
میراں حسین کی گرفتاری	〃
شہزادہ اسمٰعیل کی تخت نشینی	〃
جمال خاں مہدوی کا ہنگامہ	〃
جمال خاں کی منادی	〃
اہل دکن کا اشتعال	۴۰۶
جمال خاں کے قلعے پر دھاوا	〃
معرکہ آرائی	〃
میراں حسین کا قتل	〃
جمال خاں کی تقریر	۴۰۷
اہل قلعہ کے نام پیغام	〃
تجاہل عارفانہ	〃
آتش زدگی	〃
میرزا خان کا فرار	〃

مضامین	صفحہ
۱۴- ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ	۴۲۷
میاں منجو کا تقرر	"
طوائف الملوکی	"
عادل شاہی سفیر سے بے ادبی	"
عادل شاہ کی آمد اور امرا کی رائے	۴۲۸
نظام شاہ کی شاہ درک کو روانگی	"
میاں منجو کی رائے	"
ابراہیم نظام شاہ عادل شاہی سرحد پر	"
میاں منجو کا پیغام حمید خاں کے نام	"
حمید خاں کی جنگ سے کنارہ کشی	۴۲۹
ابراہیم نظام شاہ کی کج فہمی	"
معرکہ آرائی	"
خوش فہمیاں	"
مخلص ساتھیوں کا مشورہ	"
ابراہیم نظام شاہ کا قتل	"
نظام شاہی امراء کا فرار	۴۳۰
احمد شاہ کی تخت نشینی	"
۱۵- احمد شاہ بن طاہر شاہ	۴۳۱
تخت نشینی کے مشورے	"
میاں منجو کی رائے	"
احمد شاہ کی تخت نشینی	"
شہزادہ بہادر کی نظر بندی	"
حسین شاہ کے بھائی	۴۳۱
شاہ طاہر	۴۳۲
تحقیقِ حق	"
برہان شاہ ثانی کے نام پیغام	"
برہان شاہ ثانی کا جواب	"
شاہ طاہر کی نظر بندی اور وفات	"
امرا کی باہمی چپقلش	"
معرکہ آرائی	۴۳۳
قلعے کا محاصرہ	"
حبشی امراء کے اقدامات	"
شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت	"
حبشیوں میں پھوٹ	"
حبشیوں کی شکست	۴۳۴
شہزادہ مراد کی آمد	"
میاں منجو کی پریشانی	"
چاند بی بی کا عزم	"
بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا خطبہ	"
معرکہ آرائی	"
رعایا کی دلجوئی	۴۳۵
قلعے کا محاصرہ	"
لوٹ مار	"
رعایا کی جلا وطنی	"
نظام شاہی امراء کے مختلف گروہ	"
اخلاص خاں کی آمد	۴۳۶

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
عادل شاہ کا پیغام	۴۱۷	عظیم الشان جشن مسرت	۴۲۲
پیغام کا نازیبا جواب	۴۱۸	خان خاناں کی مالوہ پر لشکر کشی	″
ہاتھیوں کی واپسی کا مطالبہ	″	ایک زبردست حادثہ	″
عادل شاہی علاقے پر لشکر کشی	″	برہان نظام شاہ کی بوالہوسی	۴۲۳
بلند عزائم	″	شجاعت خاں کی خودکشی	″
نئے قلعہ کی تعمیر کا کام	″	کھوالہ کے امیروں کا ارادہ	″
دلاور خاں کی خام خیالی	۴۱۹	فرنگیوں کی لشکر کشی	″
دلاور کی بیجاپور کو روانگی	″	مسلمانوں کا قتل	″
عادل شاہی لشکر کی روانگی	″	شکست یا حقیقی فتح	۴۲۴
برہان نظام شاہ کا اقدام	″	غریبوں پر التفات	″
دریا میں طغیانی	″	عادل شاہ کے بھائی کی مدد	″
برکی امرا کی یورش	۴۲۰	بیماری	″
عادل شاہیوں کے حوصلے	″	عادل شاہ کا ہنگامہ	″
نظام شاہیوں کی شکست	″	نظام شاہی لشکر کی روانگی	″
امرا کا ارادہ	″	ازبک بہادر کا قتل	۴۲۵
یوسف خواجہ سرا کا خطرناک ارادہ	″	بادشاہ کی لاعلاج بیماری	″
بادشاہ کی چشم پوشی	″	ابراہیم کا ولی عہد مقرر ہونا	″
صلح کی کوشش		اخلاص خاں کا ہنگامہ	″
صلح کی شرط کے ایفا کا اقرار	۴۲۱	حبدالسلام عرب کا قتل	″
برہان نظام شاہ کی احمدنگر کو واپسی	″	اخلاص کی احمدنگر کو روانگی	″
ریکندہ پر لشکر کشی	″	بادشاہ کا قلعے سے باہر آنا	۴۲۶
قلعۂ کھوالہ کی تعمیر	″	اخلاص خاں کی شکست	″
روبسائی اور دمن پر لشکر کشی	″	برہان نظام شاہ کی وفات	″
فرنگیوں اور نصرانیوں کا قتل	۴۲۲		

مضامین	صفحہ
خانِ خاناں کی دکن سے روانگی	۴۴۵
آہنگ کے خطرناک ارادے	"
قلعۂ احمد نگر کا محاصرہ	۴۴۶
آہنگ خاں کا بٹیر پر لشکر کشی کا ارادہ	"
حاکم بٹیر سے معرکہ	"
اکبر کے نام شبیر خواجہ کا عریضہ	"
شہزادہ مراد کا انتقال	"
آہنگ خاں کی عنبر کو روانگی	۴۴۷
قلعۂ احمد نگر کا محاصرہ	"
چاند بی بی اور حبیتہ خاں میں گفتگو	"
چاند بی بی کا قتل	"
مغلوں کا قلعے میں داخلہ	"
قلعۂ احمد نگر پر مغلوں کا قبضہ	۴۴۸
قلعۂ اسیر کی فتح	"
بہادر شاہ کی نظر بندی	"
۱۶- مرتضیٰ نظام شاہ بن شاہ علی برہان شاہ اول	۴۴۹
دو مقتدر امراء	"
عنبر حبشی	"
راجو دکنی	"
راجو اور عنبر کی دشمنی	"
ملک عنبر کی تلنگانہ کو روانگی	"
عنبر حبشی اور ایرج مرزا میں جنگ	۴۵۰
عنبر حبشی کا زخمی ہونا	"

مضامین	صفحہ
دوبارہ جنگ کی تیاری	"
صلح	"
عنبر اور مرتضیٰ نظام شاہ میں دشمنی	"
بادشاہ کی شکست	"
قلعۂ پرندہ کی فتح کا خیال	۴۵۱
عنبر کی وضاحت	"
نظام شاہ کی گرفتاری	"
منجھن خاں کی مدافعت	"
منجھن خاں کا فرار	"
قلعۂ پرندہ پر قبضہ	۴۵۲
راجو دکنی کے نام دانیال کا پیغام	"
راجو اور دانیال میں معرکہ	"
راجو کا فرار	"
دانیال کی وفات	۴۵۳
خانخاناں دولت آباد میں	"
عنبر اور راجو میں صلح	"
عنبر کا ارادہ	"
بادشاہ اور عنبر میں صلح	"
راجو کی گرفتاری	"
نظام شاہی حکومت کی موجودہ حالت	۴۵۴
سلاطین تلنگانہ	"
۱۷- سلطان قلی	۴۵۷
ابتدائی حالات	"

مضامین	صفحہ
دکنیوں کی شکست	٤٣٦
پٹن کی تباہی	"
چاند بی بی کا پیغام آہنگ خاں کے نام	"
آہنگ خاں احمد نگر میں	"
مغلوں پر حملہ	"
جنگ و جدل	"
شاہ علی کی واپسی	٤٣٧
عادل شاہی امداد	"
دکنی لشکر کا جمع ہونا	"
مغلوں کے مشورے	"
نقب کی تیاری	"
اہل قلعہ کی آگاہی	"
حفاظتی اقدامات	٤٣٨
مغلوں کا ارادہ	"
قلعے کی دیوار گرنا	"
چاند بی بی کا پردے سے باہر آنا	"
معرکہ آرائی	"
آتش باری	٤٣٩
قلعے کے شگاف کی تعمیر	"
دکنی امراء کے نام خطوط	"
سہیل خاں کا عزم احمد نگر	"
صلح	٤٤٠
مغلوں کی واپسی	"
بہادر شاہ کی تخت نشینی	"

مضامین	صفحہ
عادل شاہ کا پیغام میاں منجھو کے نام	٤٤٠
احمد شاہ بیجاپور میں	٤٤١
١٦- بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی	٤٤٢
محمد خاں کا اقتدار	"
نامی گرامی امراء کی گرفتاری	"
عادل شاہ کے نام چاند بی بی کا پیغام	"
سہیل خاں کی آمد	"
محمد خاں کی گرفتاری اور آہنگ خاں کا تقرر	"
مغلوں کا قصبہ پاتری پر قبضہ	٤٤٣
چاند بی بی کا اصرار	"
دکن کے مختلف لشکروں کا اجتماع	"
خان خاناں کی تیاری	"
دکنی لشکریوں کے مقابلے کے لیے روانگی	"
فریقین کا آمنا سامنا	"
معرکہ آرائی	٤٤٤
مغلوں کا فرار	"
شہزادہ مراد کی روانگی	"
دکنیوں کی لوٹ مار	"
ایک عجیب اتفاق	"
جنگ اور خان خاناں کی فتح	"
کاویل و پرنالہ کا محاصرہ	٤٤٥
مراد خاں کا پیغام خانِ خاناں کے نام	"
جواب	"

مضامین	صفحہ
قطب شاہ کی دارور کو روانگی	۴۶۷
قطب شاہ اور نظام میں ناراضگی	۴۶۸
قطب شاہ کا فرار اور نظام شاہیوں کی	"
ہنگامہ آرائی	"
شہزادہ عبدالقادر کا قتل	"
برار پر جہانگیر خاں کی نظر	"
نظام شاہ اور عادل شاہ میں معاہدہ	۴۶۹
انتقال	"
۲۱- محمد قلی قطب شاہ	۴۷۰
تخت نشینی	"
نظام شاہ سے دوستی	"
قلعۂ شاہ درک کا محاصرہ	"
محمد آقا ترکمان کی بہادری	"
بیجاپور کا محاصرہ	"
تسخیر گلبرگہ کا ارادہ	۴۷۱
شاہ میرزا کی گرفتاری اور وفات	"
مصطفیٰ خاں اور دلاور خاں حبشی کی جنگ	"
قطب شاہ کی بہن کی شادی	۴۷۲
بھاگ متی سے عشق	"
بھاگ نگر کی تعمیر	"
تلنگ، دوڈنگ اور دبنگ کے علاقے	"
ایک عجیب وغریب واقعہ	۴۷۳
سوداگر دل کا قافلہ	"

مضامین	صفحہ
غریبوں پر ظلم	۴۷۳
اہلِ دکن کا ہنگامہ	"
بھائیوں سے محبت	"
میر محمد مومن استرآبادی	۴۷۴
حبِ اہلبیت کا صلہ	"
عماد شاہی خاندان	
۲۲- علاؤالدین عماد الملک	۴۷۷
"شاہ" کا خطاب	"
محمد آباد بیدر پر حملہ	"
امیر برید کا ہنگامہ	"
برہان نظام شاہ سے معرکہ آرائیاں	"
ماہور اور رامگر کے قلعوں پر قبضہ	"
نظام شاہ سے ایک اور معرکہ	۴۷۹
برار میں سلطان کے نام کا خطبہ	"
۲۳- دریا عماد شاہ	۴۸۰
۲۴- برہان عماد شاہ	۴۸۱
تغال خاں کا اقتدار	"
مرتضیٰ نظام کا ارادہ تسخیر برار	"
برار پر نظام شاہی حملہ اور تغال خاں کی شکست	"
قلعۂ پرنالہ کا محاصرہ	"
اہلِ قلعہ کا اقدام	۴۸۲

مضامین	صفحہ
ریاضی میں مہارت	۴۵۷
تلنگانہ کی حالت	″
سلطان قلی کی خواہش	″
تلنگانہ کی مہم پر تقرر	۴۵۸
امارت و سپہ سالاری	″
بادشاہت	″
سلطنت کی رونق	″
سلطان محمود شاہ کا خیال	″
شیعہ مذہب کا رواج	۴۵۹
تبرہ بازی	″
سلاطین دکن سے دوستی	″
اسمٰعیل عادل کا حملہ	″
نظام شاہ سے خوشگوار تعلقات	″
طوالت عمر	۴۶۰
قطب شاہ کا قتل	″
۱۹- جمشید قطب شاہ بن سلطان قلی	۴۶۱
شاہ طاہر کی آمد	″
عادل شاہی علاقے میں داخلہ	″
قلعۂ اتکر کا محاصرہ	″
نظام شاہ کے نام پیغام اور اس کا جواب	″
قلعۂ کاکنی پر اسد خاں کا قبضہ	۴۶۲
قطب شاہ کا فرار اور اسد خاں سے مقابلہ	۴۶۳
ملا محمود کی پیشین گوئی	″

مضامین	صفحہ
پچھتاوا	۴۶۳
بیماری	″
سازش	″
انتقال	″
۲۰- ابراہیم قطب شاہ	۴۶۴
کردار	″
چوروں کا دفیعہ	″
قطب شاہی خاندان کی نیک نامی	″
عنبر خاں سے تکرار	″
عنبر کا قتل	۴۶۵
عنبر کے بھائی کا قتل	″
شاہ گردی	″
ابراہیم کی گولکنڈہ میں آمد	″
اہل گولکنڈہ کی خوشی	″
تخت نشینی	۴۶۶
نظام شاہ سے معاہدہ	″
گلبرگہ کا معاہدہ	″
احمد نگر پر لشکر کشی	″
نظام سے دوستانہ تعلقات کی تجدید	″
قلعۂ مکلیان کا محاصرہ	″
صلح	۴۶۷
عادل شاہ وغیرہ سے جنگ	″
نظام شاہی سلطنت میں انتشار	″

مضامین	صفحہ
راجہ کی اطاعت و فرمانبرداری	۴۹۷
ملک راجہ کا فتنہ	۴۹۸
ملک راجہ کی قلعہ میں پناہ گزینی	〃
ملک راجہ اور ظفر خاں میں صلح	〃
ملک راجہ کی عزت	〃
جہرند کے نواح پر حملہ	〃
سومنات پر حملہ	۴۹۹
مندل گور کے راجپوتوں کی سرکشی	〃
راجپوتوں کے قلعے کا محاصرہ	〃
مسلمانوں کی فتح	〃
غیر مسلموں سے معرکہ آرائیاں	〃
خود مختاری	۵۰۰
تاتار خاں بن مظفر شاہ	〃
تاتار خاں گجرات میں	〃
مظفر شاہ کا دہلی پر حکومت کرنے کا ارادہ	〃
ایدر پر حملہ	〃
سومنات پر لشکر کشی	۵۰۱
قلعۂ دیب کی فتح	〃
سجدۂ شکرانہ	〃
دہلی پر حملے کا ارادہ	〃
تاتار خاں کا انتقال	〃
تاتار خاں کے انتقال کی صحیح روایت	۵۰۲
مظفر شاہ کی گرفتاری	〃
مالوہ پر قبضہ	۵۰۳

مضامین	صفحہ
ہوشنگ کی گرفتاری	۵۰۳
رہائی اور بحالی	〃
مظفر شاہ کا انتقال	〃
۲۰۔ بادشاہ جم جاہ سلطان احمد شاہ گجراتی	۵۰۴
احمد آباد گجرات کی بنیاد	〃
فیروز خاں کی بغاوت	〃
احمد شاہ کے مخالفین کا اتحاد	〃
زمین داروں کے لیے خلعت اور گھوڑے	۵۰۵
احمد شاہ کی دور اندیشی	〃
بیاگ داس کا غرور اور تکبر	〃
احمد شاہ کا پیغام فیروز خاں کے نام	〃
مجرموں کی معافی	〃
سلطان ہوشنگ کی آمد اور واپسی	۵۰۶
احمد آباد کی تعمیر	〃
عمارات و بازار	〃
فیروز خاں کا نیا ہنگامہ	۵۰۷
احمد شاہ کا عزم مہراسہ	〃
جنگ کی تیاریاں	〃
احمد شاہ کا رعب	〃
باغیوں کی مکاری	〃
صلح کی بات چیت	۵۰۸
نظام الملک اور سعد الملک کی گرفتاری	〃
قلعہ مہراسہ کی فتح	〃

مضامین	صفحہ
تغال خاں کا فرار	۴۸۲
گرفتاری	"
تغال خاں اور اس کے ساتھیوں کی رحلت	"
برید شاہی خاندان	۴۸۴
۲۵- قاسم برید	۴۸۶
غلامی سے امارت تک	"
مرہٹوں سے جنگ	"
قوت و اقتدار	"
خود مختاری	"
۲۶- امیر علی برید	"
بہادری و جرات	۴۸۸
انتقال	"
گیدڑوں کا خیال	"
۲۷- علی برید شاہ	"
"بادشاہ" کا خطاب	۴۸۹
نظام شاہی یورش	"
مرتضیٰ نظام کا حملہ	"
مرتضیٰ نظام کی واپسی	"
علی عادل کا قتل	"
علی برید کا انتقال	"
علی برید کے جانشین	۴۹۰
	"

مضامین	صفحہ
مصنف کا اعتذار	۴۹۰
سلاطین گجرات	۴۹۱
۲۸- فرحت الملک	۴۹۳
فرحت الملک کی سپہ سالاری	"
غیر مسلم نوازی	"
علماء کا عریضہ	"
اعظم ہمایوں کا حاکم گجرات مقرر ہونا	"
اعظم ہمایوں کی روانگی	۴۹۴
۲۹- سلطان مظفر گجراتی	۴۹۵
پیدائش	"
گجرات کی صوبہ داری	"
عزت افزائی	"
جشن مسرت	"
ظفر خاں کا خط نظام مفرح کے نام	"
نظام مفرح کا جواب	۴۹۶
نظام مفرح کو پیغام	"
نظام مفرح کی بدبختی	"
جنگ کی تیاریاں	"
معرکہ آرائی اور ظفر خاں کی فتح	۴۹۷
کنبایت کا سفر	"
ہندو راجہ کی تنبیہ	"
قتل و غارت گری اور قحط	"

مضامین	صفحہ
ایدر پر ایک اور حملہ	۵۱۸
حاکم جھالودہ برہان پور میں	۵۱۹
راجہ کانہا بہمنی دربار میں	"
دکنی لشکریوں کی شکست	"
نیا دکنی لشکر	"
دکنی اور گجراتیوں میں جنگ	"
دکنی لشکر کی دوسری شکست	۵۲۰
مہائم پر اہل دکن کا قبضہ	"
شہزادہ ظفر خاں کا عزم مہائم	"
دکنی چوکی کا محاصرہ	"
تھانہ پر گجراتیوں کا قبضہ	"
ظفر خاں کی فتح	۵۲۱
ظفر خاں کی طرف سے ملک التجار کی مدد	"
دکنیوں کی ایک اور شکست	"
فتح مہائم	"
فتح خاں بن مظفر شاہ گجراتی کی وفات	"
احمد شاہ دکنی کا بکلانہ پر حملہ	۵۲۲
شہزادہ محمد خاں کا عریضہ	"
احمد شاہ گجراتی ندربار میں	"
احمد شاہ بہمنی تنبول میں	"
احمد شاہ گجراتی کا پیغام احمد شاہ بہمنی کے نام	"
امراء سے مشورہ	۵۲۳
احمد شاہ گجراتی کی تنبول میں آمد	"
دکنی بہادروں کا قلعے میں داخلہ	"

مضامین	صفحہ
ملک سعادت کی مستعدی	۵۲۳
دکن کے سلطان کا امیروں سے خطاب	"
اژدر خاں کی گرفتاری	۵۲۴
جنگ مغلوبہ	"
تانیسر اور نادوت کا سفر	"
دکنی مورخوں کی کذب بیانی	"
میوات اور ناگور کا سفر	"
فیروز خاں	۵۲۵
احمد شاہ گجراتی کا عزم مالوہ	"
دکنی اور گجراتیوں میں جنگ	"
سلطان محمود کی مستعدی	"
قحط	۵۲۶
حاجی علی گجراتی کی شکست	"
طاعون کی وبا	"
احمد شاہ کی واپسی	"
سلطان احمد شاہ کا انتقال	"
کردار	"
۱۳۱۔ سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ گجراتی	۵۲۷
ایدر پر حملہ	"
قلعہ چینا پر حملہ	"
احمد آباد کو واپسی	"
دیب کو فرار	۵۲۸
محمد شاہ کی ہلاکت	"

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
فیروز خاں کا قتل	۵۰۸	مالوہ کی بربادی	۵۱۳
جلوارہ پر لشکر کشی اور چند امراء کی بغاوت	۵۰۹	چانیر پر لشکر کشی	۵۱۴
ہوشنگ کا عزم گجرات	〃	مندو پر سلطان احمد شاہ کا حملہ	〃
احمد شاہ کا اقدام	〃	ہوشنگ کی جاج نگر کو روانگی اور واپسی	〃
ہوشنگ کا فرار	〃	قلعہ مندو کا استحکام	〃
باغیوں کی شکست	〃	قتل و غارت گری	〃
احمد شاہ کا عزم کوہ کرنال	۵۱۰	ملا احمد کی روایت	۵۱۵
کوہ کرنال کے راجہ کی اطاعت	〃	تباہی اور قتل عام	〃
سید پور کے مندر کی تباہی	〃	اجین کو روانگی	〃
نواح گجرات کے غیر مسلمانوں کی سرکوبی	〃	قلعہ مندو کا دوبارہ محاصرہ	〃
غیر مسلمانوں سے جنگ	〃	سارنگ پور کا عزم	〃
ناگور کا محاصرہ	۵۱۱	گجراتی لشکر پر شبخون	۵۱۶
سلطان احمد شاہ کا عزم ندربار	〃	احمد شاہ کا جنگل میں پناہ گزین ہونا	〃
ملک نصیر کا فرار	〃	لوٹ مار	〃
ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت	〃	معرکہ آرائی	〃
فیروز خاں بن شمس خاں کا عریضہ	〃	سلطان ہوشنگ کا فرار	۵۱۷
ہوشنگ کے فتنے کا سدباب	۵۱۲	ایک اور معرکہ	〃
ہوشنگ اور ملک نصیر کا ہنگامہ	〃	احمد آباد کو واپسی	〃
محصول کی وصولی	〃	شہر احمد نگر کی تعمیر	〃
ملک نصیر کے قصور کی معافی	〃	قلعہ ایدر کی فتح	〃
سلطان احمد شاہ کا عزم مالوہ	۵۱۳	ایدر پر دوبارہ لشکر کشی	〃
سلطان ہوشنگ کی شکست	〃	راجہ ایدر کی ہلاکت	〃
تعاقب		راجہ کے کٹے ہوئے سر کی شناخت	۵۱۸
احمد آباد کو واپسی اور انعقاد جشن	〃	دہیر اؤ کی اطاعت	〃
			〃

مضامین	صفحہ
امراء سے گفتگو	۵۴۰
عمادالملک کی رہائی	〃
خوف وہراس کی لہر	۵۴۱
امرائے حاسد کا ارادۂ جنگ	〃
شاہی جماعت کی پریشانی	〃
بادشاہ کا ارادۂ جنگ	〃
فوجی افسروں کا بروقت اقدام	〃
باغیوں کا فرار	۵۴۲
برہان الملک کی ہلاکت	〃
عضدالملک کا قتل	〃
بقیہ باغی امراء کا حشر	〃
عمادالملک کی گوشہ نشینی	〃
نظام شاہ بہمنی کا خط	۵۴۳
امراء کا مشورہ	〃
بادشاہ کا جواب	〃
امراء کا دوسرا مشورہ	〃
سلطان محمود گجراتی کی روانگی	〃
محمود خلجی کی پریشانی	۵۴۴
سلطان محمود گجراتی کا عزم دکن	〃
محمود گجراتی کا خط محمود خلجی کے نام	〃
محمود خلجی کا جواب	〃
قلعۂ باودہ اور بندرگاہ دوں پر حملہ	〃
قلعۂ باودہ کا استحکام	۵۴۵
مال غنیمت	〃

مضامین	صفحہ
ایک سلحدار کا قتل	۵۴۵
بے گناہوں کی سزا یابی	〃
عمادالملک اور بہاء الملک کا قتل	〃
آنحضرت کی زیارت	۵۴۶
قلعۂ کرنال	〃
محل وقوع	〃
کرنال پر لشکر کشی	〃
درۂ صحابلہ میں داخلہ	〃
راجہ کرنال سے جنگ	۵۴۷
مندروں کی دولت پر قبضہ	〃
رائے مندلک کی امان طلبی اور بادشاہ	〃
کی واپسی	〃
مندلک پر لشکر کشی	〃
راجہ کی اطاعت	۵۴۸
ملک کی آبادی	〃
ایک مست ہاتھی کا ہنگامہ	〃
بادشاہ کی بہادری	〃
کرنال اور جوناگڑھ پر حملے کی تیاریاں	〃
رائے مندلک کی درخواست	۵۴۹
رائے مندلک قلعۂ جوناگڑھ میں	〃
راجپوتوں سے لڑائیاں	〃
قلعہ کشائی کی تدبیر	〃
جوناگڑھ کے قلعے کی فتح	〃
بادشاہ کا عزم کرنال	۵۵۰

مضامین	صفحہ
۳۲۔ سلطان قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی	۵۲۹
تخت نشینی	〃
سلطان محمود خلجی کا ہنگامہ	〃
ملک علائی سہراب کی آمد	〃
شعر کا جواب شعر میں	〃
سلطان محمود کی گمراہی	۵۳۰
معرکہ آرائی	〃
سلطان محمود کا فرار	〃
سلطان محمود کی مالوہ کو واپسی	〃
قلعہ سلطان پور پر دوبارہ قبضہ	۵۳۱
محمود خلجی اور قطب الدین	〃
حاکم ناگور (فیروز خاں) کا انتقال	〃
شمس خاں کا ناگور پر قبضہ	۵۳۲
رانا کنبھو کی ناکامی و نامرادی	〃
رانا کنبھو کا ناگور پر حملہ	〃
قطب الدین کا عزم ناگور	〃
سروہی کو روانگی	〃
جنگ اور صلح	۵۳۳
محمود خلجی کا سفیر گجرات میں	〃
چتوڑ پر لشکر کشی	〃
رانا کی شکست	〃
صلح	۵۳۴
رانا کا ناگور پر حملہ ۔۔ نقض عہد	〃
رانا کا فرار	۵۳۴
سروہی پر لشکر کشی	۵۳۵
رانا کا تعاقب	〃
حضرت سید قطب عالم کی خدمت میں	〃
قطب الدین کا انتقال	〃
شمس خاں کا قتل	〃
شمس خاں کی بیٹی کی ہلاکت	۵۳۶
سلطان قطب الدین کا کردار	〃
۳۳۔ سلطان داؤد شاہ بن احمد شاہ گجراتی	۵۳۷
بدکرداری و بدچلنی	〃
معزولی	〃
۳۴۔ سلطان محمود شاہ گجراتی بن سلطان محمود بیگڑہ	۵۳۸
عماد الملک کا اقتدار	〃
عماد الملک کی مخالفت	〃
مخالف امراء کی بادشاہ سے گذارش	〃
بادشاہ کی ذہانت	〃
امراء کا جواب	۵۳۹
عماد الملک کی گرفتاری	〃
بادشاہ کا رویہ	〃
شب بیداری	〃
عبداللہ کا معروضہ	۵۴۰
بادشاہ کا جواب	〃

مضامین	صفحہ
قلعے کا محاصرہ اور ساباط کی تیاری کا حکم	۵۶۰
غیاث الدین خلجی سے جنگ کرنے کا ارادہ	″
سلطان خلجی کی واپسی	″
مسجد کی تعمیر	″
ساباطوں کی تیاری	۵۶۱
ہندوؤں کا قتل	″
معرکہ آرائی اور ہندوؤں کی پسپائی	″
ایاز سلطانی کی مستعدی	″
راجپوتوں کی پریشانی	″
ہندوؤں کی شکست	″
راجہ کی گرفتاری	۵۶۲
راجہ کی غیرت مندی	″
محمد آباد کی تعمیر	″
راجہ ڈیا ہی کو پھانسی کی سزا	″
احمد آباد میں قلعوں کی تعمیر	۵۶۳
قلعہ ایدر کے راجہ کی دست درازی	″
راجہ ایدر کے نام فرمان	″
راجہ ایدر کی اطاعت	″
بہاء گیلانی کا فتنہ	۵۶۴
جوابی کارروائی	″
باد مخالف	″
صفدر الملک کی گرفتاری	″
قدام الملک کا عریضہ	″
دکنی فرمانروا کا اقدام	۵۶۵

مضامین	صفحہ
رائے ایدر کی اطاعت	۵۶۵
عدل و انصاف	″
الف خاں کی بغاوت	″
عادل خاں فاروقی کی سرزنش	
عادل خاں کی اطاعت	۵۶۶
ایک دوسری روایت	″
ملک وجیہہ اور ملک اشرف کا عریضہ	″
احمد نظام الملک کا فرار	″
رفیع الدین محمد کی آمد	″
امراء کا قتل	۵۶۷
کفار فرنگ	″
فرنگیوں سے لڑائی کی تیاریاں	″
ایاز سلطانی کی فتح	″
اسیر میں ہنگامہ	۵۶۸
سلطان محمود کا عادل خاں کی مدد کیلئے نکلنا	″
نظام الملک وغیرہ پر لشکر کشی	″
ملک لادن اور ملک حسام کی ندامت	″
عادل خاں کا عنانِ حکومت سنبھالنا	″
حسام الملک کی عزت افزائی	۵۶۹
ملک حسام الدین کا قتل	″
اعظم ہمایوں کا خط سلطان محمود کے نام	″
جواب	″
نظام الملک کا خط	۵۷۰
سیف خاں اور شیر خاں کی امان طلبی	″

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
قلعہ سکرنال پر قبضہ	۵۵۰	کرنال کے نظم و نسق کی طرف توجہ	۵۵۵
راے مندلک کی عاجزی	"	امرا کی سازش	۵۵۶
قبولیتِ اسلام	"	عماد الملک کی کارروائی	"
راے مندلک کے مسلمان ہونے کی دوسری	"	امرا کا امتحان	"
روایت		بادشاہ کا خیال	"
حضرت شاہ عالم کا فیضان	۵۵۱	عماد الملک کی راے	"
مصطفیٰ آباد کا سنگِ بنیاد	"	بادشاہ اور عماد الملک کی راے	۵۵۷
احمد آباد کے نواح میں بد امنی	"	بادشاہ اور عماد الملک کی گفتگو	"
محافظ خاں کی ترقی	"	نظام الملک کی راے	"
کچھ کے ملحدوں کی سرکوبی	۵۵۲	افشاے راز	"
دشمنوں کی پریشانی	"	کبوتر با خداوند خاں	"
کچھ کے لوگوں کا عقیدہ	"	بادشاہ کا عزم پاکپٹن	"
ملک سندھیہ	"	قیصر خاں کا قتل	۵۵۸
سندھیہ کے بلوچی	۵۵۳	خداوند خاں کی گرفتاری	"
بلوچیوں پر لشکر کشی	"	عماد الملک کا انتقال	"
بلوچیوں کا قتل	"	جنانیر کی فتح کا ارادہ	"
سندھیہ پر مستقل قبضے کی تجویز	"	مالا باریوں کی سرزنش	"
مولانا محمد سمرقندی کا بیان	۵۵۴	قحط	"
امرا سے مشورہ	"	قلعۂ جنانیر	۵۵۹
جگت پر لشکر کشی	"	جنانیر پر لشکر کشی	"
موذی جانوروں کی کثرت	"	راجپوتوں سے لڑائیاں	"
غیر مسلموں کا قتل عام	۵۵۵	صلح کی درخواست	"
راجہ کی گرفتاری اور بادشاہ کی واپسی	"	راجہ کی شکست اور قلعہ میں پناہ گزینی	"
راجہ کا حشر	"	سید بدر کا قتل	۵۶۰

مضامین	صفحہ
ایدر کو روانگی	۵۸۲
محمود خلجی اور رانا سنگا کی لڑائی	″
ایدر پر رانا سنگا کا حملہ	″
بادشاہ کے امیروں کی رائے	″
مبارز الملک کی پریشانی	۵۸۳
لڑائی کی تیاری	″
مبارز الملک احمد نگر میں	″
رانا سنگا ایدر میں	″
مبارز الملک اور ایک بھاٹ	″
مبارز الملک کی بلند ہمتی	۵۸۴
معرکہ آرائی	″
رانا احمد نگر میں	″
ملک حاتم کی شہادت	″
مبارز الملک دوبارہ احمد نگر میں	″
عماد الملک اور قیصر خاں کی نامردگی	۵۸۵
رانا سنگا کی سرزنش کا ارادہ	″
ملک ایاز کی آمد	″
ملک ایاز کا رانا سنگا کی سرزنش کے لیے	″
نامزد ہونا	″
بادشاہ کے نام ملک ایاز کا عریضہ	۵۸۶
لکھا کرت کے راجپوتوں کی سرزنش	″
راستے کا پتھر	″
اشجع الملک اور صفدر خاں کی بہادری	″
قوام الملک کا کارنامہ	۵۸۷
مندسور کا محاصرہ	۵۸۶
رانا سنگا کا پیغام	″
سلطان محمود خلجی کی آمد	″
رانا سنگا کی تدبیر اور ناکامی	″
ملک ایاز سے گجراتی امراء کی ناراضگی	۵۸۷
مبارز الملک کا ارادہ	۵۸۸
راجپوتوں کی ہوشیاری	″
رانا کا پیغام	″
مخالف امراء کا ارادۂ جنگ	″
ملک ایاز کا پیغام محمود خلجی کے نام	″
ملک ایاز کی بندر دیو کو روانگی	۵۸۹
ایاز کا پیغام رانا سنگا کے نام	″
رانا سنگا کی پیش کش	″
سیر و شکار	۵۹۰
ایاز خاص سلطانی کی وفات	″
باغیوں کی سرکوبی	″
ملکہ کی وفات	″
محمد آباد چانپانیر کا سفر	″
عالم خاں بن سکندر لودھی کی درخواست	″
شہزادہ بہادر خاں کی ناراضگی	۵۹۱
شہزادہ چیتور میں	″
دہلی میں	″
شہزادے کی مقبولیت	″
محبت پدری	۵۹۲

مضامین	صفحہ
بادشاہ دہلی کی طرف سے تحفے	۵۷۰
نہروالہ کا سفر	″
بادشاہ کی جسمانی کمزوری	۵۷۱
سلطان محمود کا انتقال	″
لقب "بیگرا" کی وجہ	″
شاہ جمال الدین کا بیان	″
کردار	″
بہادری	۵۷۲
۳۵۔ سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی	۵۷۳
تخت نشینی	″
رشید الملک اور ملک خوش قدم کا تقرر	″
ایرانی قاصد کی آمد	″
برودرہ کا سفر	″
صاحب خاں کا پیغام	۵۷۴
ہنگامۂ بدتمیزی	″
صاحب خاں کی اسیر کی جانب روانگی	″
مالوہ کا سفر	″
راجہ ایدر اور عین الملک میں جنگ	۵۷۵
بادشاہ کا عزم ایدر	۵۷۵
راجہ ایدر کی پریشانی	″
مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ	″
دھار کی طرف توجہ	۵۷۶
سلطان محمود کا چندیری پر حملہ	″
سیر و شکار کے لیے دھار کا سفر	۵۷۶
جنانیر کو واپسی	″
ایدر میں ہنگامہ	″
پٹن کی سیر	۵۷۷
ایدر کی فتح	″
شہزادہ سکندر کی شادی	″
ایدر کا سفر	″
رائے مل کا ایدر پر حملہ	″
ظہیر الملک کا قتل	۵۷۸
سلطان محمود خلجی گجرات میں	″
محمود خلجی اور سلطان مظفر کی ملاقات	″
سلطان مظفر کی مالوہ پر لشکرکشی	″
رائے مندلی کی تیاری	″
قلعۂ مندو کا محاصرہ	۵۷۹
دام مکر و فریب	″
راناسنگا کے خلاف کارروائی	″
قلعۂ مندو پر حملہ	۵۸۰
راجپوتوں کا قتل	″
محمود خلجی کی بحالی	″
راناسنگا کی پریشانی	″
جے پور کو فرار	۵۸۱
سلطان مظفر کی مندو کو روانگی	″
سلطان محمود کی مہمان داری	″
گجرات کو واپسی	″

مضامین	صفحہ
عضد الملک کی گرفتاری کا حکم	۶۰۳
سلطان سکندر کے قاتلوں کا قتل	″
بہاء الملک کا عبرت ناک حشر	″
شہزادہ لطیف کی مایوسی	۶۰۴
رعایا کی فلاح و بہبود	″
محمد آباد میں دوبارہ تخت نشینی کی رسم	″
عضد الملک کی سرگرمیاں	″
گجرات میں قحط	″
مفسدوں کی سرگرمیاں	۶۰۵
گرفتاریاں	″
سلاح دارانِ خاصہ کا ہنگامہ	″
شہزادہ لطیف کی گرفتاری	۶۰۶
شہزادہ لطیف کی وفات	″
نصیر خاں معروف بہ محمود شاہ کی وفات	″
رائے سنگھ کا فتنہ	″
تاج خاں کی نامزدگی	۶۰۷
تاج خاں اور رائے سنگھ میں معرکہ	″
عامل کنبایت کی معزولی	″
ایدر اور باکر کی فتح	″
بندردیب میں فرنگیوں کی گرفتاری	″
میراں محمد شاہ کا عریضہ	۶۰۸
بادشاہ کا جواب	″
دکن پر لشکر کشی کا ارادہ	″
حاکم بھٹنہ کی آمد	″

مضامین	صفحہ
سلطان بہادر کی ہردلعزیزی	۶۰۹
عماد شاہ کا پیغام	″
سلطان بہادر کی ہردلعزیزی	″
عماد شاہ کا پیغام	″
سلطان بہادر برہان پور میں	″
برار میں	″
عماد شاہ کا فرار	″
سلطان بہادر کی واپسی	۶۱۰
ایدر کا سفر	″
بانسوالہ اور دونگر پور کی تباہی	″
لودھی امراء کی آمد	″
مہرابہ کا سفر	۶۱۱
باکر کا راجہ بادشاہ کی خدمت میں	″
پرس رام کے بھائی کی جان بخشی	″
جیتور کے قصبات کی بربادی	″
برتنسی کا پیغام	″
سکندر خاں اور بھوپت	۶۱۲
سلطان محمود کی آمد کی اطلاع	″
برتنسی اور سلہدی کی آمد	″
ستیلہ کی طرف روانگی	″
سلطان محمود کے قاصد کی آمد	″
سلطان محمود کا ارادہ	۶۱۳
امراء کا معروضہ	″
شادی آباد مندو کا محاصرہ	″

مضامین	صفحہ
گجرات میں قحط	۵۹۲
سلطان مظفر کی بیماری	〃
بہادر خاں کا خیال	〃
شہزادہ سکندر کو وصیت	〃
انتقال	〃
کردار	۵۹۳
۳۶۔ سلطان سکندر بن مظفر شاہ گجراتی	۵۹۴
بھائیوں میں نفاق	〃
سکندر کی تخت نشینی	〃
شیخ چنو کی مذمت	〃
بے جا رعایتیں	〃
بادشاہ سے بے اطمینانی	۵۹۵
غلط روی	〃
شہزادہ لطیف کے خلاف اقدام	〃
ملک لطیف اور سپاہ کا قتل	〃
سلطان سکندر کے قتل کی سازش	〃
بادشاہ کی سادہ لوحی	۵۹۶
پریشان کن خواب	〃
پریشانیوں میں اضافہ	〃
عماد الملک محل سرا میں	〃
نصرت الملک اور ابراہیم بن جوہر کا قتل	۵۹۷
سلطان سکندر کا قتل	〃

مضامین	صفحہ
۳۷۔ سلطان محمود بن سلطان مظفر شاہ گجراتی	۵۹۸
تخت نشینی	〃
امراء کی دلجوئی	〃
شہزادہ بہادر کی گجرات کو روانگی اور عماد الملک کی پریشانی	〃
عماد الملک کا خط بابر کے نام	〃
گجراتی امراء کا قاصد بہادر خاں کی خدمت میں	۵۹۹
دانش مند گھوڑا	〃
بہادر خاں چیتور میں	〃
گجراتی امیروں کو بہادر خاں کی آمد کی اطلاع	۶۰۰
شہزادہ لطیف کی روانگی	〃
بہادر خاں ڈونگر میں	〃
عماد الملک کی کارروائی	〃
بہادر خاں احمد آباد میں	〃
محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ	۶۰۱
۳۸۔ سلطان بہادر خاں بن سلطان مظفر شاہ گجراتی	۶۰۲
تخت نشینی	〃
محمد آباد چانپانیر کا سفر	〃
امرائے سارق	〃
مفسدوں کی کوششیں	〃
عماد الملک کی گرفتاری	۶۰۳
گرفتاری اور پھانسی	〃

مضامین	صفحہ
قلعۂ رسور کی فتح	۶۲۴
فرنگیوں کی سرکوبی	״
چیتور کو روانگی	״
محمد زمان میرزا کی آمد	״
ہمایوں سے سلطان بہادر کا ناشائستہ سلوک	۶۲۵
قلعۂ چیتور کا محاصرہ	״
راجہ کی عاجزی	״
دہلی پر حکمرانی کا خیال	״
عملی کوشش	״
تاتارخاں کی تگ ودو	۶۲۶
سہندال کا بیانہ میں پہنچنا	״
افغانوں کی بے وفائی	״
تاتارخاں کی ہلاکت	״
گجرات پر ہمایوں کا حملہ	״
امراء سے مشورہ	״
سلطان عالم کی آمد	۶۲۸
گجراتی لشکر میں قحط کے آثار	״
سلطان بہادر کا فرار	״
تعاقب	״
قلعۂ مندو میں قیام اور فرار	״
سلطان عالم کا قتل	۶۲۹
محمد آباد میں لوٹ مار	״
قلعۂ محمد آباد پر ہمایوں کا قبضہ	״
اختیار خاں سے ہمایوں کا سلوک	״
گجراتیوں کے خطوط سلطان بہادر کے نام	״
تحصیل مالگذاری	۶۳۰
میرزا عسکری اور عماد الملک میں جنگ	״
حکومتوں کی تقسیم	״
گجراتی امراء کی سرگرمیاں	״
مغلوں کے اقتدار میں کمی	״
مغل امیروں کا فیصلہ	۶۳۱
میرزا عسکری کے حواریوں کی عاقبت نااندیشی	״
مغل امراء کی روانگی	״
سلطان بہادر محمد آباد چینانیر میں	״
فرنگیوں سے خطرہ	״
فرنگیوں کی چال	״
سلطان بہادر کا قتل	״
بندر دیب پر فرنگیوں کا قبضہ	״
۳۹۔ میراں محمد شاہ فاروقی	۶۳۲
محمد زمان میرزا احمد آباد میں	״
سلطان بہادر کا ماتم	״
محمد زمان میرزا کی کم ظرفی	״
میراں محمد شاہ کے نام کا خطبہ وسکہ	״
محمد شاہ فاروقی کی وفات	۶۳۴
۴۰۔ سلطان محمود شاہ ثانی بن لطیف بن سلطان	۶۳۵

مضامین	صفحہ
قلعے میں داخلہ	۶۱۳
اہل مالوہ کی پریشانی	〃
شاہی محل کا محاصرہ	۶۱۴
سلطان محمود خلجی کی گرفتاری	〃
امراء پر لطف و کرم	〃
نظام شاہ بحری کی عزت افزائی	〃
برہان نظام شاہ کی احسان فراموشی	۶۱۵
شاہ طاہر جنیدی	〃
شاہ صاحب کا کارنامہ	〃
سلہدی پوربیہ کی ناشائستہ حرکت	〃
سلہدی کی سرزنش کا ارادہ	۶۱۶
اختیار خاں کی آمد	〃
عزم شادی آبادی	〃
بھوپت کا اپنے باپ کے پاس جانا	〃
سلہدی پوربیہ کی آمد	〃
سلہدی کی گرفتاری	۶۱۷
سلہدی کے ایک ملازم کی گرفتاری	〃
لوٹ مار	〃
بادشاہ اجین میں	〃
سلطان بہادر بھیلسہ میں	۶۱۸
مخالفوں کی سرگرمیاں	〃
قلعۂ رائسین پر حملہ	〃
کافروں کا قتل	〃
ساباط کی تیاری	〃

مضامین	صفحہ
سلہدی کا قبولِ اسلام	۶۱۸
سلہدی اور لکھمن کی سازش	۶۱۹
التوائے عہد میں تاخیر	〃
سلہدی کی مکاری	〃
سلہدی کے چھوٹے بیٹے کا قتل	۶۲۰
سلہدی کی نظربندی	〃
بھوپت کی آمد کی خبر	〃
بھوپت کی سرزنش کے لیے امراء کی روانگی	〃
عماد الملک کی عرض داشت	〃
بادشاہ کھیرار میں	۶۲۱
راجہ کی پریشانی	〃
راجہ کا پیغام	〃
بھوپت اور راجہ چیتور کی بزدلی	〃
راجہ کا تعاقب	〃
لکھمن کی مایوسی	۶۲۲
لکھمن کی عرض داشت	〃
سلہدی قلعۂ رائسین میں	〃
پھر وہی سازش	〃
موت کی خواہش	۶۲۳
سات سو پری پیکر عورتوں کا جل مرنا	〃
راجپوتوں کا قتل	〃
حاکم کالپی کی آمد	〃
کاکردن کی تسخیر	〃
فتح اور جشنِ مسرت	۶۲۴

مضامین	صفحہ
۲۴- محمود شاہ ثانی گجراتی بن سلطان مظفر شاہ گجراتی	۶۴۶
اعتماد خاں خلیفہ کا بیان	"
مملکت کی تقسیم	"
اعتماد خاں کا اقتدار	"
فتح خاں اور شیر خاں فولادی میں جنگ	"
فولادیوں پر حملہ	۶۴۷
فولادی جوانوں کا عزم	"
مقابلہ	"
حاجی خاں کی اعتماد خاں کے لشکر سے علٰحدگی	"
اعتماد خاں کی شکست اور فرار	۶۴۸
اعتماد خاں اور فولادیوں میں صلح	"
چنگیز خاں کا پیغام اعتماد خاں کے نام	"
اعتماد خاں کا جواب	"
شیر خاں فولادی کا خط چنگیز خاں کے نام	۶۴۹
قصبہ بردودہ پر چنگیز خاں کی نظر	"
اعتماد خاں کا مشورہ	"
ندربار پر چنگیز خاں کا قبضہ	"
محمد خاں اور تغال خاں کی آمد کی خبر	"
چنگیز خاں کا فرار	۶۵۰
سلطان محمد میرزا کے بیٹوں کی آمد	"
قصبہ بردودہ پر چنگیز خاں کا قبضہ	"
اعتماد خاں کے نام چنگیز خاں کا پیغام	"
اعتماد خاں کی تیاری	"

مضامین	صفحہ
دشمن سے سامنا اور اعتماد خاں کا فرار	۶۵۱
سلطان مظفر کی احمد آباد کو واپسی	"
چنگیز خاں احمد آباد میں	"
چنگیز خاں اور شیر خاں فولادی میں مصالحت	"
میراں محمد شاہ کا حملہ گجرات پر	۶۵۲
میراں محمد شاہ کی شکست	"
میرزاؤں کی دلجوئی	"
میرزاؤں کا اقدام	"
چنگیز خاں کی میرزاؤں سے جنگ	"
گجراتی امیروں سے سلوک	"
میرزا شہزادے مالوہ و برہان پور میں	۶۵۳
سلطان مظفر دونگر پور میں	"
اعتماد خاں سے حبشی امیروں کی ناراضگی	"
حبشی امیروں کی احمد آباد کو روانگی	"
استقبال	"
الغ خاں اور جھاز خاں کے قتل کی سازش	۶۵۴
چوگان بازی کی دعوت	"
حبشی امیروں کا مشورہ	"
چنگیز کے قتل کی سازش	"
چنگیز کا قتل	۶۵۵
جنگ کی تیاریاں	"
حبشی امرا قلعۂ ارک میں	"
اعتماد خاں کے نام خط	"
قلعۂ بیدر پر شیر خاں کا قبضہ	"

مضامین	صفحہ
مظفر گجراتی	۶۳۵
قرعۂ فال	"
تخت نشینی	"
امراء میں خانہ جنگی	"
عماد الملک اور دریا خاں کی مخالفت	"
معرکہ آرائی	۶۳۶
سلطان محمود اور میراں مبارک کی جنگ	"
سلطان محمود محض ایک شطرنج کا بادشاہ	"
سلطان محمود اور عالم خاں لودھی کا اتحاد	"
مظفر شاہ — ایک نیا بادشاہ	"
دریا خاں اور عالم خاں لودھی میں جنگ	"
امید وبیم	"
عالم خاں شہر میں	"
دریا خاں کی پریشانی	"
فرار	"
عالم خاں کی پریشانی	"
انتظام سلطنت	۶۳۸
محمود آباد کی تعمیر	"
سورت میں ایک نئے قلعے کی تعمیر	"
قلعۂ سورت کا استحکام	"
عیسائیوں کی کوششیں	۶۳۹
رشوت دینے کی کوششیں	"
بادشاہ کو قتل کرنے کی کوشش	"
برہان کا واقعہ	"

مضامین	صفحہ
برہان سے بدسلوکی	۶۴۰
ساز باز	"
سلطان محمود کا قتل	"
دولت کی مکاری	"
امراء کا قتل	۶۴۱
اعتماد خاں کی دور اندیشی	"
عبدالصمد شیرازی کی طلبی	"
عبدالصمد کا قتل	"
برہان کی تخت نشینی	۶۴۲
برہان کا قتل	"
سلطان محمود کی مدت حکومت	"
عادات وکردار	"
آہو خانے کی تعمیر	"
عورتوں سے دلچسپی	۶۴۳
اعتماد خاں پر اعتماد	"
بدکاری کا انسداد	"
۴۱۔ سلطان احمد ثانی	۶۴۴
تخت نشینی	"
بادشاہ کی بے کسی	"
اعتماد خاں کا فرار	"
اعتماد خاں کی واپسی اور امراء میں صلح	"
سلطان احمد شاہ ثانی کی کم عقلی	"
احمد شاہ کا قتل	۶۴۵

صفحہ	مضامین
۶۶۷	ہوشنگ کی رہائی
؍؍	امرائے مندو کی طلبی
۶۶۸	جنگ
؍؍	ملک خضر اور ملک مغیث کا مشورہ
؍؍	قلعۂ مندو پر قبضہ
؍؍	ملک مغیث کی عزت افزائی
؍؍	گجرات میں مظفر شاہ کے بیٹوں کا ہنگامہ
۶۶۹	قلعۂ بھروچ کا محاصرہ
؍؍	راجہ جالوارہ کی مدد
؍؍	ہوشنگ کی واپسی
؍؍	نصیر خاں کی مدد
؍؍	زمینداران گجرات کی عرضداشتیں
۶۷۰	ہوشنگ کا عزم گجرات
؍؍	سلطان احمد مہراسہ میں
؍؍	ہوشنگ کی واپسی
؍؍	سلطان احمد گجراتی کا عزم مالوہ
؍؍	ہوشنگ کی شکست
۶۷۱	سلطان احمد گجراتی کی واپسی
؍؍	محمود بن ملک مغیث کا اعزاز
؍؍	سلطان احمد اور ہوشنگ میں صلح
؍؍	کھیرالہ پر حملہ اور فتح
۶۷۲	جاج نگر کا سفر
؍؍	راجہ جاج نگر کو اطلاع
؍؍	جاج نگر کا دستور تجارت

صفحہ	مضامین
۶۷۲	راجہ کا پیغام ہوشنگ کے نام
؍؍	راجہ کا پیغام
۶۷۳	بارش سے سامانِ تجارت کی تباہی
؍؍	ہوشنگ کا ارادۂ جنگ
؍؍	راجہ جاج نگر کی شکست اور گرفتاری
؍؍	ہوشنگ کی واپسی
۶۷۴	احمد گجراتی کا مالوہ پر حملہ
؍؍	قلعۂ کھیرالہ پر قبضہ
؍؍	ہوشنگ شادی آباد مندو میں
؍؍	کچھ قلعۂ شادی آباد مندو کے بارے میں
۶۷۵	سلطان ہوشنگ کا عزم سارنگ پور
؍؍	ہوشنگ کی عیاری
؍؍	گجراتی لشکر پر شب خون
؍؍	تباہی و بربادی
؍؍	ہوشنگ کے لشکر حملہ
۶۷۶	سلطان احمد کی فتح اور واپسی
؍؍	معرکہ آرائی
؍؍	احمد گجراتی کی واپسی
؍؍	ایک دوسری روایت
؍؍	قلعۂ کاکرون کی فتح
۶۷۷	قلعۂ گوالیار کا محاصرہ
؍؍	کھیرالہ پر احمد بہمنی کا حملہ
؍؍	دکنی لشکر کا تعاقب
؍؍	حریف کی چال

مضامین	صفحہ
سلطان مظفر اور اعتماد خاں احمد پور میں	۶۵۶
میرزا شہزادے بھروچ و سورت میں	″
گجراتی امراء کے باہمی مشورے	″
بھروچ کی روانگی کا مسئلہ	″
لشکر کی تنظیم	″
حبشی امراء کی روانگی	۶۵۷
اعتماد خاں کی ناشائستہ حرکت	″
جینانیر، بندر سورت اور بھروچ وغیرہ پر میرزاؤں کا قبضہ	″
الغ خاں اور جھا زخاں میں مخالفت	″
شیر خاں کی قوت میں اضافہ	″
سلطان مظفر کا فرار	″
الغ خاں کا رویہ	۶۵۸
مغلوں کی طلبی	″
سید حامد کا بیان	″
شیر خاں اور سلطان مظفر میں ملاقات	″
مغلوں کی آمد اور حبشیوں سے لڑائی	″
بادشاہ اکبر کے نام اعتماد خاں کا خط	″
بادشاہ اکبر کا عزم گجرات	۶۵۹
سلطان مظفر بادشاہ اکبر کی خدمت میں	″
بندر سورت پر بادشاہ اکبر کا قبضہ	″
سلطان مظفر آگرہ اور بنگالہ میں	″
سلطان مظفر دوبارہ گجرات میں	″
سلطان مظفر کی حکومت گجرات میں	۶۶۰
	″

مضامین	صفحہ
گجرات پر دوبارہ اکبر بادشاہ کا قبضہ	″
شاہانِ مالوہ و مندو	۶۶۱
۴۳۔ دلاور خاں غوری	۶۶۳
مالوہ کی عظمت	″
دلاور خاں غوری کی خود مختاری	″
شاہانِ مالوہ	″
محمد شاہی امراء	″
دلاور کی مستعدی	″
سلطان محمود مالوہ میں	۶۶۴
استقبال	″
عزت و احترام	″
سلطان محمود کی واپسی	″
دلاور خاں کا اعلانِ بادشاہت	″
دلاور کا خاندان	″
دلاور کا انتقال	″
۴۴۔ سلطان ہوشنگ بن دلاور خاں غوری	۶۶۵
مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی	۶۶۶
معرکہ آرائی	″
سلطان ہوشنگ کی گرفتاری	″
نصرت خاں کی دھار سے بے دخلی	۶۶۷
نصرت خاں قلعۂ مندو میں	″
ہوشنگ کا عریضہ مظفر گجراتی کے نام	″

مضامین	صفحہ
غزنین کی شراب نوشی	۶۸۷
محمود خاں کا اقتدار	۶۸۸
محمد خاں کی بادشاہ سے شکایت	″
محمود کے قتل کا منصوبہ	″
بادشاہ کی پریشانی	″
بادشاہ اور محمود کی گرفتاری	″
اپنی صفائی میں محمود کا بیان	۶۸۹
بادشاہ کی کم عقلی	″
سلطان محمد کی ہلاکت	″
شہزادہ مسعود کی تخت نشینی	″
امراء کی سازش	″
ملک شیخا کی رائے	۶۹۰
امراء کی گرفتاری	″
شہزادہ مسعود کے حامیوں کی تیاری	″
محمود اور مسعود کے حامیوں میں جنگ	″
محمود شاہی محل میں	″
محمود خاں کی تخت نشینی	۶۹۱
سلاطین خلجیہ VII	۶۹۳
۴۶۔ سلطان محمود خلجی	۶۹۵
تخت نشینی	″
امرائے سلوک	″
خاں جہاں کا احترام	″
علم پرستی	″

مضامین	صفحہ
امراء کی بغاوت	۶۹۶
بادشاہ کی دلیری	″
باغیوں کا فرار	″
باغیوں کو سزائیں	″
شہزادہ احمد کی بغاوت	″
قلعۂ اسلام آباد کا محاصرہ	۶۹۷
ملک جہاد اور نصرت خاں کی بغاوت	″
اعظم ہمایوں کی لشکر کشی	″
شہزادہ احمد کو بہ راہ راست پر لانیکی کوشش	″
شہزادہ احمد کی ہلاکت	″
قوام کا فرار	۶۹۸
ملک جہاد کا قتل	″
اعظم ہمایوں کی چندیری کو روانگی	″
نصرت خاں کی معزولی	″
قوام الملک کی سرزنش	″
سلطان احمد گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی	۶۹۹
قلعۂ مندو کا محاصرہ	″
محمود خلجی کی دریا دلی	″
گجراتی امراء کی اپنے بادشاہ سے علحدگی	″
گجراتی لشکر میں انتشار	۷۰۰
شب خون	″
چندیری اور سارنگ پور میں ہنگامے	″
محمود خلجی کو سارنگ پور کو روانگی	″
احمد گجراتی کی حفاظتی تدابیر	″

مضامین	صفحہ
ہوشنگ کی نئی شکست	۶۷۷
سلطان احمد بہمنی کا قیدیوں سے سلوک	۶۷۸
فتح کالپی کا ارادہ	״
سلطان ابراہیم شرقی کی آمد	״
سلطان شرقی کی واپسی	״
کالپی پر ہوشنگ کا قبضہ	״
سرکشوں کی حرکات	۶۷۹
حوضِ بھیم	״
ہوشنگ کی اولاد میں لڑائی	״
عثمان اور غزنین کا اختلاف	״
محمود خاں کی عقلمندی	״
عثمان کی حماقت	۶۸۰
لشکرگاہ سے علحدگی	״
عثمان کی گرفتاری	״
کوہ جابیہ پر لشکرکشی	״
لعلِ بدخشانی کی گمشدگی	״
زندگی سے مایوسی	۶۸۱
موت کا خیال	״
ہوشنگ کی بیماری	״
امیروں کو بادشاہ کی نصیحت	״
محمود خاں کو نصیحت	״
غزنین کا پیغام محمود خاں کے نام	۶۸۲
عثمان کی رہائی کی کوشش	״
عہد و پیمان کی تجدید	״
ملک عثمان خاں جلال کا محمود خاں کے پاس آنا	۶۸۲
عثمان کے طرف دار امرا کا پیغام	״
محمود خاں کا جواب	۶۸۳
غزنین کی آگاہی	״
شہزادہ عثمان کی رہائی کی کوشش	״
حفاظتی تدبیر	״
شہزادہ غزنین کی شکایت	۶۸۴
غزنین کا کاکردان کو فرار	״
غزنین کا پیغام محمود کے نام	״
محمود کا جواب	״
محمود کا خط ملک مغیث کے نام	״
عثمان کے طرفداروں کی سازش	۶۸۵
ہوشنگ کا انتقال	״
محمود کو اطلاع	״
محمود خاں کا اعلان	״
امرا کی بیعت	״
سلطان ہوشنگ کی کرامت	۶۸۶
۵۴۔ سلطان غزنین المخاطب بہ محمد شاہ بن سلطان ہوشنگ غوری	۶۸۷
تخت نشینی	״
مغیث اور محمود کی عزت افزائی	״
بھائیوں کا قتل	״
ملک میں فتنہ و فساد	״

مضامین	صفحہ
محمود شرقی کے نام محمود خلجی کا پیغام	۷۱۱
محمود خلجی کا عزم چندیری	"
محمود شرقی کی حفاظتی تدابیر	"
خلجیوں اور شرقیوں میں جنگ	"
ظفرآباد کو محمود خلجی کی واپسی	۷۱۲
ملک اشرف ایرجہ پر لشکر کشی	"
معرکہ آرائی	"
شرقی اور خلجی سلاطین میں صلح اور محمود خلجی کی واپسی	"
ایک عظیم الشان شفاخانے کا قیام	"
قلعہ منڈل گڑھ پر لشکر کشی	۷۱۲
راجپوتوں سے لڑائی	"
قلعہ بیانہ پر لشکر کشی	"
حاکم بیانہ کی اطاعت	"
قصبہ نیور کی فتح اور واپسی	"
ظفرآباد کو محمود خلجی کی واپسی	۷۱۲
ملک اشرف کی ایرجہ پر لشکر کشی	"
معرکہ آرائی	"
شرقی اور خلجی سلاطین میں صلح اور محمود خلجی کی واپسی	"
ایک عظیم الشان شفاخانے کا قیام	"
قلعہ منڈل گڑھ پر لشکر کشی	۷۱۳
راجپوتوں سے لڑائی	"
قلعہ بیانہ پر لشکر کشی	"
حاکم بیانہ کی اطاعت	"

مضامین	صفحہ
قصبہ نیور کی فتح اور واپسی	"
راجہ گنگ داس کا معروضہ	"
جینانیر کو روانگی	۷۱۴
واپسی	"
فتح گجرات کا ارادہ	"
احمد آباد کو روانگی	"
محمد شاہ گجراتی کا انتقال	"
قصبہ برودرہ کی تباہی	۷۱۵
علاؤ الدین سہراب کی غداری	"
گجراتی اور مالوی لشکر کی تیاری	"
گجراتی لشکر پر شب خون کی ناکام کوشش	"
مالوی لشکر کی تنظیم	"
معرکہ آرائی	"
ملک اشرف کی بہادری	۷۱۶
سلطان خلجی کی دلاوری	"
محمود خلجی کا شاندار کارنامہ	"
مندو کو واپسی	"
محمود خلجی کی شکست	"
باغیوں کو سزائیں	۷۱۷
گجراتی بادشاہ سے صلح کا خیال	"
گجراتی وزیروں کے نام تاج خاں کے خطوط	"
گجراتیوں اور مالویوں میں صلح	"
مہونی کے راجپوتوں کا قتل	"
محمود خلجی بیانہ میں	۷۱۸

مضامین	صفحہ
ملک الحاق کا خط محمود خلجی کے نام	۷۰۱
محمود خلجی سارنگ پور میں	″
شہزادہ عمر کی مداخلت	″
جنگ کی تیاریاں	″
شہزادہ عمر کا عزم	۷۰۲
شہزادے کا قتل	″
شہزادے کے لشکر کی اپنے ملک کو روانگی	″
سلطان احمد سے مقابلے کا ارادہ	″
گجراتی لشکر میں وبا اور سلطان احمد کی واپسی	″
شہاب الدین کی وفات	۷۰۳
اہل چندیری کی معرکہ آرائی	″
محمود کا قلعہ چندیری میں داخلہ	″
اہل قلعہ کی امان طلبی	″
دونگر سین کی بغاوت	۷۰۴
محمود خلجی گوالیار میں	″
راجپوتوں سے جنگ	″
جامع مسجد اور مقبرۂ سلطان ہوشنگ کی تعمیر	″ ″
دہلی کے امرا و اکابر کے خطوط	″
دہلی فتح کرنے کا ارادہ	۷۰۵
سلطان مبارک کی پست ہمتی	″
سلطان مبارک کا احساس ندامت	″
جنگ کی تیاریاں	″
جنگ	″

مضامین	صفحہ
محمود خلجی کا پریشان کن خواب	۷۰۶
سلطان مبارک سے صلح اور محمود کی واپسی	″
محمود خلجی مندو میں	″
ظفر آباد کا سفر	″
حاکم کالپی کی بدعنوانیاں	″
محمود کی کالپی کو روانگی	۷۰۷
نصیر خاں کی معافی	″
سلطان محمود چیتور میں	″
قلعے کا محاصرہ	″
ایک مندر کی تباہی	۷۰۸
سلطان محمود کی خوشی	″
راجہ کونبھا کا فرار	″
راجہ کی قلعۂ چیتور میں واپسی	″
قلعۂ چیتور کا محاصرہ	″
اعظم ہمایوں کا انتقال	″
تاج خاں کا اعزاز	۷۰۹
محمود کے لشکر پر شب خون	″
راجہ کے لشکر پر شب خون فتح اور واپسی	″
ابراہیم شرقی کے سفیر کی آمد	″
نصیر شاہ کی شکایت	۷۱۰
سلطان محمد کا پیغام سلطان شرقی کے نام	″
سلطان محمود کے بیٹوں کی شادیاں	″
سلطان شرقی کی کالپی پر لشکر کشی	۷۱۱
نصیر کا عریضہ سلطان محمود کے نام	″

مضامین	صفحہ
مولانا عماد الدین کی آمد	۴۲۷
محمود آباد میں مسلمانوں کا قتل	//
محمود خلجی ظفرآباد میں	//
تاج خاں محمود آباد میں	۴۲۸
محمود آباد پر تاج خاں کا حملہ	//
گروہ گرندان کی سرزنش	//
خواجہ جمال الدین کی آمد	//
خواجہ کی عزت افزائی	//
کچھوارہ کے زمینداروں کی بغاوت	۴۲۹
جلال پور — ایک نیا حصار	//
شاہ دہلی کے سفیروں کی آمد	//
محمود خلجی کی وفات	//
مدت حکومت	۴۳۰
کردار	//
ذوق جنگ و جدل	//
تاریخ سے دلچسپی	//
عاقبت اندیشی	//
امن و امان	۴۳۱
۷۴۔ سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی	۴۳۲
تخت نشینی	//
شہزادہ عبدالقادر کی ولی عہدی	//
عیش پرستی	//

مضامین	صفحہ
عورتوں سے دلچسپی	۴۳۲
عورتوں میں عہدوں کی تقسیم	۴۳۳
عورتیں لشکر میں	//
حرم سرا میں بازار کا قیام	//
مساوات	//
چوہے کا روزینہ	//
حسینوں سے رعایت	۴۳۴
سخاوت و دریادلی	//
خوفِ خدا	//
آخرت کا خیال	//
نشہ آور چیزوں سے نفرت	//
انسانی ہمدردی	۴۳۵
خوب سے خوب تر کی تلاش	۴۳۶
حسن کا معیار	//
ایک مثالی حسین کی تلاش	//
گوہر مراد	//
لڑکی کے والدین کی فریاد	۴۳۷
سلطان غیاث الدین کا انصاف	//
بادشاہ کی سادہ لوحی	//
خوش اعتقادی	//
شکار کا شوق	۴۳۸
عیش و عشرت میں انہماک	//
پالن پور میں بہلول لودھی کا ہنگامہ	//
سلطان غیاث الدین کا مطلع ہونا	//

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
ماہور کی فتح کا خیال	۴۱۸	قلعۂ کوندی کی فتح	۴۲۲
قلعہ ماہور کا محاصرہ	״	راجپوتوں کی مزید گوشمالی	״
محمود خلجی بکلانہ کو روانگی	״	کوتلمیر کی فتح کے لیے روانگی	״
ماہور کی فتح کا خیال	״	دونگر پر حملہ	۴۲۳
قلعۂ ماہور کا محاصرہ	״	محمود خلجی دکن میں	״
محمود خلجی کی بکلانہ کو روانگی	״	عادل خاں والئ اسیر کی ستم شعاری	״
میراں مبارک سے مقابلہ اور محمود کی فتح	״	عادل خاں کی معافی	״
میراں مبارک فاروقی کا بکلانہ میں داخلہ	״	دکنی امیروں کی تیاری	۴۲۴
راجہ بکلانہ کا لڑکا سلطان محمود کی خدمت میں	۴۱۹	محمود خلجی نظام شاہی لشکر کے مقابلے میں	״
چیتور پر لشکر کشی	״	نظام شاہی لشکر کی تباہی	״
راجہ کونبھا کی انکساری	״	بیدر کا محاصرہ	״
بادشاہ کی مندو کو واپسی	״	سلطان محمود کی واپسی	۴۲۵
مندسور کی فتح کا ارادہ	۴۲۰	دکن پر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری	״
اجمیر کی حالت	״	تھانے دار کھیرلہ کا عریضہ	״
محمود خلجی اجمیر میں	״	کھیرلہ کو روانگی	״
قلعۂ اجمیر پر محمود خلجی کا قبضہ	״	نظام الملک کا قلعہ کھیرلہ پر قبضہ	״
خواجہ نعمت اللہ کا تقرر	״	محمود کی دولت آباد کو روانگی	۴۲۶
راجہ کنبھا سے جنگ	۴۲۱	خلیفۂ عباسی کی طرف سے فرمان و خلعت	״
مندو کو واپسی	۴۲۱	محمود خلجی کی واپسی	״
منڈل گڑھ پر لشکر کشی	״	محمود خاں کا ایلچ پور پر حملہ	״
قلعہ کی فتح	״	مقبول اور قاضی خاں کی جنگ	״
راجپوتوں کی امان طلبی	״	مقبول کی فتح	״
کفر کی بیخ کنی	۴۲۲	شاہانِ دکن و مالوہ میں صلح	۴۲۷
بھیلوارہ کی تباہی	״	شیخ علاء الدین کی آمد	״

مضامین	صفحہ
ملکہ کا ظلم و ستم	۷۴۷
قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش	〃
لشکر چندیری کی آمد	۷۴۸
محافظان دروازہ بالاپور کی اطاعت	〃
ناصر الدین کا قلعے میں داخلہ	〃
ناصر الدین کی تخت نشینی	〃
مخالفین کی سزائیں	۷۴۹
ولی عہد کا تقرر اور انعامات کی تقسیم	〃
باپ بیٹے کی ملاقات	〃
ولی عہد پر شاہانہ عنایات	〃
حاکم مندسور کی بغاوت	〃
شیر خاں کا اعلانِ بغاوت	۷۵۰
شورش انگیزی	〃
بادشاہ کا غصہ	〃
غیاث الدین کا قاتل	〃
شیر خاں کی مدافعت	۷۵۱
چندیری کے شیخ زادوں کا خط شیر خاں کے نام	〃
معرکہ آرائی اور شیر خاں کی وفات	〃
بادشاہ سعد الپور میں	〃
عالم خاں کی گرفتاری	۷۵۲
سلطان ناصر الدین کی عاقبت نااندیشی	〃
بادشاہ کی مے نوشی اور خونریزی	〃
ناصر الدین کے ظلم و ستم کا ایک واقعہ	〃

مضامین	صفحہ
کچھوارہ پر لشکر کشی	۷۵۳
چیتور کا سفر	〃
احمد نظام شاہ کا برہان پور پر حملہ	〃
داؤد خاں فاروقی کی مدد	〃
شہزادہ شہاب الدین کی ناصر الدین سے	〃
ناراضگی	〃
ناصر الدین کی مخالفت	۷۵۴
باپ بیٹے میں جنگ	〃
باپ کا بلاوا بیٹے کا انکار	〃
ناصر الدین کی بیماری	〃
وفات	〃
۹۴۔ سلطان محمود ثانی بن ناصر الدین خلجی	۷۵۶
شہاب الدین خلجی کی تگ و دو	〃
محمود کی تخت نشینی	〃
بسنت رائے کا قتل	〃
امیروں کا ناروا طرزِ عمل	〃
محافظ خاں خواجہ سرا کی فتنہ انگیزی	۷۵۷
بادشاہ کے حضور محافظ خاں کی گستاخی	〃
محافظ خاں پر بادشاہ کا حملہ	〃
بادشاہ کے قتل کی سازش	〃
صاحب خاں کی بادشاہت	۷۵۸
صاحب خاں اور سلطان محمود میں جنگ	〃
صاحب خاں کا قلعہ مندو میں محصور ہونا	〃

مضامین	صفحہ
بہلول کی مدافعت	۴۳۹
بہلول کا فرار	//
نحوست کا اثر	//
شیخ سعد اللہ لاری کا انتقال	//
شہزادوں کی مخالفت	//
شہزادہ ناصر الدین کا فرار	//
ناصر الدین کے قتل کی سازش	۴۴۰
ناصر الدین مندو میں	//
شجاعت خاں اور اس کے بیٹوں کا قتل	//
سلطان غیاث الدین کی وفات	//
۴۸۔ سلطان ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین خلجی	۴۴۱
ولادت	//
ابتدائی حالات	//
شجاعت خاں کی مخالفت	//
غیاث الدین سے شکایت	//
غیاث الدین کا اقدام	۴۴۲
ناصر الدین کی قوت میں اضافہ	//
ملکہ خورشید کی روش	//
محمود کوتوال کا قتل	//
ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت کی نئی چال	//
مولیٰ خاں بغال خاں کا قتل	۴۴۳
شیخ حبیب اللہ خواجہ سہیل کا فرار	//

مضامین	صفحہ
ناصر الدین سے قاتلوں کی طلبی	۴۴۳
ناصر الدین کے گھر کا محاصرہ	//
ناصر الدین کے نام سلطان غیاث الدین کا پیغام	//
باپ بیٹے میں صلح	//
ملکہ خورشید کی ایک اور چال	۴۴۴
ناصر الدین اور غیاث الدین میں دوبارہ نا اتفاقی	//
حریفوں کا نیا حربہ	//
ناصر الدین کی مدافعت کے لیے تاتار خاں کی نامزدگی	//
تاتار خاں کی پریشانی	۴۴۵
ناصر الدین قصبہ حاویہ میں	//
ملک محمود اور شہزادہ شجاعت کے لشکر میں جنگ	//
ناصر الدین اجین میں	//
سلطان غیاث الدین کا پیغام ناصر الدین کے نام	//
ناصر الدین کی ککھن خاں سے جنگ	۴۴۶
ککھن خاں سے دوسری جنگ	//
ناصر الدین کو شکست جہاں نما میں	//
بادشاہ کی واپسی	//
ملکہ کی ناراضگی	۴۴۷
قلعے کا محاصرہ	//
اہل قلعہ کی پریشانی	//

مضامین	صفحہ
میدنی رائے کا پیغام بادشاہ کے نام	۷۶۸
بادشاہ کا مصالحانہ جواب	″
میدنی رائے کی احتیاطی تدابیر	۷۶۹
سلطان محمود گجرات میں	″
سلطان مظفر اور سلطان محمود کی ملاقات	″
سلطان محمود کی مدد کا وعدہ	″
سلطان مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی	″
میدنی رائے کا فرار	۷۷۰
دھار کی فتح اور مندو کا محاصرہ	″
قلعۂ مندو کی فتح	″
قلعۂ مندو سلطان محمود کی تحویل میں	″
سلطان مظفر دھار میں	″
سلطان مظفر کی مندو میں واپسی	″
سلطان مظفر کی گجرات کو روانگی	۷۷۱
کاکرون پر محمود کا حملہ	″
رانا سنگا کی تیاریاں	″
رانا سنگا، سلطان محمود کے مقابلے پر	″
مالوی لشکر کی تباہی	۷۷۲
دشمن پر سلطان محمود کا حملہ	″
محمود کی عدیم المثال بہادری	″
رانا سنگا کا سلطان محمود سے اچھا برتاؤ	″
مالوہ میں بدامنی اور انتشار	۷۷۳
امرا کی سرکشی	″
زوال کے آثار	″

مضامین	صفحہ
سلطان محمود کا سلہدی پوربیہ پر حملہ	۷۷۳
سلہدی پوربیہ کی شکست	″
شہزادہ چاند خاں گجراتی مندو میں	۷۷۴
رضی الملک گجراتی کی کوشش	″
سلطان بہادر کا خط محمود کے نام	″
بہادر گجراتی کی مالوہ پر حملے کی تیاریاں	″
جے پور کے بعض پرگنوں پر لشکر کشی	″
محمود خلجی سارنگ پور میں	۷۷۵
محمود خلجی کی بہادر گجراتی سے شکایت	″
محمود خلجی کا پیغام بہادر گجراتی کے نام	″
سلطان بہادر کی شرافت	″
سلطان محمود کی کم عقلی کا ایک اور مظاہرہ	″
قلعۂ مندو کا محاصرہ	۷۷۶
دمِ واپسیں	″
قلعۂ مندو پر بہادر گجراتی کا قبضہ	″
محمود کا اپنے اہل و عیال کو قتل کرنیکا ارادہ	″
دونوں بادشاہوں کی ملاقات	۷۷۷
تغیرِ مزاج	″
محمود خلجی کی گرفتاری	″
محمود خلجی کا قتل	″
سلطنت خلجیہ کا خاتمہ	″
۵۰۔ سلاطین خلجیہ کے بعد مالوہ کی حالت	۷۷۹
سلطان بہادر گجراتی کا غلبہ	″

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
صاحب خاں کے نام سلطان محمود کا پیغام	۶۵۸	صدر خاں اور مخصوص خاں کی علیحدگی	۶۶۳
قلعے کا محاصرہ	۶۵۹	لشکر دہلی کی واپسی	//
محافظ خاں کا فرار	//	ایک دوسری روایت	۶۶۴
محافظ خاں کی آوارہ گردی	//	محافظ خاں کی آمد	//
اقبال خاں اور مخصوص خاں کی مندو کی طرف	//	لڑائی اور محافظ خاں کی ہلاکت	//
آمد	//	صلح	//
شہاب الدین کا انتقال	//	سلطان محمود کی واپسی	//
اقبال خاں اور مخصوص خاں	۶۶۰	سلطان محمود کی ستم کشی	۶۶۵
افضل خاں اور اقبال خاں کا قتل	//	ہندو نوازی	//
حاکم چندیری کی طلبی	//	مسلم آزار حرکات	//
سکندر خاں کی بغاوت	//	قلعۂ مندو پر علی خاں کا قبضہ	//
سکندر خاں کی مدافعت	۶۶۱	علی خاں کا فرار اور قتل	//
منصور خاں کا فرار	//	سلطان محمود کی پریشانی	۶۶۶
سکندر خاں کی امان طلبی	//	میدنی رائے کی ملازمت سے برطرفی	//
ایک نیا فتنہ	//	راجپوتوں کا پیغام بادشاہ کے نام	//
بہجت خاں کا اقدام	//	میدنی رائے کی دُور اندیشی	//
سلطان محمود کی بے دست و پائی	۶۶۲	میدنی رائے کی خطاؤں کی معافی	۶۶۷
بے دینی کا دور دورہ	//	سالباہن کی مخالفانہ روش	//
بادشاہِ دہلی سے مدد کی درخواست	//	بادشاہ کی بلند ہمتی	//
محافظ خاں دہلی میں	//	سالباہن کا قتل	//
مالوہ میں بدامنی	//	راجپوتوں کا اشتعال	//
سلطان مظفر کی واپسی	۶۶۳	راجپوتوں سے بادشاہ کی جنگ	//
سکندر اور ملک لودہ کی جنگ	//	بادشاہ کی بہادری	۶۶۸
دہلی کے لشکر اور صاحب خاں کی آمد	//	بادشاہ کو میدنی رائے کا مشورہ	//

مضامین	صفحہ
مالوہ پر اکبر کی نظریں	٧٩١
مغل فوج مالوہ میں	٧٩١
باز بہادر کا فرار	″
گانے والیوں کا حشر	″
روپ متی کی تلاش	″
ادھم خاں کا پیغام روپ متی کے نام	٧٩٢
روپ متی کی صحت یابی	″
ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا	″
پیٹ کی ماری روپ متی	″
ادھم خاں کو روپ متی کا جواب	″
ادھم خاں روپ متی کے مکان پر	٧٩٣
عشق و ہوس کا فرق	″
کشتۂ عشق	″
ادھم خاں کی معزولی	″
باز بہادر کے استیصال کی کوشش	″
مالوی، براری اور برہان پوری فرمانرواؤں	″
کا اتحاد	″
مالوے سے مغلوں کا اخراج	٧٩٤
باز بہادر کی دوبارہ تخت نشینی اور جلاوطنی	″
باز بہادر، اکبری بارگاہ میں	″
برہان پور کے فاروقی سلاطین VIII	٧٩٥
٥٤۔ ملک راجہ فاروقی	٧٩٧
خاندانی حالات	″

مضامین	صفحہ
سلطان فیروز شاہ کا ایک واقعہ	″
فیروز شاہ اور ملک راجہ میں ملاقات	″
لطفِ شاہانہ	″
ملک راجہ مرتبۂ امارت پر	٧٩٨
راجہ بہارجی پر حملہ	″
ملک راجہ کی خوش اسلوبی	″
ملک راجہ کی ترقیٔ اقبال	″
مرتبۂ بادشاہت	٧٩٩
ملک راجہ اور دلاور خاں میں برادرانہ تعلقات	″
سلطان پور اور اندر بار پر حملہ	″
ملک راجہ اور مظفر گجراتی میں صلح	″
ملک راجہ فاروقی کا انتقال	٨٠٠
مؤرخ فرشتہ کی تحقیق	″
ملک راجہ فاروقی کا سلسلۂ نسب	″
شیخ زین سے ارادت	″
٥٥۔ نصیر خاں فاروقی بن ملک راجہ فاروقی	٨٠١
علم دوستی	″
خاندیش میں نصیر کے نام کا خطبہ	″
قلعۂ اسیر	″
آسا اہیر	″
آسا اہیر کا اقتدار	٨٠٢
زبردست قحط	″
نصیر خاں کا ارادۂ تسخیر قلعۂ اسیر	″

مضامین	صفحہ
سلہری پوربیہ کا حشر	۴۷۹
سلطان بہادر کی چینانیر کو واپسی	″
مندو پر ہمایوں کا قبضہ	″
۵۱- سلطان عبدالقادر	۴۸۰
شیر شاہ سوری کا پیغام عبدالقادر کے نام	″
عبدالقادر کی خفگی	″
شیر شاہ کے نام جوابی فرمان	″
شیر شاہ کا اجین پر قبضہ کرنے کا ارادہ	۴۸۱
عبدالقادر کا سارنگ پور میں قیام	″
شیر شاہ کی رفاقت — ایک مہنگا سودا	″
شیر شاہ کی معاملہ فہمی	۴۸۲
عبدالقادر کا فرار	″
۵۲- شجاع خاں	۴۸۲
نصیر خاں کا شجاع پر حملہ	″
معرکہ آرائی	″
نصیر خاں کی شکست	″
سلطان عبدالقادر کا دھار پر حملہ	″
عبدالقادر کی شکست	″
شجاع خاں کے اقتدار میں اضافہ	″
سلیم شاہ سے شجاع کی شکایت	۴۸۵
شجاع خاں پر حملہ	″
شجاع خاں کا زخمی ہونا	″

مضامین	صفحہ
پرسش حال	۴۸۵
شجاع کا پیغام سلیم شاہ کے نام	۴۸۶
سلیم شاہ کا شجاع کے گھر جانا	″
بادشاہ کے قتل کی ناکام سازش	″
صاف گوئی	″
شجاع خاں کی سارنگ پور کو روانگی	″
شجاع خاں کا تعاقب	۴۸۷
شجاع کی بانسوالہ کو روانگی	″
شجاع کی معافی اور بحالی	″
سلیم شاہ کا انتقال	″
مملکت کی تقسیم	۴۸۸
بادشاہت کے خواب	″
وفات	″
۵۳- باز بہادر	۴۸۹
دولت خاں سے جنگ اور صلح	″
دولت خاں کا قتل	″
بادشاہت	″
رائسین اور بھیلسہ پر قبضہ	۴۹۰
کدوالہ کی فتح	″
رانی درگاوتی سے جنگ	″
باز بہادر کی شکست	″
موسیقی سے دلچسپی	″
روپ متی سے عشق	″

مضامین	صفحہ
سلطان محمود بیکرا کی روانگی	٨١٤
محمود بیکرا تھالنیر میں	٨١٥
نظام شاہ اور عماد الملک کی کاویل کو روانگی	״
دکنی لشکر کا فرار	״
ملک لادن اور حسام سلطان بیکرا کی خدمت میں	״
عادل خاں کی تخت نشینی	״
محمود بیکرا کی واپسی	٨١٦
٦٠- عادل خاں فاروقی المخاطب بہ اعظم ہمایوں بن نصیر خاں فاروقی	٨١٧
ملک حسام کا ارادہ	״
ملک حسام برہان پور میں	״
ملک حسام کا قتل	״
باغیوں کا قلعہ قمع	״
عادل خاں کا خط محمود بیکرا کے نام	״
محمود بیکرا کا جواب	٨١٨
راجہ جالنا پر حملہ	٨١٨
شادی آباد مندو کا سفر	״
انتقال	״
٦١- میراں محمد شاہ فاروقی بن عادل خاں فاروقی	٨١٩
مرتبۂ شاہی	٨٢٠
نظام شاہ اور عماد الملک میں جھگڑا	״
نظام شاہ سے جنگ	״

مضامین	صفحہ
میراں محمد کی فتح ۔ اور شکست	٨٢٠
بہادر گجراتی کی آمد	٨٢١
عماد الملک کی پریشانی	״
میراں محمد شاہ کی تدبیر	״
برار میں بہادر گجراتی کے نام کا خطبہ	״
فتح مندو	٨٢٢
برہان نظام کی پریشانی	״
برہان نظام شاہ اور بہادر گجراتی میں صلح	״
دوڑ دھوپ	״
نصیر الدین ہمایوں گجرات میں	״
برہان نظام کا خط ہمایوں کے نام	٨٢٣
ہمایوں کی مندو کو روانگی	״
مغل امراء کا مالوہ سے اخراج	״
میراں محمد شاہ کی حکومت گجرات پر	״
میراں محمد شاہ کی وفات	٨٢٤
٦٢- میراں مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی	٨٢٥
تخت نشینی	״
امرائے گجرات کا فیصلہ	״
محمود گجراتی کی رہائی	״
عماد الملک برہان پور میں	״
سلطان محمود گجراتی سے جنگ	٨٢٦
سلطان پور اور نذربار مبارک شاہ کے قبضے میں	״
باز بہادر کی آمد اور پیر محمد کا حملہ	״

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
تسخیر قلعہ کا پر فریب طریقہ	۸۰۳	وفات	"
آسا اہیر کا قتل	"	۵۶- میراں عادل خاں بن نصیر خاں فاروقی	۸۰۹
قلعۂ اسیر کی فتح	"	۵۷- مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی	۸۱۰
فاروقی عمال کی دیانت داری	"	۵۸- میراں عینا عرف عادل خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی	۸۱۱
شیخ زین الدین کی آمد	۸۰۴	استقلال اور شان و شکوہ	"
فیض صحبت	"	مالی گڑھ	"
شیخ زین الدین کی خواہش	"	سلطان جھارکھنڈی	"
زین آباد اور برہان پور کی تعمیر	"	غرور و تکبر	"
ارادۂ تسخیر قلعۂ تھالنیر	۸۰۵	گجراتیوں کی لشکر کشی	"
قلعۂ تھالنیر کی فتح	"	داغ ندامت	۸۱۲
سلطان پور ندبار پر لشکر کشی	"	میراں عینا کی وفات	"
سلطان احمد گجراتی کا اقدام	"	۵۹- داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی	۸۱۳
نصیر خاں کی معافی	"	احمد نظام شاہ بحری کا حملہ	"
عزت افزائی	۸۰۶	مندوی لشکر کی آمد	"
شہزادی زینت کا عقد	"	ناصر الدین خلجی کے نام کا خطبہ	"
راجہ کانہا پر احمد گجراتی کا حملہ	"	وفات	۸۱۴
دکنیوں اور گجراتیوں کی لڑائی	"	غزنین خاں کی تخت نشینی	"
دوسری شکست	۸۰۷	عالم خاں کی تخت نشینی	"
نصیر خاں کی بیٹی کی بے کسی	"	ملک لادن کی بغاوت	"
نصیر خاں کا ارادۂ تسخیر برار	"	عادل بن نصیر کا خط	"
برار میں نصیر خاں کے نام کا خطبہ	"	شاہ گجرات کے نام	"
نصیر خاں کا برار سے اخراج	"		
ملک التجار کی آمد	۸۰۸		
ملک التجار اور نصیر خاں میں جنگ	"		

مضامین	صفحہ
قلعۂ اسیر پر اکبر کا قبضہ	٨٣٨
قلعۂ اسیر کی کیفیت	"
قلعے میں داخل ہونے کا راستہ	٨٣٩
قلعۂ مالیگر	"
فاروقی سلطنت کا خاتمہ اور بہادر خاں کا انتقال	"
سلاطین شرقیہ اور سلاطین پوربیہ کے مکمل حالات	٨٤١
سلاطین پوربی — یا — والیان بنگالہ	٨٤٣
٦٦- محمد بختیار خلجی	"
ابتدائی حالات	"
بہادری	"
بہار کی فتح	"
بہار کی وجہ تسمیہ	٨٤٤
محمد بختیار سلطان ایبک کی خدمت میں	"
آتشِ رشک و حسد	"
محمد بختیار کی ہاتھی سے لڑائی	"
دادِ شجاعت	"
لکھنوتی اور بنگالہ کی حکومت	٨٤٥
راجہ لکھمنہ	"
لکھمنہ کی پیدائش اور تخت نشینی	"
نجومیوں کی بروقت تنبیہ	٨٤٦
راجہ اور برہمنوں کی پریشانی	٨٤٦
شہر نودیہ پر بختیار کا حملہ	"
بختیار کی فتوحات	"
رنگ پور کی بنیاد	"
تبت کو فتح کرنے کا ارادہ	٨٤٧
بختیار — ابر دہن میں	"
دریائے تیمکری	"
راجہ کامرود کی بروقت تنبیہ	"
شہر اور قلعے کا محاصرہ	٨٤٨
شہر کرسین کی کیفیت	"
محمد بختیار کی واپسی	"
مشکلیں ہی مشکلیں	٨٤٩
راجہ کامرود کا ارادہ	"
دریا عبور کرنے کی تدبیر	"
لشکر کی غرقابی	"
محمد بختیار کی بیماری	"
محمد بختیار کا انتقال	٨٥٠
طبعی موت یا قتل	"
٦٧ سلطان فخر الدین	٨٥١
قدر خاں حاکم لکھنوتی کا حملہ اور فخر الدین کا فرار	"
دوبارہ تخت نشینی	"
سنارگاؤں — پایۂ تخت	"
لکھنوتی پر قبضہ کی ناکام کوشش	٨٥٢

مضامین	صفحہ
حاکم برار سے مدد کی درخواست	۸۲۶
مغل لشکر کی مالوہ کو روانگی	"
مغل لشکر گاہ پر حملہ اور پیر محمد کا فرار	۸۲۷
پیر محمد کی ہلاکت	"
میراں مبارک کی وفات	"
۶۳- میراں محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی	۸۲۸
چنگیز خاں کا فتنہ	"
محمد شاہ کا عزم تسخیر گجرات	"
چنگیز خاں سے جنگ اور محمود شاہ کی شکست	"
میرزاؤں کی شورش	۸۲۹
برار پر مرتضیٰ نظام کا قبضہ	"
مرتضیٰ نظام خاندیش میں	"
مرتضیٰ نظام کی واپسی	"
میراں محمد شاہ کا انتقال	۸۳۰
حسن خاں کی تخت نشینی - اور معزولی	"
۶۴- میراں راجہ علی خاں فاروقی بن مبارک خاں بن اعظم ہمایوں بن عادل خاں بن حسن خاں بن نصیر خاں بن ملک راجہ بن خان جہاں فاروقی	۸۳۱
عاقبت اندیشی	"
راجہ علی خاں کا اعلیٰ کردار	"
سید مرتضیٰ اور صلابت خاں میں جنگ	"
سید مرتضیٰ کی برہان پور میں آمد اور آگرہ کو روانگی	۸۳۲

مضامین	صفحہ
خاندیشی لشکر اور سید مرتضیٰ میں جنگ	۸۳۲
سید مرتضیٰ — اکبر کے حضور میں	"
فتح دکن کا اکبری حکم	۸۳۳
راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی میں اتحاد	"
عزیز کوکہ کا جنگ سے اجتناب	"
راجہ علی خاں کی خوشی	"
برہان نظام شاہ ثانی کے عزائم	۸۳۴
جمال خاں مہدوی کا عزم برہان پور	"
راجہ علی خاں اور جمال خاں میں جنگ	"
راجہ علی خاں کی فتح	"
احمد نگر پر اکبری حملہ	"
مغلوں اور دکنی فوجوں میں جنگ	۸۳۵
راجہ علی خاں کی ہلاکت	"
۶۵- بہادر خاں فاروقی	۸۳۶
ناتجربہ کار فرمانروا	"
بہادر آباد کی تعمیر	"
بہادر خاں کی کم عقلی	"
قلعۂ اسیر کی معموری	"
اکبر کی آمد اور قلعے کا محاصرہ	۸۳۷
افسوں و طلسمات	"
اہلِ قلعہ کی حالتِ زار	"
بہادر خاں کی مخالفت	"
بہادر خاں کے امرا کا مشورہ	۸۳۸

مضامین	صفحہ
ملک اندیل کی تخت نشینی	٨٦٣
٨٤- ملک اندیل المخاطب بہ فیروز شاہ	٨٦٤
٨٥- محمود شاہ بن فیروز شاہ	"
٨٦- سیدی بدر دیوانہ المخاطب بہ مظفر شاہ	٨٦٥
ستم شعاری	"
سید شریف مکی کا تقرر	"
بغاوت	"
جانوں کا زیاں	"
مظفر شاہ کا قتل	"
٨٧- شریف مکی المشہور بہ سلطان علاؤ الدین	٨٦٦
ہر دلعزیزی	"
تخت نشینی	"
شہر گوڑ میں لوٹ مار	"
لوٹ کے سامان کی برآمد	٨٦٧
حبشیوں کی جلاوطنی	"
امن وامان	"
حضرت قطب عالم سے عقیدت	"
انتقال	"
٨٨- نصیب شاہ بن علاؤ الدین شاہ	٨٦٨
بھائیوں سے محبت	"
افغانی امراء کی آمد	"

مضامین	صفحہ
بابر کا عزم تسخیر بنگالہ	٨٦٨
بہادر گجراتی سے دوستانہ مراسم	"
نصیب شاہ کی وفات	٨٦٩
نصیب کے بعد	"
٨٩- سلطان بہادر شاہ	"
٩٠- سلیمان کرانی افغانی	"
٩١- بایزید بن سلیمان	٨٧٠
٩٢- داؤد خاں بن سلیمان خاں	"
منعم خاں کی بنگالہ پر لشکر کشی	"
داؤد کا اکبری لشکر سے مقابلہ	"
داؤد کی شکست اور فرار	٨٧١
داؤد اڑیسہ میں	"
داؤد اور منعم میں صلح	"
داؤد کا قتل اور سلاطین پوربی کی حکومت کا خاتمہ	"
عثمان افغانی کی بغاوت	٨٧٢
سلاطین شرقیہ	"
٩٣- سلطان الشرق خواجہ جہاں	"
٩٤- مبارک شاہ شرقی	٨٧٣
٩٥- ابراہیم شاہ شرقی	٨٧٤
اہل علم کی سرپرستی	"
اقبال خاں کا جونپور کو فتح کرنے کا ارادہ	"
سلطان محمود کی ابراہیم شرقی کے پاس آمد اور روانگی	"

مضامین	صفحہ
لکھنوتی میں انقلابات	۸۵۲
فخر الدین کا قتل	〃
نظام الدین احمد بخشی کا بیان	〃
۶۸۔ علی مبارک المشہور بہ سلطان علاؤ الدین	۸۵۳
۶۹۔ حاجی الیاس المشہور بہ سلطان شمس الدین	〃
فیروز شاہ کا حملہ	〃
فیروز شاہ کی خدمت میں پیش کش	۸۵۴
انتقال	〃
۷۰۔ سکندر شاہ بن سلطان شمس الدین	〃
فیروز شاہ کی لشکر کشی	〃
۷۱۔ غیاث الدین بن سکندر شاہ	۸۵۵
۷۲۔ سلطان السلاطین بن غیاث الدین	〃
۷۳۔ شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین	〃
۷۴۔ راجہ کانس	۸۵۶
۷۵۔ سلطان جلال الدین جن مل ولد راجہ کانس	〃
قبول اسلام	〃
عدل و انصاف	۸۵۷
۷۶۔ سلطان احمد بن سلطان جلال الدین	〃
۷۷۔ ناصر الدین غلام	〃

مضامین	صفحہ
۷۸۔ ناصر شاہ بن شاہ بھنکرہ	۸۵۸
قسمت کی نیرنگی	〃
عمدہ کردار	〃
انتقال	〃
۷۹۔ باربک شاہ بن ناصر شاہ	〃
۸۰۔ یوسف شاہ بن باربک شاہ	۸۵۹
۸۱۔ سکندر شاہ	〃
۸۲۔ فتح شاہ	۸۶۰
علم دوستی	〃
فتح شاہ کے خلاف سازش	〃
۸۳۔ سلطان باربک	〃
سفلہ مزاجوں کا ہجوم	〃
امراء کا استیصال اور ملک اندیل کی آمد	۸۶۱
ملک اندیل اور باربک کی ملاقات	〃
عہد و پیمان	〃
باربک کے قتل کا منصوبہ	〃
ملک اندیل اور باربک کی ہاتھا پائی	۸۶۲
جھوٹ موٹ کی موت	〃
باربک کا حکم	۸۶۳
باربک کا قتل	〃
نئے بادشاہ کا انتخاب	〃

مضامین	صفحہ
جنگ مغلوبہ	۸۸۹
راجہ داہر کی ہلاکت	"
قلعہ ازدر پر حملہ	"
زوجہ داہر کی بہادری	۸۹۰
ملتان کی فتح	"
داہر کی بیٹیاں اور خلیفہ ولید	"
محمد بن قاسم کا عبرت ناک انجام	"
محمد بن قاسم کے بعد —!!	۸۹۱
شاہانِ جام	"
۹۸۔ ناصر الدین قباچہ	۸۹۳
سلطان معز الدین سام کا فیضِ صحبت	"
قطب الدین ایبک کی اطاعت	"
وسعت سلطنت	"
خود مختار حکومت	۸۹۴
خوارزمی لشکر سے جنگ	"
لاہور پر حملہ	"
پناہ گزین مسلمانوں کی دلجوئی	"
سلطان جلال الدین اکبر کی ہندوستان میں آمد	"
ناصر الدین قباچہ پر جلال الدین کا حملہ	۸۹۵
جلال الدین اوچھ میں	"
شہزادہ چغتائی خاں کی آمد	"
اوچھ کی آتش زدگی	۸۹۶
قباچہ کے قصبات اور شہروں کی تباہی	"

مضامین	صفحہ
جلال الدین کی عراق کو روانگی	۸۹۶
چغتائی خاں کی شورش	"
التمش کا حملہ اور قباچہ کی غرقابی	"
قباچہ کی غرقابی کی صحیح روایت	۸۹۷
۹۹۔ زمیندارانِ سندھ یعنی قبیلہ سمگان کی حکومت	۸۹۸
جام افراہ	"
جام جونا	"
۱۰۰۔ جام مانی بن جام جونا	"
فیروز شاہ کا پہلا حملہ	"
فیروز شاہ کا دوسرا حملہ	۸۹۹
جام مانی کا انتقال	"
۱۰۱۔ جام تماچی بن جام مانی	"
۱۰۲۔ جام صلاح الدین	"
۱۰۳۔ جام نظام الدین	"
۱۰۴۔ جام علی شیر	۹۰۰
۱۰۵۔ جام کران بن جام تماچی	"
۱۰۶۔ جام تغلق بن جام سکندر	"
۱۰۷۔ جام مبارک	۹۰۱

مضامین	صفحہ
قنوج پر سلطان محمود کا قبضہ	٨٧٥
ابراہیم کا قنوج پر حملہ	〃
قنوج پر ابراہیم کا قبضہ	〃
عزم تسخیر دہلی	〃
واپسی	〃
خوش حالی	٨٧٦
تھانہ پر لشکر کشی	〃
کالپی کو فتح کرنے کا خیال	〃
وفات	٨٧٧
قاضی شہاب الدین جونپوری	〃
تصانیف	〃
۹۶۔ سلطان محمود بن ابراہیم شرقی	٨٧٩
تخت نشینی	〃
حاکم مالوہ سے حاکم کالپی کی شکایت	〃
حاکم مالوہ کا جواب	〃
کالپی پر لشکر کشی	٨٨٠
حاکم مالوہ کا خط	〃
محمود شرقی کا کالپی پر قبضہ	〃
سلطان مالوہ کا عزم کالپی وچندیری	〃
محمود شرقی اور محمود خلجی میں جنگ	〃
جنگ، صلح اور پھر جنگ	٨٨١
پھر صلح	〃
حساون پر لشکر کشی	〃

مضامین	صفحہ
دہلی پر ناکام حملہ	٨٨١
دہلی پر دوبارہ حملہ	٨٨٢
وفات	〃
سلاطین سندھ اور ٹھٹھہ کے حالات	٨٨٣
۹۷۔ سندھ میں اسلام کی ترویج واشاعت	٨٨٥
حجاج کا ارادۂ تسخیر ہندوستان	〃
مکران کی فتح	〃
عرب و ہند کے تعلقات ظہور اسلام سے پہلے	〃
راجہ سراندیپ کی اسلام دوستی	〃
مسلمان عورتوں کی گرفتاری	٨٨٦
راجہ داہر کے نام حجاج کا خط اور اسکا جواب	〃
اہل دیبل سے جنگ بدمن کی شہادت	〃
محمد بن قاسم اور دیبل کا محاصرہ	〃
دیبل کا عظیم الشان مندر	〃
جادو کا اثر	٨٨٧
مندر کی فتح	〃
ہرواں کی فتح	〃
سیوان کے برہمن	〃
سیوان کی فتح	٨٨٨
حصار سلیم کی فتح	〃
ہیلیسہ اور محمد بن قاسم کی جنگ	〃
نجومیوں کی حق گوئی	〃
راجہ داہر سے جنگ	٨٨٩

مضامین	صفحہ
شیخ یوسف چشتی کا انتخاب	۹۱۳
قبیلۂ لنگاہ کے سردار کا پیغام	"
رائے سہرہ کی ملتان میں آمد و رفت	"
رائے سہرہ کی بدنیتی	۹۱۴
شاطرانہ چال	"
۱۱۹۔ قطب الدین لنگاہ	۹۱۵
تخت نشینی	"
یوسف چشتی کا شہر بدر ہونا	"
شیخ یوسف دہلی میں	"
۱۲۰۔ حسین لنگاہ بن قطب الدین	"
قلعۂ شور پر حملہ	"
قلعۂ شور پر حسین لنگاہ کا قبضہ	۹۱۶
قلعۂ چنیوٹ کی فتح	"
بہلول لودھی کا عزم تسخیر ملتان	"
شہاب الدین کی بغاوت	"
دہلوی فوج کی آمد آمد حسین لنگاہ کا اپنے لشکر	۹۱۷
سے خطاب	"
دہلوی فوج پر حملہ	"
حسین لنگاہ کی فتح	"
ملک سہراب بلوچ کی آمد	"
جام بایزید اور جام ابراہیم کی آمد	۹۱۸
جام بایزید کی علم دوستی	"

مضامین	صفحہ
دیانت داری	۹۱۸
فرمانروائے دہلی سے صلح	"
مظفر گجراتی سے دوستانہ مراسم	۹۱۹
گجراتی عمارتیں	"
حسین لنگاہ کا علم	
ملتان کی خصوصیت	۹۲۰
حسین لنگاہ کی گوشہ نشینی	"
۱۲۱۔ فیروز شاہ لنگاہ	"
ناتجربہ کاری اور کوتاہ بینی	"
فیروز کی ہلاکت	"
عماد الملک کا حشر	۹۲۱
حسین لنگاہ کی وفات	"
۱۲۲۔ محمود شاہ لنگاہ	"
اوباشوں کی صحبت	"
جام بایزید کے خلاف سازش	۹۲۲
عالم خاں سے بدسلوکی	"
عالم خاں کی بہادری	"
جام بایزید کی قلعۂ شور کو روانگی	۹۲۳
تعاقب کی ناکام کوشش	"
جام بایزید اور سکندر لودھی میں خوشگوار مراسم	"
محمود لنگاہ کا قلعۂ شور پر حملہ	"
میر عماد گردیزی	"

مضامین	صفحہ
۱۰۸۔ جام اسکندر بن جام فتح بن جام سکندر	۹۰۱
۱۰۹۔ جام سنجر	//
۱۱۰۔ جام نظام الدین المشہور بہ جام نندا	//
شاہ بیگ ارغوان کا حملہ	//
قلعۂ سوہی پر نندا کا دوبارہ قبضہ	//
میرزا عیسیٰ خاں کا حملہ	۹۰۲
بھکر پر شاہ بیگ کا قبضہ	//
سیوان پر شاہ بیگ کا قبضہ	//
سندھیوں کی بزدلی	//
جام نندا کا انتقال	//
۱۱۱۔ جام فیروز	۹۰۳
جام صلاح الدین کی یورش	//
دریا خاں کا اقتدار	//
جام صلاح الدین کا سندھ پر قبضہ	//
سندھ پر جام فیروز کا دوبارہ قبضہ	//
سندھ پر شاہ بیگ ارغوان کا قبضہ	۹۰۴
جام فیروز گجرات میں	//
جام فیروز گجراتی امیروں کی صف میں	//
خاندانِ سمگاں کی حکومت	//
۱۱۲۔ شاہ بیگ ارغون	۹۰۵
امیر ذوالنون	//

مضامین	صفحہ
شاہ بیگ کے سندھ پر حملے	۹۰۵
شاہ بیگ کی سندھ پر حکومت	//
عادات و کردار	//
۱۱۳۔ شاہ حسین	۹۰۶
ملتان پر قبضہ	//
اہل ملتان سے برتاؤ	//
ہمایوں سندھ میں	//
شاہ حسین کی چالاکی	۹۰۷
ہمایوں اور شاہ حسین میں صلاح	//
کامران میرزا کی آمد	//
شاہ حسین کا انتقال	//
۱۱۴۔ میرزا عیسیٰ ترخان	//
۱۱۵۔ میرزا باقی	۹۰۸
۱۱۶۔ میرزا جانی	//
عبد الرحیم خاں خاناں کی آمد	//
خان خاناں اور میرزا جانی میں جنگ	//
خان خاناں کے لشکر میں قحط	۹۰۹
میرزا جانی اکبری امراء کی صف میں	//
۱۱۷۔ سلطان محمود بھکری	//
سلاطین ملتان	۹۱۰
۱۱۸۔ شیخ یوسف چشتی	۹۱۳
مغلوں کے حملے	//

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
۱۲۶- جمشید شاہ بن سلطان شمس الدین	۹۳۸	۱۲۸- سلطان شہاب الدین بن شمس الدین	۹۳۹
علی شیر کی بغاوت	؍؍	پنجاب پر حملہ	؍؍
جمشید کی معزولی اور وفات	؍؍	راجہ نگرکوٹ کی اطاعت	۹۴۰
		شہزادوں کی جلاوطنی	؍؍
۱۲۷- سلطان علاؤالدین بن سلطان شمس الدین	۹۳۹	انتقال	؍؍

مضامین	صفحہ
میر عماد — جام بایزید کے پاس	۹۲۴
جام بایزید کی علم دوستی	″
میرزا شاہ حسین ارغنوں کا ہنگامہ	″
شیخ بہاؤ الدین قریشی اور مولانا بہلول،	۹۲۵
میرزا ارغوان کی خدمت میں	″
محمود کا انتقال	″
۱۲۳۔ حسین شاہ ثانی بن محمود شاہ لنگاہ	″
شجاع الملک بخاری کا اقتدار	″
ملتان پر حسین ارغنون کا قبضہ	۹۲۶
حسین لنگاہ کی گرفتاری	″
سلاطینِ کشمیر	۹۲۷
۱۲۴۔ خطۂ کشمیر	۹۲۸
جغرافیائی حالات	″
موسم	″
میوہ جات	۹۳۰
باغات	″
کشمیر کے حسن کی تعریف	″
مندروں کی تعمیر	″
عجیب و غریب حوض	۹۳۱
عجیب و غریب درخت	″
چشمۂ فال	″
ایک دل کشا عمارت	۹۳۲
راج دان	۹۳۲
"ظفرنامہ" کے موقف کا بیان	″
سری نگر	۹۳۳
کشمیر کے راستے	″
کشمیریوں کا مذہب	″
فرقۂ نوربخش	″
فقۂ احوطہ	۹۳۴
نوربخشیوں کے عقائد	″
مہلات فرقۂ نوربخش	″
آفتاب پرست	۹۳۵
کشمیریوں کا موجودہ مذہب	″
۱۲۵۔ سلطان شمس الدین	۹۳۶
شاہ میراں کی کشمیر میں آمد	″
راجہ ارجن کی ملازمت	″
شاہ میرزا کے بیٹے	″
راجہ ارجن کی وفات	″
رانی کولا دیوی	۹۳۷
شاہ میرزا کی خود مختار حکومت	″
دیکھو میر بخشی	″
شمس الدین کا عہدِ حکومت	″
گوشہ نشینی اور	۹۳۸
وفات	″

تذکرہ

سلاطین بیجاپور

یعنی

سلاطین عادل شاہ

طریقۂ خریداری

آپ صرف ایک خط لکھ کر تاریخ فرشتہ کے ممبر بن سکتے ہیں، ممبری فیس کچھ نہیں۔ ممبران کو ماہانہ یا دو ماہی ایک ایک قسط -/۱۰ روپے کے وی پی سے روانہ کی جاتی ہے، اگر پانچ حضرات یکجا وی پی منگائیں گے تو ۵ قسطیں -/۴۵ روپے کے وی پی سے روانہ کی جاتی ہیں۔ آپ اب تک طبع شدہ تمام قسطیں یکمشت بھی طلب فرما سکتے ہیں۔ تاریخ فرشتہ جلد اول (یعنی قسط ۱ تا ۷) مجلد کرالی گئی ہے۔ مجلد کی قیمت -/۵۷ روپے ہے آپ مجلد بھی طلب فرما سکتے ہیں اس کے لئے -/۵ روپے پیشگی بذریعہ منی آرڈر بھیجنا ضروری ہے، اسکے بعد جلد اول مجلد -/۷۰ روپے کے وی پی سے روانہ کردی جائے گی ممبران کو محصول ڈاک معاف ہے، امید ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔

اس کے علاوہ بھی

اپنی ضرورت کی ہر کتاب کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر خط لکھیں

منیجر مکتبہ ملّت دیوبند (یوپی)

(۲۴۷۵۵۴)

یُوسف عَادل شاہ ؒ

ابتدائی حالات

مؤرخین کا بیان ہے کہ عادل شاہی خاندان کا بانی ابُوالمظفر سلطان یُوسف عادل شاہ سلاطین رُوم یعنی آلِ عثمان کی نسل سے تھا۔ اس فرمانروا کے حالات یوں بیان کیے جاتے ہیں کہ قسطنطنیہ کے فرمانروا مراد کا ۸۵۴ھ میں انتقال ہوگیا اور سلطان کا بڑا بیٹا سلطان محمد باپ کا جانشین ہوا سلطان محمد کی علم دوستی اور ہنر پروری تمام دنیا میں ضرب المثل کی طرح مشہور ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر مولانا عبدالرحمٰن جامی نے بھی اس عظیم المرتبت بادشاہ کی تعریف میں چند قصیدے لکھے تھے۔

سلطان محمّد

سلطان محمد کی تخت نشینی کے بعد ارکان دولت نے بادشاہ سے عرض کیا۔ سلطان مُرادِ مرحوم کے عہدِ حکومت میں ایک شخص گزرا ہے جو سلطنت کا دعویدار تھا، وہ اپنے آپ کو یلدرم بایزید کا بیٹا بتا کر ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرنے کا خواہاں تھا۔ سلطنت کے اس جھوٹے دعویدار کی وجہ سے حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہوگئیں آخرکار بڑی مشکلوں سے اس فتنے کو فرو کیا گیا۔ اس لیے اب مناسب یہی ہے کہ ولی عہد کے علاوہ تمام عثمانی شہزادوں کو تہ تیغ کر دیا جائے، تاکہ ملک میں کوئی فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔

شہزادہ یوسف کے قتل کا حکم

سلطان محمد کو ارکین دولت کا یہ مشورہ معقول و مناسب معلوم ہوا، لہٰذا اس نے اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ یوسف کے قتل کی اجازت دیدی درباری امراء شاہی حرم سرا کے دروازے پر آئے تاکہ بے گناہ یوسف کو قتل کرکے اس کی لاش کو باہر لائیں اور رعایا کو یہ بتائیں کہ شاہ وقت کے بعد ولی عہد کے علاوہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں رہا کہ جس کی رگوں میں عثمانی خون دوڑ رہا ہو اور جو سلطنت کا دعویدار ہوسکے۔

ملکہ کی التجا

سلطان محمد کی ماں کو اپنے چھوٹے بیٹے یوسف سے بہت محبّت تھی، بیگم کو جب اس واقع کی اطلاع ہوئی تو وہ حرم سرا کے دروازے پر آئی، اس نے بڑی عاجزی اور منت سماجت سے امراء سے کہا۔ اس معصوم اور کمسن شہزادے کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اگر مصلحت اسی میں ہے

یہاں اپنی منت پوری کی، شہزادہ یوسف کو بھی ہمیشہ کے لیے شیخ صفیؒ کا معتقد بنایا اور اس مقام سے ساوہ آیا۔ خواجہ نے شہزادہ یوسف کو اخفائے راز کی سختی سے تاکید کی اور اپنے بیٹوں کے ساتھ اسے بھی مکتب میں داخل کروا دیا۔ دوسرے سال ملکہ جب بیٹے کی جدائی سے بہت بے قرار ہوئی تو اس نے اپنے ایک قابل اعتبار ملازم کو شہزادے کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے ساوہ روانہ کیا۔

ملکہ کا ملازم ساوہ پہنچا۔ اس نے شہزادہ کو آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا۔ شہزادے کی تعلیم و تربیت اور صحت کی عمدگی کے بارے میں ملکہ کو خوشخبری سنانے کے لیے واپس روانہ ہوا، جب یہ ملازم اسکندریہ پہنچا تو وہاں ایک مرض میں مبتلا ہو کر صاحبِ فراش ہو گیا، وہ تقریباً ڈیڑھ سال تک اسکندریہ میں رہا۔ تیسرے سال یہ قاصد قسطنطنیہ پہنچا اور ملکہ کو اس نے شہزادہ یوسف کے حالات سے باخبر کیا۔ ملکہ اپنے جگر گوشے کے حالات سن کر بے انتہا خوش ہوئی۔ اُس نے بارگاہِ خداوندی میں نیازمندانہ سجدہ ریزی کی اور مستحقین اور بزرگوں کو صدقے اور نذریں روانہ کیں۔

افشائے راز اس کے بعد ملکہ نے شہزادہ یوسف کی دائی، اس کے بیٹے غضنفر آقا اور بیٹی دلشاد آقا کو گراں قدر سازوسامان اور اعلیٰ و نفیس تحفے تحائف کے ساتھ چوری چھپے اپنے بیٹے کے پاس ساوہ کی طرف روانہ کیا۔ ان دنوں خواجہ اپنے تاجرانہ کاروبار کے سلسلے میں ہندوستان گیا تھا، اس لیے "راز" کی پوری طرح حفاظت نہ ہو سکتی تھی۔ عماد کے گھر والوں نے غضنفر آقا اور اس کی بہن کی باتوں اور اعمال سے اصل معاملے کو بھانپ لیا اور اتنے عرصے کا پوشیدہ راز لمحوں میں فاش ہو گیا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر ساوہ کے حاکم تک پہنچی، جس کا نام آقا تویلو ترکمانی تھا۔

حاکم ساوہ نے مال و دولت کے لالچ میں غضنفر آقا وغیرہ سے چار سو تومان حاصل کیے اس واقع سے کچھ دنوں پہلے شہزادہ یوسف اور ساوہ کے حاکم کے ایک رشتہ دار میں، ایک سُنار کے لڑکے کی وجہ سے کچھ رنجش پیدا ہو گئی تھی۔ ان دونوں وجوہات کی بنا پر شہزادہ یوسف نے بلدہ میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور "قم" نامی شہر میں چلا گیا۔ اس نے یہ عہد کیا کہ ساوہ میں جب تک موجودہ حکمران صاحبِ اقتدار رہے گا وہ اس شہر میں نہ جائے گا۔ شہزادہ یوسف کاشان اور اصفہان کی سیر کرتا ہوا شیراز پہنچا۔ کچھ دنوں تک اس نے شیراز کے فطری مناظر سے دل بہلایا، اسی دوران میں اُسے خبر ملی کہ ساوہ کا حکمران معزول کر دیا گیا ہے، یہ خبر سُن کر شہزادے نے ساوہ جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک رات اُس نے خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔

تو ایک دن کی مہلت دی جائے تاکہ میں رات بھر ہمیشہ کے لیے جُدا ہونے والے جگر گوشے کو دیکھتی رہوں"
امیروں نے ملکہ کی درخواست کو منظور کرنے میں کوئی قباحت نہ دیکھی اور شہزادہ یوسف کے قتل کو اس دن
کی بجائے دوسرے دن پر اٹھا رکھا اور حرم سرا کے دروازے سے لوٹ آئے۔

ملکہ کی تدبیر

امیروں کے چلے جانے کے بعد ملکہ نے خواجہ عماد الدین محمود گرجستانی ساکن سادہ کو بلایا
خواجہ عماد ایک مشہور سوداگر تھا جو ایران سے بیش قیمت اشیاء لاکر عثمانی حرم سرا میں
فروخت کیا کرتا تھا۔ ملکہ نے اس سے کہا: "اگر تمھارے پاس چند ایسے غلام ہوں جو قابلِ فروخت ہوں
تو انھیں میرے پاس لے آؤ"۔ خواجہ عماد نے پانچ گرجی اور دو چرکسی غلام ملکہ کی خدمت میں پیش کیے۔
چرکسی غلاموں میں سے ایک، شہزادہ یوسف سے بڑی مشابہت رکھتا تھا۔ ملکہ نے چوری چھپے اس غلام
کو خرید لیا۔

شہزادہ یوسف کی بلادِ عجم کو روانگی

اس کے بعد ملکہ نے خواجہ عماد کو تمام واقعہ سنایا اور کہا اگر تمھیں
حقوق نمک کا کچھ احساس ہے تو تم میری مدد کرو۔ شہزادہ
یوسف کو غلاموں کے گروہ میں شامل کر کے اسے جلد از جلد بلادِ عجم میں پہنچا دو۔ میں اس خدمت کے صلہ
میں تمھیں مالا مال کر دوں گی۔ خواجہ عماد نے حق نمک یا مال و دولت کے خیال سے اس خدمت کو انجام دینے
کی ہامی بھر لی۔ اس نے شہزادہ یوسف کو اپنے ہمراہ لیا اور راتوں رات ایک قافلے کے ساتھ بغداد کی
طرف روانہ ہو گیا۔

خواجہ عماد نے یہ منت مانی کہ اگر وہ شہزادہ یوسف کو لے کر صحیح و سلامت بلادِ عجم کی سرحد تک
پہنچ جائے گا تو اپنے مال کا پانچواں حصہ حضرت شیخ صفیؒ کے مزار اور خانقاہ کے مصارف کے لیے
نذر کر دے گا۔ دوسرے روز دولتِ عثمانیہ کے امیر وعدے کے مطابق شاہی حرم سرا کے دروازے
پر آئے اور انھوں نے ملکہ سے شہزادہ یوسف کو طلب کیا۔ ملکہ نے ان امیروں میں سے ایک کو انعام د
اکرام دینے کی نیت سے اپنا بنا کر حرم سرا کے اندر بلایا۔ اس امیر نے اس غلام کو، جسے ملکہ نے خواجہ
عماد سے خریدا تھا، یوسف کی جگہ قتل کیا۔ لاش کو شاہی رسوم کے مطابق کفنا کر حرم سرا سے باہر لایا گیا۔
جس امیر نے فرضی شہزادہ یوسف کو قتل کیا تھا، چونکہ وہ قابلِ اعتبار اور بلند پایہ امیر تھا اس لیے باقی
امرا نے اصل صورتِ حال کی تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی اور غلام کی لاش کو شہزادے کی لاش سمجھ کر دفن
کر دیا۔

شہزادہ یوسف کی تعلیم و تربیت

خواجہ عماد شہزادہ یوسف کو ہمراہ لے کر اردبیل پہنچا، اس نے

اور کمال فن سپاہ گری کو دیکھتے ہوئے اس نے نظام شاہ بہمنی اور اس کی والدہ، مخدومہ جہاں سے یوسف کا ذکر کیا۔ اس کے بعد شہزادہ یوسف کو خواجہ عماد سے خرید اگیا اور یوں یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں شامل ہوگیا۔

مندرجہ بالا واقعات مرزا محمد سادہ نے یوں بیان کیے ہیں۔ اس نے یہ سب کچھ اپنے باپ اور یوسف عادل شاہ کے وزیر غیاث الدین محمد سے سنا تھا، شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجو نے یوسف عادل شاہ کے جو حالات لکھے ہیں، ان سے بھی متذکرہ بالا روداد کی تصدیق ہوتی ہے۔

جواہر نامی ضعیفہ کی روایت

شاہ حسین نے تحریر کیا ہے کہ جواہر نامی ایک بوڑھی عورت (جو ماں کی طرف سے سلاطین بہمنیہ اور باپ کی طرف سے شاہ نعمت اللہ ولی کی نسل سے ہیں) نے بیان کیا ہے کہ۔ "میں اپنی جوانی کے زمانے میں ایک مرتبہ احمد آباد بیدر میں یوسف عادل شاہ کی بیٹی بی بی ستی کی مجلس میں حاضر تھی۔ بی بی ستی احمد شاہ بہمنی کی بیوی تھی۔ اور ملکہ جہاں کے نام سے پکاری جاتی تھی اس مجلس میں بہت بڑا جشن بنا تھا اور بہمنیہ خاندان کی تمام شہزادیاں موجود تھیں۔ اس خاندان میں یہ رواج تھا کہ بادشاہ کی بیوی جو ملکہ جہاں کے نام سے مخاطب کی جاتی تھی، وہ عیدین اور دیگر تہواروں کے موقعوں پر ایک خاص قسم کا زیور پہنا کرتی تھی۔

اس زیور کی ہیئت یہ تھی کہ موتیوں کی چند لڑیوں کو یکجا کر کے ان پر سونے کا ایک قبہ جس میں گراں قدر جواہرات جڑے ہوتے تھے، نصب کیا جاتا تھا۔ ملکہ جہاں دیگر شہزادیوں اور حرم سرا کی عورتوں میں اپنے آپ کو ممتاز اور نمایاں کرنے کے لیے اس زیور کو اس طرح پہنتی تھی کہ قبہ تو سر پر نصب ہوجاتا تھا اور موتیوں کی لڑیاں ماتھے اور سر کی دونوں اطراف میں لٹکا کرتی تھیں۔ بی بی ستی نے بھی حسب دستور یہ زیور پہنا اور جشن کی مجلس میں آکر دوسری عورتوں سے ممتاز جگہ پر بیٹھ گئی حاضرین مجلس میں سے ایک بہمنی شہزادی بی بی ستی کو اس نمایاں طریقے سے بیٹھی دیکھ کر جل گئی اور کہنے لگی۔ "یہ بھی خدا کی شان ہے کہ یوسف عادل شاہ کی بیٹی کو ایسا بلند مرتبہ ملا اور وہ بہمنی شہزادیوں میں سب سے اعلیٰ و برتر منصب پر فائز ہوئی"

بی بی ستی نے شہزادی کی یہ بات سُنی اور یوں جواب دیا۔ "یہ طنز، یہ گفتگو بالکل بے معنی ہے اگر تم سب شہزادیاں ہو تو میں تم سے بڑھ کر شہزادی ہوں'۔ یہ مانا کہ تم سلطان دکن کی بیٹیاں ہو۔ لیکن میں بھی تو فرماں روائے روم کی پوتی ہوں"۔ یہ کہنے کے بعد بی بی ستی نے اپنے باپ یوسف عادل شاہ کا سارا قصہ بیان کیا۔ یہ قصہ وہی تھا جو سطور بالا میں رقم کیا جا چکا ہے؛ بی بی ستی کی یہ گفتگو امیر قاسم برید نے

حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت

حضرت خضر علیہ السلام نے شہزادے سے خواب میں فرمایا کہ تم اپنے وطن جانے کا خیال نکال دو اور ابھی کچھ روز اور غریب الوطنی میں بسر کرو۔ عزیزوں اور دوستوں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرو۔ خدا کی رحمت اور مدد پر بھروسہ کرکے ہندوستان کا سفر اختیار کرو۔ ہندوستان پہنچ کر تمہارے اچھے دن آئیں گے اور تم قعر مذلت سے نکل کر تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہوگے۔

یوسف کا عزم ہندوستان

شہزادے کی جب آنکھ کھلی تو اس نے وطن جانے کا ارادہ ترک کیا اور ۸۶۴ھ میں بحری راستے سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ جہاز مصطفیٰ آباد دابل میں لنگر انداز ہوا۔ شہزادہ جہاز سے اترا اور بندرگاہ میں قیام پذیر ہوا۔ وہ روزانہ بندرگاہ کے باغات اور سبزہ زاروں میں گھوم پھر کر وقت گزارنے لگا۔ ایک روز اتفاقاً اسکی ملاقات ایک بوڑھے شخص سے ہوئی۔ اس بزرگ نے شہزادے سے اس کی احوال پرسی کی، شہزادے نے اپنی تمام سرگزشت اسے سنائی۔ بوڑھے نے شربت کا ایک پیالہ شہزادے کو عنایت کیا۔ شکریہ ادا کرکے شہزادے نے پیالہ لے لیا اور شربت پینے لگا۔

احمد آباد بیدر کو روانگی

جونہی شہزادے نے شربت کے پیالے کو منہ لگایا، وہ بوڑھا شخص ایک دم غائب ہوگیا شہزادہ سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو یہ بزرگ خضر علیہ السلام ہی تھے، الغرض خواب اور بیداری، دونوں عالم میں خضر علیہ السلام کی زیارت سے فیضیاب ہوکر شہزادہ خواجہ عماد کے ہمراہ احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔

گرجستان چونکہ گیلان کے مضافات میں ہے اس لیے خواجہ عماد اور خواجہ محمود گاواں میں دیرینہ شناسائی تھی۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑی محبت کرتے تھے، جب شہزادہ یوسف احمد آباد بیدر پہنچا، تو اس وقت اس کی عمر سترہ برس کی تھی، ابھی اس کے چہرے پر داڑھی کے بال نکلے نہ تھے۔ بیدر پہنچنے کے بعد شہزادے کو معلوم ہوا کہ بادشاہ پر ترکی غلاموں کا بہت زیادہ اثر ہے اور سلطنت کے تمام امور انھیں کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں۔ یوسف نے خواجہ عماد سے درخواست کی کہ اسے بھی بادشاہ کے ترکی غلاموں کے گروہ میں داخل کروا دیا جائے۔ خواجہ نے پہلے تو یوسف کی اس درخواست کو نامنظور کیا، لیکن جب اس کا اصرار حد سے زیادہ بڑھ گیا تو خواجہ عماد نے ساری بات محمود گاواں کے گوش گذار کی۔

یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں

محمود گاواں نے شہزادہ یوسف کو اپنے پاس بلایا اور اس کے حسن صورت و سیرت، مہارت موسیقی

کے معاملات کے سلسلے میں عبدالعزیز کے بغیر وہ خود براہِ راست محمد شاہ سے ملنے جلنے لگا اسی زمانے میں عبدالعزیز نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، محمد گاواں کی سفارش سے یوسف کو سہ صدی منصب دار اور عبدالعزیز کا جانشین یعنی امیر آخور مقرر کیا گیا۔

نظام الملک سے وابستگی

اس خدمت کو انجام دیتے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ یوسف کی بہمن نامی ایک شخص سے جو امیر آخوری کا عہدیدار تھا، شکر رنجی ہوگئی۔ یوسف نے اس خدمت سے استعفیٰ دے دیا اور ترکوں کے سب سے بڑے امیر نظام الملک سے وابستہ ہو گیا۔ یوسف عادل نے اپنے حسن سلوک سے نظام الملک پر ایسا جادو کیا کہ وہ اسے اپنا بھائی کہنے لگا اور ہر وقت اُسے اپنے ساتھ رکھتا اسی زمانے میں نظام الملک کو برار کا طرف دار مقرر کیا گیا۔ اس نے یوسف کے مرتبے میں اضافہ کر دیا اور اس کی سفارش سے یوسف کو "عادل خاں" کا خطاب شاہی بارگاہ سے عنایت ہوا۔ نظام الملک جب برار روانہ ہوا تو یوسف اس کے ساتھ ہی روانہ ہوا۔

منصب امارت

نظام الملک نے برار پہنچ کر قلعہ کھر کہ کا محاصرہ کر لیا اور ایک سال کی پیہم کوششوں کے بعد اس قلعہ کو ہندو راجہ کے قبضے سے نکال لیا جس روز فتح ہوئی، اُسی روز ایک راجپوت سپاہی کے ہاتھوں نظام الملک مارا گیا نظام الملک کی موت کی وجہ سے بہمنی لشکر میں سخت بے چینی پھیل گئی لیکن یوسف عادل نے ہمت نہ ہاری اور حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اس نے ہندوؤں کے گروہ کو تہس نہس کر دیا۔ قلعے کو مضبوط اور مستحکم کیا اور تمام مالِ غنیمت ہاتھی اور گھوڑے وغیرہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا محمد شاہ نے یوسف عادل کی بڑی عزت افزائی کی اور منصب یک ہزاری پر سرفراز کر کے بہمنی اُمراء کی جماعت میں شامل کر لیا۔

طرفداری بیجاپور

اس کے بعد یوسف عادل کی قسمت کا ستارہ روز بروز درخشاں ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کا شمار خاص الخاص اراکین سلطنت میں ہونے لگا۔ اور اُسے بیجاپور کا طرفدار مقرر کیا گیا اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد یوسف نے ملک کا انتظام بڑی عمدگی سے کیا اس نے اپنے گرد ایک لشکر جرار جمع کر لیا۔ اسی زمانے میں محمد شاہ بہمنی نے رحلت کی اور پایۂ تخت میں سخت انتشار پیدا ہو گیا اور فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا۔ یوسف عادل نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے لشکر کو پہلے سے کہیں زیادہ منظم و مرتب کیا۔ سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ کیا، بہت سے ترک اور مغل امراء کو عہدوں اور آئندہ ترقی کے وعدوں پر احمد آباد بیدر سے اپنے پاس بیجاپور میں بُلا لیا۔

بھی سنی۔ یہ امیر عادل شاہی خاندان سے بہت حسد کرتا تھا اور اس خاندان کی مخالفت کو اس نے اپنی فطرت ثانی بنا رکھا تھا۔ بی بی ستی کی گفتگو سن کر اس نے کہا "ملکہ جہاں نے اپنے نسب کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے، اس کی تحقیق کرنا بہت آسان ہے۔

یوسف عادل شاہ کے نسب کی تحقیق

امیر قاسم برید نے اپنے ایک قابلِ اعتبار شخص کو تجارت کے بہانے سے روم روانہ کیا تاکہ وہ ملکۂ جہاں کے بیان کی تحقیق کرے۔ یہ شخص قسطنطنیہ پہنچا اور اس نے شاہی حرم سرا کی ضعیف العمر عورتوں سے سلطان محمد کے بھائیوں کے بارے میں پوچھا۔ ان تمام عورتوں نے جو کچھ کہا اس سے بی بی ستی کے بیان کی لفظ بہ لفظ تصدیق ہوتی تھی اس طرح یہ بات ثابت ہوگئی کہ یوسف عادل شاہ سلطان مراد کا بیٹا ہے۔ ان تمام روایتوں کے علاوہ یوسف کے رومی النسل ہونے کا اس امر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اور اس کا بیٹا اسمٰعیل دونوں ہی رومیوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ اپنے اپنے عہدِ حکومت میں انھوں نے رومیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیا۔

لفظ "سوائی" کی تحقیق

یوسف عادل شاہ کا لقب "سوائی" تھا۔ اس کی اصل "سادی" ہے۔ چونکہ یوسف نے سادہ نامی شہر میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی، اس نسبت سے اسے "سادی" کہا جاتا تھا۔ جاہل لوگوں نے "سادی" سے "سوائی" بنالیا۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے "سوائی" (سہ ا) سے بنا ہے۔ چونکہ یوسف عادل اور اس کے ہم عصر دکنی فرماں رواؤں کی سلطنت میں ایک اور سہ ا کی نسبت تھی۔ اس لیے یوسف "سوائی" کے لقب سے مشہور ہوا۔ راقم "فرشتہ" کے نزدیک یہ توجیہہ غلط ہے، پہلی روایت زیادہ قرینِ قیاس اور صحیح ہے۔ جیس طرح شاہ "بحردی" کو عوام نے "بحری" بنالیا اسی طرح "سادی" سے "سوائی" بن گیا۔

یوسف کا امیر آخور مقرر ہونا

الغرض جب یوسف شاہی ترکی غلاموں کی جماعت میں شامل ہوگیا تو محمود گاواں نے دو تین ماہ کے بعد مخدومہ جہاں کے مشورے سے اسے عبدالعزیز خاں امیر آخور کے سپرد کیا۔ عبدالعزیز بہمنی بارگاہ کے ترکوں میں بڑا اعلیٰ مرتبہ رکھتا تھا۔ وہ شاہی اصطبل کا داروغہ تھا۔ محمود گاواں نے عبدالعزیز سے یوسف کی بہت تعریف اور سفارش کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالعزیز نے اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے امیر آخوری کے تمام فرائض یوسف کے سپرد کردیے اور خود آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرنے لگا۔ یوسف عادل نے اپنے اس مربی کی زندگی ہی میں شاہی مزاج میں بہت دخل حاصل کرلیا اور اصطبل

تھندرہ کو عبور کر کے رائچور اور مدگل کے قلعوں پر قبضہ کر لیا اور بڑی بے رحمی اور سفاکی سے ان علاقوں کو تباہ و برباد کیا۔ بہادر گیلانی نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا اور جام کھنڈی کے قلعے پر قابض ہو گیا۔

تمراج اور بہادر گیلانی کے ان ہنگاموں اور دست درازیوں کی اطلاع بیجاپور پہنچی درباریوں کی ایک جماعت نے بادشاہ کو دشمن کے ناپاک ارادوں سے باخبر کیا۔ یوسف عادل شاہ نے ان درباریوں سے کہا۔ "میں ہر معاملے میں بزرگانِ دین کی مقدس ارواح سے مدد کا طالب ہوتا ہوں۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ ائمہ دین اور حضرت شیخ صفیؒ کی برکات سے میں دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رہوں گا۔" یوسف نے اسی وقت یہ عہد بھی کیا۔ میں اپنے دشمنوں پر غالب آ گیا تو بارہ[12] اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کر کے انھیں حضرات کا کلمہ پڑھوں گا اور شیعہ مذہب کو اپنے ملک میں رائج کرادوں گا۔

قاسم برید کی سرزنش کا خیال

یوسف عادل شاہ نے ایک عجیب چال یہ چلی کہ اس نے مدگل اور رائچور کے قلعوں کا خیال کچھ عرصے کے لیے ترک کیا اور تمراج اور رائے زادہ سے صلح کر لی۔ تمراج جب واپس چلا گیا تو یوسف بہادر گیلانی کو اپنے علاقے سے باہر نکال دیا لیکن مصلحت وقت کے پیشِ نظر جام کھنڈی کے قلعے کی واپسی کے لیے جدوجہد نہ کی بلکہ اس نے سب سے پہلے امیر قاسم برید کی سرکوبی کا بیڑا اُٹھایا تاکہ اس دشمن کو اپنی راہ سے ہٹا دے۔ یوسف آٹھ ہزار ترکی اور مغل سپاہیوں کا ایک لشکر لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا، قاسم برید کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بہت ہی عاجزی سے احمد نظام الملک بحری سے مدد چاہی۔

احمد نظام الملک نے قاسم برید کی درخواست منظور کی اور پرندہ کے حاکم خواجہ جہاں کو ہمراہ لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔ قاسم برید، محمود شاہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلا اور اپنے مددگاروں سے جا ملا۔ اس نے احمد نظام اور خواجہ جہاں کے ساتھ مل کر اپنے لشکر کا میمنہ اور میسرہ درست کیا اور یوسف عادل شاہ کی طرف پیش قدمی کی۔ جو احمد آباد بیدر سے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھا۔ یوسف عادل شاہ نے بھی اپنی فوج کو منظم و مرتب کیا۔ میمنہ اور میسرہ پر بالترتیب دریا خاں اور فخر الملک تُرک کو مقرر کیا اور خود قلب لشکر میں مقیم ہوا۔ نیز اپنے رضاعی بھائی غضنفر آقا کو جو حال ہی میں شہر ساوہ سے وارد ہوا تھا ایک ہزار مغل تیر اندازوں کا سردار مقرر کیا اور اسے حکم دیا

یوسف کی خود مختاری

الغرض یوسف عادل نے فوجی قوت میں بہت حد تک اضافہ کر لیا
مثل مشہور ہے کہ "جو مارے اسی کی تلوار اور جو غالب ہو اسی کا ملک"
کے مطابق ۸۹۵ھ یا ۸۹۶ھ میں اس نے بیجاپور میں خود مختار حکومت قائم کر لی، اس نے اپنے
نام کا خطبہ پڑھوایا اور چتر شاہی سر پر رکھا۔ تقریباً پانچ ہزار ترکی اور آفاقی اشخاص نے اس کی بادشاہت
کو تسلیم کر لیا۔ یوسف نے بہت سے ایسے قلعوں کو جو سلطان محمد کے قبضے میں تھے اپنے قبضے میں
کر لیا، نیز دریائے بھورہ سے بیجاپور اور دریائے کشنہ سے رائچور تک کا علاقہ اس کی تحویل
میں آ گیا۔ یوسف نے اپنے لقب میں "خان" کی جگہ "شاہ" کا لفظ رکھا اور اپنے آپ کو "یوسف
عادل شاہ" کے نام سے مشہور کیا یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کا ہر بادشاہ "عادل شاہ" کے لقب
سے پکارا جاتا تھا۔

قاسم برید کا حسد

یوسف عادل شاہ کے اعلان بادشاہت کے بعد احمد پور بیدر سے اکثر
نامی گرامی امراء اس کے پاس آ گئے اور اس کے دربار کی رونق بڑھ گئی۔
یوسف کا یہ بلند مرتبہ دیکھ کر امیر قاسم برید حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ قاسم خود بیجاپور میں حکومت قائم
کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا، لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی، بلکہ اس کا حریف کامیاب ہو گیا۔ یہ
امیر قاسم کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا، اس لیے وہ یوسف عادل شاہ کی تباہی و بربادی کی تجویزیں
سوچنے لگا۔

قاسم برید کی سازشیں

قاسم برید نے یہ چال چلی کہ رام راج کے باپ تمراج کو (جس نے
قاسم ہی کی طرح اپنے آقا شیو رائے کے فرزند کو برائے نام راجہ
بنا رکھا تھا اور تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے) ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا
"سلطان محمود شاہ بہمنی نے رائچور اور مدگل کا قلعہ مع اس کے مضافات کے تمہارے حوالے
کر رکھا تھا، اب یوسف عادل نے ان پر قبضہ کر لیا ہے، اس لیے تمہارا فرض ہے کہ تم فوج کشی کر کے
ان علاقوں کو دوبارہ قبضے میں لے آؤ۔"

تمراج اور بہادر گیلانی کے ہنگامے

قاسم نے تمراج کے علاوہ بہادر گیلانی کو بھی یوسف
عادل کے خلاف بھڑکایا۔ بہادر ان دنوں بندر گوہ
اور دریا پار کے علاقے پر جسے اہل دکن "کوکن" کہتے ہیں، حکمران تھا۔ تمراج کو جب قاسم برید کا خط ملا تو
اس نے فوراً اپنا لشکر اکٹھا کیا اور شیو رائے کے لڑکے کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔ اس نے

ہوتے ہیں، شاہی خزانے سے انعام دیئے بادشاہ نے اس حد تک عیش پرستی کی کہ اس کی صحت پر بُرا اثر پڑا۔ اس بے اعتدالی کی وجہ سے اسے کھانسی اور بخار بھی رہنے لگا اس بیماری نے طول کھینچا اور یوسف عادل پُورے دو ماہ تک اسی جگہ یعنی دریائے کشنہ کے کنارے صاحب فراش رہا وہ خود تو سراپردۂ شاہی کے اندر رہتا اور غضنفر آقا دیوان خانہ میں بیٹھ کر امور سلطنت کو انجام دیتا۔

تمراج کی رائچور پر لشکرکشی

بادشاہ کے صاحب فراش ہونے کی وجہ سے بدخواہوں کو انتشار پھیلانے کا موقع مل گیا اور ساری فوج میں یوسف عادل کی موت کی خبر پھیل گئی۔ یہ افواہ تمراج تک بھی پہنچی اور وہ اس کی تحقیق کیئے بغیر ہی خوشی کے شادیانے بجانے لگا، اُس نے دیگر حاکموں کے صلاح مشورے سے رائے زادہ کو ساتھ لے کر رائچور کا سفر اختیار کیا، یہ واقعہ ۸۹۸ھ کا ہے، اس کے ہمراہ بیس ہزار سوار اور پیادے اور بیس ہزار ہاتھیوں کا لشکر جرار تھا۔

یوسف عادل کی صحت یابی

تمام مسلمان اُمراء اور فوجی سردار جن میں غضنفر بیگ آقا بھی شامل تھا، یہ خبر سُن کر بہت پریشان ہوئے، سب لوگوں نے سچے دل سے بادشاہ کی صحت یابی کے لیے دُعا کی۔ بارگاہِ خداوندی میں یہ دُعا قبول ہوئی اور کچھ ہی دنوں میں یوسف عادل شاہ پوری طرح صحت یاب ہو گیا۔ اس نے خداوند تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا اور شاہی خزانے کے دروازے کھول دیئے۔ اس نے مدینہ منورہ کربلائے معلّیٰ اور نجف اشرف کے ان علماء اور سادات کو جو شاہی لشکر میں مقیم تھے اور اس کے لیے دعا گو تھے، بیس ہزار ہون عنایت کیے۔ خواجہ عبدالعزیز ہروی کو بھی بیس ہزار ہون عطا کیے گئے۔ خواجہ عبداللہ، یوسف عادل شاہ کے ساتھ، ایک ہی کشتی میں سوار ہو کر ساوہ سے دکن آیا تھا۔ یوسف نے عبداللہ کو فوراً ساوہ جانے کا حکم دیا تاکہ وہاں جا کر وہ شہر میں ایک مسجد اور مینار تعمیر کروائے، نیز شہر کے بیچوں بیچ ایک نہر کھدوائے۔

تمراج سے مقابلے کی تیاری

یوسف عادل شاہ ابھی روانہ بھی نہ ہوا تھا کہ مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ تمراج دریائے تمہندرا کو عبور کر کے شاہی لشکرگاہ کی طرف آ رہا ہے تاکہ بادشاہ سے مقابلہ کرے۔ یہ خبر سُن کر یوسف عادل نے فوج کے افسروں کو حکم دیا کہ وہ مسلح ہو کر ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی گئی جب لشکر میدان میں یکجا ہوا تو یوسف عادل کو معلوم ہوا کہ فوج آٹھ ہزار دو اسپہ اور سہ اسپہ سواروں اور دو سو

کہ لشکر کا جو حصہ، دشمن سے مقابلہ کرتے وقت کمزور نظر آئے، وہ فوراً اس کی مدد کو پہنچ جائے۔

معرکہ آرائی

فریقین کے لشکر آمنے سامنے آئے اور جنگ شروع ہوگئی۔ یوسف عادل شاہ نے دشمن کے میسرہ اور قلب کے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ احمد نظام الملک نے عادل کے میسرہ کو پریشان کیا، فخر الملک زخمی ہوا اور میدانِ جنگ سے باہر نکل گیا، یوسف عادل شاہ نے اپنی فوج کا یہ حال دیکھا تو اس نے احمد نظام الملک سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کیا لیکن غضنفر نے اس سے کہا، "جنگ کا اصل سبب قاسم برید ہے، اس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہے اس لیے خواہ مخواہ لڑائی کر کے اپنی طاقت کو کم کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے میری رائے تو یہ ہے کہ اس وقت جنگ ملتوی کر دی جائے اور جس طرح بھی ہو صلح کر لی جائے۔" یوسف نے غضنفر کی رائے پر عمل کیا اور فریقین میں صلح ہوگئی۔

مولوی عالی کا بیان

مولوی عالی نے اپنی مشہور مثنوی "عادل نامہ" میں یوسف عادل شاہ کے حالات بیان کیے ہیں، اس نے لکھا ہے کہ "نلدرک" کے قریب یہ لڑائی ہوئی اور ملک نظام اس لڑائی میں موجود نہ تھا نیز اس لڑائی میں قاسم برید کو فتح حاصل ہوئی یوسف عادل شاہ بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا اور اس نے احمد نظام اور بہادر گیلانی سے صلح کر لی۔ اس صلح کی اصل وجہ بیجانگر کے پایۂ تخت کے ہنگامے اور طوائف الملوکی تھی، جس کے پیشِ نظر یوسف عادل شاہ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر تمراج کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔

بزمِ عیش و عشرت

یوسف عادل شاہ نے جلد از جلد اپنی فوج تیار کی اور انتقام کی خاطر بیجانگر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے تقریباً دس روز سیر و شکار میں بسر کیے آخر کار دریائے کشنہ کے کنارے اس نے اپنے خیمے گاڑے اور دن رات دادِ عیش دینے لگا۔ شراب نوشی اور نغمہ نوازی سے جی بہلانے لگا۔ اس محفل عیش و عشرت میں گانے بجانے والے دو مشہور اور مستند اُستاد گیلانی اور حسین قزوینی بھی موجود تھے۔ ان استادوں نے فارسی کی ایک غزل بڑے اعلیٰ انداز سے گا کر سنائی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

بوئے پیراہن یوسف ز جہاں گم شدہ بود
عاقبت سر ز گریباں تو بیروں آورد

یوسف عادل کی بیماری

یوسف عادل شاہ نے اس غزل کو بہت پسند کیا، اور گانے والے اُستادوں کو چھ ہزار ہون (جو تین ہزار سات عراقی تومان کے برابر

اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد اس نے ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) تجربہ کار سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ تمراج کا لشکر اس وقت غارت گری میں مصروف تھا، اسے فوج کو جمع کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ وہ سات آٹھ ہزار سواروں، کچھ پیادوں، بندوق چلانے والوں اور تین سو (۳۰۰) ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ یوسف عادل شاہ کے مقابلے پر آگیا۔ فریقین میں معرکہ آرائی شروع ہوگئی۔ یوسف نے جی کھول کر بہادری کے جوہر دکھائے۔ مسلمان لشکریوں نے بھی مردانہ وار جنگ کی، ہندو بھی اگرچہ جی توڑ کر لڑے، لیکن وہ میدانِ جنگ میں جم نہ سکے اور یوسف عادل شاہ کو فتح نصیب ہوئی۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت آیا، جو دو سو ہاتھیوں، ایک ہزار گھوڑوں، تین کروڑ ہون، جواہرات اور بہت سی دوسری گراں قدر اشیاء پر مشتمل تھا۔ رائے زادہ انتہائی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں بیجانگر کی طرف چلا گیا۔ میدانِ کارزار میں اسے ایک کاری زخم لگا تھا وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا اور راستے ہی میں مر گیا۔ تمراج نے بیجانگر پر قبضہ کر لیا مگر وہاں کے امراء نے اس کی حکومت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

یُوسف عادل شاہ نے بیجانگر کی خانہ جنگی سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا اور تھوڑے سے عرصے میں رائچور اور مدگل کے قلعوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا۔ ان قلعوں کو فتح کرنے کے بعد، یوسف عادل، کامران و کامیاب واپس آیا۔ راقم الحروف مؤرخ فرشتہ نے ایک ضعیف العمر امیر شاہ میر دستور خاں، جو اسمٰعیل عادل شاہ کا مشیر تھا۔ سنا ہے کہ جب یوسف عادل شاہ نے رائے بیجانگر سے شکست کھائی تو اس نے میدانِ جنگ کے قریب ہی ایک ٹیلے پر چڑھ کر طبلِ جنگ بجایا۔ نقارے کی آواز سنتے ہی تین ہزار ترکی اور دوسرے سوار بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے ایک چال چلی اور تمراج کو یہ پیغام بھجوایا۔ فرمانروائے بیجاپور کی عظمت مسلّم ہے، میں اپنی نادانی اور حماقت پر بے حد پریشان ہوں۔ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور راجہ مجھے اپنے بہی خواہوں میں شمار کر کے یہ علاقہ میرے سپرد کر دے تو میں ہمیشہ اس کا مطیع و فرماں بردار رہوں گا۔" تمراج، یوسف عادل شاہ کے فریب میں آگیا اور اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ صلح اور عہد و پیمان کے بعد تمراج، رائے زادہ کو لے کر تین ہزار سواروں کے لشکر سے جدا ہوا اور دریا کے کنارے ایک جگہ خیمہ زن ہو گیا۔

ہاتھیوں پر مشتمل ہے، یوسف نے غضنفر بیگ آقا، مرزا جہانگیر، حیدر بیگ، داؤد خاں اور دیگر بہادروں سے کہا: "میرا خیال ہے کہ موجودہ لشکر دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔" ان لوگوں نے بادشاہ کے خیال کی تائید کی اور شاہی لشکر دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔

معرکہ آرائی

یوسف عادل شاہ نے دشمن کے لشکر سے کچھ فاصلے پر اپنے خیمے گاڑے اور میدانِ جنگ کو اپنے امیروں میں تقسیم کر دیا تاکہ خندق کھودنے میں آسانی رہے تمام لشکریوں نے بڑی احتیاط اور خوش اسلوبی کے ساتھ بارہ روز اسی جگہ قیام کیا۔ لیکن جب لڑائی کا موقع آیا تو یہ احتیاط اور خوش اسلوبی باقی نہ رہی۔ ہوا یوں کہ ماہ رجب ۸۹۸ھ کو جمعے کے روز جب فریقین میں جنگ شروع ہوئی تو پہلے ہی حملے میں بجائے ہندوؤں کے مسلمان لشکری میدانِ جنگ سے منہ موڑنے لگے۔

مسلمانوں کے تقریباً پانچ سو سپاہی مارے گئے، یوسف عادل شاہ نے اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھی تو اس نے حکم دیا کہ نقارہ بجا کر منتشر سپاہیوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے، اس حکم کی تعمیل کی گئی نقارے کی آواز سنتے ہی سب سے پہلے میرزا جہانگیر قمی پانچ سو مغل سواروں کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے بعد داؤد خاں بھی سات ہزار افغان اور راجپوت لشکریوں کے ساتھ آ پہنچا۔ ان لشکریوں کے آجانے سے یوسف عادل شاہ کو بڑی تقویت پہنچی اور وہ آئندہ کے لیے لائحہ عمل بنانے میں مصروف ہو گیا۔ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ سلاحداروں کا سردار جس کا نام سوئے چک تھا اس کے پاس آیا اور کہا:

"میں لڑائی کے دوران میں دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا۔ دشمنوں نے میرا تمام مال و اسباب، ہتھیار اور گھوڑا وغیرہ چھین لیے۔ میں پیادہ پا ہی ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ دفعتاً میرے قریب ہی دشمن کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ میں نے فوراً گھوڑا اپنے قابو میں کر لیا، اور اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کے پیش نظر عرض ہے کہ دشمن اس وقت اپنے آپ کو فاتح سمجھ کر غارت گری میں مصروف ہے مناسب یہی ہے کہ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور خداوند تعالیٰ پر بھروسا کر کے ایک اور حملہ کرنا چاہیے۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ اس بار کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

تمراج کی شکست

یوسف عادل شاہ نے سوئے چک کی گفتگو کو بہت غور سے سنا

پاس بھیجا اور بہادر گیلانی کی سرزنش کے لیے اس سے مدد کی درخواست کی۔ یوسف عادل تو یہی چاہتا تھا اس نے فوراً اس درخواست کو منظور کر لیا، اس کے دو فائدے تھے ایک تو یہی کہ بہادر گیلانی کا خاتمہ ہو جائے جس کا وہ پہلے ہی خواہاں تھا، دوسرے یہ کہ محمود بہمنی اس کا ممنونِ کرم ہوتا، یوسف نے پانچ ہزار تجربہ کار سواروں کو سردار کمال خاں دکنی کی نگرانی میں محمود بہمنی کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

بہادر گیلانی کا فرار

بہادر گیلانی: یوسف عادل شاہ کے ارادوں سے باخبر تھا اس لیے وہ جام کھنڈی کے قریب ہی اپنے لشکر کے ساتھ قیام پذیر تھا۔ محمود بہمنی نے دریا کو پار کر کے اس پر حملہ کر دیا، بہادر گیلانی بادشاہ کا مقابلہ نہ کر سکا اور نلگوان کی طرف بھاگ گیا محمود نے جام کھنڈی کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ کو جب دو تین ماہ گزر گئے تو اہلِ قلعہ نے تنگ آکر پناہ مانگی اور اس طرح یہ قلعہ بہمنی حکومت کے قبضے میں آ گیا۔

جام کھنڈی پر عادل شاہی حکومت

محمود بہمنی نے اس قلعے کو قطب الملک خواجہ جہاں ہمدانی کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا لیکن قاسم برید نے بادشاہ کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے عرض کیا: "یہ قلعہ ہمیشہ یوسف عادل شاہ سے متعلق رہا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کی دلجوئی کے لیے اس قلعے کو عادل شاہی حکمرانوں کے حوالے کر دیا جائے۔" محمود شاہ نے قاسم برید کی اس رائے کو بہت پسند کیا اور جام کھنڈی کا قلعہ کمال خاں دکنی کے حوالے کر دیا۔

بہادر گیلانی کی موت

بہادر گیلانی کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یوسف عادل شاہ دوسری طرف سے اس کے علاقے پر حملہ آور نہ ہو لہٰذا اس نے قصبہ کلنکر میں قیام کیا، لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ محمود بہمنی اس کی سرکوبی کے لیے آ رہا ہے تو وہ مجبوراً کھر اور پنالہ کی طرف چلا گیا اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا۔ محمود شاہ بہادر گیلانی کے صدر مقام پہنچا اور وہاں لڑائی شروع کر دی۔ گیلانی کے بہت سے امیروں نے محمود شاہ کی اطاعت کا دم بھرا۔ اور اپنے آقا سے منہ موڑ کر محمود سے مل گئے۔ اسی دوران میں بہادر گیلانی جو بارہ سال سے اپنی بہادری کا ڈنکا بجا رہا تھا راہیِ ملکِ عدم ہوا۔

محمود بہمنی کی بیجاپور میں آمد

محمود بہمنی دریا کے کنارے کنارے سیر کرتا ہوا بیجاپور کی حدود میں پہنچا، یوسف عادل شاہ نے غضنفر بیگ اور دیگر امراء کے گروہ کو محمود کے پاس بھیجا اور اس سے بیجاپور آنے کی درخواست کی۔ محمود نے یہ

یوسف عادل شاہ، چار سو تجربہ کار اور جنگجو سواروں کو ساتھ لے کر تمراج سے ملنے کے لیے گیا وہاں اس سے صلح کی گفتگو کی اور تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اٹھا۔ اس کے بعد اس نے طبلِ جنگ بجوا دیا، یہ آواز سن کر اس کے سواروں نے نیاموں سے تلواریں نکال لیں اور تمراج کے لشکر پر حملہ کر دیا، تمراج کی طرح بیجانگر کے دیگر اُمرا بھی یُوسف عادل شاہ کی نیت اور کارروائی سے قطعًا بے خبر تھے۔ ان امرا نے تمراج اور رائے زادہ کو وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا اور خود لڑائی میں مصروف ہو گئے، چونکہ ہر امیر کے ساتھ گنتی کے سپاہی تھے، اس لیے یوسف عادل شاہ کا پلہ بھاری رہا، اس نے دشمن کے ستر امیروں کو تہ تیغ کیا۔ عادل شاہ کے سواروں نے ہمت و مردانگی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

مدگل اور رائچور کی فتح

ہندوؤں کو شکست ہوئی اور ان کا تمام مال و اسباب اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ یوسف عادل شاہ کے ہاتھ آ گئے اس نے اسی دن سوئے چک کو درجۂ امارت پر فائز کر کے "بہادر خاں" کا خطاب دیا اور پچاس ہاتھی اور ایک لاکھ ہون اسے عطا کیے۔ سوئے چک کو رائچور اور مدگل کے قلعے کی فتح کے لیے روانہ کیا گیا۔ سوئے چک نے بڑی عمدگی سے چالیس دن کے اندر اندر یہ قلعہ فتح کر لیا۔ یوسف عادل شاہ ان واقعات کے بعد اپنے ملک میں واپس آ گیا۔

بہادر گیلانی کی ہنگامہ خیزی

یوسف عادل شاہ نے مالِ غنیمت میں سے چند تحفے (ایک زربفت کا مرصع حاشیوں والا ٹکڑا، چار گھوڑے اور دیگر سامان) سلطان محمود شاہ بہمنی کی خدمت میں روانہ کیے۔ بیجانگر کی فتح کے بعد یوسف عادل شاہ نے بہادر گیلانی کی سرزنش اور قلعہ جام کھنڈی پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یوسف اس مہم پر روانہ ہونے ہی والا تھا کہ محمود شاہ گجراتی کا ایک قاصد بہادر گیلانی کی شکایت لے کر محمود شاہ بہمنی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ شکایت یہ تھی کہ بہادر گیلانی کے ملازموں نے گجرات کے ایک جہاز کو جو مکہ معظمہ کی طرف جا رہا تھا، لُوٹ لیا۔

محمود شاہ بہمنی کی مدد

محمود گجراتی نے اپنے ہم نام بہمنی فرماں روا کو یہ پیغام بھجوایا: "اگر تم ان لٹیروں کو راہِ راست پر نہیں لا سکتے ہو تو پھر ہم سب سے درخواست کرو، ہم اپنے ایک سردار کو بھیج کر ان لٹیروں کا نام و نشان تک مٹا دیں گے۔" محمود بہمنی نے قاسم برید ترک کے مشورے سے امیر عبدالملک شستری کو یوسف عادل شاہ کے

پاس بھیجا اور بہادر گیلانی کی سرزنش کے لیے اس سے مدد کی درخواست کی۔ یوسف عادل تو یہی چاہتا تھا اس نے فوراً اس درخواست کو منظور کر لیا، اس کے دو فائدے تھے ایک تو یہی کہ بہادر گیلانی کا خاتمہ ہو جائے جس کا وہ پہلے ہی خواہاں تھا، دوسرے یہ کہ محمود بہمنی اس کا ممنون کرم ہوتا، یوسف نے پانچ ہزار تجربہ کار سواروں کو سردار کمال خاں دکنی کی نگرانی میں محمود بہمنی کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

بہادر گیلانی کا فرار

بہادر گیلانی؛ یوسف عادل شاہ کے ارادوں سے باخبر تھا اس لیے وہ جام کھنڈی کے قریب ہی اپنے لشکر کے ساتھ قیام پذیر تھا۔ محمود بہمنی نے دریا کو پار کر کے اس پر حملہ کر دیا، بہادر گیلانی بادشاہ کا مقابلہ نہ کر سکا اور ننگوان کی طرف بھاگ گیا محمود نے جام کھنڈی کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ کو جب دو تین ماہ گزر گئے تو اہل قلعہ نے تنگ آکر پناہ مانگی اور اس طرح یہ قلعہ بہمنی حکومت کے قبضے میں آگیا۔

جام کھنڈی پر عادل شاہی حکومت

محمود بہمنی نے اس قلعے کو قطب الملک خواجہ جہاں ہمدانی کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا لیکن قاسم برید نے بادشاہ کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے عرض کیا "یہ قلعہ ہمیشہ یوسف عادل شاہ سے متعلق رہا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کی دلجوئی کے لیے اس قلعے کو عادل شاہی حکمرانوں کے حوالے کر دیا جائے"۔ محمود شاہ نے قاسم برید کی اس رائے کو بہت پسند کیا اور جام کھنڈی کا قلعہ کمال خاں دکنی کے حوالے کر دیا۔

بہادر گیلانی کی موت

بہادر گیلانی کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یوسف عادل شاہ دوسری طرف سے اس کے علاقے پر حملہ آور نہ ہو لہٰذا اس نے قصبہ کلنکہ میں قیام کیا، لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ محمود بہمنی اس کی سرکوبی کے لیے آرہا ہے تو وہ مجبوراً اکلھر اور پنالہ کی طرف چلا گیا اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا۔ محمود شاہ بہادر گیلانی کے صدر مقام پہنچا اور وہاں لڑائی شروع کر دی۔ گیلانی کے بہت سے امیروں نے محمود شاہ کی اطاعت کا دم بھرا۔ اور اپنے آقا سے منہ موڑ کر محمود سے مل گئے۔ اسی دوران میں بہادر گیلانی جو بارہ سال سے اپنی بہادری کا ڈنکا بجا رہا تھا راہی ملک عدم ہوا۔

محمود بہمنی کی بیجاپور میں آمد

محمود بہمنی دریا کے کنارے کنارے سیر کرتا ہوا بیجاپور کی حدود میں پہنچا، یوسف عادل شاہ نے غضنفر بیگ اور دیگر امراء کے گروہ کو محمود کے پاس بھیجا اور اس سے بیجاپور آنے کی درخواست کی۔ محمود نے یہ

یُوسف عادل شاہ، چار سو تجربہ کار اور جنگجو سواروں کو ساتھ لے کر تراج سے ملنے کے لیے گیا وہاں اس سے صلح کی گفتگو کی اور تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اٹھا۔ اس کے بعد اس نے طبلِ جنگ بجوا دیا، یہ آواز سن کر اس کے سواروں نے نیاموں سے تلواریں نکال لیں اور تراج کے لشکر پر حملہ کر دیا، تراج کی طرح بیجانگر کے دیگر اُمرا بھی یُوسف عادل شاہ کی نیت اور کارروائی سے قطعًا بے خبر تھے۔ ان امرا نے تراج اور رائے زادہ کو وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا اور خود لڑائی میں مصروف ہو گئے، چونکہ ہر امیر کے ساتھ گنتی کے سپاہی تھے، اس لیے یوسف عادل شاہ کا پلہ بھاری رہا، اس نے دشمن کے ستر امیروں کو تہ تیغ کیا۔ عادل شاہ کے سواروں نے ہمت و مردانگی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

مدگل اور رائچور کی فتح

ہندوؤں کو شکست ہوئی اور ان کا تمام مال و اسباب اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ یوسف عادل شاہ کے ہاتھ آ گئے اس نے اسی دن سوئے چک کو درجۂ امارت پر فائز کر کے "بہادر خاں" کا خطاب دیا اور پچاس ہاتھی اور ایک لاکھ ہون اسے عطا کیے۔ سوئے چک کو رائچور اور مدگل کے قلعے کی فتح کے لیے روانہ کیا گیا۔ سوئے چک نے بڑی عمدگی سے چالیس دن کے اندر اندر یہ قلعہ فتح کر لیا۔ یوسف عادل شاہ ان واقعات کے بعد اپنے ملک میں واپس آگیا۔

بہادر گیلانی کی ہنگامہ خیزی

یوسف عادل شاہ نے مالِ غنیمت میں سے چند تحفے (ایک زربفت کا مرصع حاشیوں والا ٹکڑا، چار گھوڑے اور دیگر سامان) سلطان محمود شاہ بہمنی کی خدمت میں روانہ کیے۔ بیجانگر کی فتح کے بعد یوسف عادل شاہ نے بہادر گیلانی کی سرزنش اور قلعہ جام کھنڈی قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یوسف اس مہم پر روانہ ہونے ہی والا تھا کہ محمود شاہ گجراتی کا ایک قاصد بہادر گیلانی کی شکایت لے کر محمود شاہ بہمنی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ شکایت یہ تھی کہ بہادر گیلانی کے ملازموں نے گجرات کے ایک جہاز کو جو مکہ معظمہ کی طرف جا رہا تھا، لوٹ لیا۔

محمود شاہ بہمنی کی مدد

محمود گجراتی نے اپنے ہم نام بہمنی فرماں روا کو یہ پیغام بھجوایا: "اگر تم ان لٹیروں کو راہِ راست پر نہیں لا سکتے ہو تو پھر ہم سے درخواست کرو، ہم اپنے ایک سردار کو بھیج کر ان لٹیروں کا نام و نشان تک مٹا دیں گے۔" محمود بہمنی نے قاسم برید ترک کے مشورے سے امیر عبدالملک کشتری کو یوسف عادل شاہ کے

حاصل کرنے کے لیے اس نے نظام الملک بحری سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور اسے یہ پیغام بھیجا:

دستور کی خود مختاری

"فتح اللہ عماد الملک نے یوسف عادل شاہ کی مدد سے برار پر قبضہ کر لیا ہے اور وہاں خود مختار حکومت قائم کر لی ہے اسی طرح اگر میں بھی، آپ کی عنایت سے، شاہانہ حکومت قائم کر لوں تو کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی" نظام الملک دستور دینار حبشی کو منہ بولا بیٹا بنا چکا تھا، اس لیے مجبوراً اس نے دستور کا خیال کیا اور اسے ملک میں اپنا سکہ اور خطبہ جاری کرنے کی اجازت دے دی۔ دستور نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرنے کے بعد قاسم برید کے عاملوں کو ملک سے نکال دیا اور بہت سے ایسے حصوں پر بھی قبضہ کر لیا جو بیدر کے زیر حکومت تھے۔

یہ عالم دیکھ کر قاسم برید بہت پریشان ہوا، اس نے محمود شاہ کو یوسف عادل شاہ سے مدد حاصل کرنے کے لیے مجبور کیا، محمود شاہ نے اس رائے پر عمل کیا اور یوسف عادل کو مدد کے لیے پیغام بھجوایا۔ یوسف عادل نے محمود کی درخواست پر ہمدردانہ غور کیا اور غضنفر بیگ کو اپنے چند معتمد امراء کے ساتھ اس کے ساتھ بھیجا اور یہ کہلوایا "اگر میں خود آیا تو میری آمد کی خبر سن کر نظام الملک بھی دستور کی مدد کے لیے میدان میں آجائے گا اور یوں سارا معاملہ بگڑ جائے گا اس لیے آپ میری غیر حاضری کو نافرمانی یا سرکشی پر محمول نہ کریں"

دستور کی سرزنش کے لیے یوسف عادل کی روانگی

اس کے فوراً بعد ہی یہ اطلاع ملی کہ خواجہ جہاں دکنی کو جو بہادری میں سارے ملک میں مشہور تھا، نظام الملک نے دستور کی مدد کے لیے روانہ کیا ہے اور وہ بہت تیزی سے اس طرف آرہا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کے ساتھ احمد نگر کی فوج کا بہترین حصہ ہے نیز یہ بھی اطلاع ملی کہ خود نظام الملک بھی پا بہ رکاب ہے اور موقع کا منتظر ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر یوسف عادل شاہ اپنی روانگی کو بھی ضروری سمجھ کر فوراً چل دیا اور اپنے لشکر سے جا ملا، یوسف نے قاسم برید کو بھی طلب کیا اور دونوں مل کر دستور دینار کی سرزنش کے لیے روانہ ہوئے۔

معرکہ آرائی

دستور دینار اپنے خاصہ کے آٹھ ہزار اور بارہ ہزار ملک احمد نظام الملک بحری کے فرستادہ سواروں کو ساتھ لے کر خواجہ جہاں کے ہمراہ، دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا، فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ اگرچہ دستور دینار نے بڑی جرأت اور بہادری سے کام لیا، لیکن قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور وہ دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ قاسم برید نے

درخواست منظور کر لی۔ اس نے قاسم برید کے مشورے سے اپنے لشکر کو تو احمد آباد بیدر روانہ کر دیا اور خود مخصوص اراکین سلطنت کے ساتھ بیجاپور روانہ ہوا۔ یوسف عادل شاہ نے محمود کا استقبال کیا اور اسے بڑی عزت و احترام کے ساتھ شہر میں لایا۔

قاسم برید کی شکایت

محمود شاہ نے ارک کے قلعے میں، جو حال ہی میں بنایا گیا تھا قیام کیا، یوسف عادل شاہ نے دس روز تک بڑے شاہانہ طریقے سے محمود کی مہمان نوازی کی۔ نیز بیس ہاتھی، پچاس گھوڑے اور بہت سے دوسرے قیمتی تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے۔ محمود نے صرف ایک ہاتھی قبول کیا اور باقی تمام چیزیں واپس کر دیں۔ محمود نے خفیہ طور پر یوسف عادل شاہ کو کہلا بھیجا۔ "میں تمھارے تحائف قبول کرتا ہوں لیکن ان کو میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ بیدر پہنچتے ہی قاسم برید ان پر قبضہ کرے گا۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم فی الحال ان تحفوں کو اپنے پاس ہی رکھو اور مجھے قاسم برید کے پنجے سے نجات دلانے کی کوشش کرو اس کے بعد یہ چیزیں میں تم سے لے لوں گا۔"

محمود شاہ کی روانگی

یوسف عادل شاہ کو یہ پیغام ملا، اگر وہ چاہتا تو اسی وقت قاسم برید کو ختم کر سکتا تھا، کیونکہ وہ اس وقت اس کے علاقے میں تھا لیکن یوسف نے سیاسی مصلحتوں کے پیشِ نظر ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا اس نے محمود شاہ کو یہ جواب بھیجا۔ "قاسم برید کو ختم کرنا، بغیر فتح اللہ عماد الملک اور احمد نظام الملک بحری کی مدد کے مشکل ہے، میں تنہا کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ اس وقت تو اپنے پایۂ تخت کو تشریف لے جائیں، میں ان دونوں امراء کو ہموار کر کے بیدر میں جلد ہی حاضر ہوں گا۔" یوسف عادل شاہ نے خفیہ طور پر پچاس ہزار ہون محمود کو بھجوا دیئے نیز قاسم برید اور قطب الملک ہمدانی کو بیش قیمت تحفوں سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد محمود اپنے پایۂ تخت کی طرف روانہ ہو گیا۔

دستور دینار حبشی خواجہ سرا کے ارادے

سنہ ۹۰۱ھ میں دستور دینار حبشی خواجہ سرا نے بھی حکمرانی کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے تھے، اس نے حسن آباد، گلبرگہ، ساغر، ایلنگر، الند اور کنجوتی وغیرہ تمام قلعوں اور پرگنوں پر جو اس کے زیر اثر تھے مستقل طور پر قبضہ کر لیا اور خود مختار حکومت قائم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ دستور دینار کی اصل خواہش یہ تھی کہ دکن کے سکہ اشرفی پر حبش کی سیاہی چڑھائی جائے اور وہ صاحب سکہ ہو جائے، اس مقصد کو

کسی طرف بھاگ گیا۔ لڑائی کے بعد میدان جنگ ہی میں ایک غالیچہ بچھایا گیا اور اس پر محمود بہمنی اور یوسف عادل شاہ نے بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتیں کیں۔ دونوں فرماں رواؤں میں یہ طے پایا کہ دوسرے سال احمد نظام الملک بحری اور فتح اللہ عمادی پر حملہ کر کے قاسم برید کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔

چونکہ اس معرکہ آرائی میں ملک الیاس مارا گیا تھا اس لیے یوسف عادل شاہ نے اس کی جاگیر اور منصب اس کے بیٹے میاں محمد کو بخش دی اور "عین الملک" کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد یوسف عادل، محمود شاہ سے رخصت ہو کر بیجاپور واپس آ گیا۔

دستور دینار پر حملہ

دوسرے سال یوسف عادل شاہ نے دستور دینار کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ احمد نظام الملک جلد از جلد دستور کی مدد کے لیے آ گیا۔ یوسف بیدر کے نواح میں پہنچا اور قطب الملک ہمدانی اور فتح اللہ عمادی سے مدد کا طالب ہوا۔ احمد نظام الملک نے جب دیکھا کہ معاملہ طول پکڑ رہا ہے تو وہ خوف زدہ ہو کر احمد نگر واپس آ گیا۔

یوسف عادل اور نظام الملک میں دوستی

اس واقعہ کے دوسرے سال یوسف عادل شاہ نے بڑی دانش مندی اور دور اندیشی سے کام لیا اور احمد نظام الملک سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے اپنی مملکت کو وسیع کرنے کا ارادہ کیا۔ یوسف نے نظام الملک کو یہ پیغام بھیجا "اس وقت موقع ہے کہ تمام فرماں رواؤں کے مختلف حصوں پر قبضہ کر کے اپنی خود مختار حکومتیں قائم کریں۔ تمہیں چاہیے کہ جلد از جلد دولت آباد، رتھپور، کالنہ، بلدنہ اور چاکیہ پر قبضہ کر لو۔ میں دستور دینار اور عین الملک کے پرگنوں کو اپنی تحویل میں لے لوں گا۔ خداوند جہاں حبشی کی جاگیر پر عماد الملک قابض ہو جائے۔ قطب الملک تلنگانہ کو فتح کر لے۔ بیدر کا علاقہ مع اس کے مضافات کے قاسم برید کے قبضہ میں رہے اس کے بعد ہم لوگوں کو باہمی اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہیے اور آپس میں کسی کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔

دکن میں انتشار

راقم الحروف مؤرخ "فرشتہ" عرض کرتا ہے کہ جس شخص نے دکن کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ سلطنت بہمنی کی بنیادیں جب کمزور ہوئیں تو ملک کے صوبہ داروں نے خود مختاری کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ ہر شخص جس جگہ تھا، وہیں اپنے آپ کو سب کچھ سمجھ کر خود مختاری کا دم بھرنے لگا۔ اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکن میں گیارہ خود مختار حاکم پیدا ہو گئے اس اجمال کی تفصیل سطورِ ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

محمود شاہ سے دستور دینار کے قتل کا فرمان لے کر اس بدترین دشمن کو قتل کرنا چاہا، لیکن یوسف عادل شاہ نے محمود شاہ سے دستور کی سفارش کر کے اس کی جان بخشی کروا دی نیز اس کی جاگیر حسن آباد گلبرگہ پر اُسے بحال کروا دیا۔ یوسف عادل شاہ، محمود سے ملاقات کیے بغیر ہی عازم بیجاپور ہوا اور دستور دینار نے بھی اپنی جاگیر کی راہ لی۔

شہزادہ احمد کی شادی کا ارادہ

سنہ ۹۰۳ھ میں محمود شاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ احمد کی شادی یوسف عادل شاہ کی شیر خوار لڑکی بی بی ستی سے کرنے کا ارادہ کیا۔ اس تقریب کے انعقاد کے لیے گلبرگہ کا انتخاب کیا گیا۔ محمود شاہ اور یوسف عادل دونوں اپنے اپنے علاقوں سے گلبرگہ کی طرف روانہ ہوئے، ان فرمانرواؤں کی آمد کی وجہ سے دستور دینار خوفزدہ ہوا۔

دستور کی جاگیر پر یوسف کا قبضہ

انہیں دنوں یوسف عادل نے محمود شاہ سے یہ درخواست کی، "چونکہ میرے اور آپ کے مقبوضات کے درمیان دستور دینار کی جاگیر کا علاقہ حائل ہے اس لیے میں قاسم برید کا خاتمہ کرنے سے معذور ہوں اگر آپ قاسم کے جال سے باہر نکلنا چاہتے ہیں تو اس کا واحد علاج یہی ہے کہ آپ دستور دینار کی جاگیر بھی میرے حوالے کر دیں، تاکہ میں وہاں لائق اور تجربہ کار سرداروں کو متعین کر کے کسی وقت حملہ کروں اور قاسم برید کو عین بے خبری کے عالم میں گرفتار کر لوں۔ یہ سب کچھ اتنی سرعت سے ہو سکتا ہے کہ نظام الملک بحری کو اس کی اطلاع بعد میں ہو گی اور اس وقت وہ قاسم برید کی مدد کرنے سے معذور ہو گا۔ محمود شاہ نے یوسف عادل کی درخواست منظور کر لی اور یوں دستور دینار کی جاگیر اور خزانے وغیرہ پر یوسف عادل کا قبضہ ہو گیا۔

قاسم برید کا فرار

دستور نے قاسم برید کے دامن میں پناہ لی، اس موقع پر قطب الملک ہمدانی نے بھی یوسف عادل کا ساتھ دیا۔ قطب الملک کی مخالفت کی وجہ سے قاسم برید بہت زیادہ خائف ہوا اور دستور دینار، خواجہ جہاں دکنی اور دیگر دکنی امراء کو ساتھ لے کر محمود شاہ سے علیحدہ ہو گیا اور بیدر سے فرار ہو کر الندر میں پناہ گزین ہوا۔ یوسف عادل شاہ، قطب الملک کو ساتھ لے کر دشمنوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا۔

قاسم برید کی شکست

فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں عادل شاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔ دشمنوں کے لشکر کا ہر امیر شکست کھا کر کسی نہ

دستور دینار کی تشویش

عین الملک یوسف عادل شاہ کے پایۂ تخت پہنچا۔ عادل شاہ نے عین الملک کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے تازی گھوڑے تحفتاً دیئے نیز گراں بہا خلعت سے سرفراز کیا۔ عین الملک سے یوسف عادل کے اس سلوک کو دیکھ کر دستور دینار حبشی نے بھانپ لیا کہ دکن میں پھر کوئی سیاسی انقلاب آنے والا ہے دستور نے امیر برید کو، جو کچھ ہی دنوں سے اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا کہا۔ "تمہیں چاہیے کہ اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلو اور میری اعانت کو اپنا فرض سمجھو۔"

امیر برید کو جب دستور دینار کا خط ملا تو اس نے اسی وقت دینار کی مدد کے لیے تین ہزار سوار روانہ کر دیئے۔ دستور نے دشمن کا قلع قمع کرنے کا پورا پورا ارادہ کر لیا اور نہر بھیورہ کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہوا۔ خواجہ جہاں دکنی بھی دستور دینار کی طرح حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اسے یوسف عادل شاہ اور احمد نظام الملک کے دوستانہ مراسم کا علم ہوا اور پتہ چلا کہ ان دونوں نے اس کے خلاف مشورے کیے ہیں لہٰذا وہ ان دونوں سے ناراض ہو کر دستور دینار کا حلیف ہو گیا اور اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

دستور کی جنگی تیاریاں

اِن دنوں احمد نظام الملک دولت آباد کی فتح میں مصروف تھا اور سلطان محمود گجراتی کی طرف سے ہنگامہ خیزی کا خطرہ تھا خواجہ جہاں نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور پانچ ہزار کا لشکر لے کر دستور دینار سے جا ملا۔ دستور کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ تھی اور وہ خوب بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے لگا۔ یوسف عادل شاہ کو جب اِن حالات کا علم ہوا تو اس نے آئندہ کا لائحہ عمل بنانا شروع کیا۔ اگرچہ دشمن کی عسکری قوت یوسف عادل شاہ سے کہیں زیادہ تھی، لیکن اس نے جنگ کی تیاریاں کرنی شروع کر دیں اور اس لڑائی کو آئندہ کی فتوحات کا پیش خیمہ سمجھا۔

یوسف عادل کا مقابلے کے لیے نکلنا

یوسف عادل نے اپنے خزانے کے دروازے کھول دیئے اور بڑی فراخ دلی سے لشکریوں میں بیجاپور کا مالِ غنیمت تقسیم کرنا شروع کر دیا اور وہ تزک و احتشام کے ساتھ اپنا لشکر لے کر دستور دینار کے مقابلے پر نکلا۔ یوسف نے دشمن سے پانچ کوس کے فاصلے پر اپنے خیمے نصب کیے ایک دن تو اس نے اپنی لشکر گاہ میں قیام کیا اور دوسرے دن لشکر کو تیار کر کے یوسف خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ جنگ میں آیا۔ یوسف نے دو ہزار تیر اندازوں اور اتنے ہی نیزہ بازوں کو منتخب کیا اور

گیارہ خود مختار حاکم

۱۔ یوسف عادل شاہ : بیجاپور میں

۲۔ احمد نظام الملک : جنیر میں

۳۔ فتح اللہ عماد الملک : برار میں

۴۔ قطب الملک ہمدانی : تلنگانہ میں

۵۔ بہادر گیلانی : اس نے بیجاپور کے مشرق میں دریائے شور کے کنارے تک کے مشہور پرگنوں مرج و کلہر وغیرہ پر قبضہ کر رکھا تھا نیز پنالہ اور کودہ وغیرہ مضبوط قلعوں کا مالک تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ملک الیاس اور الیاس کی وفات کے بعد میاں محمد بن الیاس اِن علاقوں کا حاکم ہوا۔

۶۔ دستور دینار : بیجاپور کے جنوب میں نہر بھسوارہ اور بیدر کے درمیانی پرگنوں گنجوٹی، اندرا، اور حسن آباد گلبرگہ وغیرہ پر قابض تھا۔

۷۔ خواجہ جہاں دکنی : یہ پرندہ اور شولاپور کے قلعوں اور اس علاقے کے دیہاتوں اور پرگنوں پر قابض تھا۔

۸۔ زین الدین علی تالش : پونہ، چاکنہ، مچاد کونڈہ اور قلعہ وندراجپوری کا حاکم تھا۔

۹۔ ملک وجیہہ / ملک اشرف : یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور دولت آباد کے قلعے کو سنبھالے بیٹھے تھے۔

۱۰۔ خداوند خاں حبشی : برار میں فتح اللہ عمادی کا دشمن تھا اور کلم اور قلعہ ماہور پر حاکم تھا۔

۱۱۔ قاسم برید ترک : پایہ تخت بیدر پر حاکم تھا۔

عین الملک کی طلبی

قصہ مختصر یہ کہ نظام الملک سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یوسف عادل شاہ نے سب سے پہلے میاں محمد عین الملک کو بلانے کے لیے فرمان ارسال کیا۔ یہ فرمان دیکھتے ہی عین الملک کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس کے گھر میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اس نے یوسف عادل کو لکھا "میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں ہو سکتی کہ فرماں روائے بیجاپور مجھے اپنے دوستوں میں شمار کرے۔" عین الملک نے ایک ہفتے تک اپنے مستقر قلعہ کودہ میں عیش و عشرت کا جشن منعقد کیا اور اس کے بعد چھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر بیجاپور روانہ ہو گیا۔

قلب لشکر میں کھڑا ہوا اور اپنے لشکر کی کثرت پر مغرور ہو کر سپاہیوں میں سامانِ جنگ تقسیم کرنے لگا۔ دستور میدانِ جنگ میں جگہ جگہ مست ہاتھی کھڑے کیے اور توپ و تفنگ کے آلات اپنی فوج کے سامنے نصب کرکے ہندوستانی دستور کے مطابق فوج کو ترتیب دیا۔

دستور دینار کا قتل اور یوسف عادل کی فتح طرفین جب اچھی طرح تیار ہو گئے تو معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ دونوں طرف کے بہادروں نے بڑی جرأت و دلیری سے کام لیا اور میدانِ جنگ کو میدان حشر بنا کر رکھ دیا۔ سب سے پہلے مرزا جہانگیر بیگ قمی قلب لشکر سے نکلا اور دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اس نے دشمن کے بے شمار سپاہیوں کو تہ تیغ کیا اس کے بعد غضنفر بیگ اور حیدر بیگ میمنہ اور میسرہ سے نکل کر دشمن کی طرف بڑھے، دونوں ایک ساتھ ہو کر دشمن کو جنگ کا مزہ چکھاتے رہے، آخر کار یوسف عادل کی قسمت کا ستارہ چمکا، اور دستور اس لڑائی میں کام آیا۔ دستور کی فوج حواس باختہ ہو کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلی اور یوں یوسف عادل کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔

فتح کی خوشی غضنفر بیگ کے ماتھے پر ایک پتھر لگا جس کی وجہ سے کاری زخم آیا اس نے اس زخم کی کوئی پروا نہ کی اور امرا کو ساتھ لے کر، یوسف عادل شاہ کو مبارکباد دینے کے لیے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تمام امرا اور لشکری فتح کی خوشی میں یوسف عادل شاہ پر دولت اور زر و جواہر نثار کرنے لگے۔ اور اس کی عمر و اقبال کی ترقی کی دعائیں مانگنے لگے یوسف نے اپنے بھائی غضنفر آقا کو گلے سے لگایا اور خود اپنے ہاتھ سے اس کی مرہم پٹی کی غضنفر کو بہت مہلک زخم آیا تھا، اگرچہ اس کے علاج میں کوئی کسر باقی نہ رکھی لیکن کوئی تجویز کارگر نہ ہوئی اور تیسرے روز اس کا انتقال ہو گیا۔

غضنفر بیگ کا انتقال غضنفر بیگؒ کی موت یوسف عادل شاہ کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ تھی۔ اسے عزیز بھائی کی دائمی مفارقت کا بے انتہا غم ہوا۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ یوسف اور غضنفر حقیقی بھائی تھے۔ بعض انھیں رضاعی بھائی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غضنفر، یوسف عادل کی جلاوطنی کے بعد روم سے ساوہ آیا اور پھر ساوہ سے ہندوستان میں وارد ہوا۔ قصہ مختصر، یوسف کو، غضنفر کی موت کا بڑا صدمہ ہوا اور کئی روز تک ماتم کرتا رہا جب ذرا طبیعت بہلی تو وہ اُمورِ سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔

یوسف نے دستور کے پرگنوں حسن آباد گلبرگہ، ساغر اور آہنکر وغیرہ پر قبضہ کر لیا، ان پرگنوں

ان میں ہر ایک کو شاہانہ نوازشات سے سرفراز کیا۔ غضنفر آقا کو اس جماعت کا سردار بنا کر ان لوگوں کو بطور مقدمہ لشکر آگے آگے روانہ کیا۔

یُوسف کی حکمت عملی

یوسف عادل شاہ نے اپنے مقدمہ لشکر کو جنگ کرنے میں عجلت اور پہل سے منع کر دیا اور ہدایت کی کہ دشمن کے قریب پہنچ کر پہلے صلح کا پیغام دیا جائے۔ یوسف نے غضنفر آقا کو یہ کہا "سب سے پہلے تم کسی معتمد امیر کو دستور دینار کے پاس بھیج کر اسے عادل شاہی حکومت کے حلقۂ اطاعت میں آنے کا پیغام دینا اور اسے یقین دلانا کہ اگر عین الملک کی طرح وہ بھی عادل شاہی حکومت کا حلیف ہو جائے گا تو بڑے آرام اور چین سے زندگی بسر کرے گا۔

غضنفر آقا کی روانگی

یوسف نے یہ تاکید بھی کی کہ اگر اس پیغام کو سن کر دستور دینار راہ راست پر آجائے تو اچھا ہے، ورنہ اس کی تباہی و بربادی میں کسی قسم کی کمی نہ کی جائے۔ غضنفر نے یوسف عادل شاہ کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔ وہ دشمن سے ایک کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا اور اس نے دستور دینار کو اطاعت و فرماں برداری کی تلقین کی۔ دستور کی قسمت میں در در کی گدائی لکھی تھی۔ اس لیے اس نے غضنفر آقا کی نصیحت پر کوئی توجہ نہ دی اور غضنفر سے مقابلہ کرنے کے لیے چھ ہزار سواروں کے ساتھ آگے بڑھا۔ غضنفر نے جان لیا کہ یہ حبشی صلح و آشتی سے سیدھے راستے پر نہ آسکے گا۔ اس کا علاج کچھ اور ہی ہے۔ لہٰذا وہ بھی فوج کو لے کر دستور کے مقابلے میں آگے بڑھا۔

دستور دینار کی شکست

دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے آئے اور جنگ کا بازار گرم ہو گیا، ایک زبردست جنگ کے بعد دستور دینار کو شکست ہوئی اور غضنفر آقا کامیاب و کامران ہوا۔ قاصدوں نے اس فتح کی خبر جلد از جلد یوسف عادل تک پہنچائی۔ یوسف نے یہ خوشخبری سن کر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کامیابی کو آئندہ کی فتوحات کا پیش خیمہ سمجھ کر اور دستور دینار کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا اور جلد ہی اپنے مقدمہ لشکر سے جا ملا۔

دستور اور یوسف کی جنگی تیاریاں

یوسف عادل نے اپنے مقدمہ لشکر کے پاس پہنچ کر اپنی فوج کو از سر نو مرتب کیا۔ میمنہ پر غضنفر آقا، میسرہ پر حیدر بیگ تسندی اور قلب لشکر پر مرزا جہانگیر بیگ قمی کو متعین کیا گیا۔ اس کے بعد یوسف خود

غور سے سُنا۔ تھوڑی دیر تک سوچا اور پھر کہا۔ "چونکہ میں خداوند سے عہد کر چکا ہُوں اِس لیے میں بدعہدی کو اپنا شعار نہ بنا سکوں گا، اس سلسلے میں جو مشکلات پیش آئیں گی، ان کو حل کرنے میں خدا ہی میری مدد کرے گا۔" اتفاق سے اسی زمانے میں ایران میں شاہ اسمٰعیل صفوی بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا خطبہ جاری کر کے ملک میں شیعہ مذہب کو رواج دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ یوسف عادل شاہ، یہ خبر سن کر بہت خوش ہُوا اور اپنے ارادے پر اور زیادہ پختہ ہو گیا۔

شیعہ مذہب کا خطبہ

اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں بروز جمعہ یوسف عادل شاہ قلعہ ارک کی جامع مسجد میں آیا۔ مدینہ منورہ کا ایک صحیح النسب سیّد خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر گیا، سب سے پہلے تو آذان میں کلمہ " عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہ " کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے بعد بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کر کے باقی صحابہ کرام کے اسماء نکال دیئے گئے۔

عادل شاہ کی احتیاط

مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ یوسف عادل شاہ پہلا بادشاہ ہے کہ جس نے ہندوستان میں بارہ اماموں کے نام کا خطبہ پڑھوا کر ملک میں شیعہ مذہب کو رائج کیا، لیکن ان حالات میں بھی شیعوں کی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ صحابہ کرام کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرتے۔ یوسف عادل نے بڑی احتیاط سے کام لیا اس وجہ سے تعصب کو فروغ نہ ہو سکا اور شیعہ اور سُنی ایک دوسرے سے گھُل مِل کر رہنے لگے۔

مذہبی اتحاد

یوسف کے عہدِ حکومت میں شیعہ مذہب کے رواج کے بعد شیعی حنفی اور شافعی علماء ایک دوسرے سے بڑی محبت اور خلوص سے پیش آتے تھے اور آپس میں کسی قسم کا بغض اور کینہ نہ رکھتے تھے، ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق اپنی اپنی عبادت گاہوں میں خداوند تعالیٰ کی بندگی کرتے تھے۔ کوئی شخص اپنے فرقے کی فضیلت اور دوسرے کے فرقے کی توہین کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ علماء اور مشائخ اس اتحاد و یک جہتی کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے اور اس مذہبی اتحاد کو یوسف عادل شاہ کی حکمت عملی کا بہترین نتیجہ سمجھتے تھے۔

ایک عجیب غریب قصّہ

راقم الحروف مؤرخ فرشتہ کو اس موقع پر ایک عجیب و غریب اور معنی خیز قصہ یاد آ گیا ہے، قارئین کرام کی تفریح طبع کے لیے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بعض مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ مولانا غیاث الدین نامی ایک بزرگ گزرے ہیں، جو فارس کے رہنے والے تھے۔ وہ بہت ہی عقلمند اور فاضل شخص تھے۔ فن تاریخ اور شاعری سے انہیں طبعی لگاؤ تھا۔ شاعری

کو اس نے اپنے معتمد امراء کے سپرد کیا اور خود بیجاپور کی طرف واپس ہوا۔ وہاں پہنچ کر یوسف نے اپنے امراء و اراکینِ سلطنت کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ مرزا جہانگیر قمی اور حیدر بیگ کو، جنہوں نے دستور سے جنگ کرنے میں بڑی سرفروشی سے کام لیا تھا، اعلیٰ ترین مناصب پر فائز کیا گیا۔

مجلسِ جشن

۹۰۸ھ میں یوسف عادل شاہ نے ایک مجلسِ جشن منعقد کی۔ اس مجلس میں سید احمد صدری اور دیگر شیعی علماء کو مدعو کیا گیا۔ ان سب کے سامنے یوسف نے کہا: "اپنی زندگی کے ابتدائی زمانے میں جب کہ میں جلاوطن ہو کر بازاروں میں بکتا پھر رہا تھا، تو حضرت خضر علیہ السلام نے خواب میں مجھے یہ بشارت دی تھی کہ خدا تعالیٰ مجھے قعرِ مذلت سے نکال کر تختِ سلطنت پر بٹھائے گا۔ حضرت خضر نے مجھے یہ نصیحت کی تھی کہ میں عنانِ اقتدار ہاتھ میں لے کر اپنے خدا کو فراموش نہ کر دوں، ہمیشہ ساداتِ کرام اور محبانِ اہل بیت کی عزت و توقیر کروں اور شیعہ مذہب کو دنیا میں پھیلانے کی زندگی بھر کوشش کرتا رہوں۔"

شیعہ مذہب کو رواج دینے کا عہد

میں نے اس خواب کی وجہ سے خداوندِ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ بادشاہت کے درجے پر پہنچ کر بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کروں گا اور شیعہ مذہب کو رواج دوں گا۔ اس کے علاوہ تاراج کی شورشوں اور ہنگاموں کے زمانے میں جبکہ ملک اور سلطنت میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے تھے، میں نے دوبارہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر میں دشمن پر غالب آگیا تو ملک میں شیعہ مذہب کو رواج دینے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔

محتاط گروہ کی رائے

یہ تقریر کرنے کے بعد یوسف عادل شاہ نے اہلِ دربار سے ان کی رائے پوچھی، بعضوں نے بادشاہ کے خیال کو درست اور مبارک کہہ کر پوری پوری تائید کی، لیکن ایک گروہ نے احتیاط اور دور اندیشی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عرض کیا "ابھی حضور کو حکومت قائم کیے ہوئے تھوڑا سا زمانہ ہی گزرا ہے۔ سلطنت کے اصل وارث محمود شاہ بہمنی کو ابھی برائے نام بادشاہ تسلیم کیا جاتا ہے، مزید برآں احمد نظام الملک بحری اور فتح اللہ عمادی جیسے نامی گرامی امراء سنی مذہب کے پیرو ہیں، خود حضور کے بہت سے عسکری سردار چار خلفاء کو مانتے اور حنفی عقیدہ رکھتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تبدیلی مذہب کے اعلان سے ملک میں کوئی نیا ہنگامہ کھڑا ہو جائے۔

شاہِ ایران کی مثال

یوسف عادل شاہ نے اس دور اندیش جماعت کی رائے کو بہت

اختلاف کو سیاسی مخالفت کی بنیاد نہ بنائیں۔ الغرض ان امراء کو یوسف نے اچھی طرح سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔

عین الملک کی معزولی

جو امراء یوسف عادل شاہ سے ناراض ہو چکے تھے، ان میں میاں محمد عین الملک بہت قوی اور صاحب اقتدار تھا۔ یوسف عادل کو اس امیر سے کچھ خوف پیدا ہوا۔ لہٰذا ازراہ احتیاط اس نے عین الملک کو سپہ سالاری کے عہدے سے معزول کر دیا، اس کی جاگیر، جو بہادر گیلانی کے بعد اسے عطا ہوئی تھی، ضبط کر لی گئی اور اس کی بجائے اہنکری اور بلگوان کے پرگنے عطا کیے گئے۔

مذہبی آزادی

یوسف عادل نے تمام حنفی المذہب امراء کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی جاگیروں میں اپنے عقیدوں کے مطابق اذان دیں، اس کے علاوہ یوسف نے تمام حکام کو یہ فرمان بھجوا دیا کہ وہ اہلِ سنت کے طریقۂ عبادت میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ اس سلسلے میں بادشاہ نے بڑی احتیاط سے کام لیا، جگہ جگہ ہرکارے مقرر کیے جو ذرا ذرا سی باتوں کی بادشاہ کو اطلاع کرتے

نظام الملک اور قاسم برید کا حملہ

اسی دوران میں احمد نظام الملک بحری اور قاسم برید جو بڑے پکے حنفی المذہب تھے، یوسف عادل شاہ سے ناراض ہو گئے۔ ان دونوں نے مل کر بیجاپور پر حملہ کیا۔ سب سے پہلے قاسم برید نے گنجوٹی کا پرگنہ اور دوسرے قصبوں پر، جو عادل شاہ کے قبضے میں آنے سے پہلے دستور دینار کی تحویل میں تھے، قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد احمد نظام الملک نے ایک قاصد بیجاپور روانہ کیا اور یوسف عادل شاہ سے نلدرگ کا قلعہ طلب کیا، جو پہلے دستور دینار کے قبضے میں تھا۔ یوسف اگرچہ اپنے متعدد عسکری امراء سے مطمئن نہ تھا۔ لیکن اس نے نظام الملک کے قاصد کو بہت سخت جواب دیا۔ نظام الملک کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں اور گنجوٹی کے نواح پر حملہ کر کے اس پرگنہ کے قرب و جوار کو اپنے قبضے میں لے آیا۔

محمود شاہ کا ارادۂ جنگ

محمود شاہ بہمنی نے امیر برید کے مشورے سے گرد و نواح کے فرماں رواؤں کے پاس قاصد بھیج کر مدد کی درخواست کی، ان فرماں رواؤں میں قطب الملک، فتح اللہ عماد الملک، خداوند خاں حبشی اور ملک احمد نظام الملک بحری تھے۔ ان لوگوں سے یوسف عادل کا مقابلہ کرنے کی درخواست کی گئی۔ فتح اللہ عماد الملک اور خداوند خاں حبشی ایک دوسرے سے رنجیدہ اور خائف تھے اس لیے انھوں نے محمود شاہ سے معذرت طلب کی اور اپنے علاقوں سے باہر نہ نکلے۔

قطب الملک ہمدانی اگرچہ بباطن شیعہ تھا اور اس مذہب کی اشاعت و ترویج کا دل و جان سے

میں تو وہ مسلّم الثبوت استاد تھے، مناقب اہلِ بیت میں ان کے بہت سے قصائد ایران میں مشہور ہیں۔ مولانا غیاث الدین اگرچہ شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن تعصب سے انہیں کوئی کام نہ تھا وہ بہت حق گو اور حق پسند تھے، ان کا یہ دستور تھا کہ عصر کے وقت وہ شیراز کے بازار میں بیٹھ کر مرکب دوائیں فروخت کیا کرتے تھے وہ اچھے اشعار اور سحر آفریں جملوں اور لطائف سے اپنے خریداروں اور ملنے جلنے والوں کو خوش رکھتے تھے۔

اہلِ فارس کو اُن کی بزرگی، حق گوئی اور ان کے اعتقاد پر [illegible] پورا بھروسہ تھا۔ اور حتی الامکان ان کے پوری تعمیل کرتے تھے، ایک روز سلطان ابراہیم نے مولانا غیاث کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ "موجودہ مذہبوں میں سب سے بہتر اور عمدہ مذہب کون سا ہے"؟ مولانا نے جواباً فرمایا۔" بادشاہ ایک گھر کے اندر رہتا ہے اور اس گھر کے بہت سے دروازے ہیں، جو شخص جس دروازے سے بھی اندر داخل ہوگا، وہ بادشاہ کی زیارت سے محظوظ ہوگا، جو شخص بادشاہ سے ملاقات کرنا چاہے اسے سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت گزاری اور باریابی کی اہلیت پیدا کرنا چاہیے، یہ مسئلہ بعد کا ہے کہ اسے کس دروازے سے بادشاہ کے گھر میں داخل ہونا چاہیے۔

اس کے بعد سلطان ابراہیم نے مولانا سے ایک اور سوال کیا "ہر مذہب اور ہر فرقے کے لوگوں میں کون سا طبقہ سب سے بہتر ہے"؟ مولانا نے جواب دیا "اچھے کردار کا انسان، خواہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو، خدا کا مقبول بندہ ہوتا ہے"! بادشاہ کو مولانا کی یہ گفتگو بہت پسند آئی اور انہیں خلعت و انعام سے سرفراز کیا گیا۔ شیخ فرید الدین عطار نے بھی اپنی مثنوی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امراء کی ناراضگی

الغرض یوسف عادل شاہ نے جب خطبہ پڑھا اور شیعہ مذہب کو جاری کیا تو مشہور مثل "الناس علیٰ دین ملوکھم" کے مصداق بہت سے امیروں نے یہ مذہب اختیار کر لیا، لیکن امراء کا ایک گروہ جو بہت پکا سُنی اور حنفی المذہب تھا اپنے آبائی دین پر قائم رہا۔ میاں محمد عین الملک، دلاور خاں حبشی، اور محمد خاں سیستانی وغیرہ بادشاہ کی اس تبدیلی مذہب سے بہت ناراض ہوئے۔ عین ممکن تھا کہ یہ لوگ کھلے بندوں یوسف عادل شاہ کی مخالفت کر کے ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرتے کہ یوسف نے بلا کر انہیں اچھی طرح سمجھایا اور کہا:

یُوسف عادل کا نقطۂ نظر

"مذہب کا معاملہ، ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے، جس شخص کا جو رجحان ہوتا ہے وہ وہی مذہب اختیار کرتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ ہمیں ہمارے مذہب پر رہنے دو اور تم خود اپنے مذہب کے والہ و شیدا رہو۔ مذہب کے

عماد الملک کا پیغام نظام الملک کے نام

یوسف عادل کے چلے جانے کے بعد عماد الملک نے اپنے ایک عزیز کو ملک احمد نظام الملک کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا: "امیر برید کی اصل خواہش یہ ہے کہ یوسف عادل کو ختم کر کے بیجاپور پر خود قابض ہو جائے اگرچہ ہمارے نزدیک عادل اور برید ایک ہی جیسے ہیں، لیکن برید کا کردار ہم پر پوری طرح واضح ہو چکا ہے وہ پانچ کوس علاقے کا مالک ہے، لیکن اس نے محمود شاہ کو، شاہِ شطرنج بنا کر بہمنی خزانہ پر قبضہ کر رکھا ہے وہ ہمارے خلاف جو چاہتا ہے، کرتا ہے لیکن ہم اس کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر بیجاپور جیسے وسیع ملک پر برید کا قبضہ ہو گیا تو پھر ہمارا اور ہماری اولاد کا دکن میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔"

"دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں کی زندگی سپاہیانہ انداز سے گزرتی ہے۔ دوسروں کے مذاہب اور عقائد سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں، قیامت کے روز ہر شخص اپنے عقیدے کا جواب دہ ہوگا، یوسف عادل شاہ نے میرے سامنے شیعہ مذہب کو ترک کر کے اہلِ سنّت کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے اور ایک فرمان کے ذریعہ اہلِ بیجاپور کو شیعہ مذہب اختیار کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس صورتِ حال میں میرے نزدیک یہ نامناسب ہے کہ سب مل کر یوسف عادل شاہ پر حملہ کریں اور محمود شاہ کے پردے میں امیر برید کی خواہش کو پورا کریں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم سب اس معاملے سے الگ ہو جائیں اور اپنے اپنے ملک واپس چلے جائیں۔"

احمد نظام اور قطب الملک کی برید سے علیحدگی

ملک احمد نظام الملک اور قطب الملک ہمدانی سیاسی امور میں فتح اللہ عمادی کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے، ان دونوں نے عمادی کے مشورے پر عمل کیا اور راتوں رات اپنے ملک کو روانہ ہو گئے، دوسرے روز صبح میدانِ جنگ خالی نظر آیا۔ محمود شاہ اور امیر برید نے زمانے کے انقلاب کو حیرت کی نظروں سے دیکھا۔ ان دونوں نے بیجاپور کی مہم کے لیے فتح اللہ عمادی سے مدد مانگی اور اس کے پاس ایک قاصد روانہ کیا۔ عمادی ادھر اُدھر کی باتوں سے محمود اور برید کے قاصد کو ٹالتا رہا، اور خود ایک قاصد یوسف عادل شاہ کے پاس بھیج کر اُسے بلوایا۔ یوسف آیا دونوں سرداروں نے فوج کو ترتیب دیا اور برید و محمود سے معرکہ آرا ہونے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یوسف کا دوبارہ شیعہ مذہب کو رواج دینا

محمود شاہ اور امیر برید نے جو ان لوگوں کے آنے کی خبر سُنی تو وہ دونوں سخت پریشان ہوئے انھوں نے اپنا تمام ساز و سامان میدانِ جنگ ہی میں چھوڑا اور احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہو گئے۔

خواہاں تھا، لیکن مصلحتِ وقت سے مجبور ہو کر تلنگانہ کے امراء کے ساتھ محمود شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا
ملک احمد نظام الملک بحری بھی خواجہ جہاں دکنی حاکم پرندہ اور زین خاں حاکم شولاپور کو ساتھ لے کر
بارہ ہزار سواروں اور ان گنت توپ خانوں کے ساتھ احمد آباد بیدر پہنچ گیا۔

یوسف کی پریشانی

محمود شاہ بہمنی بھی تلنگانہ کی فوج کو تیار کر کے امیر برید کے ساتھ پایۂ تخت سے روانہ ہوا اور احمد نگر کی فوج سے دو کوس کے فاصلے پر قیام پذیر ہوا۔ محمود شاہ کے ساتھ اتنا بڑا لشکر دیکھ کر یوسف عادل شاہ قدرے پریشان ہوا۔ اس نے اپنے پانچ سالہ بیٹے شہزادہ اسمٰعیل کو کمال خاں دکنی اور دیگر قابل اعتبار امراء کے ساتھ بیجاپور روانہ کر دیا اور اس کے ساتھ تمام ساز و سامان اور خزانہ بھی بیجاپور بھجوا دیا۔

یوسف عادل کی روانگی بٹیر

یوسف نے دریا خاں اور فخر الملک کو حسن آباد گلبرگہ کی مہم پر نامزد کیا اور خود عین الملک کے ساتھ چھ ہزار تجربہ کار سواروں کو لے کر بٹیر کی طرف روانہ ہوا۔ اس پرگنے میں پہنچ کر یوسف نے دیہاتوں اور قصبوں کو نذرِ آتش کرنا شروع کر دیا۔ احمد نظام الملک بحری نے جب اپنی جاگیر کو اس طرح تباہ و برباد ہوتے دیکھا تو وہ محمود شاہ کو اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد یوسف شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

مذہب شیعہ سے یوسف عادل کی توبہ

یوسف عادل شاہ دشمن کی سرگرمیوں کی وجہ سے سخت تنگ آیا اور بٹیر سے دولت آباد پہنچا۔ اس صوبے کو تباہ و برباد کر کے وہ برار کی طرف روانہ ہو گیا، فتح اللہ عمادی، محمود شاہ اور احمد نظام الملک بحری کے تعاقب کی وجہ سے بے حد پریشان ہوا۔ عمادی نے عادل شاہ سے کہا "احمد نظام الملک اور محمود شاہ دونوں ہی کٹر حنفی ہیں اور مذہب کا بہانہ کر کے تمہیں تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں اس وقت مجھ میں اتنی قوت نہیں ہے کہ دشمن کا مقابلہ بھی کروں اور تمہاری دوستی کا دم بھی بھروں، اس لیے میری رائے یہ ہے کہ تم بظاہر شیعہ مذہب سے توبہ کر کے اور مجھ سے ناراض ہو کر برہان پور چلے جاؤ۔ میں قطب الملک سے مشورہ کر کے اس معاملے کو سلجھاؤں گا۔"

یوسف کی برہان پور کو روانگی

یوسف عادل نے عماد الملک کی رائے پر عمل کیا اور اسی وقت ایک فرمان اس مضمون کا بیجاپور روانہ کیا کہ ملک میں بارہ اماموں کی بجائے چاروں خلفاء کا خطبہ پڑھا جائے، اس کے بعد یوسف عادل، عماد الملک سے ظاہری جنگ کر کے برہان پور چلا گیا۔

کو لبیک کہا۔ اس کی وصیت کے مطابق لاش کو قصبہ کرگی میں شیخ جلال المشہور بہ شیخ چندا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ یوسف کو اس بزرگ سے بے انتہا عقیدت تھی۔ یوسف نے پچہتر سال کی عمر میں دنیا کو خیرباد کہا ذیل کے مصرع سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے ؎

"بگفتا نماندہ شہنشاہ عادل"

نظام الدین احمد الحسینی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یوسف عادل شاہ نے ۹۰۶ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، لیکن یہ روایت غلط معلوم ہوتی ہے، ہمارے نزدیک یہ واقعہ ۹۱۶ھ کا ہے اور یہی سال ہم نے اوپر درج کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ چندا کا سلسلۂ نسب حضرت امام زین العابدینؒ تک پہنچتا ہے وہ اس طرح کہ جلال الدین چندا ابن جہاں بن خضر بن محمد بن احمد بن یحییٰ بن زید بن حسین بن سراج الدین بن شرف الدین بن زید ابوالحسن بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید ابوالحسن بن علی بن حسین اصغر بن امام زین العابدین، چونکہ شیخ چندا شیعہ تھے اس لیے یوسف عادل شاہ ان سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، یہ محبت پیری اور مریدی کے رشتہ میں ڈھل گئی، تو یوسف کو شیخ صاحب سے پہلے سے کہیں زیادہ عقیدت ہوگئی۔ شیخ صاحب کی اولاد اب بھی دکن میں موجود ہے، ان کی نسل کے بعض لوگ شیعہ ہیں اور بعض سُنی حنفی۔

شاہ طاہرؒ کا بیان

راقم الحروف "فرشتہ" نے نظام شاہیوں کے پایۂ تخت احمد نگر میں شاہ طاہرؒ کا ایک مجموعہ، خود انھیں کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اس میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں "میں عتاب شاہی سے خوفزدہ ہوکر جلا وطن ہوا اور دریا کی راہ سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا جہاز بندر گوہ پر لنگر انداز ہوا اور میں کچھ دنوں تک اس بندرگاہ میں رہا یہیں میری ملاقات سید احمد ہروی سے ہوئی، سید صاحبؒ ایک ضعیف العمر بزرگ تھے، ان کی زندگی کا بڑا حصہ یوسف عادل شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی ملازمت اور درباداری میں گزرا تھا۔"

سید صاحب کی گفتگو شیریں اور صورت بہت اچھی تھی جس پر تقدس کا نور برستا تھا وہ علوم وفنون میں بڑی اچھی مہارت رکھتے تھے، وہ یوسف و اسمٰعیل، دونوں ہی کے زمانہ ہائے اقتدار میں منصب صدارت پر فائز رہ چکے تھے میں جب تک بندر گوہ میں رہا، سید احمد صاحبؒ سے برابر ملاقات کرتا رہا۔ وہ دلچسپ قصوں اور رنگین لطائف سے میری دلجوئی کیا کرتے تھے اور رنج والم کو میرے پاس نہ آنے دیتے تھے۔

یوسف کا کردار

سید احمد صاحبؒ نے گفتگو کے دوران میں اکثر یہ کہا ہے کہ یوسف عادل شاہ بہت ہی تجربہ کار اور دُور اندیش بادشاہ تھا۔ وہ بہادری، دلیری، سخاوت

یوسف عادل شاہ نے دشمن کے لشکر کو تباہ و برباد کیا، اور فتح عادی سے رخصت ہو کر بیجاپور واپس آیا اور یہاں اس نے دوبارہ مذہب شیعہ کو رواج دیا اور بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کیا۔

شاہِ ایران کو مبارک باد

یوسف عادل شاہ نے مشہور امرا، عین الملک کنعانی، کمال خاں دکنی اور فخر الملک ترک کو شاہانہ عطیات سے سرفراز کیا۔ سید احمد ہروی کو ایران کے فرمانروا شاہ اسمٰعیل صفوی کی خدمت میں روانہ کیا۔ یوسف نے شاہِ ایران کو بہت سے بیش قیمت اور نادر تحفے بھیجے اور اسے ایران میں شیعہ مذہب کو رواج دینے پر خلوصِ دل سے مبارک باد دی نیز اپنے شیعہ ہونے اور بیجاپور میں بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کرنے کی اُسے خوشخبری سنائی۔

اندراپور کا سفر

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے اپنی تمام زندگی ملک کی بہبودی اور رعایا پر عدل و انصاف سے حکومت کرنے میں صرف کر دی۔ اس نے صرف دو مرتبہ پایۂ تخت بیجاپور سے سفر کیا۔ پہلا سفر تو سیر و تفریح اور شکار کی غرض سے تھا، یوسف عادل شاہ شکار کے لیے اندراپور گیا۔ دو تین مہینے وہاں عیش و عشرت سے بسر کیے اور واپس بیجاپور آگیا۔

عیسائیوں کی سرزنش

دوسرا سفر اس نے بندر کووہ کا کیا۔ اس کا مقصد غیر مسلموں کی سرزنش تھی۔ ۹۱۵ھ کے آخر میں کچھ عیسائی اچانک بندر کووہ پہنچ گئے۔ انھوں نے بندرگاہ کے حاکم کو غافل پا کر، وہاں کے بے شمار مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتارا اور بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُس نے خاصہ کے دو ہزار سوار جن میں دکنی بھی تھے اور غیر ملکی بھی، ساتھ لیے اور بندر کووہ پر لشکر کشی کی۔ پانچ روز بعد عادل شاہی لشکر بندر کووہ پہنچ گیا۔ یوسف نے عیسائیوں کو غافل پا کر قلعے پر حملہ کر دیا اور دربانوں کو قتل کر کے قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔ اہلِ قلعہ اس آفتِ ناگہانی سے قطعاً بے خبر تھے۔ عادل شاہی لشکر کو اپنے سر پر موجود پا کر وہ حواس باختہ ہو گئے، عیسائیوں نے جان بچانے کی بہت کوشش کی، لیکن ان میں اکثر مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ جو موقع پا کر بچ نکلے، وہ کشتیوں کے ذریعہ مسلمانوں کی دسترس سے بھاگ گئے، یوسف عادل شاہ نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ یہ قلعہ آج تک مسلمانوں کی تحویل میں ہے۔ یوسف نے یہ قلعہ اپنے معتمد امرا کے سپرد کیا اور خود بیجاپور واپس آگیا۔

یوسف کا انتقال

یہ مہم یوسف عادل شاہ کی زندگی کی آخری مہم تھی، اس کے بعد پھر کبھی بادیہ پیمائی کی نوبت نہ آئی، یوسف نے بیس برس اور دو مہینے تک بڑی خوش اسلوبی اور استقلال سے حکومت کی۔ ۹۱۶ھ میں ایک مرض میں مبتلا ہو کر اس نے داعیِ اجل

اولاد ان قیدیوں میں مکٹ راؤ کی ایک سولہ سالہ بہن بھی تھی۔ جو عقل و خرد اور حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی۔ یوسف نے اس لڑکی کو اپنے حرم میں داخل کیا، اسے مسلمان کر کے اس سے نکاح پڑھوا لیا اور پونجی خاتون نام رکھا۔ اس عورت کے بطن سے یوسف کے چار بچے ہوئے، ایک بیٹا اسمٰعیل جو یوسف کے بعد تخت نشین ہوا اور تین بیٹیاں

۱۔ مریم سلطان جو برہان نظام شاہ سے بیاہی گئی
۲۔ خدیجہ سلطان، جس کی شادی شیخ علاؤ الدین عماد الملک سے ہوئی اور
۳۔ بی بی ستی زوجہ احمد شاہ بہمنی۔

عدل وانصاف اور علم وبُردباری میں اپنی مثال آپ تھا۔ ذاتی اوصاف کے علاوہ علمی کمالات سے بھی وہ بہرہ مند تھا۔ خوشخطی، علم عروض اور شاعری میں اسے بڑی خاصی مہارت حاصل تھی، طنبور وعود کو بڑی اچھی طرح بجاتا تھا اور اس فن کے استادوں کی بہت قدر کرتا تھا۔

علم دوستی

یوسف کی محافل میں ہمیشہ شعرائے قدیم کے اشعار پڑھے جاتے تھے وہ خود بھی کبھی کبھار شعر کہا کرتا تھا، یوسف اگرچہ عیش وعشرت پر جان چھڑکتا تھا لیکن وہ ہمیشہ ایسے ہی مشاغل میں کھویا نہ رہتا تھا بلکہ امور سلطنت اور حکمرانی کے فرائض انجام دینے میں بھی بڑی محنت اور توجہ سے کام لیتا تھا اس کی دانشمندی اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحے کے لیے بھی رعایا کی حالت سے بے خبر نہ ہوتا تھا، وہ ہمیشہ اپنے اہل دربار اور اراکین سلطنت سے دیانت، سخاوت، ایمان داری اور عدل وانصاف کی خوبیاں بیان کیا کرتا تھا اور اپنے ماتحتوں کو یہ صفات اختیار کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا۔

حسن وجمال، رعب ودبدبہ

یوسف عادل شاہ کے تزک واحتشام اور ظاہری دبدبے کا یہ عالم تھا کہ کسی شخص کو اس کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، صورت کے حسن نے اس کے رعب کو اور زیادہ باوقار بنا دیا تھا، بڑھاپے کے زمانے میں بھی لوگ اس کے حسن وجمال کا نظارہ کرنے کے لیے دُور دُور سے آیا کرتے تھے، جس روز یوسف کی سواری نکلتی تھی تو اَن گنت لوگ سر راہ کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ بادشاہ کے حسن وجمال سے محظوظ ہوں۔

اہلِ علم کی قدردانی

یوسف عادل شاہ نے اپنے زمانہ اقتدار میں ایران، توران، عرب اور روم جیسے ممالک میں خطوط بھیج کر وہاں کے فضلاء، علماء، اہلِ ہنر، اہل سیف، اور اعلیٰ قابلیتوں کے لوگوں کو بیجاپور میں بلوایا اور ان کی ایسی خاطرداری کی کہ ان سب نے اپنے وطنوں کو خیرباد کہہ کر ساری زندگی یوسف کے سایۂ لطف وکرم میں گزار دی۔

مکٹ راؤ مرہٹہ پر لشکر کشی

یوسف نے قلعہ ارک کو از سر نو چونے اور اینٹ سے تعمیر کروایا شاہ طاہر نے لکھا ہے کہ یوسف نے اپنے عہد حکومت میں ایک بار پرگنہ اندراپور کا دورہ کیا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ مکٹ راؤ مرہٹہ اور اس کا بھائی امرائے محمود شاہی کے گروہ میں شامل ہیں اور عادل شاہ کی دست برد سے بچنے کے لیے ایک گروہ کے ہمراہ پہاڑی علاقے میں پناہ گزیں ہیں۔ یوسف نے دو ہزار سپاہیوں کی ایک جمعیت مکٹ راؤ اور اس کے ساتھیوں کی سرزنش کے لیے روانہ کی۔ ہندوؤں نے عادل شاہ کی اطاعت سے انکار کیا۔ عادل شاہی لشکر نے دشمن کا ساز وسامان خوب جی کھول کر لوٹا اور ان کی بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا۔

حاصل کیا اور ان سے نہایت مفید اور کارآمد مشورے لیے۔ فرنگیوں نے قلعہ کو دہ کے قلعہ دار کو رشوت دی اور یوسف عادل جب واپس آیا تو انھوں نے اس قلعہ کو اپنی حراست میں لے لیا، یہاں تک کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے آغاز عہد میں اس قلعہ پر فرنگیوں کا قبضہ ہوگیا۔ کمال خاں اور فرنگیوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا اور وہ یہ کہ فرنگی کسی صورت میں بھی اپنی سلطنت کی توسیع کے لیے کوشش نہیں کریں گے، نہ ہی انھیں عادل شاہی حکومت کے قرب وجوار میں کسی قسم کا خوف وہراس یا اپنا اثر ورسوخ پیدا کرنے کی اجازت ہوگی۔ وہ صرف قلعہ پر قابض رہیں گے، یہی وجہ ہے کہ ابھی تک اس قلعہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہے۔ عیسائیوں کی اس صلح اور قرب وجوار کے امرا کے تعاون نے کمال خاں کو امورِ سلطنت کی انجام دہی میں بڑی مدد دی اور وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے لگا۔ ایک ہی سال گزرا تھا کہ فخر الملک اور دریا خاں نے داعیِ اجل کو لبیک کہی۔ کمال خاں نے ان امرا کی جائداد کو اپنے اعزا اور اقربا نیز اپنے فرزندوں میں منقسم کیا۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک کا ایک علٰحدہ دربار بن گیا علاوہ ازیں ان لوگوں کو میرزا جہانگیر اور حیدر بیگ کی جائداد کے چند پرگنے بھی تفویض کیے گئے۔ یہاں تک کہ وہ تمام جائداد اور جاگیریں جو براہِ راست عادل شاہی امرا سے تعلق رکھتی تھیں، ان کی وفات کے بعد یا ان میں سے کسی جرم کے ارتکاب پر کمال خاں اپنے خیرخواہوں کو تفویض کر دیتا، اس طرح کمال خاں نے اپنے مختصر عرصۂ حکومت میں ملک میں اچھی خاصی حیثیت حاصل کر لی، اب وہ ایک طاقت ور حکمران بن چکا تھا، اس نے توسیعِ سلطنت کے لیے مختلف ذرائع پر غور کیا۔

کمال خاں پر خود مختار ہونے کا ایسا نشہ چڑھا کہ اب وہ ہر وقت اس فکر میں لگا رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے ملک کے تمام زر ومال پر قابض ہو جائے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امرائے دکن کے نزدیک یہ بات قابلِ ستائش تھی۔ بلکہ وہ اس عمل کو دکن کے حکمرانوں کے لیے ایک نیک فال سمجھتے تھے۔ ایسی مثالیں بکثرت ہیں جہاں محکوم حاکم پر غالب آ گئے ہیں۔ اس کا آغاز تمراج کے ذریعہ ہوا۔

سیورائے راجہ بیجانگر کا فرزند جب سن بلوغ کو پہنچا تو تمراج نے اسے زہر کے ذریعہ قتل کروا دیا۔ اور اس کے بجائے اس کے چھوٹے بھائی نے عنانِ حکومت سنبھالی۔ پھر یوسف عادل شاہ کی شکست کے موقع پر خود بھی ختم ہوگیا۔ اس طرح تمراج نے بہت سے امرا کو اپنا خیر خواہ اور مددگار بنایا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ جیسا کہ سطورِ بالا میں تحریر کیا گیا۔ اسی طرح سے محمود شاہ بہمنی کو قتل کر کے قاسم برید ترک اور دیگر امرائے ملک پر قابض ہوگئے اور اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔

کمال خاں چونکہ انھیں اساتذہ کا شاگرد رہ چکا تھا اور ان تمام حالات اور واردات کو بخوبی جانتا تھا لہٰذا اس نے بھی دولت وعزت کی تمنا میں قاسم برید کی راہ کو اپنایا اس نے قاسم برید کو اطلاع کرائی

اسمٰعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کا جب انتقال ہوا تو عنانِ حکومت اس کے فرزند اسمٰعیل عادل شاہ کے بجائے کمال خاں سرِ نوبت نے سنبھالی، کیونکہ اسمٰعیل عادل شاہ ابھی سنِ بلوغ کو نہیں پہنچا تھا اور حکومت کا نظام اور سلطنت کا کاروبار اس کے بس کی بات نہ تھی، کمال خاں سلطان محمود بہمنی کے امرا میں کافی شہرت کا حامل تھا۔ یوسف عادل شاہ نے کمال خاں کو طلب کر کے اُسے کافی اطمینان دلایا اور سرِ نوبت کے عہدے پر مقرر کیا۔ تمراج کی جنگ میں کمال خاں نے جس بہادری اور شجاعت و کمالات کا مظاہرہ کیا تھا اس نے دربارِ عادل شاہی میں کمال خاں کی عزت کو اور بڑھا دیا تھا۔ یوسف عادل شاہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کمال خاں کو سرِ نوبت کے عہدے کے علاوہ وکیل سلطنت بھی مقرر کر دیا تھا۔ ساتھ ہی حیدر بیگ، فخر الملک، میرزا جہانگیر، دریا خاں اور دیگر امرا و رؤسا کو یہ تاکید بھی کی تھی کہ وہ سب کمال خاں کے ساتھ مِل جُل کر کام کریں اور اس کے ساتھ رواداری اور اخلاص کو برقرار رکھیں۔ یوسف عادل شاہ کے انتقال کے بعد ان تمام امرا و رؤسا نے اپنے مرحوم بادشاہ کی وصیت اور ہدایت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کمال خاں کے ساتھ تعاون اور اتحاد رکھا، یہاں تک کہ ملک کے تمام مالی اور سیاسی اختیارات اس کے ہاتھ میں آ گئے اور وہ اس لحاظ سے ایک خود مختار اور آزاد حاکم بن گیا۔

نظامِ حکومت

کمال خاں نے اپنی حکومت کا آغاز بڑی اچھی طرح سے کیا۔ امورِ سلطنت کی انجام دہی میں اپنی پوری کارکردگی، نفاست اور ذہانت کا ثبوت دیا۔ تمام ریاست میں خلفائے راشدین کا خطبہ پڑھوایا اور شیعہ مذہب کے تمام رواج، طور طریقے اور رسوم کو ریاست میں جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ کمال خاں نے دربارِ عادل شاہی سے وابستہ تمام امرا اور رؤسا کی عزت اور احترام میں کوئی کسر نہ چھوڑی، غرض کہ ہر چھوٹے بڑے، ادنیٰ و اعلیٰ اور ہر خورد و کلاں کو اپنا دلداد[ہ] بنا لیا۔ انتظامِ سلطنت کو اعلیٰ پیمانہ پر چلانے اور نظامِ حکومت کو بہتر بنانے کے لیے اس نے عماد شاہی، قطب شاہی، نظام شاہی اور برید شاہی جیسی ریاستوں کے امرا و رؤسا کے ساتھ دوستی کی، ان کا تعاون

تفویض کردیئے، دراصل یہی پرگنے نظام شاہی اور عادل شاہی حکومتوں کے مابین نزاعی مسائل بن کر کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ ان کے محاصل کی رقم تین لاکھ ہون تھی۔ آگے اس کا ذکر آئے گا۔ الغرض قلعہ نصرت آباد، ساغر اور اتیکر پر امیر قاسم بریدترک کا قبضہ ہو گیا اس طرح نہر بھورہ کے دوسری جانب کے سب دیہات اور قصبوں پر عادل شاہی حکومت کا تسلط ختم ہو گیا اور ان تمام علاقوں پر امیر قاسم بریدترک کی حکومت قائم ہو گئی، ساتھ ہی اس نے گلبرگہ کو اپنی حراست میں لے لیا۔ اس عرصہ میں اُسے خبر ملی کہ شولاپور بھی فتح ہو چکا ہے، الہٰذا اُس نے کمال خاں کو مبارک باد کا پیغام بھیجا۔ اس سے کمال خاں کے حوصلے اور بلند ہو گئے اور اس کے عزائم کو بڑی تقویت پہنچی وہ نہایت متکبرانہ انداز میں بیجا پور پہنچا اور اسمٰعیل عادل شاہ کو پھر موقع دیا کہ وہ رعایا کا سلام لے، اس طرح کمال خاں نے از سرِ نو اپنی حکومت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کی۔

امراء کے عہدوں میں تبدیلیاں

کمال خاں نے مغل امراء کی برطرفی کا حکم جاری کیا پہلے پہل مغلوں کی تعداد تین ہزار پر مشتمل تھی اب صرف تین سورہ گئی جن مغلوں کو برطرف کیا گیا تھا ان کے متعلق کمال خاں نے ایک اور حکم نامہ جاری کیا اور وہ یہ تھا کہ کوئی برطرف یا معطل مغل اس کی ریاست میں نہ پایا جائے، اگر ایسا ہوا تو اس کے جان و مال کی ضبطی ہو جائے گی اور اس کی خیر بھی نہیں۔ اس حکم کے اجراء نے مغلوں میں خوف و ہراس پیدا کر دیا وہ بہت زیادہ بے اطمینان اور اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے، بلکہ جگہ بجگہ منتقل ہو گئے۔ کمال خاں کے اس اقدام نے اُسے بڑی حد تک سکون بخشا اور جب اسے کسی شخص سے کوئی خطرہ نہ رہا تو اس نے نظام شاہی خاندان کے اصولوں کو شمع راہ بنایا اور توسیع سلطنت کے پیشِ نظر ہر شخص کے عہدوں میں اضافہ کرنا شروع کیا۔ اس طرح جن امراء کے پاس کم جاگیریں تھیں انھیں زیادہ اور جن کے عہدے کم تھے انھیں عہدوں میں ترقی دی گئی۔ کورہ رادت کی جب ۹۱۷ھ ہجری میں مردم شماری کرائی گئی تو اس سے یہ اندازہ ہوا کہ فوج میں دکنیوں اور حبشیوں کی کل تعداد بیس ہزار ہے۔

تخت نشینی کے لیے کمال خاں کا تیار ہونا

مردم شماری کے بعد کمال خاں نے اپنے ہمدرد، مونس اور غمخوار احباب و اقرباء سے اپنی تخت نشینی کی بابت مشورہ طلب کیا سب نے یہی مشورہ دیا کہ کمال خاں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے لہٰذا اُسے جتنی جلد ممکن ہو تخت نشین ہو جانا چاہیئے۔ بغرض نجومیوں کو طلب کیا گیا۔ تخت نشینی کا وقت معلوم کیا گیا۔ نجومیوں نے کمال خاں دکنی سر توبت کو بتایا کہ اسے مہینہ کے تقریباً پندرہ یوم تک اپنا تحفظ کرنا چاہیئے کیونکہ ستاروں کی گردش کمال خاں کے حق میں مفید نہیں ہے۔ اس طرح کمال خاں کو مشورہ دیا

کہ اس کے پاس ہر طرح سے سامان شاہی موجود ہے۔ اس وقت احمد نگر کا والی بھی کمسن ہے اور والیٔ برار
فتح اللہ عماد بھی اپنے ایام شباب میں رنگ رلیاں منانے میں مصروف ہے یہ موقع بڑا بہترین موقع ہے
اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ آپ مجھے اپنا بہی خواہ اور مخلص سمجھ کر حکام دکن میں میرا شمار کرائیں اور
اس طرح سلطنت کو پھیلانے میں کوشش کریں۔ امیر قاسم برید جو ایک عرصہ سے اس قسم کا موقع تلاش کر رہا تھا
فوراً راضی ہو گیا اور اس طرح دونوں طرف سے ایک معاہدہ عمل میں آیا اور وہ یہ کہ قاسم برید ترک دستور دینار
کی جاگیر اپنے قبضہ میں رکھے اور اس طرح بیجاپور کا جو حصہ بچ جائے اس پر کمال خاں اپنا تسلط جمالے
گرم سلائی کے ذریعہ اسمٰعیل عادل شاہ کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں اور ممکن ہو تو اسے قبر میں اتار دیا جائے۔ نیز
خواجہ جہاں کا بھائی جو قلعہ شولاپور پر قابض ہے، اسے کمال خاں سر نوبت اپنی حراست میں لے لے، ان تمام
کارروائیوں، شرطوں اور پیام کے بعد مقصد براری کا آغاز ہوا۔ محمود شاہ بہمنی کو اس کے مکان میں مقید کر دیا
گیا اور قاسم برید نے فوج کو منظم کر کے حسن آباد گلبرگہ کا رُخ کیا۔ ادھر بیجاپور کے قلعہ ارک میں کمال خاں
نے اسمٰعیل عادل شاہ کو مع اس کی والدہ مسماۃ پونجی خاتون کے مقید کر دیا اور اپنے فرزندوں کو ان کی حفاظت
پر مامور کر کے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ شولاپور کا رُخ کیا۔ تین ماہ تک کمال خاں شولاپور کو اپنی حراست
میں لیے رہا۔ جب زین خاں کو ملک احمد نظام الملک بحری اور خواجہ جہاں کی طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا
تو اس نے اپنی جان اور مال کی حفاظت کے لیے کمال خاں سے درخواست کی اور قلعے کو مع ساڑھے پانچ
پرگنوں کے اس کی تحویل میں دے دیا۔

ان ساڑھے پانچ پرگنوں کے اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب امرائے دکن والیٔ احمد آباد بیدر کا
معاملہ صاف کر چکے تو ان میں سے قریب قریب ہر امیر نے ایک ریاست کو اپنے قبضہ میں لے لیا، اسطرح
خواجہ جہاں دکنی حاکم پرندہ کو گیارہ پرگنے ملے۔ اس کا بھائی جو اس وقت قلعہ شولاپور کا وارث تھا اور جس کو
زین خاں کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اس نے احمد آباد بیدر کا رُخ کیا اور سلطان محمود بہمنی سے ایک اس قسم کا
حکم جاری کرانے کی سعی کی کہ قلعہ شولاپور اور خواجہ جہاں کی جائداد کے آدھے رقبے کا اسے حکمران بنایا جائے
لیکن احمد نظام شاہ بحری کے تعاون اور اس کی کوشش سے خواجہ جہاں دکنی نے زین خاں کو صرف قلعہ شولاپور کا
حاکم بنائے رکھا اور سلطان کے فرمان اور حکم سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیا، اس طرح اس کی آدھی جائداد
پر زین خاں قابض نہ ہو سکا۔

جب احمد شاہ نظام کا انتقال ہو گیا اور والیٔ ریاست یوسف عادل شاہ ہو گئے تو انھوں نے مرحوم
شاہ کے فرمان کے مطابق زین خاں کی ہمت افزائی کے طور پر خواجہ جہاں دکنی کے ساڑھے پانچ پرگنے

اور حیاتِ جاوید پاؤں۔ تم دشمن کی پسپائی کی راہ بتاؤ تاکہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں اور بجائے اسمٰعیل کے اپنا سر کٹواؤں۔

مسماۃ پونجی کی تدبیر

پونجی خاتون نے یوسف ترک کو بتایا کہ وہ شاہی محل کی ایک عورت کو جو کمال خاں کی خیر خواہ ہے، کمال خاں کے پاس اس کی خیریت دریافت کرانے کے لیے بھیجے گی اور اسی کے ساتھ یوسف ترک کو کر دے گی۔ یہ عورت چونکہ کمال خاں کی طرف سے شاہی محل کے تمام پوشیدہ راز معلوم کرنے کی غرض سے متعین تھی۔ لہٰذا اس کو کمال خاں کے پاس بڑی آسانی سے روانہ کیا جاسکتا ہے اور ایک ایسی ترکیب سے کام لیا جاسکتا ہے کہ حریف، یوسف ترک کا استقبال بھی کرے اور خود پان بھی پیش کرے۔ لیکن یوسف ترک کو بڑی ہمت اور جرأت سے کام لے کر اپنے لہو سے چہرے کا رنگ سرخ بھی کرنا ہوگا اور خنجر کے ذریعہ حریف کا خاتمہ بھی، یوسف ترک نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ بوڑھی عورت کو بلا کر پونجی خاتون نے کمال خاں کی تعریف و توصیف کی

کمال خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ

پونجی خاتون نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بوڑھی عورت کو بتایا کہ جب سے یوسف عادل شاہ کا انتقال ہوا ہے اسے ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اس کا فرزند اسمٰعیل ابھی سنِ بلوغ کو نہیں پہنچا ہے دنیا کے اونچ نیچ سے نابلد ہے، کہیں ملک پر احمد شاہ بحری کا قبضہ نہ ہو جائے لیکن خدا کا شکر ہے کہ عنانِ حکومت کمال خاں نے سنبھال لی ہے اور اب کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے، ورنہ عادل شاہی امراء میں کسی امیر میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر دولت خانہ شاہی کا تحفظ کرتا ادھر دو تین یوم سے کمال خاں کی علالت کی خبر سن کر دل کو از حد فکر ہے، کیونکہ کمال خاں، پونجی خاتون کو اپنے فرزند سے زیادہ پیارا ہے۔ پونجی خاتون نے بوڑھی عورت کو بارہ ہزار ہون دے کر کہا کہ ان کو کمال خاں کے سر سے اتار کر فقراء میں تقسیم کر دو۔

بوڑھی عورت کے ہمراہ یوسف ترک کی روانگی

بوڑھی عورت تھوڑی دور جانے ہی پائی تھی کہ پونجی خاتون نے اسے بلا کر کہا کہ یوسف ترک کو بھی ہمراہ لیتی جاؤ، کیونکہ یہ حج کا ارادہ کر چکا ہے مگر اسے ڈر ہے کہ اس کا حج اس وقت تک قبول نہ ہوگا۔ جب تک کہ کمال خاں اس کو خوشی کے ساتھ اجازت نہ دے دیں۔ تمہیں چاہیے کہ اس بات کی کوشش کرو کہ کمال خاں اس کو اپنے ہاتھ سے بیڑا اٹھا کر اسے رخصت ہونے کی اجازت دیں اور اپنے دستِ مبارک سے ایک رقعہ تحریر فرما کر اس کے حوالے کریں اس رقعہ

گیا کہ وہ سولھویں دن تخت سلطنت پر بیٹھیں اور جلوس نکالیں۔

قلعۂ ارک میں کمال خاں کا قیام

نجومیوں کی پیش گوئی نے کمال خاں کو بہت زیادہ خوف وہراس میں مبتلا کر دیا۔ لہٰذا اس نے قلعۂ ارک کو اپنی جان کی حفاظت کے لیے منتخب کیا اور دوسری تمام جگہوں سے اسے بہتر سمجھا، اس نے تہیہ کیا کہ وہ اپنے خراب ایام کو اسی قلعہ ارک میں بسر کرے گا۔ غرض اس نے بیجاپور کے تمام معاملات کو ان لوگوں کے حوالے کیا جن پر اسے پورا پورا اعتماد تھا۔ اس نے سوچا کہ انسانی تدبیریں خدا کے لکھے ہوئے کو مٹا سکتی ہیں لہٰذا قلعہ ارک کے ایک نہایت اطمینان بخش مقام کو اپنا مسکن ٹھہرایا۔ اس نے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے فرزند صفدر خاں سے رجوع کریں۔ درد سر اور بخار کے بہانے سے لوگوں کو ملنے سے روکا اس عرصہ میں کسی شخص سے اس نے کوئی تعلق نہ رکھا۔

کمال خاں کو قتل کرنے کی تیاری

عادل شاہی محل میں کمال خاں کے سولھویں دن تختِ سلطنت کے جلوس کی خبر پہنچتے ہی بیگمات کو بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالےٰ کو اس معزز خاندان کا چراغ روشن رکھنا مقصود تھا۔ مسماۃ پونجی خاتون والدہ اسمٰعیل عادل شاہ کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے یوسف ترک کو جو اس کے بیٹے کا فرزند تھا، بُلا کر بے ثباتی عالم کا سبق پڑھایا۔ اس نے یوسف ترک کو بتایا کہ انسان بہرحال خدا کا بندہ ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو خدا کے حوالے کرتا ہے تم بھی اپنی عزیز جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اس مُوذی کمال خاں کو موت کے گھاٹ اتار دو۔ یوسف ترک نے قسم کھائی اور اس کام کی تکمیل کو اپنے حق میں باعثِ صد افتخار سمجھا، اس نے کہا کہ اگر وہ تنہا کسی کے کام آسکتا ہے اور اس سے ہزاروں کا فائدہ ہو سکتا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے، ساتھ ہی اس نے مسماۃ پونجی خاتون سے استفسار کیا کہ وہ تنہا بیس ہزار دکنی اور حبشی فوجوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے اور کس طرح ان پر قابو پا سکتا ہے لیکن پونجی خاتون نے اسے مشورہ دیا کہ اگر وہ دل لگا کر اور ڈٹ کر مقابلہ کرے اور اپنی جان کو خدا کے حضور میں پیش کرنے کی ہمت کرے تو یقیناً وہ بڑی آسانی کے ساتھ بہت اچھی طرح سے کمال خاں کی جان لے سکتا ہے۔

یُوسف ترک کا عزم قتل

پونجی خاتون کی باتیں سُن کر یُوسف تُرک یُوں گویا ہُوا کہ میں اس پر پورا یقین رکھتا ہوں کہ کمال خاں بادشاہ بنتے ہی مجھے مار ڈالیگا لہٰذا کیوں نہ میں اپنے خدا کے حضور میں جان کا نذرانہ پیش کر کے وفاداروں میں اپنا نام لکھواؤں

دل میں عزم بیدار کرو اور ہاتھ میں شمشیر لے کر عادل شاہ اور اس کی والدہ سے اپنے باپ کا انتقام لو تاکہ بعد ازاں شاہی تخت پر بیٹھ سکو اور قلعہ خارزان عادل شاہی کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔

صفدر خاں کی بدلہ لینے کے لیے تیاری

صفدر خاں کی اس وقت پچیس سال کی عمر تھی پھر بھی وہ بہت زیادہ خوف محسوس کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا قتل کے واقعہ کی اطلاع عام ہوتے ہی لوگ منتشر ہونے لگیں گے اور دشمن سے انتقام لینا مشکل ہو جائیگا لہٰذا وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسے اس واقعہ کے مشتہر ہونے سے پہلے قلعہ چھوڑ کر کسی اور سمت چلا جانا چاہیے اس کی والدہ نے اس کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ والدہ کے نزدیک قلعہ میں مقیم لوگ حریف کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی تھے، لہٰذا اس نے صفدر خاں کو باب قلعہ بند کرانے کا مشورہ دیا اور اس سے کہا کہ وہ اپنے خیر خواہوں، ہمدردوں اور ملازمین کو یہ بتائے کہ وہ سب خان والا نشان کے حکم کی تعمیل میں اسمٰعیل عادل کا سر کاٹ کر حاضر کریں اور خود بھی ان کے ہمراہ جائے اور اپنے والد کا انتقام لے، اس منصوبے کے پیش نظر باب قلعہ بند ہوا اور سب کو اس حکم کی اطلاع دے دی گئی کہ اسمٰعیل عادل شاہ کو مار ڈالا جائے۔

پونجی خاتون کی تدبیریں

پونجی خاتون کو اگرچہ اس بات کا علم تھا کہ یوسف ترک اپنے کام کو پوری طرح انجام نہیں دے سکا اور کمال خاں پر بھی ساری باتیں روشن ہو گئی ہیں اور اب اس کے متعلقین شاہی خاندان سے انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں۔ خود مقابلہ کرنے پر تیار ہو گئی۔ اس نے صندل خواجہ سرا کے ذریعہ دیوان خانے اور چوکی پر متعین لوگوں کو مکان کے دروازے پر پہنچوا دیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جن محافظین کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے وہی تین سو کی تعداد میں مغل یہاں حفاظت کر رہے تھے، علاوہ ازیں تین سو بیس حبشی اور دکنی بھی تھے۔ امراء اور عہدہ داروں میں تقریباً ہر ایک پر کمال خاں کا اعتماد تھا اور وہ سب کے سب اس کی بڑی عزت کرتے تھے وہ حقیقی معنوں میں اس کے خادم اور معاون تھے۔ صفدر خاں ان کی طرف سے قطعاً پر امید رہا، اس نے ان کی فرماں برداری اور خلوص پر بالکل شبہ نہیں کیا اور انھیں اپنا رفیق و ہمدرد ہی سمجھا۔

پونجی خاتون کا امرائے دربار سے مدد حاصل کرنا

الغرض پونجی خاتون نے نقاب کے اندر سے ہر شخص کو یہ یاد کرایا کہ کمال خاں دکنی اسمٰعیل عادل شاہ کے خون کا پیاسا ہے اور وہ ان کے قتل کرانے کے بعد حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا جن لوگوں نے عادل شاہی نمک کھایا ہے اور جو باوفا ہیں انھیں حریفوں سے نبٹنے میں ذرا

سے بندر مصطفیٰ آباد کے دابل کا حاکم اسے نہیں روک سکے گا اور اس طرح اس کے مقاصد کی تکمیل بہ آسانی ہو سکے گی۔ انعام کے طور پر ایک بیش بہا رقم بوڑھی عورت کے سپرد کی گئی اور اس طرح یوسف ترک اس کے ساتھ ہو لیا۔

شرف یابی کمال خاں

بوڑھی عورت کمال خاں کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ پونجی خاتون کی گفتگو سنائی۔ یوسف ترک کے فریعۂ ج کے ارادے سے آگاہ کیا اور جس رقم کو لے کر آئی تھی اسے کمال خاں کے سر سے اُتارا کمال خاں کو پونجی خاتون کی یہ ادا بہت پسند آئی اور اُسے اب اس کی طرف سے غداری کا کوئی شبہ نہ رہا۔ لہٰذا کمال خاں نے یوسف ترک کو پونجی خاتون کی خوشنودی کی خاطر گوشۂ تنہائی میں طلب کر کے اس کے نیک ارادۂ ج اور اپنی ہمدردی کا اظہار کیا لیکن یوسف ترک کو جلد واپس آنے کی ہدایت بھی کی تاکہ وہ اُسے مشہور امرا میں نمایاں مقام دے سکے۔

یوسف ترک کا کارگر حملہ

یوسف ترک نے بڑے غور سے کمال خاں کی باتیں سنیں اور بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ کمال خاں اس کے اس عمل سے اتنا متاثر تھا کہ اس نے یوسف ترک کو نہایت مشفقانہ انداز میں اپنے قریب طلب کیا اور پان پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ دکن میں پان چادر پھیلا کر لیا جاتا ہے اور یہ طریقہ اس ملک میں خاصی مقبولیت رکھتا ہے، یوسف ترک نے بھی اسی روش کو اختیار کیا۔ اپنے دونوں بازوؤں کو چادر کے نچلے حصے میں چھپا کر کمال خاں سے پان لینے کے لیے بڑھا۔ عین اس وقت جب کمال خاں پان چادر میں رکھ رہا تھا، یوسف ترک نے نہایت جرأت کے ساتھ ایک خنجر اس کے سینہ میں گھونپ دیا جو دوسری طرف پار ہو گیا اس طرح کمال خاں کا کام تمام ہو گیا۔

کمال خاں کی موت کا انتقام

اس حادثہ کی خبر جب کمال خاں کی والدہ کو ملی تو اس نے بوڑھی عورت کو قتل کا سبب گردان کر اُسے اور یوسف ترک کو قصاص میں قتل کرا دیا اور اپنے متعلقین کو ہر قسم کے رونے دھونے اور شور و شغف سے روکا۔ روزنِ محل پر جو تخت تھا اس پر زندہ آدمی کی طرح کمال خاں کو بٹھا دیا گیا اور مقامی رسم کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام فوج اور دوسرے نوکروں کو محل کے نچلے حصے میں بلا لیا۔ نیز ایک راز دار کے ذریعہ صفدر خاں کو طلب کیا جو وہاں پہنچتے ہی باپ کے مُردہ جسم کو دیکھ کر شور کرنا چاہتا تھا کہ والدہ کمال خاں نے اسے روک دیا اور سمجھایا کہ اس وقت چیخنے چلانے یا رونے دھونے کے بجائے بازوؤں میں قوت پیدا کرو۔

اور اس کے ساتھیوں کو علم نہ تھا، وہ سب یہ سمجھے کہ مغل سپاہی بھاگ گئے۔ لہٰذا انھوں نے بکن محل کی جانب پیش قدمی کی کسی شخص نے انھیں قطعاً نہیں روکا۔ یہاں تک شاہی محل کی خواتین چپ چاپ ان کا تماشہ دیکھتی رہیں۔ حریفوں نے بڑے اطمینان سے قلعہ کا دروازہ توڑا اور اندر وارد ہوئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اندرونی دروازہ کو مسمار کرنا شروع کیا اتنے میں مغل سپاہیوں نے عورتوں کے ایماء سے ان پر حملہ کر دیا۔ ہر طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش ہونے لگی، جگہ کافی محدود تھی۔ حریفوں کے بہادر سپاہی جاں بحق ہوئے اور اسی عرصہ میں صفدر خاں کی آنکھ کو تیر کا نشانہ بنایا گیا۔ وہ بھاگا اور نہایت سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں اسی دیوار کی طرف آیا، جہاں اسمٰعیل عادل شاہ موجود تھا، وہ بڑے اطمینان کے ساتھ یہ تمام مناظر دیکھ رہا تھا عادل شاہ کی والدہ پونجی خاتون نے دوسری جانب سے کھڑے ہو کر صفدر خاں کو پہچان لیا اور بیٹے کو سامنے پڑے ہوئے پتھر کو گرانے کا اشارہ کیا، عادل شاہ نے والدہ کا اشارہ پاتے ہی وہ پتھر نیچے گرا دیا اور اس طرح صفدر خاں کا دماغ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حریفوں نے سردار کی لاش دیکھی، اور کمال خاں کے دولت خانے کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر انھوں نے اسے بھی مردہ پایا پھر مگاوہ لوگ قلعہ سے بھاگ نکلے مغل سپاہیوں نے بھی قلعہ سے باہر آکر دونوں حریفوں یعنی صفدر اور کمال خاں کے سروں کو ان کے جسم سے علٰحدہ کیا اور نیزوں پر رکھ کر سارے شہر میں جلوس نکالا۔

شہر کے مشہور اُمراء کی فراری

خان جہاں اور عمدۃ الملک وغیرہ شہر کے مشہور امیروں میں شمار ہوتے تھے، انھیں کمال خاں سے بڑا لگاؤ تھا۔ انھیں اس قسم کے حادثہ کا کبھی خیال بھی نہ آیا تھا، اب اس حادثہ کی خبر سن کر ان کے ہوش و حواس جاتے رہے اور وہ اسی پریشانی کے عالم میں اپنی ساری دھن دولت چھوڑ کر ملک سے کوچ کر گئے۔

یُوسف ترک کی میّت

اسی دن اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے بہادر شہید کی میت بڑے جاہ و جلال کے ساتھ اٹھائی اور خود میت کے ساتھ رہا، پھر پونجی خاتون کے دیے ہوئے دس ہزار ہون، دیگر عورتوں کے بارہ ہزار ہون عادل شاہ نے یُوسف ترک کے نام پر خیرات کے طور پر تقسیم کیے۔ اس نے یوسف کا مقبرہ مع ایک گنبد تعمیر کرایا اور خدام کا تقرر کر کے شام کے وقت قلعہ میں پہنچا، اس نے زندگی بھر خیرات تقسیم کی اور برسی کے دن وہ خود یوسف ترک کے مقبرے پر جایا کرتا تھا۔

بھی پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے، البتہ جو شخص نمک حلالی اور وفاداری کا مظاہرہ کرنے کے قابل نہیں ہے وہ اپنا راستہ لے۔ پونجی خاتون کے اس کلام کا یہ اثر ہوا کہ دو سو مغلوں اور سترہ دکنیوں اور حبشیوں نے اپنی خدمات بڑی دلیری کے ساتھ پیش کر دیں اور نہایت مخلصانہ انداز میں شاہی محل میں در آئے جو لوگ بچ گئے انھوں نے وفاداری کا ثبوت نہیں دیا۔ اس طرح پونجی خاتون اور اسمٰعیل عادل کی پھوپھی دلشاد آغا دونوں نے مردوں کے سے کپڑے پہنے اور مع تیر کمان لگن محل کی ڈیوڑھی پر آ گئیں۔ دلشاد آغا یوسف عادل شاہ کے آخری عہد میں یہاں آ چکی تھیں۔ اب شہزادے کو بھی ساتھ لے کر کوٹھے پر چڑھیں یہ محل کافی بلندی پر واقع تھا۔ ان عورتوں نے مغلوں کو شاہی مراعات کا لالچ دے کر اپنے پاس کوٹھے پر بلا لیا۔ صفدر بھی وہاں آ چکا تھا اس نے دروازہ توڑنے کا حکم دیا۔ مغلوں نے اپنے تیروں اور عورتوں نے سنگ باری کے ذریعہ سارے قلعہ میں ہلچل مچا دی۔ قلعہ کے برج بارہ کا محافظ مصطفٰی فاروقی بھی اس موقع پر آ گیا۔ کمال خاں دکنی ہمیشہ اس مورِ ضعیف کو نظر انداز کرتا رہا تھا، اس نے کبھی اس طرف دھیان تک نہ دیا تھا، مگر اس وقت یہ بھی محل کے پچھلے حصّہ کی طرف بچاس تفنگچیوں سے لیس کھڑا تھا۔ خواتین انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور رسول کے ذریعہ اُن کو اُوپر بلا لیا۔

محل میں قیامت کا نمونہ

صدائے تفنگ اور شور و غل نے سارے محل کو قیامت کا نمونہ بنا دیا۔ کافی دیر تک جنگ جاری رہی۔ صفدر خاں کی والدہ صدائے تفنگ سے چونک اٹھی۔ اسے فوراً صفدر خاں کے ڈر جانے کا خیال پیدا ہوا، لہٰذا اس نے لشکر کو بڑی توپیں لانے اور محل کو ڈھانے کا حکم دیا تاکہ فوج کے زیادہ سپاہی موت کے گھاٹ نہ اتر جائیں صفدر خاں نے اپنی والدہ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس نے قلعہ کو مسمار کرانے اور حریفوں کو مار ڈالنے کی غرض سے لڑائی بند کرنے کا حکم دیا اور لشکر کے جانباز سپاہیوں کو بڑی توپیں لانے کا حکم جاری کیا۔ شہر کے سپاہیوں کو قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا تاکہ باہر سے کوئی مدد عادل شاہی نوجوانوں کو نہ پہنچ سکے۔ عادل شاہی عورتوں پر حریفوں کا یہ راز کھل گیا انھوں نے ایک نئی ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ بڑی توپوں کے پہنچنے سے پہلے مغل سپاہیوں کو کوٹھے کے پچھلے حصّہ میں روپوش کر دیا جائے تاکہ صفدر خاں کو مغلوں کے بھاگ جانے کا دھوکہ ہو اور وہ پھر پیش قدمی کرے اور بڑی توپوں کے پہنچنے کا منتظر نہ رہے، اس طرح اس مکار کو زک پہنچے۔ شاہی عورتوں کا یہ آلہ کار آمد ثابت ہوا۔ صفدر خاں بہ آسانی موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

صفدر خاں کے قتل کی تفصیل

مغلوں کے کوٹھے کے پیچھے روپوش ہونے کا صفدر خاں

عہدے پر فائز نہ کیا جائے کیونکہ عادل شاہی خاندان اور سلطنت کے احیاء کے پیش نظر یہ امر ضروری اور لابدی ہے تقریباً بارہ برس تک بغیر کسی رد و بدل کے یہ قانون ملک میں نافذ رہا اس کے باوجود مغل اور حبشیوں نے درخواست کی کہ کم از کم ان کے فرزندوں ہی کو نوکر رکھنے کی اجازت دی جائے لیکن پونجی خاتون نے ان کی یہ درخواست مسترد کر دی، البتہ افغان اور راجپوتوں کو نوکری کی اجازت دے دی یہ سلسلہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد تک جاری رہا اور اس میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کی گئی۔ کوئی مغل یا حبشی فوج میں نوکر نہیں رکھا گیا نہ کسی نے ایسا کرنے کی کبھی جرأت کی۔

ان فوجوں کی مدد سے بادشاہ نے بارہا راجاؤں پر حملے کیے اور قرب و جوار کے جاگیرداروں کو پسپا کیا۔ یہاں تک کہ امیر برید اور سلطان بہمنی جن کی پچیس ہزار نفوس پر مشتمل فوج نے بیجاپور پر حملہ کیا تھا۔ بادشاہ سے شکست کھا چکے تھے، اس کی تشریح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ کمال خان کی حیات ہی کے دوران امیر برید نے بیجاپور کے اکثر شہروں کو اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔ جیسا کہ اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے۔ کمال خاں کے مرنے پر مرزا جہانگیر حسن آباد اور اس کے پرگنوں کا مالک بن گیا تھا کیونکہ وہ احمد نگر کی ملازمت سے مستعفی ہو چکا تھا اور بیجاپور میں ملازمت اختیار کر چکا تھا اس نے نصرت آباد ساغر اور اکبر کے قلعے حریفوں سے چھین لیے امیر برید کے چار سو سے زاید بہی خواہوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تمام نواحی بستیوں کو دوبارہ سلطنت میں شامل کیا۔ یہ سب کچھ اس نے امیر برید کے بہادر اور جانباز بھائیوں کو قتل کر کے کیا۔ اس عظیم حادثہ نے امیر قاسم برید کو ماہیٔ بے آب کی طرح بے تاب کر دیا۔ محمود بہمنی کی ذاتی سفارش اور اپنی تحریر سے حکامِ دکن کو اتنا متاثر کیا کہ سلطان قلی علی شاہ اور علاؤ الدین عماد شاہ نیز برہان نظام شاہ نے اس کی امداد کے لیے فوراً فوج روانہ کر دی۔

امیر قاسم برید اور اسمٰعیل عادل شاہ کا مقابلہ

اس فوجی کمک کو لے کر امیر قاسم برید ۸۵۷ھ میں بیجاپور پر حملہ آور ہوا اور اس نے اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اس لشکر میں محمود شاہ بہمنی بھی موجود تھا مصلحتِ وقت کے پیشِ نظر اسمٰعیل عادل شاہ نے پیش قدمی نہ کی اور وہ تماشائی کی حیثیت سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا، لیکن امیر برید کے فوجی بیجاپور کے قریب امیہ پور پہنچے اس امیہ پور کی بنیاد یوسف عادل شاہ ہی نے ڈالی تھی۔ حریف اس کو حراست میں لینا ہی چاہتے تھے کہ اسمٰعیل عادل شاہ باہزار نفوس پر مشتمل ایک لشکر کے ہمراہ شہر چھوڑ کر حریفوں پر حملہ آور ہوا۔ اس لشکر میں زیادہ تر مغل تھے، لہٰذا

اسمٰعیل عادل شاہ کا نظامِ حکومت

تاریخ نویسوں کے قول کے مطابق مذکورہ بالا حادثہ کے دوسرے روز اسمٰعیل عادل شاہ نے عنانِ حکومت سنبھالی اور دیوانِ عام میں رعایا کو بلایا۔ رعایا نے اپنے بادشاہ پر خیرات اتار کر تقسیم کی، فضلا اور علماء کے سرغنہ غیاث الدین شیرازی نے اپنے خامۂ سحر نگار سے حریفوں اور ان کے خیر خواہوں کی شکست، بربادی اور پریشانی کا سارا حال بڑے عمدہ پیرایہ میں بیان کیا اور برق رو پیغمبران نوشتوں کو لے کر دکن کے شاہی درباروں میں پہنچے اس طرح حریف اور اس کے ساتھیوں کی تباہی کا حال ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا۔

پونجی خاتون کے فیصلے

کمال خاں اور اس کے بیٹے کے خیر خواہوں اور دوسرے باغی قیدیوں کو پونجی خاتون کے سامنے پیش کیا گیا، تاکہ وہ لوگ اپنے کیئے کی سزا پاسکیں۔ اس عورت کو پونجی خاتون نے صرف ملک بدر ہونے کی سزا دی اور دوسرے لوگوں کو معاف کیا بلکہ راستے کی حفاظت کے لیے کچھ لوگوں کو اس کے ہمراہ بھی کر دیا۔ اُن نجومیوں کو بھی مال و دولت اور کئی مراعات عطا کی گئیں جنھوں نے کمال خاں کی بابت پیش گوئی کی تھی۔ ان اشخاص کو بھی جاگیریں اور عہدے دیئے گئے جنھوں نے اس واقعہ میں عادل شاہی خاندان کا ساتھ دیا تھا۔ خوش کلامی آقا سکندر آقا رومی، مصطفےٰ آقا مقرب خاں کرد، مظفر خاں رودباری، خواجہ عنایت کاشی اور محمد حسین طہرانی جو پہلے سلحداری تھے اب عہدہ ہائے امارت سے سرفراز کیے گئے، اس طرح انھیں کافی اختیارات و حقوق کا حامل بنا دیا گیا۔ ملکہ نے ان سلحداروں کو بھی واپس بلانے کی کوشش کی جو کمال خاں کے جور و ستم سے گھبرا کر تلنگانہ، برار، گجرات، خاندیش اور احمد نگر چلے گئے تھے، ان میں میرزا جہانگیر قمی، حیدر بیگ سوبجنگ بہادر وغیرہ شامل تھے۔ پونجی خاتون نے ان کی ڈھارس بندھائی اور انھیں کافی اطمینان دلا کر بلانا چاہا۔

حبشیوں اور مغلوں کا تقرر

جو لاری الاصل خسرو ترک نے وقت کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود کو غلام مشہور کر رکھا تھا۔ اس کے قرب و جوار کے علاقے اس کے سپرد کیے اور اسے اسد خاں کے خطاب سے نوازا۔ غلامان کرخی سے تعلق رکھنے والے یوسف کو شحنہ دیوان مقرر کیا گیا۔ پونجی خاتون نے بگوان اور ارادے کو عملی جامہ پہنایا جو اس نے حادثہ کے دوران میں کیا تھا کہ وہ صرف مغل اور حبشیوں کو ملازمت نہ دے گی۔ اس نے تمام امراء اور رؤسا کو حکم دیا کہ مغل اور حبشیوں کو فوج میں کسی

نہ تو اس قابل ہیں کہ ان کی عزت کی جائے اور ان کے حکم کی تابعداری کی جائے اور نہ ہی ان میں اس عظیم ترین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت یا استطاعت ہے ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی امیر قاسم بریدنے چاروں طرف اپنے محافظین کو مقرر کیا اور مددگاروں سے کام لے کر سابقہ عہدے پر جلوہ افروز ہوا۔ صبح کو جب بادشاہ کی آنکھ کھلی تو اس نے الٹا ہی معاملہ دیکھا لیکن اسے اس کا نہ صدمہ ہوا نہ تعجب! کیونکہ وہ امرا سے مرعوب تھا اور وہ ان کی ہر قسم کی بات گوارا کر لینے کا عادی بن چکا تھا۔ اس کو امیر قاسم برید سے جو سامان عیش وطرب اور نائو نوش مل گیا اسی کو اس نے غنیمت سمجھا۔

ایرانی ایلچیوں کی خاطر مدارات اور روانگی

ہندوستان میں چند برس قبل والئی ایران شاہ اسمٰعیل صفوی کے ایلچی آئے تھے۔ ان ایلچیوں کی آؤ بھگت، استقبال اور توقیر کرنے میں تمراج رائے بیجانگر اور شاہ گجرات پہلے ہی ایک اچھی مثال پیش کر چکے تھے اور انھیں شاہی تحائف اور ہدیہ وغیرہ سے نواز چکے تھے کہ محمود بہمنی نے اپنے ملک میں انھیں بڑے احترام، وقار اور گرم جوشی کے ساتھ بلایا اور حسبِ مراتب شاہانہ ان کی رخصت چاہتا تھا، اس کے برعکس امیر برید اختلافِ مذہبی کے سبب شاہ سے متفق نہیں تھا بلکہ وہ شاہ کو اس کے ارادہ کی تکمیل میں روڑا اٹکاتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو سال تک ایلچی اپنے ملک ایران واپس نہ جا سکے۔ مجبوراً انھوں نے ایک نوشتہ اسمٰعیل عادل شاہ کو روانہ کیا جس کے جواب میں امیر قاسم برید اور محمود بہمنی دونوں کو حکم ملا کہ ایرانی ایلچیوں کی رخصت میں مزید تاخیر کی ضرورت نہیں، ان کی خاطر مدارات کے فوراً بعد روانہ ہی کر دینا بہتر ہے۔ امیر برید نے اسمٰعیل عادل شاہ کے جواب کو نہایت سخت سمجھ کر ایلچیوں کو فوراً رخصت کر دیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور ایرانی ایلچیوں کا استقبال

اسمٰعیل عادل شاہ نے ان ایرانی ایلچیوں کا نہایت گرم جوشی اور تعظیم و تکریم کے ساتھ استقبال کیا اور ایلیچ پور میں شرف باریابی بخشا، چونکہ ایلچی اور اسمٰعیل عادل شاہ ایک مذہب کے ماننے والے تھے، لہٰذا اس نے ان کو بڑے شاہانہ ٹھاٹ باٹ سے ایران رخصت کیا۔ روانگی کے وقت بندر مصطفےٰ آباد کے مقام پر ان کی بڑی عزت کی گئی۔ جب والئی ایران کو ان تمام باتوں کا علم ہوا۔ تو اس نے عادل شاہ کی خدمت میں اپنا ایک مددگار روانہ کیا جس کے ہمراہ بادشاہ کے لیے نہایت قیمتی شاہانہ تحائف، ایک تلوار اور مرصع کمر بند تھے۔ اس مددگار کا نام امیر ابراہیم بیگ ترکمان تھا، اپنے نوشتہ میں والئی ایران نے عادل شاہ کے لیے مجد السلطنت والحشمۃ والشوکۃ والاقبال

بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا گیا۔ خون ریزی کے بعد امیر برید مع اپنی فوج کے میدانِ جنگ سے بھاگ گیا، لیکن محمود شاہ بہمنی اور اس کا بیٹا احمد شاہ دورانِ جنگ میں گھوڑے سے زمین پر گر پڑے تھے، لہٰذا انہیں قید کر لیا گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور سلطان محمود کی گلبرگہ کو روانگی

اسمٰعیل عادل نے چاہا کہ سلطان محمود اور شہزادہ دونوں کو بیجاپور لایا جائے جس کے لیے اس نے گھوڑے مع زین اور لگام پیش کیے، اس نے یہ بھی چاہا کہ سلطان محمود کو امیر برید سے رہائی حاصل ہو جائے، لیکن بادشاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اس نے بیجاپور آنے کی بجائے اسی جگہ پر اپنے جسم کے زخموں کا علاج کیا۔ یہ زخم میدان جنگ میں گھوڑے سے گرنے پر لگے تھے زخموں کے بھرنے کے بعد سلطان محمود نے اسمٰعیل عادل سے استدعا کی کہ شہزادہ احمد کی منکوحہ بی بی ستی نوشتہ کر دی جائے اور جشنِ عشرت بھی منایا جائے۔ اسمٰعیل عادل شاہ اس بات پر راضی ہو گیا، لہٰذا دونوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ خوابگاہ حضرت خواجہ محمد گیسودراز گلبرگہ میں یہ اہتمام کیا جائے لہٰذا دونوں گلبرگہ پہنچے۔ جہاں جشنِ عشرت بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا اور بی بی ستی کو شہزادہ احمد کی تحویل میں دے دیا گیا۔

بادشاہ سلطان محمود کی احمد آباد کو روانگی

سلطان محمود کو اسمٰعیل عادل شاہ نے احمد آباد بیدر روانہ کرتے وقت پانچ ہزار مغل بھی ساتھ کر دیئے امیر قاسم برید کو جب یہ خبر موصول ہوئی کہ اسمٰعیل عادل شاہ اور سلطان محمود دونوں اس کی جان لینے کے لیے وہاں پہنچ رہے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے مال و دولت چھوڑ کر خود کو قلعہ میں محبوس کر لیا۔ سلطان محمود بغیر کسی خوف و ہراس کے کچھ عرصہ مے نوشی اور رنگ رلیوں میں مصروف رہا۔ اس نے چوکیداروں اور حفاظت کرنے والوں تک کا خیال نہیں کیا۔ شراب پینے، گانا سننے اور ناچ دیکھنے میں کئی دنوں تک خود کو غافل رکھا۔

امیر قاسم برید کا حملہ

اسمٰعیل عادل شاہ کے احمد آباد بیدر کے قرب و جوار رخصت ہوتے ہی امیر قاسم برید تقریباً تین چار ہزار بہی خواہوں کے ہمراہ شہر پر چڑھ آیا۔ بڑی آسانی کے ساتھ سحر کے وقت دروازہ تک پہنچا۔ محافظین اور پہرہ داروں نے ان کو بخوشی اندرونِ شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی اور ان کی راہ میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی۔ کیونکہ ان محافظوں اور دروازہ کے پہرہ داروں کو یقین ہو گیا تھا کہ سلطان محمود اور شہزادہ احمد

جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ غرض تمراج نے معاہدوں کے ذریعہ مدگل اور رائچور کے قلعے اپنی حراست میں لے لیے۔ ان قلعوں پر تمراج کا قبضہ ۹۲۷ھ تک رہا، کیونکہ اس عرصہ میں اسمٰعیل عادل شاہ کو دکن میں کمال خاں کی سرکشی کی وجہ سے اتنی مہلت ہی نہ مل سکی کہ وہ اس طرف دھیان دیتا اور تمراج سے قلعوں کے متعلق باز پرس کرتا۔ دوسرے عادل شاہ کے پاس کوئی امیر بھی ایسا نہ تھا جس کی مدد سے وہ اس کام کی تکمیل کرا سکتا۔ جب شاہی خاندان کے بہی خواہوں نے امیر قاسم برید کو ملک بدر کیا اور قرب وجوار کے امراء و رؤساء اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس نے نزاکتِ وقت کے پیشِ نظر مدگل اور رائچور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ تمراج سے کیا، جس کے لیے وہ خود بیجا پور کی طرف روانہ ہوا۔

تمراج کی جنگی تیاریاں

جب تمراج کو اسمٰعیل عادل کی نیت کا پتہ چلا تو اس نے کچھ فوج کے ساتھ بیجا پور کا رُخ کیا اور جلد ہی کرشنا دریا کے کنارے خیمہ زن ہو گیا۔ مختصر سے عرصہ ہی میں کنہڑ اور اس کے قرب وجوار بلکہ دُور دُور کے علاقوں کے امراء و حکمران بھی جنھوں نے غائبانہ طور پر تمراج کو اپنا سردار تسلیم کر رکھا تھا اس وقت تمام اختلافات کو ختم کر کے متحد ہو گئے ان سب نے تمراج کو اپنی وفاداری، فرمانروائی، مدد اور تابعداری کا یقین دلایا نتیجہ میں تمراج ایک طاقتور فریق بن گیا اور اب اس کی پوری فوج کی تعداد پچاس ہزار سواروں اور چھ لاکھ پیادوں پر مشتمل تھی۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا ارادہ التوائے جنگ

مجمل طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسمٰعیل عادل نے جب یہ دیکھا کہ تمراج بہت جلد بیجا پور پہنچ گیا اس نے تمام پانی کے چشموں پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور ان کے علاوہ وہ تمام امراء اور حکام جو کبھی دور دراز علاقوں کو چھوڑ کر اس کے پاس نہیں آتے تھے، اب متحد ہو کر اس کے ساتھ ہو گئے تو اس نے اسمٰعیل عادل شاہ نے تمراج کے ساتھ معرکہ آرائی کا خیال ترک کر دینا چاہا۔ اور اپنے اس ارادہ کی تکمیل میں کسی دوسرے مناسب وقت کا منتظر رہنا پسند کیا، لیکن اب وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ جنگ کی تیاریاں مکمل طور پر ہو چکی تھیں، شاہی آلات باہر آ چکے تھے، اس کے علاوہ کچھ امیروں نے بھی بادشاہ کو جنگ کرنے کے لیے اکسایا، لہٰذا اب وہ دشمن سے مقابلہ کرنے پر مجبور تھا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کی فوج میں اس مرتبہ سات ہزار تا جپوش سوار تھے جن میں اکثریت ان سپاہیوں کی تھی جن کا تعلق دوسرے ملکوں سے تھا، بہر حال دریا کے کنارے سب کے خیمے نصب کر دیئے۔

بادشاہ کی شراب نوشی اور بزمِ عشرت

دریا کے کنارے خیمہ زن ہونے کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ شاہی خیمہ میں مقیم ہوا اور بغیر کسی خوف و

جیسے القاب اور آداب تحریر کیئے۔ فارسی زبان میں لکھے ہوئے یہ خطابات اور القاب و آداب اسمٰعیل عادل شاہ کے لیئے مسرت کا باعث بنے اور اب اس نے اپنے آپ کو شاہانہ جملوں کا متحمل سمجھا۔

ایرانی ایلچیوں کے استقبال کی تفصیل

بیجاپور میں جس شان و شوکت اور عزت و احترام کے ساتھ ایلچیوں کی آؤ بھگت کی گئی اس کو بہ تفصیل بیان کرنا بڑا مشکل ہے۔ چاروں طرف شادیانے بجوائے گئے۔ ایرانی ایلچیوں کی پوشاک کا خیال رکھتے ہوئے حکم جاری کیا گیا کہ تمام مغل سپاہیوں کو چاہیئے کہ وہ سر پر دوازدہ شعبہ سرخ پہنیں ورنہ کسی مغل سپاہی کو شرف باریابی نہیں بخشا جائے گا۔ علاوہ ازیں خلاف ورزی کرنیوالے یا حکم نہ ماننے والے سے بارہ بکریاں حاصل کی جائیں نیز اس کے سر سے پگڑی اُتار کر اسے برہنہ سر بازار میں پھرایا جائے گا تاکہ لوگ اس پر لعنت ملامت کریں اور دوبارہ وہ اس قسم کی حرکت سرزد کرنے سے باز رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس حکم کی پوری تعمیل میں شہر کے اندر کوئی شخص بغیر دوازدہ شعبہ سرخ سر پر رکھے نظر نہیں آیا۔ علاوہ ازیں یہ حکم بھی جاری ہوا کہ عید، بقرعید اور دیگر مذہبی تہواروں پر عبادت کرتے وقت خطبات میں والئ ایران کی خوش حالی اور درازئ عمر کی دعائیں مانگی جائیں یہ سلسلہ سلطنت بیجاپور میں علی عادل شاہ کے عہد کے اواخر تک تقریباً ستر سال تک جاری رہا۔

تاریخ نویسوں کا خیال

تقریباً ہر تاریخ نویس اس امر سے اتفاق کرتا نظر آتا ہے کہ اسمٰعیل عادل شاہ بڑا عقل مند، دُور اندیش، مردم شناس وقت شناس اور باوقار بادشاہ تھا وہ قریب قریب ہر کام کی تکمیل میں اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا، اسی لیے حریفوں پر جلد غالب آجاتا تھا اس نے تقریباً تمام لڑائیوں میں دشمن کو شکست دی، غالباً ایک مرتبہ جنگ کنہٹر میں جو غیر مسلموں کے درمیان تھی، اپنی مے نوشی کے سبب فریب میں مبتلا ہوگیا اور دھوکا کھاگیا اور اپنے ہوش و حواس کھو دینے کی وجہ سے ان پر غلبہ حاصل نہ کرسکا۔

جنگِ کنہٹر کا حال

دکنی تاریخ نویسوں کا خیال اس جنگ کے متعلق یہ ہے کہ کنہٹر میں جتنے غیر مسلم حکمران تھے ان کے ظلم و تشدد کو یوسف عادل شاہ نے اپنی بہادری اور شجاعت کے زور سے ختم کیا۔ بت پرستوں کے قبضہ سے اذدواب ملک کو نکالا اور اس طرح کنہٹر اور مدگل و رائچور کے قلعے اپنی سلطنت میں شامل کرلیے۔ بیجاپور کے حکمران کے ظلم و ستم سے اہلِ ملک پریشان تھے۔ اب انھیں نجات مل گئی جب یوسف عادل شاہ نے انتقال کیا تو تمام ملک میں قاسم برید اور کمال خاں کی تخریبی کارروائیوں کی خبر عام ہوگئی اس طرح تمراج، مدگل اور رائےچور کے قلعوں پر قابض ہوگیا

اور ہوشیاری سے فوجوں کی تنظیم کر رہا تھا مسلمانوں نے متحد ہو کر یلغار شروع کی اور تقریباً دشمن کے ایک ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا بیجانگر کے راجہ کا سپہ سالار مغل سپاہیوں کی تلوار کا نشانہ بنا۔ اس میں شک نہیں کہ اس جنگ میں مغل سپاہی بڑی بہادری اور شجاعت کے ساتھ صف آرا ہو کر لڑے لیکن آخری وقت ان کے پاس آلات جنگ ختم ہو گئے جس کے سبب ڈیڑھ ہزار مسلمان میدان میں کام آئے جو فوج بچ گئی وہ جان بچا کر بھاگ گئی، کسی پل کے نہ ہونے کی وجہ سے دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچنا بڑا مشکل تھا، نتیجہ یہ ہُوا کہ جو مسلمان سپاہی جان بچا کر بھاگے انھوں نے دریا میں گھوڑے ڈالے اور اس طرح خود بادشاہ کے ہاتھی کو ترسول بہادر اور ابراہیم بیگ میدان جنگ سے نکال کر اپنے آگے آگے لے آئے اور دریا کی طرف چل دیے، نتیجہ یہ ہُوا کہ بادشاہ اور اس کا ہاتھی نیز سات تا چوبیس سوار دوسرے کنارے تک پہنچ گئے، باقی تمام ہاتھی اور گھوڑ سوار دریا میں ڈوب گئے۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور اسد خاں لاری کے مابین صلاح مشورہ

تاریخ میں غالباً یہ پہلا زبردست واقعہ ملتا ہے جب کہ ایک حاکم وقت فوج کی طرف سے غافل رہ کر حریفوں سے برسرِ پیکار ہُوا ہو، اور اپنے خیرخواہوں اور متعلقین کو موت کے گھاٹ اتروا کر اکیلا بروقت تمام دریا پار پہنچا ہو۔ جس اسد خاں لاری کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے اس سے اسمٰعیل عادل شاہ نے صلاح مشورہ کیا اور تقاضائے وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے سوالات کیے اسد خاں لاری نے نہایت مؤدبانہ انداز میں اس اہم حادثہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اب دارالحکومت بیجاپور کو روانہ ہونا چاہیئے اور یہ بات سب پر روشن ہے کہ تمام ہندوستان کے راجاؤں میں بیجانگر کا راجہ فوجی اور سیاسی اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے اور کبھی بھی کسی بہمنی بادشاہ نے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا اور وسیع ریاست کے پیشِ نظر اس راجہ کی فوج سے لڑنے کا ارادہ نہیں کیا۔

اسد خاں لاری کا ایک اور اہم مشورہ

علاوہ متذکرہ مشورہ کے ایک اور مشورہ اسد خاں لاری نے یہ دیا کہ اب تمام بہی خواہوں اور خیراندیش لوگوں کی رضا یہی ہے کہ برہان نظام شاہ بحری کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے اور تعلقات کو استوار کیا جائے جس کے لیے شادی وغیرہ کا سلسلہ جاری ہو تاکہ دلوں میں گنجائش اور سینوں میں دوستی کا عزم بیدار ہو۔ بعد ازاں مشترکہ اتحاد و تنظیم کے ساتھ بانی فتنہ امیر قاسم برید سے بازپرس کی جائے اور اس کو خوب مزہ چکھایا جائے، تاکہ قلعہ مدگل اور رائچور پر قبضہ کرنے میں آسانی ہو، اس طرح بغیر پریشانی اور تکلیف کے حریفوں دھوکے بازوں اور فریب دینے والوں سے نمٹا جاسکے گا۔ قصہ مختصر بادشاہ نے عزم کیا کہ تاوقتیکہ قلعہ

ہراس کے جنگ میں تاخیر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بارش شروع ہوتے ہی شراب نوشی میں مصروف ہوگیا اس عرصہ میں اس کے ایک ہم پیالہ نے شراب نوشی کے لطف کو دو بالا کرنے کے لیے پس پردہ شاہی ایک عمدہ سا شعر نہایت سُریلی آواز میں سنایا۔ اس شعر کا سننا تھا کہ بادشاہ پردہ سے باہر آیا۔ اس نے فوراً ایک بزم عشرت منعقد کرانے کا فیصلہ کیا۔ غرض مجلس منعقد ہوئی۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں خوبصورت اور خوب رُو معشوق حاضر کیئے گئے۔ جن کا حسن انسان کے ہوش وحواس باختہ کردے علاوہ ازیں باذوق اور شوخ طبع احباب ادھر اُدھر تشریف فرما ہوئے۔

دریا کے کنارے بادشاہ کا گشت

جب شراب اپنا پورا اثر کر گئی اور محفل اپنے شباب کو پہنچ گئی تو اسمٰعیل عادل شاہ نے دریا پار کرنے کی طرف دھیان دیا۔ ارکان دولت کو طلب کر کے قصے کے متعلق دریافت کیا۔ جواب ملا کہ چمڑے کے خول چڑھے ہوئے قفقوں کی تعداد سو ہے باقی کچھ دنوں میں تیار ہو جائیں گے، بادشاہ نشہ میں چور تھا ایک ہاتھی پر بیٹھا اور سیاحت کا بہانہ کر کے دریا کے کنارے گھومنے لگا لیکن اپنے دل کی بات کسی شخص کو نہیں بتائی، یہ دیکھ کر مسلم لشکر بڑا حیران ہوا، کیونکہ بادشاہ جنگ کے دوران میں بیشتر اسی ہاتھی پر سوار ہوا کرتا تھا، بادشاہ ابھی مشکل سے ایک کوس ہی جانے پایا تھا کہ اس نے تمام سپاہیوں کو سوار کا مقصد ظاہر کیا۔ ساتھ ہی سارے فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ ہاتھیوں پر بیٹھ کر دریا پار آئیں اور چرمیں قفقوں پر گھوڑوں کو دریا کے پار لے آئیں، لوگ اس حکم کو سن کر بڑے پریشان ہوئے اس لیے کہ اس زبردست دریا کو پار کرنا ہاتھیوں کے بس کی بات نہ تھی اور یہ قریب قریب ناممکن العمل تھا باین سبب ہر شخص کنارے کھڑا دریا کو تک رہا تھا، بادشاہ تو چونکہ نشہ میں چور تھا، اس کی عقل اس وقت قطعاً کام نہیں کر رہی تھی۔ لہٰذا اُس نے اس کام کا آغاز کیا اور دریا میں مع ہاتھی کود پڑا۔ لیکن اپنے جاہ وجلال شاہانہ کے سبب وہ بغیر کسی قسم کے نقصان، تکلیف یا ایذا کے دریا عبور کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

دریا کے پار معرکۂ جنگ

بادشاہ کے پیچھے دوسو ہاتھیوں پر سوار بھی دریا پار کر گئے اور دو مرتبہ گھوڑوں کو قفقوں میں دریا پار لے گئے۔ کچھ بقیہ فوجی دریا میں داخل ہونے والے ہی تھے کہ حریفوں کا لشکر مقابلہ کے لیے آپہنچا جو مغل سپاہی اور دوسرے فوجی دریا عبور کر چکے تھے انھوں نے گھوڑوں کی لگامیں ہاتھ میں لیں اور دشمن سے مقابلے کے لیے بڑھے اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں کے مقابلے میں بہت ہی کم تھی اوّل الذکر دو ہزار اور آخر الذکر دو لاکھ پیادوں اور اسی ہزار سواروں کی شکل میں تھے تاہم اسمٰعیل عادل شاہ معرکہ آرائی میں نہایت عقلمندی

بہت ہمت افزائی ہوئی۔

شادی کی رسم

اس صحبت میں عقد اور شادی کی بات بھی چھڑ گئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ پہلے ہی سے اس کا خواہاں تھا، لہٰذا اس نے شاہ طاہر کی درخواست قبول کر لی، اس طرح عقد کی رسم ادا ہوئی، بزم طرب منعقد ہوئی۔ یوسف عادل شاہ کی لڑکی مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ بحری سے کردی گئی۔ دونوں جانب سے ایک دوسرے کو مبارکباد، تحفہ، نذرانہ وغیرہ دیا۔ دوستی، محبت اور اخلاص کے رشتہ کو استوار کیا گیا اور اس کے بعد دونوں اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہوگئے۔

دشمنی کا آغاز

اس مشروط نکاح میں ایک شق یہ بھی تھی کہ خواجہ جہاں دکنی کے بھائی رتن خاں سے لیے ہوئے کمال خاں سرنوبت کے ساڑھے پانچ پتے اور شولاپور کا علاقہ مریم سلطان کے جہیز میں شاہ طاہر کو دیا گیا مگر اسمٰعیل عادل شاہ نے اس سلسلہ میں لاپروائی برتی، نتیجہ یہ ہوا کہ جس خلوص، ہمدردی، محبت اور اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ نکاح کے وقت کیا گیا تھا، بیکار ثابت ہوا اور اس رشتہ نے دونوں خاندانوں کے درمیان نفرت کی ایک بنیاد ڈال دی جو پہلے سے زیادہ مستحکم اور مضبوط تھی۔

اسمٰعیل عادل شاہ پر فوج کشی

ایک ہی سال بعد برہان نظام شاہ والیٔ برار علاؤالدین عماد شاہ کی مدد حاصل کر کے اسمٰعیل عادل شاہ پر چڑھ آیا۔ والیٔ برار کی تائید اور مدد نے حریف کو شولاپور اور قلعہ کی حراست میں کامیابی عطا کی، ساتھ ہی ایک پیامبر کے ذریعہ امیر قاسم برید کی حمایت بھی حاصل کر لی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کو علم تھا کہ اب تمام حریفوں کی تعداد چالیس ہزار سواروں پر مشتمل ہے لیکن وہ خود کو خدا کے سپرد کر کے بارہ ہزار مضبوط اور بہادر سپاہیوں کو لے کر حریفوں پر ٹوٹ پڑا۔ پھر بھی جنگ کا آغاز نہ ہو سکا، بایں خیال اسمٰعیل عادل شاہ حریفوں سے تقریباً دو کوس ادھر قیام پذیر ہوا۔ جنگ چالیس یوم جاری رہی لیکن اکتالیسویں دن حریفوں کی مدد کے لیے امیر قاسم برید بھی اُدھمکا۔ اب جنگی محاذ بنانے کے لیے برہان نظام شاہ نے سارے لشکر کو ترتیب دیا فوج کے درمیان اپنے آپ کو رکھا۔ امیر قاسم برید اور علاؤالدین عماد شاہ کو بالترتیب میسرہ اور میمنہ حوالہ کر دیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی جنگی ترتیب و تنظیم

اسمٰعیل عادل شاہ نے بھی لڑائی کے میدان کا رُخ کیا اس نے بھی اپنے آپ کو فوج کے بیچوں بیچ رکھا، علاؤالدین عماد شاہ کے مقابلہ کے لیے اسد خاں لاری کو مقرر کیا اور امیر قاسم برید کے جواب میں ترسوں بہادر کو! علاوہ ازیں میسرہ پر فوج کشی کے لیے مصطفےٰ آقا کے ہمراہ ایک ہزار سپاہی اور میمنہ کے لیے خوش کلامی آقا کے ہمراہ ایک ہزار تیرہ باز سپاہیوں کو مقرر کیا، یہ اس وجہ سے کیا کہ

مدگل اور رائچور پر اس کا قبضہ نہیں ہوتا وہ تمام عیش و عشرت اور آرائش وغیرہ سے بے تعلق رہے گا۔

اسد خاں لاری کے مشورے پر عمل

اس حادثہ کے بعد سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیا اور مدگل اور رائچور کو حراست میں لینے کے وقت تک شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، بلکہ تامرگ شراب کی زیادتی سے احتراز برتا کبھی اتنی شراب نوشی نہیں کی کہ ہوش و حواس سے کام نہ لیا جا سکے۔

عادل اور نظامی خاندانوں میں دوستی کا آغاز

اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے نظام شاہی خاندان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا، اس خدمت کے انجام دینے کے لیے سید احمد ہروی کا انتخاب کیا گیا جو ایران میں اس سے پہلے سفیر کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکا تھا، سید احمد ہروی اور شاہ طاہر میں پہلے سے کوئی مغایرت نہ تھی، ان دونوں میں کافی اتحاد، میل ملاپ اور محبت تھی۔ لہٰذا ہروی کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔ نظام شاہی کے رسم و رواج کے مطابق تمام ارکین ریاست کے ہمراہ سید احمد ہروی کو خوش آمدید کہا گیا اور اس طرح برہان الملک اور سید احمد ہروی کا تعارف دیگر امرا کی طرح کرایا گیا اور ایک مخصوص ملاقات میں دونوں کی بات چیت ہوئی، کافی عرصہ تک پیام و سلام کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر شاہ طاہر اور سید احمد ہروی دونوں کی مشترکہ کوششوں سے سدلاپور کے مقام پر دونوں حکمرانوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ اب صدلاپور قصبہ کو شولاپور کے نام سے پکارا جاتا ہے اس ملاقات میں دونوں فریقین نے ایک دوسرے سے تعاون اور دوستی کی طرف قدم بڑھایا۔

شاہ طاہر کا استقبال

۹۳۰ھ رجب کی چوتھی شب کو اسمٰعیل عادل شاہ کے مکان پر شاہ طاہر جلوہ افروز ہوئے شاہ طاہر کی آمد سے گھر میں چہل پہل، اس کی آرائش و زینت اور بزم کی رونق میں بڑا اضافہ ہوا۔ اسمٰعیل عادل شاہ اپنے بڑے فرزند کو ساتھ لے کر گھر سے نکلا اور کچھ فاصلہ پر دونوں نے شاہ طاہر کا شاندار استقبال کیا، علاوہ ازیں اس بادشاہ کی آؤ بھگت اور تعظیم و تکریم میں کسی طرح کی کسر باقی نہ رکھی، ہر طرح ان کی دلجوئی اور عزت افزائی کی گئی۔ اسماعیل عادل شاہ نے یہاں تک کہا کہ وہ ایک فقیر کے گھر میں خلیفہ یا پیغمبر کی کیا خاطر تواضع کر سکتا ہے، اس نے بڑے عاجزانہ انداز میں شاہ طاہر کو بتایا کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ ایک مہمان کی اچھی طرح خاطر کر سکے تاکہ محبت اور خلوص میں اضافہ ہو، لیکن شاہ طاہر نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بادشاہ کے اہتمام کا شکریہ ادا کیا جس سے اس کی

سے برہان نظام شاہ کا وار خالی گیا اور وہ پھر شکست خوردہ ہو کر فرار ہو گیا۔ خواجہ جہاں دکنی چند سے نظام شاہی امراء کے ہمراہ حراست میں لے لیے گئے۔ حریف کا پیچھا کرنے کے لیے اسد خاں لاری نے قلعۂ پرندہ تک دوڑ لگائی اور حریفوں کے بیس ہاتھیوں کو قبضہ میں لے لیا، ان ہاتھیوں میں ایک فیل تخت بھی تھا جس پر برہان نظام شاہ سوار ہوتا تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور والیٔ برار کا اتحاد

جتنے ہاتھی مالِ غنیمت میں ہاتھ لگے تھے وہ سب کے سب اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو عطا کیے، صرف ایک ہاتھی فیل تخت (مذکورہ بالا) اپنے پاس رکھا، اس کا نام اللہ بخش تھا اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو فرزند کا خطاب بھی دیا۔ یہ سال ختم بھی نہ ہوا تھا کہ اسمٰعیل عادل نے والیٔ برار سے اودجان کے قصبہ میں اسد خاں لاری کے ایما پر شرف نیاز حاصل کیا۔ اور اپنی چھوٹی ہمشیرہ خدیجہ کا عقد والیٔ برار علاؤ الدین عماد شاہ کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ اور علاؤ الدین عماد شاہ نے دوستی خلوص، اتحاد اور تنظیم کے معاہدے کیئے اور دونوں اپنے اپنے ملکوں کو سدھارے۔

برہان نظام شاہ پر چڑھائی اور عادل شاہی امداد

دوسرے سال یعنی ۹۳۵ھ میں برہان نظام شاہ پر بہادر شاہ گجراتی نے چڑھائی کر دی۔ برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ سے مدد مانگی جو منظور ہوئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے چھ ہزار سپاہی اور دس لاکھ ہون امیر قاسم برید کی رہنمائی میں نظام کی مدد کے لیے پہنچے بہادر شاہ گجراتی ڈر کر بھاگ گیا۔

امیر قاسم برید کی سازش

امیر قاسم برید نے عادل شاہی امدادی لشکر سے بہادر شاہ کے مقابلے کے دوران میں سازش کی کہ اگر بیجاپور پہنچ کر عادل شاہی لشکر اپنے بادشاہ اسمٰعیل عادل شاہ کو گرفتار کر لے تو اس کا ملک سب لوگ برابر تقسیم کر لیں گے عادل شاہی لشکر نے بیجاپور پہنچ کر اس کی خبر اسمٰعیل عادل شاہ کو دی اور امیر قاسم برید کی بدنیتی کا سارا پول کھول دیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بے حد برہم ہوا اور اس نے مصمم ارادہ کیا کہ وہ امیر قاسم برید سے اس کی باز پرس کرے گا اور اس کو سخت سزا دے گا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی انتقامی کارروائیاں

اسمٰعیل عادل شاہ نے ۹۳۶ھ میں ایک کہنہ سال قاصد کے ذریعہ برہان نظام شاہ کو سارے

حریفوں کا محاصرہ ہونے سے پہلے ان مقامات کا تحفظ کر لیا جائے۔

معرکہ آرائی

بعد ازاں دونوں فوجوں میں جنگ کا آغاز ہوا، نیزہ بازوں نے میدانِ جنگ کو میدانِ قیامت بنا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے خون کے دریا بہہ گئے، امیر قاسم برید، ترسول بہادر اور علاؤ الدین عماد شاہ اسد خاں لاری کے حملوں کی تاب نہ لا سکے اور دونوں بالترتیب بیدر اور برار کی طرف جا نکلے۔ ادھر برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کے درمیان معرکہ آرائی جاری تھی کہ خوش کلائی آقا اور مصطفےٰ آقا نے پیش قدمی شروع کی دوسرے نیزہ بازوں کے ہمراہ نظام شاہ بحری اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ نظام شاہ بحری کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ سپاہیوں کو چھوڑ کر میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا، اسد خاں لاری اس کے تعاقب میں تھا کہ نظام شاہی کے پھریرے پر اسمٰعیل عادل شاہ کا قبضہ ہو گیا، علاوہ ازیں نظام شاہی فوج کا بہت سا سامانِ جنگ اور جنگی آلات مع زر و مال عادل شاہی لشکروں کے ہاتھ آ گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا جشنِ کامرانی

تاریخ میں عادل اور نظام شاہی خاندانوں کے درمیان یہ سب سے پہلی جنگ تھی، اس جنگ کی بناء شولاپور اور ساڑھے پانچ پتے تھے، دشمن کے لشکر کو تاراج کرنے کے بعد عادل شاہ نے بیجاپور کا رُخ کیا۔ جہاں پہنچ کر اس نے ایک محفلِ جشن طرب کا انعقاد کیا۔ یہ مجلس تقریباً بیس روز تک جشنِ فتح مناتی رہی اس کے بعد مختلف امراء اور معزز عہدہ داروں کو عمدہ عمدہ پوشاک انعام و اکرام عمدہ کمر بند اور خوبصورت گھوڑے بہادری کے صلے میں دیئے گئے علاوہ ازیں اسد خاں لاری کو پانچ کلاں اور چھ خورد نظام شاہی فیل دیئے۔ بقیہ ہر خاص و عام اور ہر خورد و کلاں کو حسبِ مراتب مشاہرہ اور وظیفہ وغیرہ کی رقوم میں اضافہ کر کے ان کی ہمت افزائی کی۔ نیز فوج میں خاصے محلات کی ساری تنخواہ تقسیم کرنے کا حکم بھی جاری کیا۔

نظام اور عادل شاہی خاندان کے درمیان دوسری جنگ

برہان نظام شاہ نہایت غیور اور حساس حکمران تھا۔ ۹۳۹ھ میں علاؤ الدین عماد شاہ سے میدان جیت کر ایک سال کے بعد ہی اسماعیل عادل شاہ سے بدلہ لینے کے لیے بیجاپور کا رُخ کیا اور ساتھ ہی امیر قاسم برید کو بھی اکسایا اور اُسے بھی اپنے لشکر کے ساتھ کر لیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بھی خاموش نہیں بیٹھا اس نے بھی دشمن کے حملہ کا جواب دیا۔ تقریباً تین کوس چل کر دونوں فوجیں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں اور اس طرح خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بد قسمتی

کا چاروں طرف شہرہ تھا۔ یہ لوگ شہر سے نکلے اور جنگ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ جنگ کے نتیجہ کے بغیر یہ لوگ پلٹ گئے، کیونکہ قلعہ کو انھوں نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا، چند لمحوں کے بعد معلوم ہوا کہ سلطان قلی قطب شاہ کی فوج بریدیوں کی مدد کے لیے پہنچ رہی ہے علی برید نے فوراً ہی پانچ ہزار دکنی فوج بنائی اور تمام آلات وسامانِ جنگ سے لیس کیا۔ پھر حریفوں کے مقابلے کے لیے میدان میں کود پڑا۔

بریدیوں کا غرور

علی برید کی والدہ اور امیر قاسم برید کی بیوی کے تین بہادر بھائی تھے، ہر بھائی اپنے آپ کو ایک لشکر کے برابر سمجھتا تھا اتفاق سے ایک بھائی کی جب میرزا جہانگیر قمی سے جنگ ہو رہی تھی۔ وہ حسن آباد گلبرکہ کے مقام پر جاں بحق ہو گیا تھا۔ اس طرح دو بھائی رہ گئے تھے، آج یہ دونوں بھائی اسمٰعیل عادل شاہ سے نمٹنا چاہتے تھے، دونوں نے یک زبان ہو کر دشمن کو للکارا گویا ان کا یہ نعرہ تھا کہ آج اگر کسی میں طاقت ہو تو ان جیسے نڈر جوانوں کے سامنے آئے اور تنہا مقابلہ کرے۔ اسمٰعیل عادل شاہ سے نہ رہا گیا اور اس نے زور آزمائی کا تہیہ کیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی فتح

اسمٰعیل عادل شاہ نے مذکورہ دونوں بھائیوں کا دعویٰ سنتے ہی لڑنے کا ارادہ کر لیا تھا، اب وہ ان سے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا۔ اسد خاں لاری اور دیگر امراء نے بادشاہ کو ہر چند منع کیا، لیکن اسمٰعیل عادل شاہ نے کسی کی کوئی پروا نہ کی اور میدانِ جنگ میں کود پڑا، دونوں فریقین میں خونریز جنگ ہوئی، نتیجہ میں دونوں بھائی مارے گئے، ہر شخص نے دادِ تحسین کے نعرے بلند کیے۔ اسمٰعیل عادل شاہ نہایت فاتحانہ انداز میں پلٹا۔

قطب شاہی فوج سے مقابلہ

اسمٰعیل عادل شاہ جب دشمن پر فتح حاصل کر کے واپس آیا تو دیگر امراء و رؤساء اور اسد خاں لاری نے اس کے گھوڑے کی رکاب کو چوما اور بادشاہ کے سر سے خیرات آتار کر تقسیم کی۔ اسی عرصہ میں قلی قطب شاہ کا لشکر بھی آ پہنچا جس سے مقابلہ کرنے کے لیے اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو مقرر کیا تھا اور بریدیوں کی فوج سے نمٹنے کے لیے سید حسن عرب کو حکم دیا، اسد خاں لاری ڈیڑھ ہزار مغل نیزہ بازوں کے ہمراہ قطب شاہی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور انھیں میدانِ جنگ سے مار بھگایا اس کے بعد وہ سید حسن عرب کی جانب متوجہ ہوا جو بریدیوں سے برسرِ پیکار تھا اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار تہِ تیغ کیا اور باقی جو بچ گئے تھے ان کا قلعہ کے دروازہ تک تعاقب کیا۔

امیر قاسم برید کی والئ برار سے مدد کی درخواست

اب اسمٰعیل عادل شاہ، اسد خاں لاری

حالات سے آگاہ کیا اور امیر قاسم برید کی ناپاک سازش اور مکروہ عزائم سے اپنی گہری نفرت کا اظہار کیا، اس نے صاف صاف برہان نظام شاہ کو بتایا کہ امیر قاسم برید کی گستاخیاں حد سے تجاوز کر چکی ہیں وہ اکثر و بیشتر راجاؤں اور سلطان قلی قطب شاہ سے امداد حاصل کر کے عادل شاہی سلطنت کو نقصان پہنچاتا رہا ہے، لیکن اس کے باوجود عادل شاہی خاندان ہمیشہ اس کو معاف کرتا رہا ہے اور اس کی غلطیوں کو نظر انداز کیا ہے۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے نظام شاہ کو یہ بھی بتایا کہ وہ اس مرتبہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ امیر قاسم برید کی حرکتوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے اور اس کو ایسا مزہ چکھایا جائے کہ وہ آئندہ غلط قدم اٹھانے سے باز رہے۔ مکاروں اور عیاروں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا دانشمندی نہیں ہے، اگر برہان نظام شاہ اس رائے سے اتفاق کریں تو امیر قاسم برید کی گستاخی کا پھل اس کو دیا جائے۔

برہان نظام شاہ کی رضامندی

اسمٰعیل عادل شاہ نے بہادر شاہ گجراتی کے حملے کے وقت نظام شاہی خاندان کے احیاء کے لیے جو مدد کی تھی، اس نے برہان نظام شاہ کو بڑی حد تک عادل شاہ کا ممنون و مشکور بنا دیا تھا دوسرے بہادر شاہ گجراتی کے حملوں کا خطرہ ابھی لاحق ہی تھا۔ اس کی طرف سے نظام شاہ کو اطمینان نہیں تھا۔ لہٰذا برہان نظام نے اسمٰعیل عادل شاہ کی رائے سے قطعی طور پر اتفاق کیا اُس نے قاصد سے کہا کہ اسمٰعیل عادل شاہ کی دلجوئی کے لیے جو کچھ ہو سکتا ہے کرنے کو تیار ہے۔ قاصد کو یہ سُن کر بڑی خوشی ہوئی، اس کے بعد قاصد کو نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ واپس کیا گیا۔

امیر قاسم برید پر چڑھائی

وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر اسمٰعیل عادل شاہ نے بارہ ہزار بہادر اور نڈر سپاہیوں کو ہمراہ لے کر احمد آباد بیدر کا رُخ کیا امیر قاسم برید خود اپنی کم بینائی اور ضعیف العمری کے سبب کہیں دوسری سمت روانہ ہوا، لیکن وزیر تمراج بھمتی کی رضامندی سے اپنے بڑے فرزند علی برید اور دوسرے بیٹوں کو قلعہ کا محافظ بنا دیا گیا۔ احمد آباد بیدر پہنچتے ہی اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ کو حراست میں لے کر فتح کرنے کی سعی کی اب اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ میں داخل ہونے اور مختلف سمتوں کی طرف بڑھنے کی تدبیریں سوچیں، اس طرح اندر داخل ہونے کا انتظام کیا گیا۔

امیر قاسم برید کی جنگی تدبیریں

یہ وہ زمانہ تھا جب سارے ملک میں امیر قاسم برید کے متعلقین اور اس کے خیر خواہ سپاہیوں کی بہادری اور جاں بازی

وہ یہ کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالہ بیدر کا قلعہ کر دیا جائے۔ عماد شاہ کی اس رائے سے امیر قاسم برید نے اتفاق نہیں کیا اور وہ برہم ہو کر اپنی قیام گاہ کی طرف گیا جو عماد شاہ کے خیمہ سے تقریباً ایک کوس پر واقع تھا۔

امیر قاسم برید کی شراب نوشی اور عیش و عشرت

امیر قاسم برید جانتا تھا کہ اس کا حریف نہایت مضبوط، دانا اور طاقتور ہے، لیکن اس کے باوجود اس نے بغیر کسی پریشانی اور فکر کے رنگ رلیاں منانا شروع کیں اس کے علاوہ لشکر کے دوسرے سپاہی اور امراء بھی متواتر سفر کرنے اور چوکنے رہنے کی وجہ سے تنگ گئے تھے لہٰذا انھوں نے بھی ان لمحات کو غنیمت جان کر آرام کرنا شروع کیا۔ گنتی کے کچھ سپاہی محافظ کے فرائض انجام دینے کے لیے مقرر ہوتے بلکہ ان سپاہیوں نے بھی رنگ رلیاں منائیں۔

اسمٰعیل عادل کا حکم شب خون

اسمٰعیل عادل شاہ کو جب امیر قاسم برید کے قیام کا حال معلوم ہوا تو اسی دن تاریک شب کو اسد خاں لاری کی رہنمائی میں چند مخلص سپاہیوں کو سپاہِ حریف پر شب خون مارنے کا حکم جاری کیا۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اسد خاں لاری امیر قاسم برید کی قیام گاہ کی طرف بڑھا اور اس جگہ کو ساکت و خاموش پا کر اپنے سپاہیوں کو پیش قدمی کرنے اور شب خون مارنے کا ارادہ ترک کرنے کا حکم دیا چند نڈر اور بہادر سپاہیوں کو امیر برید کی فوج کا جائزہ لینے کے لیے متعین کیا۔

اسد خاں لاری کی مزید ہدایات

جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امیر قاسم برید اور اس کے جملہ متعلقین مست اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں، جس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ یہ چند نیزے اور شمشیریں اور کچھ پگڑیاں بغیر کسی مزاحمت کے حاصل کر لی گئی ہیں، اس کے بعد اسد خاں لاری مورچہ بندی کی طرف مائل ہوا، سپاہیوں کو حریف کی فوج کے ارد گرد لگایا اور خاموش، بے جان، ساکت اور بے آواز رہنے کی ہدایت کی، تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو۔ بعد ازاں اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کے خیمہ کا رُخ کیا وہاں پہنچ کر دیکھتا کیا ہے کہ چاروں طرف ایک عجیب منظر ہے، اِدھر اُدھر شراب کے برتن بکھرے پڑے ہیں اور حریف کا ہر محافظ اور پاسبان مے کے نشہ میں بدمست، تمام افکار و حادثات سے بے پروا سکون سے خراٹے لے رہے ہیں اسد خاں لاری نے ان لوگوں کو چند محافظین کے حوالہ کیا اور ان کو بغیر قتل کئے ہوئے حکم جاری کیا کہ اگر کوئی شخص ان میں سے ہوشیار و بیدار ہو کر غل کرنے کی کوشش

پر اتنا مہربان تھا کہ اُسے زیادہ قربت حاصل ہو گئی، بادشاہ نے قلعہ کو حراست میں لینے کا ارادہ مستحکم کر لیا اور پوری کوشش جاری رکھی اس نے تمام راہوں پر ناکہ بندی کی امیر برید بے حد پریشان ہوا اور اپنی اس گھبراہٹ میں اس نے والی برار علاؤ الدین شاہ سے فوجی امداد طلب کی، عادل شاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے محمود خاں کو جو اس کے بھائی کا لڑکا تھا قاصد بنا کر عماد شاہ خود امیر قاسم کے اگلے پچھلے گناہوں اور گستاخیوں کی معافی کی درخواست کو ذریعہ ملاقات سمجھ کر فوراً احمد آباد بیدر کی جانب روانہ ہوا۔

اسمٰعیل عادل شاہ سے عماد شاہ کی ملاقات

عماد شاہ نے اودگیر کے قلعہ کا رُخ کرنے کے بجائے عادل شاہ کی قیام گاہ کا رُخ کیا اور تقریباً ایک کوس دور ٹھہرا، کیونکہ اسے بہر حال اسمٰعیل عادل شاہ کی رضامندی اور خوشی مدِ نظر تھی جب اسمائیل عادل شاہ کو عماد شاہ کی آمد کا پتہ چلا تو وہ بے حد ممنون ہوا اپنے چند متعلقین اور احباب کو ساتھ لے کر اس کے خیمہ میں بطور میزبان کے گیا اور اس کی خوب آؤ بھگت کی، علاؤ الدین عماد شاہ نے بھی بادشاہ سے کہا کہ میرے حاضر ہونے کی غرض و غایت دراصل فتح کی مبارک باد پیش کرنا ہے، البتہ امیر قاسم برید نے جو گستاخیاں کی ہیں وہ شمار میں نہیں آسکتیں اسمٰعیل عادل شاہ نے معذوری کا اظہار کیا اور عماد شاہ سے کہا کہ بہتر ہے کہ جب تک جنگ کے دوران میں امیر قاسم سے انتقام نہ لیا جائے وہ قابلِ معافی نہیں ہو سکتا۔ جب عماد شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کو امیر قاسم برید کے سلسلے میں اس قدر برہم پایا تو اس نے مصلحتاً دوبارہ اس بات کو نہیں چھیڑا۔

امیر قاسم برید کی عماد شاہ سے ملاقات

سات یوم تک علاؤ الدین عماد شاہ نے اپنے خیمہ میں اسمٰعیل عادل شاہ کو ٹھہرایا اور میزبانی کے فرائض انجام دیئے، علاوہ ازیں اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کے اعزاز میں ایک جلسہ کیا۔ جس میں اسے شاہانہ تحائف اور ہدیہ وغیرہ پیش کئے جب اس بات کی خبر امیر قاسم برید کو پہنچی اور اسے معلوم ہوا کہ اسمٰعیل عادل شاہ عماد شاہ پر اتنا مہربان ہے تو اس نے عماد شاہ کی خدمت میں پیش ہونے کا قصد کیا اور حاضر ہو کر اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیا، مدد کی درخواست کی اور نہایت ملتجانہ لہجہ میں عماد شاہ سے کہا کہ وہ اُسے اور اس کے بیٹوں کو جتنی جلد ہو سکے قلعہ کے ظلم و ستم اور پریشانیوں سے نجات دلائے۔ علاؤ الدین عماد شاہ نے امیر قاسم کو نجات کا صرف ایک راستہ بتایا اور

باتیں اس کو بتائیں اور اس کو نہایت شرمندہ کیا۔ اُس نے امیر برید سے کہا کہ اس ضعیف العمری میں دشمن کے قریب خیمہ زن ہو کر مے نوشی کی یہ کثرت بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ امیر قاسم برید اتنا شرمندہ ہُوا کہ اس نے زبان سے ایک لفظ کہنا بھی مناسب نہ سمجھا، وہ اپنی اس بے وقوفی پر سخت نادم اور شرمندہ تھا۔

دربار اسمٰعیل عادل شاہ میں امیر قاسم برید کی حاضری

رات کے گذرتے ہی اسدخاں لاری اسمٰعیل عادل شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ اسدخاں کے اس عظیم کارنامہ سے بہت متاثر ہُوا اور اُس نے اسدخاں کی شان میں داد تحسین کے بڑے خوبصورت الفاظ استعمال کیے جس سے اسدخاں کی ہمت افزائی ہوئی اور اس نے اپنے آپ کو اب کسی قابل محسوس کیا۔ امیر قاسم برید سے اسمٰعیل عادل شاہ نے بازپرس کی اور اس سے اس کی عیاری، مکاری اور اس ڈھونگ کا سبب پوچھا جس کے جواب میں امیر قاسم برید نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور زبان سے ایک حرف بھی نہیں نکالا۔ بعدازاں امیر قاسم برید کو اسدخاں لاری کی حراست میں دیدیا گیا۔ تاکہ بادشاہ جس وقت بلائے، اس وقت امیر قاسم برید کو حاضر کرنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم سے دوسرے دن دربار میں امیر قاسم برید کو ہاتھ پاؤں باندھ کر پیش کیا گیا اور کافی دیر تک امیر قاسم برید کو اسدخاں نے بادشاہ کے روبرو دھوپ میں کھڑا کیا۔

امیر قاسم برید کے قتل کا حکم

غالباً کسی قدیم یا جدید تاریخ میں اس قسم کا عظیم واقع نہ ہوجب کہ ایک بہادر، صاحبِ عزت و جلال، تخت کا مالک اپنے خیمہ شاہی سے اتنی بُری طرح سے اُٹھوالیا جائے اور اس کے متعلقہ بہی خواہ، خیرخواہ اور قُرب وجوار کے لوگ بہ آسانی اسے آنے دیں اور اپنے عیش و عشرت میں چور ہوکر اپنے بادشاہ کو نکل جانے دیں، چونکہ اسمٰعیل عادل شاہ امیر قاسم برید سے بہت بُری طرح نالاں تھا۔ لہٰذا اس نے امیر قاسم برید کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔

قلعہ احمد آباد کی پیش کش

ابھی قتل کرنے والے نے تلوار میاں سے باہر نکالی ہی تھی اور حریف کے دو ٹکڑے کرنے ہی والا تھا کہ ملزم نے نہایت ملتجیانہ انداز میں گریہ وزاری اور نالہ و فریاد کرنی شروع کر دی اور یوسف عادل شاہ سے لے کر اب تک کے اپنے تمام گناہوں کو دہرایا اور پھر ان بادشاہوں کی معافی کی تعریف کی۔ اسمٰعیل عادل شاہ سے بھی اس

کرے اسے تہ تیغ کر دو۔ اس کے بعد چند سپاہیوں کے ہمراہ امیر قاسم برید کو زندہ قید کرنے یا پھر قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔

امیر قاسم برید کی قیام گاہ

اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کی قیام گاہ کے اندر بیرون خیمہ سے زیادہ عجیب اور مختلف منظر دیکھا کہ اندرونی سپاہی بیرونی لوگوں سے زیادہ خستہ حالت میں ہیں، امیر قاسم برید خیمہ کے اندر ایک گوشہ میں پلنگ پر بدمست ہاتھی کی طرح پڑا ہے۔ اسے کسی قسم کا ہوش نہیں ہے، گویّے اور رقص کرنے والے یا تو الٹیاں کر رہے ہیں یا اپنی ہر چیز سے بے پروا اور بدمست پڑے ہیں۔

امیر قاسم برید کی گرفتاری

اس حالت میں سب کا خون بہانا نہایت آسان تھا، لیکن اسد خاں نے اپنے بہی خواہوں سے مشورہ کر کے کسی کو قتل نہیں کیا بلکہ یہ طے پایا کہ حریف کو زندہ حالت میں مع چارپائی کے لے جائیں۔ لہٰذا اس کام کی تکمیل کے لیے چالاک اور بوڑھے حریف امیر قاسم برید کا پلنگ اس کے خیمہ سے باہر لایا گیا اسی اثنا میں ایک محافظ کی آنکھ کھل گئی وہ چیخا، لیکن اسد خاں لاری کی تلوار کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دکنی اس شخص کو پوٹی والہ کے نام سے یاد کرتے تھے اور اس کے ذمہ حفاظت کرنے اور ہوشیار رہنے کا کام تھا۔

اسد خاں لاری کا مشورہ

اپنے لشکر میں پہنچ کر اسد خاں لاری نے اس پورے واقعہ کو بیان کیا نیز یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ابھی آدھی رات باقی ہے۔ اگر شب خون مارا گیا تو غیر مسلمانوں کے ساتھ مسلمان بھی مارے جائیں گے اور نہ معلوم سحر ہونے تک کتنے مسلمانوں کا خون ناحق بہہ جائے۔ جہاں تک مقصد کے پورا ہونے کا تعلق ہے وہ پورا ہو چکا۔ حریف کو گرفتار کیا جا چکا ہے دوسروں کو قتل کرنے کے بجائے اسی شخص کو اسمٰعیل عادل شاہ کے حضور میں پیش کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اسد خاں لاری کی یہ بات تمام متعلقین کو پسند آئی اور انھوں نے امیر قاسم برید کے پلنگ کو لے جانے کے لیے کاندھوں پر اٹھا لیا۔

امیر قاسم برید کا بیدار ہونا

آدھی دور چلے تھے کہ امیر قاسم برید ہوش میں آگیا اور اس نے خود کو عجیب حالت میں پایا، اسے معاً خیال آیا کہ اس کا پلنگ بھوت پریت اٹھائے کہیں دور لیے جا رہے ہیں، لہٰذا اس بدبخت نے نالہ و فریاد اور رونا شروع کر دیا لیکن فوراً ہی اسد خاں لاری نے اپنی شکل دکھا کر اس پر ثابت کر دیا کہ اس کا پلنگ جنوں کے قبضہ میں نہیں بلکہ اس کے حریف کے قبضہ میں ہے۔ اسد خاں لاری نے اس کی گرفتاری سے متعلق تمام

کہ جس جگہ تجویز کیا جائے خاموش کھڑا رہنا ہو گا۔ اور بریدی خواتین و اطفال سے کسی قسم کی کوئی بات چیت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ دوسرے یہ کہ خواجہ سراؤں اور خواتین سے سامان اور مال وغیرہ کے سلسلہ میں بھی کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی کہ یہ فلاں سامان یا اسباب قلعہ سے کیوں لے جا رہی ہیں اور آخری شرط یہ کہ جس قسم کی پوشاک وہ زیبِ تن کیے ہوں وہ مع زیورات قلعہ سے نکل جانے کی اجازت ہو گی۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے امیر قاسم برید کے فرزندوں اور علی برید کی ان شرطوں کو سُن کر قبول کیا۔

شرائط پر عمل

اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم کی تعمیل میں اسد خاں لاری دروازہ قلعہ پر مقرر ہُوا۔ اور اس بات کا محافظ ٹھہرایا گیا کہ بریدی خواتین، خواجہ سرا اور اطفال جب قلعہ سے باہر نکلیں تو انھیں کوئی شخص کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائے۔ اس طرح علی برید نے اپنی خواتین اور خواجہ سراؤں کو بیش بہا اور گراں قدر زیورات، جواہرات اور بہمنیہ بادشاہوں کے زمانہ کے منقش اور دیرپا سامانِ جنگ، مال وزر اور اشرفیاں وغیرہ دیں اور ہدایت کی کہ وہ ان تمام چیزوں کو نقاب کے اندرونی حصہ میں رکھ کر قلعہ سے نکلیں۔

دربار اسمٰعیل عادل شاہ

اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالہ جب قلعہ کر دیا گیا تو وہ اسی روز قلعہ میں بڑے جاہ و جلال کے ساتھ داخل ہُوا۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ خاندان بہمنیہ کے تخت و تاج پر جلوہ افروز ہوا۔ بعد ازاں علاءُ الدین عماد شاہ کو اسد خاں لاری اور شہزادہ ملو خاں کے ذریعہ مدعو کیا۔ کچھ دیر بعد پھر اس کو بلانے کے لیے شہزادہ علی اور عبد اللہ کی روانگی کا حکم دیا۔ شہزادوں کے پہنچتے ہی عماد شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کی دعوت قبول کی اور وہ ان کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ وہ عادل شاہی خیمہ کے قریب پہنچنے ہی والا تھا کہ خود بادشاہ نے اسے بابِ قلعہ تک خوش آمدید کہا اور اس کی آمد سے بزم کی زینت میں اضافہ کیا۔

جواہرات کی تقسیم

بعد ازاں اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ کے تمام بیش بہا ذخائرِ سیم و طلا، گراں قدر طلائی ظروف، عمدہ ہیرے، جواہر، موتی، بہترین پوشاک، لباس اور نقد بارہ لاکھ ہون علاءُ الدین عماد شاہ کی خدمت میں پیش کیے۔ تاکہ وہ اپنی طبیعت کی چیزیں ان میں سے منتخب کرے، لیکن علاءُ الدین عماد شاہ نے صرف ایک منقش عنبر چہ کا انتخاب کیا اور ہاتھ بڑھا کر اُٹھا لیا۔ بعد ازاں اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم سے اسد خاں لاری نے تین لاکھ ہون علاءُ الدین عماد شاہ کے نوکروں کو بانٹ دیئے، علاوہ ازیں ملو خاں، انو خاں، عبد اللہ و ابراہیم شہزادوں کو

مرتبہ اپنی گستاخیوں کی معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ احمد آباد بیدر کا قلعہ جسے آج تک کوئی بادشاہ فتح نہ کر سکا عادل شاہی خاندان کے قبضہ میں آجائے گا، ساتھ ہی تمام مال وزر اور ذخیرہ سیم و طلا بھی اسمٰعیل عادل شاہ کی نذر کر دیئے جائیں گے۔ اسمٰعیل عادل نے اس وعدہ کو قبولیت کا شرف بخشا اور اسے اپنی فتح کا مالِ غنیمت سمجھا۔

امیر قاسم برید کے فرزندوں کا قلعہ دینے سے انکار

ایک پیغامبر کے ذریعہ امیر قاسم برید نے اپنے فرزندوں سے درخواست کی کہ وہ قلعہ کو عادل شاہی خاندان کے حوالے کر دینے کے لیے تیار رہیں، لیکن اس کے فرزندوں نے امیر قاسم کو ضعیف العمر، بزدل سپہ سالار۔ بے وقوف اور قریب المرگ جیسے کلمات کہے اور جواب دیا کہ اس عظیم قلعہ کو حریف کی تحویل میں دینا بے وقوفی ہے۔

قاصد کی روانگی

فرزندوں کا دراصل اپنے باپ کو اس قسم کے جواب دینے سے یہ مقصد تھا کہ وہ جس طرح سے بھی ہو، اسیری کے دن گزارے، بعد ازاں فرزندوں نے ایک مخلص شخص کو اپنے باپ کے پاس روانہ کیا اور اسے یہ اختیار دیا کہ وہ باپ سے پوچھے کہ ''اگر بغیر قلعہ حوالہ کیے ہوئے دشمن کی قید سے رہائی ممکن ہے تو ٹھیک ہے''۔

پیغامبر بیٹوں کا پیغام لے کر آناً فاناً امیر قاسم برید کے پاس پہنچا اور اس کے بیٹوں اور علی برید کی پریشانی، اضطراب اور قلعہ حوالہ کرنے کی بابت ساری باتیں اس سے بیان کیں۔

امیر قاسم برید کے قتل کا دوبارہ حکم

ان تمام باتوں نے امیر قاسم برید کو اطمینان دلا دیا۔ اور اس نے بادشاہ سے اپنے بیٹوں کے قلعہ حوالہ نہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن اسمٰعیل عادل شاہ نے قتل کا دوبارہ حکم جاری کیا، ایک آزاد فیل کو اس کے مار ڈالنے اور کچلنے کے لیے تیار کیا گیا، جسے دیکھ کر امیر قاسم برید بے حد رویا اور چیخا اور اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اُسے اپنے فرزندوں کے اس برج کے قریب مارا جائے جہاں وہ رہتے ہیں تاکہ وہ خود قلعہ کی سپردگی اور اپنی رہائی کے سلسلہ میں فرزندوں سے بات چیت کر کے کوئی آخری فیصلہ کر سکے، بادشاہ نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور اس کو بُرج کے قریب پہنچا دیا گیا۔

امیر قاسم برید کے فرزندوں کی شرطیں

امیر قاسم برید کے فرزندوں نے جب باپ کو برہنہ حالت میں ہاتھی کی پیٹھ پر بندھا ہوا دیکھا تو ان فرزندوں نے قلعہ کو اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالے کرنے کی چند شرطیں پیش کیں۔ پہلی یہ کہ اسد خاں لاری

قبضہ میں جو مدگل اور رائچور کے قلعے ہیں ان کو عادل شاہی فوج کی مدد سے فتح کرے، اسی طرح قلعۂ ماہور کو قبضہ میں لے کر علاؤالدین عماد شاہ کے حوالے کر دے۔

قلعۂ رائچور کی فتح

بعد ازاں دونوں حکمران علٰحدہ ہوئے۔ اسد خاں لاری کے مشورہ سے احمد آباد بیدر کو مصطفےٰ خاں شیرازی کے حوالے کر دیا گیا جس کو اسمٰعیل عادل شاہ نے منظور کر لیا۔ چونکہ نرراج کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کے فرزند رام راج سے بیجانگر کے والی اور اس کے قرب و جوار کے اُمراء ناخوش تھے اور رام راج کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے تھے جس کے سبب بیجانگر اور اس کے قُرب و جوار کا علاقہ کارزار جنگ و جدل بنا رہتا تھا۔ مسلمان حکمرانوں کے لیے یہ اچھا موقع تھا۔ لہٰذا انھوں نے متحد ہو کر رائچور کے قلعہ پر چڑھائی کر دی۔ کرشنا دریا کو بڑی آسانی سے پار کیا اور قلعہ پر قابض ہو گئے، اس قلعہ کو سترہ برس سے غیر مسلم اپنی حراست میں لیے ہوئے تھے۔

جشن فتح و نصرت

اس جشن کو منعقد کرنے کا وعدہ پہلے ہی سے اسمٰعیل عادل شاہ نے کیا تھا۔ اب قلعہ فتح ہو جانے کے بعد ایک خاص تقریب کا اہتمام کیا گیا اور شراب نوشی شروع ہوئی، اس بزم میں اسد خاں لاری کو بھی اسمٰعیل عادل شاہ نے خود اپنے ہاتھ سے جام بھر کر پیش کیے اور اپنے پاس بٹھایا۔ اسمٰعیل عادل شاہ سے علاؤالدین عماد شاہ اور اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کی سفارش کی اور درخواست کی کہ حضور اس کو بھی بزم میں شریک کرتے تو اچھا ہوتا، بادشاہ نے ان لوگوں کی درخواست قبول کی اور امیر قاسم برید کو طلب کیا گیا۔ پھر اسے بھی اس محفل میں خاص جگہ دی گئی اور شراب پیش کی گئی۔ بادشاہ نے اس موقع پر کہا "رابعھم کلبھم" (ان میں سے چوتھا کتا ہے) کا محل یہی ہے۔ بادشاہ کے جملے کو سُن کر عماد شاہ لطف اندوز ہوا۔ کیونکہ وہ صاحب فہم شخص تھا، البتہ امیر قاسم برید کی سمجھ میں بادشاہ کا یہ لطیفہ نہ آسکا اور وہ عماد شاہ کے تبسم پر رنجیدہ ہوا بلکہ رونے لگا، امیر قاسم برید کے رونے نے اسمٰعیل عادل شاہ کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ اور اس نے امیر قاسم برید سے مشفقانہ لہجہ میں کہا کہ جب وہ بیجاپور جائے گا تو احمد آباد بیدر اس کی تحویل میں دے دے گا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی مہمان نوازی

اس علاقہ میں اسمٰعیل عادل شاہ تقریباً تیئس۲۳ یوم تک رہا اور تمام امور سے فارغ ہو کر دوسری جگہ کا قصد کیا، اپنے قیام کے دوران میں اسے کئی مرتبہ یہ خبر موصول ہوئی کہ بہادر شاہ گجراتی دکن کے علاقہ پر

بھی ایک لاکھ ہون تقسیم کیے گئے، ان میں سے جتنا ایک کے حصہ میں آیا تقریباً اتنے ہی ہون بادشاہ کے حکم سے اسد خاں لاری نے بھی لیے۔

زائرین اور دیگر امراء کو انعامات

سید علی عقیل کو پچاس ہزار ہون کربلائے معلیٰ اور دوسرے مقدس مزارات کے زائرین کو تقسیم کرنے کے لیے دیئے گئے۔ بیجاپور اور فوج کے دیگر علماء و فضلاء کے لیے سید احمد ہروی کو پچاس ہزار ہون کا عطیہ دیا۔ اس کے بعد فقراء و غرباء کی امداد کے لیے بارہ ہزار کی رقم صرف کی گئی، پھر بھی جو رقم بچ گئی وہ سب کی سب سپاہیوں اور فوج کے لوگوں میں تقسیم کردی گئی۔ اس طرح اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے خرچ کے لیے ایک کوڑی بھی نہیں بچائی۔ ساری رقم تقسیم کردی اور خود خالی ہاتھ بزم سے اُٹھ گیا

مولانا شہید شاعر قمی کے لیے رقم

اس عرصہ میں گجرات میں اپنے وقت کے مشہور و معروف عالم و فاضل شاعر مولانا شہید قمی تشریف فرما تھے، اپنے کلام کے سبب شاہی دربار میں ان کی بڑی توقیر و تعظیم ہوا کرتی تھی، لہٰذا اس مرتبہ بھی اسمٰعیل عادل شاہ نے مولانا سے جس قدر رقم وہ اُٹھا سکیں، اُٹھا لینے کو کہا، لیکن مولانا مسافت طے کرکے آئے تھے لہٰذا ان کی وجہ سے ان میں پہلی جیسی جان نہیں تھی، بادشاہ سے مولانا نے فرمایا کہ وہ یہاں آکر آدھے رہ گئے، جب گھر سے گجرات کے لیے روانہ ہوتے تھے اس وقت آج سے دوگنی طاقت ان کے جسم میں موجود تھی، اگر اس وقت بندہ پرور خزانے میں سے رقم اٹھا لینے کا حکم جاری کرتے تو کیا بات تھی۔ اسمٰعیل عادل شاہ مولانا کی ان باتوں کو سن کر مسکرایا اور اس نے مولانا سے کہا کہ جتنی دولت آپ اُٹھا سکیں، لے جانے کی اجازت ہے۔ قمی شاعر کی مرضی اور دلی خواہش بھی یہی تھی۔ لہٰذا انھوں نے زمین کو چوما اور بڑی خوشی کے ساتھ دو دفعہ پچیس ہزار طلائی ہون حاصل کر لیے۔

امیر قاسم برید کے قصور کی معافی

مذکورہ واقعہ دراصل دلیل ہے اس بات کی کہ اسمٰعیل عادل شاہ کس قدر فیاض، نازک مزاج اور خوش اخلاق و خوش گفتار واقع ہوا تھا، اس بزم میں اسمٰعیل عادل شاہ کی عنائیتیں اور نوازشیں اپنے پورے شباب پر تھیں۔ لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ نے علاؤ الدین عماد شاہ کی سفارش پر امیر قاسم برید کی ساری غلطیوں کو معاف کر دیا نیز دربار میں اُمراء کی صف میں اس کو نمایاں جگہ مرحمت فرمائی۔ احمد آباد بیدر کے علاوہ ساری جائداد جن میں اودگیر، مکیاں اور دیرینہ پرگنے بھی شامل ہیں امیر قاسم برید کو دوبارہ عطا کیں۔ ساتھ یہ شرط لگائی کہ وہ بادشاہ کے تین ہزار سپاہیوں کے ہمراہ رہے گا اور بیجانگر کے غیر مسلم حاکم کے

برہان نظام شاہ کا مشورہ

بہادر شاہ گجراتی کی جانب سے برہان نظام شاہ کو کسی قسم کا کوئی خوف نہیں تھا بلکہ وہ بڑی حد تک مطمئن ہو چکا تھا، اسی لیے وہ اپنے آپ کو صاحبِ چتر کہلوانا تھا۔ برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کو جواب دیا کہ اسے اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیے اور بیجاپور میں آرام کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ برار اور احمد آباد بیدر کے علاقے بہادر شاہ گجراتی نے برہان نظام شاہ کے حوالے کر دیے ہیں، لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ کو حال اور مستقبل کو ماضی کی طرح سمجھنا بیکار ہے، لہٰذا تمام باتوں پر قیام اور آرام کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا کوچ

اسمٰعیل عادل شاہ کو برہان نظام شاہ کا جواب بہمن علی میں ملا۔ کیونکہ وہ بیجاپور چھوڑ چکا تھا، اس جواب کو پڑھتے ہی وہ بعد ادائگی نماز روانہ ہو گیا۔ اگلے روز بعد دوپہر اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے ہمراہ چالیس پیادے اور چار سو مغل سپاہی لیے اور تلدرگ دریا کے کنارے قیام پذیر ہوا۔ یہ دریا قریب ہی بہتا ہے۔ بعد ازاں برہان نظام شاہ کے قاصد کو واپس جانے کی اجازت دے دی گئی نیز اس سے تاکید کی گئی کہ تمام گذری ہوئی باتیں نظام شاہ سے دہرائے تاکہ اسمٰعیل عادل شاہ اب کے پھر دلاوری کے مقام جنگ کی طرح اس جنگ میں اپنی نیزہ بازی، تلوار اور تیروں کے کرشمے ظاہر کرے۔

برہان نظام شاہ کی جنگ کی تیاریاں

پچھلی شکست کا انتقام لینے کے خیال سے برہان نظام شاہ نے اپنی دولت کا بیشتر حصہ آلاتِ جنگ خریدنے پر صرف کیا اور امیر قاسم برید کی حمایت حاصل کی، یہاں تک اسے اپنا شریکِ کار بنا کر اسمٰعیل عادل شاہ کی مملکت کی سرحد کا رُخ کیا۔

نظام اور عادل شاہی جنگ

ادھر اسمٰعیل عادل شاہ بارہ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ نظام شاہ کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

اسد خاں لاری کی رہنمائی میں اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے تمام سپاہیوں کو مقرر کیا اور اس کے بعد میدانِ جنگ فریقین کی آزمائش گاہ بن گیا۔ غالباً اس سے پیشتر تاریخ میں کبھی ایسی لڑائی نہیں ہوئی جب تک سپاہیوں کے پاس سامانِ جنگ اور دلوں میں عزم رہا، لڑائی برابر جاری رہی اور کشت و خون کا بازار گرم رہا، آخر کار ایک حکمران جیتا اور دوسرا ہارا۔ یہی دستور کائنات ہے، نظام شاہی خاندان کا نامی گرامی امیر میدانِ جنگ میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کا نام خورشید خاں تھا اور عادل شاہی خاندان کو فتح نصیب ہوئی۔ برہان نظام شاہ سارا سامانِ جنگ جو کام آنے سے

چڑھائی کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ نے ماہور پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دیا، اس طرح وہ بیجاپور کی طرف چلا اور عماد شاہ نے برار کی راہ لی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ راستے میں اسمٰعیل عادل شاہ علاؤالدین عماد شاہ کے دولت خانے پر جلوہ افروز ہوا۔ میزبان نے نہایت خندہ پیشانی سے مہمان کا استقبال کیا اور ہیرے اور جواہرات کی کشتیاں اس کی خدمت میں پیش کیں۔

عماد شاہ بحیثیت مہمان

کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے یہاں عماد شاہ نے قیام کیا۔ مہمان کی خاطر تواضع کے لیے بادشاہ نے ایک مجلس منعقد کی۔ دو ہزار مغلوں کی فوج نے مع تمام آلاتِ جنگ عماد شاہ کو سلامی دی۔ پھر اسمٰعیل عادل شاہ نے عماد شاہ کو بتایا کہ اُسے جو حصہ اپنے والدین سے حاصل ہوا ہے یا حکومت کے دوران پایا ہے یہی فوج کے جوان ہیں۔ ان میں ہر سپاہی اپنے وقت کا رستم اور اسفندیار سے زیادہ بہادر اور شجاع ہے علاؤالدین عماد شاہ اس فوج کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسمٰعیل عادل شاہ سے اس نوجوان اور بہادر فوج کی بے حد تعریف و توصیف کی اور کہا کہ اگر اس کے پاس بھی اس طرح کے سپاہی ہوتے تو وہ کاہے کو ماہور کا قلعہ نکل جانے دیتا۔

امیر برید کی سرکشی

جب امیر برید نے ۹۴۳ھ میں گھوڑوں اور قلعہ کی چابی اسمٰعیل عادل شاہ کو ارسال نہیں کی تو اس نے قلعہ قندھار اور کلیان پر چڑھائی کرنے کا خیال ظاہر کیا اور اس طرح سراپردۂ شاہی اور دہلیز کو بیجاپور سے باہر روانہ کر دیا گیا۔ اِدھر برہان نظام شاہ کے پاس امیر قاسم برید کا قاصد پہنچا، تاکہ وہ اس کو مدد کے لیے اکسائے، برہان نظام شاہ نے ایک پیغامبر کے ذریعہ اسمٰعیل عادل شاہ سے سفارش کی کہ وہ بیجاپور ہی میں رہے اور چونکہ امیر قاسم برید نے مسافت کے درمیان اسے بہت آرام دیا ہے، لہٰذا اس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ملتوی کر دے، اس سے شاید ممنون و مشکور ہوتے کی راہ ہموار ہو سکے۔

اسمٰعیل عاد شاہ نے اپنے جواب میں برہان نظام شاہ کو صاف صاف لکھا کہ اُس نے فتح قلعہ ماہور کے دوران کبھی نظام سے اس قسم کی استدعا نہیں کی، مگر اب مجھے تمہاری بات منظور ہے، لہٰذا اس طرح سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے خیال کو ملتوی کر دیا، پھر بھی اتنا ضرور لکھا کہ ان دنوں موسم سرما کا آغاز ہے۔ گھر میں طبیعت گھبراتی ہے، سلطنت کی سرحدیں ملاحظہ کرنے کا خیال پختہ ہے، خاص طور پر شولاپور اور تلارگ۔ لہٰذا ایسی صورت میں کوئی سرحد پر متعین تمہارا رئیس یا ملازم اپنے دل میں کسی قسم کا کوئی شک، کوئی شبہ، کوئی تردد یا کوئی خوف پیدا نہ کرے۔

روانہ کرنے کا فیصلہ کیا، مگر صفر کی سولہ تاریخ ۹۴۱ھ بروز بدھ اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی لڑائیوں کا سلسلہ بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے انتقال کی خبر اسد خاں لاری نے کسی کو نہ ہونے دی اور اس کی موت کو صیغۂ راز میں رکھا۔ بادشاہ کے مُردہ جسم کو پالکی میں رکھ کر اس پر نقاب ڈال دی۔ جب دن کا اُجالا ختم ہوا اور چاروں طرف تاریکی چھا گئی، تو اسد خاں لاری نے اس کی لاش کو قصبہ کوکی بھیج دیا، جہاں وہ اپنے والد مرحوم کی قبر کے برابر جگہ پا سکے بعد ازاں اسد خاں لاری نے پرانے کہنہ مشق اور تجربہ رکھنے والے امراء خاص طور پر امیر قاسم برید وغیرہ کو طلب کیا اور دو یوم کے بعد ان پر سارا راز افشا کیا۔

جانشین کا انتخاب

اسمٰعیل عادل شاہ کی موت کے بعد شہزادہ ملو خاں سے اس کا بھائی شہزادہ ابراہیم بہت برہم تھا، اس کے علاوہ دیگر امراء رؤساء کی اکثریت اس کی ہم نوا تھی، اسد خاں لاری نے غیر علاقہ میں کسی جانشین کا انتخاب مناسب نہ سمجھا، لہٰذا اس نے وقت کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انفرادی طور پر ہر شخص کو علیحدہ علیحدہ بتایا کہ یہ وقت بڑا نازک ہے اور یہاں کوئی فیصلہ کرنا دانش مندی نہیں، بہتر ہو گا کہ حسن آباد گلبرگہ جہاں حضرت خواجہ سید گیسو بندہ نواز کا مزار ہے، پہنچ کر ان سے کوئی فیض حاصل کریں اور جانشینی کا معاملہ صاف کریں۔ تمام شہزادے اس بات سے متفق ہوئے اور گولکنڈہ کے قلعہ کو خیرباد کہا، ہر شہزادے کو اپنی عقل مندی سے کام لے کر حسن آباد گلبرگہ روانہ کیا، جہاں سارے شہزادے پہنچ گئے، حالانکہ اسد خاں لاری شہزادہ ابراہیم کے بادشاہ بنانے کے حق میں تھا مگر دقت یہ تھی کہ شہزادہ ملو خاں اسمٰعیل عادل شاہ کا بڑا فرزند تھا۔ اور خود اپنی حیات میں اسمٰعیل عادل شاہ نے اسے نامزد کر دیا تھا، اس بات سے مجبور ہو کر اسد خاں لاری نے ملو خاں کو اسمٰعیل عادل شاہ کا جانشین مقرر کیا اور مرچ کے قلعہ میں شہزادہ ابراہیم کو نظر بند کر دیا گیا، تاکہ کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو۔

امیر سید ہروی کا بیان

اسمٰعیل عادل شاہ کی سخاوت، رحم دلی، بیباکی اور جواں سالی کی بابت امیر سید ہروی نے لکھا ہے کہ اسمٰعیل عادل شاہ اپنی مذکورہ صفات کے سبب اس قابل نہ تھا کہ وہ آمد و خرچ میں توازن برقرار رکھ سکتا، اسمٰعیل عادل شاہ اپنے حریفوں سرکشوں، قصور کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کرتا تھا اور ان کی مکاریوں، عیاریوں حیلوں بہانوں اور گستاخیوں کو عام طور پر نظر انداز کرنے کا قائل تھا، بہترین لباس اور عمدہ غذا کھانے کی عادت تھی گھٹیا، لچر اور فحش باتوں سے نفرت کرتا اور کوشش کرتا کہ اس کی صحبت میں علماء اور فضلاء زیادہ

بچ رہا تھا، وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس نے اس نازک وقت میں احمد نگر کا رُخ کیا۔ اس کی فوج کے ہاتھی اور توپ خانہ وغیرہ اسمٰعیل عادل کے بہی خواہوں کے ہاتھ لگا۔

عادل اور نظام شاہی خاندانوں میں دوستی

یہ جنگ دونوں خاندانوں کے درمیان آخری نمائش کی حیثیت رکھتی ہے، بعد ازاں دونوں فریقوں میں کوئی جنگ یا کسی قسم کا مقابلہ نہیں ہوا یہاں تک کہ ملک کے بعض بارسوخ اشخاص نے دونوں خاندانوں کے درمیان دوستی کا ہاتھ ملوادیا اور اس طرح دونوں حکمران سرحد پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اور عہد کیا کہ علاؤ الدین عماد شاہ، قلی قطب شاہ کے علاقوں کو فتح کر کے ہمیشہ کے لیے عادل شاہی اور نظام شاہی خاندان ایک دوسرے سے ممد و معاون، شریک کار اور ہمدرد ہو جائیں۔

نلگنڈہ پر عادل شاہی حملہ

۹۴۰ھ میں اسمٰعیل عادل شاہ اور امیر قاسم برید نے باہم مل کر تلنگانہ کا رُخ کیا۔ تلنگانہ کا مشہور قلعہ جس کا نام نلگنڈہ ہے، سب سے پہلے اسمٰعیل عادل شاہ کی حراست میں آیا۔ ادھر سلطان قلی قطب شاہ نے نزاکتِ وقت کے پیشِ نظر گولکنڈہ کو نہیں چھوڑا وہ اگرچہ جنگ کے میدان میں نہیں آیا لیکن قلعہ کے لوگوں کی حفاظت اور ان کی مدد کے لیے اس نے سواروں اور پیادوں کی ایک اچھی تعداد روانہ کر دی اس کے باوجود اسد خاں لاری قلعہ کے محافظوں اور رہنے والوں سے جنگ کرتا اور ہر دفعہ فتح حاصل کرتا رہا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی دوسری جگہ منتقلی

جنگ کرتے کرتے محافظین قلعہ نلگنڈہ بیحد پریشان ہوئے، ممکن تھا کہ چند روز میں قلعہ عادل شاہی فوج کے اختیار میں ہوتا، لیکن بدقسمتی سے یا پھر حکم الٰہی سے اسمٰعیل عادل شاہ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی، یہ سلسلہ کافی دنوں تک جاری رہا یہاں تک کہ اسمٰعیل عادل شاہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا۔ مجبور ہو کر اس نے امیر برید اور اسد خاں لاری دونوں کو طلب کیا، چونکہ دونوں اس کے ساتھ قلعہ فتح کرنے میں مصروف تھے، لہٰذا ان دونوں سے بادشاہ نے اپنی طویل علالت، کمزوری اور وہاں کی موسمی خرابی کے سلسلہ میں گفت و شنید کی اور طے کیا کہ مذکورہ دونوں اُمراء تلنگانہ کی جنگ میں مصروف رہیں اور بادشاہ خود حسن آباد گلبرگہ کا رُخ کرے تاکہ وہاں طبیعت ٹھیک ہو جائے تو پھر دوبارہ تلنگانہ کا ارادہ کرے۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال

مزید براں، اُمراء نے بادشاہ کو پالکی میں بٹھا کر حسن آباد گلبرگہ

ملو عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ

ملو خاں کی تخت نشینی اور اسد خاں لاری کی روانگی مرنے سے پیشتر اسمٰعیل عادل شاہ نے اس کا اظہار کر دیا تھا کہ اس کی موت کے بعد ملو خاں کو بادشاہ تسلیم کر لیا جائے۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے مرنے کے بعد اس کی اس خواہش کو اسد خاں لاری نے پورا کیا اور ملو عادل شاہ کو بادشاہ بنایا۔ ملو عادل شاہ کے بادشاہ بن جانے کے بعد اسد خاں لاری اپنے علاقہ کو روانہ ہوا اور بادشاہ کی حفاظت کے لیے ملکہ پونجی خاتون یعنی اسمٰعیل عادل شاہ کی والدہ کو چھوڑا۔

ملو خاں کی رنگ رلیاں اسد خاں لاری کے جانے کے بعد ملو خاں نے اپنے آپ کو آزاد پایا۔ لہٰذا اس نے جی کھول کر مے نوشی اور رقص کی محفلوں کا انعقاد شروع کیا۔ چونکہ ملو خاں نوجوان تھا، دنیا کی اونچ نیچ اور نشیب و فراز سے ناواقف تھا، لہٰذا بہت جلد جوانی کی غلط حرکتوں اور بری عادتوں کا شکار ہو گیا، اس نے شب و روز نازیبا حرکات سرزد کرنی شروع کیں اور بعض ایسے کام کیے جو بادشاہوں کو زیب نہیں دیتے کبھی ایسی کام کی جانب توجہ مبذول نہیں کی جسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جا سکے نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بہت جلد اس سے بدظن اور برہم ہو گئی۔

ایک نیا شوق امرد پرستی علاوہ دیگر نازیبا حرکتوں کے ملو خاں نے ایک ایسی حرکت بھی شروع کی جو اس کے لیے بالکل نئی تھی یعنی وہ اپنی کم سنی کے شوق میں خود کو ایک آمر بادشاہ سمجھنے لگا اور خوبصورت لڑکوں کا اجتماع اس کے لیے تسکین کا باعث ہوا۔ اس کی یہ عادت اس حد تک بڑھی کہ علاقہ کا شریف باعزت اور مشہور خاندانوں کے لڑکے اس کی صحبت میں طاقت کے زور سے پہنچنے لگے اور ان کے والدین کو ان سے زبردستی چھڑایا جانے لگا۔

امرد پرستی اور ملو خاں کا ظلم و ستم یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ ملو خاں کو عادل شاہی تاج پوش دیوان یوسف ترک کا لڑکا پسند آ گیا اور اس نے اس لڑکے

رہیں۔ وہ اہلِ فن اور اہلِ علم کی قدر کرتا تھا، موسیقی اور شاعری کے فن کو بہت پسند کرتا۔ خود شعر کہتا، اس کا تخلص وفائی تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دکنی بادشاہوں میں کوئی بادشاہ شاعری کے اعتبار سے اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کا کلام جتنا پاکیزہ اور دلچسپ ہے اسکی مثال دوسرے دکنی بادشاہوں کے کلام میں نہیں ملتی۔

ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ

شجاعت اور بہادری

تاریخ نویسوں کا خیال ہے کہ ابراہیم عادل شاہ بڑا دلیر اور جاں باز بادشاہ تھا وہ اپنی طاقت، بہادری اور دلیری کے باعث کسی شخص کو نظر میں نہیں لاتا تھا اور طوفان کی مانند تمام ناہموار اور موجوں سے ٹکراتا ہوا آگے بڑھتا رہتا تھا اس کا غصہ اور عتاب بھی اس کی دلیری، بہادری اور طاقت کی مانند کونے کونے میں مشہور تھا۔ عنانِ حکومت سنبھالنے کے وقت سے تا دمِ مرگ جنگوں، معرکہ آرائیوں اور حریفوں پر چڑھائیوں میں مصروف رہا۔

تبدیلیٔ مذہب

غیر مصدقہ طور پر اس بات کا پتہ چلا ہے کہ نظام شاہی لشکر دل سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے عہد میں دس مرتبہ جنگ کی کسی دفعہ بھی اس نے فوج کو میدانِ جنگ میں تنہا روانہ نہیں کیا، خود فوج کے ہمراہ لڑتا اور اپنی بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کرتا اس کے باوجود بدقسمتی سے وہ صرف دو مرتبہ نظام شاہی فوج کو شکست دے سکا، ایک دفعہ قصبہ میں اور دوسری مرتبہ خان کے مقام پر ابراہیم عادل شاہ اپنے خاندان کا پہلا فرد تھا جس نے اپنے والدین اور خاندان کے مذہب کو چھوڑا اور دوازدہ امام کے بجائے امام ابو حنیفہؒ کی پیروی اختیار کی۔

نئے احکامات

بادشاہ نے امامیہ فرقہ کے سارے رسوم اور اطوار بدل دیے اور ایک ایسا حکم جاری کیا جس کی رُو سے کوئی شخص تاج سرخ دوازدہ گوشہ سر پر نہیں پہن سکتا تھا اس وقت فرقہ امامیہ کے افراد اس کو پہننا باعثِ صد افتخار سمجھتے تھے، خوش کلای آقا، شجاعت خاں کرد اور اسد خاں لاری کے علاوہ تمام باہر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے امراء کو معزول کر دیا۔ اور ان کے بجائے دکنیوں اور حبشیوں کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ عماد شاہی اور نظام شاہی کنبوں کی روش اختیار کی گئی اور کورہ روایت کا تقرر ہوا اس طرح سلطنت کے اراکین نے صرف چار سو ملازمین کو بحال رکھا اور باہر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے تین ہزار خواص ملازمین کی تعداد صرف چار سو

کو طلب کیا، لیکن شحنہ دیوان نے مزاحمت کی۔ اس کے باوجود ملو خاں نے حکم جاری کیا کہ سرکاری سپاہی زبردستی اس لڑکے کو حاضر کریں اور کوئی شخص بھی جو اس حکم کی مخالفت کرے یا اس کی تعمیل میں روڑے اٹکائے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ شحنہ دیوان بھی ان امراء میں تھا جنھیں عادل شاہی خاندان نے تاج پہنایا تھا، لہٰذا اس نے بادشاہ کے ملازمین اور سپاہیوں کو بادشاہ کے خلاف اُکسایا اور بغیر کسی خوف یا خطرے کے اپنے متعلقین کو لے کر شہر سے نکلا اور اپنے علاقہ قصبہ گھورہ کا رُخ کیا۔ یوسف ترک کے لڑکے کے معاملہ نے اتنا طول کھینچا کہ کاوہ آہنگر کی کہانی تازہ ہوگئی۔ علاقہ کے دوسرے باعزت اور شریف اشخاص نے اس کی حمایت کی۔

ملو خاں کے خلاف سازشیں

ملو عادل شاہ کی دادی پونجی خاتون کو اپنے نوجوان پوتے کی بُری عادات کا بڑا افسوس ہُوا اور اسے سخت تکلیف پہنچی، لہٰذا پونجی خاتون نے مصمم ارادہ کیا کہ کسی طرح ملو عادل شاہ کا تختہ اُلٹ کر اس کی بادشاہت کا خاتمہ کیا جائے اور اس کی جگہ شہزادہ ابراہیم کو بادشاہ بنایا جائے، اس طرح اسد خاں لاری کو ملو خاں کی تمام حرکتوں سے آگاہ کیا گیا۔ یوسف شحنہ کے ایک معتبر اور مخلص دوست کے ذریعہ بلگوان اسد خاں لاری کی جاگیر تک یہ خبر پہنچائی گئی۔ اسد خاں لاری پہلے ہی سے تمام حالات سے واقف تھا۔ اس نے جواب دیا کہ اس نے قصداً بیجاپور میں رہنا پسند نہیں کیا، کیونکہ بادشاہ کے اعمال کو وُہ بری نظر سے دیکھتا تھا، لہٰذا بلگوان کو قیام گاہ بنایا، اس نے یوسف شحنہ کو یہ بھی لکھا کہ وُہ پونجی خاتون کا کہا پورا کرے اور عادل شاہی خاندان کی عزت، آبرو اور اس کے وقار کو صدمہ نہ پہنچنے دے۔ اسد خاں لاری سے اتفاق کرتے ہوئے یوسف شحنہ نے شہر کا رُخ کیا۔

ملو عادل شاہ کی معزولی

پونجی خاتون کے فرمان کے مطابق یوسف شحنہ نے دوسو سپاہی ہمراہ لیے اور بیجاپور کا رُخ کیا وہاں پہنچ کر اس نے بے دھڑک قلعہ ارک میں قدم رکھ دیا۔ چوکیدار مانع آیا، لیکن یوسف شحنہ کی تلوار کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس طرح یوسف شحنہ نے ملو خاں کو گرفتار کر لیا اور پونجی خاتون کی رضا کے مطابق بادشاہ اور اس کے برادر انو خاں کی آنکھوں میں گرم گرم سلائیں پھروا دیں اس طرح شہزادہ ابراہیم کو عادل شاہی تخت پر بٹھایا گیا اور وہ بادشاہ بن گیا۔ ملو خاں کی حکمرانی کا عرصہ صرف چھ ماہ اور چند یوم ہے۔

کے ایک فرزند کو راجہ بنایا اور مسمّی بھوج ترل راج کو وزیرِ اعظم کے عہدے پر فائز کیا۔ رشتہ میں یہ شخص فرزند کا خالو تھا اور اس کا دماغی توازن بھی برقرار نہیں تھا حقیقت میں وہ اسم بامسمّیٰ تھا اس طرح رام راج نے کمسن راجہ کی تربیت، دیکھ بھال اور اس کی نگرانی کا سارا کام بھوج ترل کے ایما پر اسی کے حوالے کر دیا۔ اس طرح سے تمام جابر اور مکار امراء و سردار کا خاتمہ ہو گیا اور رام راج نے اپنی ہوشیاری اور عقلمندی سے یہ سارا کام کیا۔

رام راج کی سرگرمیاں

اب رام راج نے اپنے ایک غلام کو عزت بخش کر کمسن راجہ اور سلطنت بیجاپور کا تحفظ اس کے حوالے کیا اور خود ان راجاؤں پر چڑھائی کرنے کے خیال سے روانہ ہوا جو اس کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو کم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ کچھ راجہ اس کا نشانہ بن گئے، یہاں تک کہ ایک قلعہ کی حراست میں اتنا مصروف ہوا کہ کافی عرصہ تک اس کو فتح کرنے کی غرض سے سارا مال و زر پانی کی طرح بہاتا رہا۔ اس نے غلام کو پچاس ہزار ہون ارسال کرنے کا حکم جاری کیا۔ غلام حکم کی تعمیل میں قلعہ کے دروازہ کو کھول بیٹھا۔ رام راج کی آنکھیں قلعہ میں دولت کے انبار دیکھ کر چندھیا گئیں وہ خود پر قابو نہ پا سکا اور علی الاعلان راجہ کا مخالف اور باغی ظاہر کر دیا غلام نے بھوج ترل کو اپنا شریکِ کار اور راز دار بنایا اور تخت و تاج نیز مال و دولت پر قبضہ کرنے کی خاطر تدبیریں سوچنے لگا۔ رام راج کے تمام مخالفین جو اس سے ڈرتے تھے کمسن راجہ کے معاون بن گئے۔ اس طرح بیجانگر میں ایک عظیم اجتماع ہو گیا۔ لیکن بھوج ترل نے غلام کو ناقابلِ اعتماد اور رام راج کا رفیق سمجھ کر قتل کر دیا اور خود حاکم بن بیٹھا۔

رام راج اور بھوج ترل کے درمیان معاہدہ

جب رام راج نے معاملہ کو طول ہوتے ہوئے پایا، تو اس نے چاہا کہ بھوج ترل کے ساتھ جھگڑوں کو ختم ہی کر دیا جائے، اس غرض سے اس نے کچھ بااثر اشخاص کو صلح کرانے کے لیے منتخب کیا۔ جنھوں نے یہ شرط پیش کی کہ اپنے مقبوضہ علاقوں پر رام راج قابض رہے گا۔ اور دار الخلافہ بیجانگر رائے زادہ ہی کے پاس رہے گا، رام راج اس فیصلہ سے انکار نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اس نے کچھ نہ کہا اس طرح تمام راجاؤں نے اپنے علاقوں کی راہ لی۔

بھوج ترل کے خلاف رعایا کا اقدام

رائے زادہ کا سر پھرا ماموں خود مختاری کا خواب دیکھنے لگا اور اس نے ظلم کا پیشہ اختیار کیا اس نے بھانجے کو موت کے گھاٹ اُتارا اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ترل نہایت مغرور ہو گیا

رہ گئی، اس سے پہلے ہمیشہ ان کی تعداد تین ہزار رہی تھی۔

پرانے قوانین کا اخراج

جن ملازموں کو برطرف کیا گیا، ان لوگوں نے مجبوراً احمد نگر اور گجرات دکن کا رُخ کیا، علاوہ ازیں ابراہیم عادل نے فارسی کی بجائے ہندی کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ اور یوسف عادل شاہ کے زمانے کے سارے قوانین ختم کیے اور برہمنوں کا مرتبہ بڑھایا، علاوہ ازیں راجہ رام راج سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کے لیے پیغامبر کو تمام لوگوں سے پوشیدہ رکھ کر روانہ کیا، مزید برآں مغل سرداروں کی خاصی تعداد اس کی ہمت افزائی اور ہمدردی سے متاثر ہو کر اس کے پاس آ گئی۔ بیجانگر کی مسجد تعمیر کرانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس کے ذریعہ ان مغل سرداروں کی دلجوئی اور ہمت افزائی ہو سکے۔

بیجاپور کی فتح

بیجاپور کا حکمران ایک کرسی پر قرآن پاک کو رکھ کر مغلوں کو اس کا واسطہ دلاتا اور اپنی فرماں روائی کے خیال سے اس کی عزت کراتا تخت نشینی کے ایک سال بعد ہی ابراہیم عادل شاہ بیجاپور پر چڑھ آیا اور اس کو فتح کر کے دم لیا۔

بیجاپور کا حال

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ بیجاپور کا حاکم جس کا خاندان تقریباً پچھلی سات صدیوں سے اس پر حکومت کرتا رہا تھا، انتقال کر گیا تو اس کے فرزند نے عنانِ حکومت سنبھالی، جوانی ہی کے دنوں میں وہ بھی انتقال کر گیا، بعد ازاں اس کے چھوٹے بھائی نے اس کی جگہ لی، لیکن بدقسمتی سے وہ بھی زیادہ دن زندہ نہ رہ سکا اور اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد اس کے تین ماہ کے فرزند کو تخت پر بٹھایا گیا اس عرصہ میں بیجانگر کے راجہ کا مددگار تمراج نامی ایک امیر کا اقتدار بہت بڑھ گیا، لہٰذا جب وارث سلطنت سن شعور کو پہنچا تو تمراج نے اسے بھی زہر دے کر مار ڈالا اور ایک اور لڑکے کو وارث بنا کر سلطنت کا حاکم مقرر کیا، کچھ ہی دن گذرے تھے کہ تمراج دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔

رام راج کا عروج

تمراج کی خالی جگہ اس کے فرزند ارجمند رام راج نے پُر کی۔ اس کا ازدواجی رشتہ سیورائے کے فرزند کی بیٹی کے ساتھ قائم ہُوا۔ اب چونکہ اس کی شادی ہو چکی تھی اور بڑی حد تک اس کا تعلق شاہی خاندان سے ہو چکا تھا، لہٰذا اس نے اس عرصہ میں بڑا اقتدار حاصل کر لیا اور اپنے مزاج میں ایک انقلابِ عظیم پیدا کر لیا، اب وہ آزاد ہونے کی جستجو میں منہمک رہتا۔ امراء اور رؤساء نے اس کی آمرانہ حکومت کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے سے احتراز کیا، اس طرح اس کی مختار ریاست قائم نہ ہو سکی۔ تنگ آکر رام راج نے شاہی خاندان

کر کے اس کے حوالے کر دیا جائے، اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ بھوج ترل کو تہ تیغ کر کے رائے زادہ کا بدلہ لے۔ بھوج ترل نے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے مجبور اور تنہا پا کر گھوڑوں کے پیر کاٹ دینے کا فرمان جاری کیا اور فیل کی آنکھیں پھوڑ نے کا حکم دیا اور حکم دیا کہ صدیوں پرانے شاہی مال و دولت کے ذخیروں کو راکھ بنا دیا جائے، راجہ کے ان احکامات کی پوری پابندی کی گئی۔ محافظین نے جیسے ہی باب الشہر وا کیا بھوج ترل نے اپنی تلوار سے خودکشی کر لی۔ اس طرح رام راج نے نہایت اطمینان کے ساتھ بیجانگر کی گدی سنبھالی۔ اور اس کا کوئی سدِ راہ نہ ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کا حملہ کرنے کا حکم

جب ان تمام واقعات کی اطلاع ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی تو اس نے قلعہ ادونی پر چڑھائی کرنے کے لیے اسد خاں لاری کا انتخاب کیا اور ساری فوج کو اس کے اشارہ پر چلنے کا حکم دیا، اسی عرصہ میں رام راج کے بھائی نیکنادری نے کافی تعداد میں سوار اور پیادے جمع کیے اور اسد خاں لاری سے مقابلہ کرنے کے لیے سامنے آیا، اسد خاں لاری نے حریفوں کو حراست میں لینے کے بجائے ان سے ملنا چاہا، آخر ایک سخت قسم کی جنگ ہوئی اور اسد خاں لاری کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا، حریفوں نے سات کوس تک اُسے نہیں بخشا برابر تعاقب کرتے رہے۔

اسد خاں لاری کا شب خون مارنا

جب رات ہوئی اور اُجالا بالکل ختم ہو گیا تو نیکنادری، اسد خاں لاری کی فوج سے ایک کوس دُور خیمہ زن ہوا اور یہ سمجھ کر کہ دشمن شکست کھا چکا ہے، آرام کی نیند سو گیا، اسد خاں لاری نے چار ہزار مسلح بہادر سپاہیوں کے ہمراہ دشمن کے لشکر پر شب خون مارا، کافی دیر تک ہندو اپنا بچاؤ کرتے رہے لیکن مجبوراً مسلمانوں کے زبردست حملے سے بچنے کے لیے بھاگ نکلے۔ اسد خاں لاری نے حریف کے تمام ہاتھیوں اور اس کے بال بچوں کو گرفتار کر لیا، بعد ازاں اسد خاں لاری اسی میدان میں قیام پذیر ہوا اور نیکنادری اس کے لشکر سے کچھ کوس دور خیمہ زن ہوا اس کے بعد نیکنادری نے ایک نوشتہ جنگ کے تمام واقعات رام راج کو تحریر کیے تاکہ وہ اس کی امداد کر سکے۔

رام راج کا مشورہ

رام راج نے نیکنادری کو اس کے خط کے جواب میں لکھا کہ اسے بہر صورت اسد خاں لاری کی اطاعت قبول کر لینی چاہیے یا پھر دوستی کا ہاتھ بڑھانا بہتر ہے تاکہ اس کے قبضہ سے بال بچوں کو نکالا جا سکے۔ نیکنادری نے رام راج کی رائے سے اتفاق کیا اور ایک پیغام بر کے ذریعہ اسد خاں لاری سے دوستی کرنے کی پیش کش کی، اسد خاں لاری نے ان تمام

اور علاقہ کے ہر خاص و عام، ہر خورد و کلاں کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ہر شخص اس سے نالاں ہو کر رام راج کا دم بھرنے لگا، یہاں تک کہ رام راج کو چڑھائی کرنے پر اُکسایا۔

ابراہیم عادل شاہ سے مدد کی درخواست

بھوج ترمل کو جب ان تمام باتوں کی خبر پہنچی تو اس نے عمدہ تحائف اور چھ لاکھ ہون ایک ایلچی کی وساطت سے ابراہیم عادل شاہ کی بارگاہ میں پہنچائے، تاکہ وہ اس کی درخواست قبول کرے اور مدد دے۔ ادھر رام راج نے بھی قصد کیا کہ وہ ایک ایک لاکھ ہون قدم قدم پر بچھا دے گا اور بادشاہ کو راضی کرے گا۔ ۹۴۳ھ میں ابراہیم نے بیجانگر کا رُخ کیا۔

رام راج کی عیاری

جب رام راج کو یہ معلوم ہُوا کہ ابراہیم عادل شاہ چڑھائی کرنے والا ہے تو اس نے ایک چال چلی، اور وہ یہ کہ اپنے ایک نوشتہ میں اس نے بھوج ترمل کو اپنی آئندہ وفاداری کا یقین دلایا اور اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار کیا، نیز یہ بھی تحریر کیا کہ مسلمانوں کے اس علاقہ میں آجانے سے ہندوؤں کی ساری عبادت گاہیں اور مکانات ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ہمارے اطفال خواہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اس وقت بھی اسی طرح مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائیں گے، جس طرح شاہانِ بہمنیہ کے دور میں لگ گئے تھے۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ ایک تجربہ کار ضعیف العمر ایلچی ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا جائے تاکہ وہ بادشاہ کی واپسی کے لیے کوشش کر سکے پھر سدا میں آپ کا فرمانبردار اور خادم رہنے کا اقرار کرتا ہوں۔

بھوج ترمل کا فریب کھانا

چونکہ بھوج ترمل ایک کم فہم انسان تھا۔ بڑی آسانی سے رام راج کی چالوں میں پھنس گیا۔ قصّہ مختصر یہ کہ ہندو مذہب کی رسوم کے مطابق معاہدے ہوئے اور ابراہیم عادل شاہ سے واپسی کی درخواست گزاری کیا ساتھ ہی بھوج ترمل نے چالیس لاکھ ہون بادشاہ کو بھیجے۔ ابراہیم عادل شاہ کی مقصد براری میں کیا کمی رہ گئی تھی جو وہ واپس نہ ہوتا، وہ بھوج ترمل کی مدد کے لیے اور رقم وصول کرنے کے لیے آیا تھا دونوں کی تکمیل پر واپس ہو گیا۔

رام راج کی چڑھائی

ابراہیم عادل شاہ دریائے کرشنا کو پار بھی نہ کر پایا تھا کہ اپنے تمام معاہدوں کو بالائے طاق رکھ رام راج نے مثل برق و باد بیجانگر کا رُخ کیا، شہر میں جو محافظین، سپاہی اور نوکر چاکر تھے انھیں یا تو خوف زدہ کیا یا پھر کوئی فائدہ پہنچانے کا وعدہ کر کے انھیں بھوج ترمل کے خلاف کر دیا، ان کو مشورہ دیا کہ کسی نہ کسی صورت سے بھوج ترمل کو قید

یہ مقام ننگوان سے چھ میل دور واقع ہوا تھا، اسد خاں لاری نے اپنے ہمراہ گنتی کے سپاہی لیے اور باغ کی سیر کرنے کو روانہ ہوا۔

اسد خاں لاری اور یوسف شحنہ کے درمیان جنگ

روانگی کے وقت اسد خاں لاری نے ایک حبشی غلام کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ چار سو نوجوانوں کو ساتھ لے کر اس کے پاس پہنچے، جب یوسف شحنہ کے بہی خواہوں نے اسے خبر دی کہ اسد خاں لاری اکیلا باغ کی سیر کو گیا ہے تو اس نے اپنے ہمراہ دو ہزار کا لشکر لیا، اور اسد خاں پر چڑھائی کر دی، اس طرح باغ کا صحن جنگ کا میدان بنا اور دونوں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی، اسد خاں لاری نہایت ہوشیاری سے حریف کو کچلنے کی سعی کر رہا تھا، بڑے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔

اسد خاں لاری کی فتح

اسد خاں لاری، حریف کے لشکر سے بڑی دلیری کے ساتھ لڑتا رہا۔ اور اپنی مستقل مزاجی کا ثبوت دیتا رہا۔ یہ لڑائی اتنے زبردست پیمانہ پر ہوئی کہ بہت سے سپاہی کام آئے، پھر بھی میدان اسد خاں لاری کے ہاتھ رہا اور اسے فتح حاصل ہوئی، یوسف شحنہ جان بچا کر میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی نئی چال

ابراہیم عادل شاہ نے حالات کو بگڑتے دیکھ کر اسد خاں لاری کی دلجوئی شروع کی، اس نے یوسف ترک کو گرفتار کر کے اسد خاں لاری کے حوالے کیا اور کہا یوسف ترک کو اس کی گستاخی کی جو سزا اسد خاں لاری چاہے دے سکتا ہے، اسد خاں لاری بادشاہ کی چالاکی سمجھ گیا، اس نے بادشاہ کو مطلع کیا کہ یوسف ترک کو معاف کیا جائے، بعدازاں یوسف ترک کو اسد خاں نے گھوڑے اور پوشاک وغیرہ مرحمت فرما کر روانہ کیا۔

برہان نظام شاہ کا انکشاف

جب اس معاملہ کی خبر برہان نظام شاہ کو ملی تو اس نے بھرے دربار میں پھر یہی فرمایا کہ اسد خاں لاری کا یہ خیال تھا کہ وہ عادل شاہی علاقے فتح کر کے نظام شاہی سلطنت میں شامل کر دے گا، لہٰذا یہ وقت چڑھائی کرنے کے لیے بہت غنیمت ہے، اسی عرصہ میں برہان نظام شاہ ۹۴۰ھ میں امیر قاسم برید کا شریک کار بن گیا اور احمد نگر کا رُخ کیا، اِدھر خواجہ جہان دکنی اور امیر قاسم برید پرندہ کے قریب پہنچ گئے اور ہراول قدمی شروع کر دی۔

واقعات کی خبر ابراہیم عادل شاہ کو دی اور اس کی رضا کے مطابق نیکنا داری سے صلح کرلی بعدازاں وہ نہایت اطمینان کے ساتھ بیجاپور روانہ ہوگیا۔

یوسف شحنہ کی سازش

نیکنا داری کے جو گھوڑے اور ہاتھی اسد خاں لاری کے قبضہ میں آگئے تھے، ابراہیم عادل شاہ نے ان سب کو اسد خاں لاری کو تفویض کیا اور اس طرح اس کی عزت و آبرو میں اضافہ ہوا۔ یوسف شحنہ وکیل سلطنت کے علاوہ دوسرے فرائض بھی انجام دیتا تھا، لہٰذا اس سے اسد خاں لاری کی قدر و منزلت اور عزت و آبرو نہ دیکھی گئی اور وہ دل ہی دل میں کڑھنے لگا، لہٰذا اس نے تنہائی میں ابراہیم عادل شاہ کو اسد خاں لاری کے خلاف اکسایا اور اس کی برائیاں کرنے لگا، اِدھر بادشاہ کو بھی اسد خاں لاری کی وفاداری اور نیک نیتی پر شبہ ہوا، اس کے خیال میں اسد خاں لاری شیعہ مذہب سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نظام شاہی خاندان سے ہمدردی اور عقیدت رکھتا تھا۔ بادشاہ کو یہ بھی بدگمانی ہوئی کہ کہیں اسد خاں لاری قلعہ تلگوان کو نظام شاہ کے حوالے نہ کردے اور اس کا غلام ہو جائے۔

ابراہیم عادل شاہ اور یوسف شحنہ کی باہم گفتگو

ابراہیم عادل شاہ نے کسی قسم کی کوئی تحقیق نہیں کی اور یوسف شحنہ کے اقوال و اطوار کو دل و جان سے قبول کرلیا۔ دونوں میں مشورہ ہوا کہ اسد خاں لاری کو کس طرح علیحدہ کیا جائے یوسف شحنہ نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اسد خاں لاری کو علی شہزادہ کے ختنہ کی تقریب میں مدعو کیا جائے اور جیسے ہی وہ یہاں پہنچے فوراً گرفتار کرلیا جائے، یہی ایک تدبیر ہے جو اس سے چھٹکارا دلا سکتی ہے۔ اتفاق سے یہ بھید کھل گیا اور اسد خاں لاری پہلے سے زیادہ چوکنا ہوگیا جب ابراہیم عادل نے اسد خاں لاری کو حاضر ہونے کا حکم دیا تو اس نے بیماری کا بہانہ کرکے عدم شرکت اختیار کی۔

اسد خاں لاری کو مار ڈالنے کی تدبیر

بعدازاں ابراہیم عادل شاہ نے پھر یوسف شحنہ سے صلاح مشورہ کیا اور طے پایا کہ اسد خاں لاری کو اسی کے احباب اور ہمدردوں کے ذریعہ زہر دے دیا جائے، اس کے ساتھیوں کو اکسایا جائے کہ وہ اسے زہر دے کر ہلاک کردیں۔ اتفاق سے بادشاہ کی یہ تدبیر بھی ناکام ہوگئی اب دوسری تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ تلگوان کے قرب و جوار کے علاقہ میں یوسف ترک کو جاگیر دی جائے اور وکیل سلطنت کے عہدے سے ہٹا کر جاگیر دار بنا دیا جائے، اسی طرح سے یوسف ترک کو اسد خاں لاری کے گرفتار کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اسد خاں لاری بڑا ہوشیار، باشعور اور تجربہ کار انسان تھا اس نے بہت زیادہ محتاط رہنا اختیار کیا، ایک روز اسد خاں لاری نے باغ کی تفریح کرنے کا ارادہ کیا

بے تکلف اسد خاں لاری کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوُا اور اس سے اسد خاں لاری کا پورا بیان اسی طرح سُنا دیا جس طرح اسد خاں سے اس نے خود سُنا تھا۔ نتیجہ یہ ہوُا کہ اسد خاں لاری کو بادشاہ نے معاف کر دیا اس طرح اسد خاں لاری کی برائیاں کرنے والوں کا سارا راز بادشاہ پر افشا ہو گیا، بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ، اسد خاں لاری سے بغلگیر ہوُا اور اس کی عزت و جاہ میں مزید اضافہ کیا۔

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگ

بادشاہ نے دونوں ہی خواہوں یعنی عماد شاہ اور اسد خاں لاری کے مشورے سے برہان نظام شاہ اور اس کے ہمدرد امیر قاسم برید پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا، دونوں حریفوں نے عادل شاہی لشکر سے جان بچا کر پرگنہ بیڑ کی راہ لی۔ اس کے بعد ہی عماد شاہ اور ابراہیم عادل شاہ نے بالاگھاٹ دولت آباد کا رُخ کیا۔ کیونکہ وہاں ٹھہرنا ان کے نزدیک سود مند نہ تھا عادل شاہی فوج اور عماد شاہ نے اس علاقہ کو ہر طرح سے تباہ و برباد کیا۔

امیر قاسم برید کا انتقال اور دونوں خاندانوں میں صُلح

اسی عرصہ میں امیر قاسم برید بیمار ہوُا اور مر گیا، بالاگھاٹ اور دولت آباد میں اس کا مقبرہ تعمیر ہوُا، اس کے بعد شاہ طاہر نے بیچ میں پڑ کر دونوں خاندانوں کے درمیان مشروط طور پر صُلح کرا دی، شرط یہ تھی کہ ابراہیم عادل شاہ کو شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنے نظام شاہ سے واپس ملیں گے اور مستقبل میں آپس میں کوئی جنگ نہ ہو گی۔ غرض دوستی کے بعد فریقین نے اپنے اپنے ملکوں کی راہ لی۔

برہان نظام شاہ کا حملہ

ایک سال کے بعد ۹۵۰ھ میں ابراہیم عادل شاہ کی شادی علاؤالدین عماد شاہ کی لڑکی راجہ سلطان کے ساتھ ہو گئی۔ ساڑھے پانچ زرخیز پرگنوں کے نکل جانے سے برہان نظام شاہ کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا، اس کی زندگی شب و روز اجیرن ہو گئی۔ اسی عرصہ میں ابراہیم عادل شاہ اور علاؤالدین عماد شاہ کے درمیان تعلقات کچھ کشیدہ ہو گئے، نظام شاہ کو ابراہیم عادل شاہ کے حریفوں کو اکسانے کا اچھا موقع ملا، اس نے جمشید قلی قطب شاہ اور رام راج کو اپنا رازدار بنایا، ان کے علاوہ اپنی عیاری اور مکاری سے اس نے خواجہ جہاں دکنی اور علی برید کی حمایت بھی حاصل کر لی، بلکہ دونوں کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کے علاقہ پر چڑھائی کرنے کے خیال سے روانہ ہوُا۔

اسدخاں لاری کی تدبیریں

نظام شاہی بہی خواہوں نے شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنے جن پر زین خاں قابض تھا اور جو عادل شاہی سلطنت میں شامل تھے اپنے قبضہ میں لے کر خواجہ جہاں دکنی کے غلاموں کے حوالے کر دیئے، ادھر برہان نظام شاہ نے نلگوان پر چڑھائی کر دی، اسدخاں لاری کو اس کی خبر نہیں تھی، برہان نظام شاہ کے مددگار چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ وہاں پہنچ گئے، جس سے برہان نظام شاہ کے حوصلے بہت بلند ہو گئے، اب اس نے عادل شاہی سلطنت کو نیست و نابود کرنا اپنا شعار بنا لیا، ابراہیم عادل شاہ میں حریفوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی، لہٰذا وہ حسن آباد گلبرگہ کی سمت روانہ ہو گیا۔

اسدخاں لاری کی وفاداری

علی محمد بدخشی کو اسدخاں نے قاصد بنا کر والئی برار علاؤ الدین عماد کے پاس بھیجا تاکہ وہ تمام حالات سے عماد شاہ کو آگاہ کرے اور اسے ابراہیم عادل شاہ کی مدد کرنے کے لیے مجبور کرے، اگر وہ راضی ہو تو اسدخاں لاری بھی اس سے بادشاہ کی بدگمانی دور کرانے کے لیے درخواست کرے گا۔ ابھی یہ خط پہنچا ہی تھا کہ خود بادشاہ بھی عماد شاہ کے دولت خانہ پر آ گیا۔ اس کے بعد ہی عماد شاہ روانہ ہو گیا۔

اسدخاں لاری کی عماد شاہ سے ملاقات

برہان نظام شاہ نے ارک کے سارے مکانوں کو نذرِ آتش کر دیا، کیونکہ وہ قلعہ ارک بیجاپور کو حراست میں لیے ہوئے تھا۔ برہان نظام شاہ نے اپنے ہمراہ امیر قاسم برید کو لیا اور حسن آباد گلبرگہ کا رُخ کیا۔ کچھ دُور ہی گیا تھا کہ اسدخاں لاری اس سے بچھڑ کر عماد شاہ کے لشکر میں پہنچ گیا اور عماد شاہ سے یُوسف شحنہ کی بُرائیاں کرنے کی عادت اور اپنے خلاف اکسانے کی حقیقت بیان کی یعنی یوسف شحنہ نے بادشاہ سے کہا کہ اسدخاں لاری گستاخ ہے اور وہ دشمن سے جا ملا ہے ظاہر ہے بادشاہ بدگمان ہُوا، اب موقع ملا ہے کہ عماد شاہ اسدخاں کی صفائی بادشاہ سے کرائے اور حقیقت حال سے آگاہ کرے، بادشاہ کو بدگمانی اس وجہ سے ہوئی تھی کہ امیر قاسم برید اور نظام شاہ کے نلگوان کے قریب پہنچنے سے بادشاہ نے یوسف شحنہ کا بیان صحیح سمجھا، بادشاہ سمجھا کہ حریف، اسدخاں لاری کے ایما سے حملہ آور ہوئے، ان تمام وجوہات سے اسدخاں لاری کی پریشانیوں میں اضافہ کیا اور وہ کچھ عرصہ کے لیے، حریفوں کی صف میں جا کھڑا ہوا تھا تاکہ اس کی جاگیر برقرار رہے۔ یہ صحیح بیان اسدخاں کی نیک نیتی پر مبنی تھا۔

ابراہیم عادل شاہ اور اسدخاں لاری کی صُلح

اجمالاً یوں سمجھیے کہ علاؤ الدین عماد شاہ

ابراہیم عادل شاہ کے حق میں اسد خاں لاری کی تدبیر کارگر ثابت ہوئی اور اس نے ایک بہادر اور جانباز لشکر کو اسد خاں لاری کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ قلی قطب شاہ کی سرکشی کو کچل دیا جائے، موسم سرما کے آغاز سے قبل ہی اسد خاں لاری نے قلعہ کاکنی کو گھیر لیا اور جب سرما کے دن آئے تو اس کو فتح کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

اسد خاں لاری کی دیگر فتوحات

اب اسد خاں لاری اٹکر کی طرف بڑھا۔ قلی قطب شاہ شکست کے خوف سے تلنگانہ بھاگ گیا، اس کا پیچھا کرنے کے لیے اسد خاں نے گھوڑے دوڑائے، دو مرتبہ قطب شاہی لشکر پر فتح حاصل کی۔ مجبوراً قلی قطب شاہ نے گولکنڈہ کے قلعہ کے قرب وجوار میں اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم کی، اس کے باوجود جنگ کا فیصلہ قطب شاہی لشکر کے حق میں نہ ہو سکا، قطب شاہیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس جنگ میں دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے لڑنے کا موقع ملا۔ اسد خاں لاری اور جمشید قلی قطب شاہ نے ایک دوسرے پر تلواروں اور نیزوں سے وار کیے، اول الذکر غالب آیا، آخر الذکر نے سخت چوٹ کھائی وہ بری طرح مجروح ہوا، تادم مرگ اس کو اس چوٹ کا ملال رہا۔ وہ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اس کی تکلیف میں مبتلا رہا۔ کامرانی حاصل کرنے کے بعد اسد خاں لاری نے بیجاپور کا رخ کیا اور اپنی طبیعت کے مطابق تمام امور انجام دیئے۔

برہان نظام شاہ کی شکست

جنگ کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے اطمینان کا سانس لیا اور چاروں طرف سے خود کو محفوظ پا کر امراء کو ان کی جاگیروں کی دیکھ بھال کے لیے واپس کر دیا ۹۵۱ھ میں رام راج کے ایماء پر برہان نظام شاہ حسن آباد گلبرگہ پر حملہ آور ہوا۔ حصار کو چاروں طرف سے گھیر لیا، ابراہیم بھی اپنی فوج کے ہمراہ جوابی کارروائی کرنے کی غرض سے بیورہ نہر کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ دریا کے کنارے کا علاقہ برہان نظام شاہ کے تصرف میں تھا، لہٰذا دو تین مہینے تک ابراہیم عادل شاہ کی فوج دوسرے کنارے نہ پہنچ سکی۔ مجبوراً ابراہیم عادل شاہ نے برکھا رت میں دریا عبور کیا اور دونوں طرف سپاہیوں کی ترتیب و تنظیم ہونے لگی، نہایت گھمسان کی لڑائی ہوئی، گذشتہ جنگوں کے برخلاف عادل شاہی لشکر کو فتح اور کامرانی حاصل ہوئی اور مال غنیمت میں فیل اور اسپ ہاتھ لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا غرور

بادشاہ کو فتح کیا حاصل ہوئی، اس نے لوگوں سے بدسلوکی شروع کر دی، اس کا دماغ عرش معلی پر پہنچ گیا، ایک شب مے نوشی

ابراہیم عادل شاہ کی شکست اور پریشانیاں

برہان نظام شاہ نے قلعہ شولاپور کو حراست میں لے لیا۔ پانچ پرگنوں اور سرحدی علاقوں پر قابض ہوا اور خوب لوٹا، ابراہیم عادل شاہ کی فوج نے مقابلہ کیا مگر شکست پر شکست کھائی۔ ادھر نظام شاہ کے ایماء پر قلی قطب شاہ بیجاپور پر چڑھ آیا اور پرگنہ کاسی کو مرکز بنا کر گلبرگہ پر قابض ہونے کی کوشش کرنے لگا، دوسری طرف رام راج قلعہ مٹکر کو گھیرے ہوئے تھا، اس کا برادر نیکنادری ایک بھاری فوج کے ساتھ قلعہ رائچور کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوا۔ یہ سب کچھ نظام شاہ کے اشارے پر ہو رہا تھا۔

اسد خاں لاری کی طلبی

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے آپ کو جب چاروں طرف سے گھرا ہوا پایا اور اسے اپنے بے دست و پا ہونے کا احساس ہوا تو بے حد متفکر اور مضطرب ہوا، فوراً ہی بلگوان سے اسد خاں لاری کو طلب کیا تاکہ اس سے صلاح و مشورہ کیا جائے، اسد خاں لاری نے تمام واقعات حاضرہ پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سب کچھ صرف ایک حریف برہان نظام شاہ کی وجہ سے ہوا ہے، دراصل عادل شاہی خاندان کا سب سے بڑا حریف وہی ہے، بقیہ امراء تو اس کے اشاروں پر ناچتے ہیں، ان کی علحدہ کوئی حیثیت نہیں ہے لہٰذا برہان نظام شاہ کا کام تمام کیا جائے، تاکہ تمام ذیلی امراء سے بھی چھٹکارا مل سکے۔

اسد خاں کا مشورہ

اسد خاں لاری نے مشورہ دیا کہ برہان نظام شاہ کی مخالفت کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان پانچ پرگنوں کو اس کے حوالے کر دیا جائے، جن کی وجہ سے لڑائی جھگڑا رہتا ہے، بعد ازاں رام راج کو ایک ہمدردی اور پیار بھرا خط تحریر کیا جائے اور اس کے علاوہ قرب و جوار کے دوسرے راجاؤں کو شاہانہ تحائف اور خوبصورت ہدیہ وغیرہ پیش کیے جائیں۔ اس نوشتہ اور تحائف و ہدیہ کو لستان قاصدوں کے حوالے کیا جائے جو متعلقہ اشخاص تک پہنچائیں، رام راج کا اس وقت ہر طرف طوطی بول رہا ہے اور دوسرے راجا تھوڑی سی پیشکش پر عادل شاہی حکومت کے طرف دار ہو جائیں گے، خاص طور پر رام راج کو اپنے حریفوں کی جانب سے ابھی ہر طرف سے کھٹکا لگا ہوا ہے وہ بہت جلد بادشاہ کا معاون و مددگار بن جائے گا ان لوگوں سے اطمینان ہو جانے پر جمشید قلی قطب شاہ سے نمٹنا آسان ہے۔

قلی قطب شاہ پر حملہ

اسد خاں لاری کے مذکورہ مشورے سے ابراہیم عادل شاہ نے پورا پورا اتفاق کیا اور اسی کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنا شروع کیا،

اسد خاں لاری کا خط

اسد خاں لاری نے بادشاہ کو ایک خط تحریر کیا۔ اس خط کے ساتھ مختلف قسم کے بیش بہا اور گراں قدر تحائف اور ہدیہ نو فیل اور نو گھوڑے ارسال کیے۔ نوشتہ چونکہ اسد خاں لاری نے خود اپنے قلم سے تحریر کیا تھا، لہٰذا اس کا لب لباب یہ ہے کہ چند مکار، عیار اور فریب خوردہ اور خود غرض لوگوں نے میری جانب سے حضور کو جو بدگمان کیا ہے اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر ان کی خطائیں شمار کی جائیں تو کئی گنی ہوں گی مگر جو قصور مجھ سے وابستہ کیے گئے ہیں وہ قطعاً بے بنیاد اور مضحکہ خیز ہیں ان سے میرا دور کا تعلق بھی نہیں ہے، بادشاہ کی شان میں زبان ولب اس قسم کی جنبش نہیں کر سکتے۔ بلگوان میں کافی عرصہ قیام کرنے اور حضور کی ریاست میں قدم نہ رکھنے کا مقصد حریفوں، مکاروں اور خود غرض انسانوں کی یورش سے بچنا تھا۔ میرا یہ اقدام عیاروں کو پسند نہیں آیا۔ انھوں نے اس کو طرح طرح کے معنی پہنائے اور میری دور اندیشی کو نمک حرامی کے مترادف ٹھہرایا۔ اگر حضور کی رضا ہو تو ابھی قدم بوسی کے لیے خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں اور حریفوں اور خود غرضوں کو ندامت اور شرمندگی کا سامنا کرا سکتا ہوں۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ

مذکورہ بالا خط کو پڑھ کر بادشاہ اسد خاں لاری کو از سرِ نو بحال کرنا چاہتا تھا اور اس کی طرف سے بدگمانی کو ختم کرنے کا متمنی تھا، اس کی خواہش تھی کہ وہ اسد خاں لاری کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کو بلگوان پہنچائے لیکن فوراً شہزادہ عبداللہ کی سرکشی ظہور پذیر ہوئی اور اس طرح ابراہیم عادل شاہ اپنے ارادہ کی تکمیل نہ کر سکا۔

شہزادہ عبداللہ کے قصے کی تفصیل

اپنے برادر کے ظلم و ستم اور اس کے عتاب سے خوفزدہ ہو کر شہزادہ عبداللہ بندر گوہ پہنچا، جہاں اس کی پشت پناہی کے لیے عیسائیوں نے کافی اہتمام کیا اور اس کا شاندار استقبال کیا، بیجاپور کے رہنے والوں کے اشارے پر شہزادہ نے قلی قطب شاہ اور برہان نظام شاہ سے تعلقات استوار کیے اور بھائی سے بدلہ لینے کے لیے ان سے مدد چاہی۔ ان حکمرانوں کو اسد خاں لاری اور ابراہیم عادل شاہ کی شکلوں سے پہلے ہی سے نفرت تھی۔ لہٰذا دونوں ابراہیم عادل شاہ کو تخت سے اتارنے اور شہزادہ عبداللہ کو اس کا جانشین بنانے کے لیے راضی ہو گئے، لہٰذا دونوں نے اپنے علاقوں سے بیجاپور کا رخ کیا۔ ان حکمرانوں نے عیسائیوں کو ایک پیغامبر کے ذریعہ آگاہ کرایا کہ فوراً شہزادہ عبداللہ کو روانہ کر دیں تاکہ اسے ابراہیم عادل شاہ کا جانشین بنایا جا سکے، عیسائیوں نے ان کے حکم کے مطابق عمل کیا۔

کے عالم میں بدمست برہان نظام شاہ کے قاصدوں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا۔ اسے بُرا بھلا کہا اور نہایت تلخ کلامی کی۔ علاوہ ازیں معمولی معمولی باتوں پر اس نے امراء اور معزز ارکانِ سلطنت کو معزول اور برطرف کرنا شروع کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست

برہان نظام شاہ ۹۵۲ھ میں علی برید کے علاقوں پر حملہ آور ہُوا، اودگیر اور قندھار اوسہ کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے پیش قدمی شروع کی۔ علی برید کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل شاہ کے حوالے کرنے پر رضا مند ہُو اگر شرط لگائی کہ وہ اس کی مدد کرے۔ ابراہیم عادل شاہ نے علی برید کی پیش کش قبول کی اور نہایت فخریہ انداز میں علی برید کو کمک پہنچانے کے لیے سوار ہُوا۔ آدھا سال گذر گیا، صرف دو دفعہ جنگ، مگر حریفوں کو کامیابی حاصل ہوئی، ابراہیم عادل شاہ کے غرور نے اس کے سارے آلاتِ جنگ دشمن کے حوالے کر دیئے، ابراہیم عادل شاہ کو اپنی شکست کا سبب امراء اور ارکینِ سلطنت کی باہمی دشمنی میں نظر آیا اس طرح اس نے ستر مسلمانوں اور چالیس ہندو برہمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازشیں

رعایا ابراہیم عادل شاہ کی بے جا حرکتوں، سفاکانہ اعمال اور ظلم و استبداد سے تنگ آگئی، اکثر لوگوں نے اس کے برادر شاہزادہ عبداللہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا لیکن، اس کام کی تکمیل سے پیشتر یہ راز ابراہیم عادل شاہ پر فاش ہوگیا، اب اس نے عیاری اور مکاری سے کام لیا اور اس طرح ایک بڑی تعداد اس کے ظلم کا شکار ہوگئی، شاہزادہ عبداللہ بڑی پریشانیوں سے نجات حاصل کر کے بیجاپور کو چھوڑ کر بندرگوہ پہنچا۔ یہاں اس نے نصرانیوں کے ذریعہ بادشاہ سے جان بچائی عیسائیوں نے بڑے چاؤ اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ شہزادہ عبداللہ کی نازبرداریاں کیں۔

اسد خاں لاری سے ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی

تقریباً انہی دنوں ابراہیم عادل شاہ بغیر کسی خاص وجہ کے اسد خاں لاری کی طرف سے پھر مشکوک ہوگیا اور اُسے اپنی تمام ناکامیوں کی جڑ قرار دیا، یہاں تک کہ اسد خاں لاری سے اس نے خط و کتابت تک بند کر دی اور موسمی پھل وغیرہ جو تحفہ کے طور پر اسے ارسال کرتا تھا وہ بھی بند کر دیئے، اس وقت اسد خاں لاری نے ہلگوان سے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح وہ اپنی نیک نیتی اور نمک خواری کی حقیقت بادشاہ پر واضح کر سکے اور اپنے آقا کو خوش دیکھ سکے۔

اسد خاں لاری کا خط

اسد خاں لاری نے بادشاہ کو ایک خط تحریر کیا۔ اس خط کے ساتھ مختلف قسم کے بیش بہا اور گراں قدر تحائف اور ہدیہ نو فیل اور نو گھوڑے ارسال کیے۔ نوشتہ چونکہ اسد خاں لاری نے خود اپنے قلم سے تحریر کیا تھا، لہٰذا اس کا لب لباب یہ ہے کہ چند مکار، عیار اور فریب خوردہ اور خود غرض لوگوں نے میری جانب سے حضور کو جو بدگمان کیا ہے اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر ان کی خطائیں شمار کی جائیں تو کئی گنی ہوں گی مگر جو قصور مجھ سے وابستہ کیے گئے ہیں وہ قطعاً بے بنیاد اور مضحکہ خیز ہیں ان سے میرا دور کا تعلق بھی نہیں ہے، بادشاہ کی شان میں زبان ولب اس قسم کی جنبش نہیں کر سکتے۔ بلگوان میں کافی عرصہ قیام کرنے اور حضور کی ریاست میں قدم نہ رکھنے کا مقصد حریفوں، مکاروں اور خود غرض انسانوں کی یورش سے بچنا تھا۔ میرا یہ اقدام عیاروں کو پسند نہیں آیا۔ انھوں نے اس کو طرح طرح کے معنی پہنائے اور میری دور اندیشی کو نمک حرامی کے مترادف ٹھہرایا۔ اگر حضور کی رضا ہو تو ابھی قدم بوسی کے لیے خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں اور حریفوں اور خود غرضوں کو ندامت اور شرمندگی کا سامنا کرا سکتا ہوں۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ

مذکورہ بالا خط کو پڑھ کر بادشاہ اسد خاں لاری کو از سر نو بحال کرنا چاہتا تھا اور اس کی طرف سے بدگمانی کو ختم کرنے کا متمنی تھا، اس کی خواہش تھی کہ وہ اسد خاں لاری کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کو بلگوان پہنچائے لیکن فوراً شہزادہ عبد اللہ کی سرکشی ظہور پذیر ہوئی اور اس طرح ابراہیم عادل شاہ اپنے ارادہ کی تکمیل نہ کر سکا۔

شہزادہ عبد اللہ کے قصے کی تفصیل

اپنے برادر کے ظلم و ستم اور اس کے عتاب سے خوفزدہ ہو کر شہزادہ عبد اللہ بندر گوہ پہنچا، جہاں اس کی پشت پناہی کے لیے عیسائیوں نے کافی اہتمام کیا اور اس کا شاندار استقبال کیا، بیجاپور کے رہنے والوں کے اشارے پر شہزادہ نے قلی قطب شاہ اور برہان نظام شاہ سے تعلقات استوار کیے اور بھائی سے بدلہ لینے کے لیے ان سے مدد چاہی۔ ان حکمرانوں کو اسد خاں لاری اور ابراہیم عادل شاہ کی شکلوں سے پہلے ہی سے نفرت تھی۔ لہٰذا دونوں ابراہیم عادل شاہ کو تخت سے اتارنے اور شہزادہ عبد اللہ کو اس کا جانشین بنانے کے لیے راضی ہو گئے، لہٰذا دونوں نے اپنے علاقوں سے بیجاپور کا رخ کیا۔ ان حکمرانوں نے عیسائیوں کو ایک پیغامبر کے ذریعہ آگاہ کیا کہ فوراً شہزادہ عبد اللہ کو روانہ کریں تاکہ اسے ابراہیم عادل شاہ کا جانشین بنایا جا سکے، عیسائیوں نے ان کے حکم کے مطابق عمل کیا۔

کیے عالم میں بدمست برہان نظام شاہ کے قاصدوں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا، اسے برا بھلا کہا اور نہایت تلخ کلامی کی۔ علاوہ ازیں معمولی معمولی باتوں پر اس نے امراء اور معزز ارکانِ سلطنت کو معزول اور برطرف کرنا شروع کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست

برہان نظام شاہ ۹۵۲ھ میں علی برید کے علاقوں پر حملہ آور ہوا، اودگیر اور قندھار اوسہ کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے پیش قدمی شروع کی۔ علی برید کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل شاہ کے حوالے کرنے پر رضامند ہوا مگر شرط لگائی کہ وہ اس کی مدد کرے۔ ابراہیم عادل شاہ نے علی برید کی پیش کش قبول کی اور نہایت فخریہ انداز میں علی برید کو کمک پہنچانے کے لیے سوار ہوا۔ آدھا سال گذر گیا، صرف دو دفعہ جنگ، مگر حریفوں کو کامیابی حاصل ہوئی، ابراہیم عادل شاہ کے غرور نے اس کے سارے آلاتِ جنگ دشمن کے حوالے کر دیئے، ابراہیم عادل شاہ کو اپنی شکست کا سبب امراء اور ارکینِ سلطنت کی باہمی دشمنی میں نظر آیا اس طرح اس نے ستر مسلمانوں اور چالیس ہندو برہمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازشیں

رعایا ابراہیم عادل شاہ کی بے جا حرکتوں، سفاکانہ اعمال اور ظلم و استبداد سے تنگ آگئی، اکثر لوگوں نے اس کے برادر شاہزادہ عبداللہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا لیکن اس کام کی تکمیل سے پیشتر یہ راز ابراہیم عادل شاہ پر فاش ہو گیا، اب اس نے عیاری اور مکاری سے کام لیا اور اس طرح ایک بڑی تعداد اس کے ظلم کا شکار ہو گئی، شاہزادہ عبداللہ بڑی پریشانیوں سے نجات حاصل کر کے بیجاپور کو چھوڑ کر بندر گوہ پہنچا۔ یہاں اس نے نصرانیوں کے ذریعہ بادشاہ سے جان بچائی عیسائیوں نے بڑے چاؤ اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ شہزادہ عبداللہ کی ناز برداریاں کیں۔

اسد خاں لاری سے ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی

تقریباً انہی دنوں ابراہیم عادل شاہ بغیر کسی خاص وجہ کے اسد خاں لاری کی طرف سے پھر مشکوک ہو گیا اور اُسے اپنی تمام ناکامیوں کی جڑ قرار دیا، یہاں تک کہ اسد خاں لاری سے اس نے خط و کتابت تک بند کر دی اور موسمی پھل وغیرہ جو تحفہ کے طور پر اسے ارسال کرتا تھا وہ بھی بند کر دیئے، اس وقت اسد خاں لاری نے ہنگوان سے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح وہ اپنی نیک نیتی اور نمک خواری کی حقیقت بادشاہ پر واضح کر سکے اور اپنے آقا کو خوش دیکھ سکے۔

اسد خاں لاری کی خوبیاں

اسد خاں لاری بڑا ذہین و متین اور تجربہ کار اور کہنہ مشق آدمی تھا، اُسے امرائے سلطنت اور امورِ حکومت کی انجام دہی پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ اس میدان کا وہ تنہا پہلوان تھا، دیگر علاقوں کے حکمرانوں کے علاوہ بیجانگر کے حاکم تک نے اس سے راہ و رسم رکھی اور دعا سلام کے ساتھ ساتھ خط و کتابت اور تحائف کا سلسلہ قائم کیا اس کی عزت شہرت، ملکیت، رقم اور قیمتی اشیاء کا تخمینہ شمار سے باہر ہے، اس کے روزانہ کھانے کا خرچ سو مرغول پچاس بکروں اور سو من چاول پر مشتمل تھا۔ دکن میں آج بھی اس کی ایجاد کردہ چیزیں مثلاً قبا اور زریں خنجر شہرت عام رکھتی ہیں۔ سوائے اسد خاں کے کسی شخص نے اس سے قبل ہاتھی کی پشت پر زین نہیں کھی اور نہ گھوڑے کی طرح منہ میں لگام دے کر ہاتھی کو قابو میں کیا، لیکن یہ جانور اتنا سرکش ہے کہ بغیر لوہا استعمال کیے ہوئے نہیں دبتا، لہٰذا اسد خاں کی یہ اختراع نہ عام ہو سکی اور نہ زیادہ عرصہ چل سکی۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کی دوستی

تاریخ نویسوں کا خیال ہے کہ برابر کا دوست بنانے کی غرض سے ابراہیم عادل شاہ نے اپنی دختر مسماۃ مانی بی بی کی شادی علی برید سے کردی تھی، ادھر برہان نظام شاہ اور رام راج کے درمیان چند خوش گفتار قاصدوں نے دوستی کرادی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو تحائف اور ہدیہ وغیرہ ارسال کرکے محبت اور رواداری کا مظاہرہ کیا۔

رام راج کی چال

جب اس کی خبر ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی تو اُس نے بیجاپور میں مقیم نظام شاہی قاصدوں سے بازپُرس کی۔ انھوں نے ڈر کر بیجانگر کا رُخ کیا۔ رام راج سے شکایت کی کہ ابراہیم عادل شاہ انھیں قتل کرنے پر تُلا ہوا ہے اس لیے کہ وہ بیجانگر کے غیر مسلموں کو متحد کر رہے تھے، لہٰذا بڑی پریشانیوں سے یہ شہر نصیب ہوا ہے، رام راج بڑا احساس انسان تھا اس بات کو سنتے ہی طیش میں آگیا، فوراً برہان نظام شاہ کو خبر دی کہ علی برید نے اپنے والد کے افعال کے مخالف چل کر ابراہیم عادل شاہ سے دوستی کی، لہٰذا اس سے اس کی بازپرس کے لیے تیار رہنا چاہیے اور قلعہ کلیان پر قبضہ کرنا چاہیے! اس مقصد کی تکمیل کرنے کے لیے ایک عظیم لشکر کو ہمراہ لے کر برہان نظام شاہ نے قلعہ کلیان کو گھیر لیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی

ابراہیم عادل شاہ بھی اہالی قلعہ کی حفاظت کے لیے بیجاپور سے نکل کر نظام شاہی فوج سے تقریباً دو کوس دور قیام پذیر ہوا برہان نظام شاہ نے صرف قلعہ کی حراست کو کافی جانا، جنگ کا آغاز نہیں کیا، ابراہیم عادل نے قیام گاہ کے چاروں اطراف میں ایک دیوار تعمیر کرائی اور ترکی امراء کو نظام شاہ کی فوج کے جواب میں ترتیب دیا،

اسدخاں لاری سے درخواست

قلی قطب شاہ اور برہان نظام شاہ دونوں نے بالاتفاق ایک قاصد اسدخاں لاری کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ ان حکمرانوں کے ارادے سے اُسے آگاہ کرے، نیز یہ بھی بتائے کہ ابراہیم عادل شاہ اب حد سے تجاوز کرنے لگا ہے، خود اسدخاں لاری اس سے بیزار ہے، ایسی صورت میں اسدخاں لاری کو ابراہیم عادل شاہ کی معزولی اور شہزادہ عبداللہ کی تخت نشینی کے ارادے سے اتفاق کرنا چاہیے، کیونکہ ایسا ہونے پر اسدخاں لاری کو بادشاہ کا اتالیق مقرر کیا جائے گا۔

اسدخاں لاری کی وفاداری اور برہان وغیرہ کی مایوسی

اسدخاں لاری پیغامبر کی زبانی حالات سے آگاہ ہوا تو اسے اس پر سخت غصہ آیا، مگر کیا کرتا۔ قاصد کو قتل کرنا خلافِ فطرت تھا غرض برہان نظام شاہ کو یقین ہوگیا کہ اسدخاں لاری کی حمایت حاصل کرنا ناممکن ہے، اس عرصہ میں اسدخاں کی علالت کا حال عام ہوا برہان نظام شاہ نے ایک ہندو برہمن بھیجا کو خفیہ طور پر کافی روپیہ دیا اور بلگوان روانہ کیا، تاکہ وہ قلعہ داروں کو اکسائے اور اسدخاں کے انتقال کے بعد قلعہ بہ آسانی نظام شاہ کے تصرف میں آجائے، اسدخاں کو دورانِ علالت ہی میں اس بات کی خبر ہوگئی، اس نے اس برہمن کو مع ستر راشی اور غدار لوگوں کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسدخاں لاری کا خط بادشاہ کے نام

اسدخاں لاری کی اس وفاداری کی خبر تقریباً ہر شخص کو گوش گذار ہوئی، لہٰذا کچھ اشخاص نے شاہزادہ عبداللہ کی حمایت کرنے کا خیال دل سے نکال دیا، اسدخاں لاری جب اپنی صحت یابی اور علاج سے مایوس ہوگیا تو اس نے ایک نوشتہ کے ذریعہ ابراہیم عادل شاہ کو بلانے کی درخواست کی۔

اسدخاں لاری کا انتقال

ابراہیم عادل شاہ نے اسدخاں لاری کی درخواست قبول کی، وہ ۹۵۶ھ میں اسدخاں کی طرف چلا، وہاں پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ اسدخاں لاری کا انتقال ہوگیا، پھر بھی بلگوان جاکر بادشاہ نے مرحوم کے متعلقین کو تلقین، تسلی اور تشفی دی اور بہت سی عنایتوں سے نوازا۔ البتہ اس کا سارا مال و زر خود اپنے قبضہ میں لے لیا۔ عیسائیوں نے شہزادہ عبداللہ کے بہی خواہوں کے دل شکستگی اور پریشان حال دیکھ کر اسے بندر گوہ بھیجا۔ قطب شاہ اور نظام شاہ اور ان کے بہی خواہ اپنے علاقوں کی طرف چل پڑے۔

نے فرار کی راہ اختیار کرنی چاہی۔ اپنی گھبراہٹ اور پریشانی کی خبر کسی شخص کو نہ ہونے دی، ایک شب قیام گاہ میں آرام کر رہا تھا کہ کانوں میں مچھروں کی بھن بھن کی صدا گونجی، وہ اس کو نظام شاہی فوجی باجے کی صدا سمجھ بیٹھا اور اس طرح فرار ہوا کہ اس نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، یہاں تک کہ دروازہ تک کھلا رہ گیا۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کا معاہدہ

ابراہیم عادل شاہ نے ڈرپوک باشندہ دکن کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود قلعہ پر دوبارہ تسلط جمانے کی تدبیریں سوچنے لگا، بادشاہ کا یہ راز برہان نظام شاہ پر ظاہر ہو گیا، اس نے رام راج کو مطلع کرنے کے لیے اپنے ایک ہم پیالہ و ہم نوالہ کی خدمت حاصل کی۔ اس کے ذریعہ رام راج کو اطلاع دی، دونوں میں بات چیت کے بعد طے ہوا کہ رائچور میں آئندہ پروگرام بنایا جائے۔ ۹۵۹ھ میں رام راج نے اپنے ہمراہ ایک جفاکش اور بہادر سپاہیوں کا گروہ لیا اور رائچور کی طرف بڑھا، اُدھر برہان نظام شاہ بھی اپنے بہی خواہوں سپاہیوں اور مال و اسباب کے ساتھ ابراہیم عادل کے علاقہ کو پار کرتا ہوا بیجاپور پہنچا اور اس کے راجہ سے ملاقات کی، دونوں نے فیصلہ کیا کہ مدگل اور رائچور کو فتح کر کے شولاپور کو حراست میں لے لیا جائے۔

رام راج اور نظام شاہ کا عروج

رام راج اور نظام شاہ دونوں نے قلعۂ رائچور کے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا اور بڑی آسانی سے قبضہ کر لیا مدگل کے قلعہ کے لوگوں نے خود خوف زدہ ہو کر قلعہ کی چابی رام راج کے پاس بھجوا دی۔ بعدازاں اس قلعہ کو رام راج نے چند معتمد اشخاص کے حوالے کیا۔ خود اپنے برادر کے ساتھ سپاہیوں کی بہت کافی تعداد کی اور حکم دیا کہ وہ برہان نظام شاہ کا ہاتھ قلعۂ شولاپور کی فتح میں بٹائے، بلکہ فتح کر کے اس کے حوالے کر دے، بعدازاں وہ اپنے علاقہ کی سمت روانہ ہو گیا۔ برہان نظام شاہ نے رام راج اور اس کے سپاہیوں کی معاونت سے قلعہ کو گھیرے میں لے لیا، اس کے بعد برہان نظام شاہ نے بھاری اور جنگی توپوں کے استعمال سے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، دوبارہ قلعہ کی چاردیواری کھنچوائی اور ضروری مرمت کرا کے اسے معتمد امیر کے تصرف میں دے کر خود احمد نگر پہنچا۔

برہان نظام کی موت کے بعد عادل اور نظام شاہی خاندانوں کی دوستی

برہان نظام شاہ کے انتقال کے بعد امراء کی کوششوں نے پھر نظام اور عادل شاہی خاندانوں میں صلح کرا دی۔ ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ دونوں سرحد پر ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور باہمی مشوروں اور معاہدوں کے بعد اپنے

ترکی امراء دنیا کے ہر گوشہ میں اپنی جواں مردی اور بہادری کے لیے شہرت رکھتے ہیں۔ نظام شاہی فوج بیماری اور قحط میں مبتلاء ہوگئی، وہ یہاں تک پریشان ہوگئی کہ احمد نگر کا رُخ کرنا مناسب اور غنیمت سمجھا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست

نظام شاہی حکومت کے متعلق جو تحریریں معرضِ وجود میں آئی ہیں ان کے مطابق معلوم ہُوا ہے کہ عید الفطر کے دن ابراہیم عادل شاہ کے متعلقین عید کی خرید و فروخت میں مصروف تھے، انھیں حریفوں کی طرف سے بالکل اطمینان تھا، معاً دشمن کے امراء خاص طور پر سیف عین الملک وغیرہ نے ان پر چڑھائی کردی اور تباہ و بربادی میں منہمک ہوگئے، دشمن کے حملہ نے عادل شاہی لشکر کے حوصلے پست کر دیئے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، بادشاہ عید کا غسل کر رہا تھا، کپڑے زیبِ تن کرنے سے پیشتر سراپردہ کے باہر آگیا، اسی روز برہان نظام شاہ نے سپاہیوں کو ترتیب و تنظیم کی اور کلیان کے حصار کی جانب بڑھا، اس مرتبہ اس نے مصمم ارادہ کیا کہ اگر حصار والوں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے نہ کر دیا تو وہ تمام لوگوں کو قتل کر دے گا، قلعہ کے لوگ پہلے ہی سے ابراہیم عادل شاہ کی شکست سے دل شکستہ ہوگئے تھے انھوں نے قلعہ کو نظام شاہ کے حوالے کر دیا، اس طرح برہان شاہ کی عید کی خوشیاں تین گنا بڑھ گئیں۔

قلعۂ پرندہ کی فتح

ابراہیم عادل شاہ نے ہاتھیوں اور توپ خانوں کو حریف کے حوالے کر کے اس کے ملک کا رُخ کیا، وہاں پہنچ کر اس نے لوگوں سے چار لاکھ ہون وصول کیئے اور ملک کو خوب لوٹا، بعد ازاں وہ قلعہ پرندہ گیا، وہاں اُس نے قلعہ کا پھاٹک کھلا پایا، فوراً قلعہ میں قدم رکھا، خواجہ جہاں دکنی کے بہی خواہوں کو مار بھگایا، خود قلعہ پر قابض ہوگیا، اس کے بعد ابراہیم عادل نے ایک مشہور و معروف جواں سال بہادر باشندہ دکن کو قلعہ کا محافظ مقرر کیا اور خود بیجاپور پہنچا۔

دکنی باشندے کا فرار

مذکورہ قصہ کا حال جب خواجہ جہاں دکنی اور برہان نظام شاہ پر آشکارا ہُوا تو انھوں نے قلعہ کا رُخ کیا، ابھی قلعہ کا پھاٹک بیس کوس دُور تھا کہ بہادر دکنی باشندہ ڈر کے مارے قلعہ چھوڑ کر فرار ہوگیا اور سیدھا بیجاپور پہنچا، جہاں اُس نے اطمینان کا سانس لیا۔

شاہ جمال الدین الجو کا بیان

برہان نظام شاہ کے عہد کے واقعہ نویس شاہ جمال الدین الجو نے اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ جب باشندہ دکن کو برہان نظام شاہ اور خواجہ جہاں دکنی کی آمد کا حال معلوم ہُوا تو وہ بے حد پریشان اور مغموم ہُوا اس

جی کھول کر چھ لاکھ ہون تمام سپاہیوں میں بانٹ دیئے، تنہا سیف عین الملک کے سہارے جنگ کرنے پر مائل ہُوا، بعدازاں سرحد کا رُخ کیا، دونوں طرف کی فوجیں شولاپور کے میدان میں خیمہ زن ہوئیں اس مقام کو جنگ کے لیے منتخب کیا گیا۔

طرفین کی فوجی تنظیم

ابراہیم عادل شاہ نے فوج کی اس طرح تنظیم کی کہ عین الملک کنعانی اور انکس خاں کو میمنہ اور پہ ر خاں اور امام الملک کو میسرہ حوالے کیا، خود خاصہ خیل کے لشکر کے ساتھ بیچوں بیچ میں کھڑا ہُوا، سیف الملک کو ہراول لشکر بنایا، اُدھر حسین نظام شاہ نے بھی فوجی تنظیم کی ہراول میں خاں زماں، بجری خاں اور خلاص خاں کے نام آتے ہیں جن کا تعلق عماد شاہی لشکر سے رہا۔ علاوہ ازیں فوج کے آگے آتش بازی کا سامان لگایا گیا۔

سیف عین الملک کا غلبہ

سیف عین الملک نے اپنی دلیری اور جوانمردی کا مظاہرہ کرنے کے لیے معاً حریفوں کا رخ کیا تاکہ وہ بادشاہ کی عنایات کا کچھ بوجھ ہلکا کر سکے، اس طرح اس نے ایک ہی وار میں توپ خانہ نظام شاہی کو قبضہ میں کر لیا اور ہراول لشکر جس کی بہادری اور شجاعت کا دُور دُور چرچا تھا، کو کچلتا ہُوا فوج کے درمیان پہنچ گیا، حسین نظام شاہ فیل مست نامی ہاتھی پر سوار تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر سیف عین الملک پر دھاوا بول دیا، بس دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھمسان کی جنگ ہوئی کہ تاریخ میں کم ہی نظر آتی ہے، اس خون ریز معرکہ میں ایک فریق کا جانی نقصان شمار سے باہر ہے

نظام شاہی فوج کی تازہ کمک

نظام شاہی فوج کے تمام سپاہی میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگنے ہی والے تھے کہ نظام حسین شاہ کے کچھ امرا جن میں رستم خاں دکنی، جہانگیر خاں حبشی اور غضنفر خاں شیرازی قابلِ ذکر ہیں، وہاں آ گئے، یہ تمام امراء میسرہ میں جنگ کر رہے تھے لیکن وہاں سے شکست کھا کر یہاں آئے تھے نظام شاہی فوج کی تازہ کمک نے نظام شاہیوں کے حوصلے بڑھا دیئے اِدھر ابراہیم عادل شاہ کی مدد کے لیے کسی طرف سے کوئی آواز نہیں آئی، سیف عین الملک نے تنہا جب یہ منظر دیکھا تو اس کے قدم ڈگمگانے لگے اس کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ جب وہ دشمن کو فتحیاب ہوتا دیکھتا تو خود میدانِ جنگ میں کھڑا ہو جاتا اس مرتبہ بھی اس نے یہی کیا وہ گھوڑے سے زمین پر کود اور کھڑا ہو گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی

سیف الملک دشمنوں کو دکھا دینا چاہتا تھا کہ یا تو عادل شاہی فوج فتح حاصل کرے گی یا سب کی سب قتل ہو جائے گی گویا اس کا مقصد کھڑے ہونے سے "مار ... مر جاؤ" کے مصداق کے مطابق تھا، ایک بدخواہ نے ابراہیم عادل شاہ کے سیف کے جنگ کے میدان میں کھڑے ہونے کے خلاف کان بھرے اور ایک قصہ گھڑ کر سنایا وہ یہ کہ سیف عین الملک نے

اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔

سیف عین الملک کا تقرر

کچھ ہی عرصہ کے بعد دونوں خاندانوں میں پھر حریفانہ چشمک شروع ہوگئی خواجہ جہاں دکنی جس نے حسین نظام شاہ کے خوف سے بیجاپور میں ابراہیم عادل شاہ کی پشت پناہی اختیار کر لی تھی، قلعہ شولاپور کی فتح کے خواب دیکھنے لگا۔ رام راج اور ابراہیم عادل شاہ نے ایک دوسرے سے دوستی پیدا کر لی۔ ابراہیم عادل شاہ نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے برہان نظام شاہ کے سپہ سالار عین الملک کو طلب کیا اور اس سے چند وعدے کیے۔ یہ سپہ سالار ان دنوں برہان عماد شاہ والیٔ برار کا مہمان تھا اور نظام کے خوف اور ڈر سے بھاگ کر وہاں روپوش ہوگیا تھا۔ ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کا عہدہ سیف عین الملک کو بخشا اور اس کو سیف الدولہ القاہرہ عمدۃ السلطنۃ الباہرہ امیر الامراء سیف عین الملک کا خطاب عطا کیا نیز بان، مائن تنکری اور رائے باغ کی جائداد اس کے نام کی۔

شہزادہ علی اور قلعہ شولاپور

ابراہیم عادل شاہ نے دیگر عطیات کے علاوہ سیف الملک کو نقدی سے بھی مستفیض کیا، اسی عرصہ میں بادشاہ کو خیال آیا، کہ شہزادہ علی کو جو ان دنوں اسی کا مہمان تھا، خواجہ جہاں دکنی کے ارادے کے مطابق کیوں نہ احمد نگر کا حاکم مقرر کرے تاکہ شولاپور کا حصار بہ آسانی فتح ہو سکے۔ غرض بہادر جواں مرد سپاہیوں کا لشکر تیار کیا گیا۔ نظام شاہ کے دو ہزار سپاہی جو جان بچا کر حسین نظام شاہ کے ہاں سے ہجرت کر آئے تھے شہزادہ علی کے ہمراہ کیے گئے اور اس طرح یہ جرار لشکر بیجاپور سے روانہ ہو کر سرحد کی طرف بڑھا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خطوط امراء کے نام

ابراہیم عادل شاہ نے برہان نظام شاہی امراء، وزراء اور رؤسا کو چند نوشتوں کے ذریعہ حسین نظام شاہ کے خلاف اکسایا، انہیں بڑے بڑے سبز باغ دکھائے تاکہ وہ سب علی بن برہان نظام شاہ کو اپنا حاکم مان لیں، لیکن ابراہیم عادل شاہ کی یہ تمام کوششیں بیکار گئیں اور اس کے نوشتوں نے ایک بھی امیر یا رکنِ سلطنت کو حسین نظام شاہ کے خلاف نہیں اکسایا۔

حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگی تیاریاں

جب حسین نظام شاہ تمام حالات حاضرہ سے آگاہ ہوا تو اس نے برہان عماد شاہ سے مدد کی درخواست کی، بعد ازاں اس کے سپاہیوں کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کے علاقہ پر چڑھ آیا۔ اس دفعہ ابراہیم عادل شاہ پچھلی روایات کو نظر انداز کر کے فیاضی کی طرف مائل ہوا اس نے

پر مبنی تھیں۔ اس کے باوجود ابراہیم عادل شاہ کو ان کا یقین نہیں آیا اور اب بھی وہ سیف الملک کی کوئی تازہ چال سمجھا، بایں سبب اُس نے قاصد کے گالوں پر تھپیڑ رسید کیا اور دربار سے نکال دیا۔

سیف عین الملک کا دیگر لوگوں سے مشورہ

مجبوراً سیف عین الملک نے دوسرے لوگوں کی طرف رجوع کیا، بعض باشعور، عقل مند اور تجربہ کار اشخاص سے مشورے کیے، فتح اللہ خاں، مرزا بیگ شیتانی، عالم خاں اور میر نقی خاں انجو وغیرہ نے یہی کہا کہ بادشاہ سے اب کسی قسم کی امید رکھنا عقل مندی نہیں، بہتر یہ ہے کہ ولایت مان کے لوگوں سے خرچ لگان وصول کیا جائے اور اس سے اشیائے ضروری خرید کی جائیں، بادشاہ کی جانب سے جب کوئی مزاحمت ہوگی تو آئندہ کوئی دوسری راہ اختیار کی جائے گی۔ سیف الملک نے ان آرا سے اتفاق کیا اور بیجاپور کے قریب پہنچا، ابراہیم عادل شاہ کو حقیقت سے آگاہی ہوئی، ایک امیر کے ہمراہ پانچ ہزار سپاہی لیے تاکہ وہ سیف کی سرکشی کچل دیں۔

عادل شاہی لشکر اور صلابت خاں میں جنگ

شاہی امیر سپاہیوں کو ساتھ لے کر نہر مان کے ایک کنارے ہی پر آیا تھا کہ صلابت خاں نے عین الملک سے مشورہ کیے بغیر اس پر حملہ کر دیا۔ شاہی امیر اور اس کے متعلقین صلابت خاں کے وار نہ سہہ سکے، لہٰذا میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، اس طرح صلابت خاں کے ہاتھ گھوڑے اور شاہی ہاتھی لگ گئے اس واقعہ نے سیف عین الملک کے حوصلے اور بڑھا دیئے، اب وہ خریف ہی نہیں ربیع کی فصل کا لگان بھی رعایا سے وصول کرتا اور خرچ کر لیتا۔

سیف الملک کی فتوحات

مقبوضہ علاقوں کے علاوہ سیف الملک نے کلہر و مرچ وغیرہ کے علاقے بھی اپنے قبضہ میں کر لیے، اس مرتبہ ابراہیم عادل شاہ نے کئی ہزار سواروں اور پیادوں پر مشتمل ایک فوجی لشکر کی کمان دلاور خاں حبشی کے ہاتھ میں دی اور کافی آلاتِ جنگ سے لیس کیا یہی وہ دلاور خاں حبشی ہے جسے بعد میں وکیل السلطنت کے عہدے سے سرفراز کیا گیا تھا۔ صلابت خاں اور سیف عین الملک دونوں نے طے کیا کہ حوالی حسن آباد گلبرگہ کو جنگ کا میدان بنایا جائے۔ یہی ہوا۔ اسی مقام پر ابراہیم عادل شاہ کی فوج نے بُری طرح شکست کھائی۔ دلاور خاں حبشی جو بُری طرح مجروح ہوا تھا، چار کوس تک پیچھا کیا گیا، علاوہ ازیں عادل شاہی سپاہیوں کی کثیر تعداد موت کے گھاٹ اتار دی گئی، گھوڑوں اور ہاتھیوں کی خاصی تعداد ہاتھ آئی، آلات اور دیگر سامانِ جنگ بھی قبضہ میں آیا، غرض سیف الملک اور صلابت نے جتنی تکلیف اور پریشانیاں اور صعوبتیں برداشت

گھوڑے سے اتر کر دشمن کے ہاتھ سے پان کھایا گویا دشمن سے اس نے وعدہ کیا کہ ابراہیم عادل شاہ کو قید کر کے اس کے حوالے کرے گا۔

ابراہیم عادل شاہ اور سیف عین الملک کی روانگی

ابراہیم عادل شاہ نے بجائے اس کے کہ معاملہ کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا اپنا رُخ بیجاپور کی طرف کیا اور میدان جنگ چھوڑ دیا، سیف عین الملک تنہا دشمن کے لشکر سے لڑ رہا تھا اور بہت جلد اُن پر فتح حاصل کرنے والا تھا کہ اسے بادشاہ کے بھاگ جانے کا حال معلوم ہوا لہٰذا اس نے بھی میدانِ جنگ کو یونہی چھوڑ دیا بعدازاں اس نے صلابت خاں کو ایک کپڑے میں لپیٹا، صلابت خاں اس کا بھانجا تھا اور اس نے ایک گہرا زخم کھایا تھا، اس کے بعد سیف الملک نے بادشاہ کا تعاقب کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی مزید غلط فہمی

سیف عین الملک بادشاہ کا تعاقب اس لیے کر رہا تھا کہ وہ بادشاہ کو بھاگنے سے روکے اور دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اسے آمادہ کرے، سیف عین الملک کے ہاتھ میں پرچم دیکھ کر ابراہیم عادل شاہ کو مزید غلط فہمی پیدا ہوئی اُسے یقین ہو گیا کہ سیف اسے قید کرنے کے لیے تعاقب کر رہا ہے، لہٰذا اس نے چلنے کی رفتار اور زیادہ بڑھائی، یہاں تک کہ بیجاپور پہنچ گیا جہاں اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

سیف عین الملک کا پیغام بادشاہ کے نام

ابراہیم عادل شاہ کے چند لمحوں بعد ہی سیف بھی شہر میں داخل ہو گیا، پھر اُس نے ایک معتمد شخص کے ذریعہ بادشاہ تک اپنی بے دستی و پائی اور وفاداری کا حال پہنچایا اور درخواست کی کہ حضور کچھ نقد روپیہ خرچے کے لیے مرحمت کریں کیونکہ خادم سرکار کی ڈیوڑھی کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ابراہیم عادل شاہ کا جواب اور سیف کی وفاداری

ابراہیم عادل شاہ اپنی تباہ و بربادی اور بدنامی کا سبب سیف عین الملک ہی کو سمجھتا تھا لہٰذا بادشاہ نے اُسے دربار میں آنے کی اجازت نہیں دی، جواب میں لکھ دیا کہ بادشاہ کو سیف جیسے ناکارہ ملازم کی ضرورت نہیں، کہیں اور تشریف لے جائیں چونکہ سیف عین الملک کی کوئی خطا نہ تھی، اس کا جرم صرف یہی تھا کہ اس نے میدانِ جنگ میں عادل شاہی فوج کی کمان سنبھالی اور آخری لمحہ جنگ تک وفادار رہا، بادشاہ کا جواب پاکر بے حد متحیر ہوا۔ اس نے دوبارہ بادشاہ سے اپنی وفاداری، چند سوا عزا کی قربانی اور تمام مال و زر کی بربادی کا یقین دلایا، نیز دوسری جگہ جانے اور کسی دوسرے ملک میں ملازمت کرنے کے بارے میں بھی اس نے اپنا فیصلہ بادشاہ تک پہنچایا سیف الملک کی مذکورہ بالا تمام باتیں حقیقت

عین الملک جس کا بہت عقیدت مند تھا، کہا: "چتر شاہی کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں کہ جو جنگ میں حصّہ لے کر دشمن کو تباہ و برباد کرے۔ ایسی بے جان چیز کا احترام کرنا بالکل بے معنی ہے۔" عین الملک کے لشکریوں نے اس کو فالِ نیک تصور کیا اور حریف سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ عین الملک کے پانچ ہزار سوار ایک جگہ جمع ہوئے۔ انھوں نے عادل شاہی میمنہ اور میسرہ پر نگاہ دوڑائی، جس جگہ چتر شاہی موجود تھا، انھوں نے وہیں حملہ کر دیا، راقم الحروف مؤلف کتاب ہذا نے میرزا بیگ نامی ایک لشکری سے جو اس جنگ میں شریک تھا، سُنا ہے کہ عین الملک نے گھوڑا دوڑایا اور پانچ ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر ابراہیم عادل شاہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ عادل شاہی فوج کے سپاہی اس حملے سے حواس باختہ ہو گئے اور بغیر کچھ سوچے سمجھے میدانِ جنگ سے فرار ہونے لگے۔

عادل شاہی شہروں پر عین الملک کا قبضہ

ابراہیم عادل شاہ بیجاپور پہنچا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا اس کے شاہی چتر، ہاتھی، توپ خانہ اور تمام شاہی ساز و سامان پر عین الملک کا قبضہ ہو گیا۔ عادل شاہی حکومت میں سخت انتشار ہوا، عین الملک نے تورہ میں، جو بیجاپور سے دو کوس کے فاصلے پر ہے، قیام کر کے ابراہیم عادل کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ عین الملک کے لشکری روزانہ شہر کے باہر جاتے اور لوگوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے، یہ لشکری غلّے اور چارے پر قبضہ کر لیتے اور اسے شہر میں نہ جانے دیتے۔

رام راج کی مدد

ابراہیم عادل شاہ نے مجبور ہو کر رام راج کی طرف امیدوارانہ نگاہوں سے دیکھا تاکہ دشمن کی چیرہ دستیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے، اس نے سات لاکھ ہون رام راج کے پاس بھیجے، رام راج نے اپنے بھائی تنکنادری کی نگرانی میں ایک لشکر جرار کو ابراہیم عادل شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ سیف عین الملک نے اسد خاں لاری کی تقلید میں بیجاپور پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ تنکنادری کو اس ارادے کی اطلاع ہو گئی، اس نے اپنے لشکر کے ہر فرد کو احتیاط اور دور اندیشی سے کام لینے کی تلقین کی۔

شب خون

تنکنادری نے ہر لشکری کو حکم دیا کہ ڈھائی گز لمبی لکڑی پر کپڑا لپیٹ کر رکھے اور اسے تیل سے بھگوئے، جب شور و غوغا بلند ہو تو اس وقت تمام مشعلیں روشن کر دی جائیں۔ سیف عین الملک کو اس امر کی بالکل اطلاع نہ ہوئی۔ اس نے اپنے لشکر سے دو ہزار چیدہ سپاہیوں کو ہمراہ لیا اور صلابت خاں کے ساتھ شب خون مارنے کی تیاری کرنے لگا، بیجانگر کی فوج بیجاپور سے تین کوس کے فاصلہ پر پہنچی اور عین الملک نے شب خون مارا، جب وہ آہستہ آہستہ دشمن کے

کی تھیں، ان سب کا معاوضہ انھیں دشمنوں کے سامان مال وزر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں کی شکل میں
مل گیا ابراہیم عادل شاہ کو از سرِ نو اپنی فوجی تنظیم کرنی پڑی، انھیں اپنی عزت، دولت اور طاقت کو دوبارہ
حاصل کرنے کے لیے مصروفِ کار ہونا پڑا، سیف عین الملک اور اس کے ساتھیوں کو دو اسپہ، سہ اسپہ
توپ خانہ اور پانچ ہزار بہترین سوار ہاتھ لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادۂ جنگ

اب کے ابراہیم عادل شاہ نے توپ خانہ، بہت سے ہاتھی،
اور پچیس ہزار سواروں پر اپنا فوجی لشکر ترتیب دیا، بعدازاں
خود سیف عین الملک کی سرکشی کو کچلنے کے لیے تھرمان کے قریب خیمہ زن ہوا۔ یہاں پہنچ کر اُسے سیف
عین الملک کے ساتھیوں کا علم ہوا، جو قصبہ رمان میں قیام پذیر تھے، کسی دوسری جگہ کا ارادہ بھی نہیں
کرتے تھے، بادشاہ کچھ عرصہ تہرمان کے قریب ٹھہرا سیف عین الملک جو بادشاہ سے آنکھیں نہیں ملانا
چاہتا تھا بلکہ متمنی تھا کہ اپنے ساتھیوں کو مترتب کر کے فرار ہو جائے، ابراہیم عادل شاہ نے اِس
بات سے غلط اندازہ لگایا وہ سمجھا کہ سیف الملک مغلوب ہو گیا، اُدھر سیف الملک نے جنگ کی تیاری
شروع کی اور اپنے پہلے ارادہ کو بدل کر سپاہیوں کی ترتیب و تنظیم کے ذریعہ جنگ کا نعرہ لگاتا رہا۔ دشمنوں
کے خیموں کے قریب جائے اور بغیر کسی لڑائی کے پلٹ آئے، تین دن تک برابر یہ سلسلہ جاری رہا
عادل شاہی سپاہی پورے پورے دن یونہی مسلح گھوڑوں پر سوار رہتے اور رات کو دن کی تکان سے
چُور قیام گاہوں کی طرف پلٹتے۔ آخر چوتھے روز عین الملک نے حسبِ معمول اپنے سپاہیوں کی صف
آرائی کی اور دشمنوں کی جانب پیش قدمی شروع کی، ابراہیم عادل شاہ کے سپاہی اس روز بھی روزانہ
کی طرح عین الملک کی چہل قدمی سمجھ بیٹھے، ہراول، فوج کو دشمن کے قریب آنے کی اطلاع دے
رہے تھے، عین الملک کے حملہ کی پیشگوئی کر کے عادل شاہی لشکر کو ہوشیار کر رہے تھے، مگر ایک
سپاہی نے بھی ان کی بات نہیں سُنی اور نہ ہی مسلح ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد سیف عین الملک اور اس
کے ساتھیوں کے حملے کا یقین عادل شاہی فوج کو آگیا، بادشاہ بغیر کسی فوجی ترتیب و تنظیم کے
سیف الملک سے مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آگیا۔

ابراہیم عادل شاہ پر عین الملک کا حملہ

سیف عین الملک مقابلہ کرنے اور معرکہ آرائی
کے خیال سے قدرے خوف زدہ ہوا، اس نے
اپنے ساتھیوں سے اس سلسلے میں مشورہ کیا، ان لوگوں نے کہا "جس لشکر کے ساتھ چتر شاہی ہو،
اس سے معرکہ آرائی نہ کرنی چاہیے"۔ اس موقع پر مرتضیٰ خاں انجو نے (جو ایک باوقار سیّد تھا اور سیف

ابوالمظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ

شوخی طبیعت

مؤرخین کا بیان ہے کہ علی عادل شاہ بچپن ہی کے زمانے سے ذہین و فہیم تھا، اس کی طبیعت میں شوخی اور تیزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جب وہ سن شعور کو پہنچا تو ایک روز اس کے باپ ابراہیم عادل شاہ نے ایک مجلس میں اس بات پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ خدا نے مجھے اتنی توفیق دی کہ میں نے باپ دادا کے مذہب کو ترک کر کے حضرت امام اعظمؒ کا مذہب حق اختیار کیا اور شیعہ مذہب کی تمام رسوم کو اس طرح مٹایا کہ اب ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہیں رہا۔

مذہبی رجحان

علی عادل شاہ بھی اس مجلس میں موجود تھا، باپ کی بات سُن کر اس کی چُلبلی طبیعت باز نہ رہ سکی، اس نے فوراً کہا "اگر اسلاف کا مذہب ترک کرنا اچھا ہے تو پھر تمام بیٹوں کو ایسا ہی کرنا چاہیئے"۔ ابراہیم کو شہزادے کے اس جواب پر بہت غصہ آیا، اور پوچھا۔ "تمہارا مذہب کیا ہے؟" علی نے جواب دیا۔ "اس وقت تو میرا وہی مذہب ہے جو آپ کا، اس کے بعد خدا ہی جانے کیا صورت پیش آئے"۔ ابراہیم نے اس گفتگو سے یہ نتیجہ نکالا کہ علی مذہب شیعہ رکھتا ہے، اور اس کا یہ اعتقاد اس کے استاد خواجہ عنایت اللہ شیرازی کی تعلیم کا اثر ہے، ابراہیم نے علماء سے فتویٰ لے کر خواجہ شیرازی کو قتل کروادیا۔

شہزادہ علی جب جوان ہوا تو اس وقت ملا فتح اللہ شیرازی المعروف "بنجارہ" اس کا اُستاد تھا۔ اتفاق سے فتح اللہ امامیہ مذہب کا پیرو تھا، لیکن وقتی مصلحتوں کے پیش نظر حنفی المذہب بن گیا تھا، اس وجہ سے علی عادل، شیرازی کو بہت پسند کرتا تھا اور اس کی بے انتہا عزت کرتا تھا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازش

اتفاق کی بات کہ اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ کے ملازموں کے ایک گروہ نے اپنے آقا کے خلاف خفیہ طور پر سازش کی اور چاشنی گیر کے ذریعہ ابراہیم کو زہر کھلانے اور اس کی جگہ،

لشکر کے درمیان پہنچا تو تمام لشکریوں نے پہلے سے سوچی ہوئی تجویز کے مطابق مشعلیں روشن کر دیں اور رات کو دن بنا دیا۔

سیف الملک کی پریشانی

بیجا نگر کے سپاہیوں نے دشمن کو چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کر دیا اور پتھر، لکڑی تیر و تفنگ وغیرہ سے کام لے کر کچھ ہی دیر میں دشمن کے اَن گنت سپاہیوں کو موت سے ہمکنار کر دیا۔ سیف عین الملک اور صلابت خاں بہت پریشان ہوئے، وہ بڑی مشکلوں سے اس مصیبت سے نکلے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اس افراتفری کے عالم میں وہ اپنی لشکرگاہ کا راستہ بھول گیے اور ایک دوسری طرف جا نکلے، عین الملک کے لشکر کے باقی ماندہ سپاہیوں کا بھی یہی حشر ہوا اور وہ راستہ بھول کر اِدھر اُدھر بکھر گیے۔

عین الملک کا فرار

جب تین پہر رات گزر گئی اور عین الملک کی کوئی خبر نہ ملی تو اس کے مارے جانے کی خبر مشہور ہو گئی، اس کے تمام لشکری بڑے پریشان ہوئے اور مایوس ہو کر اِدھر اُدھر چلے گیے، جب صبح ہوئی تو عین الملک اپنی لشکرگاہ میں پہنچا، لیکن وہاں کیا رکھا تھا؟ تمام لشکری جا چکے تھے، مجبوراً عین الملک نے راہِ فرار اختیار کی اور مان کے راستے سے نظام شاہی ملک کی طرف روانہ ہو گیا، اس کے ساتھ دو سو سپاہی تھے جو کسی نہ کسی طرح اس سے آملے تھے، عین الملک کے تفصیلی حالات، نظام شاہی واقعات کے ساتھ بیان کیے جائیں گے۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیماری

اس زمانے میں ابراہیم عادل شاہ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوا، بد اسیر انتڑیوں کی خرابی اور دورانِ سر جیسے امراض اسے لاحق ہوئے بادشاہ نے بہت علاج معالجہ کیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا، مایوس ہو کر اس نے اپنے قابل طبیبوں اور حکیموں کو قتل کروا دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بیجا پور کے تمام طبیب جلاوطن ہو گیے اور دوا فروشوں نے اپنی دکانیں بڑھا دیں۔

انتقال

ابراہیم عادل شاہ متواتر دو سال تک بیمار رہا، اس کی صحت کی دیوار آہستہ آہستہ گرتی چلی گئی اور آخرکار ۹۵۶ھ میں اس نے سفرِ آخرت اختیار کیا، اسے قصبۂ کوکی میں شیخ حبیب حید رہپلوی کے احاطے میں، اس کے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اولاد

ابراہیم کی اولاد کچھ زیادہ نہ تھی، اس نے صرف دو لڑکے اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑیں بیٹوں کے نام شہزادہ علی اور شہزادہ طہماسپ تھے۔ علی باپ کا جانشین ہوا، اور طہماسپ مشہور عادل شاہی فرماں روا ابراہیم عادل شاہ ثانی کا باپ ہے۔ بیٹیوں کے نام بانی بی بی اور ہدیہ سلطانہ تھے اول الذکر کی شادی علی برید سے ہوئی اور دوسری مرتضیٰ نظام شاہ سے بیاہی گئی۔

ابراہیم عادل شاہ نے چوبیس سال سے کچھ زیادہ عرصے تک حکومت کی۔

کو خدا پر چھوڑ دیا، جب ابراہیم کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو معتبر اور دانش مند ارکین سلطنت نے محمد کشور خاں کو جو بعض پرگنوں کا لگان وصول کرتا تھا، کثیر رقم کے ساتھ علی عادل کے پاس روانہ کیا، کشور نے قلعہ مرچ کے قلعہ دار سکندر خاں کو لکھا "ابراہیم عادل شاہ کی زندگی اب آخری منزل پر آگئی ہے اور آج کل ہی میں اس کا خاتمہ ہونے والا ہے، اس بات کا خطرہ ہے کہ بادشاہ کے خانگی ملازم اور قلعہ نگوان کے آس پاس کے جاگیردار شہزادے طہماسپ سے ساز باز کر کے کوئی ہنگامہ بپا نہ کریں، بہتر یہی ہے کہ علی عادل شاہ کو چتر شاہی کے ساتھ روانہ کر دیا جائے تاکہ وہ قلعۂ مرچ میں قیام کرے اور وہاں کے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں۔ جب ابراہیم عادل شاہ کا انتقال ہو جائے تو شہزادہ شاہی تزک و احتشام کے ساتھ پایۂ تخت کی طرف روانہ ہو جائے۔

علی عادل شاہ کی قلعۂ مرچ سے روانگی

سکندر خاں کو کشور خاں کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اس نے شہزادہ علی کو اپنے داماد کامل خاں دکنی کے ساتھ مع تمام لوازم شاہی کے، قلعہ سے روانہ کر دیا، کشور خاں جلد از جلد شہزادہ علی کی خدمت میں پہنچا اور وہ روپیہ جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا اسے شہزادے کے حوالے کر دیا۔ علی عادل نے کشور خاں کو سپہ سالاری کے عہدے پر فائز کیا، کشور بڑی احتیاط اور دانش مندی سے لوگوں کو شہزادے کے گرد جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔

لشکروں کی آمد

علی عادل نے کمال خاں دکنی کو امیر الامراء کے عہدے پر سرفراز کیا۔ علی عادل کی روانگی کی خبر ملک میں چاروں طرف پھیل گئی اور اطراف و نواح کے لشکر یکے بعد دیگرے علی عادل کے گرد جمع ہونے لگے۔ پایۂ تخت سے بھی مجلسی اور خاصہ خیل وغیرہ کے ان گنت سپاہی علی عادل کی خدمت میں پہنچ گئے، اسی دوران میں ابراہیم عادل شاہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور علی عادل شاہ جلد از جلد بیجاپور پہنچا۔

علی عادل شاہ کی تخت نشینی

علی عادل شاہ کے بیجاپور پہنچتے ہی تمام امراء اور ارکین دولت جلد از جلد اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس پر سے صدقے اتارے گئے، کشور خاں کے باغ میں، جو بیجاپور سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے، علی عادل کی تاجپوشی کی رسم عمل میں آئی۔ شہر کے باشندوں، سیدوں اور قاضیوں وغیرہ نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارک باد پیش کی۔

قصبۂ شاہ پور کی بناء

علی عادل نجومیوں کی مقرر کردہ مبارک گھڑی میں بیجاپور میں داخل ہوا،

اس کے بھائی شہزادہ عبداللہ کو تخت پر بٹھا کر شیعہ مذہب کو رواج دینے کا ارادہ کیا۔ چاشنی گیر پکا سنی المذہب تھا، اس نے اس سازش میں شرکت نہ کی، ابراہیم کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی، اس نے تمام مجرموں کو مناسب سزائیں دیں۔

شہزادہ عبداللہ کا فرار

ابراہیم عادل شاہ کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا بھائی شہزادہ عبداللہ بالکل بے گناہ ہے، لیکن پھر بھی وہ اس کی طرف سے بدگمان رہا۔ عبداللہ نے اس بدگمانی کو اپنے لیے ایک بہت بڑا خطرہ سمجھا، ایک بار جب کہ ابراہیم قلعہ پنالہ کی سیر و تفریح میں مشغول تھا، عبداللہ، ایک بہت بڑی رقم لے کر بندر گووہ کی طرف فرار ہو گیا۔

احتیاطی تدابیر

یہ علی عادل شاہ کی جوانی کے آغاز کا زمانہ تھا، ابراہیم کو اس کی طرف سے بھی کچھ بدگمانی ہوئی، لہٰذا اسے مع اس کے استاد کے قلعہ مرچ میں بھیج دیا، بادشاہ نے قلعہ کے نگران سکندر خاں کو یہ ہدایت کی کہ وہ شہزادہ کی پوری طرح حفاظت کرے اور اسے شیعوں سے ملنے جلنے نہ دے، حسن اتفاق سے سکندر خاں اور اس کا داماد، کامل خاں دکنی (جو اسمٰعیل عادل شاہ کا پروردہ تھا) دونوں ہی شیعہ مذہب کے پیرو تھے، ان دونوں نے علی عادل کی بہت خدمت کی اور اس کو ہر ممکن طریقے سے خوش رکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

علی عادل کی شیعیت پسندی

جس زمانے میں ابراہیم عادل شاہ بیمار ہوا اور سب لوگوں پر یہ واضح ہو گیا کہ یہ مرض بادشاہ کی جان لیے بغیر نہ چھوڑے گا اس زمانے میں علی عادل شاہ نماز کے وقت خود منبر پر جاتا اور شیعوں کے عقیدے کے مطابق اذان دیتا جب کبھی کسی وجہ سے شہزادہ خود منبر پر نہ جاتا تو وہ کامل خاں کو اس کام پر مقرر کرتا تاکہ وہ شیعہ مذہب کے مطابق اذان دے۔

شہزادہ طہماسپ کی شیعیت

ابراہیم عادل شاہ کو بیماری کے زمانے ہی میں ان واقعات کا علم ہوا، شہزادہ علی کی طرف سے اس کا دل مکدر ہو گیا اور اس نے شہزادہ طہماسپ کو اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کر لیا، لیکن ابراہیم کو یہ اطلاع بھی ملی کہ طہماسپ بھی اپنے بھائی علی کی طرح شیعہ مذہب کا قائل ہے، یہ جان کر اسے اور بھی صدمہ ہوا اور بے حد رنجیدگی کے عالم میں اس کی زبان سے نکلا "میں جان بوجھ کر ایک شیعہ کے ہاتھ میں خلقِ خدا کی باگ کس طرح دے سکتا ہوں!"

علی عادل شاہ کی تخت نشینی کی تیاریاں

ابراہیم عادل شاہ نے، علی کی طرح طہماسپ کو بھی نلگوان کے قلعے میں قید کر دیا اور امورِ سلطنت

پڑھیں، دیگر علوم میں بھی اس نے کافی مہارت حاصل کی، خوش نویسی سے بھی اسے طبعی لگاؤ تھا۔ خط ثلث، نسخ اور رقاع میں وہ بہت اچھی طرح لکھتا تھا، اپنے کتبوں کے نیچے اپنا نام وہ اس طرح لکھتا تھا "کتبہ علی صوفی قلندر" علی عادل طبعاً درویش صفت، صوفی منش، صاحبِ ذوق اور خوش نظر تھا۔

عشق پیشگی

اسے عشق و محبت سے بھی گہری دلچسپی تھی، اہلِ علم کے ساتھ ساتھ اس کی محفل میں حسینانِ دلربا اور پری وشانِ قیامت انداز کا جمگھٹا بھی رہتا تھا، اس کو یہ شعر بہت پسند تھا اور اکثر پڑھتا رہتا تھا۔

مائیم و ہمیں زمزمۂ عشق فضانی
پیداست کہ دیگر بچہ خورسند تواں بود

رام راج سے دوستی

تخت نشینی کے پہلے ہی سال علی عادل شاہ کی خواہش تھی کہ شولاپور اور کلیان کے قلعوں کو نظام شاہی عاملوں سے آزاد کروالے۔ علی نے رام راج کے پاس کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا اور اس سے دوستانہ مراسم پیدا کیے۔ محمد حسین صفہانی کو احمد نگر روانہ کرکے وہاں کے فرمانروا سے اچھے مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی، رام راج نے علی عادل شاہ کے سفیروں کی بہت آؤ بھگت کی اور جب یہ سفیر واپس ہوئے تو ان کے ساتھ اپنے ایک معتبر شخص کو بھیجا تاکہ وہ اس کی طرف سے علی عادل شاہ کو تخت نشینی کی مبارک باد پیش کرے۔

حسین نظام شاہ کی ناراضگی

حسین نظام شاہ نے علی عادل شاہ کے سفیر محمد حسین صفہانی سے اچھا برتاؤ نہ کیا۔ نہ تو اسے خوش آمدید ہی کیا اور نہ ہی اس کی آؤ بھگت کی۔ نیز اس نے علی عادل کو تخت نشینی کی مبارک باد دینے کے لیے اپنا کوئی آدمی بھی نہ بھیجا، اس نے رام راج اور علی عادل کے مراسم کی خوشگواری کو پسند نہ کیا اور اس معاملے میں ناراضگی اور رنجیدگی کا اظہار کیا۔

رام راج کے بیٹے کی وفات اور علی عادل شاہ کی تعزیت

علی عادل شاہ نے اس امر کی پوری کوشش کی کہ اس کے باپ کے عہدِ حکومت میں جو بدعنوانیاں ہوئی تھیں، ان کا مناسب طریقے پر تدارک کیا جائے علی نے رام راج سے دوستانہ مراسم بڑھانے میں بڑی وسیع القلبی سے کام لیا، جب رام راج کا ایک چہیتا بیٹا فوت ہوا تو علی عادل نے کشور خاں کی رائے پر عمل کیا اور جرأت و دلیری سے کام لے کر سو سواروں کے ساتھ جن میں

اور تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ شہر کے باہر جس جگہ علی عادل کی تاجپوشی کی رسم عمل میں آئی تھی، وہاں اس نے قصبہ آباد کیا اور اس کا نام "شاہپور" رکھا۔ علی نے مذہب کے معاملہ میں اپنے اجداد یوسف عادل شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی تقلید کی اور تخت نشینی کے روز بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا خطبہ پڑھا، مسجدوں میں جو اذانیں دی جاتی تھیں ان میں "عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ" کے الفاظ کا اضافہ کیا۔

علماء اور فضلاء کی عزت افزائی

علی عادل شاہ نے ایرانیوں کو وظائف دے کر انھیں حکم دیا کہ مسجدوں اور بازاروں میں بغیر کسی اندیشے اور روک ٹوک کے اپنا کام جاری رکھیں۔ سیدوں، عالموں اور فاضلوں وغیرہ کی بہت قدر دانی کی اور انھیں اعلیٰ عہدوں سے نوازا۔ اس نے قابل اور اعلیٰ صلاحیتوں کے لوگوں کو اپنے دربار میں جمع کرنے کی طرف بہت توجہ کی، اس طرزِ عمل کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت ہی جلد بیجاپور میں ایران و توران اور دیگر ممالک کے اعلیٰ لوگ بہت بڑی تعداد میں آکر جمع ہو گئے اور شہر جنت کا نمونہ بن گیا۔

سخاوت

علی عادل کو جو خزانہ ترکے میں ملا تھا۔ اس میں ڈیڑھ کروڑ ہون تھے، اس نے یہ تمام رقم کچھ ہی عرصہ میں لوگوں میں تقسیم کر دی۔ علی عادل کی سخاوت اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ اس کے خوان نعمت سے ہر چھوٹا بڑا اور امیر و غریب فیض یاب ہوتا تھا۔ اہلِ شہر کی تمام ضروریات کو اس نے بہ حسن و خوبی پورا کیا، کوئی حاجت مند کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

عدل و انصاف اور وسعتِ سلطنت

اس دورِ سعید میں ظلم و ستم کا نشان تک نہ رہا، چاروں طرف عدل و انصاف کا ڈنکا بجنے لگا۔ علی نے رعایا کے دل کو اس طرح قابو میں کیا کہ ممالک مقبوضہ کے محاصل پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئے، علی جنگ و جدل کے بہت خلاف تھا، وہ اس قسم کی حرکتوں کو انسان اور انسانیت کی تباہی کا سبب سمجھتا تھا، اس نے کبھی کسی سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور دکن کے فرماں رواؤں اور رعایا کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا اس نے بڑی خوش اسلوبی سے رائچور، ورنگل، مدگل، کلیانی، شولاپور، ادونی دھارور اور چندر کونی کے قلعے مع پرگنات کے اپنے قبضے میں کر لیے۔ ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے اس نے کسی سے جنگ نہ کی اور نہ ہی کوئی ہنگامہ و شورش بپا ہوئی یہ سب اس کے حسنِ سیاست کا فیض تھا، واضح رہے کہ علی عادل سے پہلے یہ قلعے کسی مسلمان بادشاہ سے فتح نہ ہوئے تھے۔

علم و فن سے دلچسپی

علی عادل نے اپنے اُستاد سے کافیہ، متوسط اور علم کلام کی چند کتابیں

حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی ناچاقی

حسین نظام شاہ یہ خط پڑھ کر بہت غصے میں آیا اور اس نے علی عادل کے بارے میں ایسی باتیں زبان سے نکالیں کہ جن کا بیان کرنا تہذیب و متانت کے منافی ہے ۔ یہ جواب پاکر علی عادل کو بھی بہت تاؤ آیا، اس نے اپنے جھنڈے کا رنگ بدل دیا، پہلے زرد تھا، اب نظام شاہیوں کی طرح سبز رنگ اختیار کرلیا اور حسین نظام شاہ کو یہ پیغام دیا " اگر تم میں ہمت ہے تو اپنا نشان مجھ سے چھین لو "

علی عادل شاہ کا عزم احمد نگر

بات یہ ہے کہ دکن میں یہ رسم ہے کہ ایک فرمان روا کا نشان دوسرا اختیار نہیں کرسکتا ، اور جو ایسا کرتا ہے اس کا مقصد فتنہ و فساد برپا کرنا ہوتا ہے ۔ حسین نظام شاہ ، علی عادل شاہ کی اس کارروائی سے بہت پریشان ہوا اور جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کرنے لگا ۔ علی عادل شاہ نے ۹۷۶ھ میں رام راج کو مدد کے لیے طلب کیا اور اس کے ہمراہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا ۔

فتنہ و فساد

پرندہ سے جنیر تک اور احمد نگر سے دولت آباد تک تباہی و بربادی کا بازار گرم ہوگیا ۔ بیجانگر کے ہندو ایک عرصے سے ایسے موقع کی تلاش میں تھے ، خوب جی کھول کر ظلم و ستم کیے اور اس شہر کے لوگوں کی خوشیوں کو مٹی میں ملا دیا ، ان لوگوں نے مسجدوں اور قرآنوں تک کو نذرِ آتش کردیا ۔ حسین نظام شاہ کو اس فتنے کو فرو کرنے کی ہمت نہ ہوئی ۔ اس نے قاسم بیگ حکیم شاہ جعفر اور دیگر امراء سے مشورہ کرنے کے بعد قلعہ کلیان علی عادل شاہ کے حوالے کر دیا ، جنگ ملتوی ہوگئی اور رام راج اور علی عادل اپنے اپنے ملک کو واپس آگئے ۔

حسین نظام شاہ پر لشکر کشی

حسین نظام شاہ نے بی بی جمال کی شادی قطب شاہ کے ساتھ کردی علی عادل شاہ نے یہ خبر سن کر محمد کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو بیجانگر بھیجا اور رام راج سے مدد طلب کی ۔ رام راج فوراً پچاس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں کا لشکر جرار لے کر بیجاپور کی طرف روانہ ہوئے ۔

قطب شاہ کا فرار

قطب شاہ نے بڑی ہمت و مردانگی سے کام لیا اور نظام حسین شاہ سے قول و قرار کے باوجود ، اس کے لشکر سے آدھی رات کے وقت بھاگ نکلا اور علی عادل سے آملا ۔ جب صبح ہوئی تو حسین نظام شاہ ، قطب شاہ کو اپنے لشکر میں نہ پاکر بہت حیران و پریشان ہوا ۔ اب اس نے زیادہ دیر اس مقام پر ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا ۔

کشور خاں بھی شامل تھا، تعزیت کے لیے بیجانگر روانہ ہوا۔ رام راج کے دربار میں پہنچ کر علی عادل نے راجہ سے اس کے بیٹے کی موت پر اظہار افسوس کیا، رام راج کے بدن سے ماتمی لباس اتارا اور وہ لباس جو علی اپنے ہمراہ لے گیا تھا، اسے پہنادیا۔

رام راج کی بدتہذیبی

رام راج کی بیوی جو اجیرائے کی نسل سے تھی، اس نے علی عادل سے پردہ نہیں کیا اور اسے اپنا منہ بولا بیٹا کہا، رام راج نے تین دن تک علی عادل کی مہمان داری کی اور اس کی مدد کا وعدہ کیا، جب علی عادل رخصت ہونے لگا تو راجہ نے بڑی بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا اور اس کے ساتھ چند قدم چلنے کی زحمت گوارا نہ کی، یہ کام اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے سپرد کیا، علی عادل کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی، اس نے رام راج سے بدلہ لینے کا ارادہ کرلیا، لیکن مصلحتاً اس وقت خاموش ہو رہا اور کسی مناسب موقع کا منتظر رہا۔

حسین نظام شاہ کے نام علی عادل کا پیغام

۹۷۲ھ میں علی عادل شاہ بیجاپور واپس آیا اور حسین نظام شاہ کو پیغام بھیجا: "یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ کلیان اور شولاپور کے قلعے عادل شاہی خاندان سے متعلق ہیں، یہ اتفاق کی بات ہے کہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد حکومت میں سلطنت میں خرابی پیدا ہوئی اور یہ قلعے نظام شاہیوں کے قبضے میں آگئے، اگر آپ نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں دوستی اور اچھے مراسم کے خواہاں ہیں تو یہ دونوں قلعے مجھے واپس کر دیجیے۔ اگر دونوں قلعوں کی واپسی ممکن نہ ہو تو صرف کلیان کا قلعہ ہی واپس کر دیں۔ بے حد ممنون ہوں گا۔"

کلیان اور شولاپور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ

شاہ حسین انجو نے جو حسین نظام شاہ کا مصاحب تھا۔ اس بات کی بہت کوشش کی کہ کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل شاہ کو واپس کر دیا جائے، لیکن اس کی بات نہ مانی گئی، یہ معاملہ طول کھینچتا گیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ عادل شاہ نے سید علی نامی ایک شخص کو قاصد بنا کر حسین نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس مضمون کا ایک خط لکھا:

"ایسے اہم اور ضروری امور میں جنگ یا غفلت سے کام لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اگر آپ عاقبت اندیشی اور انجام بینی کو مدنظر رکھ کر یہ دونوں قلعے مجھے واپس کر دیں تو ہم میں خوشگوار اور دوستانہ مراسم پیدا ہو جائیں گے، بصورتِ دیگر آپ یقین کیجیے، کہ میرا لشکر آپ کی رعایا اور آپ کے ملک کا برا حال کر دے گا اور ایک فتنہ عظیم پیدا ہو جائے گا۔"

رام راج کی عاقبت نااندیشی

اسی سال رام راج نے بہت عاقبت نا اندیشی سے کام لے کر چند ایسی باتیں کیں جن کی وجہ سے علی عادل شاہ کا دل اس کی طرف سے بدظن ہو گیا۔ رام راج کے بُرے اعمال، اس کی سلطنت کی تباہی کا باعث ہوئے اور اسے اپنے گناہوں کی بہت بڑی سزا ملی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں رام راج اور اس کے ہم مذہبوں کی حالت دگرگوں ہو گئی اور ان کے خون سے زمین سُرخ ہو گئی، اس اجمال کی تفصیل ذیل کی سطور میں پیش کی جاتی ہے۔

معاہدے کی خلاف ورزی

پہلی مرتبہ جب علی عادل شاہ حسین نظام شاہ کی ہنگامہ آرائیوں سے پریشان ہوا تو اس نے، رام راج سے مدد طلب کی تھی، علی عادل اور رام راج میں یہ معاہدہ ہوا تھا کہ بیجانگر کے ہندو اپنی پرانی دشمنی کی وجہ سے مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے، رعایا کے جان و مال پر دست درازی نہ کریں گے اور مسلمانوں کی عزت پر کوئی حملہ نہ کریں گے، لیکن ہندوؤں نے اس وعدہ کو فراموش کر کے احمد نگر میں مسلمانوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے قتل کیا، مال و اسباب کو لوٹا اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، مسجدوں کی بے حرمتی کی، علی عادل شاہ یہ سب کچھ دیکھ سن کر بہت رنجیدہ ہوا۔ لیکن اس وقت کچھ نہ بولا کیونکہ اس موقع پر خاموش رہنا ہی بہتر تھا۔

رام راج کا تعصب اور غرور

اس سفر سے واپسی کے بعد رام راج کا غرور اور تعصب اپنے کمال کو پہنچ گیا، وہ مذہب اسلام سے سخت نفرت کرنے لگا، اس کے تعصب کا یہ عالم ہوا کہ وہ اپنے دربار میں کسی مسلمان سفیر کو داخل نہیں ہونے دیتا تھا، اگر کبھی وہ کسی مسلمان سفیر کو اپنے دربار میں آنے کی اجازت دیتا تو پھر اس کو کھڑا رکھتا تھا، اس بیچارے کو بیٹھنے کی اجازت نہ ہوتی تھی، سواری کے وقت مسلمان سفیروں کو وہ اپنے ساتھ بہت دُور تک دوڑاتا تھا اور کافی دیر کے بعد ان کو سوار ہونے کی اجازت دیتا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ جب رام راج، علی عادل شاہ کے ساتھ احمد نگر سے نلدرک کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت ہندو لشکری مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور ان کی طرف نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

علی عادل شاہ اور قطب شاہ پر رام راج کی لشکرکشی

رام راج کی حرص و ہوس میں اضافہ ہوتا گیا وہ ان کے علاقے میں پہنچا اور مسلمانوں کے مقبوضات پر دست درازی کا ارادہ کیا، اس نے تنکنادری کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ علی عادل شاہ اور قطب شاہ کے ممالک پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا، یہ دونوں فرمانروا اس سال حسین نظام شاہ کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے خائف تھے اس لیے انھوں نے اپنے اپنے ممالک کے کچھ حصے

احمد نگر کا محاصرہ

علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ کا تعاقب کیا اور ملک کو تباہ و برباد کرتا ہوا احمد نگر کے قریب پہنچ گیا حسین نظام شاہ نے پایۂ تخت اور قلعے کو مضبوط و مستحکم کیا اور خود جنیر کی طرف روانہ ہو گیا علی عادل شاہ نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور اپنے کئی امراء کو شہر کے اطراف میں روانہ کیا، اِن امراء نے آس پاس کے تمام دیہاتوں کو تہس نہس کر دیا اور کہیں آبادی و خوشحالی کا نام و نشان نہ رہا۔

قتل و غارت گری

بیجانگر کے ہندوؤں نے بھی کچھ کم ظلم نہ ڈھائے، انھوں نے آبادی کو قتل کیا عمارتوں کو آگ لگا دی، مسجدوں میں گھس کر ان کی بے حرمتی کی انھیں اصطبلوں میں تبدیل کر دیا، مسجدوں کی چھتیں اور دیگر اشیاء جو لکڑی کی بنی ہوئی تھیں، انھیں نذرِ آتش کر دیا، اسی دوران میں بارش ہو گئی۔ راستے کیچڑ اور دلدل سے بھر گئے، اس وجہ سے غلے کے آنے میں تاخیر ہو گئی، لشکر میں غلہ ضروریات کے مطابق موجود نہ رہا قطب شاہ چوری چھپے حسین نظام شاہ کی طرف داری کرتا تھا۔ وہ غلہ اور ضروریات کا دیگر سامان اہلِ قلعہ کو پہنچا دیتا تھا اور اہلِ قلعہ کے حوصلوں کو پست نہ ہونے دیتا تھا۔

کشور خاں کا مشورہ

علی عادل شاہ نے ان تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا، اس نے رام راج کو بھی متعدد خطروں سے آگاہ کیا، ان دونوں فرماں رواؤں نے باہمی مشورے کے بعد یہاں سے کوچ کرنا ہی مناسب سمجھا علی عادل شاہ اور رام راج یہاں سے روانہ ہوئے، ابھی دونوں نے سفر کی پانچ چھ منزلیں ہی طے کی تھیں کہ کشور خاں نے علی عادل سے علٰحدگی میں کہا "یہ وقت شولاپور کے قلعے کے محاصرے کے لیے مناسب نہیں ہے، اگر اب قلعہ فتح ہو گیا تو رام راج قلعے پر قابض ہونے کی خواہش کرے گا ایسے عالم میں تم کچھ نہ کر سکو گے، رام راج قلعہ شولاپور کو حاصل کرنے کے بعد دوسرے علاقوں کو بھی لالچ کی نظر سے دیکھے گا۔ اس وقت ہمیں قلعہ شولاپور کی فتح کا خیال ترک کر دینا چاہیے اور رام راج کی مدد سے نلدرک میں ایک الگ قلعہ تعمیر کرنا چاہیے اور پھر رفتہ رفتہ اس قلعہ کی وجہ سے شولاپور کو تسخیر کر لینا چاہیئے۔

قلعۂ شاہ درک کی تعمیر

علی عادل شاہ نے کشور خاں کے اس مشورے کو بہت پسند کیا، اس نے رام راج کو نلدرک کی طرف چلنے پر مجبور کیا، اور یہ دونوں فرمانروا وہاں جا پہنچے۔ نلدرک میں پرانے زمانے میں مندو کے راجہ نل نے اپنے بیٹے کے لیے جس جگہ محل بنوایا تھا، وہ جگہ قلعہ کی تعمیر کے لیے منتخب کی گئی، اس جگہ قدیم محل کے آثار اس وقت تک باقی تھے، موسم برسات ہی میں اس قلعے کی دیواریں اینٹ اور پتھر سے بنائی گئیں اور اس کا نام "قلعہ شاہ درک" رکھا گیا اس قلعے کی تعمیر کے بعد تینوں فرماں روا رام راج، قطب شاہ اور علی عادل شاہ اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔ علی عادل بیجاپور واپس آیا۔

کے پاس بھیجا اور اس پر اپنا مُدعا ظاہر کیا۔ ابراہیم تو پہلے ہی سے بیجانگر والوں سے جلا بُھنا بیٹھا تھا اس نے علی عادل اور حسین نظام شاہ میں دوستانہ مراسم پیدا کروانے اور قلعہ شولاپور، جو بنائے فساد تھا حسین نظام شاہ سے علی عادل کو واپس دلوانے کا وعدہ کیا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی کی حسین نظام شاہ سے ملاقات

ابراہیم قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں اردستانی کو جو صحیح النسب سید اور ایک عظیم المرتبت فرد تھا، بیجاپور بھیجا تاکہ اردستانی علی عادل شاہ سے ملے اور پھر وہاں سے احمدنگر جاکر صلح اور میل جول کی گفتگو کرے۔ اردستانی بیجاپور پہنچا۔ علی عادل شاہ سے ملاقات کی۔ اسے اپنے ارادے پر پختہ پاکر، اردستانی احمدنگر روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے حسین نظام شاہ سے ملاقات کی اور تنہائی میں اس سے کہا:

”سلاطین بہمنیہ کے عہدِ حکومت میں جب کہ تمام ملک دکن پر ان کی حکومت تھی کبھی مسلمان ہندوؤں کے مقابلے میں فتح حاصل کرتے تھے اور کبھی بیجانگر کے ہندو مسلمانوں پر غالب آتے تھے، بہمنی سلاطین عام طور پر بغیر کسی نتیجے کے ہی جنگ موقوف کر دیتے تھے اور بیجانگر کے ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتے تھے، اب دکن کا ملک کسی ایک حکمران کے تابع نہیں ہے بلکہ چند حکمرانوں میں تقسیم ہو چکا ہے، اس لیے دانشمندی اسی میں ہے کہ تمام مسلمان فرمانروا ایک دوسرے کے دوست بن کر رہیں، باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں تاکہ زبردست دشمن کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ رام راج کی روز افزوں قوت سے آپ اچھی طرح واقف ہیں نیز آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ کرناٹک کے تمام فرمانروا اس کے تابعدار ہیں، ایسی صورت میں مسلمان فرمانرواؤں کا ایک دوسرے سے کشیدہ رہنا بالکل بے جا ہے۔“

شاہی خاندانوں میں شادیوں کی تجویز

حسین نظام شاہ، سید اردستانی کی حق گوئی اور بیباکی سے بہت خوش ہوا اور اس کی معقول رائے کی بے حد تعریف کی، سید اردستانی نے احمدنگر کے امراء قاسم بیگ حکیم تبریزی، ملا عنایت اللہ قزوینی کے ساتھ بات چیت کی اور دونوں سلطنتوں میں قربت کے مسئلے کا جائزہ لیا، ان لوگوں نے آپس میں مل کر یہ طے کیا حسین نظام شاہ اپنی لڑکی چاند بی بی کی شادی سلطان علی شاہ سے کر دے اور اپنی بیٹی کو جہیز میں شولاپور کا قلعہ دے دے اسی طرح عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطان کو حسین نظام شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ مرتضیٰ سے بیاہ دے اس طرح دونوں فرمانرواؤں کے تعلقات بہتر ہو جائیں گے، اس کے بعد یہ تینوں حکمران آپس میں

رام راج کے حوالے کیسے اور بڑی عاجزی و انکساری کے ساتھ اِس سے صُلح کر لی۔

قلعہ پُور کل میں بغاوت

علی عادل شاہ نے ابتکر اور ناگری کوپ کے علاقے اور قطب شاہ نے قلعہ کوپل کندہ، پانکل اور دکنوز کے علاقے رام راج کی تحویل میں دے کر اپنے آپ کو بچایا، اسی زمانے میں ڈیسائی نے قلعہ پور کل المعروف بہ پونکتی میں عَلمِ سرکشی بلند کیا، ڈیسائی کا گھر قلعے کے اندر تھا، وہ دعوت اور جشن کے بہانے سے اپنے بہت سے حواریوں کو قلعے کے اندر لے گیا، ان حواریوں اور بعض اہل قلعہ کی اعانت سے ڈیسائی نے قلعہ دار کو قتل کر دیا اور قلعے پر قبضہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے بیجانگر کی قربت اور رام راج کے خوف سے اس قلعے کو ڈیسائی کے قبضے سے واپس لینے میں قدرے تاخیر سے کام لیا اور مناسب موقع کا انتظار کرتا رہا۔

ہندوؤں پر لشکر کشی کا ارادہ

دوسرے سال جب قصبہ تورکل میں قلعہ شاہ درک زلدرک پُوری طرح مضبوط و مستحکم ہو گیا تو علی عادل شاہ نے ہندوؤں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا، اس سلسلے میں مشورہ کرنے کے لیے علی نے اپنے امراء اور ارکین سلطنت کو طلب کیا۔ ملک کے دانشور اور صاحب فہم امراء محمد کشور خاں اور ابُو تراب شیرازی نے جو ہر معاملے میں بادشاہ کے رازدار تھے عرض کیا۔

کشور اور شیرازی کی رائے

"حضور کی رائے ٹھوس، جامع اور مناسب ہے اس پر مزید غور و فکر کی قطعاً ضرورت نہیں ہے، تاہم چونکہ حضور نے ہم سے مشورہ طلب کیا ہے۔ اور اپنا خیال ظاہر کرنے کا حکم فرمایا ہے، اس لیے بصد ادب گذارش ہے کہ اس قدم کے اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مسلمان فرمانروا باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں، رامراج کے لشکر کی کثرت اور اس کی روز افزوں قوت روزِ روشن کی طرح واضح ہے، اس کا ملک چھ نیدرگاہوں، ان گنت قلعوں اور شہروں پر مشتمل ہے، اس کا محصول بارہ کروڑ ہون ہے اس کے جاہ و جلال کا سکہ ہر دل پر بیٹھا ہُوا ہے، ایسے راجہ سے تنہا جنگ کرنا کسی طرح مناسب نہیں، ہماری رائے میں اس وقت حضور کو حسین نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہئیں اور اس سے دشمنی ترک کرنا چاہیئے"۔

حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش

علی عادل شاہ کو اپنے مشیروں کی یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے ان دونوں کی قوت فیصلہ کی بہت تعریف کی نیز محمد کشور خاں کو اس معاملے میں مختارِ کل بنا دیا۔ کشور نے سب سے پہلے ایک قاصد علی عادل شاہ کی طرف سے ابراہیم قطب شاہ

دریائی راستے کی تلاش

مسلمان بادشاہوں نے ایک جماعت کو دریا کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لیے پانی میں اتارا۔ ان لوگوں نے تیس چالیس کوس تک دریا میں چلنے کے بعد دو تین راستے ایسے دریافت کیے، جہاں دریا کم گہرا تھا، ان لوگوں نے بتایا، جس جگہ دریا کا پانی کم ہے اور جہاں سے ہمارا لشکر دریا کو پار کر سکتا ہے اس کے بالکل سامنے دوسرے کنارے پر ہندوؤں کی فوج کھڑی ہوئی ہے۔ ہندوؤں نے ایک دیوار بنا کر اس میں انواع واقسام کی آتش بازیاں لگا رکھی ہیں"

ایک قابلِ عمل تجویز

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر مسلمان فرماں رواؤں کو بہت تشویش ہوئی انھوں نے اس مشکل کا حل ڈھونڈھنے کے لیے آپس میں صلاح ومشورے کیے آخرکار انھوں نے یہ طے کیا ہمیں یہ خبر اڑانی چاہیے کہ ہم نے ایک اور گھاٹ دریافت کر لیا ہے اس جگہ سے ہمارے لشکر کے دو تین گروہ باری باری کوچ کریں، یہ دیکھ کر دشمن دھوکے میں آجائے گا اور ہمیں سرِ راہ گرفتار کرنے کا ارادہ کرے گا وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی جگہ سے کوچ کر جائے گا اور اصل گھاٹ کو خالی کر دیگا اس کے بعد ہم اپنی اصلی جگہ پر آکر جلد از جلد دریا کو عبور کر لیں گے۔

ہندوؤں کی بے احتیاطی

مسلمانوں نے اسی تجویز پر عمل کیا اور دریا کے کنارے کنارے سفر کرنے لگے۔ دشمن نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کو کسی اور گھاٹ کا سراغ مل گیا ہے وہ بطورِ احتیاط اپنی جگہ چھوڑ کر دریا کے کنارے، مسلمانوں کے بالکل مقابل چلنے لگے چونکہ خداوند تعالیٰ کی رضا یہی تھی کہ رام راج کا خاندان تباہ وبرباد ہو اور حکومت اس کے خاندان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائے، اس لیے ہندوؤں نے احتیاط اور عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا اور اپنی فوج کا کوئی حصہ اصل گھاٹ پر مسلمانوں کو روکنے کے لیے نہ چھوڑا۔

مسلمان لشکر کا دریا کو عبور کرنا

مسلمانوں نے جب اپنی تجویز کو کامیاب دیکھا تو انھوں نے اصل گزرگاہ کا رُخ کیا اور دو تین روز کے راستے کو صرف بارہ گھنٹے میں طے کر کے گھاٹ پر پہنچ گئے۔ دشمن کی فوج ابھی تک نہ پہنچی تھی، مسلمانوں کی ایک جماعت بڑے سکون کے ساتھ گھاٹ سے اُتری، اس کے بعد مسلمانوں کا سارا لشکر گھاٹ کو عبور کر کے میدان میں آگیا، صُبح ہوتے ہی یہ لشکر رام راج کی فوج کی طرف روانہ ہُوا۔ جو یہاں سے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھی اگرچہ اس صورتِ حال سے ہندوؤں کو پریشانی ہوئی، لیکن انھوں نے ہمت نہ ہاری اور ساری رات جنگ کی تیاری کرتے رہے۔

مسلمان لشکر کی ترتیب

دوسرے روز مسلمان بادشاہوں نے بھی بارہ اماموں کے علم بلند کیے۔

مل کر رام راج پر حملہ کریں اور اسے اس کی بداعمالیوں کی سخت سزا دیں۔

چاند بی بی اور شہزادی ہدیہ سلطان کی شادیاں

مصطفیٰ خاں اردستانی کے ساتھ ملا عنایت اللہ ایلچی بن کر بیجاپور آیا، احمد نگر میں جو عہد و پیمان ہوئے تھے، انھیں مضبوط و مستحکم کیا گیا، ایک ہی دن دونوں طرف شادی کی محفلیں آراستہ کی گئیں، چاند بی بی، بیجاپور آگئی اور ہدیہ سلطان کو احمد نگر روانہ کر دیا گیا۔ یہ شادیاں بڑی دھوم دھام سے ہوئیں طرفین نے خوب جی کھول کر جشنِ مسرت منعقد کیے۔

رام راج کی تباہی کا ارادہ

ان اُمور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد علی عادل شاہ نے رائچور اور مدگل کے قلعوں اور اتنکر اور یاکری کے پرگنوں کو دشمن کے قبضے سے نکالنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے لیے علی عادل نے رام راج کے پاس اپنا قاصد بھیجا، لیکن رام راج قاصد سے بہت بُری طرح پیش آیا اور اسے بیجانگر سے باہر نکال دیا، یہ رنگ دیکھ کر علی عادل شاہ کو بہت طیش آیا اور اس نے حسین نظام شاہ، ابراہیم قطب شاہ اور علی برید کے ہمراہ اس راجہ کو تباہ و برباد کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مسلمان حکمرانوں کی بیجانگر پر لشکر کشی

۹۷۲ھ میں یہ چاروں فرماں روا بیجاپور کے قریب ایک جگہ جمع ہوئے اور ۲ جمادی الاول ۹۷۲ھ کو بیجانگر کی طرف روانہ ہوئے، سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے یہ لوگ دریائے کرشنا کے کنارے بالنکوتھ کے مقام پر پہنچے، یہ علاقہ علی عادل شاہ کے قبضے میں تھا، یہاں اس نے اپنے ہمراہی فرماں رواؤں کی دوبارہ دعوت کی، علی عادل شاہ نے تمام ممالک محروسہ میں پیغام بھیج کر غلّہ اور ضرورت کی دوسری تمام اشیاء منگوا لیں، تاکہ مسلمانوں کے لشکر کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

رام راج کی جنگی تیاریاں

بیجانگر کے راجہ کو جب مسلمان بادشاہوں کی آمد کی خبر ملی تو وہ بالکل پریشان نہ ہوا، اس نے ان حکمرانوں سے جنگ کرنا ایک آسان کام سمجھا اور اپنے بھائی تمراج کو بیس ہزار سواروں، پانچ سو ہاتھیوں اور ایک لاکھ پیادوں کے لشکر جرار کے ساتھ دریا کے تمام گھاٹوں کا راستہ بند کرنے کے لیے جلد از جلد روانہ کیا، تمراج کے بعد رام راج نے اپنے منجھلے بھائی تنکنادری کو بڑے تزک و احتشام اور مال و اسباب کے ساتھ روانہ کیا، ان لوگوں نے ساحلِ دریا پر قبضہ کر لیا اس وجہ سے مسلمانوں کے لیے دریا کے پار اترنا مشکل ہو گیا، آخر میں رام راج خود بھی اُس پاس کے راجاؤں اور ایک لشکرِ عظیم کے ساتھ دشمن کی طرف روانہ ہوا۔

لڑنے لگے۔ تمراج اور تنکنا دری وغیرہ نے مسلمانوں پر ایک شدید حملہ کیا اس حملے سے مسلمانوں کے میمنہ اور میسرہ میں پریشانی پھیل گئی، میدانِ جنگ، میدانِ حشر بن کر رہ گیا۔

حسین نظام شاہ کی بہادری

یہ کیفیت دیکھ کر مسلمان بادشاہوں پر مایوسی نے غلبہ کر لیا اور ان کے ارادے متزلزل ہونے لگے مگر حسین نظام شاہ نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا اور بڑی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا، اگرچہ چاروں طرف دشمن کا غلبہ تھا اور اس کی طرف سے ہزاروں بان اور تفنگ چھوٹ رہے تھے، لیکن حسین نظام شاہ بغیر کسی خوف و خطر کے آگے بڑھا تاکہ دشمن پر حملہ کرے، مسلمانوں کے مایوس سپاہیوں نے نظام شاہی عَلَم کو بلند دیکھا تو وہ فوراً نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے، حسین نظام شاہ نے حکم دیا کہ توپ میں پیسے بھر کر دشمن کی طرف گرائے جائیں اور وہ خود شہادت کے جذبے سے سرشار ہو کر بڑے وقار کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھا۔

ہندوؤں کے لشکر کا انتشار

حسین نظام شاہ کے حملے سے رامراج کے لشکر میں سخت پریشانی پھیل گئی، رام راج جو اسی برس کا بوڑھا تھا، حواس باختہ ہو کر دوبارہ سنگھاسن پر بیٹھ گیا، اسی دوران میں حسین نظام شاہ کا ایک ہاتھی جس کا نام "غلام علی" تھا، سنگھاسن کے پاس پہنچ کر لوگوں کو پامال کرنے لگا۔ وہ کہار، جنھوں نے سنگھاسن کو اٹھا رکھا تھا، ایسے خوفزدہ ہوئے سنگھاسن کو مع رام راج کے زمین پر پھینک کر بھاگ گئے۔ رام راج میدانِ جنگ میں بے یار و مددگار پڑا رہا کچھ لمحوں بعد فیل بان کی نظر سنگھاسن پر پڑی۔ ایسا خوبصورت سنگھاسن دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا اور اس نے سنگھاسن کو حاصل کرنے کے لیے ہاتھی کو اس طرف بڑھایا۔

رام راج کا قتل

قریب ہی ایک برہمن کھڑا تھا وہ رام راج کا قدیم نمک خوار تھا، اس نے فیل بان سے درخواست کی: "اس سنگھاسن پر راجہ رام راج سوار ہے، تم اس کے لیے گھوڑا لا دو تو راجہ تمھیں بہت انعام و اکرام دے گا۔" فیل بان نے جونہی راجہ کا نام سنا خوشی سے اس کا دل اچھلنے لگا۔ اس نے فوراً راجہ کو اپنے ہاتھی کی سونڈ میں لپیٹ لیا اور جلد از جلد حسین نظام شاہ کے توپ خانہ کے افسر رومی خاں کے پاس پہنچ گیا۔ رومی خاں نے رام راج کو گرفتار کر لیا اور حسین نظام شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ نظام شاہ نے اسی وقت راجہ کو قتل کر دیا اور اس کا سر جسم سے علٰحدہ کر کے میدانِ جنگ میں پھینک دیا۔

ہندوؤں کا قتل

ہندو لشکریوں نے جب راجہ کے سر کو دیکھا تو ان کی ہمت جواب دے گئی اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے مسلمانوں نے ان کا پیچھا

اور اپنے لشکر کو درست کرنے لگے، علی برید اور ابراہیم قطب شاہ کو میسرہ دیا گیا۔ میمنہ اور قلب بالترتیب علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کو دیئے گئے، جنگی ہاتھیوں کو جا بجا متعین کیا گیا، اس کے بعد مسلمانوں نے دشمن پر ایک زبردست حملہ کیا، راجہ بیجانگر نے اپنے لشکر کو درست کیا اور لشکریوں کو آئندہ کے انعامات اور دل خوش کن وعدوں سے بہلا پھسلا کر لڑنے پر آمادہ کیا۔

ہندو لشکر کی ترتیب ہندو لشکر کا میمنہ نمراج کے سپرد تھا اور ابراہیم قطب شاہ کے مقابلے پر کھڑا ہوا تھا، تنکناوری میسرہ پر متعین تھا۔ لہٰذا وہ عادل شاہ کے بالمقابل کھڑا ہوا، رام راج قلبِ لشکر کو سنبھالے ہوئے تھا اس لیے وہ حسین نظام شاہ کے سامنے آیا، راجہ اپنے ساتھ دو ہزار ہاتھی اور ایک ہزار رابہ توپ خانہ لے کر میدانِ جنگ میں آیا تھا، دوپہر کے وقت وہ اپنے سنگھاسن پر بیٹھ کر لڑنے کے لیے نکلا۔ راجہ کے ساتھیوں نے اسے ہر چند سنگھاسن پر سوار ہونے سے بہت روکا، لیکن وہ نہ مانا اور کہا "یہ تو لڑکوں کی لڑائی ہے، بھلا اس میں گھوڑے پر سوار ہونے کی کیا ضرورت ہے، دشمن ابھی سامنے سے فرار ہو جائے گا۔"

معرکہ آرائی فریقین میں زبردست لڑائی شروع ہوگئی، ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر تلوار آزمائی کرنے لگے۔ لڑائی کا انداز کچھ ایسا تھا کہ کبھی ہندوؤں کا پلہ بھاری ہو جاتا اور کبھی مسلمانوں کا۔ بیجانگر کے سپاہی بار بار پچاس ہزار بان اور تفنگ مسلمانوں پر چلاتے اور ہندو سوار پوری طاقت سے مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے، عین ممکن تھا کہ مسلمان شکست کھا کر میدانِ جنگ سے فرار ہو جاتے کہ دفعتاً حسین نظام شاہ کے حسنِ تدبیر سے رام راج کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

رام راج کی دریا دلی رام راج کا خیال تھا کہ مسلمان جنگ سے پہلو تہی کر کے میدانِ جنگ سے فرار ہو جائیں گے، لیکن جب معاملہ اس کے برعکس نکلا تو وہ خوفزدہ ہو کر سنگھاسن سے نیچے اترا اور ایک مرصع کرسی پر بیٹھ گیا۔ راجہ کے حکم کے مطابق اس کے چاروں طرف روپے، اشرفیوں اور موتیوں کے انبار لگا دیئے گئے۔ راجہ نے دورانِ جنگ میں یہ روپے اور اشرفیاں بغیر کسی حساب کے اپنے امرا اور لشکریوں میں تقسیم کرنا شروع کیں۔

ہندوؤں کا جوش و خروش رام راج نے اعلان کر دیا کہ جو سپاہی کامیاب و کامران ہو کر میرے پاس آئے گا وہ مال و دولت سے سرفراز کیا جائے گا۔ دکن کے سپاہی یہ اعلان سن کر بہت خوش ہوئے اور انعام کے لالچ میں پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش سے

دوسرے حصوں پر امراء نے قبضہ کر رکھا ہے، الغرض پورے ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔

علی عادل شاہ کی فتوحات

متذکرہ بالا جنگ کے بعد پھر کبھی ہندوؤں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی، اس کی وجہ وہی طوائف الملوکی اور ہندوؤں کی بدحالی ہے، جس کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ علی عادل شاہ نے بنکا پور کے قلعے کو مع حصار چندر کوفی کے اپنے آخری زمانے میں فتح کیا۔ یہ قلعہ سلاطین بہمنیہ کے زمانے میں بھی فتح ہو چکا تھا۔ ادونی کا قلعہ بھی علی عادل شاہ نے اپنی حکمت عملی سے تسخیر کر لیا، ان کے علاوہ اس نے جو دیگر ممالک فتح کیے ان کا بیان کسی مناسب جگہ پر کیا جائے گا۔

شہر بیجانگر اس وقت تک (یعنی ۱۰۲۲ھ تک) ویران اور برباد پڑا ہوا ہے، تنکنادری کی اولاد نے مصلحتاً اس کو آباد کرنے کی طرف توجہ نہیں کی اور تلنگنڈہ کو اپنا پایۂ تخت بنا رکھا ہے۔

رام راج کو ۹۷۲ھ میں قتل کیا گیا تھا۔ راقم الحروف فرشتہ کے والد ماجد مولانا غلام علی استر آبادی نے اس کے قتل کا مصرع تاریخ بطریق تعمیہ اس طرح موزوں کیا ہے ؎

"نہایت خوب واقع گشت قتل رام راج"

کہا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں حسین نظام شاہ بحری نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مرتضیٰ اس کا جانشین ہوا۔ علی عادل شاہ نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اناگندی پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کا مقصد یہ تھا کہ تمراج کی قوت میں اضافہ ہو اور وہ تلنگنڈہ پر مستقل حکومت قائم کرے اور اس کے بعد علی عادل شاہ تمراج کی مدد سے بیجانگر کو فتح کر لے۔

تنکنادری کو علی عادل شاہ کے اس ارادے کا علم ہو گیا۔ اس نے مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کی والدہ خونزہ ہمایوں کو لکھا "حسین نظام شاہ نے یہ علاقہ مجھے عطا کیا تھا، اب علی عادل شاہ اسے میرے قبضے سے نکال کر خود اس پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ مجھے اپنا ہی خواہ سمجھ کر میری مدد فرمائیں گے اور مجھے علی عادل شاہ کے فتنے سے نجات دلائیں گے۔"

مرتضیٰ نظام شاہ کا بیجاپور پر حملہ

خونزہ ہمایوں نے ملا عنایت اللہ کے مشورے سے مرتضیٰ نظام شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور بیجاپور پر حملہ کر کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے اناگندی کا خیال ترک کیا اور واپس بیجاپور آیا۔ کچھ دنوں تک شہر کے آس پاس علی عادل اور مرتضیٰ نظام میں لڑائی ہوتی رہی اور پھر مرتضیٰ واپس احمد نگر آیا۔

برار پر حملہ

۹۷۴ھ میں خونزہ ہمایوں کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ

گیا اور ان گنت ہندوؤں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس جنگ میں تین لاکھ ہندوؤں کی جانیں تلف ہوئیں لیکن صحیح روایت کے مطابق یہ تعداد ایک لاکھ ہے، میدانِ جنگ سے لے کر اناگندی کے مقام تک، جو بیجانگر سے دس کوس کے فاصلے پر ہے، سارا میدان ہندوؤں کی لاشوں سے بھر گیا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مالِ غنیمت آیا۔

مالِ غنیمت

مسلمان فرماں رواؤں نے اس فتح پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ حکم دیا کہ سوائے ہاتھیوں کے مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز، سپاہیوں سے نہ لی جائے۔ جو چیز جس سپاہی کے ہاتھ آئی ہو اسی کو عطا کر دی جائے اور اس سلسلے میں اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ کی جائے۔ اس فتح کی اطلاعیں چاروں طرف بھیجوا دی گئیں۔ مسلمانوں نے بیجانگر کے نواح تک کی تمام عمارتوں کو مسمار کر دیا اور اکثر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کر دیا، یہ عالم دیکھ کر رام راج کے بھائی تنکنا دری نے جو میدانِ جنگ سے فرار ہو کر ایک جگہ روپوش تھا مسلمانوں کے پاس اپنے قاصد بھیجے اور بڑی عاجزی سے جان کی امان کا طلبگار ہوا، اس نے عادل شاہی اور قطب شاہی پرگنے اور قلعے واپس کر دیے اور حسین نظام شاہ کو بھی راضی کر لیا۔ مسلمانوں نے اس کے بعد قتل و غارت گری سے ہاتھ اٹھا لیا اور اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔

تمراج کا حاکم اناگندی مقرر کرنا

دورانِ جنگ ہی میں تمراج نے علی عادل شاہ کے دامن لطف و کرم میں پناہ لی اور یہ عرض کیا "تنکنا دری نے اس قدر قوت اور اقتدار حاصل کر لیا ہے کہ اب وہ رام راج کا جانشین ہو گیا ہے، تمام ملکی امراء اس کی حمایت کرنے لگے ہیں، اس صورتِ حال کے پیشِ نظر یہ مناسب ہے کہ اناگندی اور اس کے مضافات کی حکومت مجھے عطا کی جائے۔ علی عادل شاہ نے تمراج کی درخواست منظور کر لی اور اسے اناگندی کا حاکم مقرر کر کے روانہ کر دیا، نیز تنکنا دری کو لکھا "تمراج میرے حکم کے مطابق اناگندی پر حکومت کرنے کے لیے آ رہا ہے لہٰذا تم اس سلسلہ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کرنا اور اس علاقے کی حکومت اس کے حوالے کر دو۔

ہندوؤں کی خستہ حالی

تنکنا دری میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ علی عادل شاہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا، لہٰذا مجبوراً اس نے اناگندی کا علاقہ تمراج کے سپرد کر دیا اور یوں تمراج بھی صاحب تخت ہو گیا، اس وقت سے لے کر اب تک یہ علاقہ تمراج کے خاندان کے زیرِ حکومت ہے۔ بیجانگر کا علاقہ تنکنا دری کی اولاد کے قبضے میں ہے۔ چونکہ ان دونوں خاندانوں کے پاس اب بہت تھوڑا ملک باقی رہ گیا ہے اس لیے لوازمِ حکمرانی ذرا مشکل ہی سے انجام پاتے ہیں، کرناٹک کے

ضروری فرض سمجھتا تھا، لہٰذا اس نے کشور خاں ہی کی طرف رُخ کیا، کشور خاں نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مرتضیٰ کا مقابلہ کیا، مرتضیٰ نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک وہ قلعہ کو فتح نہ کرے گا، رکاب سے پاؤں نہ اتارے گا۔ قلعہ سے مرتضیٰ کے لشکر پر بہت آتش بازی کی گئی، لیکن اس جواں سال حکمراں کی ہمت پست نہ ہوئی اور اس نے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔

کشور خاں کی موت

مرتضیٰ نظام شاہ کے مغل سپاہی اہل قلعہ پر تیر برساتے رہے، کشور خاں جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا، اتفاق سے ایک تیر اسے لگا اور وہ وہیں ختم ہو گیا۔ کشور کے ساتھیوں نے جب اپنے سردار کو مرتے دیکھا تو انھوں نے فوراً قلعے کا دروازہ کھول دیا اور بھاگ گئے، مرتضیٰ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور پھر اسی طرح وہ تمام پرگنے بھی جو علی عادل کی حکومت میں شامل ہو گئے تھے، مرتضیٰ نے واپس لے لیے۔

عین الملک اور نور خاں کا تعاقب

خواجہ میرک وبیر اصفہانی، جو نظام شاہی افواج کا سردار اور آخر میں "چنگیز خاں" کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس نے عین الملک اور نور خاں کا تعاقب کیا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ احمد نگر کے نواح میں طرفین میں زبردست جنگ ہوئی، جس کے نتیجے میں خواجہ میرک اصفہانی کامیاب و کامران ہوا، عین الملک قتل اور نور خاں گرفتار ہوا اور ان کا آدھا لشکر پریشان اور خستہ حال ہو کر بیجاپور واپس آیا۔

علی عادل شاہ کا کودہ پر حملہ

اس سے عادل شاہی لشکر کو بہت نقصان پہنچا اور اس کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں اور انھیں دنوں علی عادل شاہ کو کودہ کی فتح اور نصاریٰ کی تباہی و بربادی کا خیال پیدا ہوا اور وہ اس طرف روانہ ہوا، اس مہم پر بھی اسے کامیابی نہ ہوئی اور اس کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔

قلعہ ادونی کی تسخیر کا خیال

علی عادل نے پھر شاہ ابوالحسن بن شاہ طاہر کے مشورے اور ہدایت کے مطابق قلعۂ ادونی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، یہ قلعہ بڑا مستحکم اور مضبوط تھا، یہاں تک کہ سلاطین بہمنیہ بھی اسے کبھی فتح نہ کر سکے تھے۔ علی عادل شاہ نے انکش خاں کو آٹھ ہزار سواروں اور پیادوں اور بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ قلعہ ادونی کی طرف روانہ کیا۔ اس قلعے پر رام راج کے امیر کا قبضہ تھا جس نے اپنے مالک سے غداری کر کے اپنے نام کا سکہ جاری کر رکھا تھا۔

حاکم ادونی کی پریشانی

قلعۂ ادونی کے حاکم نے انکش خاں کا مقابلہ کیا، اس نے دشمن سے کئی بار لڑائی کی، لیکن ہر بار شکست کھائی اس وجہ سے وہ غلہ اور دیگر سامان

نے باہمی اتحاد و اتفاق سے برار پر حملہ کیا۔ یہ حملہ موسم برسات میں کیا گیا۔ علی عادل برار کی حدود کو تباہ و برباد کر کے واپس آیا۔ اس نے بیجاپور میں ایک قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروایا، یہ قلعہ محمد کشور خاں کی زیر نگرانی تین سال کے عرصے میں مکمل ہو گیا۔

علی عادل اور نظام شاہی سلطنت

خونزہ ہمایوں کی حکمرانی اور مرتضیٰ نظام شاہ کے لشکر کے انتشار و مخالفت کی وجہ سے نظام شاہی حکومت کی شان و شوکت باقی نہ رہی تھی۔ علی عادل نے یہ صورت دیکھ کر احمد نگر کے بعض علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اس نے اسد خاں لاری اور محمد کشور خاں کو منصب و علم عنایت کیا۔ اس عَلم پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی ۹۷۵ھ میں علی عادل نے کشور خاں کو بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ نظام شاہی سلطنت کی طرف روانہ کیا کشور خاں نے جرأت و مردانگی سے کام لے کر کئی نظام شاہی پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ اس نے پرگنہ بیسر کے قصبہ کج تک کے علاقے کو فتح کیا اور چند نظام شاہی امراء کو سامنے آنے پر شکست دی۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی جنگ کی تیاری

کشور خاں نے بیسر کے پرگنے میں ایک مستحکم و مضبوط قلعہ تعمیر کروایا تاکہ دوسرے علاقوں کو آسانی سے فتح کیا جا سکے اس نے اس قلعہ کا نام "دارور" رکھا۔ کشور خاں نے اس قلعے کو اسلحہ اور دیگر سامان سے آراستہ کیا۔ اس نواح کے باشندوں سے دو سال کا لگان وصول کیا اور پھر دیگر علاقوں کو فتح کرنے کی غرض سے تیاری کرنے لگا، اسی دوران میں مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنی والدہ خونزہ ہمایوں کے پنجے سے چھٹکارا حاصل کیا اور کشور خاں سے مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔

کشور خاں کے ساتھیوں کا فرار

۹۷۷ھ میں مرتضیٰ نظام شاہ کشور خاں کی طرف بڑھا کشور خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے قلعے کو پوری طرح مستحکم اور فوج کو مرتب کیا۔ عین الملک انکس خاں اور نور خاں (جنہیں علی عادل شاہ نے کشور خاں کی مدد کے لیے بھیجا تھا) کو کشور خاں نے ساتھ لیا اور مرتضیٰ نظام شاہ کا انتظار کرنے لگا، یہ امراء کم ہمتی و بزدلی یا کشور خاں کی مخالفت کی وجہ سے بغیر لڑائی کیے ہوئے بھاگ گئے اور کشور خاں کو یہ پیغام دیا "ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ سے جنگ کریں۔ اس لیے ہم لوگ تم سے جدا ہو کر پایۂ تخت احمد نگر میں فتنہ و فساد پیدا کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ اس اقدام سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ اس طرف نہ آئے اور ہمارے تعاقب میں احمد نگر کی طرف روانہ ہو۔"

کشور خاں اور مرتضیٰ میں جنگ

مرتضیٰ نظام شاہ کشور خاں کی سرکوبی کو سب سے اولین اور

قلعہ مطور کل کا محاصرہ

مصطفیٰ خاں اور اردستانی نے قلعہ مطور کل کو فتح کرنے کی بے انتہا کوشش کی اور دو ماہ کے اندر اندر اہلِ قلعہ کا ناطقہ بند کر دیا، ان لوگوں نے جب دیکھا کہ اب سوائے اطاعت کے کوئی اور چارۂ کار نہیں ہے تو وہ امان کے طالب ہوئے۔ مصطفیٰ خاں نے یہ شرط پیش کی کہ اگر اہل قلعہ وینکتی، بسانی اور ان کے بیٹوں اور رشتہ داروں کو قید کر کے عادل شاہی لشکر کے سپرد کر دیں تو انھیں امان دے دی جائے گی، اہل قلعہ نے یہ شرط منظور کر لی اور اس کے رشتہ داروں کو گرفتار کر کے مصطفیٰ خاں کے سپرد کر دیا اور خود مع اپنے مال و اسباب اور اہل و عیال کے قلعے سے باہر چلے گئے۔ بادشاہ نے ان قیدیوں کو طرح طرح کے مظالم سے قتل کیا اور قلعے کی حکومت اپنے معتبر لوگوں کے سپرد کر دی۔

قلعہ داروا کی فتح

اس کے بعد علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کے مشورے کے مطابق قلعۂ داروا پر چڑھائی کی، یہ کرناٹک کا ایک مشہور قلعہ ہے جو اس زمانے میں رام راج کے امیر کے قبضہ میں تھا، یہ امیر ہر سال کچھ رقم اور چند ہاتھی تنکنا دری اور بھیم راج کو بھیجا کرتا تھا اور اس طرح اس نے اچھی خاصی قوت حاصل کر لی تھی۔ علی عادل شاہ نے پورے چھ ماہ تک اس قلعے کا محاصرہ جاری رکھا۔ مصطفیٰ خاں کی تدبیروں سے یہ قلعہ بھی مسخر ہوا اور اہلِ قلعہ طالبِ امان ہوئے۔

قلعہ نبکاپور پر لشکر کشی

علی عادل شاہ نے سات ماہ تک اس علاقے میں قیام کیا اور یہاں کے باغیوں اور مفسدوں کو ٹھکانے لگایا، اس کے بعد قلعہ نبکاپور کی فتح کے ارادے سے سفر اختیار کیا گیا، اس قلعے کا حاکم بلب وزیر تھا، جو رام راج کا تنبول بردار تھا اور اس کے قتل کے بعد اس قلعے پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔ چندر کوئی اور قلعۂ جرہ کے راجہ اس کے باجگذار تھے بلب کو جب علی عادل شاہ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا، اس نے اپنے بیٹے کو ایک ہزار سواروں اور دس ہزار پیادوں کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ کیا تاکہ یہ لشکر مسلمانوں کو تنگ کرے اور آگے نہ بڑھنے دے۔

بلب کا خط تنکنا دری کے نام

بلب نے رام راج کے بیٹے تنکنا دری کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "میں اپنے آقا کی وفاداری سے منحرف ہو کر سخت پریشان ہوں۔ مجھے اپنے اس فعل پر بڑی ندامت ہے اس لیے معافی کا خواستگار ہوں، اس وقت میری حالت سخت تشویش ناک ہے۔ علی عادل شاہ قلعۂ نبکاپور کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے خدارا آپ میری پچھلی غلطیاں معاف فرمائیں اور خود ادھر تشریف لائیں یا اپنے کسی فوجی افسر

بہم پہنچا کر قلعہ بند ہو گیا، انکش خاں نے محاصرہ کر لیا، یہ محاصرہ ایک عرصے تک جاری رہا اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار حاکم قلعہ اس صورتِ حال کا مقابلہ نہ کر سکا، اس نے پریشان ہو کر انکش خاں سے جان کی امان طلب کی اور قلعہ اس کے سپرد کر دیا۔

قلعۂ ادونی کی فتح

قلعۂ ادونی ایک پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ہے اس کا حصار بہت ہی وسیع اور عظیم الشان ہے اس میں کئی خوبصورت چشمے اور بلند عمارات ہیں، ہندو راجاؤں نے مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے ہر زمانے میں اس قلعے کے استحکام کی طرف بہت توجہ کی، شیو راء کے اسلاف میں سے ہر راجہ نے اپنے عہد حکومت میں یہاں ایک حصار کا اضافہ کیا، یہاں تک کہ جب قلعہ فتح ہوا تو اس وقت اس کے گیارہ حصار تھے اس وجہ سے قلعہ کو ساباط، نقب اور توپ وغیرہ سے فتح کرنا مشکل ہی نہیں، ناممکن تھا، صرف ایک ترکیب تھی، یعنی طویل محاصرہ، انکش خاں نے اسی پر عمل کیا اور قلعہ فتح کر لیا اس قلعہ کی تسخیر ایک عظیم الشان کامیابی تھی، علی عادل شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔

علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں معاہدہ

اس کے بعد علی عادل شاہ نے دوسرے قلعوں اور پرگنوں کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، ابو الحسن اور خواجہ میرک دبیر اصفہانی کی کوششوں سے علی عادل اور مرتضیٰ نظام الملک نے سرحد پر ملاقات کی، ان دونوں حکمرانوں میں یہ طے پایا کہ مرتضیٰ نظام شاہ برار پر قابض ہو جائے اور علی عادل شاہ بیجانگر کے ان پرگنوں پر قبضہ کر لے جو وسعت کے لحاظ سے برار کے برابر ہوں، اس اقدام سے مقصد یہ تھا کہ ایک بادشاہ دوسرے سے زیادہ علاقے پر حکمران نہ ہو۔

قلعۂ طورکل کا محاصرہ

۹۸۱ھ میں علی عادل شاہ نے طورکل کے قلعے پر قبضہ کرنے کا خیال کیا مختلف معرکہ آرائیوں میں یہ قلعہ رام راج کے قبضے سے نکل کر ایک معمولی لشکری کے قبضہ میں آگیا تھا۔ علی عادل شاہ نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا، تقریباً پانچ چھ ماہ تک یہ محاصرہ قائم رہا اس وجہ سے اہلِ قلعہ بہت پریشان ہوئے، اسی زمانے میں علی عادل شاہ کے لشکر کی ایک توپ ٹوٹ گئی، اہلِ قلعہ بہت خوش ہوئے اور انھوں نے سمجھا کہ اب کچھ عرصے کے لیے قلعہ محفوظ ہو گیا علی عادل شاہ نے اس واقع کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ شاہ ابو الحسن کی غفلت کا نتیجہ ہے لہٰذا ابو الحسن کو معزول کر کے مصطفےٰ خاں اردستانی کو (جو رام راج کے قتل کے بعد ملازمت میں آگیا تھا) میر جملہ اور وکیل السلطنت بنایا گیا اور تمام اہم امور اس کے سپرد کر دیے گئے۔

جادوگری

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کرناٹک کے باشندے جادوگری میں بھی بڑے ماہر ہیں ان کا سب سے مشہور جادو یہ ہے کہ جس جگہ اپنے مُردوں کو نذرِ آتش کرتے ہیں، وہاں کی راکھ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں، جب ضرورت پڑتی ہے تو اس راکھ پر منتر پڑھ کر کسی گھر یا خیمے میں ڈال دیتے ہیں، اس سے اہلِ مکان یا اہلِ خیمہ بالکل غافل ہوجاتے ہیں۔ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں رہتی، جن لوگوں پر یہ جادو کیا جائے اگر وہ کسی وجہ سے بیدار ہوجائیں اور جادو کرنے والوں کو دیکھ بھی لیں تو بھی ان کی حالت عجیب وغریب ہوتی ہے وہ نہ کوئی بات زبان سے نکال سکتے ہیں اور نہ اپنی جگہ سے حرکت کرسکتے ہیں۔

مسلمانوں کی حفاظتی تدابیر

قصہ مختصر علی عادل شاہ کے لشکر میں سخت انتشار پھیل گیا عین ممکن تھا کہ مسلمان مراجعت کرتے کہ مصطفیٰ خاں نے انھیں ہمت دلائی اور بھاگنے سے منع کیا نیز چوروں اور قحط کو روکنے کی تدابیر اختیار کیں۔ مسلمانوں کے لشکر میں برگی امیر بھی تھے یہ لوگ غیر مسلم تھے اور ہمت وجرأت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ابراہیم عادل شاہ کے زمانے سے لے کر علی عادل شاہ کے عہدِ حکومت تک یہ لوگ امیرانہ زندگی بسر کر رہے تھے، ان کی تعداد چھ ہزار تھی، ان لوگوں کو ہندوؤں کے مقابلے پر متعین کیا گیا تاکہ دشمن غلہ اور دیگر سامان کی آمد کا راستہ بند نہ کرسکے۔

اس کے علاوہ آٹھ ہزار ماوڑوں کو بھی اسی خدمت پر متعین کیا گیا کہ وہ لشکر کی حفاظت کریں۔ ان کو حکم دیا کہ دشمن کے چور جب مسلمانوں کے لشکر میں آئیں اور جس حصے پر حملہ کریں، یہ وہاں پہنچ جائیں نیز لشکر کے باہر جو شخص بھی نظر آئے اسے تہِ تیغ کردیں، اس حکم کی وجہ سے مسلمانوں کے لشکر کے سپاہیوں نے اپنے لشکر سے باہر نکلنا بند کردیا۔

دشمن کے سپاہیوں نے اپنے معمول کے مطابق مسلمانوں کے لشکر پر شب خون مارنا شروع کیا جب یہ چور لشکر میں آتے تو مسلمان پیادے فوراً ان کے پاس پہنچ جاتے، چور انھیں دیکھ کر بھاگ نکلتے تب مسلمان سپاہی انھیں قتل کردیتے۔ مصطفیٰ خاں کی یہ تدبیر بہت کارگر ثابت ہوئی اور مسلمانوں کو چوروں سے نجات ملی۔ وہ راستے جو پہلے ان چوروں کی وجہ سے بند تھے، اب کھل گئے اور مسلمانوں کو غلہ اور ضروریات کا دیگر سامان بہ آسانی ملنے لگا۔

معرکہ آرائیاں

قصہ مختصر یہ کہ ایک سال تک برگی امراء اور بلب کے بیٹے کے درمیان معرکہ آرائی ہوتی رہی، روزانہ میدانِ کارزار گرم ہوتا اور طرفین کے بہت سے سپاہی کام آتے مسلمان بڑے اطمینان کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور خوب جی کھول کر لڑائی میں حصہ لیتے تھے، ہندو بھی جرأت وبہادری کا مظاہرہ کرنے میں کم نہ تھے، وہ بھی آتش بازی اور دیگر طریقوں

کو بھیج کر میری مدد کریں تاکہ میں مسلمانوں کے دستِ ظلم سے محفوظ رہوں میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر سال خراج کی رقم داخلِ خزانہ کرتا رہوں گا اور آپ کے حلقۂ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھوں گا۔"

تنکنادری کا جواب

تنکنادری نے بلب کو یہ جواب لکھا: "تیری بغاوت اور نمک حرامی نے دوسرے لوگوں کو بھی سرکشی اور مخالفت پر اُبھارا اور تیری ہی وجہ سے سارا ملک ہمارے قبضے سے نکل گیا اس وقت میرے پاس صرف بلکندری اور چندا کری کے شہر ہیں، باقی تمام علاقے مسلمانوں کے پاس ہیں۔ میری حالت یہ ہے کہ میں خود اپنی حفاظت بھی بڑی مشکل سے کرتا ہوں ایسی صورت میں تیری مدد کرنا میرے امکان سے باہر ہے تجھے میں یہ مشورہ دوں گا کہ تو اپنی زر پرستی اور کنجوسی سے کنارہ کشی کر اور زر و جواہر کو کام لا، ہو سکتا ہے کہ دولت کی وجہ سے مسلمان تجھ سے صُلح کر لیں۔"

"اگر دولت کی وجہ سے صلح نہ ہو سکے تو پاس کے راجاؤں سے مراسم پیدا کر۔ اور ان کو خوش کر تاکہ یہ راجے تیرے بیٹے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لشکر کو پریشان کریں یہ انتظام بھی کر کہ تیرے سپاہی مسلمانوں کے لشکر میں خفیہ طور پر گھس جائیں اور قتلِ عام کریں میں اس سلسلے میں دوسرے راجاؤں کے نام احکام جاری کر رہا ہوں۔ اور انھیں تیری مدد کے لیے تاکید کر رہا ہوں۔ اگر انھوں نے تیرے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا تو بہتر ہے ورنہ نبکاپور کے قلعے کے بعد باقی تمام قلعے بآسانی مسلمانوں کے قبضے میں آجائیں گے۔"

ہندوؤں کی مخاصمانہ کارروائی

یہ جواب پاکر بلب قدرے مایوس ہو گیا، تاہم اس نے تنکنادری کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا، اس نے جیرہ اور اچند رکوٹی کے راجاؤں کے ساتھ تعلقات پیدا کرکے انھیں اپنا ہم خیال بنایا تاکہ وہ اس کے بیٹے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لشکر کو تہس نہس کریں، ہندوؤں نے اپنی مخاصمانہ کارروائی شروع کر دی اس وجہ سے علی عادل شاہ کے لشکر میں غلّے اور چارے کی کمی ہو گئی، ہر روز رات کے وقت فوج کے کسی نہ کسی حصّے پر ہندو چوروں کی طرح حملہ کرتے اور مسلمانوں کو تہِ تیغ کرتے۔

ہندوؤں کا دستورِ جنگ

اس سلسلے میں ہندوؤں کو خاصی کامیابی ہوئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ کرناٹک کے سپاہی ذرا سی چیز کے لالچ میں جان تک کی بازی لگا دیتے تھے، ان لوگوں کو اپنے آپ کو دشمن سے بچانے کا طریقہ بھی خوب آتا تھا، یہ اپنے جسم پر ایک قسم کا تیل مل لیتے تھے، اس وجہ سے دشمن بآسانی ان پر غالب نہیں آسکتا تھا، یہ لوگ موقع پاکر دشمن کے سپاہیوں اور گھوڑوں کو کٹار سے موت کے دامن میں سلا دیتے تھے۔

کرنے کا حکم دیا۔

حاکم جرہ کی اطاعت

مصطفیٰ خاں قلعہ جرہ کے قریب پہنچا، قلعے کے حاکم اور سپ نایک نے بڑی عاجزی اور نیاز مندی کا اظہار کیا اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ لیا۔ یہ راجہ، بنکا پور کی لڑائی کے دوران مصطفیٰ خاں کو تحفے اور ہدیے وغیرہ بھیج کر اپنی نیاز مندی کا اظہار پہلے بھی کر چکا تھا، اس لیے مصطفیٰ خاں نے اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی، اس کی صلح کی درخواست منظور کی اور خراج کی رقم وصول کر کے آگے بڑھا۔ یہاں سے مصطفیٰ خاں نے چندر کونی کی طرف رُخ کیا۔

قلعۂ چندر کونی کی فتح

چندر کونی کے راجہ نے عاقبت نا اندیشی سے کام لیا، وہ صلح پر راضی نہ ہُوا اسے اپنی قوت، قلعہ کی مضبوطی اور جنگلوں کی کثرت پر بڑا ناز تھا، اس لیے اس نے مصطفیٰ خاں سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مصطفیٰ خاں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور بر کی امیر دل کر ان غیر مسلموں کے مقابلے کے لیے نامزد کیا گیا جو آس پاس کے علاقوں سے چندر کونی کے باشندوں کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے دس ماہ تک قلعے کا محاصرہ جاری رکھا، قلعے میں غلہ اور دیگر سامانِ ضروریات کی رسد بند کر دی، آخر کار ۹۸۳ھ میں یہ قلعہ فتح ہو گیا، واضح رہے کہ اس سے پہلے یہ قلعہ کبھی مسلمانوں سے مسخر نہ ہُوا تھا۔

علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور

مصطفیٰ خاں نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد علی عادل شاہ کی خدمت میں فتح نامہ روانہ کیا۔ علی عادل بہت خوش ہُوا اور اُس نے اس قلعے کی سیر کا ارادہ کیا۔ بنکا پور سے وہ چندر کونی پہنچا اور کچھ دن قلعے میں بڑے عیش و عشرت سے گزارے اور یہاں کے لوگوں کو بہت پسند کیا۔ تین سال اور کچھ مہینوں کے بعد علی عادل شاہ بیجاپور واپس آیا، اس نے اپنی مہر مصطفیٰ خاں کے حوالے کی اور اسے چندر کونی اور اس کے نواح کی حفاظت کا حکم دیا۔ علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کو یہ ذہن نشین کرا دیا کہ۔ اگر بیجاپور سے اہل دیوانی کوئی فرمان اطاعت تمہارے پاس چندر کونی میں بھیجیں تو تم اپنی ذاتی رائے سے کام لینا، اگر تم اس فرمان کو واجب التعمیل سمجھو تو میری مہر لگا دینا، ورنہ پھاڑ کر پھینک دینا۔

مصطفیٰ خاں کا خط علی عادل شاہ کے نام

دوسرے سال مصطفیٰ خاں نے علی عادل شاہ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا "پرانے زمانے میں چندر کونی کا قلعہ ایک پہاڑ پر واقع تھا، جب یہ قلعہ حوادثِ زمانہ سے مسمار ہو گیا تو بعد کے راجاؤں نے قلعے کی تعمیر کے لیے پہاڑ کے دامن میں جگہ منتخب کی اور یہیں پر قلعہ تعمیر کیا، میری رائے یہ ہے کہ قلعے کی

سے مدافعت کرتے رہے۔

اہلِ قلعہ کی اطاعت

اسی دوران بلب وزیر کے بیٹے کا اس کی طبعی موت سے انتقال ہو گیا اس وجہ سے اہلِ قلعہ بڑے پریشان ہوئے، بلب کی حالت بھی دگرگوں ہو گئی جب محاصرے کو ایک سال تین مہینے گزر گئے تو آس پاس کے راجہ جو بلب کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے وہ بھی پریشان ہوئے اور اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے، اس صورت حال کے پیشِ نظر اہل قلعہ نے علی عادل شاہ سے جان کی امان طلب کی۔ بادشاہ نے ان کا معروضہ قبول کیا اور ان کی خواہش کے مطابق ایک عہدنامہ لکھ کر انہیں بھجوا دیا۔

قلعۂ نبکاپور پر عادل شاہی قبضہ

جس روز اہل قلعہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ قلعہ خالی کر کے رخصت ہونے والے تھے مصطفیٰ خاں احتیاطاً اپنے خاصہ کے لشکر کو ساتھ لے کر قلعے کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ بلب وزیر اور اس کے لشکری اپنے مال و اسباب اور بال بچوں کے ساتھ قلعے سے نکل گئے اور کرناٹک کے اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ علی عادل شاہ اپنے چند خاص امراء کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا، مؤذن نے شیعہ مذہب کے مطابق اذان دی اور ایک بڑے مندر کو مسمار کر کے مسجد میں تبدیل کیا گیا۔ حصولِ ثواب کی خاطر علی عادل شاہ اور مصطفیٰ خاں نے مسجد کے بنیادی پتھر اپنے ہاتھوں سے رکھے۔

مُصطفیٰ خاں کی عزّت افزائی

اس فتح کے بعد مصطفیٰ خاں کا اقتدار پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا علی عادل شاہ نے اسے خلعت خاص عطا کیا، یہ وہ خلعت تھا جو اس سے پہلے اسد خاں اور کشور خاں کے علاوہ اور کو نہ ملا تھا، اس علاقے کے بہت سے گاؤں اور دیہات مصطفیٰ خاں کی جاگیر میں شامل کر دیے مصطفیٰ خاں نے رفتہ رفتہ بادشاہ کو اپنا ایسا والہ و شیدا بنا لیا کہ علی عادل شاہ نے سلطنت کے تمام اُمور اسی کے سپرد کر دیے، یہاں تک کہ اپنی انگوٹھی بھی اسی کو دے دی نیز اسے حکم دیا گیا کہ وہ ہر معاملے میں اپنی رائے سے کام لے، بادشاہ کی ہدایت کا انتظار نہ کرے۔

جرہ اور چندر کونی کے قلعوں کی تسخیر کا ارادہ

چار ماہ کے عرصہ میں قلعہ نبکاپور پورے طور پر علی عادل شاہ کے قبضے میں آ گیا، وہاں کی تمام رعایا بخوشی اس کے حلقہ اطاعت میں آ گئی۔ علی عادل نے خود اسی قلعہ میں قیام کیا اور مصطفیٰ خاں کو بیس ہزار سوار، خزانہ، توپ خانہ اور دیگر لوازم لشکر کشی عطا کر کے جرہ اور چندر کوتی کے قلعوں کو فتح

اطاعت قبول کرنے اور اخراج ادا کرنے کی نصیحت کی۔ ان سب لوگوں نے شنکر نایک کی نصیحت پر عمل کیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے ساٹھ لاکھ پچاس ہزار ہون علی عادل شاہ کو بطور نذرانہ پیش کیے اور یہ وعدہ کیا کہ اس نواحہ کے تمام راجہ مشترکہ طور پر ہر سال ساڑھے تین لاکھ ہون شاہی خزانے میں داخل کرتے رہیں گے۔

سالانہ رقم کی ادائیگی

علی عادل شاہ نے ان تمام راجاؤں کو شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا اور وہ خوشی خوشی اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ علی عادل شاہ کے عہدِ حکومت میں ان راجاؤں نے بڑی باقاعدگی کے ساتھ مقررہ رقم ساڑھے تین لاکھ ہون ہر سال ادا کی۔ اس کے علاوہ یہ راجہ پوشیدہ طور پر مصطفیٰ خاں کی بھی خدمت کرتے رہے اور اسے ہر سال تیس۳۰ ہزار ہون اور موتی، یاقوت اور زبرجد وغیرہ پیش کرتے رہے۔

بہادر رانیاں

کہا جاتا ہے کہ اس علاقے کے تمام راجے اور رانیاں علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بادشاہ نے ان سب کو شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا تو دیول اور حلوی نامی رانیوں کو زنانہ خلعت پیش کیے گئے، ان بہادر عورتوں نے زنانہ خلعت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا "اگرچہ ہماری ظاہری صورت عورتوں کی سی ہے لیکن ہم اپنی تلوار کے سہارے جو جوہرِ مردانگی سمجھا جاتا ہے، اپنے اپنے ملک پر حکمرانی کرتی ہیں۔" علی عادل شاہ کو ان رانیوں کی گفتگو بہت پسند آئی اور انھیں مرصع تلواریں، تازی گھوڑوں اور مردانہ خلعت سے نوازا گیا۔

ان دونوں عورتوں نے ایک عرصے تک اپنے اپنے ملک پر حکمرانی کی۔ ان علاقوں میں یہ دستور رہا ہے کہ عنانِ حکومت عورتوں ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے، ان رانیوں کے شوہر طبقہ امرا میں سے ہوتے ہیں اور وہ دیگر امرا کی طرح رانیوں کی خدمت کرتے ہیں، ان شوہروں کو حکومت وسلطنت کے نظم ونسق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور

الغرض جب اس علاقے کے تمام حکمرانوں نے بادشاہ کی اطاعت کرلی تو علی عادل شاہ نے ہندری پنڈت کو جو قوم کا برہمن اور خاندان عادل شاہی کا قدیم اور وفادار نمک خوار تھا، ان علاقوں کا دیوان مقرر کیا۔ مصطفیٰ خاں کو ان ممالک کا با اختیار حاکم مقرر کیا گیا، وکالت کا منصب اور میر جملگی کا عہدہ افضل خاں شیرازی کو ملا اور پھر علی عادل شاہ بیجاپور واپس آگیا۔

تلکنڈہ کی تسخیر کا ارادہ

مصطفیٰ خاں کی سرشت میں وفاداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اس کی ہمیشہ

تعمیر کے لیے مناسب جگہ پہاڑ کے اوپر ہی ہے اس لیے اگر حضور یہاں تشریف لاکر بذاتِ خود معائنہ فرمائیں اور میری رائے کو پسند کریں تو پھر نیچے کا قلعہ مسمار کر کے پہاڑ کے اوپر ہی قلعہ بنایا جائے۔

چندر گونی میں نئے قلعے کی تعمیر

یہ خط وصول کرنے کے بعد علی عادل شاہ اپنے چند خاص درباریوں کے ہمراہ چندر گونی پہنچا، اس نے مصطفیٰ خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور پہاڑ کے اوپر قلعہ کی تعمیر کا حکم دے کر تلگوان کی راہ سے واپس بیجاپور آگیا۔ مصطفیٰ خاں نے ایک سال کے اندر اندر نیا قلعہ تیار کر لیا۔ علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کی التماس پر دوبارہ چندر گونی کا سفر اختیار کیا۔ نئے قلعے کو اس نے ملاحظہ کیا اور مصطفیٰ خاں کی محنت اور جفاکشی سے بہت خوش ہوا۔

علی عادل شاہ کا عزم کرور

اسی زمانے میں مصطفیٰ خاں نے چندر گونی کے قریبی قلعے کرور کے راجہ شنکر نایک کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا اور اسے اطاعت قبول کرنے کا پیغام دیا۔ شنکر نایک نے اس پیغام کو قبول کیا اور علی عادل شاہ کی قدم بوسی کے لیے چندر گونی میں حاضر ہوا۔ اس نے بادشاہ کو اپنے ملک کی سیر کی دعوت دی، بادشاہ نے یہ دعوت قبول کی، اس نے اپنا لشکر تو چندر گونی میں چھوڑا اور خود مصطفیٰ خاں اور اس کے پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ کرور کی طرف روانہ ہوا۔

حاکم کرور کی اطاعت

کرور کا قلعہ ایک ایسے پہاڑی علاقے میں واقعہ ہے، جہاں ہر چہار طرف درخت ہی درخت ہیں، راستہ بہت ہی تنگ ہے، کہیں کہیں تو یہ عالم ہے کہ ایک وقت میں ایک سوار سے زیادہ گزرنے کا راستہ ہی نہیں، یہ صورت دیکھ کر بادشاہ کے بہت سے ساتھی خوفزدہ ہوئے اور انھوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا، علی عادل شاہ نے اپنے ارکینِ سلطنت سے مشورہ کرنے کے بعد کرور کی حکومت شنکر نایک کے سپرد کی اور خود چندر گونی واپس آگیا۔

مصطفیٰ خاں نے بڑی دانش مندی سے کام لیا اور شنکر نایک سے کہا: "بادشاہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تمھارے اور اس علاقے کے دوسرے قلعوں پر قبضہ کر لے، مَیں نے بڑی منت سماجت سے اسے تمھارے علاقے سے واپس کیا ہے۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً اخراج دینا قبول کر لو نیز دوسرے راجاؤں کو بھی اس کے لیے راضی کر لو تاکہ میں بادشاہ کو سمجھا کر لشکر کشی کے ارادے سے باز رکھوں"

دوسرے راجاؤں کی اطاعت

شنکر نایک نے فوراً بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی اور دوسرے حکمرانوں یعنی ارسب نایک حاکم قلعہ چند جیرہ، بھرہ دیوی حاکم قلعۂ کنار آب، ہلوی حاکم قلعۂ ساحل عمان اور بندر باسلور، باکلو اور بادکلا کے راجوں کو علی عادل شاہ کی

علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کو بنکاپور ہی میں، اس نواح کے انتظامات کے لیے چھوڑا اور خود بیجاپور واپس آگیا۔ بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ برکی امراء نے علمِ بغاوت بلند کر کے اپنے اپنے پرگنوں پر قبضہ کر لیا ہے جو بیجانگر کی سرحد پر واقع ہیں تو اس نے مرتضیٰ خاں انجو کو ان پرگنوں کا جاگیردار مقرر کر دیا نیز اسے تین ہزار تیر انداز سواروں اور دکنی و حبشی امراء کے ساتھ برکیوں کی بغاوت کو کچلنے کے لیے روانہ کیا۔

برکیوں سے جنگ

سیف عین الملک کے قتل کے بعد مرتضیٰ خاں علی عادل شاہ کے عہدِ حکومت میں امراء کے طبقے میں شامل ہو گیا تھا مرتضیٰ اور برکی غداروں کے درمیان کئی بار لڑائی ہوئی، ان لڑائیوں میں طرفین کے بے شمار سپاہی کام آئے، ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ غالب و مغلوب میں تمیز کرنا دشوار ہو گیا، یہ صورتِ حال دیکھ کر مصطفیٰ خاں نے جو بنکاپور میں مقیم تھا، علی خاں کو علی عادل شاہ کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام دیا: "اپنے لشکر کو چوروں کے مقابلے پر بھیجنا، دانش مندی سے دور ہے، بہتر یہی ہے کہ باغیوں کو کسی بہانے سے بیجاپور میں طلب کیا جائے اور پھر ان کے ساتھ مناسب سلوک کیا جائے۔

علی عادل شاہ کی تدبیر

علی عادل شاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اس نے اسی پر عمل کیا، بادشاہ نے راسو پنڈت کو، جو ایک برہمن تھا اپنے چند قابلِ اعتبار اشخاص کے ہمراہ باغیوں کے پاس بھیجا، تاکہ وہ باغیوں کو سمجھا بجھا کر کسی طرح بیجاپور لے آئیں، ہندیا نایک نے اپنے گروہ کا بیجاپور جانا خلافِ دانش مندی سمجھا، اس نے ایک مجلسِ مشاورت منعقد کی جس میں تمام برکی سرداروں، سروپ نایک، رائے سورج مل دیو نایک اور تم نایک وغیرہ نے شرکت کی۔

ہندیا نایک کے خیالات

ہندیا نایک نے برکی امراء کو خطاب کیا اور کہا۔ جب سارا کرناٹک بادشاہ کے قبضے میں آنے والا تھا اور واقعات و حالات کے پیشِ نظر پورے یقین سے یہ کہا جا سکتا تھا کہ کرناٹک کی حکومت رام راج کے خاندان سے نکل کر علی عادل شاہ خاندان میں منعقد ہو جائے گی تو ہم نے اس وقت عادل شاہ کی مخالفت کی اور علمِ بغاوت بلند کیا، ہم نے بادشاہ کے راستے کا سنگِ گراں بن کر اس کو اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے سے روکا ہے۔ بادشاہ کی نظر میں ہمارا یہ فعل ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اس لیے مجھے یقین نہیں ہے کہ بادشاہ ہمیں معاف کر دے گا، اس کے برعکس میرا خیال ہے کہ مسلمان ہمیں دھوکا دے کر بیجاپور لے جانا چاہتے ہیں اور پھر وہاں ہم کو قتل کر ڈالیں گے۔

باغیوں کی بیجاپور میں آمد

برکی امیروں نے ہندیا نایک کی باتوں کو قابلِ التفات نہ سمجھا

یہی خواہش رہی تھی کہ اس کے آقا کی سلطنت میں روز بروز وسعت پیدا ہوتی جائے اس مقصد کے پیش نظر اس نے اپنے ایک معتبر امیر علی خاں نامی کو علی عادل شاہ کی خدمت میں بھیجا اور اس سے نلگنڈہ کو فتح کرنے کی اجازت طلب کی۔ نلگنڈہ، کرناٹک کا پایۂ تخت تھا۔ جب مصطفیٰ خاں کا قاصد بادشاہ کے پاس پہنچا تو وہ بہت خوش ہوا کیونکہ اس کی خود اپنی بھی یہی خواہش تھی، لہٰذا اس نے فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا۔

تنکناوری کا فرار

علی عادل شاہ بڑی شان و شوکت سے بیجاپور سے روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے قلعۂ ادونی کا معائنہ کیا اور پھر آگے بڑھا۔ جب بادشاہ بیکاپور کے قریب پہنچا تو مصطفیٰ خاں اپنے لشکر اور ترکی امراء کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں سے عادل شاہی لشکر نلگنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ تنکناوری میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتا لہٰذا اسے جب عادل شاہی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ اپنے تمام مال و دولت ہاتھیوں اور دیگر قیمتی سامان کو ساتھ لے کر چندرگیری کی طرف فرار ہو گیا۔ اس نے قلعے کو اپنے ایک خاص مقرب کے حوالے کر دیا۔

اہلِ شہر کی خستہ حالی

علی عادل شاہ نلگنڈہ پہنچا۔ اس نے پہلے تو شہر کے مختلف حصوں اور قلعے کو اپنے امراء میں تقسیم کیا اور پھر ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ مورچل مقرر کیا، تین مہینے تک عادل شاہی لشکر سرگرم عمل رہا، اہلِ شہر تک غلہ پہنچنے کے تمام راستے بند تھے عین ممکن تھا کہ شہر والے بادشاہ سے امان کے طالب ہو کر قلعہ کو عادل شاہ کے سپرد کر دیتے کہ تنکناوری کو ان حالات کا علم ہو گیا۔ اس نے آٹھ لاکھ ہون اور پانچ ہاتھی ہندیا ہتم نایک کے پاس بھیجے، ہندیا ہتم عادل شاہ کے برگی امراء کا ایک بڑا سردار تھا۔ یہ رشوت اس لیے بھیجی گئی تھی کہ ہندیا ہتم اپنے آقا سے غداری کرے اپنے چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ مورچل سے فرار ہو جائے۔

برگی امراء کی غداری

ہندیا ہتم نے تنکناوری کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ سے غداری کی اپنے چار ہزار سواروں کے ساتھ شاہی لشکر کو نقصان پہنچا کر علحدہ ہو گیا۔ دوسرے روز چار دیگر برگی امراء نے بھی ہندیا کے اکسانے پر بادشاہ کی مخالفت کی اور اپنے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ ہندیا سے جا ملے۔ یہ لوگ چوری اور ڈاکہ زنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ انھوں نے اپنے اس فن کا مظاہرہ کیا اور عادل شاہی لشکر کو پریشان کرنے لگے، غلہ اور چارہ وغیرہ چرانے میں ان لوگوں نے بڑی مستعدی دکھائی، اس صورت حال کے پیش نظر علی عادل اور مصطفیٰ خاں محاصرے سے دستبردار ہو گئے اور بیکانگر کے قریب جا پہنچے۔

علی عادل شاہ کے پاس روانہ نہ کیا۔

انھیں دنوں مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے امیر علی برید پر حملہ کر دیا برید، علی عادل شاہ سے مدد کا طالب ہوا۔ علی عادل شاہ نے دو ہزار سوار اس کی مدد کے لیے روانہ کیے۔ برید اس سے متاثر ہوا اور اس نے وہ دونوں حسین خواجہ سرا جن کو علی عادل نے طلب کیا تھا بیدر سے بیجا پور بھیج دیے۔

وفات

یہ دونوں خواجہ سرا جب بیجا پور پہنچے، ان کو اپنے یہاں آنے کی وجہ معلوم ہوئی تو ایک خواجہ سرا کو بہت ناگوار گزرا۔ اس نے علی عادل شاہ کا کام تمام کرنے کا ارادہ کر لیا، جس روز یہ دونوں خواجہ سرا شاہی حضور میں پیش ہوئے، اسی رات متذکرہ بالا خواجہ سرا نے علی عادل شاہ کو چاقو سے قتل کر دیا یہ حادثہ ۲۳ صفر ۹۸۹ھ کو وقوع پذیر ہوا، اس کا مادہ تاریخ "ظلم دید" سے برآمد ہوتا ہے، ملا رضائی مشہدی نے علی عادل شاہ کا بہت ہی غم انگیز اور جان گداز مرثیہ لکھا۔ ملک کے تمام امیر اور جملہ ارکین سلطنت اس سانحہ دل شکن سے بے حد افسردہ ہوئے۔

تجہیز و تکفین

بادشاہ کے مصاحبوں اور ندیموں مثلاً مرتضیٰ خاں، شاہ فتح اللہ شیرازی، شاہ ابوالقاسم انجو وغیرہ اور سادات و علماء جن میں میر شمس الدین اصفہانی بھی شامل تھے بادشاہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے، بادشاہ کو شہر کے اندر ایک نمایاں جگہ پر دفن کیا گیا، اس کا مزار اب "روضہ علی" کے نام سے مشہور ہے۔

علی عادل شاہ کی سخاوت

علی عادل شاہ کے قتل کے دوسرے روز ابراہیم عادل شاہ ثانی نے (جو علی عادل شاہ کا جانشین ہوا) دونوں خواجہ سراؤں کو قتل کروا دیا۔ علی عادل کے عہدِ حکومت کی کئی عمارتیں اب بھی باقی ہیں (مثلاً بیجا پور کی جامع مسجد، شاہ پور کا تالاب) علی عادل بہت ہی سخی اور وسیع القلب انسان تھا۔ اس کے باپ ابراہیم عادل اوّل نے اپنے پیچھے ایک کروڑ طلائی ہون بے شمار قیمتی جواہرات اور قیمتی ہیرے چھوڑے تھے۔ علی عادل نے یہ تمام خزانہ نیز اپنے عہد کی تمام دولت ایران، توران، عرب، روم اور دوسرے ملکوں کے عالموں فاضلوں اور مستحقین میں تقسیم کر دی۔

شہنشاہ اکبر کے سفیر

جس وقت علی عادل شاہ کا انتقال ہوا اس وقت شاہی خزانے میں صرف وہی رقم تھی، جو آخر زمانے میں مصطفیٰ خاں کی کوشش سے کرناٹک سے حاصل ہوئی تھی، اور کچھ نہ تھا، بلکہ اس رقم کا بھی بڑا حصہ مستحقین میں تقسیم کیا جا چکا تھا۔ علی عادل شاہ کے عہدِ حکومت میں شہنشاہ اکبر کے دو سفیر مختلف اوقات میں بیجا پور آئے۔ علی عادل نے ان

اور جلد از جلد تیار ہو کر بیجاپور کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہندیا نایک نے ان کا ساتھ نہ دیا اور تلنگانہ چلا گیا اور وہاں تنکنا دری کی ملازمت اختیار کر لی، بیجاپور میں سب سے پہلے جوترائے پہنچا، بادشاہ نے اسے خلعت اور منصب امارت سے سرفراز کیا۔ یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی اور تمام باغی یکے بعد دیگرے بیجاپور میں آنے لگے۔

باغیوں کا قتل

جب تمام باغی بیجاپور میں جمع ہو گئے تو علی عادل شاہ کی آتش انتقام بھی بھڑک اٹھی اس نے جوترائے کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ بھوج مل نایک دیونایک اور تم نایک کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر قتل کیا گیا، ان کی لاشوں کو تختوں پر ڈال کر سارے شہر میں پھرایا گیا، الغرض اس طرح مصطفیٰ خاں کے مشورے سے علی عادل شاہ نے باغیوں کو ختم کیا۔

شہزادہ ابراہیم کی تخت نشینی

علی عادل شاہ کے گھر میں کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا تھا، اس لیے اس نے اپنے بھائی کے بیٹے شہزادہ ابراہیم بن طہماسپ کو ماہ شوال ۹۸۷ھ میں اپنا ولی عہد مقرر کیا، اسی مہینے شہزادہ ابراہیم کی رسم ختنہ عمل میں آئی اور ایک بہت بڑا جشن مسرت منعقد ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جس روز شہزادہ کا ختنہ ہوا تھا، اس رات رسم کے مطابق شہزادے کو سرخ لباس پہنا کر شہر میں پھرایا گیا۔ شہر کی سڑکوں پر دونوں طرف آتش بازی کے درخت اور گولے وغیرہ آویزاں کیے گئے۔ اتفاق سے بارود میں آگ لگ گئی، اس وجہ سے تقریباً سات سو آدمی مارے گئے، لیکن خداوند تعالیٰ کے کرم سے شہزادہ ابراہیم کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

علی عادل شاہ کا کردار

علی عادل شاہ بہت ہی عالی ظرف انسان تھا۔ وہ ہر خاص و عام کو اپنے لطف و کرم سے خوش رکھتا، اس کا عہدِ حکومت سبھی کے لیے موجب خیر و برکت تھا، ملکوں اور قلعوں کی تسخیر اور حبشی و برگی امیروں کی سرزنش کے بعد وہ کبھی تو خلوت میں آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرتا اور کبھی تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہو کر رعایا کی فلاح و بہبود کے بارے میں سوچتا، وہ تمام اچھی اور اعلیٰ عادات و خصائل کا مجموعہ تھا، ان سب کے ساتھ حسن پرستی اور جمال دوستی بھی اس کا شیوہ تھا

جمال دوستی

اسے خوبصورت خواجہ سراؤں اور غلاموں کو جمع کرنے کا بہت شوق تھا، ایک مرتبہ علی عادل شاہ نے اپنا ایک قاصد امیر برید کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس دو نہایت ہی حسین اور خوبصورت خواجہ سرا ہیں، تم فوراً ان خواجہ سراؤں کو میرے پاس روانہ کر دو۔" امیر برید نے چند دن تک ٹال مٹول کی اور خواجہ سراؤں کو

ابراہیم عادل شاہ ثانی

تخت نشینی

علی عادل شاہ کی وفات کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی مسندِ حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ اگرچہ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر صرف دس سال کی تھی، لیکن اس کی ذہنی صلاحیت عمر کے لحاظ سے کہیں زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے تمام ارکینِ سلطنت کو بڑی خوش اسلوبی سے اپنا بنا لیا۔ درباریوں نے بادشاہ پر روپے اور اشرفیاں نچھاور کیں اور بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا دکانداروں نے اپنی دکانوں کو طرح طرح کے ریشمی کپڑوں سے آراستہ کیا، ہندوستان کے دستور کے مطابق مٹی کے برتنوں میں روپے بھر بھر بادشاہ پر نچھاور کیے گئے۔

ابراہیم نے ابتدائی عمر ہی میں سپہ گری کے فن میں کمال حاصل کیا۔ قرآن ختم کیا اور دیگر علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ الغرض اس نے اپنی نوعمری کے زمانے کو عام نوعمروں کی طرح فضولیات میں صرف نہ کیا۔

کامل خاں دکنی

ابراہیم کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں چند درباریوں نے اقتدار حاصل کر کے سلطنت کے تمام امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، چونکہ امراء کا تذکرہ، اس قابل ہے کہ اس کتاب میں درج کیا جائے، لہٰذا مختصر بیان کیا جاتا ہے کہ مشہور عادل شاہی امیر کامل خاں دکنی علی عادل شاہ کے عہدِ حکومت میں برسرِ اقتدار آیا۔ اس نے قلعہ مرچ کی تسخیر کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں اور تمام ملکی و سیاسی امور کا مختار ہو گیا۔

کامل خاں کا اقتدار

کامل خاں دکنی نے اپنے اعتباری مقربین کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے گردہ مقرر کیا۔ قلعے کے تھانیدار کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اس نے بادشاہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ علی عادل شاہ کی بیوی چاند بی بی کو سونپا بدھ اور جمعہ کے علاوہ ہر روز وہ ابراہیم کو شاہی محل سے نکال کر دربار میں لاتا اور تمام لوگوں کو بادشاہ کے حضور میں آنے کا موقع دیتا اور بڑی خوش اسلوبی اور دیانتداری کے ساتھ تمام امور سلطنت کو انجام دیتا۔

دونوں کی بے حد تعظیم و تکریم کی۔ اکبر کا پہلا سفیر حکیم علی گیلانی تھا، جو بہت سے گراں قدر تحفے تحائف لے کر واپس ہوا۔ دوسرا حکیم عین الملک تھا۔ یہ ان دنوں بیجاپور ہی میں مقیم تھا۔ جب بادشاہ کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ اس لیے عین الملک بغیر کسی تحفے ہی کے واپس، اکبر کے پاس چلا گیا۔

کی مدد نہ کی، گھر پہنچ کر کامل خاں دکنی یہاں سے فرار ہوجانے کی تیاری کرنے لگا۔

کامل خاں دکنی کا قتل

حاجی کشور خاں اور اس کے ساتھیوں کو یہ وہم بھی نہ تھا کہ کامل خاں دکنی ایسی برق رفتاری سے کام لے کر محل سے فرار ہوجائے گا، پہلے تو انھوں نے کچھ دیر تک اسے قلعے ہی میں تلاش کیا آخرکار انھیں معلوم ہوگیا کہ وہ حصار سے نیچے اتر کر اپنے گھر جاچکا ہے ان لوگوں نے ایک جماعت کو کامل خاں کے گھر کی طرف بھیجا کہ اس کو گرفتار کرکے لایا جائے، کامل کو اس کی اطلاع ہوگئی، اس نے اپنی تمام دولت اور نقد رقم کو ساتھ لیا اور سات آٹھ ساتھیوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا لیکن ابھی وہ کچھ دور ہی پہنچا ہوگا کہ کشور خاں کے آدمیوں نے اس کو گرفتار کرلیا اور اس خوف سے کہ کہیں اس کے ساتھی اسے بچانے کی کوشش نہ کریں اس کا سر تن سے جدا کردیا اور اس کے تمام مال واسباب اور دولت وغیرہ کو لوٹ لیا۔

کشور خاں کا اقتدار

اس واقعہ کے بعد حاجی کشور خاں نے تمام امور سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور چاند بی بی کے مشورے کے مطابق بڑی مستقل مزاجی سے اپنے فرائض انجام دینے لگا، اسی زمانے میں یہ اطلاع ملی کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا سر نوبت بہزاد ملک ترک پندرہ ہزار سواروں کا لشکر لے کر عادل شاہی سرحد کے بعض پرگنوں کو فتح کرنے کے لیے آرہا ہے، کشور خاں نے فوراً بادشاہ کو اس خبر سے آگاہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے حکم کے مطابق عین الملک، انکش خاں اور دوسرے عبشی امراء اخلاص خاں اور دلاور خاں وغیرہ کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ بہزاد ملک ترک کے مقابلے کے لیے روانہ کیا گیا۔

عادل شاہی اور نظام شاہی لشکروں میں جنگ

یہ تمام امراء شاہ درک کے قریب پہنچے اور چند روز اس جگہ قیام کیا بعد ازاں نظام شاہی لشکر پر حملہ کرنے کے لیے جو پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھا، آگے بڑھے جب بہزاد ملک کو عادل شاہی لشکر کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اپنی فوج کو منظم و مرتب کیا اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگا طرفین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں عادل شاہی لشکر کو کامیابی ہوئی اور نظام شاہی فوج میدانِ جنگ سے فرار ہوگئی۔

عادل شاہی لشکر کی فتح

جو امراء شریکِ جنگ تھے، انھوں نے فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ سارے شہر میں فتح کی خوشی منائی گئی، تمام کوچوں اور بازاروں میں شربت تقسیم کیا گیا، کشور خاں نے اس خوشی میں چاند بی بی کے حکم کے مطابق تمام امیروں کو خلعت عطا

غرور کا نشہ

ڈیڑھ ماہ تک تو کامل خاں دکنی کا یہی انداز رہا، لیکن بعد میں نشۂ اقتدار، جادو کی طرح سر پر چڑھ کر بولا وہ اپنی قوت پر نازاں ہو کر عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگا، یہاں تک کہ اس نے چاند بی بی سے بھی بے ادبی کی۔ چاند بی بی، کامل خاں کی اس حرکت کو برداشت نہ کر سکی، اور اس نے غصہ میں آکر حاجی کشور ولد کمال خاں کو یہ پیغام بھیجا "کامل خاں دکنی اب منصب وکالت کے قابل نہیں رہا، میری خواہش ہے کہ یہ خدمت اب تم سنبھال لو، لہٰذا جس طرح بھی ممکن ہو کامل خاں کو ٹھکانے لگا دو۔ اس معاملے میں عجلت سے کام لینا اگر ذرا بھی تاخیر ہو گئی تو پھر کامل خاں کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جائے گی اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

کشور خاں کا ہنگامہ

حاجی کشور خاں کو جب یہ پیغام ملا تو وہ بے انتہا خوش ہوا، اس نے چار سو مسلح آدمیوں کو ساتھ لیا اور سبز محل کی طرف روانہ ہوا، جہاں کامل خاں دیوان داری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ کشور خاں نے قلعے کے اندر پہنچ کر قلعے کا دروازہ اندر کی طرف سے بند کر لیا اور تھانیدار کو قید کر لیا، بعد ازاں وہ سبز محل کی طرف بڑھا۔ کامل خاں کو ان تمام حالات کی خبر نہ تھی۔ اسے جب کشور خاں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے شاہی حرم سرا کی طرف بھاگا اسے خیال تھا کہ چاند بی بی اس کی جان کی حفاظت کرے گی۔ کامل خاں کو اس کے چند وفاداروں نے بتایا کہ یہ سب کچھ چاند بی بی کے اشارے سے ہو رہا ہے لہٰذا اس سے مدد کی توقع رکھنا بے کار ہے۔

کامل خاں کی پریشانی

کامل خاں کو یہ سُن کر بہت حیرت ہوئی، لہٰذا اس نے چاند بی بی سے مدد طلب کرنے کا خیال ترک کر دیا اور دشمن سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگا۔ اسے جب یہ معلوم ہوا کہ قلعے کے دروازے پر حاجی کشور خاں نے قبضہ کر رکھا ہے تو وہ شاہی محل کے پیچھے کی قلعے کی دیوار پر چڑھ گیا اور نیچے چھلانگ دی، وہ پانی سے بھری ہوئی خندق میں گرا اور تیرتا ہوا پار اُتر گیا۔ یہاں سے وہ شہر میں چلا گیا، چونکہ ابھی اس کی زندگی کے کچھ دن باقی تھے لہٰذا اہلِ شہر نے اسے نہ پہچانا۔

گھر کا راستہ

کامل خاں دکنی قلعۂ ارک کی خندق کے قریب باغ دوازدہ امام تک گیا پھر درختوں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا حصار شہر پر جا پہنچا، یہ حصار بارہ گز اونچا تھا۔ حصار سے نیچے اترنے کے لیے اُس نے یہ اہتمام کیا کہ اپنی پگڑی، شال اور کمر بند کو ایک دوسرے سے باندھ کر ایک کمند سی بنائی اور اس کا ایک سرا دیوار کے کنگرے سے باندھ کر نیچے اُتر گیا اور اسی پریشانی اور بدحواسی کے عالم میں اپنے گھر میں جو شہر سے باہر تھا، جا پہنچا۔ سبز محل سے لے کر گھر تک پہنچنے میں کسی شخص نے اس

محمد امین کی بات کا اعتبار کر لیا اور اسے ایک عمدہ اور آرام دہ مکان میں ٹھہرایا۔ محمد امین نے مصطفیٰ خاں کو کہلوایا "چونکہ اس وقت رات ہے اس لیے میں شاہی فرمان صبح کے وقت دیوانِ عام میں پڑھ کر سناؤں گا"۔ رات کو جب سب لوگ سو گئے تو امین نے نایک اور دوسرے تمام راجاؤں کو مصطفیٰ خاں کے قتل کے لیے راضی کر لیا۔ صبح کو جب مصطفیٰ خاں نماز اور تلاوت قرآن سے فارغ ہوا تو ان ظالموں نے اسے قتل کر دیا۔

ایک قابل نجومی

کہا جاتا ہے کہ بنکاپور میں ایک بوڑھا نجومی تھا جو ہمیشہ صحیح پیشین گوئیاں کیا کرتا تھا وہ آئندہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات دو تین سال پہلے ہی بتا دیا کرتا تھا بنکاپور کے قلعے کے بارے میں بھی اس نے بہت پہلے یہ کہا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب یہ قلعہ مصطفیٰ خاں نامی ایک امیر کے ہاتھوں فتح ہو گا۔ مصطفیٰ کو جب اس نجومی کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے نجومی کو بلوا کر اس سے اپنا زائچہ بنوایا اور اپنے آئندہ حالات کے بارے میں استفسار کیا۔

پیشین گوئی

پہلے تو نجومی نے کچھ بتانے سے انکار کیا، لیکن جب مصطفیٰ خاں نے بے حد اصرار کیا تو اس نے کہا "ستاروں کی چال سے یہ ثابت ہے کہ فلاں سال میں پایۂ تخت کا ایک مشہور امیر سازش کر کے تمھیں اسی محل میں قتل کر دے گا، لیکن وہ امیر خود بھی چین نہ پائے گا اور پایۂ تخت سے فرار ہو کر تلنگانہ میں پناہ گزیں ہو گا اور وہاں ایک شخص کے ہاتھوں مارا جائے گا"۔ نجومی کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح نکلی اور تمام لوگ اس کے کمال کے قائل ہو گئے۔

کشور خاں کی تباہی کی داستان

کشور خاں کی تباہی و بربادی کی داستان یہ ہے کہ جب مصطفیٰ خاں کے قتل کی خبر بیجاپور پہنچی تو چاند بی بی کو اس کا بہت ملال ہوا، کیونکہ مصطفیٰ خاں سید زادہ تھا اور چاند بی بی سید زادوں کا بہت احترام کرتی تھی، اس وجہ سے چاند بی بی کو کشور خاں سے نفرت ہو گئی اور اسے نہایت سخت الفاظ میں یاد کرنے لگی، کشور خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے پہلے تو چشم پوشی کی اور بعد ازاں چاند بی بی پر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کو سلطنت کے تمام رازوں سے آگاہ کرتی رہتی ہے اور اسے عادل شاہی سرحد پر قبضہ کرنے کے لیے اکساتی رہتی ہے۔

چاند بی بی کے خلاف سازش

کشور خاں نے ابراہیم عادل شاہ ثانی کو چاند بی بی کے خلاف بھڑکایا اور یہ مشورہ دیا کہ "چاند بی بی کو کچھ عرصہ کے لیے قلعہ ستارا میں قید کر دینا چاہیے، جب نظام شاہی جھگڑوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے تو اسے شاہی محل میں واپس بلا لیا جائے"

کیا، الغرض عادل شاہی لشکر کی کامیابی سبھی کے لیے مبارک ثابت ہوئی۔

ہاتھیوں کی واپسی کا معاملہ

اس کے بعد کشور خاں نے چاند بی بی کے مشورے اور ہدایت کے مطابق امراء کے نام احکام جاری کیے کہ نظام شاہی لشکر کے جو ہاتھی انہیں ہاتھ لگے ہوں وہ شاہی اصطبل میں داخل کر دیے جائیں، امراء نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ بعضوں نے یہ رائے دی کہ چاند بی بی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جائے، جس میں اصل حقیقت بیان کی جائے نیز چاند بی بی سے یہ درخواست کی جائے کہ کشور خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ مصطفیٰ خاں کو مقرر کیا جائے۔

امراء کے مشورے

بعض امراء نے یہ مشورہ دیا کہ چونکہ اس وقت ملک بہزاد کی شکست کی خبر سُن کر مرتضیٰ نظام شاہ بذاتِ خود لڑنے کے لیے اس طرف آ رہا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ فی الحال خاموش رہیں اور نظام شاہ کے فتنے کو دبا کر خود پایۂ تخت میں حاضر ہوں اور چاند بی بی کی رائے کے مطابق اس معاملے کو طے کریں۔

مصطفیٰ خاں کے خلاف سازش

کشور خاں کو کسی نہ کسی طرح امراء کے ارادے کی اطلاع ہو گئی، اس نے چاند بی بی کے توسط سے مصطفیٰ خاں کے قتل کا فرمان حاصل کر لیا اور اس پر شاہی مہر لگا کر، ایک شخص محمد امین نامی کے ہاتھ مرزا نورالدین محمد کے پاس روانہ کر دیا۔ مرزا نورالدین محمد مشہدی سید تھا، ایک لڑائی میں وہ گرفتار ہُوا تھا اور پھر مصطفیٰ خاں کی عنایت سے شاہی اُمراء کے گروہ میں داخل ہو گیا تھا۔ کشور خاں نے مرزا نورالدین کو پیغام دیا کہ "مصطفیٰ خاں کو فوراً قتل کر دو۔ اس کے بعد مصطفیٰ خاں کی تمام جاگیر اور مال و دولت کا مالک تمہیں بنا دیا جائے گا۔"

مرزا نورالدین کی احسان فراموشی

مرزا نورالدین نے کشور خاں کا پیغام سنتے ہی مصطفیٰ خاں کے تمام احسانات کو فراموش کر دیا اور محمد امین کو قلعہ کی طرف روانہ کیا اور اس کے ہاتھ اہلِ قلعہ کو پیغام بھیجا۔ مجھے معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہُوا ہے کہ مصطفیٰ خاں نے اہلِ قلعہ کو قتل کر کے، قلعہ کو نایک کے سپرد کر دینے کا ارادہ کیا ہے، نیز اس کی خواہش ہے کہ بغاوت و سرکشی سے کام لے کر جاگیر پر قبضہ کر لے۔ اس وقت تمہارا یہ فرض ہے کہ تم شاہی فرمان کے مطابق عمل کرو اور مصطفیٰ خاں سے بالکل نہ ڈرو۔ اس کے صلے میں تمہیں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

مصطفیٰ خاں کا قتل

محمد امین شام کے وقت قلعہ میں داخل ہُوا اور اس نے مصطفیٰ خاں کو یہ اطلاع دی کہ میں ایک انتہائی ضروری فرمان لے کر حاضر ہُوا ہوں۔ مصطفیٰ خاں نے

پھر پایۂ تخت میں پہنچ کر کشور خاں کا خاتمہ کیا جائے، بعد ازاں نظام شاہیوں سے مقابلہ کر کے ان کے ہنگامے کو ختم کیا جائے۔

بدو میاں کی گرفتاری

اخلاص خاں نے یہ مشہور کیا کہ بیجاپور سے خبر آئی ہے کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے، اسی خوشی میں اس نے ایک جشن عیش و عشرت منعقد کیا اور بدو میاں کو اپنے گھر پر مدعو کیا، اس نے چند ہاتھی بھی فراہم کر دیے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ ان کو بدو میاں کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرے گا۔ بدو میاں، اخلاص خاں کے جال میں پھنس گیا اور اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ اس کے گھر آیا، اخلاص خاں نے بھی اس کے ساتھ وہی کچھ کیا جو اس نے دیگر امراء کے لیے سوچ رکھا تھا۔

امراء کا عزم بیجاپور

میاں بدو کو گرفتار کرنے کے بعد ان حبشی اُمراء نے بیجاپور کا سفر اختیار کیا، یہ سب کچھ چونکہ انتہائی عجلت میں ہوا تھا اس لیے اُمراء کے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا۔ عین الملک اور آنکش خاں ایک دوسرے راستے سے اپنی جاگیروں کی طرف روانہ ہو گئے، کشور خاں کو یہ خبر معلوم ہوئی، اگرچہ وہ ان حبشی امراء سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا، تاہم ظاہری طور پر اس نے مقابلے کے لیے تیاری شروع کر دی۔

کشور خاں پر لعنت ملامت

کشور خاں نے بادشاہ کی دلجوئی کے لیے ایک بہت بڑا جشن عیش و عشرت اپنے مکان پر منعقد کیا اور بادشاہ کو بھی وہاں لے کر آیا، اس نے بادشاہ کی خدمت میں طرح طرح کے گراں قدر تحفے پیش کیے، لیکن اس طریق کار کا کوئی فائدہ نہ ہوا، وہ جب شہر میں نکلتا تو عام لوگ یہاں تک، کہ عورتیں بھی اس کو لعنت ملامت کرتیں اور یہ کہتیں "یہی وہ بدبخت کشور خاں ہے جس نے مصطفیٰ خاں جیسے عالی نسب انسان کو قتل کر دیا، یہی وہ سیاہ کار ہے جس نے انتہائی بے ادبی کے ساتھ چاند بی بی کو قید کر رکھا ہے"۔

کشور خاں کو اس بات کا پورا پورا اندازہ ہو گیا کہ ساری رعایا اس سے نفرت کرتی ہے۔ جب اُسے یہ علم ہوا کہ حبشی امراء بیجاپور سے صرف ایک منزل کے فاصلے پر ہیں تو وہ بادشاہ کو شکار کے بہانے شہر سے باہر لے گیا۔ کلاغ باغ میں تھوڑی دیر قیام کیا گیا، پھر کشور خاں نے بادشاہ سے کہا "آج بڑی گرمی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ آج شکار کا ارادہ ملتوی کیا جائے، حضور تو شہر میں تشریف لے جائیں، میں ذرا شاہ پور کے بازاروں میں گھوم پھر آؤں اور سیر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

کشور خاں کا قتل

بادشاہ قلعۂ ارک میں چلا آیا۔ کشور خاں چار سو سواروں اور بے شمار دولت ساتھ

ابراہیم اپنی کم عمری کی وجہ سے بالکل مجبور تھا، سلطنت کے معاملات میں اس کی رائے کی کوئی خاص وقعت نہ تھی، کشور خاں اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سخت بے قرار تھا، چاند بی بی شاہی حرم سے باہر نکلنے کا نام نہ لیتی تھی اس کے علاوہ محل کی بوڑھی عورتیں اور قدیم خواجہ سرا بھی چاند بی بی کو زبردستی باہر لے جانے میں مانع آتے تھے۔

چاند بی بی کی نظر بندی

کشور خاں نے جب یہ دیکھا کہ چاند بی بی کسی طرح قابو میں نہیں آتی تو اس نے خواجہ سراؤں اور عورتوں کو شاہی محل میں بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ چاند بی بی کو زبردستی اٹھا لائیں، ان لوگوں نے کشور خاں کے حکم کی تعمیل کی اور چاند بی بی کو بہ جبر شاہی محل سے نکال کر ایک پالکی میں بٹھا دیا اور یوں وہ قلعہ ستارا میں لے جا کر نظر بند کر دی گئی۔

میاں بدو کی سپہ سالاری

کشور خاں نے اپنی اس ناشائستہ حرکت کو اپنی بہت بڑی کامیابی گردانا اور پہلے سے بھی زیادہ غرور و تعصب سے کام لینے لگا، اس نے میاں بدو نامی ایک شاہی امیر کو، جو اس کا مقرب خاص تھا، امرائے سرحد کا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے ایک بہت بڑے لشکر، ہاتھیوں اور گھوڑوں کے ساتھ شاہ درک کی طرف روانہ کیا۔ دکنی اور حبشی امرا نے جب میاں بدو کی آمد کی خبر سنی تو وہ اس کے استقبال کے لیے آئے اور اسے بڑی عزت کے ساتھ لشکر گاہ میں لائے۔

کشور خاں کی تجویز

میاں بدو ایک سمجھدار، دانش مند، تجربہ کار اور جہاں دیدہ مرد تھا، اس نے آنکس خاں اور عین الملک سے بہت سے وعدے وعید کیے اور انھیں کشور خاں کا بہی خواہ بنا لیا۔ اس کے بعد وہ دیگر امرائے لشکر کو مغلوب کرنے کی تجویزیں سوچنے لگا۔ کشور خاں نے میاں بدو کے نام اس مضمون کا ایک فرمان روانہ کیا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ لشکر کے امرا اپنی قوت پر بہت نازاں ہیں اور بادشاہ کی اطاعت سے کسی حد تک منحرف ہیں، جس طرح بھی ہو سکے تم انھیں قید کر لو اور شاہ درک کے قلعے میں نظر بند کر دو۔ اور ان کے گھوڑے اور ہاتھی بارگاہِ شاہی میں روانہ کر دو۔ ان تمام اُمور کے سلسلے میں انتہائی احتیاط سے عمل کرنا۔"

بدو میاں کا منصوبہ

بدو میاں خود کسی حد تک حریص انسان تھا اور وہ سپہ سالاری کے منصب پر فائز ہونے کا خواہاں تھا، اس نے کشور خاں کے حکم کی تعمیل کا ارادہ کر لیا اور حمید خاں اور اخلاص خاں کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنانے لگا، اس نے ان لوگوں کو اپنے گھر پر دعوت کے بہانے بلا کر گرفتار کرنے کی تجویز سوچی، امرا کے گروہ کو بدو میاں کے ارادے کا علم ہو گیا انھوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے یہ طے کیا، پہلے تو بدو میاں کو ہی دعوت کے بہانے قید کیا جائے اور

رہائی

یہ سن کر عین الملک بہت پریشان ہوا، اس نے گرفتار شدہ امراء کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور فوراً واپس ہوگیا۔ مقصود خاں نامی ایک شاہی غلام نے ایک جماعت کے ساتھ ان لوگوں کا مقابلہ کیا، یہ لوگ ابھی شہر سے باہر بھی نہ نکلے تھے کہ مقصود خاں کے ہاتھ وہ ہاتھی لگ گئے، جن پر اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کو، عین الملک نے پابہ زنجیر کرکے بٹھا رکھا تھا، مقصود خاں نے ان ہاتھیوں کو روک لیا اور شہر سے باہر نہ جانے دیا اس نے فوراً مقید امراء کو ہاتھیوں سے اُتارا اور ان کی زنجیروں کو کاٹ دیا۔ یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عین الملک اپنی جاگیر کی طرف روانہ ہوگیا۔

طوائف الملوکی

عین الملک نے بہت سے امیروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور انھیں حبشیوں کی اطاعت کرنے سے منع کردیا جو دوبارہ برسرِ اقتدار آگئے تھے، اس وجہ سے پایۂ تخت میں سخت انتشار پھیل گیا، نظام شاہی حکام جو موقع کے منتظر تھے، انھوں نے اس طوائف الملوکی سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا اور عادل شاہی علاقے کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔

بہزاد ملک جو شکست کھا کر، عادل شاہی علاقے سے کچھ فاصلے پر مقیم تھا اس نے اس طوائف الملوکی اور انتشار کی خبر سُنی اس نے برار کے امیر امراء، مرتضیٰ خاں کو ساتھ لیا اور پھر معرکہ آرائی کے لیے آیا۔ ۹۸۹ھ میں فرمان روائے تلنگ ابراہیم قطب شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا محمد قلی شاہ بہت چھوٹی عمر میں اس کا جانشین ہوا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے امراء کے مشورے سے نظام شاہیوں سے مل کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پرگنوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔

قلعۂ شاہ درک پر نظام شاہی قبضہ

مرتضیٰ نظام نے سب سے پہلے بہزاد ملک اور سید مرتضیٰ کی معاونت میں شاہ درک کا قلعہ فتح کیا۔ بعد ازاں اس نے قلعۂ گلبرگہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ بادشاہ جلد از جلد گولکنڈہ سے شاہ درک پہنچ گیا اور بہزاد الملک اور سید مرتضیٰ نے اس قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ دشمن نے تین اطراف سے قلعے پر توپیں اور منجنیقیں نصب کیں صبح سے لے کر شام تک جنگ ہوتی رہی اور یہ لوگ قلعے کو فتح کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

اس قلعے کے تھانیدار، محمد آقا نے بڑی بہادری اور جرأت کا ثبوت دیا، اس نے ہر ممکن طریقے سے دشمن کی مدافعت کی اسے یہ معلوم تھا کہ بیجاپور میں طوائف الملوکی کا دَور دَورہ ہے اس لیے وہاں سے کسی قسم کی مدد لینا مشکل ہے، لیکن اس نے پھر ہمت سے کام لے کر دشمن کو اپنے آپ پر غالب نہ آنے دیا وہ روزانہ آلات آتش بازی سے نظام شاہی اور قطب شاہی افواج کے سپاہیوں کو ہلاک کرتا۔

لے کر اپنے بال بچوں سے علٰحدہ ہو کر احمد نگر کی طرف بھاگ گیا، اس نے بڑی برق رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کیں اور نظام شاہی سرحد تک راستے میں کہیں قیام نہ کیا، اس طرح حبشی امیروں کے ہاتھ سے نجات پائی نظام شاہی امرا کشور خاں کے حالات سے واقف تھے اور وہ اس کو اچھا آدمی نہ سمجھتے تھے، اس وجہ سے وہ احمد نگر میں قیام نہ کر سکا اور قطب شاہی پایۂ تخت گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا، یہیں ایک شخص نے اس سے مصطفٰی خاں کا انتقام لیا۔ کشور خاں مارا گیا اور اس طرح نجومی متذکرہ بالا کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔

اخلاص خاں کا اقتدار

سرحدی فوج کے تینوں امرا بیجاپور پہنچے، انھوں نے شاہی ملازمت اختیار کی اور خلعتِ فاخرہ سے نوازے گئے، ان میں اخلاص خاں حبشی کو وکیل السلطنت مقرر کیا گیا، ملکی و مالی امور اس کی نگرانی میں آ گئے، اسی دوران میں چاند بی بی شاہی فرمان کے مطابق قلعۂ ستارا سے محل میں واپس آ گئی، اخلاص خاں نے حسبِ دستور بادشاہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ چاند بی بی کے سپرد کیا۔ افضل خاں شیرازی کو پیشوائی کا منصب عطا کیا گیا، وہ اس سے پہلے بھی علی عادل شاہ کے عہدِ حکومت میں اسی عہدے پر فائز تھا۔ پنڈت برہمن کو صدر محاسب بنایا گیا۔

اخلاص خاں نے رفتہ رفتہ چاند بی بی کے دل میں اپنے لیے جگہ پیدا کر لی اور غریبوں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگا۔ کشور خاں کی طرح اس نے بھی غریبوں پر ظلم ڈھانے شروع کیے، اس کو یہ وہم پیدا ہوا کہ غیر ملکی امرا کی وجہ سے اس کا اقتدار خطرے میں ہے، اس خیال کے پیشِ نظر اس نے سب سے پہلے افضل خاں شیرازی اور راسو پنڈت کو قتل کیا اور فتح اللہ شیرازی، ابو القاسم اور شاہ مرتضیٰ خاں انجو وغیرہ کو بیجاپور سے خارج البلد کر دیا۔ اس کے بعد اس نے حمید خاں اور دلاور خاں کی مدد سے سلطنت کی مہمات کو انجام دینا شروع کر دیا۔

اخلاص خاں کی گرفتاری

اخلاص خاں نے عین الملک کو پایۂ تخت میں طلبی کا شاہی فرمان بھجوایا بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں عین الملک بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا، اخلاص خاں نے چند مقربین کے ساتھ اس کا استقبال کیا، عین الملک نے جب یہ دیکھا کہ اخلاص خاں کے ساتھ صرف گنتی کے چند لوگ ہیں تو اس نے ان سب کو گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر کر کے انھیں ساتھ لیکر بادشاہ سے ملنے کے لیے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ دروازہ اللہ پور تک ہی پہنچا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ بعض شاہی ملازمین نے دستور خاں تھانیدار کو اس جرم میں قتل کر دیا ہے کہ وہ عین الملک سے ملا ہوا ہے۔

اور بہزاد الملک نے صبح کے وقت قلعے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، لیکن سید مرتضیٰ نے ایسا نہ کرنے دیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ بہزاد الملک سے آزردہ خاطر تھا، اس سے عادل شاہیوں نے فائدہ اٹھایا اور جلد از جلد قلعے کی دیوار کے شکستہ حصے کو از سرِ نو تعمیر کر لیا۔ سلطنت کے اکثر امراء اور ارکین حبشیوں سے ناراض تھے اور ان کی کسی بات اور کسی عمل پر اعتماد نہ کرتے تھے۔

حبشیوں کی حکومت سے علٰحدگی

حبشیوں کو اس صورتِ حال کا علم ہو گیا، انھوں نے چاند بی بی سے کہا کہ "ہم لوگ غلام ہیں، اس لیے ارکین دربار اور اشراف مُلک ہم سے آزردہ خاطر ہیں اور ہماری حکومت کو ناپسند کرتے ہیں، اس وقت دشمن ہمارے سر پر کھڑا ہوا ہے اس لیے عادل شاہی خاندان کی بہی خواہی اسی میں ہے کہ عنانِ حکومت اشراف اور عالی خاندان امراء کے سپرد کر دی جائے تاکہ باہمی چپقلش اور فتنہ و فساد کا دروازہ بند ہو جائے۔

شاہ ابو الحسن کا میر جملہ مقرر ہونا

چاند بی بی نے حبشیوں کی رائے سے اتفاق کیا اور انھیں کے مشورے کے مطابق شاہ ابو الحسن ولد شاہ طاہر کو میر جملہ مقرر کیا گیا سید ابو الحسن نے اپنا عہدہ سنبھالتے ہی دشمنوں کے دفع کی تدابیر کو عمل میں لانا شروع کیا۔ سب سے پہلے اس نے برگیوں کے نام فرامین بھیج کر انھیں بیجاپور میں طلب کیا۔

سید ابو الحسن کا خط سید مرتضیٰ کے نام

سید مرتضیٰ، شاہ ابو الحسن کے خاندان سے عقیدت رکھتا تھا ابو الحسن نے اس تعلق کا فائدہ اٹھا کر سید مرتضیٰ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا "ابراہیم عادل شاہ ثانی اپنی قوت عسکری طاقت اور اقبال کے لحاظ سے دشمنوں سے بہت آگے ہے، اسے مغلوب کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، تم قطب شاہ اور بہزاد الملک کو یہ اچھی طرح سمجھا دو کہ وہ بادشاہ کی مختصر سی فوج کو دیکھ کر کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں، ابھی تھوڑے ہی عرصے میں ممالک محروسہ سے بے شمار لشکری پایہ تخت کے آس پاس جمع ہونے کے لیے یہاں چلے آئیں گے۔"

شاہ ابو الحسن نے سید مرتضیٰ کو یہ بھی لکھا "برگی امراء جو علی عادل شاہ کے عہدِ حکومت میں خوف کی وجہ سے پایۂ تخت میں آتے ہوئے گھبراتے تھے اور بیجانگر چلے گئے تھے، انھیں طلبی کا شاہی فرمان بھجوایا جا چکا ہے، اور وہ اس طرف آتے ہی والے ہیں، ایسی صورت میں تمھارے لیے یہاں رہنا تو کیا، یہاں سے فرار ہو جانا بھی انتہائی مشکل ہو جائے گا

سید مرتضیٰ کی عادل شاہیوں کی طرف داری

سید مرتضیٰ اپنی ماتحتی کی وجہ سے دل ہی دل میں اپنے ساتھیوں سے کبیدہ خاطر تھا اور اس کی یہ خواہش

قطب شاہ اور نظام شاہ نے محمد آقا کو بہلانے پھسلانے کی بہت کوشش کی، اس سے آئندہ کی ترقی کے وعدے کیے اور اپنے آقا سے غداری کرنے کے لیے کہا، مگر اس نمک حلال نے جواب دیا کہ "میرے آقا نے مجھ پر بھروسہ کر کے یہ قلعہ میرے حوالے کیا ہے، میں اس کی عنایت سے بہت خوش ہوں اگر آج میں بد دیانتی سے کام لے کر یہ قلعہ آپ کے حوالے کر دوں تو کل خدا اور خلق کے سامنے میری جو تذلیل ہو گی وہ بیان سے باہر ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے اس قسم کی کوئی توقع نہ کی جائے اور مجھے اپنے آقا کا سچا وفادار سمجھا جائے۔

قطب شاہ نے جب تھانیدار کی یہ مستقل مزاجی دیکھی تو بہت حیران ہوا۔ محاصرے کو چار مہینے گذر گئے جب اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو بادشاہ نے مرزا اصفہانی کو بہت برا بھلا کہا، کیونکہ اسی نے بادشاہ کو اس طرف آنے کی ترغیب دی تھی۔ بہزاد ملک اور سید مرتضیٰ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو محاصرے کی طوالت سے گھبرا کر وہ بھی قطب شاہ کے ہم آواز بن گئے اور یہ کہا "ہمیں محاصرے سے دست بردار ہو کر یہاں سے کوچ کر دینا چاہیے اس وقت بیجاپور میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے، اگر ہم لوگ وہاں پہنچ کر کوئی ہنگامہ بپا کریں تو اس سے بہت فائدہ ہو گا۔

بیجاپور پر دشمن کی یورش

قلی قطب شاہ تو یہاں سے رخصت ہونے کا بہانہ ڈھونڈھ ہی رہا تھا، اس نے جب دوسروں کو اپنا ہم خیال پایا تو دوسرے ہی روز وہ دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ شاہ درگ سے بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا، ان لوگوں نے چالیس ہزار لشکریوں کی زبردست جمعیت کے ساتھ بیجاپور کے پاس پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا پایہ تخت میں اس وقت صرف دو تین ہزار لشکر خاص کے سوار موجود تھے۔ دشمنوں نے اپنے خیمے نصب کر دیے اور شہر کو فتح کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

معرکہ آرائیاں

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ عادل شاہی سپاہیوں اور قطب شاہی و نظام شاہی لشکر میں لڑائی بھی ہو جاتی تھی۔ حبشیوں نے قلعے میں پناہ لی اور اسے مضبوط و مستحکم کیا۔ حریف کی تعداد چونکہ زیادہ تھی، اس لیے اس کا پلہ بھاری ہوتا رہا۔ اسی دوران میں بارش شروع ہو گئی اور قلعے کی دیوار بیس گز کے قریب گر گئی۔ بادشاہ نے فرمان بھیج کر عین الملک کنعانی اور آنکش خاں کو طلب کیا، یہ دونوں چھ ہزار سواروں کے ساتھ بیجاپور آئے اور دروازہ اللہ پور کی طرف مقیم ہو گئے۔

عین الملک کا سید مرتضیٰ سے مل جانا

چونکہ عین الملک اور آنکش خاں کو حبشیوں کی طرف سے خطرہ تھا، اس لیے وہ سید مرتضیٰ سے مل گئے۔ قلی قطب شاہ

لشکر کے ہمراہ دشمنوں کے مرکزی مقام گلبرگہ کی طرف روانہ کیا۔

قطب شاہیوں کی شکست

دلاور خاں بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا حریف کے سر پر پہنچ گیا، اس نے دشمن کے مقابلے پر اپنی فوج کو آراستہ کرکے بازار جنگ گرم کر دیا۔ طرفین میں تلواریں چلنے لگیں۔ عادل شاہیوں نے بہت ہی جرأت و استقلال کا مظاہرہ کیا قطب شاہی لشکر حواس باختہ ہو کر میدانِ جنگ سے بھاگ گیا اور دلاور خاں حبشی فتحیاب ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کی اقبال مندی

اس معرکے میں دلاور خاں کے ہاتھ بہت مالِ غنیمت آیا، قطب شاہیوں کے ایک سو پندرہ بڑے ہاتھی، نظام شاہیوں کے ہاتھ لگے، جو لوگ دنیا کے واقعات پر گہری نظر رکھتے ہیں ان سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ جو واقعات ظہور میں آئے ان کی وجہ بادشاہ کی اقبال مندی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ دشمن کے چالیس ہزار تجربہ کار سپاہیوں کا قلعہ بیجانگر کا محاصرہ کرنا، شہر میں ان کے مقابلے میں صرف دو تین ہزار سپاہیوں کا ہونا، ایک سال تک محاصرہ قائم رکھنے کے بعد دشمن کا ناکام و نامراد لوٹنا، قطب شاہی ہاتھیوں اور دیگر سامان کا ابراہیم عادل شاہ کے ہاتھ لگنا۔ یہ سب کچھ بادشاہ کے اقبال کی برکت نہیں تو اور کیا ہے

دلاور خاں کا خواب

مذکورہ بالا کامیابی کے بعد دلاور خاں کا دماغ عرش پر چڑھ گیا اور وہ میر جملگی کے منصب پر فائز ہونے کے خواب دیکھنے لگا، اس نے قلعۂ ارک کے تھانیدار حیدر خاں پر چوری چھپے یہ ارادہ ظاہر کر دیا، اسے آئندہ کی ترقیات اور وعدوں سے اپنا بنایا اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے جلد از جلد بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔

اخلاص خاں کی غفلت

دلاور خاں جلد از جلد راستہ طے کرتا ہوا بیجاپور کی طرف روانہ ہوا، وہاں پہنچ کر اس نے دروازہ اللہ پور میں قیام کیا، یہاں سے اس نے اپنے مخصوص مقربین کو اخلاص خاں کے پاس بھیجا اور ان کے توسط سے اخلاص خاں کی خوب خوشامد کی۔ اخلاص خاں نے غفلت سے کام لیا اور دلاور خاں کو کمزور سمجھ کر قلعے کی کوئی حفاظت نہ کی اور اسے یہ پیغام بھیجا "مجھے جب بھی موقع ملے گا میں بادشاہ سے تمہارے متعلق گفتگو کروں گا اور پھر اجازت لے کر بارگاہِ سلطانی میں پیش کروں گا"

دلاور خاں کا فتنہ

یہ پیغام سُن کر دلاور خاں کو اپنے مقصد میں کامیابی کی پہلے سے کہیں زیادہ امید ہو گئی۔ ایک روز اخلاص خاں سلطنت کے کاموں سے فارغ ہو کر آرام کے لیے بستر پر لیٹا تھا۔ دلاور خاں کو اس کے مخبروں نے اطلاع دی، اس نے موقع کو غنیمت جانا اور اپنے بیٹوں، سات سو سواروں اور پندرہ ہاتھیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا، وہ جلد از جلد قلعۂ ارک میں پہنچا، جہاں

تھی کہ قلی قطب شاہ اور بہزاد الملک اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوں، شاہ ابوالحسن کا خط ملنے کے بعد وہ عادل شاہیوں کا طرفدار ہو گیا اور اس نے اس سلسلے میں عملی اقدامات بھی اٹھانے شروع کیے، سب سے پہلے تو اس نے عین الملک اور انکس خان کو سمجھایا اور ان سے کہا: ''اپنے برابر کے لوگوں سے ناراض ہو کر اپنے آقائے ولی نعمت کے ساتھ غداری اور نمک حرامی کرنا شرفا کا کام نہیں ہے، تمھیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اپنے بادشاہ کی مخالفت کرو اور اس کے دشمنوں کے طرفداروں میں داخل ہو جاؤ۔ اس وقت بیجاپور میں حبشیوں کے ہاتھ اقتدار نہیں رہا، اب شاہ ابوالحسن تمام سیاہ و سفید کا مالک ہے تمھیں چاہیے کہ اس پر اعتماد کرو اور اپنے آقا کی اطاعت کا دم بھرو۔''

عادل شاہی سلطنت کا استحکام

عین الملک اور انکس خاں نے اس مشورے کو مناسب و موزوں سمجھا اور رات کے وقت چپکے سے کوچ کر کے دروازہ اللہ پور کے قریب، اپنی پہلی جگہ پر مقیم ہو گئے، انھوں نے پورے خلوص کے ساتھ بادشاہ کی اطاعت اور وفاداری کا اظہار کیا، اسی طرح دوسرے امرا بھی اس خبر کو سن کر بیجاپور میں جمع ہونے لگے، برگی امرا بھی جوق در جوق اس طرف آنے لگے، الغرض شاہ ابوالحسن کی خوش اسلوبی اور حسن اخلاق سے تھوڑے سے عرصے ہی میں بیجاپور میں بیس ہزار سوار جمع ہو گئے اور سلطنت کی بنیادیں از سر نو مضبوط و مستحکم ہو گئیں۔

دشمن کی واپسی

بادشاہ کے حکم کے مطابق سب سے پہلے برگی امرا نے دشمن کو بسید سے راستے پر لانا شروع کیا، ان لوگوں نے بڑی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ اس کے لشکر میں قحط پڑ گیا، دشمن نے قلعہ شاہ درگ کی طرح بیجاپور کے محاصرے سے بھی خفت اٹھائی ابراہیم عادل شاہ صلح کے لیے راضی نہ ہوا۔ دشمن نے جب یہ صورت حال دیکھی تو واپسی کا ارادہ کر لیا۔

قطب شاہ اپنے لشکر کے ساتھ حسن آباد گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہاں فتح و شادمانی کا ڈنکہ بجا سکے بہزاد الملک اور سید مرتضیٰ نے دوبارہ شاہ درگ کی طرف جانے کی سوچی تاکہ اس علاقے کو فتح کر کے نظام شاہی سلطنت میں داخل کر لیں لیکن ان لوگوں کو جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا، شاہ درگ جانا اور وہاں قیام کرنا نصیب نہ ہوا اور وہ کلہر اور مرچ کے راستے سے آبادیوں کو ویران و برباد کرتے ہوئے احمد نگر چلے گئے۔

قطب شاہ نے اثنائے راہ میں اپنے ایک امیر شاہ سید زین الدین استر آبادی کو مصطفیٰ خاں کے خطاب سے نوازا اور اسے ایک زبردست لشکر دے کر ابراہیم عادل شاہ کے ملک کے ایک حصے کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا، اس کے بعد قطب شاہ گولکنڈہ واپس آ گیا۔ ابراہیم عادل شاہ گولکنڈہ واپس آ گیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے اخلاص خاں کے مشورے سے دلاور خاں حبشی کو ایک زبردست

کو اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ کر لیا۔ اور یہ امیر اپنی اپنی جاگیروں کی طرف چلے گئے۔ اب اخلاص خاں اکیلا رہ گیا۔ لیکن پھر بھی اس کے پائے استقلال کو لغزش نہ ہوئی۔ اس نے بیجاپور سے چلے جانے کو اپنی توہین سمجھا اور اپنے گھر میں مقیم رہا۔

دلاور خاں کا غلبہ

آخر کار دلاور خاں نے اپنے قابل اعتبار سپاہیوں کو اخلاص خاں کے گھر بھیجا یہ سپاہی اسے گرفتار کر کے لے آئے۔ دلاور خاں نے اخلاص خاں کی قدیم عنایات کو بالکل فراموش کر دیا اور اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں۔ دلاور خاں نے نامی گرامی امراء سے مراسم پیدا کیے۔ اور ان کو اپنا ہمدرد اور دوست بنا لیا۔ اس نے اپنی اولاد کو زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے بادشاہ کے مصاحبین میں شامل کیا۔

دلاور خاں کے بیٹے

دلاور خاں کا بڑا لڑکا معزز امراء کے گروہ میں شامل ہوا اور بادشاہ کو قرآن پاک، گلستان سعدی اور بوستان سعدی کی تعلیم دینے پر مقرر کیا گیا۔ دوسرے لڑکے کمال خاں کو سر نوبت کا منصب ملا۔ وہ چوگان بازی میں بادشاہ کا شریک کار رہا۔ تیسرا لڑکا خیریت خاں بھی امرائے شاہی میں شامل ہوا اور بادشاہ کا پاسبان خاص مقرر ہوا چوتھا لڑکا عبدالقادر قلعہ ارک کا تھانیدار بنایا گیا۔ چونکہ عبدالقادر کی عمر بہت تھوڑی تھی لہذا اس کی طرف سے یہ فریضہ رومی خاں کو سونپا گیا۔

ظلم و ستم

دلاور خاں نے بلبل خاں کو منہ بولا بیٹا بنا کر طبقہ امراء میں شامل کر لیا دلاور خاں نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے ایک لاکھ غیر ملکی باشندوں اور ساٹھ ہزار حبشیوں کے علاوہ باقی تمام لوگوں کو جن سے اسے خطرہ تھا۔ خارج البلاد کر دیا۔ اخلاص خاں نے اپنے زمانہ اقتدار میں شاہ ابوالحسن کو ایک قلعہ میں نظر بند کر رکھا تھا۔ دلاور خاں کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ لہذا اس نے اسی عالم اسیری میں شاہ صاحب کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ بعد میں ان کو شہید بھی کروا دیا۔

حاجی نور معززین شہر میں سے تھا۔ وہ علی عادل شاہ کا رازدار بھی تھا۔ دلاور خاں کو اس سے بھی خطرہ پیدا ہوا۔ لہذا اسے معزول کر دیا گیا۔ اور اس کا درجہ ایک معمولی لشکری کے برابر کر دیا دلاور خاں نے چاند بی بی کو بھی ظلم کا نشانہ بنایا۔ اور اس کی قوت کو پہلے سے کہیں کم کر دیا اور ایسا انتظام کیا کہ کوئی خیر خواہ یا ہمدرد اس کے پاس پھٹکنے نہ پائے۔ دلاور خاں نے قلعہ ادونی کے تھانیدار پر بھی ظلم ڈھایا اسے تھانیداری کے عہدے سے معزول نہیں کیا بلکہ اس کی آنکھیں نکلوا دیں۔

بادشاہ مقیم تھا۔اس نے بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی اور بعد ازاں اخلاص خاں سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔اس نے جلد از جلد قلعے میں اپنے بہی خواہوں اور ساتھیوں کو مناسب جگہوں پر متعین کر دیا۔

دلاور خاں اور اخلاص خاں میں جنگ

اسی اثنا میں اخلاص خاں کی آنکھ کھلی اور اسے تمام حالات کا علم ہوا۔اس نے فوراً تین چار ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لیا اور قلعے کی طرف روانہ ہوا۔دلاور خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں اور حیدر خاں کی مدد سے قلعے کے دروازے بند کر لیے اور دشمن کی مدافعت کی تیاریاں کرنے لگا۔طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی یہ لڑائی کچھ اس قسم کی تھی کہ کبھی تو اخلاص خاں کا پلّہ بھاری ہوتا اور کبھی دلاور خاں کا۔لیکن جانی نقصان زیادہ اخلاص خاں کا ہی ہوا، شام تک اس کے تقریباً پچاس ساٹھ سپاہی مارے گئے، اس کے برعکس اہلِ قلعہ کا صرف ایک ہی سپاہی کام آیا۔

قلعے کا محاصرہ

سورج ڈوبنے کے بعد اخلاص خاں اپنے گھر چلا آیا۔اس نے بلبل خاں کو قلعے کے محاصرے اور اہلِ قلعہ کے لیے غلہ لے جانے کی راہوں کو مسدود کرنے پر مقرر کیا، بلبل خاں پہلے مصطفیٰ خاں کا ملازم تھا اور اب اخلاص خاں کے خدمت گاروں میں شامل ہو گیا تھا اس نے قلعے کا محاصرہ قائم رکھنے میں بڑی جانفشانی سے کام لیا، تقریباً ایک ماہ تک یہی عالم رہا اور دوست دشمن سبھی نے بلبل کی جرأت و ہمت کی تعریف کی۔

دلاور خاں نے چوری چھپے اپنا ایک آدمی بلبل خاں کے پاس بھیجا اور اسے خوبصورت وعدوں سے بہلا پھسلا کر اپنا حلیف بنا لیا، اخلاص خاں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بلبل خاں کی جگہ ایک دوسرے حبشی کو مقرر کیا اور خود حسبِ سابق اپنے گھر میں بیٹھا رہا، بلبل خاں کا دلاور خاں سے مل جانا خاں کے لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو پسند آیا اور وہ بھی اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ کر دلاور خاں سے جا ملے۔

اس وجہ سے دلاور خاں کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ اہلِ قلعہ کا لشکر بلبل خاں کی سرکردگی میں قلعے سے باہر نکل کر اخلاص خاں کے لشکر سے مقابلہ کرتا اور انھیں پسپا کر کے غلہ اور دیگر سامانِ ضرورت قلعے کے اندر لے آتا، الغرض اس طریقِ کار پر عمل کر کے اہلِ قلعہ نے محاصرے کی تکالیف سے نجات حاصل کی اور ان کو قدرے سکون نصیب ہوا۔

خانہ جنگی

پورے چار ماہ تک یہی افراتفری کا عالم رہا۔شہر کے کوچہ و بازار میں خانہ جنگی ہوتی،طرفین کے سپاہی مارے جاتے لیکن کوئی خاص نتیجہ نہ نکلتا، اس صورتِ حال سے تمام امراء اور ساری رعیّت تنگ آ گئی۔بلبل خاں نے بڑی دانشمندی سے کام لیا، اس نے بہت سے امراء

جشن عشرت

امرائے بیجا پور جب حیدر آباد کے قریب پہنچے تو قطب شاہی امراء ان کو بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر میں لائے۔ اور بہت اعلےٰ درجے کے مکانات میں ان کی رہائش کا انتظام کیا۔ شادی کی بات چیت شروع ہوئی۔ قطب شاہیوں نے ابراہیم کا پیغام قبول کر لیا اور جشن عشرت منعقد کر کے شہزادی کا عقد کر دیا گیا۔

رنگ میں بھنگ

مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ قلی صلابت خاں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ چونکہ یہ عقد ان کے مشورے کے بغیر کیا گیا تھا، اس لیے ان دونوں نے محمد قلی قطب شاہ سے شکایت کی۔ قلی قطب شاہ اپنے باپ کی نصیحت کے مطابق خاندان نظام شاہی کا بہت ادب و لحاظ کرتا تھا۔ لہذا اس نے اپنی بہن کو رخصت کرنے میں تامل کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب اس صورتِ حال سے آگاہی ہوئی۔ تو وہ بہت غصے میں آیا اور اس فتنے کو دبانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

نظام شاہیوں پر لشکر کشی

ابراہیم نے فوراً اپنے لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب تمام لشکری اور امراء جمع ہو گئے تو بادشاہ ۹۹۵ھ میں شہر سے روانہ ہوا۔ چونکہ یہ بادشاہ کی پہلی لشکر کشی تھی، اس لیے اراکین سلطنت اور امرائے دربار نے بادشاہ پر اشرفیاں نچھاور کیں، دلاور خاں کی رائے کے مطابق، عالم خاں نے نظام شاہی سرحد میں قدم رکھا۔

صلابت خاں کی معزولی و گرفتاری

عالم خاں قلعہ دنیر کے نواح میں قیام پذیر ہوا، عادل شاہی لشکر نے قلعے کو فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور شولا پور، کلیان اور شاہ ورک سے لڑائی کا سامان منگوایا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو جب معلوم ہوا کہ اس ہنگامے کا سبب صلابت خاں ہے تو وہ بہت برافروختہ ہوا۔ پہلے بھی صلابت خاں، مرتضیٰ نظام شاہ کی مرضی کے خلاف بہت سی باتیں کر چکا تھا۔ اس بار مرتضیٰ کو بہت زیادہ غصہ آیا اور اس نے صلابت خاں کو قید کر دیا اور اس کی جگہ قاسم بیگ کو منصبِ پیشوائی عطا کیا۔

قطب شاہیوں کا راہ راست پر آنا

ابراہیم عادل شاہ نے جب دیکھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا رویہ بہت شریفانہ اور ہمدردانہ ہے۔ نیز قاسم بیگ نے بھی کئی پرخلوص خطوط ابراہیم کی خدمت میں روانہ کیے۔ تو بادشاہ نے نظام شاہی سلطنت پر لشکر کشی کے خیال کو ترک کر دیا۔ اور قطب شاہی ملک کی طرف واپس ہو گیا۔ قطب شاہیوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو

مذہب اہل سنّت کا رواج

دلاور خاں نے ملک سے شیعہ مذہب کے اقتدار کو ختم کر دیا اور اہل سنت کے مذہبی احکامات کو صادر کیا۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر وہ ہر لحاظ سے خود مختار ہو گیا اور بغیر کسی کی مخالفت کے خطرے کے بڑے امن و اطمینان کے ساتھ حکومت کے امور سر انجام دینے لگا۔

راجگان مالابار کی سرزنش

مالابار کے راجاؤں نے مصطفےٰ خان کے بعد عادل شاہی حکومت کو خراج دینا بند کر دیا تھا، اس وجہ سے دلاور خاں نے ۹۹۵ھ میں بلبل خاں کو ان راجاؤں کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اسی سال مرتضیٰ نظام شاہ کے وکیل السلطنت صلابت خاں ترک سے بات چیت کر کے دلاور خاں نے نظام شاہی حکومت سے اچھے تعلقات پیدا کیے۔

نظام شاہی حکومت سے اچھے تعلقات

مرتضیٰ نظام شاہ نے، ابراہیم عادل شاہ کو محبت آمیز خطوط روانہ کیے اور اپنے بیٹے میراں شاہ حسین کی شادی بادشاہ کی بہن خدیجہ سلطان المعروف بہ "راجہ جیو" سے کرنے کی درخواست کی، اسی سال احمد نگر کے معزز امراء و اراکین سلطنت قاسم بیگ حکیم ولد قاسم بزرگ اور میرزا احمد نقی وغیرہ میراں حسین شاہ کی شادی کے لیے بیجا پور آئے۔ خدیجہ سلطان کی شادی کر دی گئی اور اسے احمد نگر روانہ کر دیا گیا۔

شہزادی خدیجہ سلطان کی شادی

چاند بی بی اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کی بے حد خواہاں تھی۔ لہٰذا وہ شہزادی خدیجہ کے ساتھ احمد نگر روانہ ہو گئی جب قاسم بیگ، میرزا محمد نقی اور دیگر امرائے احمد نگر، ابراہیم عادل شاہ سے انعامات و خلعت وغیرہ حاصل کر کے شاہ پور روانہ ہو گئے تو ۹۹۳ھ کے آخر میں خدیجہ سلطان بھی احمد نگر پہنچ گئی۔ اور اسے میراں حسین شاہ کے محل میں داخل کیا گیا۔ شہزادی کے بیجا پور سے جو امراء (شیخ قاسم عرب نجفی، اور غیاث بیگ قزوینی المخاطب بہ چنگیز خاں وغیرہ) آئے تھے، احمد نگر سے کامیاب و کامران واپس ہوئے۔

ابراہیم عادل شاہ کی شادی کی تیاریاں

اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ کو بھی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا، اس نے امرائے بیجا پور کی ایک جماعت کو اس مقصد کے لیے حیدر آباد، جو بھاگ نگر کے نام سے مشہور ہے۔ روانہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ سلطان ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی، چاند بی بی سے، جو اپنے بھائی محمد قلی قطب شاہ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پا رہی تھی، شادی کرنا چاہتا تھا۔ امرائے بیجا پور کا گروہ، جو خواجہ علی ملک التجار شیرازی کی ماتحتی میں روانہ ہوا تھا جب قطب شاہی علاقے میں پہنچا، تو اس کا بہت شاندار طریقے سے استقبال کیا گیا۔

باپ بیٹوں کی دشمنی

مرتضیٰ نظام شاہ اپنے بیٹے میراں حسین شاہ کا جانی دشمن تھا۔ ان دنوں وہ اس کی دشمنی میں اور زیادہ سرگرم ہوگیا۔ اس کو قتل کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ مرتضیٰ نے اپنے ایک قابل اعتبار امیر اسمٰعیل خاں دکنی کو میراں حسین شاہ کے قتل کے لیے مقرر کیا۔ سلطان حسین شیرازی کے بیٹے میرزا خاں کو، جو ان دنوں قاسم بیگ کا قائم مقام تھا۔ ان حالات کا علم ہوا۔ اس نے شاہی اطاعت کا خیال دل سے نکال کر، مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول کرکے میراں حسین شاہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کرلیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے خاتمے کی تیاریاں

چونکہ یہ کام بڑی ذمہ داری کا تھا اور بڑی حد تک مشکل تھا۔ اس لیے میرزا خاں کو عادل شاہی امراء اور ارکین سلطنت کے مشورے کی ضرورت پڑی۔ میرزا خاں نے اس مقصد کے پیش نظر اپنا ایک قابل اعتبار قاصد دلاور خاں کے پاس روانہ کیا اور اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔ چونکہ میرزا خاں کا پیغام میراں حسین شاہ اور خاندان نظام شاہی دونوں ہی کی بقا سے وابستہ تھا۔ اس لیے بادشاہ نے اس کی مدد کرنے کا وعدہ کرلیا۔ اس کے بعد دلاور خاں سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔

ابراہیم کا سفر احمد نگر

۹۹۶ھ میں ابراہیم عادل شاہ نے احمد نگر کا سفر اختیار کیا۔ وہ آہستہ خرامی سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد نگر کے قریب پہنچا۔ میرزا خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے احمد نگر کے امراء کو اپنا ہم خیال بنا کر بادشاہ سے تمام تعلقات منقطع کرلیے اور دولت آباد کی طرف روانہ ہوگیا۔ جہاں شہزادہ میراں حسین شاہ مرتضیٰ نظام کے حکم قید و بند کی سختیاں جھیل رہا تھا۔

میراں حسین شاہ کی تخت نشینی

میرزا خاں نے شہزادہ میراں حسین شاہ کو قلعے سے نکالا، اور اپنے ساتھ لے کر احمد نگر روانہ ہوا۔ ادھر ابراہیم عادل شاہ ثانی بھی شہر کی طرف روانہ ہوا تاکہ لوگ مرتضیٰ نظام شاہ کے ساتھ مل کر شہزادہ میراں حسین شاہ کی تخت نشینی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ جس روز ابراہیم نے احمد نگر سے پانچ کوس کے فاصلے پر بمقام ماتور، قیام کیا۔ اسی روز میراں حسین شاہ نے احمد نگر میں داخل ہوکر اپنے باپ کو قید کرلیا اور خود اس کی جگہ تخت نشین ہوگیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا قتل

ابراہیم نے میراں حسین شاہ کو مبارکباد دی اور اس سے نیز اپنی بہن سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ اسی دوران میں اچانک یہ اطلاع ملی کہ میراں حسین شاہ نے کم عقلی اور نادانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو سخت مصائب و آلام میں جھونکا۔

وہ بہت پریشان ہوئے۔ محمد قلی قطب شاہ کو جب ابراہیم کی آمد کا مقصد معلوم ہوا تو اس نے جلد از جلد اپنی بہن کو ۹۹۶ھ میں مع سامان جہیز اور دیگر گراں قدر تحفوں کے ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ مصطفیٰ خاں استرآبادی، مرتضیٰ نظام شاہ کی طرف سے شہزادی کے ساتھ آیا۔

جشن عروسی

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے تمام امراء اور درباریوں کو ملکہ جہاں ہمشیرہ قلی قطب شاہ کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ اور اس کے بعد خود بھی روانہ ہوا۔ اور ملکہ کو اپنے لشکر میں لے آیا۔ چار روز تک لشکر میں عیش و عشرت کا ہنگامہ بپا رہا۔ اس کے بعد بادشاہ نے شاہ ورک کا رخ کیا۔ یہاں شاہی خدمت گاروں نے جشن عروسی کا اہتمام کیا۔ اور پورے ایک مہینے تک عیش و عشرت کی مجالس گرم رہیں۔

انعام و اکرام

اسی زمانے میں بادشاہ نے ملکہ جہاں سے ملاقات کی۔ اور تمام خدمت گزاروں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد بادشاہ پایۂ تخت میں آیا اور مصطفیٰ خاں استرآبادی کو بہت سے گراں قدر تحفے اور ہدیے (دو بڑے ہاتھی، چودہ چھوٹے ہاتھی۔ بارہ ہزار ہون، ایک کمر بند۔ ایک دستار مرصع اور بہت سا دیگر قیمتی سامان) دے کر رخصت کیا۔ زیر نظر کتاب کی تالیف کے زمانے تک ملکہ جہاں کے بطن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ جن میں دونوں لڑکیاں اور ایک لڑکا، خدا کے فضل و کرم سے بقید حیات ہے۔

احمد نگر کی حالت

سطور بالا میں لکھا جا چکا ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ نے صلابت خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ قاسم بیگ کو منصب پیشوائی پر فائز کیا۔ قاسم بیگ بہت ہی نیک طبع اور اعلیٰ کردار کا انسان تھا۔ وہ کبھی کسی کو پریشان نہ کرتا تھا۔ اور ہر شخص سے محبت اور خلوص سے پیش آتا تھا، اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر کم عقل اور پست مزاج لوگ سلطنت کے معاملات میں دخل دینے لگے اور صاحب اقتدار بن گئے۔ ان لوگوں نے امراء اور اراکین سلطنت پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو قید کیا اور باقی جو امراء رہ گئے انھیں شہر بدر کر دیا۔

رذیلوں کی خوش طالعی

مرتضیٰ نظام شاہ سلطنت کے کاموں سے دلچسپی نہ لیتا تھا۔ اس پر تو ہر لمحہ دیوانگی و جنون کا غلبہ رہتا تھا۔ اس لیے اس نے ان رذیلوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش نہ کی۔ بادشاہ کی اس غفلت اور بے خبری سے ان موقع پرستوں نے فائدہ اٹھا کر بڑے بڑے عہدے آپس میں تقسیم کر لیے۔ اس سبب سے خاندان نظام شاہی کی تمام رونق رخصت ہو گئی۔ سارا وقار خاک میں مل گیا۔

میدوی مذہب جاری کر دیا۔ اس نے غیر ملکی باشندوں سے بڑی نرمی اور محبت کا برتاؤ کیا۔ جب ان امور کی خبریں بیجاپور میں پہنچیں تو ابراہیم عادل شاہ نے نظام شاہی خاندان کی اصلاح اور دوسرے ضروری کاموں کی تکمیل کا ارادہ کیا

بادشاہ کا عزم احمد نگر

۹۹۷ھ میں ابراہیم، دلاور خاں کی رائے سے احمد نگر روانہ ہوا۔ بادشاہ نے بلبل خاں، اور فوج کے دوسرے افسروں کے نام طلبی کے احکامات جاری کیے، اور انھیں تاکید کی کہ اس سے پہلے کہ بادشاہ نظام شاہی حدود میں داخل ہو۔ تمام امراء اپنے لشکروں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ جب شاہی سواری قلعہ شاہ درک کے قریب پہنچی تو بادشاہ نے دلاور خاں کے مشورے سے تقریباً ایک مہینے تک اس علاقے میں قیام کیا، اس دوران میں بلبل خاں حبشی کا لشکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ دلاور خاں نے یہ سوچا کہ اگر بلبل خاں کا زیادہ انتظار کیا گیا تو جمال خاں میدوی اس دوران میں اور زیادہ قوت حاصل کرے گا۔ لہٰذا وہ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جمال خاں مہدوی کا سامنا

جمال خاں کو جب ابراہیم عادل شاہ کی آمد کی خبر ہوئی۔ تو وہ پندرہ ہزار سواروں کا لشکر جرار لے کر مع اسمٰعیل نظام شاہ کے قصبۂ اسٹی کے قریب بادشاہ کے مقابلے پر آیا۔ اس زمانے میں برسات کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے طرفین میں سے کسی نے بھی جنگ کی ابتدا نہ کی۔ بیس دن اسی عالم میں گزر گئے۔ جمال خاں مہدوی سخت پریشان ہوا، اور اس نے صلح کا ارادہ کیا۔ اس مقصد سے اس نے چند آدمیوں کے توسط سے بادشاہ سے صلح کی درخواست کی اور اس سے اپنے ملک کو واپس چلے جانے کے لیے کہا۔ جمال خاں نے اس سلسلے میں بڑی منت و زاری سے کام لیا۔ اس لیے بادشاہ نے اس کی درخواست منظور کر لی۔

جمال خاں اور ابراہیم عادل شاہ میں صلح

بادشاہ نے جمال خاں سے کہا کہ اگر میری بہن کی پالکی مع حسین نظام شاہ کے بغل بہا کے میرے پاس پہنچ جائے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ جمال نے یہ شرط تسلیم کر لی اور فوراً خدیجہ سلطان کی پالکی مع پچھتّر ہزار ہون کے ابراہیم کی خدمت میں روانہ کر دی۔ جس روز بادشاہ وہاں سے کوچ کرنے والا تھا اسی روز بلبل خاں حبشی بھی اپنے لشکر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اس موقع پر بلبل کا آنا بے کار تھا، کیونکہ طرفین میں صلح ہو چکی تھی۔

بلبل خاں کی بہادری

بلبل خاں کی بہادری اور جرأت کی سارے ملک میں شہرت ہو رہی تھی اس نے وہ تمام نقد رقم اور غلہ جو راحگاؤں، مالا بار سے بطور لگان اور

اور بعد میں اُسے قتل کر دیا گیا۔

اس قتل کا سبب یہ تھا کہ میرزا خاں نے جو اس تمام ہنگامے کی بنیاد تھا۔ میراں حسین شاہ سے کہا تمہارے باپ نے ایک عرصے تک حکومت کی ہے اور بہت سے ممالک کو فتح کیا ہے۔ اس لیے جب تک مرتضیٰ زندہ رہے گا۔ تمہیں بادشاہت راس نہ آئے گی۔ میراں حسین شاہ، میرزا خاں کے دام فریب میں آگیا۔ اور اس نے ابراہیم عادل شاہ سے، جو اس کا بہی خواہ تھا، مشورہ کیے بغیر ہی اپنے باپ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ابراہیم کو یہ خبر سُن کر بہت دکھ ہوا۔ اور اس نے میراں حسین شاہ سے ملاقات کا ارادہ ترک کر دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا پیغام میراں حسین کے نام

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے حسین کرد کو میراں حسین کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا۔ "میں لشکر لے کر اس طرف اس مقصد سے آیا تھا، حکومت کی باگ ڈور تمہارے سپرد کر دوں اور تمہارے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو کسی قلعہ میں نظر بند کر دوں تاکہ تم پورے اطمینان کے ساتھ امور سلطنت انجام دے سکو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے خدا کا خوف دل سے نکال کر اپنے باپ کو تہہ تیغ کر دیا ہے اگر ایسا ہی کرنا تھا تو مرتضیٰ نظام کو میرے سپرد کر دیا ہوتا یا اس بیچارے کو اندھا کر کے اس کے خوف سے نجات حاصل کر لی ہوتی۔ مجھے یقین ہے کہ اس مظلوم کا خون رنگ لائے گا۔ اور تم خدا کے عذاب میں مبتلا ہو کر اپنے اعمال کی سزا پاؤ گے۔ خیر جو ہُوا، سو ہُوا میں اس وقت تم سے کوئی باز پُرس نہیں کرنا چاہتا اور معاملے کو خدا پر چھوڑتا ہوں، تاکہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں تمہارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں"۔

مالابار کے راجاؤں کی نافرمانی

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ اپنے ملک کو واپس آگیا۔ بیجا پور پہنچ کر ابراہیم عادل شاہ کو معلوم ہوا کہ مالابار کے راجے خراج کی رقم ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے، اور عادل شاہ کے عہد حکومت میں مصطفےٰ خاں اردستانی کے توسط سے جو رقم مقرر ہوئی تھی، اس کی ادائیگی سے انکار کر رہے ہیں۔ ابراہیم نے بلبل خاں حبشی کو دو ہزار سواروں کے ساتھ اس علاقے کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ان نافرمان راجاؤں کو راہ راست پر لائے۔ اور تین سال کا خراج اکیس لاکھ پچاس ہزار ہون وصول کرے۔

میراں حسین شاہ کا قتل

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ میراں شاہ حسین، نظام شاہ کے بارے میں ابراہیم عادل شاہ ثانی نے جو کچھ کہا تھا، ایک سال بعد وہی پیش آیا۔ جمال خاں میدوی نے اتنا اقتدار حاصل کر لیا کہ اس نے حسین نظام کو قتل کرا دیا، اور سارے ملک میں

طرح معلوم تھا کہ مالا بار کے لشکر کے بغیر گوہر مقصود ہاتھ نہ آئے گا۔ اگر تم پندرہ روز تک اور ہمارا انتظار کر لیتے اور ہم سب مل کر نظام شاہی علاقے پر حملہ کرتے تو مجھے یقین ہے کہ احمد نگر کے بہت سے قلعے اور پرگنے عادل شاہی قبضے میں آجاتے۔ اگرچہ شاہی بارگاہ میں میرا تاخیر سے پہنچنا بغیر معقول وجہ کے نہیں ہے مگر میں پھر بھی اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے نیک دل آقا سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے قدیم نمک خوار اور غلام کی خطا معاف کر دے۔

بلبل خاں کی عزّت افزائی

بلبل خاں کا یہ مدلّل اور طویل جواب سن کر دلاور خاں غصّہ سے آگ بگولہ ہو گیا، وہ دل ہی دل میں بہت کڑھا، اگر اس کے بس میں ہوتا تو بلبل خاں کو وہیں قتل کر دیتا، لیکن وہ اس وقت شاہی مجلس میں تھا، اور شاہی مجلس کے آداب ایسی بدتمیزی کی اجازت نہ دیتے تھے، دلاور نے اپنے غصّہ کو کسی پہ ظاہر نہ ہونے دیا اور بڑی نرمی سے بلبل خاں کا ہاتھ پکڑ کر بادشاہ سے درخواست کی، "بلبل خاں حضور کے خاندان کا پرانا نمک خوار ہے اس لیے اس کی خطا معاف کی جائے" بادشاہ نے دلاور خاں کی درخواست قبول کی، اور بلبل کو خلعت فاخرہ سے نوازا۔

جب شاہی مجلس برخاست ہو گئی تو دلاور خاں، بلبل خاں کو اپنے ساتھ اپنے گھر لایا وہاں اس کی بہت خاطر تواضع کی، اور کہا کہ میں ایک بار تمہیں اپنی زبان سے اپنا بیٹا کہہ چکا ہوں، اگر سیاسی و ملکی امور میں، میں تم سے سختی کے ساتھ پیش نہ آؤں گا تو لوگ یہ کہیں گے کہ میں اپنے بیٹے کی رعایت کرتا ہوں" الغرض اس طریقے سے دلاور خاں نے بلبل خاں کو مطمئن کر دیا۔ بعدازاں اس نے راجگان مالا بار کے متعلقین کو، جو بلبل خاں کے ساتھ آئے تھے، طرح طرح کے انعامات سے سرفراز کر کے واپس بھیجا۔

بلبل خاں کی نظر بندی

ابراہیم عادل شاہ ثانی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا برہان پور پہنچا۔ دلاور خاں اپنے مدمقابل بلبل خاں کی عظمت و شہرت سے دل ہی دل میں بہت زیادہ خائف ہوا، اور کچھ بے بنیاد الزامات کی بنا پر اسے نظر بند کر دیا۔ پانچ چھ مہینوں کے بعد دلاور خاں نے اخلاص خاں کو سبز باغ دکھا کر اپنا ہم راز بنا لیا، بلبل خاں کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ دلاور کی یہ حرکت بادشاہ کو سخت ناگوار گزری۔ آخر کار ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

احمد نگر کی حالت

قارئین کرام اچھی طرح جانتے ہیں کہ میراں حسین شاہ نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ اور پھر اس جرم کی سزا میں اسے خود بھی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔

خراج وصول کیا تھا، بادشاہ کی خدمت میں ملاحظہ کے لیے پیش کیا۔ بلبل خاں نے تھوڑے سے ہی عرصے میں مالا بار کے راجاؤں سے بہت کچھ حاصل کر لیا تھا اور اس کے لیے وہ بادشاہ کی زبان سے تحسین و آفرین کے کلمات سننا چاہتا تھا۔ لیکن دلاور خاں کی مخالفت کی وجہ سے وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا اور اور اس کی تمنا تشنہ تکمیل رہی۔

بلبل خاں کی توہین

بلبل خاں اپنے ساتھ جو چیزیں لے کر آیا تھا۔ جوہریوں نے دلاور خاں کے اشارے پر ان کا بہت کم اندازہ لگایا، جو چیز دس ہزار ہون کی تھی، اس کی قیمت ایک ہزار ہون بتائی گئی۔ اس طرح تمام اشیاء کی قیمتوں کا تعین اصل سے بہت کم کیا گیا۔ اور پھر مالا بار کے راجاؤں سے جو بلبل خاں کے ساتھ آئے تھے، بقیہ رقم کا تقاضا کیا گیا۔ اس ساری کارروائی کا یہ مقصد تھا کہ بلبل خاں کی توہین کی جائے۔

دلاور اور بلبل خاں کی چپقلش

ایک روز کا ذکر ہے کہ دلاور خاں بادشاہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا، دیوان داری کے فرائض انجام دے رہا تھا کہ بلبل خاں آگیا، بلبل کے ہاتھ میں رومال تھا، وہ بادشاہ کے قریب آکر کھڑا ہوگیا اور رومال سے مکھیاں ہٹانے لگا، دلاور خاں نے بڑی نفرت سے اس کی طرف دیکھا اور پھر انتہائی اہانت آمیز لہجے میں کہا۔ "جس بادشاہ کے حکم کے خلاف عمل کرنے کی آسمان کو بھی مجال نہیں ہے، تم نے کس طرح اس بادشاہ کے فرمان کو ٹالا۔ جب بادشاہ نے تمہیں طلب کیا تھا تو تمھیں چاہیے تھا کہ تمام کام چھوڑ کر فوراً شاہی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔"

بلبل خاں کا بیان صفائی

بلبل خاں کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ اس پر مہربان ہے لہٰذا اس نے جواب دیا۔ "بادشاہ کے قدموں کی خاک کی قسم! میں نے حکم شاہی کی سر مُو خلاف ورزی نہیں کی۔ میں نے اپنی مرضی سے مالا بار میں قیام نہیں کیا۔ میری کیا بساط ہے، جو میں شاہی فرمان کی تعمیل نہ کروں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جب مجھے شاہی فرمان ملا۔ اس وقت میں کرناٹک میں تھا۔ اور وہاں کے راجاؤں کو زیر کرکے خراج کی رقم وصول کرنے میں مصروف تھا۔ اگر میں خالی ہاتھ وہاں سے روانہ ہوجاتا، یا وہ راجے فرمان کے مضمون سے واقف ہوجاتے تو میری ساری محنت ضائع ہوجاتی اور اتنی بڑی رقم شاہی خزانے میں داخل نہ ہوتی۔"

"اس کے علاوہ تمام لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس علاقے کے جنگلوں میں ہمارے لشکر کو بے انتہا مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ان وجوہ کی بنا پر کچھ عرصے تک وہاں قیام کرنا ناگزیر تھا، مگر دلاور خاں! تم اپنی تو کہو۔ تم نے کیوں بلا وجہ بادشاہ کو تلنگانہ کے سفر کی زحمت دی جب کہ تمھیں اچھی

تحفے تحائف دے کر برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا۔ اور اس کو جلد از جلد احمد نگر آنے کا پیغام دیا۔

جہانگیر خاں اور برہان شاہ کی جنگ

برہان نظام بڑے امن و اطمینان سے برار کی سرحد میں داخل ہوا۔ اور جہانگیر خاں کی قیام گاہ کے قریب پہنچا۔ اتفاق کی بات کہ جب برہان اور جہانگیر میں ملاقات ہوئی تو دونوں میں جنگ چھڑ گئی۔ برہان شاہ کو شکست ہوئی۔ اور وہ پریشان و خستہ حال ہو کر جس راستے سے برار میں آیا تھا۔ اسی راستے سے واپس ہنڈیا چلا گیا۔

برہان اور راجہ علی خاں میں خط و کتابت

برہان شاہ نے راجہ علی خاں کے نام ایک خط لکھ کر اسے تمام حالات سے آگاہ کیا اور جمال خاں کے ذریعے اور اپنے موروثی ملک پر قبضہ کرنے کے بارے میں اس سے مشورہ طلب کیا۔ علی خاں نے جواب دیا کہ اگر تم شہنشاہ اکبر سے عسکری مدد حاصل کرو گے تو دکن کے تمام فرماں روا تمہارے خلاف ہو جائیں گے، اور جمال خاں مہدوی کی مدد کریں گے۔ اس صورت میں معاملہ طول پکڑ جائے گا اور کون کہہ سکتا ہے کہ دس یا بیس برس یا اس سے بھی زیادہ مدت درکار ہو۔ میرے پاس اتنی فوج نہیں ہے کہ میں جمال خاں سے جنگ کروں۔ میرا خیال یہ ہے کہ تمہیں ابراہیم عادل شاہ ثانی سے رجوع کرنا چاہیے، مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری ضرور مدد کرے گا۔

برہان شاہ کے خطوط ابراہیم عادل شاہ کے نام

برہان نظام شاہ نے راجہ علی خاں کی نصیحت پر عمل کیا۔ اور ابراہیم عادل شاہ ثانی کو چند خطوط لکھے۔ اور چند تیز رفتار قاصدوں کے ہاتھ یہ خطوط روانہ کیے۔ یہ نامہ بر ۹۹۸ھ میں ربیع الاول کے آخر میں بیجاپور پہنچے، اور راقم الحروف "فرشتہ" کے مکان پر قیام پذیر ہوئے راقم الحروف اسی ماہ کے شروع میں ابراہیم عادل شاہ کے ملازموں میں داخل ہوا تھا۔ ان خطوط میں سے ایک خط میرے نام تھا، جس کا مضمون یہ تھا۔

برہان شاہ کا خط فرشتہ کے نام

تمام راہیں مسدود ہیں اور سارے راستوں پر دشمن کا قبضہ ہے اس لیے میں نے اپنے قاصدوں کو اس راستے سے روانہ کیا ہے۔ تم میرے وفادار مخلص اور ہمدرد ہو، جس طرح بھی ممکن ہو۔ یہ خط ابراہیم عادل شاہ کے ملاحظے کے لیے پیش کرنا اور اس کا جواب جلد از جلد لے کر روانہ کرنا۔ راقم الحروف ان قاصدوں کو ساتھ لے کر دلاور خاں کے پاس گیا اور اس سے تمام داستان بیان کی۔

اس کے بعد اسمٰعیل برہان شاہ بن حسین نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں ملک میں چاروں طرف سے حملے ہوئے اور فتنہ وفساد کا ایسا بازار گرم ہوا کہ الاماں والحفیظ۔! ایسا انقلاب آیا کہ شریف اور ذلیل میں کوئی فرق نہ رہا۔ ملک کی حالت تباہی کے کنارے تک پہنچ گئی۔ جمال مہدوی نے بدمعاشوں کو اپنا رفیق بنایا اور سارے ملک پر قابض ہوگیا۔

برہان شاہ کا ارادہ

برہان شاہ ولد اسمٰعیل شاہ کو (جو اس سے پہلے اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کی قید سے فرار ہو کر شہنشاہ اکبر کی خدمت میں پہنچ گیا تھا) یہ معلوم ہوا کہ احمد نگر کے تخت پر ایک کمسن بچہ بٹھایا گیا ہے، برہان شاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا، اور دہلی کی فوج کو ساتھ لے کر دکن پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ بعدازاں اس نے اپنی رائے بدل دی اور اکبر اعظم سے عرض کیا "میں اگر دہلی کی فوج کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا تو احمد نگر کے امرا میرے خلاف ہوجائیں گے۔ اس لیے یہی بہتر ہے کہ میں اکیلا ہی احمد نگر جاؤں اور امراء سے ساز باز کرکے اپنے موروثی ملک پر قبضہ کرلوں۔

اکبر نے برہان شاہ کی درخواست قبول کرلی اور کہا اگر تم اپنے ملک پر قبضہ کرلو تو پھر برار کا علاقہ ہمارے حوالے کردینا، بالکل اسی طرح جس طرح ۹۸۱ھ میں تفال خاں نے یہ علاقہ ہمارے حوالے کردیا تھا۔ برہان شاہ نے یہ شرط مجبوراً منظور کرلی، اور دکن کی طرف روانہ ہوگیا۔ برہان نے دکن کی سرحد پہ پرگنہ ہنڈیا میں کچھ دنوں تک قیام کیا، وہ اکبر کی طرف سے اس پرگنے کا جاگیردار تھا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں

برہان شاہ نے سب سے پہلے برہان پور اور اسیر کے حکمران علی خاں کے مشورے سے خواجہ نظام استرآبادی کو احمد نگر کے امراء کے پاس بھیجا، خواجہ استرآبادی لباس تبدیل کرکے قلندروں کا سا حلیہ بنا کر روانہ ہوا، تاکہ احمد نگر کے امراء اور سرداران لشکر سے برہان نظام شاہ کی مدد کا وعدہ لے، خواجہ ان لوگوں کے پاس پہنچا اور اپنی آمد کا مقصد ظاہر کیا۔ احمد نگر کے امراء میں سے بعض نے برہان کی مدد کا وعدہ کیا اور بعض نے انکار کیا۔ جن امیروں نے مدد کا وعدہ کیا، ان میں جہانگیر خاں حبشی بھی تھا۔ وہ برار اور خاندیس کے قرب وجوار کے پرگنوں کا جاگیردار تھا اور مذہب مہدویہ کے مروّج ہونے کے بعد جمال خاں کا جانی دشمن ہوگیا تھا۔

جہانگیر خاں حبشی، خواجہ نظام استرآبادی سے بے حد خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ اور اس کی بہت عزت کی۔ اس نے برہان نظام شاہ کے نام ایک خط لکھا اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی خواجہ استرآبادی کے چلے جانے کے بعد جہانگیر خاں نے اپنے ایک رشتہ دار کو بہت سے قیمتی

ابراہیم عادل شاہ کی وار اسنگ کو روانگی

ابراہیم شاہ نے اس مشورے کو معقول اور مناسب سمجھا۔ اور اسی پر عمل کرتے ہوئے شاہ ورک سے رخصت ہوا اور برار کے سرحدی مقام وار اسنگ کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے برہان نظام شاہ اور راجہ علی خاں کو پیغام بھیجا کہ میں نے تمہاری رائے کے مطابق پیش قدمی کی ہے اور برار کے امیروں کے نام خطوط روانہ کر دیئے ہیں کہ وہ برہان نظام شاہ کی اطاعت اور فرماں برداری کو اپنا شعار بنائیں۔ اب تم لوگوں کا یہ فرض ہے کہ فوراً برار کی سرحد پر پہنچ جاؤ۔ اور ان امیروں کو اپنے پاس بلاؤ۔ میں بھی جمال خاں مہدوی کی سرزنش کے بعد تم سے آملوں گا۔

جمال خاں مہدوی کی تدابیر

جمال خاں مہدوی کو ان تمام حالات سے آگاہی ہو گئی، وہ بڑا جری اور دانش مند تھا۔ اس نے دشمن کی دونوں جماعتوں کی تباہی کا منصوبہ بنایا۔ اور برار کے سپہ سالار سیّد احمد الملک مہدوی کو خط لکھا کہ "آس پاس کے تمام فرماں روا دو وجوہ کی بناء پر مجھے تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک سبب تو مہمات ملکی ہیں۔ جو خالص دنیاوی امر ہے اور دوسرا سبب مہدوی مذہب کی نشر و اشاعت ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مہدوی مذہب کو، جسے میں نے بے حد محنت سے رائج کیا ہے، دنیا میں باقی نہ رہنے دیں اور اس کا نام و نشان تک مٹا دیں، اس صورتِ حال کے پیش نظر مردانگی اور ہم مذہبی کا یہ تقاضا ہے کہ تم امرائے برار کو سنبھالے رکھو اور انھیں برہان سے سازباز نہ کرنے دو۔ نیز برہان کو برار میں داخل نہ ہونے دو۔ راجہ علی خاں تمہاری مخالفت کرے گا، تم اس کی پروا نہ کرنا۔ تم اس کے ساتھ باقاعدہ جنگ کر کے اسمٰعیل نظام شاہ کی وفاداری و بہی خواہی کا ثبوت دینا۔ اس کے بعد عنقریب ہی دلاور خاں سے صلح کر کے میں بھی تمہاری طرف آؤں گا۔"

جمال خاں کی وار اسنگ کو روانگی

اس کے بعد جمال خاں مہدوی نے دلاور خاں کے نام ایک خط لکھا اور اس سے صلح کی درخواست کی۔ اگرچہ اس سلسلے میں اس نے بہت پرزور انداز بیان اختیار کیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ جمال خاں نے شاہی خزانے کے دروازے کھول دیئے اور روپے کی مدد سے اس نے ایک زبردست لشکر تیار کیا۔ اس نے اسمٰعیل کو ساتھ لیا اور جنگ کے ارادے سے احمد نگر سے وار اسنگ کی طرف روانہ ہوا۔

صلح کی ناکام کوشش

جمال خاں، عادل شاہی لشکر سے سات کوس کے فاصلے پر ٹھہرا۔ اس نے صلح کی بات چیت کے لیے دوبارہ دلاور خاں کے پاس قاصد روانہ کیے

ابراہیم عادل شاہ کا برہان شاہ کی مدد کے لیے آمادہ ہونا

دلاور خاں نے وہ خطوط بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے، بادشاہ نے ان خطوں کو پڑھا اور برہان شاہ کی مدد کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا، اس نے اسی وقت ان خطوں کا جواب لکھ کر قاصدوں کے حوالے کیا اور ان کو واپسی کی اجازت دی۔ دو تین روز کے بعد ہی بادشاہ نے ملک میں تیز رفتار قاصدوں کو دوڑایا اور جب برار کی فوج جمع ہو گئی تو شاہی جلوس نکالا گیا اور بیجاپور سے چھ کوس کے فاصلے پر بہمن علی کے مقام پر لنگر انداز ہوا۔

شاہ ورک کو روانگی

بادشاہ نے ربیع الثانی ۹۹۸ھ میں جمعرات کے روز برہان نظام شاہ کی مدد اور جمال خاں مہدوی کا قلع قمع کرنے کے لیے شاہ ورک کا سفر اختیار کیا۔

اس مقام پر پہنچ کر بادشاہ نے چند روز سیر و تفریح میں گزارے۔ بعد ازاں برار کے امراء اور شرفاء کے نام بڑے پر خلوص خطوط لکھے، جن کا نفس مضمون یہ تھا۔

"میں نے خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بات کا تہیہ کیا ہے کہ احمد نگر کے تخت پر اسمٰعیل شاہ کی بجائے برہان نظام شاہ کو بٹھاؤں، اگرچہ ان دونوں میں باپ بیٹے کا رشتہ ہے لیکن اسمٰعیل شاہ کمسن ہے، دوسرے باپ کی موجودگی میں بیٹے کا تخت پر بیٹھنا کچھ عجیب سی بات ہے اس لیے تم سب پر لازم ہے کہ میری رائے کی مخالفت نہ کرنا، اور برہان نظام شاہ کی وفاداری واطاعت کا دم بھرنا۔"

راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے قاصدوں کی آمد

راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے چند قاصد ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انھوں نے بادشاہ کو چند خطوط دیئے۔ ان خطوط میں لکھا تھا۔ کہ حضور کی آمد سے ہمیں جس قدر خوشی ہوئی ہے۔ دشمنوں کو اس بات کا اتنا ہی غم ہے۔ حضور کی لشکر کشی سے جو فوری نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ برار کے امراء خصوصاً جہانگیر خاں حبشی اور اس کے ساتھی جلد از جلد ہم تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہیں، احمد نگر سے چند قاصد آئے ہیں اور انھوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ جمال خاں مہدوی سفر کی تیاری کر چکا ہے اور اسمٰعیل نظام شاہ کو ساتھ لے کر برار کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ اس وجہ سے امرائے برار، اپنے علاقے کو خطرے میں چھوڑ کر حضور کی خدمت میں پہنچنے سے معذور ہیں اگر آپ دو تین منزل اور آگے بڑھیں تو جمال خاں آپ کے ڈر سے احمد نگر سے نکلنے اور برار پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دے گا اور پھر امرائے برار آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔

پیغام دیا۔ چونکہ تم نے جنگ کی تیاری پوری طرح نہیں کی ہے، اس لیے آج کے دن جنگ نہ کرنا جب تم اچھی طرح تیاری کر لو پھر دشمن کو چھیڑنا۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو نقصان کا اندیشہ ہے۔

دلاور خاں کی ہٹ دھرمی

دلاور خاں نے بادشاہ کی ہدایت پر عمل نہ کیا۔ اسے تو ہاتھیوں اور سپاہیوں کی کثرت کی وجہ سے اپنی قوت کا بڑا غرور تھا۔ اس نے بادشاہ کے قاصد سے کہا۔ "تم میری طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ میں بہت جلد جمال خاں کو گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں لا رہا ہوں" اس کے بعد دلاور خاں جنگ کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنے خستہ حال اور بے ترتیب لشکر کو اس جگہ سے ہٹایا اور دشمن کے سامنے ڈٹ گیا۔

جنگ کی تیاریاں

دلاور خاں نے پانچ چھ ہزار ترک سپاہیوں کو دشمن کی فوج کے پیچھے متعین کر دیا۔ تاکہ نظام شاہی امراء اپنے ہاتھیوں اور خزانے کو میدان جنگ سے باہر نہ لے جا سکیں، نیز مہدوی جماعت کے افراد کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں قتل کرنے کی کوشش کی جا سکے۔ جمال خاں نے جب یہ دیکھا کہ فرار کے تمام راستے بند ہیں تو اس نے بھی لڑائی کا ارادہ کیا۔ ۵۔ جمادی الاوّل کو جمال خاں، دلاور خاں کے سامنے ڈٹ گیا۔

جنگ کا آغاز

طرفین ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے اور بڑے زور و شور سے لڑائی شروع ہو گئی۔ عادل شاہی امراء عالم خاں اور عین الملک کنعانی وغیرہ نے اس موقع پر میدان جنگ سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ، دلاور خاں سے بہت زیادہ ناراض ہے کیونکہ ایک تو اس نے بلبل خاں کو اندھا کر دیا تھا۔ دوسرے بادشاہ کی اجازت کے بغیر جنگ شروع کر دی تھی۔ یہ امراء اس بہانے سے کہ اب شکست یقینی ہے۔ میدان جنگ سے بھاگ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

دلاور خاں کا فرار

ان امیروں کے چلے جانے کے بعد دلاور خاں بے سہارا ہو گیا۔ اس موقع پر جمال خاں اور خداوند خاں حبشی نے دلاور خاں پر حملہ کیا جس کے پاس اس وقت دو سو سواروں سے زیادہ کی جمعیت نہ تھی۔ اس صورت حال کے پیش نظر دلاور خاں نے میدان جنگ میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور سات اشخاص کے ہمراہ جن میں سے ایک راقم الحروف فرشتہ بھی تھا۔ راہِ فرار اختیار کی۔

دلاور خاں کو اپنے جاسوسوں سے معلوم ہوا کہ عالم خاں اور عین الملک جیسے بہادر شکست کا بہانہ

دلاور خاں نے پہلی بار کی طرح اس مرتبہ بھی اس سلسلے میں گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر جمال خاں اپنے انجام کا تصور کر کے کانپ کانپ گیا۔

اسی دوران میں دلاور خاں کے چند ساتھیوں نے عاقبت نا اندیشی سے کام لے کر اس سے کہا۔ جمال خاں کا یہ ارادہ ہے کہ وہ مہدویوں کا ایک گروہ ساتھ لے کر میدان جنگ سے فرار ہو جائے اور ایک جنگل میں چھپ جائے۔ دلاور خاں کی بدنصیبی کہ اس نے اس بات کا یقین کر لیا اور جمال خاں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ بھنگ خاں نامی ایک امیر، اتفاقاً جمال خاں سے ناراض ہو کر عادل شاہی لشکر سے آملا۔ وہ بیڑ کے راستے سے روانہ ہو کر برہان نظام شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ جمال خاں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے سمجھا کہ اب اس کے تمام امیر اسی طرح ایک ایک کر کے دشمن سے جا ملیں گے۔

جمال خاں کی پریشانی

اس خیال سے جمال خاں بہت پریشان ہوا اس نے فوراً اپنی قیام گاہ سے کوچ کیا اور ایک ایسی جگہ چلا گیا۔ جو پانی اور پہاڑوں سے گھری ہوئی تھی، یہ جگہ فوجی نقطۂ نظر سے بہترین تھی۔ دلاور خاں کو اس کے جاسوسوں نے اس امر کی اطلاع دی دلاور خاں یہ سمجھ کر کہ جمال خاں نے بھاگنے کے ارادے سے کوچ کیا ہے۔ بیس ہزار سواروں کو ساتھ لے کر جمال خاں کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے یہ قدم بادشاہ کی اجازت کے بغیر اٹھایا۔

دلاور خاں کی عاقبت نا اندیشی

دلاور خاں نے اپنی قوت کے نشے میں سرشار ہو کر یہ بھی نہ سوچا۔ کہ اس کے پاس سامان جنگ کافی ہے کہ نہیں۔ جب وہ اپنے دشمن سے دو تین کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اسے دور سے ہی خیمے دکھائی دیئے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ یہاں نظام شاہی لشکر مقیم ہے اور کسی نے کہا یہ عادل شاہی فوج کے خیمے ہیں، دلاور خاں اسی شش و پنج میں تھا کہ مخبروں نے آ کر اطلاع دی کہ نظام شاہی فوج فلاں جگہ پر مقیم ہے اور یہ خیمے اسی کے ہیں۔

احساس ندامت

یہ سن کر دلاور خاں ٹھٹک گیا۔ اس نے فوراً آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے سفر پر بہت نادم ہوا، وہ چاہتا تو بآسانی واپس ہو سکتا تھا۔ لیکن اپنے غرور کی وجہ سے اس نے ایسا نہ کیا اور اسی جگہ لنگر انداز ہوا۔ دلاور نے یہ منصوبہ بنایا کہ جب وہ لشکر جو اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا تھا، اس کے پاس پہنچ جائے، تو وہ دشمن سے جنگ کرے اسی اثناء میں بادشاہ کا ایک قاصد دلاور خاں کے پاس آیا۔ اور اسے ابراہیم عادل شاہ ثانی کا

دشمن کے پاس پہنچ کر تمام راستوں کو مسدود کر دے اور کوئی ضرورت کی چیز، مثلاً غلہ اور چارہ وغیرہ اس کے پاس پہنچنے نہ دے۔ نیز دشمن کو اس انداز سے تنگ کرے کہ برہان نظام اور راجہ علی خاں بڑی آسانی سے اسے مغلوب کر سکیں۔

دلاور کی تباہی کا ارادہ

ان لشکریوں کو روانہ کرنے کے بعد بادشاہ نے ایک دریا کے کنارے خیمے لگائے، یہ بہت ہی پر فضا اور دلکش مقام تھا۔ اس لیے بادشاہ نے یہاں چند روز تک قیام کر کے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ دلاور خاں کو بادشاہ کے اس فیصلے سے اختلاف تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ اس مقام سے کوچ کرے اور کات روہینکہ تک کسی جگہ نہ ٹھہرے۔ بادشاہ کو دلاور خاں کی بے ادبی بہت ناگوار گزری اور اس نے دلاور کو تباہ کرنے کا پکا ارادہ کر لیا تمام امراء دلاور خاں کے تابع فرمان تھے۔ اس لیے بادشاہ اس سلسلے میں ان سے کوئی مدد نہ لے سکتا تھا لہٰذا اس نے اس کام کو خود اپنے ہاتھوں انجام دینے کا ارادہ کیا۔

عین الملک کا مشورہ

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے دو ہندوؤں کو (جو ایک عرصے تک اس کی والدہ کی ملازمت میں رہ چکے تھے اور جنہیں کوئی نہ پہچانتا تھا) چوری چھپے عین الملک کنعانی کے پاس روانہ کیا اور اسے دلاور خاں سے اپنی بیزاری کی تفصیل بیان کی۔ عین الملک بہت ہی عقل مند اور مدبر امیر تھا۔ اس نے جواب میں کہا کہ اگر حضور دلاور خاں سے اس قدر تنگ آ گئے ہیں تو ہم جان نثاروں کو حکم دیا جائے کہ اسے جلد از جلد ٹھکانے لگا دیا جائے، انھیں دونوں ہندوؤں کی معرفت بادشاہ اور عین الملک میں یہ طے ہوا کہ آدھی رات کے وقت جبکہ دلاور خاں سو رہا ہو، عین الملک لشکر میں چلا جائے۔ اس کے بعد عین الملک، دو امیروں، آنکس خاں اور علی خاں کو ساتھ لے کر دلاور خاں پر حملہ کر دے۔

تجویز پر عمل

بادشاہ نے اس تجویز کو بہت ہی موزوں اور مناسب خیال کیا، ۱۴ رجب ۹۹۸ھ کو آدھی رات کے وقت بادشاہ اپنی قیام گاہ سے باہر نکلا۔ اس لیے اپنے دل کی بات کسی سے بیان نہ کی اور کفش دار خاں نامی ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ خاصہ کا ایک گھوڑا جلد از جلد لے آئے۔ یہ غلام گھوڑا لینے کے لیے گیا۔ جلو داروں کے سردار نے گھوڑا دینے سے انکار کیا اور کہا کہ دلاور خاں کے حکم کے بغیر گھوڑا نہیں دیا جا سکتا۔ غلام نے یہ جواب سنتے ہی جلودار کے منہ پر تھپڑ مارا۔ وہ سہم گیا، اور سمجھ گیا کہ معاملہ دگرگوں ہے، اس نے فوراً کئی گھوڑے لا کر حاضر کر دیئے۔

بادشاہ اور اس کے غلام ان گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ بادشاہ کی دایہ کا بیٹا الیاس خاں اس

بنا کر میدان جنگ سے فرار ہوئے ہیں اور اب بادشاہ کے پاس وار اسنگ کی طرف جا رہے ہیں تاکہ دلاور خاں کی تباہی و بربادی کا سامان کریں۔ دلاور خاں یہ سن کر بہت پریشان ہوا اور بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرنے لگا۔ اس سے قبل کہ متذکرہ بالا امراء بادشاہ کے پاس پہنچتے۔ دلاور خاں وار اسنگ پہنچ گیا۔ چونکہ دشمن کے تعاقب کا خوف تھا اس لیے دلاور خاں نے بادشاہ کو ساتھ لیا اور شاہ درک کی طرف روانہ ہو گیا۔ تمام رات سفر کرنے کے بعد صبح کے وقت وہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

ابراہیم شاہ کی روانگی شاہ درک

جمال خاں کامیاب و کامران ہوا۔ ایسی فتح اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ اس نے دلاور خاں اور اس کے لشکر کے تین سو ہاتھی گرفتار کیے اور بڑی شان و شوکت سے وار اسنگ پہنچا اور وہیں ٹھہرا۔ راقم الحروف فرشتہ، جو اس معرکے میں شریک تھا۔ زخم کھانے کی وجہ سے سفر کے قابل نہ تھا۔ لہٰذا وہ وار اسنگ ہی میں مقیم رہا۔ اور بادشاہ کے ساتھ شاہ درک نہ گیا۔ اسے مہدویوں نے گرفتار کر لیا اس فقیر بے نوا نے بڑی منت و سماجت کے بعد ان لوگوں سے چھٹکارا حاصل کیا۔

تمام عادل شاہی امراء اور فوجی سردار شاہ درک میں جمع ہوئے وہاں یہ خبر گرم ہوئی کہ راجہ علی خاں برہان نظام شاہ کا حلیف ہو گیا ہے اور برار کے امراء بھی، ابراہیم عادل شاہ ثانی کے حکم کے مطابق برہان نظام کے گرد جمع ہو کر احمد نگر پر لشکر کشی کرنے والے ہیں۔ جمال خاں کو جب ان حالات کا علم ہوا، تو اس نے وار اسنگ میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہاں سے برار کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے طے کیا کہ برار پہنچ کر راجہ علی خاں سے جنگ کرے گا۔ علی خاں کو جب اس کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اس نے سید امجد الملک اور دوسرے مہدوی امراء کو قلعہ اسیر میں قید کر دیا اور ابراہیم عادل شاہ کو خطوط لکھ کر، جمال خاں کو تباہ و برباد کرنے پر رضامند کر لیا۔

جمال خاں کا تعاقب

بادشاہ نے جمال خاں کا قلع قمع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اس نے لشکر اور سامان جنگ کی دیکھ بھال کے بعد جمال خاں کے تعاقب میں شاہ درک کا سفر اختیار کیا۔ اسّی کوس کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بادشاہ جلد از جلد قصبہ پاتری میں پہنچ گیا۔ اسی مقام سے جمال خاں کے لشکر تک صرف آٹھ روز کی مسافت تھی، جمال خاں بادشاہ کے تعاقب سے خوف زدہ ہو کر بے تحاشا بھاگتا چلا گیا، اس نے راستے میں کہیں قیام نہ کیا۔

ترکی لشکریوں کی روانگی

ابراہیم شاہ نے آٹھ ہزار ترکی سپاہیوں کو اپنے لشکر سے علیحدہ کر کے، جمال خاں کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ یہ لشکر جلد از جلد

اور اس سے کہا۔ "آپ کے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ رات کے وقت سراپردہ شاہی سے نکلتے۔ خیر جو ہوا سو ہوا، اس وقت بھی بہتر ہے کہ آپ میرے ساتھ واپس روانہ ہوں۔" بادشاہ نے انتہائی غصے میں کہا۔ "اس گستاخ کو کون سزا دینے کے لیے تیار ہے۔؟" یہ سنتے ہی اوزبک خاں نامی، لشکر خاصہ کا ایک سپاہی آگے بڑھا، اس نے دلاور خاں پر تلوار کا ایک وار کیا۔ اگرچہ یہ ضرب کاری نہ تھی۔ تاہم دلاور خاں نے گھبرا کر اپنا گھوڑا پیچھے ہٹالیا۔

دلاور خاں کا فرار

اوزبک خاں نے تلوار کا ایک اور وار کرنا چاہا، دفعتاً دلاور خاں کا گھوڑا بدک اٹھا اور وہ زمین پر گر گیا۔ دلاور کے لشکر کے ایک مہابت نے فوراً اپنا ہاتھی دلاور اور شاہی لشکر کے درمیان کھڑا کر دیا تاکہ دلاور موقع پاکر کسی دوسرے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ دلاور خاں کے لشکر پر بادشاہی رعب و جلال کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ بے شمار سپاہی خوف زدہ ہو کر اس سے علیحدہ ہونے لگے۔ دلاور خاں نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ خود بھی میدانِ جنگ سے بھاگ گیا۔ بادشاہ کے لشکر نے اس کا تعاقب کیا۔ لہذا وہ راستے میں کسی جگہ قیام کیے بغیر ہی احمد آباد بیدر پہنچ گیا۔

الغرض اس طرح بادشاہ نے دلاور خاں کی چیرہ دستیوں سے نجات حاصل کی اس نے عین الملک اور دیگر امراء کو باوجود ان کے متذکرہ بالا جرم کے خلعت فاخرہ سے نوازا اور آئندہ کے انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ صبح کے وقت بادشاہ، شاہی سراپردے میں پہنچا اور تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا، جن لوگوں نے بادشاہ سے پوری پوری وفاداری کی تھی۔ انھیں طرح طرح کے انعامات سے نوازا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ اپنی مجلس خاص میں آیا۔ جہاں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مذہب کا معاملہ

دلاور خاں حنفی المذہب تھا۔ اس ملک میں مذہب شیعہ کے تمام طریقوں کو متروک قرار دے کر اہل سنت والجماعت کے طریقوں کو رواج دیا۔ اور چار یاروں کا خطبہ جاری کیا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بادشاہ بھی حنفی المذہب تھا۔ مگر بعضوں کا کہنا ہے ابراہیم اپنے باپ اور چچا طہماسپ شاہ اور علی عادل کی طرح شیعہ تھا۔ ابراہیم کا شیعہ ہونا زیادہ صحیح معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے لوگ تبدیلئ مذہب کر کے شیعہ ہو گئے۔ اور مسجدوں میں شیعوں کے دستور کے مطابق اذانیں ہونے لگیں۔

حنفی مشرب ابراہیم کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ جو لوگ میری تقلید کے خیال سے

رات سر نوبت تھا۔ اس نے جب بادشاہ کو آدھی رات کے وقت ایسے عالم میں دیکھا تو وہ فوراً دوڑا ہوا آیا۔ اور عرض کیا "حضور! یہ وقت باہر جانے کا نہیں ہے، آخر اس تیاری کی وجہ کیا ہے"؟ بادشاہ نے جواب دیا۔ یہ موقع گفتگو کا نہیں ہے۔ تم اس وقت فوراً میرے ساتھ چلو، معاملہ خود بخود تمہاری سمجھ میں آجائے گا، الیاس خاں اسی وقت اپنے سپاہیوں کے ساتھ، جو تعداد میں سو سے بھی کم تھے۔ بادشاہ کے ساتھ ہو لیا۔

بادشاہ بڑے لشکر سے علیحدہ ہو کر عین الملک کی قیام گاہ پر پہنچ گیا۔ جس وقت بادشاہ کے سراپردہ سے باہر آنے کی خبر مشہور ہوئی تو لشکر خاصہ کے سپاہی اور بادشاہ کے اہل مجلس فوراً مسلح ہو گئے۔ ان میں راقم الحروف فرشتہ بھی شامل تھا۔ یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان لوگوں کی تعداد تین ہزار تھی۔

دلاور خاں کی عیش پرستی

دلاور خاں، جس کی عمر اسی سال سے زیادہ تھی وہ ایک دکنی لڑکی کے حسن و جمال کا فریفتہ ہو چکا تھا۔ اس وقت وہ اپنے خیمے میں اسی ماہ جبین کے ساتھ مصروفِ عیش و نشاط تھا۔ جب بادشاہ رات گئے عین الملک کے لشکر کی طرف جانے لگا تو دلاور خاں کے مخبروں نے اسے حالات سے مطلع کیا، دلاور اور اس کا بیٹا اسی وقت جنگ کے ارادے سے تیار ہوئے اور سورج نکلنے کے وقت تک پانچ یا چھ ہزار سواروں کے ہمراہ بادشاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان لوگوں کو یہ توقع تھی کہ لشکر خاصہ کے سپاہی اور دیگر امراء پہلے کی طرح بادشاہ کی اطاعت سے منحرف ہو کر دلاور خاں کے ساتھ مل جائیں گے اور اسی کے احکام پر عمل کریں گے اور یوں دلاور خاں تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے گا۔

عین الملک کی زمانہ سازی

جب دلاور خاں بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے اپنے مقرب خاص کو عین الملک کے پاس بھیجا اور اسے دلاور خاں کی مدافعت کا حکم دیا۔ عین الملک نے بظاہر تو بادشاہ کے فرمان کی اطاعت کی لیکن چوری چھپے دلاور خاں کو یہ پیغام دیا۔ "بادشاہ اچانک ہمارے پاس آگیا ہے۔ اور ہم لوگ مجبوراً اس کی اطاعت کا دم بھر رہے ہیں۔ تم بے فکر ہو کر بادشاہ کو اپنے ساتھ لو اور اپنی جگہ واپس جاؤ۔ ہم تمہاری راہ میں حائل نہ ہوں گے"۔

دلاور خاں پر قاتلانہ حملہ

یہ پیغام سن کر دلاور خاں نے اپنی فوج اور لڑکے کو کچھ فاصلے پر چھوڑا اور خود پانچسو ۵۰۰ سواروں اور ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آیا

وسعت اور اپنے ذہن میں کشادگی پیدا کرو۔ سواری اور چوگان بازی کی بھی عادت ڈالو۔ الغرض غم و الم کو کسی طرح اپنے پاس نہ آنے دو۔ جب سلطنت کے چند اہم اور ضروری کام طے پا جائیں گے تو میں تمہیں اپنے پاس بلا لوں گا۔

شہزادۂ اسمٰعیل کا خیال

اس کے بعد بادشاہ نے قلعہ بلگوان کے کوتوال اور تھانیدار کے نام بھی احکام جاری کیے کہ شہزادہ اسمٰعیل کے پاؤں کی زنجیر کاٹ دی جائے۔ بادشاہ کے احکامات کی تعمیل کی گئی۔ شہزادے کو آزاد کر دیا گیا۔ اسے قلعے میں ہر چہار طرف گھومنے پھرنے کی آزادی تھی۔ پابندی اگر تھی تو صرف اتنی کہ وہ قلعے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ بادشاہ ہر مہینے ایک ہزار ہون شہزادے کے اخراجات کے لیے روانہ کرتا۔ نیز گراں قدر تحفے تحائف اور انواع و اقسام کے پھل بھی بھیجتا تاکہ شہزادے کی دلجوئی ہوتی رہے، عیدوں اور دیگر تقریباتِ مسرت کے موقع پر بادشاہ، شہزادے کو ضرور یاد کرتا۔

بھائی کی محبت

راقم الحروف مؤرخ فرشتہ نے بارگاہِ شاہی کے مقربِ خاص اور خزینہ دار احمد خاں سے یہ روایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ کی خدمت میں قلعہ بلگوان کے بہترین آم پیش کیے گئے۔ ان آموں کو دیکھ کر بادشاہ نے پوچھا "کیا یہ آم شہزادہ اسمٰعیل کے پاس بھی بھیجے گئے ہیں؟" اس جواب میں عرض کیا گیا۔ "چونکہ درختوں میں پہلی مرتبہ پھل آیا ہے۔ اس لیے فی الحال حضور کی خدمت میں یہ تحفہ پیش کیا گیا ہے۔ بعد ازاں شہزادے کی خدمت میں بھی ارسال کیے جائیں گے۔"

بادشاہ نے اس جواب کو معقول خیال سمجھا اور فوراً وہ آم شہزادے کے پاس بلگوان بھجوا دیے۔ اور یہ کہلا بھیجا۔ "بلگوان میں جو پھل پیدا ہوں، ان پر پہلے تمہارا حق ہے۔ اس لیے یہ آم تمہیں بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد جب اور آم درختوں سے اتریں تو مجھے بھجوا دینا۔ نیز بادشاہ نے قلعہ بلگوان کے تھانیدار کو حکم دیا کہ جو پھل پیدا ہو وہ پہلے شہزادے کی خدمت میں پیش کیا جائے اور بعد میں میرے پاس روانہ کیا جائے۔ الغرض بادشاہ نے ہمیشہ اپنے بھائی سے محبت اور اخلاص کا مظاہرہ کیا۔ شہزادہ اسمٰعیل بڑے عیش و عشرت سے قلعہ بلگوان میں زندگی بسر کرتا رہا۔ اور اسے کبھی کوئی تکلیف نہ اٹھانا پڑی۔

شہزادۂ اسمٰعیل کی بغاوت

شہزادہ اسمٰعیل کو خدا جانے کیا ہوا کہ اس نے اپنے بھائی کی محبت کی قدر نہ کی اور مفسدوں اور ہنگامہ پروروں کی ترغیب سے بادشاہ کی مخالفت پر اتر آیا۔ اس نے ۷، رمضان المبارک ۱۰۰۲ھ کو بادشاہ کے خلاف علمِ سرکشی بلند کیا۔ اور

شیعہ ہوئے ہوں، انھیں سخت سزا دی جائے، لیکن بعد میں ایسے لوگوں کو معاف کر دیا گیا۔ لیکن بادشاہ انھیں شرمندہ کرنے کے لیے "شیعان مصلحتی" کے لقب سے یاد کیا کرتا تھا۔

بُرہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں کا قتل

آج تک بیجاپور میں چاروں خلفاء کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ یوسف عادل شاہ کے عہد حکومت کی طرح بارہ اماموں کے نام بھی خطبے میں شامل ہیں، اسی زمانے میں جبکہ بادشاہ مذہبی معاملات میں گھرا ہوا تھا اور خطاکاروں کو سزا دینے کے درپے تھا، اسے برہان نظام کی فتح اور جمال خاں مہدوی کے قتل کی خبر ملی۔ تمام لوگ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ برہان نظام شاہ کو تہنیت نامہ بھیجا گیا اس کے بعد بادشاہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بیجاپور آ گیا۔ یہاں آکر حکومت کا انتظام اس طریقے سے کیا کہ سبھی لوگ اس کی قابلیت کے معترف ہو گئے۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی کے ابتدائی حالات

اب ابراہیم عادل شاہ ثانی کے تفصیلی حالات بیان کیے جاتے ہیں جو اسپ شاہ بن ابراہیم عادل شاہ اوّل کی چار اولادیں تھیں، دو لڑکیاں اور دو لڑکے، بیٹے ابراہیم اور اسمٰعیل تھے۔ اور بیٹی خدیجہ سلطان (میراں حسین نظام شاہ کی بیوی) اور ثانی بی بی (محمد برید شاہ کی بیوی) تھیں۔ شہزادہ ابراہیم اپنے چچا علی عادل شاہ کی وصیت کے مطابق تخت و سلطنت کا وارث ہوا اور سارے ملک میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہو گیا۔

بادشاہ کا پیغام شہزادۂ اسمٰعیل کے نام

ابراہیم کی تخت نشینی کے وقت شہزادہ اسمٰعیل کی عمر تین سال کی تھی۔ وہ اپنے بھائی کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا۔ جب وہ سن بلوغ کو پہنچا تو دلاور خاں حبشی نےجو ان دنوں وزیر سلطنت کے عہدے پر فائز تھا، اسے بلگوان کے قلعے میں قید کر دیا۔ حبشیوں کا ہنگامہ اور دلاور خاں کا اقتدار، جب ختم ہوا تو بادشاہ نے اپنے ایک خاص درباری کو شہزادہ اسمٰعیل کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "میں اب تک تمہارے دیدار سے محروم ہوں۔ اگرچہ تمہیں دیکھنے کی تمنا میرے دل میں ہر وقت چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ مگر میں کچھ ایسا مجبور رہا کہ اس تمنا کو پورا نہ کر سکا۔ تم اصل حالات سے پوری طرح باخبر ہو۔ اس لیے مجھے کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اب اس وقت تم یہ کرو کہ اس قلعے میں عیش و عشرت سے زندگی گزارو۔ ساقی اور شراب کے ساتھ علوم فنون سے بھی دلچسپی لو، خاص طور پر علم تاریخ اور فن شاعری کے مطالعے سے اپنی نظر میں

ابراہیم عادل شاہ کا اسمٰعیل کی سرزنش کے لیے فوج روانہ کرنا

عین الملک بظاہر تو ابراہیم عادل شاہ ثانی کی رفاقت کا دم بھرتا تھا۔ لیکن بباطن اس کی تمام ہمدردیاں شہزادہ اسمٰعیل کے ساتھ تھیں، اس نے اسمٰعیل کو یہ پیغام بھیجا کہ "جب سلطنت کی تمام مہمات انجام پا جائیں گی، تو میں چند امراء کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا" اسی اثناء میں ابراہیم عادل شاہ کو شاہ نور عالم کی گرفتاری کی خبر ملی۔ وہ بہت طیش میں آیا اور فوراً الیاس خاں سرنوبت کو ایک زبردست فوج کے ہمراہ بلگوان کی طرف روانہ کیا تاکہ شہزادہ اسمٰعیل کے ہنگامے کو فرو کیا جاسکے۔

قلعۂ بلگوان کا محاصرہ

الیاس خاں نے بلگوان پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا، اسمٰعیل میں مقابلے کی ہمت نہ تھی۔ لہٰذا وہ قلعہ بند ہوگیا۔ الیاس نے قلعے کے آنے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ عین الملک بھی بادشاہ کے حکم کے مطابق بلگوان پہنچا اور ظاہری طور پر اس نے بھی قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ وہ چوری چھپے اہلِ قلعہ کو غلہ اور ضرورت کا دیگر سامان پہنچاتا رہا۔ بادشاہ کو اس کا علم ہوگیا اور اس نے عین الملک کی طلبی کا فرمان جاری کر دیا۔

عین الملک کی طلبی کا فرمان

اس فرمان میں لکھا تھا کہ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے ان دنوں سب سے اہم مسئلہ قلعہ بلگوان کی فتح ہے۔ تم چونکہ سپہ سالار ہو اس لیے اس سلسلے میں تم سے مشورہ کرنا ضروری ہے لہٰذا تم جلد از جلد شاہی بارگاہ میں پہنچ جاؤ۔ تم جو تدبیر بتاؤ گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ کچھ اور امور کے متعلق بھی تم سے بات چیت کرنی ہے۔

عین الملک کا بیجاپور پہنچنا

عین الملک نے بڑی خندہ پیشانی سے شاہی فرمان کا استقبال کیا اور جلد از جلد پایہ تخت کی طرف روانہ ہوگیا تاکہ بادشاہ کو اپنی طرف سے مطمئن رکھے۔ عین الملک اپنے چند خاص الخاص رفیقوں کے ہمراہ شاہی بارگاہ میں پہنچ گیا۔ اور اس نے چند غیر مسلم مقربین شاہی کو روپیہ پیسہ دے کر اس کام پر نامزد کیا کہ وہ ہر وقت بادشاہ کے سامنے اس کی تعریف کرتے رہیں۔

بادشاہ کا نقطۂ نظر

ابراہیم عادل شاہ ثانی اگرچہ عین الملک کی حرکات اور اس کی مکاریوں سے پوری طرح واقف تھا۔ لیکن اس نے کوئی ایسی بات نہ کی جس سے غصے کا اظہار ہوتا۔ زمانہ ماضی میں عین الملک نے بادشاہ کی جو خدمت کی تھی، ابراہیم کے دل میں اس کی بہت قدر تھی۔ اس وجہ سے بادشاہ نے نرمی اور لطف و کرم سے کام لے کر عین الملک کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ بادشاہ کا خیال تھا کہ اس قسم کے سلوک سے عین الملک نادم ہو کر اپنے دل سے

کھلم کھلا مخالفانہ کارروائیاں کرنے لگا۔ بادشاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا اور ہنگامہ پروروں کی سازش کا بھید کھلا تو اس نے سب سے پہلے شہزادہ اسمٰعیل کو ایک نصیحت آمیز خط لکھا۔

بادشاہ کا خط اسمٰعیل کے نام

ابراہیم نے اسمٰعیل کو لکھا۔ "مجھے تمہاری مخالفانہ کارروائیوں کا علم ہوا ہے، تم اگر یہ روش چھوڑ دو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا، ورنہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی، خداوند تعالیٰ جس کو سلطنت و تخت سے سرفراز کرتا ہے وہ ایسے ہنگاموں سے کبھی نہیں ڈرتا، تمہیں معلوم ہے کہ ملک دکن کا بہترین حصہ میرے قبضے میں ہے اور یہاں کے تمام باشندے اور امراء دل وجان سے میرے فرماں بردار ہیں، تم اپنے ارادے سے باز آجاؤ، مجھے خوف ہے کہ کہیں معرکہ آرائی میں تمہیں نقصان اٹھانا پڑے، اور تمہاری بدقسمتی تمہیں ناکام ونامراد بنائے"۔ بادشاہ نے یہ خط اپنے ایک قابلِ اعتماد امیر شاہ نورعالم کے ہاتھ روانہ کیا، جو شیخ المشائخ حضرت قطب عالم جنید بغدادی رح کی اولاد میں سے تھا۔

برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل میں سازباز

شاہ نورعالم بادشاہ کا خط لے کر بلگوان پہنچا، شہزادہ اسمٰعیل خط پڑھ کر سیدھے راستے پر نہ آیا، اس نے نورعالم کو گرفتار کر کے بادشاہ کو بہت برا جواب لکھ بھیجا، اور پھر بغاوت اور خروج کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔ اسمٰعیل نے پہلے تو برہان نظام شاہ کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور اس سے مدد کا طالب ہوا، برہان نظام شاہ تو پہلے ہی سے وقت اور موقع کا منتظر تھا۔ اس نے فوراً مدد کا وعدہ کر لیا، اور یہ جواب دیا۔ "اگر تمہارا کام مناسب اور ٹھیک طریقے سے انجام پائے تو تم بیجاپور کے بڑے بڑے امیروں کو آئندہ کے دل خوش کن وعدوں سے اپنا بنالو۔ خصوصاً عین الملک کنعانی سے گہرے مراسم پیدا کرو۔ کیونکہ وہ امیر الامراء اور بلگوان کے قریبی علاقے کا جاگیردار ہے۔ اگر یہ امیر تمہارا حلیف ہو گیا تو پھر دوسرے امراء بھی تمہارا ساتھ دیں گے"۔

عین الملک اور اسمٰعیل میں مراسم

شہزادہ اسمٰعیل، برہان نظام شاہ کے اس جواب سے بہت خوش ہوا، عین الملک کنعانی ان دنوں قصبہ ہیگری میں مقیم تھا، شہزادے نے اس سے اور اس کے منہ بولے بیٹے انکس خاں سے تعلقات پیدا کیے۔ اور ان دونوں کو اپنا ساتھی بنا لیا۔ عین الملک یہ چاہتا تھا کہ معاملہ طول کھینچے۔ اور اسمٰعیل بلگوان کو اپنا دارالسلطنت بنا کر اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے۔ تاکہ ایک ہی سلطنت میں دو حکمرانوں کی حکومت قائم ہو جائے۔

مجھے بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ جن سے تمہاری غداری اور نمک حرامی کا ثبوت ملتا ہے"۔ حیات خاں نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ عین الملک خوفزدہ ہو۔ اس کو روپیہ پیسہ دے دلا کر خوش کرے لیکن عین الملک اب اس مرحلے سے بہت آگے نکل چکا تھا۔ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ اس کی غداری اب کوئی راز نہیں رہی لہٰذا اس نے نرمی اور ملائمت کو بالائے طاق رکھ کر حیات خاں کو گرفتار کر لیا۔

عین الملک کی علانیہ بغاوت

اس کے بعد عین الملک نے برسرِ عام بادشاہ کی مخالفت کرنی شروع کر دی اور اپنی طاقت پر ناز کرنے لگا۔ اس نے فوراً قرب و جوار کے حاکموں کو خطوط لکھے اور انھیں شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت کی ہدایت کی، ان حاکموں میں سے اکثر نے خفیہ طور پر اطاعت کا وعدہ کیا۔ قلعہ مرج کے باشندوں نے بسنرنایک نامی تھانیدار قلعہ کو معزول کر دیا اور اسمٰعیل کی اطاعت کا کھلے بندوں اعلان کیا۔

عین الملک کا خط برہان نظام شاہ کے نام

عین الملک نے برہان نظام شاہ کے نام ایک خط لکھا جس میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کی شکایت کی گئی تھی۔ اور یہ پیغام دیا گیا تھا کہ "تمام قلعے اور قصبے شہزادہ اسمٰعیل کے قبضے میں آگئے ہیں اور اس علاقے کے تمام امرا، اور پایہ تخت کے سارے معزز اشخاص نے شہزادے کی وفاداری کا عہد کر لیا ہے سب لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ شہزادے کے سر پر چترِ شاہی رکھ کر بیجاپور کا سفر اختیار کیا جائے لیکن یہ عظیم اقدام آپ کی اعانت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر حضور اپنے کرم سے کام لیں تو یہ کام بڑی عمدگی سے انجام دیا جا سکتا ہے، شہزادے کے ہاتھ میں حکومت آگئی تو وہ سب کے لیے باعثِ رحمت ہو گا۔ کامیابی کے بعد ہم بطور شکریہ کے شاہ ورک اور شولاپور کے قلعے اور تمام سرحدی پرگنے آپ کی نذر کریں گے۔

عین الملک کی خوشی

برہان نظام شاہ کے پاس جب یہ خط پہنچا تو اس نے ابراہیم عادل شاہ ثانی کے تمام احسانات کو فراموش کر کے شہزادے کی مدد کا وعدہ کر لیا۔ اور اپنی فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ عین الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بے انتہا خوش ہوا، اس نے فوراً وہ لشکر جو الیاس خاں کی مدد کے لیے بلگوان بھیجا تھا، واپس بلا لیا۔

ملابار کے ہندوؤں کا فتنہ

اسی دوران میں ملابار کے ہندوؤں نے ایک ہنگامہ بپا کیا۔ انھوں نے قلعہ چنید کدڑ کو، جسے علی عادل شاہ نے تسخیر کیا تھا، اپنے قبضے میں کر لیا۔ ان غیر مسلموں کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ انھوں نے بنکاپور میں بھی تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔

نمک حرامی اور غداری کے خیالات کو دور کر دے گا۔

عین الملک شاہی دربار میں

عین الملک کی آمد کے بعد بادشاہ نے اپنا دربار وسیع پیمانے پر آراستہ کیا۔ تمام امراء اور عسکری سردار بادشاہ کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے، شان و شوکت کا یہ عالم دیکھ کر عین الملک قدرے سہم گیا اور اس نے تین چار جگہ زمین خدمت کو بوسہ دیا اور بعد ازاں شاہی خدمت میں حاضر ہوا اور تخت شاہی کے پایوں کو چوم کر بادشاہ کے حکم کے مطابق اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

شاہی عنایات عین الملک پر

بادشاہ کی نگاہوں نے عین الملک کے خوف و ہراس کو بھانپ لیا۔ لہذا کچھ دیر تک دوسروں سے باتیں کرتا رہا۔ اور پھر عین الملک کی طرف متوجہ ہوا، بادشاہ نے اس سے بڑی میٹھی میٹھی باتیں کیں اور اسے خلعت فاخرہ کمر بند، خنجر مرصع، اسپ تازی اور ایک چابک سے سرفراز کیا۔ جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اس کے بعد عین الملک کو اپنی جاگیر میں واپس جانے کی اجازت مل گئی۔ اور دوسرے روز صبح کے وقت وہ اپنے پرگنہ بکرمی کی طرف روانہ ہو گیا۔

عین الملک کی روش

عین الملک نے بادشاہ کے لطف و کرم اور اس کے بہترین سلوک کا کوئی خیال نہ کیا اور حسب سابق اسمٰعیل کی دوستی کا دم بھرتا رہا اور اہل قلعہ کو چوری چھپے غلہ اور دیگر سامان ضرورت پہنچاتا رہا۔ عین الملک کی یہ حرکت سب پر ظاہر ہو گئی۔ اتفاق سے انھیں دنوں بیجاپور کا کوتوال حیات خاں (جو کہ دکن کے ایک ادنٰی طبقے سے تعلق رکھتا تھا) الیاس خاں کو بارود اور ضرورت کی دوسری اشیاء پہنچانے کے لیے بلگوان گیا ہوا تھا، واپسی پر وہ قصبۂ بکرمی میں مقیم ہوا اور اس نے عین الملک کی دعوت کی۔

حیات خاں اور عین الملک میں سخت کلامی

حیات خاں کی زندگی گھٹیا قسم کے لوگوں میں گزری تھی اور وہ ان سے بازاری باتیں کرتا رہتا تھا۔ عین الملک کو اس نے ایسا ہی شخص سمجھا اور اس سے بہت ہی سطحی قسم کی گفتگو شروع کی عین الملک کو اس کی ،،،، اس ناشائستہ حرکت پر سخت غصہ آیا اور اسے سخت سُست کہا۔ حیات خاں بھی آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے عین الملک کو کھلے لفظوں میں غدار اور حرام خور کہا۔

حیات خاں کی گرفتاری

حیات خاں نے عین الملک کو اس طرح مخاطب کیا: "میں ایک ضروری کام کے لیے بلگوان گیا تھا اور اسی سلسلے میں یہاں آیا ہوں

عین الملک کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے، اس نے حمید خاں کی بات مان لی اور برہان نظام شاہ کی آمد کا انتظار کیے بغیر (جو قلعہ پرندہ کے قرب و جوار میں پہنچ چکا تھا) شہزادے کو ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکل آیا عین الملک اور حمید خاں نے ایک بہت بڑے میدان میں ملاقات کی۔ حمید خاں اور اس کے ساتھیوں نے عین الملک اور شہزادے کے استقبال میں بڑے تکلف اور خوش اسلوبی سے کام لیا۔

عین الملک کا بڑا بیٹا عالی خاں بہت سمجھ دار اور عاقبت اندیش تھا۔ وہ اپنے باپ کو ہمیشہ بادشاہ کی مخالفت سے منع کیا کرتا تھا۔ اس نے حمید خاں اور اس کے ساتھیوں کی نیت کو بھانپ لیا اسے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کے ظاہری خلوص کی تہہ میں کتنا زہر بھرا ہوا ہے۔ عالی خاں نے عین الملک کو حمید خاں کے فریب سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن عین الملک کو یقین نہ آیا اور اس نے عالی خاں کے بیان کو خود غرضی و مطلب پرستی پر محمول کیا۔

عین الملک کا قتل

ربیع الثانی کی ۱۶ تاریخ کو جمعہ کے روز ہیکری میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ عین الملک کے حکم کے مطابق فرش اور قالین بچھا کر مجلس کو سجایا گیا۔ شہزادہ اسمٰعیل، حمید خاں کے بارے میں تحقیق حال کیے بغیر ہی شراب نوشی اور گانا سننے میں مشغول ہو گیا۔ حمید خاں کچھ اور ہی سوچے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے توپچیوں کو اشارہ کیا اور شہزادے کے لشکر پر گولہ باری ہونے لگی۔ عین الملک نے اس موقع پر فرار ہو جانے کی کوشش کی لیکن سہیل خاں خواجہ سرا کے حملے نے اس کے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ عین الملک زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ سہیل خاں نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

شہزادہ اسمٰعیل کی گرفتاری

اس کے بعد سہیل خاں نے شہزادے کے لشکر کی طرف رُخ کیا۔ شہزادے نے عالی خاں اور آنکس خاں کے پاس پہنچ جانے کا ارادہ کیا تاکہ ان دونوں کے ساتھ برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہو اور بعد میں جنگ کی باقاعدہ تیاری کر کے میدان جنگ میں آئے۔ شہزادہ اسمٰعیل پر شراب کا نشہ طاری تھا۔ اس لیے گھوڑے کو دوڑاتے وقت وہ زمین پر گر گیا۔ سہیل خاں کے سپاہیوں نے فوراً اسے گرفتار کر لیا۔

شہزادے کا قتل

شاہی ملازموں نے عین الملک کا سر پایہ تخت بیجاپور روانہ کیا اس کو رسی سے باندھ کر لٹکا دیا گیا۔ تمام لوگ اسے دیکھنے کے لیے دور دور سے آئے۔ الغرض ایک ہفتے تک یہی عالم رہا۔ شہزادہ اسمٰعیل کو سلحداروں کے سردار خانجی بن شجاعت خاں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد ازاں سہیل خاں اور اعتماد خاں وغیرہ امرائے عادل شاہی بیجاپور پہنچے اور انھوں نے بارگاہ شاہی میں حاضری دی۔ اسی روز عین الملک کے سر کو ایک توپ کے دہانے پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔

الیاس خاں اور محمد خاں رومی کی گرفتاری

الیاس خاں قلعہ بلگوان کا محاصرہ کیے ہوئے تھا وہ بھی دوسرے امراء کی طرح بادشاہ کا مخالف تھا، اس کے جی میں خدا جانے کیا آئی کہ سوچے سمجھے بغیر ہی بیجاپور چلا آیا۔ پایہ تخت میں اس کی آمد سے سخت کہرام مچا۔ ہر شخص خوفزدہ ہو گیا۔ عین ممکن تھا کہ پایہ تخت میں بھی ایک طوفان بدتمیزی بپا ہوتا کہ بادشاہ نے دانش مندی اور فراست سے کام لے کر الیاس خاں اور محمد خاں رومی کو، جو دشمن سے ملے ہوئے تھے، گرفتار کر لیا۔ اور انھیں ایک تنگ و تاریک قید خانے میں ڈال دیا۔

بادشاہ نے چاروں طرف امراء کے نام فرمان روانہ کیے اور انھیں بارگاہ شاہی میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ کچھ ہی عرصے میں پایہ تخت میں بے شمار سپاہی جمع ہو گئے۔ بڑے امراء میں عالم خاں دکنی، جو ابھی تک بادشاہ کا مخلص و وفادار تھا۔ پچاس۵۰ سواروں کے ساتھ سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ عین الملک نے بلگوان کے قرب و جوار کے امراء کو جب ان جگہوں پر موجود نہ پایا تو اس نے آنکس خاں کے ساتھ مل کر اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہناتے کی تیاریاں تیز تر کر دیں۔

اسمٰعیل چتر شاہی کے سائے میں

آنکس خاں نے اَن گنت روپیہ صرف کر کے دس ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں کا ایک زبردست لشکر جمع کر لیا اور اپنی قوت کے نشے میں سرشار ہو کر برہان نظام شاہ کی آمد کا انتظار کیے بغیر بلگوان کی طرف روانہ ہو گیا۔ آنکس خاں نے شہزادہ اسمٰعیل سے ملاقات کی اور برہان نظام شاہ کی آمد کی امید میں شہزادے کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کر دیا۔

باغیوں کی سرزنش کا انتظام

ابراہیم عادل شاہ ثانی کو جب ان حالات کی خبریں پہنچیں، تو اس نے فوراً حمید خاں حبشی کو سر لشکر مقرر کیا اور اسے ربیع الثانی کے مہینے میں امراء اور منصب داروں کے ساتھ باغیوں اور سرکشوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا جب حمید خاں عسالپور پہنچا تو عین الملک اور اس کے ساتھیوں نے اسے شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ حمید خاں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ اسے ابراہیم عادل شاہ ثانی نے کہا تھا۔ حمید خاں نے باغیوں کی بڑی عزت کی اور عین الملک کو کہلا بھیجا کہ میں تم لوگوں سے لڑائی کرنے کے لیے نہیں آیا ہوں۔ میرا ارادہ شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت و وفاداری کا اظہار کرنا ہے۔ اگر شہزادہ برہان نظام شاہ کی آمد سے پہلے ہی قلعے سے باہر نکل کر چتر شاہی کو اپنے سر پر سایہ فگن کرے تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت کا اظہار کروں گا۔

مشہور شہروں برہان پور، منڈو، اجین، آگرہ، دہلی اور لاہور وغیرہ کی سیر کے لیے تشریف لے گئے۔

زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ

اس کے بعد ہندوستان کے تحفے تحائف لے کر وہ شیراز واپس گئے۔ کچھ مدت بعد انھوں نے حج کا ارادہ کیا۔ اور شیراز سے حرمین شریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ راستے میں بغداد میں قیام کر کے حضرت امام موسیٰ کاظم اور امام محمد نقی کے روضہ مبارک کی زیارت کی پھر سامرہ پہنچے اور حضرت امام نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے روضوں کی زیارت کر کے یہاں کے مجاوروں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

اس کے بعد خواجہ صاحب نجف اشرف میں پہنچے اور حضرت علیؓ کے روضہ پاک پر جبہ سائی کی۔ اور مکہ معظمہ کا رُخ کیا۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی راہ لی۔ حضرت محمد صلعم کے آستانہ مبارک پر حاضری دینے کے بعد اپنے وطن شیراز میں واپس آگئے۔ کچھ دنوں کے بعد خواجہ صاحب کو پھر شوقِ سیاحت نے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ ۹۹۷ھ میں ملا شکیبی شاعر اور خواجہ عنایت اللہ کے ہمراہ براستہ بندر خمدان بذریعہ کشتی بندر جیول پہنچے۔ کچھ دنوں تک یہاں کے عالموں اور فاضلوں کا فیض صحبت اٹھا کر بیجا پور پہنچے۔

ان دنوں بیجا پور میں دلاور خاں وکیل السلطنت تھا۔ خواجہ صاحب اس کے توسط سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ ان سے بڑی مہربانی سے پیش آیا اور انھیں اپنے خاص ندیموں میں شامل کر لیا ۱۰۰۰ھ میں انھیں عادل شاہی قاصد کی حیثیت سے برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا گیا۔ انھوں نے بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ بادشاہ ان کی خدمات سے بہت خوش ہوا اور ان کے عہدے میں ترقی دی گئی۔

۱۰۰۲ھ میں انھیں بادشاہ کی طرف سے محمد قلی شاہ کے پاس حیدر آباد میں جو کہ بھاگ نگر کے نام سے مشہور ہے، بھیجا گیا کہ کچھ اہم سیاسی امور کے بارے میں گفتگو کی جائے خواجہ صاحب نے اس کام کو بھی بڑی اچھی طرح انجام دیا۔ انھیں دنوں بلگوان کا فتنہ اٹھا اور شہزادہ اسمٰعیل نے علم بغاوت بلند کیا۔ اس زمانے میں جبکہ عین الملک جیسے بڑے امیر نے بادشاہ کی کھلم کھلا مخالفت کی اور دوسرے امراء نے خفیہ طور پر بادشاہ کے مخالفین کا ساتھ دیا۔ خواجہ صاحب نے بادشاہ کی بڑی خدمات انجام دیں۔

مؤرخ فرشتہ کی بادشاہ سے ملاقات

انھوں نے اس ہنگامہ خیز زمانے میں بادشاہ کے بہی خواہوں کو بڑے بڑے عہدے اور انعامات اور مخالفین کو سخت ترین سزائیں دلوائیں۔ اسی زمانے میں انھوں نے راقم الحروف فرشتہ مصنف کتاب ہذا کو اپنی عنایات کا مرکز بنایا اور بادشاہ کی مجلس میں حاضری کا موقع دیا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے مجھ سے بات چیت کی اور

نمک حراموں کا قتل

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے قلعہ مرج کے تھانیدار مسمی مالک کے نام ایک فرمان روانہ کیا۔ کہ تمہارے قلعے میں ستر۷۰ عدد غدار اور نمک حرام نظر بند ہیں۔ انھیں جلد از جلد قتل کر دیا جائے۔ اور ان کے سر پایہ تخت روانہ کر دیئے جائیں۔ قلعے کے تھانیدار نے شاہی حکم کی تعمیل کی۔ اور ستر۷۰ قیدیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے تہہ تیغ کر دیا اور ان کے سر پایۂ تخت بیجاپور روانہ کر دیئے۔

انعام و اکرام

جب سرکشوں اور باغیوں کو خوب اچھی طرح نیست و نابود کر دیا۔ تو پھر بادشاہ نے ہر چہار طرف سے مطمئن ہو کر اپنے وفادار اور جاں نثار امراء اور ملازمین کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ عالم خاں کو مصطفیٰ خاں کا خطاب دیا گیا اور اسے دو ہزاری امراء کے طبقے میں داخل کیا گیا۔ سہیل خاں کو جس نے اپنی بہادری کا بر وقت مظاہرہ کر کے دشمن کو پامال کیا تھا خلعت عطا کیا گیا۔ نیز اس کے عہدے میں اضافہ کیا گیا۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

یہ تمام واقعات دشمنوں کے لیے بڑی اذیت دہ تھے خاص طور پر برہان نظام شاہ بہت پریشان ہوا۔ کیونکہ اس نے عادل شاہی خاندان کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ وہ قلعہ پرندہ کے نواح سے احمد نگر واپس آگیا۔

شاہ نواز خاں کے حالات

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ راقم الحروف فرشتہ پر خان والا شان شاہ نواز خاں کے بے پناہ احسانات ہیں اس تاریخ کی تالیف کے زمانے میں اس نے جس طرح راقم الحروف پر احسانات کیے ان کا تقاضا ہے کہ ہندوستان کے فرماں رواؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ نواز خاں کے حالات بھی درج کیے جائیں۔

خواجہ علاؤالدین محمد شیرازی اپنے زمانے کے ایک مشہور بزرگ تھے۔ شیراز کے حاکم اور معززین شہر ان سے بہت لگاؤ رکھتے تھے۔ اور ان کا بہت احترام کرتے تھے، خواجہ صاحب کے تین بیٹے تھے۔ خواجہ معین الدین، خواجہ معزالدین عنایت اللہ اور خواجہ ہدایت اللہ، یہ تینوں علم و فضل کے اعتبار سے اپنے معاصرین میں ممتاز نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔

علم و فضل

خواجہ شیرازی کو علم منطق و حکمت سے بہت دلچسپی تھی۔ انھوں نے اس سلسلے میں بہت کمال حاصل کیا۔ کئی کتابیں لکھیں جو آج بھی شائقین علم کے لیے بہترین رہنما ہیں جن دنوں خواجہ فتح اللہ شیرازی کو علی عادل شاہ نے ہندوستان آنے کی دعوت دی، خواجہ شیرازی نے سفر ہندوستان کا ارادہ کیا، وہ سمندر کے راستے بیجاپور آئے کچھ دنوں یہاں قیام کرنے کے بعد ہندوستان کے

شروع کیں، بادشاہ نے ان کتابوں کو پڑھا اور زبان فارسی میں اتنا کمال حاصل کیا کہ اہل زبان حضرات کی طرح گفتگو کرتا جس وقت بادشاہ فارسی میں بات چیت کر رہا ہوتا تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ بادشاہ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی دوسری زبان میں بات چیت بھی کی ہے۔

اگرچہ شاہنواز خاں بادشاہ کا استاد تھا لیکن اس خیال سے کہ اس نے اکثر دنیاوی معاملات میں بادشاہ سے بہت کچھ سیکھا ہے، بادشاہ کو اپنا استاد کہتا تھا۔ شاہنواز نے ایک گراں قدر یاقوت پر یہ عبارت نقش کروائی "شاگرد ابراہیم عادل شاہ، شاہنواز خاں" اور پھر اس یاقوت کو انگشتری میں جڑوا کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے شاہنواز کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

شاہی محل کی تعمیر

ایک روز ابراہیم عادل شاہ ثانی نے شاہنواز خاں سے کہا "ملک میں ہمارا مرتبہ سب سے اونچا ہے اور ہر شخص پر ہمیں برتری حاصل ہے اور تمہیں ہم سے قربت حاصل ہے، اسی مناسبت سے تمہارا محل بھی انتہائی عظیم الشان ہونا چاہیے لہٰذا تم ایک ایسا عالیشان محل تعمیر کرواؤ جو ہر لحاظ سے رشک فردوس ہو۔ شاہنواز خاں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ اور معماروں کو کام پر لگا دیا، کچھ عرصہ میں ایک عظیم الشان محل تیار ہو گیا۔

اس محل کی تفصیل یہ ہے۔ چار دیواریں ہیں جن کا ضلع تقریباً چار سو گز ہے شمال کی طرف دو دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ بہت ہی بلند ہے اور جو اس بازار کی طرف کھلتا ہے جو بازار شاہنواز خاں کے نام سے مشہور ہے، دوسرا دروازہ بادشاہ کے دربار کی طرف واقع ہے اس دروازے کے اوپر ایک ہشت پہلو عمارت بنی ہوئی ہے جس کا نام "نورس بہشت" ہے، اس عمارت کی دیواروں پر اندر اور باہر دونوں سنہرے نقوش بنائے گئے ہیں جو لوگ شاہی محل میں داخل ہوتے ہیں وہ پہلے ان نقوش کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہوتے ہیں تب قدم آگے بڑھاتے ہیں

شاہنواز خاں اکثر اس عمارت میں اپنی مجلس آراستہ کرتا ہے اور حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ چار دیواری کے درمیان میں ایک اور خوبصورت عمارت بھی ہے۔ جس کے دونوں طرف کمرے بنائے گئے ہیں اس عمارت کا رخ شمال کی طرف ہے اور اس کا عقبی حصہ خس پوش ہے۔ اس عمارت کے پیچھے دوسرے بلند ترین مکانات ہیں جن پر چڑھ کر سارے شہر کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ شمالی ایوان کے سامنے پختہ چبوترہ ہے اور عمارت کے بالکل درمیان میں ایک تالاب ہے۔ جس کا پانی بہت ہی صاف و شفاف ہے۔ عمارت کے چاروں طرف ایک خوبصورت باغ ہے۔

مشہور تاریخ "روضتہ الصفا" کا ایک نسخہ جو بہت اعلیٰ خط میں لکھا ہوا تھا، عطا کیا۔ خلعت سے سرفراز کیا۔ نیز عہدے اور جاگیر میں اضافہ کیا۔ بادشاہ نے راقم سے فرمایا "اب تک ہندوستانی حکمرانوں کے حالات میں کوئی مفصل کتاب نہیں لکھی گئی، اگرچہ نظام الدین احمد بخشی کی کتاب موجود ہے لیکن یہ بہت ہی مختصر ہے نیز اس میں فرماں روایان دکن کے حالات سرسری طور پر ہیں، نہ ان میں تحقیق ملتی ہے اور نہ تفصیل، اب تم ہمت کرو اور ایک ایسی تاریخ مرتب کرو، جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہو اور جس میں ہمارے عہد حکومت کے حالات تفصیل سے درج ہوں۔ عبارت منشیانہ، تصنع اور تکلف، نیز جھوٹ اور بے سرو پا باتوں سے بالکل عاری ہو۔

راقم الحروف بارگاہ شاہی میں آداب بجالایا اور اس کام کو انجام دینے کا وعدہ کیا میں نے اسی ہفتے چند واقعات لکھے اور سب سے پہلے شاہ نواز خاں کی خدمت میں پیش کیے۔ خان موصوف نے اُن اوراق کو دیکھا اور تصحیح کی اور پھر انھیں شاہی خدمت میں ارسال کیا۔

شاہنواز خاں کا وکیل مطلق مقرر ہونا

شہزادہ اسمٰعیل کے ہنگامے کو ختم کرنے کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی نے یہ ارادہ کیا کہ برہمنوں کی جماعت جس کے ہاتھ میں تمام ملکی مہمات کی باگ ڈور رہتی تھی، معزول کر دیا جائے اور اس کی جگہ ایسے مدبر اور صاحبِ دانش شخص کا تقرر کیا جو ان معاملات میں خوش اسلوبی سے طے کر سکے، بادشاہ کی نظر انتخاب شاہنواز پر پڑی ۱۰۰۰ھ میں خانصاحب موصوف کو سب سے بڑا عہدہ دیا گیا یعنی وکیل مطلق مقرر کیا گیا۔

شاہنواز خاں نے سلطنت و حکومت کے کاموں کو اس خوش اسلوبی اور عمدگی سے انجام دیا کہ زبانِ قلم تعریف کرنے سے قاصر ہے۔ یہ خانصاحب ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ملک بڑی تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ خانصاحب کی تعریف کرنے سے قاصر ہے لہذا مدح و ثنا سے گریز کر کے مزید حالات سپردِ قلم کیے جاتے ہیں۔

ملک کے حالات سے بادشاہ کی آگاہی

وکیل مطلق کے عہدے پر سرفراز ہونے کے بعد شاہنواز خاں نے طے کیا کہ بادشاہ کو ملک کے حالات سے پوری طرح باخبر رکھنا ملک اور بادشاہ دونوں ہی کے لیے بہتر ہے لہذا اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ پرچہ نویسوں کی بھیجی ہوئی خبروں کو خود پڑھنے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیتا۔ بادشاہ ان تحریروں کو پڑھ کر نہ صرف یہ کہ ملک کے حالات سے باخبر رہتا۔ بلکہ اسے خط شکستہ کے پڑھنے میں بھی مہارت حاصل ہو گئی۔

بادشاہ کی فارسی دانی

اس کے بعد شاہنواز نے بادشاہ کی خدمت میں فارسی نظم و نثر کی کتابیں پیش کرنی

خواجہ معین الدین محمد

اس موقع پر شاہ نواز خاں کے سب سے بڑے بھائی خواجہ معین الدین محمد کا تذکرہ کرنا بھی مناسب ہوگا۔ خواجہ معین کی ذات خوبیوں کا مرکز تھی فصاحت بیان، خوش خلقی اور انسان دوستی میں وہ اپنی مثال آپ تھا۔ شاہ نواز جب مقربین شاہی میں شامل ہوا تو خواجہ معین بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اسے عمدہ جاگیر عنایت فرمائی۔ لیکن کچھ ہی عرصے بعد سنہ ۱۰۱۰ھ میں خواجہ معین کا انتقال ہوگیا۔ خواجہ معین کی وفات کے وقت اس کے عالم نزع میں راقم الحروف فرشتہ اس کی بالیں پر موجود تھا۔ اس کی وفات کے بعد بہت زور شور سے بارش ہوئی حالانکہ وہ برسات کا زمانہ نہ تھا۔

خواجہ معین کی وفات کے بعد اس کے بڑے بیٹے محمد ظریف کو جو اس وقت چار سال کا تھا باپ کی جاگیر اور املاک کا مالک بنایا گیا۔ محمد ظریف نے اپنے چچا کے زیر سایہ پرورش پائی اور علوم و فنون میں کمال حاصل کیا۔ شاہ نواز کا سب سے چھوٹا بھائی خواجہ ہدایت اللہ اپنے بھائی کی وفات کی خبر سن کر شیراز سے بیجاپور آیا اور بڑے بھائی (شاہ نواز خاں) سے تعزیت کر کے واپس شیراز چلا گیا۔

خواجہ ہدایت اللہ ان دنوں شیراز ہی میں ہیں اور بڑے بھائی کی طرف سے ایک مسجد تعمیر کروا رہے ہیں بیجاپور سے ہر سال اس مقصد کے لیے ایک بڑی رقم شیراز بھیجی جاتی ہے۔

مفسدوں کی بیخ کنی

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے قلعہ بلگوان کو باغیوں اور سرکشوں کے قبضے سے نکالنے کے بعد مفسدوں کی طرف توجہ کی ایسے تمام امراء کو جو باغیانہ خیالات رکھتے تھے، معزول کر کے نظر بند کر دیا گیا۔ برہان نظام شاہ کی طرف سے بھی بادشاہ کا دل مکدر تھا۔ لہٰذا اس کی سرزنش کا بھی ارادہ کیا۔

رائے کرناٹک کی پریشانی

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، برہان نظام شاہ، شہزادہ اسمٰعیل کی مدد کے لیے بلگوان روانہ ہوا تھا اور قلعہ پرندہ کے قرب و جوار ہی میں اس نے عین الملک کے قتل اور شہزادے کی گرفتاری کی خبر سُن لی تھی اس وجہ سے اس نے آگے بڑھنا مناسب خیال نہ کیا۔ اور واپس احمد نگر جانے کا خیال کیا اس ہنگامے اور شورش کے درمیان میں چندر کونی کا قلعہ جو عادل شاہی حکومت کی ملکیت تھا کرناٹک کے غیر مسلم ہندوؤں کے قبضے میں چلا گیا کرناٹک کا راجہ بڑا سمجھ دار تھا اس نے اندازہ کر لیا کہ ابراہیم عادل شاہ اس طرف ضرور توجہ کریگا اور اگر اس نے چندر کونی کے قلعے پر دوبارہ قبضہ کر لیا تو کرناٹک کو بہت نقصان پہنچے گا۔

عالی شاہ کا مشورہ

راجہ یہ سوچ کر بہت پریشان ہوا۔ ان دنوں عین الملک کا بیٹا عالی شاہ راجہ کے پاس ہی مقیم تھا۔ اس نے راجہ کو یہ مشورہ دیا کہ برہان نظام شاہ

میرزا علاؤالدین دلیسہ کی پیدائش

یہ محل بہت ہی مبارک ثابت ہوا اس کی تکمیل کے بعد ۳ ربیع الثانی سنہ ۱۰۱۸ھ کو شاہنواز کے گھر بیٹا پیدا ہوا جس کا نام میرزا علاؤالدین دلیسہ رکھا گیا۔ شہر کے اکابر نے شاہنواز خاں کو مبارکباد دی، مولانا فہیمی نے مبارکباد کا قصیدہ پیش کر کے انعام واکرام حاصل کیا۔ اس محل کے مسعود ہونے کی دوسری اور بڑی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کو شاہنواز کے گھر بیٹا ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے خاں موصوف کو مبارکباد دینے کے لیے اس محل میں تشریف لانے کا ارادہ کیا۔

شاہانہ سواری

شاہ نواز خاں کو شاہی ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے شاہانہ سواری کے استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا۔ محل کے صحن میں ایک قیمتی فرش بچھایا گیا۔ اور اس پر زرین شامیانہ لگایا گیا۔ مقررہ دن کو صبح کے وقت بادشاہ کی سواری شاہ نواز کے محل کی طرف روانہ ہوئی۔ سارا راستہ دلہن کی طرح سجایا گیا طرح طرح کی رنگین جھنڈیاں بازار شاہ نواز کے دونوں جانب لگائی گئیں۔ بڑے بوڑھوں کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنی عمر میں بازار کو کبھی ایسا آراستہ نہیں دیکھا۔

بادشاہ، شاہنواز کے گھر میں

بادشاہ جب شاہنواز کے محل پر پہنچا تو بڑے اعلیٰ طریقے سے اس کا استقبال کیا گیا۔ سب سے پہلے بادشاہ نے منقش دہلیز کا نظارہ کیا اور پھر آگے بڑھا، اس کے بعد نورس بہشت کو دیکھا۔ اس عمارت کی خوبصورتی اور دلکشی سے بادشاہ اس قدر متاثر ہوا کہ وہیں اپنی بزم نشاط منعقد کی۔ پانچ مجمر روشن کیے گئے۔ عطر کی خوشبو سے ساری فضا مہکنے لگی بادشاہ نے اپنے بعض مقربین، شعراء، اور درباریوں کو طلبی کا حکم دیا۔ اور اخلاص خاں وغیرہ حاضر خدمت شاہی ہوئے۔ امرائے شاہی ادب سے آداب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوئے اور مولانا فہیمی اور مولانا ظہوری نے موقع و محل کی مناسبت سے کچھ بہترین اشعار سنا کر محفل کو گرم کیا بادشاہ نے کلام کی تعریف کر کے دونوں کی ہمت افزائی کی۔

جشن عیش و عشرت

اس کے بعد ملازمین نے چاروں طرف اعلیٰ درجے کے کھانے اور انواع واقسام کے پھل ترتیب سے لا کر رکھ دیے جب بادشاہ کھانے سے فارغ ہوا تو شاہ نواز نے تازی گھوڑے گراں قدر کپڑے اور حبشی غلام بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔ اور امراء و اراکین سلطنت کو خلعتوں سے نوازا، جشن مسرت کے اختتام پر بادشاہ نے شاہ نواز خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا۔ نیز ایک ہزار ہون نقد، دو مرصع پٹکے اور چند تازی گھوڑے عطا کیے اس کے بعد بادشاہ واپس اپنے محل میں آگیا۔

پیدا ہوا۔

نظام شاہی لشکر میں انتشار

اس لشکر میں اخلاص خاں حبشی سے زیادہ کوئی صاحب اقتدار امیر نہ تھا۔ وہ نظام شاہی غلاموں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا اس نے دوسرے حبشی اور دکنی امراء کے ساتھ مل کر مرتضیٰ خاں اور دوسرے غریب یا غیر ملکی امرا کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا۔ غیر ملکی امراء کو اس کی اطلاع ہوگئی اور وہ فوراً لشکر سے علیحدہ ہوگئے علیحدگی اختیار کرنے والے امراء میں سے مرتضیٰ خاں، احمد خاں قزلباش اپنے عزیزوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف چلے گئے۔ خلیفہ عرب اور قزلباش خاں نے ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ عادل شاہ کی بارگاہ میں پناہ لی۔

برہان نظام کی وفات

نظام شاہ کو یہ تمام حالات معلوم ہوئے۔ یہ سب کچھ سن کر اس کو بہت صدمہ ہوا۔ اس کی بیماری پہلے سے کہیں زیادہ مہلک ہوگئی اور آخر کار (جیسا کہ کسی مناسب و موزوں مقام پر تفصیل سے لکھا جائے گا) اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

برہان نظام شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم نظام تخت پر بیٹھا میاں منجدی دکنی وکیل سلطنت کے عہدے پر فائز ہوا۔ چونکہ ابراہیم نظام کی ماں حبشیہ تھی اس لیے تمام مفسد اور فتنہ پرداز حبشی بادشاہ کے مقربین اور ندیمان خاص میں شامل ہوگئے۔ میاں منجدی دکنی مجبوراً خاموش رہا۔

امرائے نظام شاہی کی عاقبت نااندیشی

اسی دوران میں دکنیوں، حبشیوں اور مخلوط النسل امراء نے انتہائی عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کیا اور پے در پے ایسے واقعات ظہور میں آئے کہ ملک کی حالت تباہ ہوگئی۔ ان امراء نے اس علاقے کے عادل شاہی ایلچیوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا۔ عادل شاہی حکومت کی ہمسری کا دعوےٰ کرنے لگے اس صورت حال کے پیش نظر ابراہیم عادل نے بذاتِ خود ان نافرمان اور بدکردار امیروں کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کیا اور ایک جرار لشکر ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔

ابراہیم عادل کی لشکرکشی

۲۰ رشعبان کو ابراہیم عادل شاہ بہمن علی نامی مقام پہ پہنچا۔ بادشاہ نے کچھ دنوں یہاں قیام کیا اور پھر امراء کو انعام و اکرام سے مالا مال کر کے شاہ درک کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم کا خیال تھا کہ اگر احمد آباد کے باشندوں نے سلامت روی سے کام لیا اور لڑائی نہ کی تو ان کی خطاؤں کو معاف کر کے دوستانہ مراسم از سر نو پیدا کر لیے جائیں گے اس خیال کے پیش نظر ابراہیم نے ایک جماعت کو ابراہیم نظام شاہ کے پاس روانہ کیا ابراہیم چونکہ صُلح جُو تھا اس لیے

سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہئیں۔ تاکہ عادل شاہی مقبوضات پر ایک طرف سے برہان لشکرکشی کرے اور دوسری طرف سے رائے کرناٹک۔ رائے کرناٹک کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس نے برہان نظام شاہ کو یہ پیغام دیا۔

برہان نظام شاہ کے نام پیغام

"ابراہیم عادل شاہ کا اقتدار بہت بڑھ گیا ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کی ہوس اور بڑھے اور وہ دکن کے دوسرے فرمانرواؤں کو زیر کرنے کی کوشش کرے ایسی صورت میں ہمیں اطمینان سے نہ بیٹھنا چاہیے بلکہ اس اندیشے کا قلع قمع کرنا چاہیئے" اور برہان نظام شاہ تو خود یہی چاہتا تھا لہٰذا وہ فوراً راجہ سے مل گیا اور یہ طے کیا گیا کہ رام راج مدگل اور ٹپکا پور کے قلعوں پر قبضہ کرے اور برہان شولاپور اور شاہ درک کے قلعوں کو تسخیر کرے۔

عادل شاہی مقبوضات پر برہان کا حملہ

قصہ مختصر یہ کہ برہان نظام شاہ نے کچھ کیے بغیر قلعہ پرندہ کے قرب وجوار سے واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور لڑائی کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اس نے مرتضیٰ خاں انجو کو سپہ سالار بنا کر دس بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ عادل شاہی ملک کی طرف روانہ کیا۔ اس کارروائی سے اس کا مقصد شاہ درک اور شولاپور کے قلعوں کو سر کرنا تھا۔

رام راج نے بھی ہنگامہ بپا کیا اور کرناٹک کے بعض شہروں کو عادل شاہی قبضے سے نکال لیا۔ برہان نظام شاہ کے امراء مرتضیٰ خاں وغیرہ قلعہ پرندہ کے قریب پہنچے تو انھیں معلوم ہوا کہ رام راج ابراہیم عادل شاہ کے خوف سے پریشان ہے۔ ان امیروں نے خود تو اسی جگہ قیام کیا اور اپنے سپاہیوں کی مختلف جماعتوں کو عادل شاہی قصبوں اور دیہاتوں کی بربادی تاراجی کے لیے روانہ کیا۔ ان سپاہیوں نے بڑا فتنہ اٹھایا اور رعایا کو بہت تنگ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے سرحدی امیروں کو باغیوں کی سرزنش کے لیے حکم دیا۔

اوزبک خاں کا قتل

اسی دوران میں مشہور نظام شاہی امیر اوزبک خاں، جس نے عادل شاہی علاقے میں بڑی ہنگامہ خیزی کی تھی، عادل شاہی امراء کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کی موت نے تمام شاہی امیروں کے دل دہلا دیئے۔ احمد نگر کے باشندے بھی یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور مصیبت ٹوٹی۔ وہ یہ کہ ماہ جمادی الآخر کے آخری دنوں میں برہان نظام شاہ تپ محرقہ میں مبتلا ہوا اور ۹ رجب کو خونی اسہال شروع ہو گئے، اس کی بیماری کی خبر جب عام ہوئی تو نظام شاہی لشکر میں جو قلعہ پرندہ کے قریب کھڑا تھا سخت بے چینی اور اضطراب

عادل شاہی لشکر کی ترتیب

نظام شاہی امرا، جنگ پر تلے بیٹھے تھے، انھوں نے صلح کی بات چیت کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ یکم ذی الحجہ کو ان لوگوں نے عادل شاہی علاقے میں قدم رکھا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ حمید خاں نے اپنی فوج کو بڑی خوش اسلوبی سے ترتیب دیا۔ میمنہ پر سہیل خاں خواجہ سرا اور عنبر خاں حبشی کو مقرر کیا گیا۔ میسرہ پر شجاعت خاں، اور ترزہ خاں متعین ہوئے۔ قلب لشکر کو حمید خاں نے خود سنبھالا۔ مقصود خاں شاہی ہاتھیوں کے ساتھ قول کے سامنے کھڑا ہوا۔

عادل شاہی فوج کی ظاہری شکست

الغرض عادل شاہی لشکر اچھی طرح منظم ہو کر دشمن کی طرف بڑھا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ فریقین نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا، زمین خون سے لالہ زار ہو گئی۔ ایک زبردست جنگ کے بعد عادل شاہ میسرہ اور قلب دشمن سے مغلوب ہو گیا۔ بہت سے عادل شاہی سپاہی میدان جنگ میں مارے گئے اور بہت سے زخمی ہو کر بھاگ نکلے ...... لیکن یہ شکست، ظاہری شکست تھی اس کو فتح و کامرانی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ عادل شاہی لشکر جلد ہی کامیاب ہوا۔ اس اجمال کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

میدان جنگ میں بہت آتش باری کی گئی تھی، اس لیے دھوئیں کی وجہ سے زمین و آسمان تاریک ہو گئے تھے۔ ہوا کا رخ عادل شاہی فوج کی طرف تھا۔ شاہی میسرہ اس دھوئیں میں بری طرح گھر گیا۔ ایسی صورت میں سپاہیوں کا اپنی جگہ ٹھہرے رہنا مشکل ہی نہیں تھا بلکہ ناممکن تھا۔ لہٰذا وہ یکے بعد دیگرے میدان سے بھاگنے لگے۔ نظام شاہی امرا نے اس واقعہ کو اپنی فتح پر محمول کیا اور یک دم عادل شاہی لشکر پہ حملہ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عادل شاہی میسرہ کی طرح میمنہ اور قلب لشکر میں بھی انتشار پیدا ہو گیا۔ نظام شاہی لشکر نے مفرور سپاہیوں کا تعاقب کیا۔

ابراہیم نظام شاہ اپنے تحفظ کے خیال سے اپنی فوج کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ اس نے جب عادل شاہی لشکر کو منتشر دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا۔ اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ چند عادل شاہی امرا نے، جن میں سنبل خاں اور عنبر خاں بھی شامل تھے۔ ایک طرف کھڑے ہوئے تھے، انھوں نے ابھی تک لڑائی میں حصہ نہ لیا تھا اور کسی موقع کے انتظار میں تھے۔ انھوں نے جب نظام شاہی چتر و علم کو دیکھا تو اس کی طرف بڑھے۔ نظام شاہی ہمراہیوں نے جب دشمن کو دیکھا تو انھوں نے ابراہیم نظام سے کہا ہم لوگ تعداد میں پانچسو سے زیادہ نہیں ہیں اس کے برعکس دشمن کے سپاہی ایک ہزار سے زیادہ

وہ روزانہ صرف ایک میل کا فاصلہ طے کرتا تھا۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ کسی مقام پر پانچ پانچ، چھ چھ دن ٹھہر جاتا تھا۔ اس تاخیر سے یہ مقصد تھا کہ نظام شاہیوں کو سوچنے اور غور کرنے کی مہلت مل جائے اور وہ اپنی غلطیوں کا خیال کر کے راہ راست پر آجائیں۔ اور ابراہیم عادل شاہ سے معذرت طلب کریں لیکن ایسا نہ ہوا، نظام شاہی امرا اپنی سابقہ روش پر چلتے رہے۔

نظام شاہی امراء کی جنگ کی تیاریاں

ابراہیم عادل شاہ، شاہ ورک پہنچا۔ یہ مقام اپنی آب و ہوا کے لحاظ سے بہت پر فضا اور دلکش ہے اس لیے بادشاہ نے چند روز یہاں قیام کیا۔ اور مجالس ہائے عیش و نشاط منعقد کیں اسی دوران میں اخلاص خاں اور دیگر امراء نے جو ابراہیم نظام شاہ پر پوری طرح چھائے ہوئے تھے، جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ امیر بیس ہزار سواروں کے ساتھ ابراہیم عادل سے مقابلہ کرنے کے لیے عادل شاہی سرحد کے قریب پہنچ گئے۔

ان امیروں نے برہان نظام شاہ کی پیروی کرتے ہوئے ان راجاؤں کو جو عادل شاہی حکومت کے اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے، عادل شاہی قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے اکسایا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت غصے میں آیا، اس نے کہا "یہ سچ ہے کہ عالی نسب اور شرافت ہی دنیا کے تمام اچھے کاموں کے پس پردہ ہوتی ہے۔ ہم لاکھ نرمی اور ملائمت سے کام لیتے ہیں لیکن حبشی اور دکنی غلاموں کی فطرت انھیں راہ راست پر آنے سے روکتی ہے لہٰذا اب یہ ضروری ہے کہ ہم لوگ ان عاقبت نا اندیشوں اور مفسدوں کو راہ راست پر لانے کے لیے تلواریں سونت لیں اس کے علاوہ دوسرا طریقہ اب باقی نہیں رہا۔

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے فوج کے تمام سرداروں اور افسروں کو حکم دیا کہ فوراً لشکر کو تیار کر کے دشمن کے مقابلے پر آجائیں۔ ۱۸ ذیقعدہ کو صبح کے وقت بادشاہ نے شاہ ورک کے محل میں قیام کیا اور تمام خاص و عام لوگ بادشاہ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوئے اس کے بعد بادشاہ نے اپنی قوت کا اندازہ کرنے کے لیے لشکر کا معائنہ کیا اور مجید خاں اور شجاعت خاں کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ نظام شاہی فوج سے لڑنے کے لیے روانہ کیا۔

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے متذکرہ بالا سرداروں کو یہ نصیحت کی۔ "تم بہر صورت یہ کوشش کرنا کہ جنگ کی بجائے صلح سے مقصد پورا کیا جائے اور نظام شاہ کے لشکر کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھنا کہ اگر دشمن اپنی حد سے آگے بڑھے اور ہمارے علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسے پوری جوانمردی اور بہادری کے ساتھ تباہ و برباد کر دینا۔"

"رضوان" ہے، ایک ترکی غلام کی بہادری سے محفوظ رہا۔

بادشاہ کا استقبال اسی اثنا میں چند مخبر بھی شاہی بارگاہ میں پہنچے اور انھوں نے متذکرہ بیان کی تصدیق کی۔ ان اطلاعات کے پہنچنے سے عادل شاہی لشکر میں بڑی بے چینی پھیل گئی۔ لیکن بادشاہ قطعاً پریشان نہ ہوا اور ہر وقت خداوند تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتا رہتا۔ اس نے عوام و خواص سبھی سے بار بار کہا کہ "یہ خبریں قطعاً بے بنیاد ہیں۔"

حسن اتفاق ایک روز بھرے دربار میں بادشاہ نے حاضرین سے کہا، مجھے اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ ہم لوگ اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی و بربادی سن کر بہت مسرور و شادماں ہوں گے۔" ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ شاہنواز خاں دربار میں آیا اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ "حضور! مبارک ہو کہ ہمارا لشکر کامیاب و کامران ہوا، دشمن کو شکستِ فاش ہوئی۔ اور ابراہیم نظام شاہ میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ ہمارے لشکر نے نظام شاہی فیل خانے اور توپ خانے پر قبضہ کر لیا ہے۔" یہ سن کر تمام حاضرین بے انتہا خوش ہوئے۔

ابراہیم عادل شاہ کا حسنِ اخلاق اگرچہ ابراہیم نظام شاہ نے بڑی عاقبت نااندیشی سے کام لیا تھا۔ تاہم ابراہیم عادل شاہ کو اس کی موت کا بہت افسوس ہوا۔ اور اس نے اسی وقت اپنی فوج کے سرداروں کے نام یہ حکم جاری کیا کہ وہ اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں کہ نظام شاہی ملک تباہ و برباد نہ ہو، اور نہ ہی وہاں کی رعایا کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے، نیز تمام اراکینِ دولت اور سردارانِ لشکر اس علاقے سے بیجاپور کی طرف چلے جائیں۔ کیونکہ اب یہاں عادل شاہی لشکر کا قیام حریف کے لیے باعثِ پریشانی ہو گا۔

انعام و اکرام اسی ماہ کے آخری دنوں میں تمام اراکین سلطنت اور امرائے عادل شاہی شاہ درک میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے گرد جمع ہو گئے۔ بادشاہ نے ہر ایک کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ سہیل خاں اور عنبر خاں نے چونکہ بہادری اور جرأت کا بے مثال مظاہرہ کیا تھا اس لیے ان دونوں کو دوسروں سے زیادہ نوازا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ اپنے پایہ تخت میں آ گیا اور ذی الحجہ کی ۲۰ تاریخ سے شہید کربلاؑ کی عزاداری میں مصروف ہو گیا۔

اسی دوران میں بادشاہ کو یہ اطلاع ملی کہ بیجانگر کے وہ غیر مسلم، جنھوں نے مفسدوں کی ترغیب سے ہنگامہ خیزی کو اپنا شعار بنایا ہوا تھا۔ امرائے عادل شاہی کی آمد کی خبر سنتے ہی اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے ہیں۔ جو غیر مسلم مسلمان سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے انھیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

ہیں، اس لیے مناسب یہی ہے کہ ہم لوگ اس وقت جنگ نہ کریں اور کسی محفوظ جگہ پر مقیم ہو جائیں اور اس وقت تک خاموش رہیں، جب تک ہمارے امراء ہمارے پاس جمع نہ ہو جائیں۔ بصورتِ دیگر نقصان کا اندیشہ ہے۔

سنبل خاں خواجہ سرا اور ابراہیم نظام شاہ میں مقابلہ

ابراہیم نظام شاہ پر جوانی کا نشہ تو چھایا ہوا تھا ہی۔ لیکن وہ اس وقت شراب کے نشے میں بھی غرق تھا۔ اس نے اپنے ہمراہیوں کی نصیحت کو قابلِ التفات نہ سمجھا اور کہا۔ "میرے چھوٹے بھائی اسمٰعیل نے دلاور خاں کے مقابلے پر بہادری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے، میں کیسے بزدلی دکھاؤں، سنبل خاں خواجہ سرا کے سامنے بھاگ جانا میرے شایانِ شان نہیں ہے۔" یہ کہہ کر ابراہیم نظام شاہ نے تلوار نیام سے نکالی اور دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس نے بہادری کا بہت شاندار مظاہرہ کیا۔ لیکن تقدیر کے سامنے اس کی ایک نہ چلی۔

ابراہیم نظام شاہ کا قتل

دورانِ جنگ میں ایک تیر ابراہیم نظام شاہ کو آکر لگا۔ وہ اس کی تاب نہ لاسکا اور وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں نے بڑی مشکل سے اس کی لاش کو میدانِ جنگ سے باہر نکالا۔ نظام شاہ اپنے حبشی غلاموں کی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے عین عالمِ شباب میں راہیِ ملکِ عدم ہوا۔ تمام سپاہ اور رعیت اس کے غم سے نڈھال ہو کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوئی۔

جو دکنی اور حبشی امراء غارت گری میں مصروف تھے۔ انھوں نے اپنے بادشاہ کے قتل کی خبر سنی وہ ایسے پریشان ہوئے کہ سب کچھ بھول کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ اس طرح انھوں نے اپنے مالک کے خاندان کو پوری طرح تباہ کر دیا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ

اس معرکے میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے اس کو یہاں درج کیا جاتا ہے جنگ کے دوران میں جب عادل شاہی بہیرہ پریشان ہوا اور اس کے سپاہی میدانِ جنگ سے فرار ہوئے تو ان میں سے کچھ ایسے حواس باختہ ہو کر بھاگے کہ شاہ درک جا پہنچے، ان لوگوں نے شاہ نواز خاں سے کہا، دونوں لشکروں نے عصر کے وقت تک ایک دوسرے کا مقابلہ کیا۔ لیکن بعد میں عادل شاہی لشکر کی بہت بُری حالت ہوئی، تقریباً سارے امراء کو دشمن نے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف گنتی کے چند جان بچا کر میدانِ جنگ سے بھاگ سکے۔ اس طرح دشمن نے سارے فیل خانے پر قبضہ کر لیا۔ صرف ایک ہاتھی جس کا نام

چاہتا ہوں نیز دوسرے مقدس مقامات کی زیارت کی بھی خواہش ہے اور چاہتا ہوں کہ اب جب کہ میری عمر اسّی سال کی ہو چکی ہے، انھیں مقدس مقامات میں سے کسی ایک مقام پر اپنی زندگی کے باقی دن گزار دوں۔"

بادشاہ نے فوراً جہاز کے عملے کو حکم دیا کہ میر صاحب کے سفر کی تیاری کی جائے۔ چند دنوں میں جب سارے انتظامات مکمل ہو گئے تو میر صاحب مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے بوقت رخصت میر صاحب نے دو عدد موئے مبارک بادشاہ کو دیئے۔ یہ مبارک یادگار ایک سونے کی ڈبیہ میں رکھی ہوئی ہے اور ہر جمعہ کی رات اور دیگر متبرک راتوں کو اس کی زیارت کی جاتی ہے، اس مقدس تحفے کی وجہ سے بادشاہ پر طرح طرح کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کا اقبال روز بروز ترقی کر رہا ہے۔

احمد نگر کی حالت

قارئین کرام کو اچھی طرح معلوم ہے کہ نظام شاہی امیروں نے اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے ابراہیم نظام شاہ کو موت سے ہم کنار کیا اور پھر خود میدانِ جنگ سے جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے، شہر میں پہنچ کر مشہور دکنی امیر منجو خاں بیگی نے قلعہ اور خزانہ شاہی پر قبضہ کر لیا۔ اس نے تمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا اور سلطنت کے امور کو حسبِ منشا طے کرنے لگا۔ بڑے بحث مباحثے کے بعد (جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے بیان کیا جائے گا) منجو خاں نے ۱۰ ذی الحجہ ۱۰۰۳ھ کو احمد شاہ بن طاہر شاہ کو تخت پر بٹھایا، تمام امراء میں از سرِ نو عہدے اور منصب تقسیم کیے گئے، منجو خاں حسبِ معمول سب سے بڑے عہدے یعنی وکیل السلطنت اور نائب کے منصب پر فائز رہا۔

دس پندرہ روز کے بعد احمد نگر کے امراء کو معلوم ہوا کہ احمد شاہ، نظام شاہی نسل سے تعلق نہیں رکھتا لہٰذا انھوں نے اس شخص کو معزول کر کے بہادر شاہ ولد ابراہیم شاہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا لیکن میاں منجو نے اس رائے سے اختلاف کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکنی اور حبشی امراء میں جنگ شروع ہو گئی، منجو خاں قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا حبشیوں اور مخلوط النسل امیروں نے قلعے کو گھیر لیا اور اہلِ قلعہ پر ظلم کرنے لگے منجو خاں جب بہت زیادہ پریشان ہوا اور اسے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے مجبور ہو کر اپنے قاصدوں کو گجرات روانہ کیا اور شہنشاہ اکبر کے بیٹے شہزادہ مراد سے مدد کا طالب ہوا اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔

شہزادہ مراد کا ورود احمد نگر

شہزادہ مراد کو شہنشاہ اکبر کی طرف سے احمد نگر کو فتح کرنے کی اجازت مل چکی تھی اور وہ موقع و محل کا انتظار کر رہا تھا، اتنے

حضرت صلعم کے موئے مبارک کی زیارت

یکم محرم ۱۰۰۸ھ کو میر محمد صالح ہمدانی کی آمد کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھ سرکار دو عالم صلعم کے چند موئے مبارک بھی لائے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور بارگاہ خداوندی میں سجدۂ شکر بجالایا۔ اس نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ محمد صالح سے ملاقات کی اور موئے مبارک کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔ اس واقعہ سے بادشاہ کی دینی عقیدت مندی لوگوں پر واضح ہوگئی۔ ابراہیم عادل شاہ کے اکثر فرماں رواؤں نے ان موئے مبارک کی زیارت کرنی چاہی لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی تھی، ابراہیم کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے یہ سعادت نصیب ہوئی۔

بادشاہ جب ان موئے مبارک کی زیارت کے لیے تیار ہوا تو شاہی ملازموں نے طلائی، اور نقرئی مجمر میں عود روشن کیا۔ اور سرکار دو عالم پر درود بھیجا۔ ہجرتِ نبویؐ کے پورے ایک ہزار پانچ سال بعد یہ معجزہ رونما ہوا کہ آنحضرت صلعم کا موئے مبارک ایک ایسی ڈبیہ سے جس میں کوئی سوراخ نہ تھا۔ روشنی کی کرن کی طرح چمکتا ہوا برآمد ہوا۔

میر محمد صالح کی تعظیم و تکریم

بادشاہ نے میر محمد صالح کو انعام و اکرام سے مالامال کیا یکم محرم سے بادشاہ عزاداری میں مشغول ہوا اور میر محمد صالح کو یہ پیغام بھجوایا۔ "میں نے آپ کے جدّ محترم کا تعزیہ رکھا ہے۔ اگر آپ تشریف لاسکیں تو بڑا احسان ہوگا" میر محمد صالح نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور مع موئے مبارک کے شاہی محل میں قیام پذیر ہوئے، بادشاہ نے میر صاحب کی بہت تعظیم و تکریم کی اور امرائے شاہی و اراکین سلطنت کو ان کی خدمت کا حکم دیا اور کہا کہ انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ اور ان کے آرام کا پورا خیال رکھا جائے۔ ان کو جس چیز کی ضرورت ہو، فوراً بہم پہنچائی جائے۔ اور ان کی کسی فرمائش کو ٹالا نہ جائے۔

میر صاحب کی خواہش

میر محمد صالح سے بادشاہ خود بھی کبھی کبھی ملاقات کرتا اور انھیں شاہی عطیات سے نوازتا۔ جب محرم کا مہینہ ختم ہوگیا۔ اور ماہ صفر کا آغاز ہوا تو بادشاہ نے میر صاحب کو پھر اپنی مہربانیوں سے نوازا، انھیں دس بارہ ہزار ہون نقد اور گراں قدر کپڑوں کی چند گٹھڑیاں عنایت کی گئیں۔ بعد ازاں بادشاہ نے ان سے پوچھا۔ "اگر حضور کے دل میں کوئی بات ہو تو بلاتکلف ارشاد فرمائیں۔ فوراً تعمیل کی جائے گی۔" میر صاحب نے جواب دیا۔ "آپ کی عنایت سے مجھے سب کچھ حاصل ہوگیا۔ اب اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی صرف ایک خواہش ہے کہ میں بیت اللہ شریف کا طواف اور آستانہ رسول اکرم صلعم کی زیارت کرنا۔

متفقہ طور پر دشمن کا مقابلہ کرو، اس کے بعد جو شخص حکومت کے قابل ہو گا، عنانِ اقتدار اسی کے ہاتھ دے دی جائے گی۔" تینوں فرماں رواؤں نے ابراہیم عادل شاہ کے پیغام کی معقولیت کو سمجھا اور باہمی اختلافات کو ختم کر کے دشمن کے دفیعے کی تدبیر کرنے لگے۔

نظام شاہی امراء کی حمایت

میاں منجو نے اپنے بیٹے میاں حسن اور مرتضیٰ خاں انجو کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے مدد کا طالب ہوا جب یہ قاصد شاہی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ابراہیم نے فوراً لشکر کی طلبی کا حکم دیا، اسی اثنا میں چاند بی بی نے بھی ابراہیم کے نام ایک درخواست لکھی اور اس سے بصد منت مدد کی خواستگار ہوئی۔ شاہ نواز خاں نے یہ خطوط بادشاہ کی خدمت میں ملاحظے کے لیے پیش کیے۔ بادشاہ نے ہمسائیگی اور قرابت کا لحاظ کیا اور خواجہ سہیل خاں خواجہ سرا کو بیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

دکنی فوج کا متحدہ لشکر

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے نظام شاہی امراء منجو خاں اور اخلاص خاں وغیرہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی ساری فوج کو ساتھ لے کر سہیل خاں کے ساتھ شاہ درک میں ملاقات کریں اور پھر سب مل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوں نظام شاہی امیروں نے ابراہیم کی ہدایت پر عمل کیا اور سہیل خاں کے ساتھ مل کر، ایک زبردست فوج لے کر آگے بڑھے محمد قلی قطب شاہ نے مہدی قلی سلطان ترکمانی کی نگرانی میں تلنگانہ کا لشکر بھی روانہ کیا، جو سہیل خاں سے آملا۔

امرائے اکبری کے مشورے

شہزادہ مراد کو یہ تمام خبریں معلوم ہوئیں اس نے اکبری امراء خان خاناں اور محمد صادق وغیرہ سے مشورہ کیا، ان امراء نے کہا "ہمارے لیے یہ بہت مشکل ہے کہ سرکوب تیار کر کے اور خندق کھود کر قلعے کو فتح کر لیں کیونکہ دشمن ہمارے ہر سرکوب کے مقابلے پر ایک نیا بُرج تیار کر لیتا ہے اور ہماری ساری محنت بے کار چلی جاتی ہے، کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ دکنی افواج کی آمد سے پہلے ہی ہم قلعے کو فتح کر لیں۔" سب امراء نے بہت دیر تک غور و خوض کیا اور آخرکار اس نتیجے پر پہنچے کہ نقب زنی کے علاوہ کسی اور تدبیر سے قلعے کو تسخیر نہیں کیا جا سکتا، شہزادہ مراد نے اُمراء کے اس مشورے کو پسند کیا۔

نقب کی تیاری

اس تجویز پر عمل شروع ہو گیا، اہل قلعہ کو اس ارادے سے بے خبر رکھنے کے لیے آنے جانے کا راستہ بند کر دیا گیا اور نقب کھودنے کا کام بڑی مستعدی سے شروع کر دیا گیا۔ شہزادے مراد نے مورچل کی طرف سے حصار کی دیوار میں پانچ مقامات پر شگاف

میں منجوی خاں کی طرف سے جو دعوت ملی تو وہ بغیر کسی قسم کی تاخیر کے فوراً تیار ہو گیا وہ خانِ خاناں کے ساتھ بیس ہزار سپاہیوں کا لشکرِ جرار لے کر سلطان پور ندربار کے راستے سے احمد نگر پہنچا۔

شہزادہ مراد کا قلعے کو حاصل کرنے کا ارادہ شہزادہ مُراد کے احمد نگر پہنچنے سے پہلے ہی منجوی خاں حریف پر غالب آچکا تھا۔ لہٰذا اب اسے مُراد کی مدد کی قطعاً ضرورت نہ رہی تھی، ادھر مراد کے ارادے کچھ اور تھے اس نے منجوی خاں سے قلعہ احمد نگر طلب کیا منجوی خاں اپنے کئے پر بہت پچھتایا، اسے اس بات پر بہت افسوس ہُوا کہ اس نے خواہ مخواہ شہزادہ مُراد کو احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ منجوی خاں نے قلعے میں غلّہ اور دیگر سامان ضرورت کا مناسب و معقول انتظام کیا اور اپنے ایک قابل اعتماد امیر انصار خاں کو اس کا نگران مقرر کر کے خود احمد شاہ کے ساتھ آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر بٹیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

امرائے احمد نگر کے اختلافات اس کارروائی سے منجوی خاں کا مقصد یہ تھا کہ موجودہ صورتِ حال کے پیشِ نظر لشکر میں اضافہ کرے اور ابراہیم علی عادل شاہ سے مدد کا خواستگار ہو، میاں منجوی کو یہ خبر ملی کہ مغلوں نے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اور چاند بی بی دشمن کی مدافعت کر رہی ہے منجوی نے لشکر جمع کرنے کی کوشش کی، لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ امرائے احمد نگر اس وقت تین جماعتوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ایک جماعت آہنگ خاں حبشی کی تھی، جس نے شاہ علی بن برہان شاہ بن احمد نظام شاہ کو بادشاہ بنا رکھا تھا۔ دوسری جماعت اخلاص خاں حبشی کی تھی، جس نے موتی نامی ایک مجہول النسب شخص کی بادشاہت کا سکہ جاری کر رکھا تھا تیسری جماعت منجوی خاں کی تھی، جس نے احمد شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا تھا۔

مغلوں کی آمد کے بعد امرائے احمد نگر کی مختلف جماعتوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اس وقت محاصرے سے علٰحدگی اختیار کرے، اپنے حریف کو تباہ و برباد کر کے کسی ایک شخص کو سارے ملک کا بادشاہ اور پھر مغلوں کے ساتھ معرکہ آرائی کرے، لیکن یہ طریق کار بہت نقصان دہ تھا اوّل تو اس کے لیے بہت وقت درکار تھا، دوسرے یہ اندیشا تھا کہ جو جماعت مغلوب ہو گی، وہ مغلوں سے مل جائے گی اور اس طرح ملک پر مغلوں کا قبضہ ہو جائے گا۔

اختلافات کا خاتمہ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے احمد نگر کے امرا کی متذکرہ بالا تینوں جماعتوں کو یہ پیغام دیا۔ "اس وقت یہی بہتر ہے کہ تم لوگ آپس کے اختلاف کو مٹا کر

کیوں نہیں کی۔ لہٰذا اس نے محمد صادق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "جو حضور کے امراء کی رائے ہو، وہی مناسب ہوگی۔"

خان خاناں کا مشورہ

یہ جواب سن کر سبھی لوگ نادم ہوئے، انھوں نے خان خاناں سے معذرت کا اظہار کیا، اس پر اس نے شہنشاہ اکبر کی خیر خواہی کے خیال سے کہا کہ دکنی فرماں رواؤں کے لشکر بڑی تیز رفتاری سے اس طرف آ رہے ہیں، ہماری فوج میں غلّے کی کمی ہے، اس وجہ سے تمام لشکر اور جانوروں کی بہت بُری حالت ہے ایسی صورت میں معرکہ کارزار بپا کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے، اس لیے میری رائے یہ ہے کہ ہم اس مقام سے کوچ کر جائیں اور برار میں قیام کریں۔ سب سے پہلے ہمیں برار اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ فتح کرنا چاہیئے جب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اور برار کی رعایا کو پوری طرح اپنا مطیع و فرماں بردار بنالیں تو پھر ہمیں احمد نگر کی طرف توجہ کرنی چاہیئے، اس وقت ہم یقیناً اس قابل ہوں گے کہ اس قلعے کو فتح کر سکیں۔

شہزادہ مراد اور دیگر امراء غلّے اور دیگر سامان ضرورت کی کمی کی وجہ سے سخت پریشان ہو رہے تھے، ایسے عالم میں خان خاناں کا مشورہ انھیں بہت پسند آیا، ان لوگوں نے اسے اپنا راہنما بنایا اور اس کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ خان خاناں اور سید مرتضیٰ خاں سبزواری (جو ممتاز امرائے اکبری میں شامل تھے اور اس سے پہلے مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں برار کا سر لشکر رہ چکا تھا) نے خفیہ طور پر ایسی تدبیریں کیں کہ چاند بی بی خود صلح کا پیغام دے۔

صُلح

قصہ مختصر یہ کہ شہزادہ مراد کے لشکر اور اہلِ قلعہ دونوں ہی کی طرف سے کچھ آدمی درمیان میں پڑے اور طرفین میں اس شرط پر صُلح ہو گئی کہ "برار کا وہ حصہ جو تفال خاں کے قبضے میں تھا، شہزادہ مُراد کے حوالے کر دیا جائے اور باقی تمام حصہ (قلعہ ہور سے لے کر بندر چیول تک اور پرندہ سے لے کر دولت آباد اور سرحد گجرات تک) احمد نگر کے حاکم کے قبضے میں رہے۔"

اس معاہدے پر سختی سے پابند رہنے کے لیے طرفین نے آپس میں ایک دوسرے کو بہت یقین دلایا، قسمیں کھائی گئیں، معاہدے نامہ پر دونوں طرف سے معززین اور اکابر امراء نے اپنی مہریں ثبت کیں۔

حبشی اور دکنی امراء کی علیحدگی

اسی دوران میں سہیل خاں بھی اپنے لشکر برار کے ساتھ احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا، سہیل کو جب مغلوں کے

کروا دیا۔ یکم رجب کو نقب زنی کا کام مکمل ہو گیا اور ان نقبوں میں بارود رکھ کر پتھر اور چونے سے انھیں مضبوط کر دیا گیا، ان لوگوں نے یہ سوچا تھا کہ دوسرے روز نماز جمعہ کے بعد ان نقبوں میں آگ لگا دی جائے گی اور یوں برجوں کو مسمار کر دیا جائے گا۔

شہزادے کے لشکر میں خواجہ محمد خاں شیرازی بھی تھا۔ اس نے چوری چھپے اہلِ قلعہ کو نقبوں کی تیاری کی اطلاع دے دی، اہلِ قلعہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے، انھوں نے دو نقبوں کا سُراغ تو فوراً لگا لیا اور ان میں سے بارود نکال لیا اس کے بعد وہ باقی نقبوں کو تلاش کرنے لگے وقت مقررہ پر شہزادہ مراد اور دیگر امرائے اکبری جن میں محمد صادق بھی شامل تھا، خان خاناں سے مشورہ کیے بغیر ہی تیار ہو گئے ان کا مقصد یہ تھا کہ جب بارود کو آگ لگنے سے حصار کی دیوار میں شگاف پیدا ہو تو وہ فوراً اندر داخل ہو جائیں اور قلعے پر قبضہ کر لیں، خانِ خاناں کو انھوں نے اس لیے اپنا شریکِ راز نہ بنایا تھا، تاکہ فتح میں اس کا کوئی حصّہ نہ ہو اور کامیابی کا سہرا، شہزادہ مراد اور دیگر امرائے اکبری کے سر رہے۔

قصہ مختصر یہ کہ نقبوں میں آگ لگائی گئی، تین نقبیں جن میں بارود بھرا ہوا تھا، وہ تو فوراً اُڑ گئیں، اور تقریباً پچاس گز دیوار مسمار ہو گئی، لیکن باقی دو نقبیں نہ اُڑیں، شہزادہ مراد اور محمد صادق وغیرہ کو اصل معاملے کا علم نہ تھا، وہ یہ سمجھے کہ باقی دونوں نقبوں میں بھی بارود بھرا ہوا ہے، لہٰذا وہ ان کے اُڑنے کا انتظار کرتے لگے تاکہ بعد میں قلعے میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں۔

اہلِ قلعہ کی مستعدی

شہزادہ اور محمد صادق کے لشکر کا انتظار کرنا اہل قلعے کے لیے ایک نعمت ثابت ہوا، ان لوگوں کو ایک نادر موقع مل گیا اور انھوں نے (جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے لکھا گیا ہے) شگافوں میں توپ اور ضرب زن رکھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کا پورا پورا انتظام کر لیا، اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رات تک کوئی مغل سپاہی قلعے کے اندر داخل نہ ہو سکا، اہلِ قلعہ نے شکستہ دیوار کی تعمیر کی طرف بھی توجہ کی، رات کے وقت تمام بڑے چھوٹے یہاں تک کہ عورتیں بھی دیوار بناتی رہیں اور تین گز بلند دیوار چن دی گئی۔

شہزادہ مراد اور محمد صادق یہ توقع لگائے بیٹھے تھے کہ قلعہ جلد فتح ہو جائے گا، لیکن یہ صورتِ حال دیکھ کر وہ مایوس ہو گئے، اسی دوران میں سہیل خاں دکنی لشکر کو ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ شہزادے کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہوئے، اس لیے اس نے جنگ ترک کر کے خان خاناں سے مشورہ کیا۔ خانِ خاناں کو اس بات کا خیال تھا کہ شہزادے نے پہلے ہی اس سلسلے میں بات

فرمانروایانِ احمدنگر

یعنی

سلاطینِ نظام شاہی

لشکر اور اہل قلعہ میں صلح کا حال معلوم ہُوا تو دکنی اور حبشی امراء نے میاں منجو اور احمد شاہ سے علیٰحدگی اختیار کر لی اور خود احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے، ان لوگوں نے احمد نگر پہنچ کر چاند بی بی سلطانہ کے مشورے اور ہدایت کے مطابق بہادر شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ بہادر شاہ کی عمر اس وقت تین یا چار سال کی تھی۔ اسی دوران میں چند دنوں کے بعد سہیل خاں، میاں منجو اور احمد شاہ کو ساتھ لے کر بیجاپور کی طرف روانہ ہُوا۔

احمد نظام شاہ

ملک نائب کے آباؤ اجداد

مؤرخین کا بیان ہے کہ احمد شاہ بحری، ملک نائب نظام الملک بحری کا بیٹا ہے، اس کا جدِ اعلیٰ بیجا نگر کا ایک برہمن تھا جس کا نام "تیما بھٹ" اور اس کے باپ کا نام "بھیرو" تھا۔ تیما بھٹ احمد شاہ بہمنی کے عہدِ حکومت میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہُوا اور اس نے مشرف بہ اسلام ہو کر اپنا نام ملک حسن رکھ لیا، ملک حسن اپنی ذاتی صلاحیتوں کی وجہ سے شاہی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا، سلطان احمد شاہ نے جب دیکھا کہ ملک حسن بہت ہی دانشمند اور صاحبِ عقل ہے، نیز ہندی زبان کا زبردست ماہر ہے تو اس نے یہ غلام اپنے بیٹے محمد شاہ کو عطا کیا۔

ملک حسن بحری

ملک حسن، محمد شاہ کے ساتھ مکتب میں جانے لگا، کچھ ہی عرصے میں اس نے فارسی خط و کتابت میں بڑی مہارت حاصل کر لی اور وہ ملک حسن برلہ کے نام سے مشہور، سلطان محمد شاہ اپنے بچپن کے زمانے میں ملک حسن کو "برلہ" کی جگہ "بحری" کہا کرتا تھا، لہٰذا بعد ازاں یہی لقب خواص و عام میں مشہور ہو گیا۔

اقتدار میں اضافہ

محمد شاہ نے اپنے عہدِ حکومت میں ملک حسن پر بڑی مہربانیاں کیں اور اسے اپنے مقربین خاص میں شامل کر لیا، اسے قوش بیگی یعنی شکاری جانوروں کا عہدہ عطا کیا، رفتہ رفتہ ملک حسن کے اقتدار اور عزت میں اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ اسے "اشرف ہمایوں نظام الملک" کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔

طرفداریٔ تلنگانہ

خواجہ جہاں گاواں نے بھی ملک حسن پر بڑی مہربانی کی اور اسے تلنگانہ کا طرفدار مقرر کیا نیز راجمندری اور کہنہ بیل مع مضافات کے اس کی جاگیر میں شامل کر دیے، اس اقتدار کا یہ نتیجہ ہُوا کہ ملک حسن تلنگانہ کے تمام ملکی و مالی معاملات پر حاوی ہو گیا خواجہ جہاں کے قتل کے بعد ملک حسن اس کا جانشین مقرر ہُوا اور اسے ملک نائب کا خطاب دے کر سر لشکر بنایا گیا۔

"مؤرخ فرشتہ" اپنی اس کتاب میں اسے "احمد نظام شاہ بحری" کے نام سے یاد کرے گا۔

ملک احمد کی بہادری

ملک احمد جنیر پہنچا۔ باپ کی رسوم تعزیت ادا کرنے کے بعد اس نے رعایا اور لشکر کو انعام و اکرام دے کر مطمئن کیا اور پھر قصبہ بیر کراکانو اور پٹن کی حدود تک اپنے قبضہ میں کرلیا، ملک احمد نے آغاز شباب ہی میں کندیل اور راجمندری کے ہندو راجاؤں سے معرکہ آرا ہوکر اپنی جرأت و بہادری کے جھنڈے گاڑ دیے تھے، اس لیے سلطان محمود شاہ جب بھی کبھی اپنے امیروں اور لشکریوں کو ملک احمد سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کرتا تو یہ لوگ خوف کے مارے جنگ کا نام تک نہ لیتے تھے۔

یوسف عادل شاہ اور احمد نظام شاہ میں دوستانہ مراسم

سلطان محمود نے قاسم برید کے کہنے پر یوسف عادل شاہ کے نام ایک فرمان روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ "تم خواجہ جہاں دکنی اور حاکم جالنہ، زین الدین علی طاش کے ساتھ جنیر جاؤ اور احمد نظام الملک کو راہ راست پر لاؤ۔" یوسف عادل شاہ نے معذرت کا اظہار کیا اور خفیہ طور پر اپنا ایک قاصد احمد نظام الملک کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "اس علاقے کا انتظام اچھی طرح کرو اور دوسرے علاقوں کو بھی اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کرو"۔ اس کے علاوہ یوسف نے احمد کی فوجی مدد بھی کی اور اس کی قوت میں اضافہ کیا۔

زین الدین علی تاش کے نام پیغام

احمد نظام شاہ نے امیر الامراء کا عہدہ ظریف الملک افغان کو اور میر جملہ کا منصب نصیر الملک گجراتی کو عطا کیا، زین الدین علی تاش کے نام احمد نے یہ پیغام بھیجا۔ "چونکہ ہم اور تم دونوں ہمسائے ہیں اس لیے ہم دونوں پر کچھ حقوق واجب ہیں، میں تمھاری بہادری اور شجاعت کا دل و جان سے قائل ہوں میری خواہش ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہ رہیں، گزشتہ باتوں کو دلوں سے نکال کر اس علاقے میں دوستوں کی طرح رہیں اور سب کو مغلوب کریں۔"

شیخ مودی کا جنیر پر حملہ

انھیں دنوں شیخ مودی عرب نے احمد نظام شاہ کی تباہی و بربادی پر کمر باندھی، وہ بہادری اور شجاعت میں بڑا اونچا درجہ رکھتا تھا اور اسی وجہ سے اسے "بہادر الزمان" کا خطاب ملا تھا، شیخ مودی بارہ ہزار سواروں کو ساتھ لے کر قلعہ جنیر کی طرف بڑھا، پہلے اس نے قلعہ پرندہ کے دامن میں پناہ لی زین الدین علی کی نیت بھی بدل گئی اور اس نے شیخ مودی کا ساتھ دینے کی غرض سے اس کے لشکر سے مل جانے کا ارادہ کرلیا۔ احمد نظام کو

ملک احمد کا تقرر

سلطان محمد شاہ کے انتقال کے بعد اس کی وصیت کے مطابق محمود شاہ بن محمد شاہ نے ملک حسن کو وکیل السلطنت کے منصب جلیلہ پر فائز کیا۔ ملک حسن نے دولت آباد کے ماتحت پرگنوں بٹیر وغیرہ کو صوبہ جنیر میں داخل کیا اور یہ پرگنے اپنے بیٹے ملک احمد کو عطا کیے، حسن نے خواجہ جہاں دکنی کی رائے کے مطابق، جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے، ملک احمد کو جنیر کی طرف روانہ کیا، احمد وہاں قیام پذیر ہوا اور ملکی و سیاسی معاملات طے کرنے لگا۔

مرہٹوں کی نافرمانی

ملک حسن نے مرہٹوں کے نام اس مضمون کے خطوط کئی بار روانہ کئے کہ بٹیر اور جونہ کے قلعے ملک احمد کے حوالے کر دیے جائیں، لیکن مرہٹوں کے ایک گروہ نے (جس پر خواجہ جہاں نے اعتماد کر کے یہ قلعے اس کے حوالے کر دیئے تھے) ان خطوں پر عمل نہ کیا اور یہ جواب دیا "جب تک ہمارا بادشاہ محمود شاہ بالغ نہ ہوگا ہم بادشاہ کے مطیع و فرمانبردار رہتے ہوئے یہ قلعے اپنے قبضہ میں رکھیں گے اور جب بادشاہ سن بلوغ کو پہنچے گا تو اس کے حوالے کر دیں گے۔

قلعۂ بٹیر کی فتح

ملک احمد نے اس جواب کا بُرا مانا اور قلعوں کو بزور قوت حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا، اس نے سب سے پہلے قلعہ بٹیر پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا، یہ قلعہ پہاڑ کی ایک بہت بلند چوٹی پر واقع ہے، اہلِ قلعہ محاصرہ کی طوالت کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے آخرکار جب چھ مہینے گزر گئے تو صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ مجبوراً تلوار اور کفن سے آراستہ ہو کر نیز قلعہ کے دروازے کی چابی ہاتھ میں لے کر ملک احمد کے پاس آئے، ملک احمد کے لشکر نے قلعے پر حملہ کر دیا، سپاہی جب اندر گئے تو انھیں معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کے قتل کے بعد سے پانچ سال کی مرہٹوں کی لگان کی رقم قلعہ میں موجود ہے، سپاہیوں نے یہ رقم اپنے قبضے میں لی اور ملک احمد کے پاس پہنچا دی۔

کوہکن کے علاقے پر قبضہ

یہ روپیہ مل جانے سے ملک احمد بہت خوش ہوا، اس نے اپنے سپاہیوں اور امراء میں یہ روپیہ تقسیم کر کے انھیں شادکام کیا، ملک احمد نے اسی زمانے میں چونہ بہاکہ تنگی ترونی، کندھاپور، پورند، پورب، چندول، گردرک، مرنجن، ماہولی اور مالی کے مقامات کو فتح کیا اور اس طرح کوہکن کے تمام علاقے پر قابض ہو گیا۔

جن دنوں ملک احمد نظام قلعہ ندراج پوری کو فتح کرنے میں سرگرداں تھا، ان دنوں اسے اپنے باپ کے خطاب اور "احمد نظام الملک بحری" کے لقب سے مشہور کیا، اگرچہ ملک احمد نے کبھی اپنے آپ کو "شاہ" کے لقب سے مشہور نہیں کیا۔ لیکن دکن میں اس کا نام "احمد نظام شاہ" مشہور ہے اس لئے راقم الحروف

سے لڑا اور جلد ہی شکست کھا کر ظریف الملک کے پاس آگیا، اسی دوران میں احمد نظام شاہ بھی جالنہ سے واپس آگیا، اسے تمام حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ نصیر الملک کی قیام گاہ پر گیا، اس کی مزاج پرسی کی، ہمت بڑھائی اور شکست کی وجہ سے نصیر کو جو ندامت تھی، اسے دور کرنے کی کوشش کی۔

احمد نظام شاہ کی فتح

کچھ دنوں بعد احمد نظام شاہ نے ایک زبردست فوج اپنے ساتھ لی اور آدھی رات کے وقت دشمن کی طرف روانہ ہوگیا، احمد نے دشمن پر شب خون مار کر اس کے لشکر کو تتر بتر کر دیا، شیخ مودی مع بہت سے عربی، دکنی اور حبشی امراء کے مارا گیا، بہت سا مالِ غنیمت احمد کے ہاتھ لگا، شیخ مودی کے خیمے اور باربرداری کا سامان ملنے کی وجہ سے احمد کے لشکر کی شان و شوکت میں بہت اضافہ ہوا، اس واقعے کے بعد احمد نظام شاہ جنیر واپس آگیا۔

احمد نظام شاہ کا بیدر پر حملہ

سلطان محمود شاہ کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت غصے میں آیا اس نے عظمت الملک و بیر کو اٹھارہ امراء اور ایک زبردست لشکر کے ساتھ جنیر کو فتح کرنے کا حکم دیا، احمد نظام شاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو کر قادر آباد کے پہاڑی علاقے میں قیام پذیر ہوا، سلطان محمود شاہ کا لشکر سیری گھاٹ کے نچلے حصے میں پہنچا، احمد نظام نے تین ہزار بہادر اور تجربہ کار سپاہیوں کو ساتھ لے کر قادر آباد سے احمد آباد بیدر پر حملہ کیا، رات کے وقت جب کہ تمام لوگ بالکل غافل اور بے خبر تھے، احمد نظام بڑے اطمینان کے ساتھ بیدر پہنچ گیا، شہر کے دربانوں میں سے ایک شخص احمد نظام کے ساتھ ملا ہوا تھا اس لیے شہر کا دروازہ بغیر کسی مزاحمت کے کھل گیا اور احمد نظام اپنی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوگیا۔

نامزد امراء کے متعلقین کی گرفتاری

احمد نظام سب سے پہلے امیر نائب کے مکان پر گیا اس نے اپنے باپ کے متعلقین اور اہل و عیال کو اپنے خاص آدمیوں کے ہمراہ پالکیوں میں سوار کر کے جنیر روانہ کر دیا بعد ازاں اس نے سارے شہر کا دورہ کیا اور نامزد امراء کے بیوی بچوں کو گرفتار کیا اور صبح کے وقت شہر سے باہر نکلا قصبہ بیٹر کے راستے سے وہ قلعہ پرندہ میں پہنچا اور امراء کے گرفتار شدہ اہل و عیال کی عزت کی پوری پوری حفاظت کی نامزد امراء کو سیری گھاٹ کے قریب یہ معلوم ہوا کہ احمد نظام بیدر کی طرف روانہ ہوا ہے لہٰذا وہ تعاقب میں روانہ ہوئے شہر کے قریب ہی ان امیروں نے احمد نظام کو جا لیا اور اسے یہ پیغام دیا۔

نامزد امراء کا پیغام

"تم نے چونکہ ہمارے بیوی بچوں کی پوری طرح حفاظت کی ہے، اس لیے ہم تمہارے بہت بہت ممنون ہیں اور دل و جان سے تمہاری اطاعت

جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے بال بچوں کو قلعہ سبز میں بھیج دیا اور خود شیخ مودی کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

زین الدین علی پر احمد کا حملہ

احمد نظام الملک جب دشمن کے لشکر کے قریب پہنچا تو اس نے اپنی اور دشمن کی قوت کا اندازہ کر کے جنگ سے کنارہ کش رہنے کا فیصلہ کر لیا اور دشمن سے چار کوس کے فاصلے پر ایک جگہ قیام پذیر ہوا، احمد نے بڑی دانشمندی سے کام لیکر یہ معلوم کر لیا کہ زین الدین علی، شیخ مودی سے جلد از جلد مل جانے کا موقع ڈھونڈھ رہا ہے، احمد نے اپنا لشکر نصیر الملک اور زین الملک کے سپرد کیا اور خود منصب داروں اور سلحداروں (جنھیں نظام شاہی اصطلاح میں "حوالہ دار" کہا جاتا تھا) ایک جماعت کے ساتھ شکار کے بہانے سے باہر نکلا، اس نے زین الدین علی کی قیام گاہ، جالنہ پر حملہ کیا۔

قلعۂ جالنہ کی فتح

احمد نظام الملک رات کے وقت دشمن کے سر پر جا پہنچا، جب کہ زین الدین اور اُس کے ساتھی غفلت کی نیند میں کھوئے ہوئے تھے، احمد لکڑی کے زینے اپنے ساتھ لایا تھا، ان زینوں کو اس نے قلعہ کی دیوار سے لگا کر اور سب سے پہلے خود سترہ آدمیوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گیا، اس کے بعد تمام لشکری بھی قلعے میں انھیں چوبی زینوں کے ذریعے داخل ہو گئے، اہل قلعہ بالکل غافل و بے خبر تھے اور احمد کے تمام لشکری مسلح۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زین الدین مارا گیا اور قلعہ جلد ہی فتح ہو گیا۔

شیخ مودی اور نصیر الملک میں لڑائی

قلعۂ جالنہ کی تسخیر کی خبر بڑی مشہور ہوئی نصیر الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کے دل میں بھی کوئی کارنامہ دکھانے کی اُمنگ اُٹھی، اس نے تین ہزار کے قریب لشکریوں کو ساتھ لیا اور شیخ مودی کی طرف روانہ ہوا جب دونوں لشکروں میں ایک کوس کا فاصلہ رہ گیا تو شیخ مودی نے نصیر الملک کی آمد سے مطلع ہو کر سپاہیوں کی ایک جماعت اس کے مقابلے پر روانہ کی، فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ آخر کار شیخ مودی کے لشکر کو شکست فاش ہوئی، دوسرے دن پھر شیخ مودی نے اپنے سپاہی روانہ کیے، انھیں بھی نصیر الملک نے مغلوب کر لیا، اب شیخ مودی نے اپنے آدمیوں کو بھیجنا مناسب نہ سمجھا اور بذات خود نصیر الملک کا مقابلہ کرنے کے لیے آیا۔

نصیر الملک کی شکست

نصیر الملک دو دن کی متواتر فتح کی وجہ سے بہت خوش اور قدرے مغرور تھا، وہ اپنے خستہ حال اور تھکن سے چور چور لشکر کے ساتھ شیخ مودی

جہانگیر کا ٹپکا پور پہنچنا

احمد نظام شاہ پٹن سے روانہ ہو گیا۔ جیوگھاٹ کو عبور کرنے کے بعد وہ جنیر کے پہاڑی علاقے میں داخل ہوا نصیر الملک گجراتی قادر آباد سے لشکر، خزانہ اور غلہ وغیرہ لے کر جیور گھاٹ کے راستوں کو مسدود کرتا ہوا احمد نظام کے پاس پہنچ گیا اور وہیں مقیم ہوا، جہانگیر خاں کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ جیور گھاٹ پر نظام شاہیوں نے قبضہ کر رکھا ہے اس لیے وہ بیگانو گھاٹ سے ٹپکا پور پہنچا اور احمد نظام شاہ کے راستے میں مقیم ہو گیا۔

شاہی فوج کی غفلت

فریقین کے درمیان صرف چھ کوس کا فاصلہ تھا، دونوں لشکر پورے ایک مہینے ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن رہے یہ برسات کا زمانہ تھا جہانگیر خاں کے لشکر نے احمد نظام کے مقابلے میں بڑی سختیاں اور مصیبتیں اٹھائی تھیں اس لیے سارے لشکری عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے وہ دن رات شراب پیتے اور مست رہتے، دشمن کی طرف سے وہ بالکل غافل ہو گئے، احمد نظام شاہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے شاہی لشکر کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھا کر ۲ رجب ۸۹۵ھ کی رات کو اعظم خاں کے ہمراہ قصبۂ جیور سے کوچ کیا اور بڑی برق رفتاری سے فاصلہ طے کرتا ہوا صبح کے وقت ٹپکا پور کے قریب پہنچ گیا۔

شاہی لشکر کی تباہی

احمد نظام نے پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ شاہی لشکر لڑائی کے لیے بالکل تیار نہ تھا، بہت سے سپاہی عیش و عشرت میں مشغول تھے اور بہت سے گہری نیند سو رہے تھے۔ احمد نظام نے کئی ایک کو قتل کیا اور بے شمار سپاہی جان بچا کر بھاگ نکلے، جہانگیر خاں، سید اسحاق، سید لطیف اللہ نظام خاں اور فتح اللہ خاں وغیرہ مارے گئے ان کے علاوہ بہت سے امیر گرفتار ہوئے، احمد نظام شاہ نے ان قیدیوں کو گائے بھینس پر سوار کر کے اور ان کے لباسوں کو زانوؤں تک چاک کر کے اپنے لشکر کے گرد پھرایا اور بعد ازاں ان کی جان بخشی کر کے انھیں دارالملک روانہ کر دیا۔

باغ نظام

راقم الحروف مؤرخ فرشتہ سے، شاہ جمال الدین حسین انجو نے (جس کا تفصیلی ذکر مرتضیٰ نظام شاہ کے عہدِ حکومت کے حالات کے ساتھ بیان کیا جائے گا) یہ بیان کیا کہ یہ لڑائی "جنگ باغ" کے نام سے مشہور ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قصبہ ٹپکا پور کے اس مقام پر جہاں احمد نظام کو فتح حاصل ہوئی تھی، وہاں اس نے ایک باغ لگوایا تھا اور اس کا نام باغِ نظام رکھا تھا، اس باغ کے گرداگرد اعلیٰ درجہ کی چار دیواری کھینچی گئی تھی، باغ کے اندر ایک خوبصورت اور بے مثال عمارت تعمیر کرادی گئی تھی۔ کچھ عرصے میں یہ باغِ جنت الفردوس کی طرح سراپا بہار بن گیا۔ برہان

کا اقرار کرتے ہیں، البتہ ایک بات کا ملال ہے کہ تم ڈاکوؤں اور لٹیروں کی طرح ہمارے سامنے سے فرار ہو گئے، یہ امر تمہاری بہادری اور شجاعت کے منافی ہے تم نے پردہ نشین عورتوں پر مظالم بھی کیے ہیں اور ایسا افسوسناک واقعہ ہے کہ جسے گبر و فرنگ بھی گوارا نہیں کرتے۔" احمد نظام شاہ اس پیغام سے بہت نادم ہوا۔ اور اسی وقت ان امیروں کے بیوی بچے ان کے پاس بھجوا دیے۔

سلطان محمود شاہ کا پیغام اپنے امراء کے نام

انھیں دنوں سلطان محمود شاہ نے اپنے امیروں کے نام اس مضمون کا ایک فرمان جاری کیا کہ " احمد نظام مسلسل ہنگامہ آرائیاں کر رہا ہے۔ بربادی اور غارت گری کا جو بازار اس نے گرم کر رکھا ہے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہو رہی تم لوگوں کو خدا جانے کیا ہوا ہے کہ اس سے ڈر کر اپنے اپنے خیموں میں چھپے بیٹھے ہو، تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم احمد نظام کو گرفتار کر کے میرے حضور میں لاؤ، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا، میں تمہیں بری طرح ذلیل و رسوا کروں گا۔"

اُمراء کا جواب

یہ فرمان سننے کے بعد تمام امیر شہر کے قریب جمع ہوئے اور انھوں نے باہمی مشورے سے بادشاہ کو ایک عریضہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ "ہم لوگوں کا پیشہ سپاہ گری ہے، ہمارا کام تلوار چلانا اور دشمن کا قلع قمع کرنا ہے، اگر ہم سے کسی قسم کی کوتاہی ہوتی ہے تو اس کی ذمہ داری عظمت الملک پر عائد ہوتی ہے، ہماری ناچیز رائے یہ ہے کہ عظمت الملک کی بجائے کسی دوسرے امیر کو ہمارا سردار مقرر فرمایا جائے، ایسی صورت میں دشمن کو مغلوب کرنا آسان ہو جائے گا۔" سلطان محمود شاہ نے عظمت الملک کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ جہانگیر خاں کو نامزد کر کے تین ہزار سواروں کے ساتھ بیڑ روانہ کر دیا۔

جہانگیر خاں کی نامزدگی

جہانگیر خاں بہمنی سلطنت کے نامی گرامی امیروں میں سے تھا اس کی بہادری اور دور اندیشی کا شہرہ ملک میں چاروں طرف تھا وہ بہت معرکے سر کر چکا تھا۔ سلطان محمود شاہ کے حکم کے مطابق وہ فوراً قلعہ پرندہ روانہ ہو گیا، مخدوم خواجہ جہاں قلعہ پرندہ میں آیا اور اس نے اپنے بیٹے اعظم خاں کو احمد نظام کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا، احمد نظام نے جنگ کو نامناسب سمجھا اور پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعہ فتح اللہ عمادی کو تمام حالات سے باخبر کیا، فتح اللہ عمادی نے اس سلسلے میں بے توجہی سے کام لیا اور جہانگیر خاں پٹن کے قریب پہنچ گیا۔

درخواست کی کہ وہ اپنے نام کا خطبہ جاری کرے۔ احمد تو خود یہی چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے فوراً اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔

قلعۂ ڈندا راجپوری پر قبضہ

احمد نظام نے قلعہ ڈندا راجپوری کو فتح کرنے کا ارادہ کیا جو ایک مضبوط ترین قلعہ تھا اور بندر جیول میں واقع ہے۔ احمد نے بذات خود اس قلعے پر لشکر کشی کی اور دو ماہ یا ایک سال تک اس کا محاصرہ جاری رکھا، آخر کار فریقین میں صُلح ہو گئی اور قلعہ احمد نظام کے قبضے میں آ گیا۔

قلعۂ دولت آباد کی تسخیر کا خیال

قلعۂ ڈندا راجپوری پر قبضہ کرنے کے بعد احمد نظام شاہ نے دولت آباد کے قلعے کو تسخیر کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ احمد نظام کو اس امر کا پُورا پُورا احساس تھا کہ قوت کے بل پر اس قلعے کو فتح کرنا مشکل ہے لہٰذا اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور قلعے کے والیوں، ملک وجیہہ الدین اور ملک اشرف سے راہ و رسم پیدا کی۔ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور ایک دوسرے سے بے انتہا محبت کرتے تھے، یہ دونوں بھائی خواجہ جہاں گاواں کے ملازم تھے اور اس کے بعد سلطان محمود کے سلحداروں میں شامل ہو گئے تھے۔

ملک وجیہہ اور ملک اشرف

ملک نائب الملک نے ان دونوں بھائیوں پر بڑی مہربانی کی اور ان کو امراء کے گروہ میں داخل کر دیا۔ ملک وجیہہ کو قلعہ دولت آباد کا تھانیدار اور ملک اشرف کو شہر کا حاکم مقرر کیا گیا۔ ان دونوں بھائیوں نے اس علاقے کے انتظامات کی طرف پوری پوری توجہ کی۔ تمام چور اچکوں اور بدمعاشوں کو تباہ و برباد کیا، رہزنوں کو اس طرح پامال کیا کہ تمام راستے محفوظ ہو گئے اور تاجر بڑے اطمینان کے ساتھ سفر کرنے لگے، رعیت خوشحال ہو گئی ملک آباد ہوا اور چاروں طرف امن و آرام کا ڈنکا بجنے لگا۔

ملک وجیہہ سے احمد نظام شاہ کی بہن کی شادی

مرہٹوں کا ایک سردار بہمنی سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قلعہ جالنہ پر قابض ہو گیا تھا وجیہہ اور اشرف نے اس مرہٹہ سردار سے مراسم پیدا کیے اور اسے لوٹ مار اور ہنگامہ آرائیوں سے باز رکھا، یہ دونوں بھائی ملک نائب نظام الملک کی مہربانیوں کی وجہ سے احمد نظام شاہ کے بہی خواہ تھے احمد نظام نے بارع نظام اور ڈندا راجپوری کی فتح کے بعد اپنی بہن زینب بی بی کی شادی ملک وجیہہ سے کر دی اور اس طرح فریقین میں تعلقات بہت مضبوط ہو گئے۔ زینب بی بی کو خداوند تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا کیا ملک وجیہہ نے احمد نظام شاہ سے درخواست کی کہ وہ اِس بیٹے کا نام تجویز کریں۔ احمد نے کہا

نظام شاہ اور اس کی اولاد نے اس باغ کو اپنے لیے بہت مبارک سمجھا، اس میں ایک قلعہ تعمیر کردایا گیا، اور اس میں رہائش اختیار کی۔

احمد نظام شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ

اس فتح کی خوشی میں احمد نظام شاہ نے ٹپکاپور کے قصبے کو عالموں اور مذہبی راہنماؤں کے لیے وقف کر دیا اور خود کامیاب و کامران جنیر واپس آکر مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا، یوسف عادل کے مشورے سے احمد نظام نے سلطان محمود کی جگہ اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور چتر سفید (جو اس زمانے میں دہلی، گجرات اور مندو کے حکمرانوں کا نشان تھا) اپنے سر پر سایہ فگن کیا، احمد نظام شاہ کے وفادار اور بہی خواہ دکنی امرا جن میں خواجہ جہاں بھی شامل تھا، اس بات سے سخت ناراض ہوئے، انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ "سلطان محمود شاہ کی حیات میں ہی اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرنا اور سر پر چتر سایہ فگن کرنا، سوئے ادب میں شامل ہے"۔

خطبے کی منسوخی

احمد نظام شاہ بہت موقع شناس اور دانش مند انسان تھا، اس نے جو اپنے امیروں کو یوں برگشتہ ہوتے دیکھا تو فوراً اپنے نام کا خطبہ منسوخ کر دیا اور سرداران لشکر کو طلب کر کے ان سے کہا "تم لوگوں کی رائے مناسب اور درست ہے، میں نے خطبہ منسوخ کر دیا ہے، لیکن چتر اپنے سر پر سایہ فگن رکھوں گا۔ اس سے میرا مدعا صرف اتنا ہے، دھوپ سے محفوظ رہوں"۔ یہ سن کر سرداران لشکر نے کہا۔ "اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر عام اعلان کر دینا چاہیے کہ جس کا جی چاہے وہ دھوپ سے بچنے کے لیے چتر استعمال کر سکتا ہے"۔ احمد نظام شاہ کو مجبوراً یہ بات ماننا پڑی اور اس سلسلے میں احکامات جاری کر دیئے حاکم اور رعایا میں یہ امتیاز رکھا گیا کہ احمد کا چتر سفید پر سرخ رنگ کا ایک پھول ہوتا تھا اور عام لوگوں کا چتر بالکل سفید۔

چتر کا عام استعمال

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ عادل شاہی، برید شاہی، قطب شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں چتر کا استعمال کرنے کا رواج عام ہو گیا اس وقت یعنی ۱۰۱۸ھ میں جب کہ یہ کتاب لکھی جا رہی تھی، دکن میں ہر چھوٹے بڑے کے سر پر چتر نظر آنے لگا لیکن ہندوستان کے دوسرے حصوں میں چتر صرف فرمانرواؤں کے لیے مخصوص تھا۔

احمد نظام کے نام کے خطبے کا دوبارہ رواج

احمد نظام شاہ نے خواجہ جہاں، اعظم خاں اور دیگر امرائے دکن پر بڑے احسانات کیے انھیں طرح طرح سے نوازا، اس سلوک کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام امرا نے بالاتفاق احمد نظام شاہ سے یہ

خیال کو ترک کر کے احمد آباد بیدر جا پہنچا، اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کو دو ماہ گزر گئے تو احمد نظام نے قلعے کے آس پاس کا جائزہ لے کر یہ اندازہ کیا کہ قلعے کو بزور قوت فتح کرنا دشوار ہے لہٰذا وہ محاصرہ ترک کر کے جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

راستے میں ٹپکا پور کے مقام پر اُس نے قیام کیا اور اس جگہ ایک نیا شہر آباد کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ یہ مقام جنیر اور دولت آباد کے درمیان واقع ہے۔ احمد نے اس مجوزہ شہر کو اپنا دار الملک بنانے کا فیصلہ کیا تھا کہ ہر سال ربیع و خریف کے زمانے میں دولت آباد کے لیے غلّہ اور دیگر سامانِ ضرورت باہر سے آئے تو اسے لُوٹا جا سکے احمد کا خیال تھا کہ اس طرح دولت آباد والوں کو تنگ کیا جا سکتا ہے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ مجبور ہو کر قلعہ احمد کے حوالے کر دیں گے۔

احمد نگر کی بنیاد

سنہ ۹۰۰ھ میں احمد نظام نے نجومیوں کی بتائی ہوئی مبارک ساعت باغ نظام کے سامنے نہر سین کے کنارے پر ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی۔ احمد نظام نے یہ سُن رکھا تھا کہ احمد آباد گجرات کا نام احمد شاہ گجراتی نے تجویز کیا تھا، اور اس کی وجہ یہ تھی، بادشاہ وزیر اور قاضی شہر تینوں کا نام احمد ہی تھا اس لیے شہر کی بنیاد کے وقت بھی یہی صورت پیش آئی کہ بادشاہ کا نام احمد نظام تھا، مسندِ عالی نصیر الملک گجراتی کا اصل نام احمد تھا، اسی طرح لشکر کا قاضی بھی یہی نام رکھتا تھا، لہٰذا احمد نظام نے نئے شہر کا نام "احمد نگر" رکھا۔

دولت آباد پر حملے

احمد نظام نے اس شہر کی تعمیر میں بہت دلچسپی لی، کچھ عرصے میں تمام امیروں اور عہدہ داروں وغیرہ نے اپنے لیے عمارات تعمیر کروائیں، دو تین سال کی مدت ہی میں یہ شہر مصر اور بغداد کی طرح آباد ہو گیا، جب شہر پوری طرح آباد ہو گیا تو احمد نظام نے اپنی تجویز پر عمل کرنا شروع کیا، وہ ہر سال، دو مرتبہ اپنے لشکر کو دولت آباد پر حملہ کرنے کے لیے بھیجتا، نظام شاہی لشکری اس شہر کو بُری طرح لُوٹتے اور مکانوں وغیرہ کو نذرِ آتش کر دیتے۔

حاکم برہان پور سے تعلقات

"وقائع نظام شاہیہ" میں (جس کا مؤلف سید علی سمنانی ہے اس نے برہان نظام شاہ کے عہدِ حکومت میں یہ کتاب لکھنا شروع کی تھی، لیکن موت کے ظالم ہاتھوں نے اسے کتاب کی تکمیل کی مہلت نہ دی اور یہ نامکمل رہی) درج ہے کہ احمد نظام شاہ کے رعب و دبدبہ کی چاروں طرف دھوم سی مچ گئی۔ برہان پور کے حاکم عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی نے احمد نظام سے مراسم پیدا کیے اور دو ہزار سوار اس غرض سے دے دیئے کہ جب احمد نظام دولت آباد کی طرف جائے تو یہ سوار اس کے ساتھ رہیں۔

"بچپن میں میرے والدین مجھے موتی کہہ کر پکارا کرتے تھے، بہتر یہی ہے کہ تم بھی اس لڑکے کا نام موتی رکھو" ملک وجیہہ نے اپنے برادرِ نسبتی کی رائے سے اتفاق کیا اور بیٹے کا نام موتی رکھا۔

ملک وجیہہ کا قتل

ملک اشرف نے جب اپنے بھائی کی یہ روز افزوں قدر و منزلت دیکھی تو اُس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکنے لگی۔ اس نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ملک اشرف یہ چاہتا تھا کہ ملک وجیہہ کو قتل کر کے دولت آباد، زنتھبوہ اور دیگر پرگنوں پر قابض ہو جائے اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے، اہلِ قلعہ کو اپنے ساتھ سازش میں شریک کر کے، اشرف نے ملک وجیہہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اس کے بیٹے موتی کو بھی زہر سے ہلاک کر دیا اور خود دولت آباد کا حکمران بن بیٹھا۔

ملک اشرف کی حکمرانی

ملک اشرف نے برہان پور اور برار کے حاکموں سے تعلقات پیدا کیے اور محمود شاہ گجراتی کی وفاداری کا دم بھرنے لگا، محمود کی خدمت میں گاہے گاہے وہ تحفے تحائف بھی بھیجتا رہتا تھا، تاکہ محمود اسے اپنے ہمدردوں اور دوستوں میں شمار کرتا رہے۔

دولت آباد کی طرف احمد نظام شاہ کی روانگی

اپنے شوہر اور بیٹے کے قتل کے بعد بی بی زینب جنیر میں اپنے بھائی احمد نظام شاہ کے پاس آئی اور اس سے تمام حالات بیان کیے۔ احمد نے اپنی بہن کو دلاسا دیا اور ۸۹۹ھ میں ایک زبردست لشکر لے کر دولت آباد کو فتح کرنے کی غرض سے بیٹر سے روانہ ہوا، احمد نظام نے ٹپکا پور کے قریب پہنچ کر باغ نظام میں قیام کیا اور چند روز تک عیش و عشرت میں مشغول رہا۔ اسی دوران میں قاسم برید کی طرف سے تاج الدین دکنی اور ڈیورس پنڈت، احمد کے پاس آئے اور اسے امیر قاسم برید کا یہ پیغام دیا۔

امیر قاسم برید کا پیغام

"یوسف عادل نے میری تباہی اور بربادی کا پورا پورا تہیہ کر لیا ہے اور اس نے احمد آباد بیدر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اگر آپ اس وقت دولت آباد کی تسخیر کا خیال ترک فرمائیں اور میری طرف توجہ کریں تو زندگی بھر ممنون احسان رہوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یوسف عادل کے فتنے سے نجات حاصل کرنے کے بعد آپ کے ساتھ دولت آباد کو فتح کرنے کی کوشش کروں گا۔"

قلعۂ بیدر کا محاصرہ

احمد نظام نے قاسم برید کی درخواست منظور کر لی اور دولت آباد کی فتح کے

کیونکہ دکن کا عظیم المرتبت فرماں روا عادل خاں کی مدد کے لیے آیا ہوا ہے۔"

"بہتر یہی ہے کہ آپ معرکہ آرائی کے خیال کو دل سے نکال دیں۔ صلح کا راستہ سب سے بہتر ہے، اگر آپ لڑنے پر مصر رہے تو فتح یا شکست، دونوں صورتوں میں آپ ہی کا نقصان ہوگا وہ اس طرح کہ اگر آپ ہار گئے تو دنیا یہ کہے گی کہ ذرا سے لشکر نے محمود گجراتی کو مار بھگایا، اور اگر آپ جیت گئے تو یہ کہا جائے گا کہ محمود گجراتی نے ایک زبردست لشکر کی مدد سے چند اشخاص کو زیر کر لیا تو کون سا بڑا کام کیا، الغرض دونوں صورتوں میں آپ کے عظیم المرتبت خاندان کی بدنامی کا اندیشہ ہے۔"

احمد نظام شاہ کی چال

متذکرہ بالا گجراتی امیر نے نصیر الملک کا مراسلہ محمود شاہ گجراتی کی خدمت میں پیش کیا۔ محمود نے یہ خط پڑھا اور سوچنے لگا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے، دوسری طرف احمد نظام شاہ نے محمود گجراتی کے ایک مہابت کو جو بحری سال نامی ہاتھی سے متعلق تھا، روپیہ پیسہ دے کر اپنا بنا لیا اور اسے اس بات پر آمادہ کر لیا کہ رات کے وقت جب کہ محمود گجراتی اور اس کے لشکری اپنے اپنے خیموں میں آرام کر رہے ہوں، وہ اپنے مست اور طاقت ور ہاتھی کی زنجیر کھول کر اسے لشکر کی طرف ہانک دے۔

نظام شاہی لشکر کا گجراتیوں پر حملہ

اس منصوبے کے مطابق احمد نظام شاہ نے اس رات کو پانچ ہزار پیادوں اور پانچ ہزار تیر انداز سواروں کا ایک لشکر گجراتی فوج کی طرف روانہ کر دیا۔ احمد نظام نے اپنے لشکر کو یہ ہدایت کر دی کہ وہ پناہ گاہوں میں چھپا رہے اور جب گجراتی فوج میں شور و شغب پیدا ہو، اس وقت باہر نکل کر دشمن کو پامال کیا جائے۔ نظام شاہی فوجیوں نے اس ہدایت پر عمل کیا اور گجراتی لشکر کے قریب پہنچ کر ادھر ادھر چھپ گئے، جب رات دو گھڑی کے قریب بیت گئی تو مہابت نے ہاتھی کو آزاد کر کے گجراتی لشکر کی طرف بھگا دیا۔ ہاتھی نے تباہ کاریاں مچانی شروع کیں، اہل لشکر سخت ہراساں ہوئے اور چیخنے چلانے لگے، شور و فغاں کی آواز سن کر نظام شاہی سوار اور پیادے پناہ گاہوں سے باہر نکلے اور گجراتیوں پر حملہ کر دیا۔

گجراتیوں کی حالت

چاروں طرف نفیر و نقارہ کی آوازیں گونجنے لگیں اور نظام شاہیوں نے تیر و تفنگ چلانا شروع کر دیے۔ سلطان محمود اور اس کے امراء کو اہل دکن سے ایسی جرأت اور بہادری کی امید نہ تھی وہ دشمن سے بے پروا ہو کر اپنے خیموں میں غافل پڑے ہوئے تھے، انھوں نے جب شور کی آوازیں سنیں تو ان کے کان کھڑے ہوئے اور اپنی جان

عادل خاں نے فتح اللہ عماد الملک سے بھی دوستانہ تعلقات استوار کیے اور اس سے خوب رسم وراہ پیدا کی ، اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف عادل سلطان محمود گجراتی کے خلاف ہو گیا۔ یہ مخالفت اس حد تک بڑھی کہ عادل نے وہ رقم ، جو ہر سال گجرات کے خزانے میں داخل کی جاتی تھی موقوف کر دی۔

سلطان محمود گجراتی کا ملک اشرف کی مدد کے لیے آمادہ ہونا

سلطان محمود گجراتی نے ۹۰۵ھ میں اپنے ملک کی سیر کے بہانے سے سفر اختیار کیا ، ملک اشرف حاکم دولت آباد نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر فوراً اپنے قاصدوں کو محمود گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا اور اسے یہ پیغام دیا کہ "احمد نظام شاہ کے محاصرے اور دست درازیوں کی وجہ سے میں بے حد پریشان ہوں ، میں بہت ممنون ہوں گا ، اگر آپ میری مدد کے لیے اس طرف تشریف لائیں "، سلطان محمود نے قلعہ دولت آباد کو اپنے قبضے میں کرنے کی ہوس میں ایک زبردست لشکر جمع کیا اور دکن کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے عادل خاں فاروقی کی سرزنش کرتے ہوئے دولت آباد کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔

احمد نظام شاہ کا عزم برہان پور

جب محمود گجراتی ، سلطان پور ندربار کے قریب پہنچا تو عادل خاں بہت پریشان ہُوا ، احمد نظام شاہ بحری سے مدد کا طالب ہُوا۔ اور اس سے دولت آباد کے محاصرے کو ترک کرنے کی درخواست کی ، احمد نظام پندرہ ہزار سواروں کا لشکر لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو فتح اللہ عمادی بھی اپنے لشکر کے ساتھ عادل خاں کی مدد کے لیے آ گیا۔ نصیر الملک گجراتی نے ، احمد نظام کے مشورے کے مطابق ایک گجراتی امیر کے ذریعہ ، محمود شاہ گجراتی کے نام ایک خط بھجوایا ، جس کا مضمون یہ تھا :

نصیر الملک کا خط محمود شاہ گجراتی کے نام

" اگرچہ میں گردش تقدیر کی وجہ سے احمد نظام شاہ کا ملازم اور نمک خوار ہوں ، لیکن گجرات کا باشندہ ہونے کی وجہ سے اپنے وطن کے حاکم کی بہی خواہی میرا اولین فرض ہے ، آپ جیسے ذی مرتبت فرمانروا کے لیے کسی طرح یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ چھوٹے چھوٹے معاملات کو طے کرنے کے لیے بذاتِ خود زحمت گوارا فرمائیں۔ برہان پور کا حاکم اپنی عسکری قوت کے اعتبار سے آپ کے کسی امیر کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چہ جائے کہ آپ خود اس کے مقابلے پر آئیں۔ اِن دنوں خاص طور پر ایسا نہیں کرنا چاہیئے

صلح اس شرط پر ہوئی کہ سب فرماں روا اپنے اپنے علاقے کو واپس چلے جائیں۔ راقم الحروف مؤرخ فرشتہ کا خیال ہے کہ اس صلح کا تفصیلی احوال عام طور پر نظر انداز کیا گیا ہے، کہا جاتا ہے کہ احمد نظام شاہ برہان پور سے چلا آیا اور دولت آباد پہنچا، اس بار بھی اس نے اپنے لشکر کو محاصرے کی ذمہ داری سونپی اور خود بالاگھاٹ میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

بالاگھاٹ کے مشہور باغبانوں کی ایک جماعت نے احمد نظام شاہ کی خدمت میں کچھ آم پیش کئے اور یہ عرض کی "آج سے سات سال پہلے حضور اس حصار کو فتح کرنے کی غرض سے اس طرف تشریف لائے تھے اور یہیں قیام پذیر ہوئے تھے تو سراپردہ شاہی میں آموں کی چند گٹھلیاں رہ گئی تھیں، چونکہ برسات کا موسم تھا اس لیے گٹھلیاں سرسبز ہوئیں، ہم لوگوں نے جو حضور کے نمک خوار ہیں، ان پودوں کی پوری پوری حفاظت کی، حضور کے اقبال اور ہماری جانفشانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ درخت اب پھل لے آئے ہیں جو ہم حضور کی خدمت میں لے کر آئے تھے۔"

ملک اشرف کا خط محمود گجراتی کے نام

احمد نظام نے یہ آم قبول کر لیے اور باغبانوں سے کہا "یہ حصار کے فتح ہونے کی علامت ہے!" ملک اشرف کو احمد نظام کی تدبیروں اور کوششوں کا اندازہ ہو گیا، اس نے محمود شاہ گجراتی کے نام ایک خط لکھا، جس میں احمد نظام کی ہنگامہ آرائیوں اور محاصرے کی شکایت کی گئی تھی، نیز اسے یہ پیغام دیا گیا تھا کہ "یہ قلعہ حقیقت میں آپ ہی کی ملکیت ہے، اگر آپ ایک بار اس طرف تشریف لے آئیں اور مجھے احمد نظام شاہ کے پنجے سے رہائی دلائیں تو میں سارے ملک میں آپ کے نام کا خطبہ جاری کر دوں گا اور ہر سال خراج آپ کے خزانے میں داخل کرتا رہوں گا۔"

محمود گجراتی کی دولت آباد کو روانگی

سلطان محمود دل و جان سے اس امر کا خواہاں تھا کہ فرار ہونے کا جو بدنما دھبہ اس کے دامن پر لگا ہوا ہے اسے کسی طرح دھو دیا جائے اور ندامت کو دور کیا جائے، وہ اہل دکن کو بھی سزا دینا چاہتا تھا، کیونکہ وہ لوگ اسے شب خون کے واقعے کے بعد سے "سلطان محمود بیکرہ" کے نام سے یاد کرنے لگے تھے۔ محمود نے ملک اشرف کی درخواست قبول کر لی اور بڑے تزک و احتشام سے دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔

احمد نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

سلطان محمود جب دریائے پٹن کے کنارے پر پہنچا تو احمد نظام محاصرے سے دست بردار ہو کر احمد نگر واپس آ گیا

بچانے کے لیے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

اس واقعہ سے پہلے سلطان محمود گجراتی نے یہ سُن رکھا تھا کہ احمد نظام شاہ نے بہمنی فرماں رواؤں کے لشکر کے چار ہزار چنیدہ سواروں کو انعام و اکرام سے مالا مال کر کے اپنے لشکر خاصہ میں شامل کر رکھا ہے، احمد نظام بارہا اس بات کا اعلان کر چکا تھا کہ میں انھیں چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر سلطان محمود گجراتی پر میدانِ جنگ میں حملہ کروں گا اور اسے مخالفت کا مزہ چکھاؤں گا، اس کے بعد جو خدا کو منظور ہوگا وہی ہوگا۔

محمود گجراتی کی پریشانی

محمود شاہ گجراتی کو رہ رہ کر یہ بات یاد آ رہی تھی۔ ویسے بھی اس رات یہ خبر مشہور تھی کہ احمد نظام نے متذکرہ چار ہزار چنیدہ سواروں سے شب خون مارا ہے اور وہ محمود شاہ کے خیمے پر حملہ کر کے اسے نقصان پہنچانے کی سوچ رہا ہے، سلطان محمود گھوڑے پر سوار ہو کر دس بارہ سپاہیوں کے ساتھ اپنے خیمے سے باہر آیا اس وقت بھری سال نامی ہاتھی نے شاہی سراپردہ کے پیچھے پہنچ کر خیمے کے چند حصوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ محمود شاہ کو اب پورا پورا یقین ہو گیا کہ احمد نظام شاہ نے عقب سے حملہ کیا ہے لہٰذا وہ فوراً اپنے چند مقربین کے ساتھ جلد اس جگہ سے فرار ہو گیا اور ایک دوسری جگہ مقیم ہو گیا۔

دکنی لشکر کی واپسی

اس جگہ تین چار اشخاص اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ شور شرابے کی آوازیں اور زیادہ بلند ہوئیں، یہ عالم دیکھ کر محمود نے اس جگہ سے بھی کوچ کیا، اور تین کوس دور ایک مقام پر پہنچ گیا۔ اسی دوران میں گجراتی امراء نے فوج کو مرتب کر کے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکنی لشکر واپس چلا گیا، گجراتی امراء اپنے بادشاہ کو مبارک دینے کے لیے اس کے خیمے میں گئے، لیکن انھوں نے محمود شاہ کو وہاں نہ پایا اس سے وہ سمجھ گئے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

گجراتی امراء نے اسی رات باہمی اتفاق سے آب و ہوا کی خرابی کا بہانہ کیا اور اس جگہ سے محمود شاہ گجراتی کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ یوں سلطان محمود کو اہل دکن کی عیاری کا حال معلوم ہو گیا، چونکہ اسی رات واپس ہونا مصلحت کے خلاف تھا، لہٰذا اس نے جہاں وہ پہنچ چکا تھا، وہیں قیام کیا، احمد نظام شاہ تو یہی چاہتا تھا، لہٰذا اس نے صبح کے وقت عادل خاں کے ساتھ کوچ کیا اور محمود گجراتی کی فرودگاہ میں قیام پذیر ہوا۔

فریقین میں صلح

اس واقعہ کے بعد دونوں طرف کے آدمی بیچ میں پڑے اور فریقین میں صلح کرا دی

برہان پور میں ہنگامہ

۹۱۴ھ میں داؤد خاں کا انتقال ہو گیا، برہان پور میں اس کے بعد اس مسئلے پر بڑا ہنگامہ ہوا کہ سلطنت کا وارث کون ہو۔ تمام امراء اس سلسلے میں مختلف رائے رکھتے تھے، برہان پور کے امیر الامراء ملک حسان الدین مُغل نے احمد نظام کے پاس قاصد روانہ کیے اور خان زادہ عالم خاں کو اس سے طلب کیا تاکہ اسے برہان پور کا حاکم بنایا جائے، خان زادہ عالم خاں اسیر کے حکام کی اولاد میں سے تھا اور ان دنوں احمد نگر میں زندگی بسر کر رہا تھا، احمد نظام اور حاکم کاویل کے مشورے سے خانہ زادہ عالم خاں کو برہان پور کا حکمران تسلیم کر لیا گیا۔

محمود گجراتی کی خواہش

حاکم گجرات سلطان محمود شاہ گجراتی یہ چاہتا تھا کہ اس کا نواسہ عادل خاں بن حسن خاں فاروقی، برہان پور کا والی ہو، اس مقصد کے لیے اس نے فوج جمع کر کے خاندیش کا سفر اختیار کیا، ملک حسام الدین نے نظام شاہ اور عماد الملک سے مدد کی درخواست کی، یہ دونوں فرمانروا اپنے لشکر لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہو گئے، ملک لاڈن برہان پور کا نامی گرامی امیر تھا، اس نے ملک حسام الدین کی رائے سے اختلاف کیا، اس وجہ سے ملک میں افراتفری کا دور دورہ ہو گیا۔

سلطان محمود، تا میر کے قریب پہنچا اور اس نے ایک ہزار سواروں کو ملک حسام الدین کے لیے نامزد کیا، یہ دونوں لشکر برہان پور سے کاویل کی طرف روانہ ہوئے۔ احمد نظام نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو اس نے عماد الملک کو رخصت کر دیا اور خود دولت آباد واپس آ گیا، خان زادہ عالم خاں خاندیش سے بھاگ کر دوبارہ احمد نگر چلا آیا۔

احمد نظام کا خط محمود گجراتی کے نام

جب سلطان محمود گجراتی واپس چلا گیا تو احمد نظام شاہ عالم خاں کو اپنے ساتھ لے کر اپنے ملک کی سرحد پر قیام پذیر ہوا، اس نے ایک قاصد کو خط دے کر سلطان محمود گجراتی کے پاس روانہ کیا، خط میں لکھا تھا کہ "خان زادہ عالم خاں میرے پاس مقیم ہے، اس لیے آپ کی ذات سے توقع ہے کہ امیر اور برہان پور کا ایک حصہ اسے بھی عنایت کیا جائے گا۔"

محمود گجراتی کا جواب

سلطان محمود، احمد نظام کے گذشتہ مخاصمانہ برتاؤ سے بے حد آزردہ تھا اس کے علاوہ عادل خاں نے کئی بار اس کی شکایت بھی کی تھی اس وجہ سے محمود، قاصد سے بڑی بُری طرح پیش آیا اور اسے کہا۔ "بہمنیہ فرماں رواؤں کے ایک

ملک اشرف اس سے بہت خوش ہوا۔ اس نے سلطان قطب الدین کی بنوائی ہوئی مسجد میں محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر بیش قیمت تحفے پیش کیے اور ہر سال خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے محمود شاہ کو خوش کیا۔

دولت آباد کے شہریوں کی درخواستیں نظام شاہ کے نام

سلطان محمود گجراتی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور عادل خاں سے کئی سالوں کا خراج وصول کر کے اپنے ملک کو واپس روانہ ہو گیا، احمد نظام شاہ کو جونہی اس کی روانگی کی خبر ملی وہ پھر دولت آباد آن پہنچا، اہلِ قلعہ ملک اشرف سے سخت ناراض تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے سلطان محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا تھا، ان لوگوں نے چوری چھپے احمد نظام کو اس قسم کے خطوط روانہ کیے کہ "ہم سب آپ کے خادم ہیں اور دل وجان سے آپ کے بہی خواہ ہیں، ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے کہ آپ ہی ہمارے حاکم ہوں، ہمیں آپ سے بے حد عقیدت ہے، آپ بذاتِ خود یہاں تشریف لا کر ہماری وفاداری کا جائزہ لیجئے۔"

ملک اشرف کی موت

احمد نظام شاہ نے ان خطوں کو دریائے گنگا کے کنارے پڑھا۔ اسی رات کو وہ دو تین ہزار سواروں کو ساتھ لے کر دولت آباد پہنچ گیا۔ اور قلعے کا محاصرہ کر لیا، اہلِ قلعہ تمام کے تمام مرہٹے تھے، ملک اشرف کو ان کے ارادے کی اطلاع ہو گئی اس بات کا اسے اتنا غم ہوا کہ وہ بیمار پڑ گیا اور پانچ چھ دنوں کے اندر ہی اندر مر گیا۔

قلعۂ دولت آباد پر قبضہ

حصار کے محافظ احمد نظام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دروازے کی چابی اس کو پیش کی، احمد نظام ان لوگوں سے بڑی مہربانی سے پیش آیا اور قلعے کی سیر کے لیے اندر گیا۔ احمد نے قلعے کا معائنہ کیا اور جہاں جہاں مرمت کی ضرورت تھی مرمت کروائی، اس کے بعد اس نے قلعے کو اپنے قابلِ اعتماد امیروں کے سپرد کیا اور خود واپس احمد نگر آ گیا۔

قلعۂ شورا وغیرہ کی فتح

احمد نظام باغِ نظام کو اپنے لیے بہت مبارک سمجھتا تھا، اس نے اس باغ کے اندر اپنے لیے ایک عالی شان محل، ایک پختہ قلعہ اور کئی ایک عمدہ عمدہ عمارتیں تعمیر کروائیں، ان عمارتوں میں سونے اور چاندی کے ملمع کی کئی خوبصورت اور دلچسپ تصویریں بھی آویزاں کیں، اسی دوران میں بھی احمد نظام خاموشی سے نہ بیٹھا، اس نے کئی مہمات سر کیں قلعہ شورا اور دوسرے بہت سے قلعوں کو فتح کیا، کالنہ اور بگلانہ کے راجاؤں کو اپنا باجگذار بنایا۔

کہ حسن و جمال میں اس کا ثانی دُور دُور تک نہ تھا، نصیر الملک نے اس عورت کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا۔

نصیر الملک اس عورت سے خود محظوظ ہونا چاہتا تھا، لیکن ایسا نہ کر سکا، مجبوراً اس نے عورت کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ کر لیا، موقع پا کر نصیر الملک نے احمد نظام سے کہا "قیدیوں میں ایک انتہائی خوب صورت عورت بھی ہے، میں نے اسے سب لوگوں کی نگاہوں سے چھپائے رکھا ہے تاکہ آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے حرم میں بھجوا دوں"۔ یہ بات سن کر احمد نظام شاہ بہت خوش ہوا، اور نصیر الملک کی بے حد تعریف کی، رات کے وقت نصیر الملک نے عورت کو احمد کے حرم میں بھیج دیا، بادشاہ نے بغیر ہاتھ لگائے اس سے دریافت کیا کہ وہ کس قبیلے اور قوم سے تعلق رکھتی ہے، عورت نے جواب دیا۔ "میری زندگی بادشاہ پر سے قربان ہو میں فلاں قبیلے سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے والدین اور میرا شوہر حضور کے قیدیوں میں ہیں"۔ احمد نظام نے جونہی عورت کی زبان سے "شوہر" کا لفظ سنا، فوراً الگ ہٹ کر بیٹھ گیا اور کہا "تم فکر نہ کرو، میں تمہارے والدین اور شوہر کو آزاد کر دوں گا اور تمہیں ان کے حوالے کر دُوں گا، عورت نے احسان مند نگاہوں سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور زیادتی اقبال کی دُعا کی۔

صبح ہوئی تو نصیر الملک بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ مبارک باد دے۔ بادشاہ نے اسے دیکھتے ہی مسکرا کر کہا "عورت اسی عالم میں ہے، جس طرح کہ میرے پاس آئی تھی، میں نے اسے ہاتھ تک نہیں لگایا اور یہ وعدہ کیا ہے کہ اسے اس کے عزیزوں کے سپرد کر دوں گا، اس کے بعد احمد نظام نے اسی وقت عورت کے والدین اور شوہر کو طلب کیا، عورت کو ان لوگوں کے حوالے کیا گیا اور انھیں انعام و اکرام سے نوازا گیا۔

سپاہیوں کی ہمت افزائی

احمد نظام شاہ کی عمدہ عادات میں یہ عادت بھی شامل تھی، کہ جب کبھی میدانِ جنگ میں کوئی سپاہی جرأت اور بہادری کا شاندار مظاہرہ کرتا تو احمد اس کی بے حد ہمت افزائی کرتا، جنگ کے بعد سب سے پہلے اس کو خلعت فاخرہ سے نوازا جاتا، دوسروں کی باری بعد میں آتی۔

ایک بار ایک گستاخ مقرب شاہی نے بادشاہ سے پوچھا کہ فلاں سپاہی کو شاہانہ نوازشوں سے کیوں سرفراز کیا گیا، حالانکہ اس نے میدانِ جنگ میں جرأت و بہادری کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس وہ لڑائی سے منہ موڑ کر بھاگ نکلا تھا، بادشاہ نے جواب دیا۔ "اس وقت اصل حقیقت بیان کرنے کا موقع نہیں، جب وقت آئے گا تمہیں بتا دیا جائے گا"۔

غلام زادے کی اتنی جرأت کیسے ہوگئی کہ وہ بادشاہوں سے اس قسم کی خط و کتابت کرے، اسے اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق بات کرنی چاہیے، اگر اس نے اپنے گذشتہ گناہوں سے توبہ نہ کی۔ اپنی بداعمالیوں پر نادم نہ ہوا تو عنقریب اس کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔"

نصیر الملک کی وفات

یہ جواب پاکر احمد نظام شاہ خاموش ہوگیا، اس نے کسی قسم کی مزید سلسلہ جنبانی کی کوشش نہ کی اور خان زادہ عالم خاں کو اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد احمد نگر واپس آگیا۔ احمد نظام کے تمام کام اس کی خواہش کے مطابق ایک ایک کر کے پورے ہو چکے تھے لہٰذا اب نئک پیر نے اپنے کام شروع کیے، سب سے پہلے نصیر الملک نے جو احمد نظام کا رکن الدولہ تھا۔ داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور مکمل خاں حبشی کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔

احمد نظام شاہ کی موت

نصیر الملک کی موت کے دو یا تین مہینوں کے بعد احمد نظام بیمار پڑ گیا اس کا مرض لاعلاج تھا، اس نے تمام امراء اور ارکین دولت کو اپنے گرد جمع کیا اور اپنے سات سالہ بیٹے برہان شاہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے تمام اُمراء سے اطاعت و وفاداری کے وعدے لیے، آخر کار ۹۰۴ھ میں احمد نظام کی رُوح اس قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

احمد نظام شاہ کا کردار

اگرچہ احمد نظام کی عمدہ عادات و خصائل کا تذکرہ کرنے کے لیے ایک دفتر چاہیے، تاہم قارئین کرام کی معلومات کے لیے مؤرخین گذشتہ کی پیروی کرتے ہوئے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اس نیک طبیعت اور محتاط بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ جب سوار ہو کر بازار سے گزرتا تھا تو کبھی اپنے دائیں بائیں نگاہ نہ ڈالتا تھا۔ ایک شوخ چشم امیر نے ایک بار بادشاہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا "بازار سے گزرتے ہوئے ہر طرح کے زن و مرد نظر آتے ہیں اور وہ سواری کو دیکھنے کے لیے دونوں طرف کھڑے رہتے ہیں، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میری نظر کسی نامحرم عورت پر پڑ جائے اور میں مفت میں گنہگار بنوں۔

طہارت نفس

احمد نظام نے اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں میں جب کہ اس کی جوانی شباب پر تھی، کاویل کی فتح کے لیے سفر اختیار کیا، اس نے قلعے کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں سے ایک انتہائی خوبصورت اور پری چہرہ لڑکی تھی، کہا جاتا ہے

کو قابلیت اور اہلیت کا معیار سمجھا جانے لگا، اگر کوئی شمشیر زنی کے فن میں ماہر نہیں ہوتا تھا تو اسے بہادروں میں شمار نہیں کیا جاتا تھا۔

ایک چشم دید واقعہ

راقم الحروف مؤرخ فرشتہ ۱۰۱۰ھ میں بیجاپور میں تھا، اس نے وہاں یہی واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دو بھائی تھے سید مرتضیٰ اور سید حسن۔ یہ دونوں بوڑھے تھے اور یوسف عادل کے درباریوں میں سے تھے، ہر شخص ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے ان کی عزت کرتا تھا اور انہیں معقول آدمی سمجھتا تھا، ان دونوں بزرگوں کی تین اشخاص سے کسی بات پر بازار میں تکرار بھی ہوئی یہ تینوں بھی آپس میں حقیقی بھائی تھے اور اول الذکر بزرگوں کی طرح معمر تھا، سید مرتضیٰ کا بیس سالہ بیٹا اپنے باپ کی طرف داری کرنے آیا اور قتل ہو گیا سید مرتضیٰ نے جو بیٹے کو دم توڑتے دیکھا تو وہ بھی دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے بہت شاندار طریقے سے شمشیر زنی کا مظاہرہ کیا اور آخر دشمن کے ہاتھوں مارا گیا۔

سید حسن نے بھی بھائی اور بھتیجے کی موت کے بعد، جان کی بازی لگا دی اور تھوڑی دیر میں خود بھی راہی ملکِ عدم ہوا۔ ان تینوں کی لاشیں ابھی میدان ہی میں پڑی تھیں کہ دوسری طرف کے تینوں افراد بھی جو تلواروں سے بہت زخمی ہو گئے تھے چل بسے اور یوں تھوڑی سی دیر میں چھ خاندان تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن میں مسلمان شمشیر بازی میں اپنی مثال آپ رکھتے تھے جب تک کوئی شخص اس فن سے پوری طرح واقف نہ ہو اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ زمین پر شمشیر بازی کی مشق کرتے رہتے ہیں یہ لوگ اس فن میں ایسے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ سواری، چوگان بازی، نیزہ بازی اور تیر اندازی وغیرہ سے بالکل نابلد رہتے ہیں یہ طریقہ بہت خطرناک ہے، کیونکہ اگر کسی دکنی کا غیر دکنی سے مقابلہ ہو جائے تو اس میں غیر دکنی ہی کو فتح ہوتی ہے لیکن جب کبھی خانہ جنگی یا بازار وغیرہ میں لڑائی کا موقع ملتا ہے تو یہ دکنی باشندے شیر کی طرح بپھر کر مخالف پر حملہ کرتے ہیں۔

حکومت بہمنی کے بعد دکن میں جتنے بھی فرمان روا ہوئے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی اس خطرناک مشغلے کو ختم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی، بلکہ سبھی نے اس فن کی ترویج و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، ایسے خطرناک مشغلے کو ترقی دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے، سلطان عادل ابراہیم شاہ ثانی نے اس سلسلے میں واقعی بڑا کام کیا، اس نے شمشیر بازوں کی کبھی ہمت افزائی نہیں کی، اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ

اتفاق کی بات کہ انہیں دنوں احمد نظام شاہ نے سلطان محمود بہمنی کی مدد کی غرض سے یوسف عادل کا تعاقب کیا، پٹن کے قریب یوسف عادل کا لشکر، احمد نظام کے مقدمہ لشکر سے بہت ڈرا، اور اسے شکست ہوئی بہمنی فوج کے پیچھے نظام شاہی لشکر تھا جس نے عادل شاہی فوج کا مقابلہ کیا، دشمن کی فوج پر سب سے پہلے جس سپاہی نے حملہ کیا وُہ وہی تھا جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے، احمد نے اس مقرب سے جس نے اس سپاہی کے بارے میں سوال کیا تھا، کہا "بادشاہ میر شکار رہے اور سپاہیوں کو شکار کے لیے دشمن پر چھوڑا جاتا ہے۔

شمشیر زنی کا رواج

ملک دکن میں یک یک شمشیر زنی کا رواج بھی، احمد نظام شاہ کی وجہ سے ہُوا، احمد کو شمشیر زنی سے بے پناہ لگاؤ تھا اور وہ اس میں اپنی مثال آپ تھا اس کی دیکھا دیکھی رعایا بھی اس فن سے خاطر خواہ دلچسپی لینے لگی، شہر کے تمام چھوٹے بڑے اپنا زیادہ وقت اسی شغل کی نذر کرتے تھے، احمد نگر میں مدرسے خالی ہو گئے شمشیر بازی کے اکھاڑے جگہ جگہ کھل گئے، اس فن کی بے انتہا قدر کی جانے لگی، ہر مجلس میں اسی فن سے متعلق گفتگو ہوتی تھی۔

لوگوں کو شمشیر بازی کا کچھ ایسا شوق ہُوا کہ ہر شخص اپنے آپ کو اس میدان کا مرد تصور کرنے لگا، دوسرے کو کوئی خاطر ہی میں نہ لاتا تھا، اکثر ایسا ہوتا کہ شمشیر بازی کرنے والوں میں آپس میں جھگڑا بھی ہو جاتا تھا، اس قسم کے جھگڑوں کا فیصلہ عام طور پر احمد نظام شاہ خود ہی کیا کرتا تھا، وہ فریقین کو بُلا کر شمشیر بازی کا معائنہ کرتا، جو شخص حریف پر ضرب لگانے میں پہل کرتا، اسی کو بہتر سمجھا جاتا تھا۔

روزانہ شمشیر بازوں کا ایک گروہ شاہی دیوان خانے میں حاضر ہوتا اور اپنے کمال کا مظاہرہ کرتا احمد نظام بڑی دلچسپی سے لوگوں کے کمال کی داد دیتا تھا، چونکہ اس کھیل میں جان کا خطرہ بھی رہتا ہے اس لیے شاہی دیوان خانے میں ہر روز دو تین آدمی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے، بادشاہ اس خطرناک اور خونی منظر کو گوارا نہ کر سکا، لہٰذا اس نے یہ حکم دیا کہ آئندہ سے یہ کھیل کالے چبوترے والے میدان میں، جو قلعہ کے عین سامنے ہے، ہُوا کرے، فریقین کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور عہدہ دار درمیان میں کسی قسم کا دخل نہ دیا کریں، بادشاہ نے یہ بھی کہا۔ اس کھیل میں جو شخص مارا جائے، اس کے قتل کا قصاص معاف ہے۔

دکنی مسلمانوں کو شمشیر بازی کا کچھ ایسا چسکا پڑا کہ سارے دکن میں اس کھیل کا رواج ہو گیا۔ کیا بادشاہ اور کیا علماء، طلباء، مشائخ اور امیرزادے، الغرض سبھی اس فن کے دالہ و شیدا ہو گئے اس فن

کو قابلیت اور اہلیت کا معیار سمجھا جانے لگا، اگر کوئی شمشیر زنی کے فن میں ماہر نہیں ہوتا تھا تو اسے بہادروں میں شمار نہیں کیا جاتا تھا۔

ایک چشم دید واقعہ راقم الحروف مؤرخ فرشتہ ۱۰۱۰ھ میں بیجاپور میں تھا، اس نے وہاں یہی واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دو بھائی تھے سید مرتضیٰ اور سید حسن۔ یہ دونوں بوڑھے تھے اور یوسف عادل کے درباریوں میں سے تھے، ہر شخص ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے ان کی عزت کرتا تھا اور انہیں معقول آدمی سمجھتا تھا، ان دونوں بزرگوں کی تین اشخاص سے کسی بات پر بازار میں تکرار بھی ہوئی یہ تینوں بھی آپس میں حقیقی بھائی تھے اور اوّل الذکر بزرگوں کی طرح معمّر تھا، سید مرتضیٰ کا بیس سالہ بیٹا اپنے باپ کی طرف داری کرنے آیا اور قتل ہو گیا سید مرتضیٰ نے جو بیٹے کو دم توڑتے دیکھا تو وہ بھی دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے بہت شاندار طریقے سے شمشیر زنی کا مظاہرہ کیا اور آخر دشمن کے ہاتھوں مارا گیا۔

سید حسن نے بھی بھائی اور بھتیجے کی موت کے بعد جان کی بازی لگا دی اور تھوڑی دیر میں خود بھی راہی ملکِ عدم ہوا۔ ان تینوں کی لاشیں ابھی میدان ہی میں پڑی تھیں کہ دوسری طرف کے تینوں افراد بھی جو تلواروں سے بہت زخمی ہو گئے تھے چل بسے اور یوں تھوڑی سی دیر میں چھ خاندان تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن میں مسلمان شمشیر بازی میں اپنی مثال آپ رکھتے تھے جب تک کوئی شخص اس فن سے پوری طرح واقف نہ ہو اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ زمین پر شمشیر بازی کی مشق کرتے رہتے ہیں یہ لوگ اس فن میں ایسے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ سواری، چوگان بازی، نیزہ بازی اور تیر اندازی وغیرہ سے بالکل نابلد رہتے ہیں یہ طریقہ بہت خطرناک ہے، کیونکہ اگر کسی دکنی کا غیر دکنی سے مقابلہ ہو جائے تو اس میں غیر دکنی ہی کو فتح ہوتی ہے لیکن جب کبھی خانہ جنگی یا بازار وغیرہ میں لڑائی کا موقع ملتا ہے تو یہ دکنی باشندے شیر کی طرح بپھر کر مخالف پر حملہ کرتے ہیں۔

حکومت بہمنی کے بعد دکن میں جتنے بھی فرمان روا ہوئے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی اس خطرناک مشغلے کو ختم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی، بلکہ سبھی نے اس فن کی ترویج و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، ایسے خطرناک مشغلے کو ترقی دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے، سلطان عادل ابراہیم شاہ ثانی نے اس سلسلے میں واقعی بڑا کام کیا، اس نے شمشیر بازوں کی کبھی ہمت افزائی نہیں کی، اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ

اتفاق کی بات کہ انہیں دنوں احمد نظام شاہ نے سلطان محمود بہمنی کی مدد کی غرض سے یوسف عادل کا تعاقب کیا، پٹن کے قریب یوسف عادل کا لشکر، احمد نظام کے مقدمہ لشکر سے بہت ڈرا، اور اسے شکست ہوئی بہمنی فوج کے پیچھے نظام شاہی لشکر تھا جس نے عادل شاہی فوج کا مقابلہ کیا۔ دشمن کی فوج پر سب سے پہلے جس سپاہی نے حملہ کیا وُہ وہی تھا جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے، احمد نے اس مقرب سے جس نے اس سپاہی کے بارے میں سوال کیا تھا، کہا۔ "بادشاہ میر شکار ہے اور سپاہیوں کو شکار کے لیے دشمن پر چھوڑا جاتا ہے۔

شمشیر زنی کا رواج

ملک دکن میں یک یک (شمشیر زنی) کا رواج بھی، احمد نظام شاہ کی وجہ سے ہُوا، احمد کو شمشیر زنی سے بے پناہ لگاؤ تھا اور وہ اس میں اپنی مثال آپ تھا اس کی دیکھا دیکھی رعایا بھی اس فن سے خاطر خواہ دلچسپی لینے لگی، شہر کے تمام چھوٹے بڑے اپنا زیادہ وقت اسی شغل کی نذر کرتے تھے، احمد نگر میں مدرسے خالی ہو گئے شمشیر بازی کے اکھاڑے جگہ جگہ کھل گئے، اس فن کی بے انتہا قدر کی جانے لگی، ہر مجلس میں اسی فن سے متعلق گفتگو ہوتی تھی۔

لوگوں کو شمشیر بازی کا کچھ ایسا شوق ہُوا کہ ہر شخص اپنے آپ کو اس میدان کا مرد تصور کرنے لگا، دوسرے کو کوئی خاطر ہی میں نہ لاتا تھا، اکثر ایسا ہوتا کہ شمشیر بازی کرنے والوں میں آپس میں جھگڑا بھی ہو جاتا تھا، اس قسم کے جھگڑوں کا فیصلہ عام طور پر احمد نظام شاہ خود ہی کیا کرتا تھا، وہ فریقین کو بُلا کر شمشیر بازی کا معائنہ کرتا، جو شخص حریف پر ضرب لگانے میں پہل کرتا، اسی کو بہتر سمجھا جاتا تھا۔

روزانہ شمشیر بازوں کا ایک گروہ شاہی دیوان خانے میں حاضر ہوتا اور اپنے کمال کا مظاہرہ کرتا احمد نظام بڑی دلچسپی سے لوگوں کے کمال کی داد دیتا تھا، چونکہ اس کھیل میں جان کا خطرہ بھی رہتا ہے اس لیے شاہی دیوان خانے میں ہر روز دو تین آدمی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے، بادشاہ اس خطرناک اور خونی منظر کو گوارا نہ کر سکا، لہٰذا اس نے یہ حکم دیا کہ آئندہ سے یہ کھیل کالے چبوترے والے میدان میں، جو قلعہ کے عین سامنے ہے، ہُوا کرے، فریقین کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور عہدہ دار درمیان میں کسی قسم کا دخل نہ دیا کریں، بادشاہ نے یہ بھی کہا۔ اس کھیل میں جو شخص مارا جائے، اس کے قتل کا قصاص معاف ہے۔

دکنی مسلمانوں کو شمشیر بازی کا کچھ ایسا چسکا پڑا کہ سارے دکن میں اس کھیل کا رواج ہو گیا۔ کیا بادشاہ اور کیا علماء، طلباء، مشائخ اور امیر زادے، الغرض سبھی اس فن کے دالہ و شیدا ہو گئے اس فن

برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری

تخت نشینی

برہان نظام شاہ جب احمد نگر کے تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہوا تو اس کی عمر سات سال کی تھی، اس کی تخت نشینی کی تاریخ "فیض جاوید" ہے۔ برہان کے عہدِ حکومت میں مکمل خاں دکنی، احمد نظام شاہ کے عہد کی طرح منصبِ پیشوائی اور میر جملگی پر فائز رہا۔ اس کے بیٹے میاں جمال الدین کو عزیز الملک کے خطاب سے نوازا گیا اور سر نوبتی کے عہدے پر مقرر کیا گیا۔ نظام شاہی خاندان کے تمام ملکی و مالی معاملات پر ان دونوں باپ بیٹوں کا قبضہ ہو گیا۔

عزیز الملک کی بے اعتدالیاں

تین برس تک یہی عالم رہا، یہاں تک کہ عزیز الملک سر نوبت بہت زیادہ مغرور ہو کر بڑی بے اعتدالیوں سے کام لینے لگا، اس کی یہ حرکتیں دیکھ کر دوسرے نامی گرامی امراء رومی خاں، کرم خاں اور امیر خاں رشک و حسد سے جلنے لگے، ان امیروں نے مکمل خاں دکنی اور عزیز الملک کو تباہ و برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی۔

اُمراء کی تدبیر

ان اُمراء نے مایوس ہو کر آخر کار یہ چال چلی کہ حرم سرا کی ایک عورت بی بی عائشہ نامی سے مراسم پیدا کیے، یہ عورت برہان نظام شاہ کی دایہ اور بہت ہی صاحب اختیار تھی۔ عائشہ سے مراسم پیدا کر کے متذکرہ امیروں نے یہ طے کیا کہ عائشہ موقع پا کر برہان نظام شاہ کے چھوٹے بھائی، راجہ جیو کو قلعہ سے باہر نکال کر ان کے حوالے کر دے اس سے ان اُمراء کا مقصد یہ تھا کہ راجہ جیو کو احمد نگر کے تخت پر بٹھا دیا جائے اور برہان نظام شاہ کو معزول کر دیا جائے اور اس طرح مکمل خاں اور عزیز الملک کا اقتدار خود بخود ختم ہو جائے گا۔

شہزادہ جیو کی گم شدگی

بی بی عائشہ نے وعدے کے مطابق اپنا کام شروع کر دیا اور موقع کا انتظار کرنے لگی، ایک روز اس نے راجہ جیو کو، جس کی عمر صرف چار سال کی تھی، لڑکیوں کا لباس پہنایا اور اسے پالکی میں بٹھا کر شہر کی طرف لے گئی۔ اتفاق کی بات کہ

اب دکن میں شمشیر بازی یا یک یکی کا فن کچھ زیادہ مروج نہیں ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ یہ تباہ کن مشغلہ اور خطرناک کھیل، عظیم المرتبت بادشاہوں اور عادل حاکموں کی مہربانی سے کسی ملک میں بھی باقی نہ رہے گا اور تمام علاقے اس خانہ جنگی سے پاک و صاف ہو جائیں گے، سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی کی تقلید میں تلنگانہ میں سلطان محمود قلی قطب شاہ نے بھی شمشیر بازی کی ممانعت کر دی ہے، توقع ہے کہ اب یک یکی کا نام تک دکن میں باقی نہ رہے گا۔

احمد نظام شاہ نے انیس سال تک حکمرانی کی۔

پر لانے کا ارادہ کیا اس نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور برہان نظام اور حاکم پرندہ، خواجہ جہان کے ہمراہ بڑی شان و شوکت سے عماد الملک کی سرزنش کے لیے روانہ ہوا۔ قصبۂ رانوری کے قریب ۹۱۶ھ میں عماد الملک اور مکمل خاں کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ فریقین نے اپنی اپنی صفیں درست کیں مکمل خاں نے برہان نظام شاہ کو کمسنی کی وجہ سے قلب لشکر میں رکھا، ایک ترکی غلام آذر خاں کو بادشاہ کا ردیف مقرر کیا گیا۔

عماد الملک کی شکست

جب جنگ شروع ہوئی تو مکمل خاں نے بڑی جوانمردی اور بہادری سے اس میں حصہ لیا۔ طرفین کے سپاہیوں نے فتح کے لیے جی توڑ کر کوششیں کیں، بڑا گھمسان کا رن پڑا جس کے نتیجے میں نظام شاہی کامیاب و کامران ہوئے عماد الملک اور اس کے ساتھی حواس باختہ ہو کر میدانِ جنگ سے بھاگ گئے اور ایلچی پور تک راستے میں کہیں نہ ٹھہرے۔ مفروروں کا بہت سامان، گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ نظام شاہیوں کے قبضے میں آئے، برار کے بہت سے پرگنے اور دیہات اس شورش کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے۔

عماد الملک کا تعاقب

مکمل خاں نے برہان نظام شاہ کو ساتھ لے کر مفروروں کا تعاقب کیا، ان کے پیچھے پیچھے وہ برار میں داخل ہو گیا عماد الملک نے گھبرا کر برہان پور کا راستہ لیا، مکمل خاں نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخر کار برہان پور کے علماء اور مشائخ نے بیچ بچاؤ کر کے فریقین میں اس شرط پر صلح کرا دی کہ ہر فریق اپنے اپنے ملک کو واپس چلا جائے۔

قصبۂ پاتری کا قضیہ

مورخین کا بیان ہے کہ نظام شاہیوں کے اسلاف میں کلکرنی نام کا ایک شخص تھا، جو پرگنہ پاتری کا رہنے والا تھا، وہ کسی سبب سے غریب الوطن ہو کر بیجا نگر چلا گیا تھا۔ جب نظام شاہی خاندان کے ہاتھ میں حکومت آئی اور ان کی ایک علٰحدہ سلطنت قائم ہوئی تو وہ تمام برہمن جو بادشاہ سے قرابت رکھتے تھے، بیجانگر سے احمد نگر میں آ گئے، ان برہمنوں کو اپنے وطن (قصبہ پاتری) سے بے انتہا محبت تھی، اس لیے مکمل خاں نے عماد الملک کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"ہمیں قصبہ پاتری سے جو تمہارے ملک میں داخل ہے اور سرحد پر واقع ہے، بہت پرانا تعلق ہے ہماری تمہاری دوستی کا یہ تقاضا ہے کہ تم اس قصبے کو ہمارے حوالے کر دو، اس کے عوض تم ہمارے ملک کا جو قصبہ چاہو، ہم سے لے لو۔" عماد الملک نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا، جب اسے

اسی وقت برہان نظام شاہ کی ماں نے اپنے چھوٹے بیٹے راجہ جیو کو یاد کیا، شاہی حرم سرا میں شہزادے کو ڈھونڈھا گیا، لیکن وہ کہیں نہ ملا، چاروں طرف ایک ہنگامہ سا مچ گیا، محل کے تمام اندرونی اور بیرونی ملازم ایک جگہ جمع ہو گئے، ان میں سے ایک نے کہا "ہو سکتا ہے کہ شہزادہ محل کے کسی حوض میں گر پڑا ہو"۔

قلعے میں واپسی

ملازموں کی ایک جماعت حوضوں میں اتری راجہ جیو کو بہت تلاش کیا گیا، لیکن کچھ پتہ نہ چلا، کچھ لوگوں نے بی بی عائشہ کا تعاقب کیا، ابھی وہ رومی خاں کے گھر میں پہنچی بھی نہ تھی کہ اسے گرفتار کر لیا گیا، شہزادے کو قلعے میں لایا گیا۔ بی بی عائشہ کبھی کبھی شہزادہ جیو کو اپنے گھر لے جاتی تھی، کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس کی دادی کہا کرتی تھی، اس روز بھی اس نے یہی بہانہ کیا کہ میں راجہ جیو کو اپنے گھر لے جا رہی تھی۔ لیکن کچھ دنوں بعد اصل راز فاش ہو گیا اور ہر شخص یہ جان گیا کہ یہ سب کچھ اُمراء کے اشارے پر ہوا ہے۔

برہان نظام شاہ کی تعلیم و تربیت

اس واقعہ کے بعد مکمل خاں نے برہان نظام شاہ اور راجہ جیو کی طرف بہت توجہ کی اور ان کی نگرانی بڑی کڑی نظر سے کرنے لگا ہر وقت چوکس رہتا، ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ ہوتا، برہان نظام شاہ کی تعلیم کا ایسا عمدہ انتظام کیا گیا کہ وہ صرف دس سال کی عمر ہی میں کافیہ پڑھنے اور بڑی عمدگی سے خطِ نسخ لکھنے کے قابل ہو گیا، مرتضیٰ نظام شاہ کے عہدِ حکومت میں ناچیز راقم الحروف فرشتہ نے شاہی کتب خانے میں ایک رسالہ دیکھا جو علم سلوک و اخلاق سے متعلق تھا، اس رسالے کے خاتمے پر یہ عبارت درج تھی "کاتبہ شیخ برہان بن ملک احمد نظام الملک الملقب بہ حضرت البحری"۔

مخالف اُمراء کا فرار

متذکرہ بالا تینوں امراء اور مکمل خاں کے باہمی اختلاف پہلے سے کہیں زیادہ بڑھتے چلے گئے، موافقت کا کوئی ذریعہ نہ دیکھ کر یہ تینوں امراء احمد نگر سے فرار ہو کر شیخ علاؤ الدین عماد الملک کے پاس چلے گئے، ان کے ساتھ دوسرے پانچ نامی گرامی امیر بھی تھے۔ نیز آٹھ ہزار سواروں کا لشکر تھا۔ ان لوگوں نے شیخ علاؤ الدین سے بالمشافہ گفتگو کی اور اسے یہ باور کرا دیا کہ احمد نگر کو فتح کرنا بہت ہی آسان ہے، عماد الملک پر ان لوگوں کا جادو چل گیا اور وہ پوری طرح ان کے دھوکے میں آ گیا، اس نے لشکر جمع کیا اور کاویل ایلچی پور سے روانہ ہو کر نظام شاہی سرحد میں داخل ہو گیا اور اس نے بہت سے پرگنوں اور قصبوں پر قبضہ کر لیا۔

عماد الملک اور مکمل خاں میں مقابلہ

مکمل خاں کو جب یہ خبریں معلوم ہوئیں تو اس نے دشمن کو راستے

مکمل خاں کے بیٹے کو سلطنت کے نامی گرامی اُمراء کے زمرے میں شامل کیا گیا اور پیشوائی کا منصب ٹیکاپور کے ایک باشندے شیخ جعفر دکنی کو سونپا گیا۔

مکمل خاں کا انتقال

مکمل خاں نے تمام سیاسی و ملکی معاملات سے علٰحدگی اختیار کر لی اور اپنے مکان میں خلوت نشیں ہو گیا، کبھی کبھی وہ عیدوں اور دوسرے مُبارک موقعوں پر اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کی فرمائش پر شاہی بارگاہ میں حاضری دیتا رہتا تھا وُہ شاہی دربار میں صرف چند لمحے ٹھہرتا، بادشاہ کو سلام کر کے فوراً اپنے مکان پر واپس آجاتا، آخر کار اسی حالت میں داعئ اجل کو لبیک کہا۔

شاہ طاہر کی آمد

سنہ ۹۲۸ھ، شاہ طاہر، احمد نگر میں تشریف لائے، انھیں مصاحبینِ شاہی میں داخل کر لیا گیا، اِن دنوں سارے شہر میں مہدوی مذہب کا دَور دَورہ تھا، یہاں تک کہ بادشاہ نے بھی اس مذہب سے متاثر ہو کر اپنی ایک لڑکی کو ایک مہدوی شیخ سے بیاہ دیا، شاہ طاہر جب احمد نگر تشریف لائے تو ان کی کوششوں سے مہدوی مذہب کا نام و نشان مٹ گیا تمام مہدویوں کو شاہی دربار میں آنے کی ممانعت کر دی گئی برہان نظام شاہ نے مہدوی مذہب سے جو قرابت پیدا کر لی اس پر وہ بہت نادم ہوا اس نے احمد نگر کے علماء سے سخت باز پُرس کی اور ان سے کہا کہ جس طرح شاہ طاہر نے مہدوی مذہب کی کم مائگی اور بطلان کو میرے ذہن نشین کر دیا ہے، تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔

برہان نظام شاہ اور بی بی مریم کی شادی

شاہ طاہر کی کوشش سے سنہ ۹۳۰ھ میں برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ شولاپور کے نواح میں ملاقات کی۔ دونوں طرف کے امراء کی کوششوں سے یوسف عادل شاہ کی لڑکی بی بی مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ سے کر دی گئی، اس سلسلے میں ایک بہت بڑا جشنِ مسرت منعقد کیا گیا، اسد خاں بلکوانی وغیرہ نے یہ وعدہ کیا کہ قلعہ شولاپور بی بی مریم کے جہیز میں دے دیا جائے گا شادی کے بعد برہان نظام شاہ نے اس قلعے کو طلب کیا تو اسمٰعیل عادل شاہ نے یہ جواب دیا کہ "میں نے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا تھا، اگر میرے ملازموں نے ایسی کوئی بات کی تھی تو انھیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا، مجھ پر یہ لازم نہیں ہے کہ ان کے کیے ہوئے وعدے کا پابند رہوں"

قلعہ شولاپور کی فتح کی تیاریاں

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر سے مشورہ کیا، شاہ طاہر نے اس سلسلے میں خاموش رہنے کا مشورہ دیا، اس کے بعد

اس امر کا یقین ہو گیا کہ اس قصبے کے لیے ایک دن بڑی زبردست جنگ ہو گی تو اس نے اس مقام پر ایک زبردست قلعہ تعمیر کروانا شروع کر دیا۔

عماد الملک کی ہٹ دھرمی

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر مکمل خاں نے عماد الملک کو لکھا "سرحدی مقام پر تمہیں قلعہ تعمیر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح تمہارے سپاہی ہمیشہ ہم سے جنگ کرتے رہیں گے اور اس طرح ہم کو تکلیف پہنچتی رہے گی یہی بہتر ہے کہ تم قلعہ کی تعمیر کا کام فوراً رکوا دو۔" عماد الملک نے اس سلسلے میں بھی کوئی توجہ نہ کی اور قلعہ مکمل کروا کے ہی اپنے ملک کو واپس گیا۔

پاتری کی فتح

مکمل خاں نے اس بہانے سے کہ وہ بالاگھاٹ، دولت آباد اور ایلورہ کی سیر کرنا چاہتا ہے، فوج جمع کرنی شروع کر دی اور ۹۲۴ھ میں برہان نظام شاہ کے ساتھ دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی چند منزلیں طے کرنے کے بعد مکمل خاں نے پاتری پہ حملہ کر دیا۔ قلعے کا محاصرہ کر لیا اور لڑائی شروع کر دی، مکمل خاں کے بہادر سپاہیوں نے کمندوں اور زینوں کے ذریعے قلعے کے میناروں پر چڑھ کر حصار کو تسخیر کر لیا، یوں پاتری نظام شاہیوں کے قبضے میں آ گیا، میاں محمد غوری نے اس معرکے میں بڑی ہمت اور جواں مردی کا مظاہرہ کیا، اسے کامل خاں کے خطاب سے نوازا گیا اور قلعے کا حاکم مقرر کیا گیا۔

جوانی کی دیوانگی

برہان نظام شاہ کامیاب و کامران احمد نگر واپس آ گیا، جوانی کا زمانہ تھا، جوانی دیوانی ہوتی ہے، لہٰذا برہان بھی اس دیوانگی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک بازاری عورت پر عاشق ہو گیا، اس سے نکاح کر کے اسے داخل حرم کیا، حرم کی دوسری تمام خواتین پر اس عورت کو فوقیت دی گئی، اس عورت نے برہان نظام شاہ کو بادہ نوشی کے راستے پر لگا دیا۔

مکمل خاں کی سبکدوشی

مکمل خاں بہت دانش مند اور عاقبت اندیش انسان تھا، اس نے موقع و محل کی مناسبت سے ایک روز برہان نظام شاہ سے عرض کی: "لیجیے حضور، وکالت و وزارت کی انگوٹھی حاضر ہے، جب تک آپ کم عمر تھے میں نے اپنی ضعیف العمری کے باوجود آپ کی بڑی بھلی خدمت کی، اب جب کہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور خود مہمات سلطنت کو انجام دینے کے قابل ہو گئے ہیں۔ مجھے معاف فرمائیں"، مکمل خاں کو اپنی سبکدوشی پر بہت اصرار تھا، لہٰذا برہان نظام شاہ نے مجبوراً اس کی درخواست منظور کر لی،

ملک احمد نے عماد الملک کو ایک بار اس مضمون کا خط روانہ کیا "قصبۂ پاتری سے چونکہ ہمارا تعلق بہت قدیم ہے اس لیے ہماری تمہاری دوستی کا یہ تقاضا ہے کہ تم یہ قصبہ ہمارے حوالے کر دو اور اس کے بدلے میں جو قصبہ تم چاہو ہم سے لے لو۔" عماد الملک نے اس درخواست کو منظور نہ کیا، ابھی یہ بات پیمیت جاری ہی تھی کہ احمد نظام شاہ نے اس قصبہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ہم نسل برہمنوں کو عطا کیا جو بڑے نامی گرامی رئیس تھے۔

قلعۂ ماہور کی فتح

مغل اعظم جلال الدین اکبر کے عہدِ حکومت تک قصبہ پاتری مذکورہ بالا برہمنوں ہی کے قبضے میں رہا۔ برہان نظام شاہ اس مقام سے قلعہ ماہور کی طرف روانہ ہُوا، اس قلعے کو بھی اس نے فتح کر لیا اور خداوند حبشی کے حوالے کیا بعد ازاں ایلچی پور پر قبضہ کرنے کے لیے سفر اختیار کیا، عماد الملک مقابلے کی تاب نہ لاکر پہلے کی طرح برہان پور کی طرف بھاگ گیا، سلطان محمد شاہ فاروقی نے عماد الملک کی مدد کی اور اس کے ساتھ برہان نظام شاہ اور امیر برید سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہُوا۔

عماد الملک اور محمد شاہ فاروقی کی پسپائی

طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس میں برہان نظام شاہ کا پلّہ بھاری رہا۔ عماد الملک اور محمد شاہ فاروقی پریشان ہو کر برہان پور بھاگ گئے، برہان نظام شاہ نے دشمن کے بہت سے مال و اسباب پر جس میں تین سو ہاتھی اور دیگر اشیاء شامل تھیں، قبضہ کر لیا، نیز برار کے کئی علاقے اپنی حکومت میں شامل کر لیے۔

حاکم گجرات کا عزم دکن

یہ عالم دیکھ کر عماد الملک اور محمد شاہ فاروقی نے حاکم گجرات سلطان بہادر کی خدمت میں بہت سے گراں قدر تحفے تحائف ارسال کیے اور مدد کی درخواست کی، سلطان بہادر نے ان کی درخواست منظور کر لی اور اپنے لشکر اور خزانے کو ساتھ لے کر دربار اور سلطان پور کے راستے سے ۹۳۵ھ میں دکن کی طرف روانہ ہُوا۔

برہان نظام شاہ کا خط بابر کے نام

برہان نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہُوا تو وہ بہت پریشان ہُوا، اس نے پہلے تو شاہ طاہر شاہ کے مشورے سے مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کے نام ایک خط لکھا، جس میں تخت نشینی کی مبارک باد دی گئی تھی اور اس کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار کیا گیا تھا، اس خط کا مضمون یہ تھا "ہمیں حضور کے التفات

برہان نظام شاہ احمد نگر واپس آگیا، برہان کی پہلی بیوی یعنی مرتضیٰ نظام کی والدہ نے بی بی مریم کے ساتھ بُرا برتاؤ کیا، اس کی اطلاع اسمٰعیل عادل کو بھی ملی، اس نے احمد نگر کے قاصدوں سے جو بیجا پور میں مقیم تھے کہا کہ بادشاہوں کی اولاد سے ایسا سلوک کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے، برہان نظام شاہ تک جب یہ بات پہنچی تو اس نے قلعہ شولاپور کو فتح کرنے کی تیاریاں شروع کردیں۔

معرکہ آرائی

برہان نے شاہ طاہر کو امیر برید کے پاس اور ملا حیدر استر آبادی کو عماد الملک کے پاس روانہ کیا اور ان دونوں حکمرانوں سے مدد کا طالب ہُوا، انھوں نے برہان کا ساتھ دیا۔ ۹۳۱ھ میں برہان نظام تیس ہزار سواروں اور ایک بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ قلعہ شولاپور کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہُوا، اسمٰعیل عادل نے نو ہزار تجربہ کار تیر اندازوں کو ساتھ لے کر اس کا مقابلہ کیا، دونوں فوجوں میں زبردست لڑائی ہوئی۔

نظام شاہیوں کی ناکامی

سب سے پہلے تو اسد خان بلگوانی کے حملے کی تاب نہ لاکر عماد الملک کاویل کی طرف بھاگ گیا، عین اس وقت جب کہ جنگ ہو رہی تھی پانی کی کمی اور سورج کی گرمی کی وجہ سے برہان نظام شاہ بے ہوش ہوگیا۔ خورشید نامی ایک ترکی غلام نے جو بادشاہ کا آبدار تھا، فوراً آگے بڑھ کر بادشاہ کو پانی پلایا تو اسے ہوش آیا۔ شاہ طاہر کے مشورے سے ترکی اور حبشی غلاموں نے بادشاہ کے جسم سے ہتھیار اُتار لیے اور اسے اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔

پاتری کا قضیہ

۹۳۳ھ میں اسمٰعیل عادل شاہ کے اُکسانے پر عماد شاہ نے سلطان قطب قلی کی اعانت سے قصبۂ پاتری کو اپنے قبضے میں کرلیا، برہان نظام شاہ، امیر برید اور خواجہ جہاں دکنی کے ساتھ، ایک زبردست لشکر لے کر پاتری کی طرف روانہ ہُوا۔ دو ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد برہان نظام نے دوبارہ پاتری پر قبضہ کرلیا۔

پاتری کے برہمن

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے نظام شاہی خاندان کے معتبر برہمنوں سے سُنا ہے کہ نظام شاہ بحری کی حکومت سے پہلے اس خاندان کے بزرگ قصبہ پاتری میں رہتے تھے اور وہ برہمن تھے، کسی سبب سے یہ لوگ پاتری کی سکونت کو ترک کر کے بیجانگر چلے گئے اور وہیں رہنے لگے جب ملک حسن منصب امارت پر سرفراز ہوئے اور ملک احمد نے سر پر چتر سایہ فگن کیا تو یہ برہمن رشتہ داری کے خیال سے احمد نگر چلے آئے، یہ لوگ بادشاہ سے اکثر کہا کرتے تھے کہ قلعہ پاتری کا فلاں فلاں گاؤں پرانے زمانے سے ہمارے بزرگوں کے قبضہ میں ہے۔

بیس ہزار سواروں کے ساتھ دشمن سے بدلہ لینے کے لیے مقرر کیا، امیر برید نے برہان نظام شاہ کی مدد کے بغیر ہی اس لشکر سے معرکہ آرائی کرنے کا ارادہ کیا، اس سے پہلے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر آتے، اور دکنی اور گجراتی ایک دوسرے کے خون کی ندیاں بہاتے، امیر برید اور عادل شاہی امرا نے فتح کی توقع میں اپنی فوج کو مرتب کرنا شروع کر دیا۔

گجراتیوں اور دکنیوں میں معرکہ

امیر برید میدانِ جنگ سے بھاگ گیا۔ گجراتیوں کو من مانی کرنے کا موقع ہاتھ آیا انھوں نے وہ ظلم توڑے کہ الامان والحفیظ، امیر برید دراصل کمین گاہ میں تھا، موقع پا کر وہ باہر نکلا اور دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اور تھوڑی سی دیر ہی میں گجراتیوں کے لشکر کو تہس نہس کر دیا، سلطان بہادر نے عماد الملک اور خداوند خاں کی نگرانی میں بیس ہزار سواروں کا ایک دوسرا لشکر روانہ کیا، برہان نظام شاہ امیر برید اور خواجہ جہاں میں اس لشکر سے مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی، لہٰذا یہ لوگ جلد از جلد پرندہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

برہان نظام شاہ کی والدہ کا انتقال

گجراتیوں نے ان لوگوں کا تعاقب کیا۔ دکنی پرندہ ہی میں رہے، یہاں برہان نظام شاہ کی والدہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اسے پرندہ ہی میں دفن کیا گیا، مرحومہ ایک استرآبادی امیر کی بیٹی تھیں۔

سلطان بہادر احمد نگر میں

سلطان بہادر احمد نگر آیا وہ خود تو باغ نظام میں قیام پذیر ہوا اور اس کے امرا احمد نگر کے دیگر مکانات میں ٹھہرے، سلطان بہادر نے حکم دیا کہ باغ نظام میں عمارت کی تعمیر کے لیے جو پتھر اور چونہ جمع کیا گیا ہے اسے باہر لایا جائے اور اس سے ایک اونچا اور وسیع چبوترہ تعمیر کیا جائے تاکہ اس پر بیٹھ کر ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھا جا سکے، تجربہ کار معماروں نے ایک دن اور ایک رات ہی میں یہ چبوترہ تیار کر دیا، یہ چبوترہ "کالا چبوترہ" کے نام سے مشہور ہے، بادشاہ چالیس روز تک متواتر اس چبوترے پر بیٹھتا رہا۔ وہ ہر خاص و عام کا سلام لیتا، ہاتھی، اونٹ اور ہرن میدان میں چھوڑے جاتے اور بادشاہ ان کی لڑائی کا تماشا دیکھتا۔

گجراتی لشکر میں زبردست قحط

سلطان بہادر کا ارادہ تھا کہ وہ احمد نگر میں ابھی کچھ دن اور قیام کرے، لیکن نظام شاہی امرا کی ہنگامہ آرائیوں نے اس کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا، یہ لوگ غلہ اور ضرورت کی دوسری چیزوں کو بآسانی گجراتیوں

خسروانہ سے پوری پوری توقع ہے کہ آپ جلد از جلد دکن کی طرف تشریف لائیں گے اور اس علاقے کے دشمنوں اور فتنہ خیزوں کو پامال کر کے دکن کے عوام کو "جاء الحق وزہق الباطل" کی خوش خبری سنائیں گے ہم آپ کے لیے چشم براہ رہیں گے آئیے اور جلد آئیے"

سلطان قلی قطب شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ سے مدد کی درخواست

بابر کے علاوہ برہان نظام شاہ اور سلطان قلی قطب شاہ کے نام بھی خطوط روانہ کیے، سلطان قلی قطب شاہ ان دنوں کچھ کی مہم میں مصروف تھا، اس لیے اس نے برہان نظام کی مدد کرنے سے انکار کر دیا، اسمٰعیل عادل شاہ نے البتہ برہان کی مدد کی اور اپنے لشکر سے چند ہزار سوار منتخب کیے اور ان کو امیر برید کے ساتھ مع خزانہ وسامان جنگ کے روانہ کر دیا۔

سلطان بہادر سے عماد الملک کی درخواست

سلطان بہادر، قلعہ ماہور اور پاتری کو نظام شاہیوں کے قبضے سے نکالنے کے لیے برار میں داخل ہوا، حرص وہوس نے اس کو کوئی سبز باغ دکھایا اور کچھ عرصے کے لیے وہ اس جگہ مقیم ہو گیا، عماد الملک یہ صورت دیکھ کر اپنے انجام سے لرز لرز اٹھا، اس نے سلطان بہادر سے عرض کیا "یہ میرا ملک ہے، آپ کو چاہیئے کہ پیش قدمی کریں، برہان نظام شاہ کو تباہ و برباد کر کے اگر آپ اس کے ملک کا کچھ حصہ مجھے بھی عنایت فرمائیں تو میں اپنے بیوی بچوں کو بھیج کر مذکورہ علاقہ سارے کا سارا آپ کی نذر کر دوں گا اور ملازموں کی طرح آپ کے ساتھ رہوں گا"

امیر برید کا ہنگامہ

سلطان بہادر نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور نظام شاہی فوج کی طرف، جو پہاڑی علاقے میں مقیم تھی، پیش قدمی کی، امیر برید نے چھ ہزار عادل شاہی اور تین ہزار اپنے خاص سواروں کے ساتھ، اس کا مقابلہ کیا اور کوچ کے وقت قصبہ پٹن اور بیٹر کے درمیان اہلِ گجرات پر حملہ کیا، اس ہنگامے میں سلطان بہادر کے دو تین ہزار سوار مارے گئے اور امیر برید کے ہاتھ بہت سامان واسباب اور خزانے سے لدے ہوئے بہتر (۷۲) اونٹ آئے۔

سلطان بہادر کا غصہ

سلطان بہادر کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو اسے بہت غصہ آیا جس مقام پر اس نے یہ خبر سُنی، وہیں قیام کیا اور اپنے وزیر خداوندخاں کو

نے اس پیغام کا یہ جواب دیا: "بیجانگر کے ہندو اس وقت موقع کی تلاش میں ہیں اگر میں بیجانگر سے نکلوں گا تو یہ لوگ دریائے کرشنا کو عبور کر کے سارے شہر کو تباہ و برباد کردیں گے، میں فی الحال حیدر الملک قزوینی کی نگرانی میں پانچ سو دو اسپہ سوار بھیج رہا ہوں، خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے توقع ہے کہ تم کامیاب و کامران ہوگے۔"

شیخ جعفر کی معزولی اور کانو نوسی کا تقرر

عادل شاہ کے نہ آنے سے برہان نظام شاہ کو بہت مایوسی ہوئی اور وہ اپنے انجام کا خیال کر کے بے انتہا پریشان ہوا۔ تمام رعایا اور سپاہی شیخ جعفر کی پیشوائی سے ناخوش تھے، برہان نظام نے جعفر کو معزول کر کے اس کی جگہ، اسی کے ملازم کانو نوسی کو جو برہمن قوم سے تعلق رکھتا تھا پیشوا مقرر کیا، کانو نوسی بہت ہی عقل مند اور معاملہ فہم انسان تھا، امانت و دیانت میں بھی اس کا پایہ بہت بلند تھا۔

برہان نظام شاہ دولت آباد میں

کانو نوسی کی رائے کے مطابق برہان نظام احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا، وہاں پہنچ کر اس نے حسبِ استطاعت لشکر جمع کیا اور دولت آباد کی راہ لی۔ سلطان بہادر کے لشکر کے قریب پہنچ کر چار کوس کے فاصلے پر قیام کیا اس جگہ وہ بڑی احتیاط اور چوکسی کے ساتھ پورے تین مہینے تک مقیم رہا، دکنی لشکر نے گجراتیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور انھیں خوب ستایا، اس سے اہل گجرات بڑے پریشان ہوئے اور جنگ کے لیے آمادہ ہوگئے، سلطان بہادر کو اس امر کی اطلاع ہوگئی۔

گجراتیوں سے لڑائی

امیر برید نے جو بہادری میں اپنی مثال آپ تھا، نظام شاہ کی اجازت کے بغیر ہی صف آرائی شروع کر دی، دکنی لشکر میں یہ خبر مشہور ہوگئی، برہان نظام شاہ امیر برید کی جرأت و بے باکی سے اچھی طرح واقف تھا، اسی وقت میدان جنگ میں آیا اور لڑائی شروع ہوگئی، طرفین نے پوری پوری داد شجاعت دی، آخر کار امیر برید اور عادل شاہی لشکر کا پلڑا بھاری رہا، گجراتیوں کو شکستِ فاش ہوئی۔

برہان نظام شاہ اور امیر برید کا فرار

سلطان بہادر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے خداوند خاں، عضد الملک اور صفدر خاں وغیرہ امیروں کو دشمنوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا، یہ گجراتی امراء اپنے لشکر کے ساتھ میدانِ جنگ میں آئے پہلے ہی حملے میں عالم خاں میہراقی، جو احمد نگر کا نامی گرامی عسکری سردار تھا، مارا گیا، امیر برید

تک نہ پہنچنے دیتے تھے، اس وجہ سے گجراتیوں کے لشکر میں سخت قحط پڑ گیا، بے شمار سپاہی، گھوڑے اور ہاتھی ہلاک ہو گئے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر خداوند خاں اور دوسرے گجراتی امیروں نے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ اگر اس ملک کو فتح کرنے کا ارادہ ہے تو سب سے پہلے قلعہ دولت آباد کو تسخیر کرنا چاہیے جو کہ سرحد پر واقع ہے۔

سلطان بہادر کا بھیانک خواب

سلطان بہادر کو امیروں کی یہ تجویز پسند آئی، لیکن یہاں سے کوچ کرنے میں اس نے تاخیر کی۔ اسی دوران میں سلطان بہادر نے ایک بڑا بھیانک خواب دیکھا کہ عفریتوں کا ایک گروہ اس کی طرف چلا آرہا ہے یہ عفریت انتہائی خوف ناک اور بدصورت تھے، ان میں سے کسی کے ہاتھ میں آگ تھی اور کوئی اپنے ہاتھ میں پہاڑ لیے ہوئے تھا، سلطان بہادر اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا، یہ عفریت چاہتے تھے کہ جو چیزیں ان کے ہاتھ میں ہیں وہ سلطان بہادر پر ڈال دی جائیں۔

روحوں کا اثر

سلطان بہادر ایک دم خواب سے بیدار ہوا، جو لوگ اس کے قریب تھے ان سے خواب کی روداد بیان کی۔ ان لوگوں نے جواب دیا "نظام شاہ کے زمانے میں اس مقام پر ایک بہت بڑی لڑائی ہوئی تھی، ہندو مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد عالمِ مستی میں قتل کی گئی تھی، ان مقتولوں کی روحوں کو عالمِ بالا میں جگہ نہیں ملی اس لیے وہ اسی جہان آب و خاک میں خاص طور پر اسی مقام پر رہنے لگی ہیں اور شیطانوں کے روپ میں سامنے آتی ہیں ہمیں یقین ہے کہ یہ خواب جو ابھی آپ نے بیان کیا، انھیں روحوں کے اثر سے آپ کو نظر آیا ہوگا۔"

سلطان بہادر کا دولت آباد پہنچنا

سلطان بہادر نے اسی رات اس مقام سے کوچ کر کے کالے چبوترے کے قریب قیام کیا اور دو تین روز کے بعد وہاں روانہ ہو گیا، جب عماد الملک براری اور گجرات کے امیر آ گئے تو سلطان بہادر نے ان لوگوں کو قلعے کے محاصرے پر مقرر کیا اور خود سلطان محمد فاروقی کے ساتھ بالاگھاٹ دولت آباد میں قیام پذیر ہوا۔

برہان نظام شاہ کے لیے اسمٰعیل عادل شاہ کی امداد

برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل کے پاس قاصد روانہ کیے اور اسے یہ پیغام دیا "آپ نے جس برادرانہ محبت سے میری مدد کی ہے میں اس کا بہت ممنون ہوں لیکن جب تک آپ بذاتِ خود اس طرف توجہ نہ فرمائیں گے، مجھے مصیبت سے چھٹکارا نہ ہوگا" عادل شاہ

نے اس پیغام کا یہ جواب دیا: "بیجانگر کے ہندو اس وقت موقع کی تلاش میں ہیں اگر میں بیجانگر سے نکلوں گا تو برلگ دریائے کرشنا کو عبور کر کے سارے شہر کو تباہ و برباد کر دیں گے، میں فی الحال حیدر الملک قزوینی کی نگرانی میں پانچ سو دو اسپہ سوار بھیج رہا ہوں، خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے توقع ہے کہ تم کامیاب و کامران ہو نگے۔"

شیخ جعفر کی معزولی اور کانونوسی کا تقرر

عادل شاہ کے نہ آنے سے برہان نظام شاہ کو بہت مایوسی ہوئی اور وہ اپنے انجام کا خیال کر کے بے انتہا پریشان ہوا۔ تمام رعایا اور سپاہی شیخ جعفر کی پیشوائی سے ناخوش تھے، برہان نظام نے جعفر کو معزول کر کے اس کی جگہ، اسی کے ملازم کانونوسی کو جو برہمن قوم سے تعلق رکھتا تھا پیشوا مقرر کیا، کانونوسی بہت ہی عقلمند اور معاملہ فہم انسان تھا، امانت و دیانت میں بھی اس کا پایہ بہت بلند تھا۔

برہان نظام شاہ دولت آباد میں

کانونوسی کی رائے کے مطابق برہان نظام احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا، وہاں پہنچ کر اس نے حسبِ استطاعت لشکر جمع کیا اور دولت آباد کی راہ لی۔ سلطان بہادر کے لشکر کے قریب پہنچ کر چار کوس کے فاصلے پر قیام کیا اس جگہ وہ بڑی احتیاط اور چوکسی کے ساتھ پورے تین مہینے تک مقیم رہا، دکنی لشکر نے گجراتیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور انھیں خوب ستایا، اس سے اہل گجرات بڑے پریشان ہوئے اور جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے، سلطان بہادر کو اس امر کی اطلاع ہوگئی۔

گجراتیوں سے لڑائی

امیر برید نے جو بہادری میں اپنی مثال آپ تھا، نظام شاہ کی اجازت کے بغیر ہی صف آرائی شروع کر دی، دکنی لشکر میں یہ خبر مشہور ہوگئی، برہان نظام شاہ امیر برید کی جرأت و بے باکی سے اچھی طرح واقف تھا، اسی وقت میدانِ جنگ میں آگیا اور لڑائی شروع ہوگئی، طرفین نے پوری پوری دادِ شجاعت دی، آخر کار امیر برید اور عادل شاہی لشکر کا پلہ بھاری رہا، گجراتیوں کو شکستِ فاش ہوئی۔

برہان نظام شاہ اور امیر برید کا فرار

سلطان بہادر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے خداوند خاں، عضد الملک اور صفدر خاں وغیرہ امیروں کو دشمنوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا، یہ گجراتی امراء اپنے لشکر کے ساتھ میدانِ جنگ میں آئے پہلے ہی حملے میں عالم خاں میواتی، جو احمد نگر کا نامی گرامی عسکری سردار تھا، مارا گیا، امیر برید

تک نہ پہنچنے دیتے تھے، اس وجہ سے گجراتیوں کے لشکر میں سخت قحط پڑ گیا۔ بے شمار سپاہی، گھوڑے اور ہاتھی ہلاک ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر خداوند خاں اور دوسرے گجراتی امیروں نے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ اگر اس ملک کو فتح کرنے کا ارادہ ہے تو سب سے پہلے قلعہ دولت آباد کو تسخیر کرنا چاہیے جو کہ سرحد پر واقع ہے۔

سلطان بہادر کا بھیانک خواب

سلطان بہادر کو امیروں کی یہ تجویز پسند آئی، لیکن یہاں سے کوچ کرنے میں اس نے تاخیر کی۔ اسی دوران میں سلطان بہادر نے ایک بڑا بھیانک خواب دیکھا کہ عفریتوں کا ایک گروہ اس کی طرف چلا آ رہا ہے یہ عفریت انتہائی خوف ناک اور بدصورت تھے، ان میں سے کسی کے ہاتھ میں آگ تھی اور کوئی اپنے ہاتھ میں پہاڑ لیے ہوئے تھا، سلطان بہادر اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا، یہ عفریت چاہتے تھے کہ جو چیزیں ان کے ہاتھ میں ہیں وہ سلطان بہادر پر ڈال دی جائیں۔

رُوحوں کا اثر

سلطان بہادر ایک دم خواب سے بیدار ہوا، جو لوگ اس کے قریب تھے ان سے خواب کی روداد بیان کی۔ ان لوگوں نے جواب دیا۔ "نظام شاہ کے زمانے میں اس مقام پر ایک بہت بڑی لڑائی ہوئی تھی، ہندو مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد عالم مستی میں قتل کی گئی تھی، ان مقتولوں کی روحوں کو عالم بالا میں جگہ نہیں ملی اس لیے وہ اسی جہان آب و خاک میں خاص طور پر اسی مقام پر رہنے لگی ہیں اور شیطانوں کے روپ میں سامنے آتی ہیں ہمیں یقین ہے کہ یہ خواب جو ابھی آپ نے بیان کیا، انھیں روحوں کے اثر سے آپ کو نظر آیا ہوگا"

سلطان بہادر کا دولت آباد پہنچنا

سلطان بہادر نے اسی رات اس مقام سے کوچ کر کے کالے چبوترے کے قریب قیام کیا اور دو تین روز کے بعد وہاں روانہ ہو گیا، جب عماد الملک براری اور گجرات کے امیر آ گئے تو سلطان بہادر نے ان لوگوں کو قلعے کے محاصرے پر مقرر کیا اور خود سلطان محمد فاروقی کے ساتھ بالا گھاٹ دولت آباد میں قیام پذیر ہوا۔

برہان نظام شاہ کے لیے اسمٰعیل عادل شاہ کی امداد

برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل کے پاس قاصد روانہ کیے اور اسے یہ پیغام دیا "آپ نے جس برادرانہ محبت سے میری مدد کی ہے میں اس کا بہت ممنون ہوں لیکن جب تک آپ بذات خود اس طرف توجہ نہ فرمائیں گے، مجھے مصیبت سے چھٹکارا نہ ہوگا" عادل شاہ

اور گجرات واپس چلا گیا۔

بُرہان نظام شاہ احمد نگر میں آ گیا، میراں محمد شاہ نے اسے یہ پیغام دیا کہ "اپنا وعدہ پورا کرو اور پاتری اور ماہور کے قلعے مع ہاتھیوں کے عماد الملک کے حوالے کر دو۔" اس کے جواب میں برہان نے تین ہاتھی جو رانوری کے معرکے میں اس کے ہاتھ لگے تھے، میراں محمد شاہ کو بھجوا دیئے، اور عماد الملک کی طرف کوئی توجہ نہ کی، اور محمد شاہ کے سوال کا جواب نہ دیا۔

میراں محمد شاہ تو اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا، جب وہ پورا ہو گیا تو اس نے برہان نظام شاہ سے عماد الملک کے بارے میں کوئی گفتگو نہ کی اور برہان سے پہلے سے بھی زیادہ دوستی کا برتاؤ کرنے لگا۔

سلطان بہادر کی خفگی

دوسرے سال برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو اپنا قاصد بنا کر، اعلےٰ تحفوں اور چند مشہور ہاتھیوں کے ساتھ، سلطان بہادر کی خدمت میں گجرات روانہ کیا، سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کرنے میں قدرے تاخیر کی اور میراں محمد شاہ کو لکھا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ برہان نظام نے میرے نام کا خطبہ صرف ایک بار پڑھا ہے۔ میراں محمد شاہ نے جواب دیا" برہان آپ کا مطیع و فرماں بردار ہے اگر اس سے کوئی امر آپ کی مرضی کے خلاف سرزد ہوا تو آپ معاف فرمائیں اور اس کی درخواست کے مطابق اس کے قاصد شاہ طاہر کو شرفِ باریابی بخشیں۔"

سلطان بہادر اور شاہ طاہر کی ملاقات

سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کی لیکن اِن کے شایانِ شان تعظیم و تکریم نہ کی خداوند خاں شاہ طاہر کے علم و فضل اور مرتبۂ بزرگی سے واقف تھا، اس نے سلطان بہادر کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ سلطان بہادر نے اس کے بعد شاہ طاہر سے بڑا اچھا برتاؤ کیا، ایک بہت بڑی مجلس منعقد کی گئی اور اس میں شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔

شاہ صاحب کی تعظیم و تکریم

شاہ صاحب شاہی مجلس میں تشریف لائے، سلطان بہادر نے انھیں تمام علماء و فضلاء سے بلند مقام پر بٹھایا اور کہا "آپ کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو مجھے معاف فرمائیں، پہلی ملاقات میں میں نے جو بدتہذیبی کی تھی، اسی کی تلافی کے لیے یہ مجلس منعقد کی گئی ہے، گجرات کے وہ تمام علماء و فضلاء جو اس مجلس میں شریک تھے، شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے، انھیں شاہ طاہر کی تعظیم و تکریم بالکل پسند نہ آئی۔

اور برہان نظام نے اب میدان میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے بھاگ کر کوہستان میں آ گئے۔

میراں محمد شاہ اور عماد الملک سے دوستانہ مراسم

برہان نظام شاہ اور امیر برید اپنے آپ کو سلطان بہادر کا مد مقابل نہ سمجھتے تھے۔ ان دونوں نے کانو نوسی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے عماد الملک اور میراں محمد شاہ کے پاس اپنے قاصد روانہ کیئے اور ان سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی، ان سے یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ جو ہاتھی اور قلعے ان سے لیے گئے تھے واپس کر دیئے جائیں گے۔

سلطان بہادر کی شکایت

میراں محمد شاہ اور عماد الملک، خداوند خاں گجراتی (جو بہت ہی خلیق اور ملنسار وزیر تھا) کے پاس گئے اور اس سے کہا "ہم نے ہر موقع پر سلطان بہادر کا ساتھ دیا، اس سے مل کر پاتری اور ماہور کے قلعے نظام شاہی قبضے سے نکالے برار اور احمد نگر میں اس کے نام کا خطبہ جاری کیا، ہر سال اسے قیمتی اور کم یاب تحفے بھیجے، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سلطان بہادر ہم سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے۔"

خداوند خاں کا جواب

خداوند خاں نے جواب دیا "اس زوال کا باعث تم خود ہو جس وقت دکن کے تمام فرماں روا آپس میں اتحاد سے رہیں گے اور تمام اختلافات کو دور کر دیں گے تو معاملہ خود بخود طے ہو جائے گا، عماد الملک اور میراں محمد شاہ نے خداوند خاں کا مطلب سمجھ لیا۔ اور اس کے پاس سے چلے آئے۔

گجراتیوں کی رائے

سب سے پہلے عماد الملک نے بہت سا غلہ اور سامان ضرورت دولت آباد میں منجھن خاں کے پاس بھیجا اور خود اسی رات ایلچ پور روانہ ہو گیا سلطان بہادر نے محمد خاں فاروقی اور اپنے امراء سے واپسی کے متعلق مشورہ کیا، ان لوگوں نے کہا "ان دنوں دریائے تاپتی کے علاوہ دوسرے دریاؤں میں بھی پانی بہت چڑھا ہوا ہے، گجرات اور خاندیش سے غلے اور سامان ضرورت کا منگوانا بہت مشکل ہے، اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ دکن کے فرماں روا آپس میں اتحاد کر لیں اور اس طرح معاملہ خواہ مخواہ طول کھینچے، بہتر یہی ہے کہ ان علاقوں کو عماد الملک اور نظام شاہ کے حوالے کر کے انہیں اپنا مطیع و فرماں بردار بنا یا جائے۔

سلطان بہادر کی واپسی

برہان نظام شاہ اور عماد الملک نے میراں محمد شاہ کی رائے کے مطابق سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اپنے آدمیوں کو تحفوں اور نذرانوں کے ساتھ اس کی خدمت میں روانہ کیا، سلطان بہادر نے دکنیوں کی مخالفت کا خیال ترک کر دیا

موضع چانکدیوی میں قیام

برہان نظام شاہ نے خواجہ ابراہیم کو اپنا قاصد بنا کر اپنی روانگی سے پہلے ہی میراں محمد شاہ کے پاس روانہ کر دیا تھا تاکہ امور ضروری کے بارے میں پہلے ہی سے گفتگو کر لی جائے۔ برہان نظام موضع چانکدیوی میں پہنچا جو دریائے تاپتی کے کنارے واقع ہے، محمد شاہ نے اس کا استقبال کیا اور ملاقات کی، بات چیت کے دوران میں محمد شاہ نے کہا: "یہ قرار پایا ہے کہ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا رہے اور ہم اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر سلام کریں۔"

شاہ طاہر سے مشورہ

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو اکیلے میں بلایا اور اس سے کہا: "مجھ سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا رہے اور میں اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہوں۔ بہتر یہی ہے کہ ملاقات کا ارادہ ترک کیا جائے اور تمام معاملات خواجہ پر چھوڑ دیے جائیں۔" شاہ طاہر نے جواب دیا: "دنیا داری کا یہ تقاضا ہے کہ مصلحت کا خیال کرکے ایک دن کسی کے سامنے سر نیچا کر لیا جائے اور پھر ساری ساری زندگی امن و آرام سے بسر کی جائے۔"

ایک موزوں تدبیر

برہان نظام چونکہ ذی فہم انسان تھا، اس لیے اس نے شاہ طاہر کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا، اسی گفتگو کے دوران شاہ صاحب کو ایک تدبیر سوجھی اور انھوں نے برہان سے کہا: "میرے پاس قرآن مجید کا ایک نادر نسخہ ہے جو حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے مبارک ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ سلطان بہادر اس مصحف مقدس کی زیارت کرنے کا بہت مشتاق ہے، میرا خیال یہ ہے کہ ہم خداوند خاں کو اس نسخے کی موجودگی کی اطلاع کر دیں اور ملاقات کے روز اسے اپنے ساتھ لیتے چلیں تاکہ سلطان بہادر بے اختیارانہ اس مصحفِ مقدس کے استقبال کے لیے تخت سے نیچے قدم رکھے۔" شاہ طاہر کی اس تجویز سے برہان نظام شاہ بہت خوش ہوا اور ان کی دُور اندیشی کی داد دی۔

دوسرے روز سُورج نکلنے کے بعد برہان نظام شاہ شاہ طاہر اور میراں محمد شاہ کے ساتھ اس مقام کی طرف روانہ ہوا، جو سلطان بہادر سے ملاقات کے لیے مقرر ہوا تھا جب یہ لوگ سُلطان بہادر کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو شاہ طاہر نے مصحفِ مقدس کو اپنے سر پر رکھ لیا، شاہی پردہ سرا کے اندر داخل ہوئے تو سلطان بہادر نے انھیں دُور سے دیکھا اور خداوند خاں سے پوچھا: "شاہ طاہر کے سر پر کیا ہے"؟

برہان نظام اور سلطان بہادر کی ملاقات

خداوند خاں نے جواب دیا: "یہ قرآن مجید کا ایک نسخہ ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک

عالمانہ صحبت

یہ لوگ دل ہی دل میں بہت جلے اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ دل کی کدورت زبان تک آگئی اور شاہ صاحب کی شان میں الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے سلطان بہادر نے خداوندخاں کو حکم دیا کہ وہ ایک ایسی مجلس منعقد کرے جس میں تمام علماء کو مدعو کیا جائے اور انھیں شاہ صاحب سے عالمانہ گفتگو کرنے کا موقع دیا جائے۔ یہ مجلس منعقد ہوئی، علماء نے شاہ صاحب سے گفتگو کی تو ان پر شاہ صاحب کے علمی کمالات ظاہر ہوئے، یہ لوگ اپنی سابقہ حرکت پر سخت نادم ہوئے اور اس بات کا اقرار کیا کہ شاہ صاحب گجرات کے علماء فضلاء سے ہر لحاظ سے برتر و بلند ہیں۔ سلطان بہادر نے تمام گفتگو خود سنی اور اس کے دل میں شاہ صاحب کی عزت پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی، شاہ طاہر نے تین ماہ تک گجرات میں قیام کیا، اس کے بعد سلطان بہادر نے انھیں واپسی کی اجازت دے دی۔

سلطان بہادر کی عظمت و شوکت

۹۴۷ھ میں سلطان بہادر نے خلجی حکمرانوں کو نیچا دکھایا اور مندو پر قبضہ کر لیا، برہان نظام شاہ، سلطان بہادر کی یہ عظمت و شوکت دیکھ کر سخت پریشان ہوا۔ اس نے شاہ طاہر کو نرسو برہمن کے ساتھ دوبارہ سلطان بہادر کی خدمت میں فتح کی مبارک باد دینے کے لیے روانہ کیا، جب شاہ طاہر برہان پور پہنچے تو وہاں اتفاق سے سلطان بہادر بھی آگیا، میراں محمد شاہ نے سلطان بہادر سے شاہ طاہر کی ملاقات کروائی

میراں محمد شاہ کی خوش اسلوبی

میراں محمد شاہ نے بڑی خوش اسلوبی سے سلطان بہادر کو برہان نظام شاہ کے خلوص و محبت کا یقین دلایا اور کہا "یہ میری حقیر رائے ہے کہ آپ برہان نظام شاہ پر لطف و کرم کر کے اُسے اپنا بہی خواہ بنالیں" سلطان بہادر بہت اُونچی فضاؤں میں اُڑتا تھا، وہ شاہانِ دہلی کی برابری کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے میراں محمد شاہ کی بات مان لی۔ محمد شاہ، شاہ طاہر سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔ انھیں انعام و اکرام سے نوازا اور جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ کر دیا تاکہ برہان نظام شاہ کو یہاں لایا جائے اور اس کی ملاقات سلطان بہادر سے کروائی جائے۔

برہان نظام کی برہان پور کو روانگی

شاہ طاہر جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے احمد نگر پہنچے اور برہان نظام شاہ کو اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا، پہلے تو برہان نے سفر سے انکار کیا، لیکن بعد ازاں نرسو برہمن کے کہنے پر تیار ہوگیا، اس نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ حسین کو ولی عہد مقرر کیا، تمام ملکی اُمور نرسو برہمن کے سپرد کیے اور سات ہزار پیادوں اور سواروں کو ساتھ لے کر شاہ طاہر کے ہمراہ برہان پور روانہ ہوگیا۔

روز بروز وسیع ہوتا جائے گا۔"

محبّت کا برتاؤ

سلطان بہادر نے کمر بند، خنجر اور مرصع تلوار جو خود زیبِ تن کیے ہوئے تھے اپنے جسم سے علٰحدہ کیے اور برہان نظام شاہ کی کمر میں باندھ دیئے، برہان نظام نے اپنے لیے "شاہ" کا لفظ اب تک استعمال نہ کیا تھا، اس لیے سلطان بہادر نے اس سے کہا کہ "نظام شاہ" کا خطاب مبارک ہو۔"

گھوڑے کی سواری

کچھ دیر بعد سلطان بہادر نے برہان نظام کو اپنے ایک خاص گھوڑے پر سوار کروایا اور اس سے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم فنِ شہ سواری میں مہارت کامل رکھتے ہو، یہ عربی گھوڑا حاضر ہے، ذرا سراپردہ کے گرد دو چکر تو لگاؤ" برہان نظام نے دکن کے دستور کے مطابق گھوڑے پر سوار ہو کر اسے پھرایا، سلطان بہادر نے اس کی بہت تعریف کی اور کہا "یہ سواری چتر کے بغیر کچھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

اس کے بعد سلطان بہادر نے حکم دیا کہ جو سفید چتر اور آفتاب گیر، بادشاہ مندو سے حاصل کیا گیا تھا، برہان نظام کے سر پر سایہ فگن کیا جائے، میراں محمد شاہ اور خداوند خاں سے سلطان نے کہا۔

"برہان نظام شاہ کو اسی طرح گھوڑے پر سوار کر کے سراپردہ کے باہر لے جایا جائے اور اس کی قیام گاہ پر پہنچ کر، سلطان محمود خلجی کا سراپردہ اس کے لیے نصب کیا جائے اور تمام لوگ اسے مبارک باد دیں۔

انعام واکرام

کہا جاتا ہے کہ دوسرے روز سلطان بہادر نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا اپنے تخت کے اطراف میں چار طلائی کرسیاں بچھوائیں اور برہان نظام شاہ، شاہ طاہر، میراں محمد شاہ اور شیخ عارف ولد شیخ اولیا کو طلب کیا اور ان کو ان کرسیوں پر بٹھایا، سلطان بہادر نے خوب دل کھول کر ان لوگوں کی تواضع کی، برہان نظام شاہ کو پانچ گھوڑے، دو ہاتھی اور بارہ سو ہون عنایت کیے، شاہ طاہر کو دو گھوڑے اور ایک بڑا ہاتھی عطا کیا

چوگان بازی

سلطان بہادر نے عالم خاں میواتی کے بیٹے کو، جو اپنے باپ کے منصب اور جاگیر پر فائز تھا، خلعت، کمر بند، شمشیر مرصّع اور خنجر سے سرفراز کیا، سلطان کو یہ بھی معلوم تھا کہ چوگان بازی میں برہان نظام اپنی مثال آپ ہے، اس لیے اس نے برہان کے ساتھ تقریباً دو گھنٹے تک سراپردہ کے اندر ہی یہ کھیل کھیلا۔

مزید التفات

بعد ازاں دونوں فرماں روا گھوڑوں پر سوار ہو کر سراپردہ کے باہر نکل آئے، خواجہ

کا لکھا ہوا ہے۔" یہ سننا تھا کہ سلطان بہادر بے اختیار اپنے تخت سے نیچے اُترا اور استقبال کے لیے آگے بڑھا، اس نے فوراً مصحف شریف کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا، دو تین بار چوم کر آنکھوں سے لگایا اور اسی طرح کھڑے کھڑے برہان نظام شاہ سے سلام لیا۔

آغازِ گفتگو

سلطان بہادر نے گجراتی زبان میں برہان نظام سے خیریت پوچھی، برہان نے زبان فارسی میں جواب دیا "خداوند تعالیٰ کا بڑا کرم ہے، اور آپ کی عظمت و شوکت کے سہارے بہت ہی خوش ہوں۔" اس کے بعد سلطان بہادر تخت پر بیٹھ گیا اور برہان نظام، شاہ طاہر اور محمد شاہ اس کے سامنے کھڑے ہو گئے، سلطان بہادر نے جب شاہ طاہر کو اس طرح کھڑے دیکھا تو اسے ناگوار گزرا اور ان سے بیٹھنے کی درخواست کی شاہ صاحب نے اس کے جواب میں معذرت کا اظہار کیا۔

شاہ طاہر کی تعظیم

بادشاہ نے تقریباً تین بار شاہ صاحب سے بیٹھنے کے لیے کہا آخر کار شاہ صاحب نے جواب دیا "حضور کا حکم میرے سر آنکھوں پر، مگر تعمیل حکم سے مجبور ہوں۔ برُہان نظام میرا آقا ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کھڑا رہے اور میں بیٹھ جاؤں یہ بات پاسِ ادب سے دُور ہے۔" اس کے جواب میں سلطان بہادر نے کہا "نہیں وہ بھی بیٹھے۔ میں نے منع تھوڑا ہی کیا ہے۔" شاہ صاحب نے برہان نظام شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک مناسب جگہ پر بٹھا دیا اور پھر خود اس سے ذرا فاصلے پر ایک فروتر جگہ پر بیٹھ گئے۔

سوال و جواب

اس کے بعد سلطان بہادر نے بات چیت شروع کی، وہ دیر تک فارسی زبان میں گفتگو کرتا رہا۔ اس نے برہان نظام شاہ سے کہا "موجودہ زمانہ بڑا ہنگامہ خیز ہے، چاروں طرف شورشیں برپا ہیں، بتاؤ تو سہی، ایسے عالم میں تم نے کس طرح زندگی بسر کی؟" برہان نظام شاہ نے بڑے ادب کے ساتھ جواب دیا "جس پستی کا انجام بلندی ہو، اور جس ہجر کی انتہا وصل اس کے آخری لطف ہی کو یاد رکھنا چاہیے۔ ابتدائی کلفتوں کو فراموش کر دینا چاہیے، خداوند تعالیٰ کا لاکھ بار شکر ہے کہ میں نے جس قدر پریشانی اٹھائی، آج تھوڑی سی دیر میں اس کی تلافی ہو گئی۔"

اظہارِ مسرت

برہان نظام کے منہ سے یہ کلمات سن کر سلطان بہادر بہت خوش ہوا اور اس کی بڑی تعریف کی اور میراں محمد شاہ سے پوچھا "تم نے ان کا جواب سُنا؟" میراں محمد شاہ نے کہا "دور ہونے کی وجہ سے میں سُن نہیں پایا۔" اس پر سلطان بہادر نے اپنا سوال اور برہان نظام کا جواب اُونچی آواز سے دہرایا تاکہ تمام حاضرینِ دربار سُن لیں، اس کے بعد شاہ طاہر کھڑے ہوئے اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا "یہ سب کچھ حضور کی نوازشات کا نتیجہ ہے، مجھے امید ہے کہ آپ کی عنایات کا سلسلہ

ہے، جو ایسی نازیبا اور ناشائستہ تحریر مجھے لکھی ہے، اگر مندو کے بادشاہوں کے استعمال شدہ اور پرانے چتر اور سراپردہ کو حاصل کر کے تم مغرور ہو گئے ہو تو تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ نشہ بالکل بے کیف ہے اور اگر تم خطاب شاہی سے اپنے آپ کو کوئی چیز سمجھنے لگے تو یقین رکھو یہ سب کچھ وہم و گمان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فخر مجھے تم سے زیادہ حاصل ہے، تمھیں تو گجراتیوں کے بادشاہ نے یہ خطاب دیا ہے لیکن مجھے شہنشاہ ایران نے، جو ایک عالی نسب سید ہے، یہ مرتبہ عطا کیا ہے"۔

تم اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ۔ تمھاری بہتری اسی میں ہے، ورنہ نتائج کی تمام ذمہ داری تم پر ہو گی، میں ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر میدانِ جنگ میں موجود ہوں، فوراً باغ نظام سے باہر نکلو، میرے مقابلے پر آؤ پھر تمھیں عادل شاہی بہادروں کی جرأت و جوانمردی سے باخبر کیا جائے۔

عادل شاہی سرحد کی طرف روانگی

برہان نظام یہ خط پاکر بہت شرمندہ ہوا اور اسی وقت حکم دیا کہ سراپردہ شاہی باہر نکالا جائے۔ دوسرے روز وہ سفر کے لیے روانہ ہو گیا، اس نے موضع امند پور پہنچ کر، جو شہزادہ حسین کی والدہ کا بسایا ہوا تھا، چند روز قیام کیا اور لشکر کی فراہمی کی طرف توجہ کی، جب تمام سامان مکمل ہو گیا تو برہان نظام بڑی شان و شوکت سے عادل شاہی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔

نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں میں جنگ

عادل شاہی اور نظام شاہی لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اور خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں طرف کے جوانوں نے اپنی بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا اور دشمن کے خون سے زمین کو لالہ زار کر دیا۔ اس جنگ کا انجام نظام شاہیوں کے حق میں بُرا ہوا، انھیں شکست ہوئی اس معرکے میں بیجاپور کے جواں سال غریبوں نے بڑے عمدہ طریقے سے بہادری کے جوہر دکھائے شیخ جعفر نے دوسرے سلاحداروں کی مدد سے برہان نظام کو صحیح و سلامت میدانِ جنگ سے نکال لیا، احمد نگر کے دو تین ہزار باشندے اس معرکے میں کام آئے، عادل شاہیوں نے نظام شاہیوں کے بہت سے گھوڑے اور ہاتھی اپنے قبضے میں کر لیے اور اس طرح برہان نظام کا سارا غرور اپنی شکست کی آواز بن کر رہ گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کی ملاقات

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد ۹۳۹ھ میں عادل شاہی اور نظام شاہی امیروں نے بادشاہوں کی سرحد پر ملاقات کروائی، دونوں فرماں رواؤں نے مختلف معاملات پر آپس میں بات

ابراہیم اور ساباجی پیش کش باہر کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے، ان لوگوں نے بہت سا سامان سلطان بہادر کی خدمت میں بطورِ نذرانہ پیش کیا، سلطان بہادر نے نذرانہ قبول کیا اور ان لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازا جو سامان بادشاہ کو نذر کیا گیا۔ اس میں ایک ہیکل مصحف، ایک تلوار، جس پر کسی خلیفہ عباسی کا نام کندہ تھا، چار مست ہاتھی اور دو عربی گھوڑے تو سلطان نے خود رکھ لیے اور بقیہ اشیاء مع مملکت دکن کے برہان نظام شاہ کو بخش دیں اور واپسی کی اجازت بھی دے دی۔

برہان نظام شاہ کی واپسی اور دولت آباد میں قیام

واپسی کے دوران میں برہان نظام شاہ نے کچھ دیر بالا گھاٹ دولت آباد میں بھی قیام کیا شیخ برہان الدین اور شیخ زین الدین کے روضوں کی زیارت کی اور یہاں کے مجاوروں کو نذر و صدقہ کی صورت میں بہت سی دولت دی، ان دنوں گل چنبیہ چاروں طرف کھلے ہوئے تھے، ان پھولوں کی بہار شباب پر تھی برہان نظام نے حوض قتلو پر قیام کیا اور چند روز عیش و عشرت میں گزارے۔

تازہ فتوحات

شہزادہ حسین، کالو برہمن اور دیگر امرائے سلطنت برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے مبارک باد دی چونکہ برہان اور سلطان بہادر کے باہمی تعلقات بہتر ہو گئے تھے اس لیے برہان نظام نے اس علاقے کے راجاؤں کی طرف توجہ کی، کانوزسی کی دانش مندی سے مرہٹواری کے بہت سے راجہ جو احمد نظام کے عہدِ حکومت سے لے کر اب تک آزاد خود مختار تھے، وہ برہان نظام کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے، بغیر کسی قسم کی معرکہ آرائی کے برہان نے بیس قلعے اپنی حکومت میں شامل کیے۔ برہان نظام نے شاہ طاہر کو چند بہترین پرگنے بطور انعام دے کر اپنا مقرب خاص بنایا، خواجہ ابراہیم کو لطیف خاں اور ساباجی کو پرتاب رائے کے خطاب سے نوازا۔ گجراتیوں کے ہنگامے سے باغ نظام کی جو عمارتیں شکستہ ہو گئی تھیں، ان کو برہان نظام نے مرمت کروایا۔

قلعۂ کلیان اور قندھار پر اسمٰعیل عادل شاہ کا حملہ

اسمٰعیل عادل شاہ نے ۹۳۸ھ میں قلعۂ کلیان اور قندھار پر حملہ کیا، امیر برید نے برہان نظام شاہ سے مدد کی درخواست کی، نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل کے نام ایک خط لکھا اور ان قلعوں کو فتح کرنے سے منع کیا، اسمٰعیل عادل نے اس کے جواب میں ایک بہت سخت خط برہان کو بھجوایا جس کا مضمون یہ تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا خط برہان نظام کے نام

آج تک تم نے کبھی ایسا سلوک نہیں کیا تھا، کیا تم نے احمد نگر کے گذشتہ واقعات کو فراموش کر دیا

ہی آئیں، چھ مہینے تک اسی طرح بحث ہوتی رہی اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، آخر برہان نظام شاہ نے ایک روز شاہ طاہر سے کہا "یہ حیرت کی بات ہے کہ علمائے کرام کسی نتیجے پر نہیں پہنچے، ہر شخص اپنے مذہب کی تعریف کرتا ہے اور دوسرے کے مذہب کی برائی، اگر ان لوگوں کے مذاہب کے علاوہ کوئی اور مذہب ہو تو بتاؤ تاکہ میں اسے اپنا لوں۔"

شاہ طاہر کا مذہب

شاہ طاہر نے جواب دیا کہ "ایک مذہب اور ہے اور وہ مذہب ہے اثنا عشری اگر آپ حکم دیں تو اس مذہب کی کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔"

مذہب اثنا عشری کے ایک عالم شیخ احمد نجفی کو بادشاہ نے بلوایا اور اسے بقیہ علماء سے بحث کرنے کے لیے کہا، اس عالم نے تمام علماء سے مناظرہ کیا، شاہ طاہر اس کی مدد اور اس کی دلائل کی تائید کرتے جاتے تھے، جب علماء کو یہ معلوم ہوا کہ شاہ طاہر خود شیعہ ہیں تو انھوں نے مخالفانہ بحث شروع کر دی اکثر ایسا تھا کہ سنی علماء لاجواب ہو کر محفل سے اٹھ جاتے تھے۔

مذہب شیعہ کا عام رواج

برہان نظام شاہ نے جب یہ دیکھا کہ سنی علماء شاہ طاہر کے دلائل کا جواب نہیں دے پاتے اور آئیں بائیں شائیں کرنے لگتے ہیں اور لاجواب ہو کر مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو برہان نظام نے کھلے بندوں شیعہ مذہب کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تقریباً تین ہزار افراد نے (جن میں شاہی مصاحب، ہندی ترکی اور حبشی غلام، امراء، منصب دار، جاروب کش اور فراش، الغرض ہر طبقے کے لوگ شامل تھے) مذہب اثنا عشری قبول کر لیا۔

اماموں کے نام کا خطبہ

برہان نظام نے تینوں خلفاء کے نام خطبے سے نکال دیے اور ائمہ اہل بیت کے نام کا خطبہ جاری کیا، وہ سفید چتر جو سلطان بہادر گجراتی نے برہان نظام شاہ کو دیا تھا، اس کا رنگ سبز کر دیا گیا

اہل سنت میں غم و غصہ کی لہر

سنی علماء ملا پیر محمد وغیرہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بہت چراغ پا ہوئے، سارے شہر میں ایک عجیب و غریب ہنگامہ بپا ہو گیا، امراء اور منصب داروں کی ایک جماعت رات کے وقت ملا پیر محمد کے مکان پر گئی ان لوگوں نے ملا صاحب سے کہا۔ "یہ شاہ طاہر کہاں سے ٹپک پڑا ہے، اس نے تو ہمارے بادشاہ پر جادو کر دیا ہے اور اسی جادو کے زور سے ہماری زبانوں پر تالے ڈال دیتے ہیں۔"

بات چیت کر کے یہ طے کیا کہ برہان نظام شاہ برار کو فتح کرے اور اسمٰعیل عادل شاہ تلنگانہ کو، اور پھر ملک دکن کو آپس میں مساوی طور پر تقسیم کر لیں۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال

رضائے خداوندی سے اسی زمانے میں اسمٰعیل عادل شاہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور تمام شرائط ویسی کی ویسی ہی رہ گئیں، کسی پر عمل نہ ہُوا۔

برہان نظام کا شیعہ مذہب اختیار کرنا

ایک روز برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ مذہب شیعہ کی تعلیمات کے بارے میں کچھ بیان کیجئے شاہ طاہر نے بارہ اماموں کے اسمائے گرامی مع ان کے مناقب کے بیان کیے اور کہا: "اس مذہب کی یہ خصوصیت ہے کہ اہل بیت کے ساتھ محبت کی جائے اور ان کے دشمنوں سے نفرت۔" برہان نظام نے اُسی روز شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔

شاہ طاہر کا مشورہ

بادشاہ کے ساتھ ہی شہزادہ حسین، عبدالقادر، اس کی والدہ آمنہ بی بی اور شاہی خاندان کے دوسرے تمام مردوں اور عورتوں نے یہی مذہب اختیار کر لیا اس کے بعد برہان نظام نے بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کرنے کا ارادہ کیا اور تینوں خلفاء کے ناموں کو خطبے سے نکال دینے کا خیال ظاہر کیا۔ شاہ طاہر نے بادشاہ کو اس سے منع کیا اور کہا "فوراً ایسا کرنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ سب سے پہلے ہر فرقے کے علماء کو جمع کیا جائے، آپ ان سب سے یہ کہیئے کہ میں حق مذہب کا طلبگار ہوں، تم سب آپس میں غور و فکر سے کوئی ایسا مذہب اختیار کرو تاکہ میں بھی اس کو اپناؤں۔"

علماء کا بحث و مباحثہ

برہان نظام نے شاہ طاہر کے مشورے پر عمل کیا اور تمام علماء کو جو احمد نگر میں مقیم تھے، جمع کیا، ان علماء میں ملا پیر محمد، اُستاد افضل خاں ثانیہ اور ملا داؤد دہلوی بھی تھے، ہر جمعہ کو قلعے کے اندر شاہ طاہر کے مدرسے میں تمام علماء جمع ہوتے اور آپس میں بحث مباحثہ کرتے، ہر عالم کی یہی کوشش ہوتی کہ وہ اپنے مذہب کے زیادہ سے زیادہ فضائل بیان کرے اور حریف عالم کے مذہب کی تردید کرے، علماء کی ان مجلسوں میں اکثر و بیشتر برہان نظام خود بھی شرکت کرتا رہتا تھا۔

برہان نظام شاہ کا اظہار تعجب

برہان نظام اکثر مذہبی معاملات سے بے خبر تھا۔ وہ علماء کی مجلس میں بیٹھتا ضرور تھا، لیکن ان کی باتیں اس کی سمجھ میں ذرا کم

نظام شاہ نے احمد تبریزی (جو بادشاہ کے مقرب امرا میں سے تھا) اور خواجگی محمود (جو میرزا جہاں شاہ کا بیٹا تھا) کو ملا پیر محمد کی گرفتاری کے لیے مقرر کیا۔ ملا کو گرفتار کر کے شاہی بارگاہ میں پیش کیا گیا، برہان نظام شاہ نے ملا کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

ملا کی رہائی اور بحالی

شاہ طاہر نے ملا پیر محمد کی سابقہ خدمات کا خیال کرتے ہوئے برہان نظام شاہ سے اس کی سفارش کی۔ برہان نے ملا کے قتل کا حکم واپس لے لیا، اور اسے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔ چار سال کے بعد طاہر ہی کی درخواست پر ملا پیر محمد کو رہا کر دیا۔ بادشاہ نے پہلے کی طرح اسے پھر وزیر بنا دیا۔

لنگر خانۂ دوازدہ امام

برہان نظام شاہ نے شیعہ مذہب کی ترویج و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ تمام وظائف جو اہلِ سنّت کے نام جاری کر دیئے تھے شیعوں کے لیے وقف کر دیے گئے۔ قلعہ احمد نگر کے سامنے ایک چار دیواری کھنچوائی اور اس میں ایک عمارت تعمیر کروا کے اسے "لنگر خانہ دوازدہ امام" کے نام سے موسوم کیا۔ اس لنگر خانے کے اخراجات کے لیے کئی قصبے (مثلاً جونپور، دسنور، دامیاپور وغیرہ) وقف کیے گئے۔ یہاں روزانہ کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا تھا۔

فاضل عالموں کا احمد نگر میں اجتماع

شاہ طاہر نے نظام شاہی خاندان کی بہت خدمت کی اور اس خاندان کی فلاح و بہبود کے کئی کام سرانجام دیئے انھوں نے یہ کوشش بھی کی کہ خاندان رسالت کے تمام پرستار، ساری دنیا سے کھینچ کر احمد نگر میں جمع ہو جائیں شاہ صاحب نے شاہی خزانے سے روپیہ حاصل کر کے عراق، خراسان، فارس، روم، گجرات اور آگرہ روانہ کیا اور شیعہ عالموں، فاضلوں کو احمد آباد آنے کی دعوت دی۔ ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے سے عرصے ہی میں احمد نگر میں عالموں اور فاضلوں کی ایک عظیم الشان جماعت جمع ہو گئی۔

احمد نگر ــــــ علم کی جنّت

خواجہ معین صاعدی کے ساتھ اسمٰعیل صفوی احمد نگر میں آئے، آپ ایک طویل مدت تک شیراز میں حکومت کرنے کے بعد گجرات آئے اور اس علاقے میں قیام کیا۔ برہان نظام کی طرف سے شاہ طاہر نے اسمٰعیل صفوی کو بارہ ہزار ہون روانہ کیے تاکہ وہ احمد نگر چلے آئیں شاہ حسن انجو کو احمد نگر میں بلا کر بادشاہ کے مقربین میں شامل کیا گیا، ان کے علاوہ شاہ جعفر ملا محمد نیشاپوری۔ ملا علی گل استر آبادی، ملا رستم جرجانی، ملا مانہ ندرانی۔ ایوب ابو البرکات، ملا عزیز اللہ گیلانی، ملا محمد امامی استر آبادی اور دوسرے بہت سے علماء و فضلا احمد نگر

برہان نظام کے خلاف سازش

لوگ شاہ طاہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگے، کچھ لوگوں نے شاہ صاحب کو قتل کرنے کی رائے دی، اس پر ملا پیر محمد نے کہا "جب تک برہان نظام شاہ زندہ ہے، شاہ طاہر کو قتل کرنا ناممکن ہے۔ سب سے اچھی صورت یہی ہے کہ ہم پہلے برہان نظام شاہ کو معزول کریں اور اس کی جگہ شہزادہ عبدالقادر کو بادشاہ بنائیں، اس کے بعد شاہ طاہر کو تلوار کے گھاٹ اتار دینا چاہیئے تاکہ خلقِ خدا کو عبرت حاصل ہو۔

احمد نگر میں ہنگامہ

بیجاپور کی طرح احمد نگر بھی ہنگاموں کا مرکز ہو گیا جس طرح وہاں یوسف عادل کے خلاف ہنگامے ہوئے اسی طرح یہاں بھی عوام برہان نظام کے خلاف ہو گئے، ملا پیر محمد بارہ ہزار سواروں اور پیادوں کو اپنے ساتھ لے کر قلعے کے دروازے کے سامنے آیا، کالے چبوترے کے قریب قیام کیا اور قلعے کے محاصرے کی تیاریاں کرنے لگا، ان لوگوں نے شاہ طاہر اور ان کے بیٹوں کو قلعے کے نگہبانوں کے سپرد کر کے ہنگامہ کیا۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

برہان نظام شاہ کو جب اس ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ قلعے کا دروازہ بند کر دیا جائے برجوں پر فوج چڑھ جائے اور دشمنوں پر گولہ باری کر کے انھیں نیست و نابود کر دیا جائے۔ جب معاملے نے طول کھینچا تو برہان نظام نے پریشان ہو کر شاہ طاہر سے دریافت کیا کہ آخر اس ہنگامے کا نتیجہ کیا ہوگا شاہ طاہر کو علم نجوم میں بڑی مہارت تھی اور ملا شمس الدین جعفری کے شاگرد تھے، انھوں نے فوراً حساب لگا کر بتایا کہ قلعے کا فلاں دروازہ کھول کر دشمن پر حملہ کرنا چاہیئے۔ دشمن حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلے گا اور بادشاہ کو فتح ہوگی۔

باغیوں کی سرکوبی

برہان نظام اس وقت امیروں، چار سو سواروں اور ایک ہزار پیادوں اور پانچ ہاتھیوں کو ساتھ لے کر قلعے کے باہر آیا۔ شاہ طاہر نے ایک مٹھی بھر خاک اٹھائی، اس پر قرآن کی کوئی آیت پڑھی اور اسے دشمن کی طرف پھینک دیا، اس کے بعد شاہی قاصدوں کا ایک گروہ دشمنوں کے قریب بھیجا گیا، ان قاصدوں نے بلند آواز سے کہا "جو شخص بادشاہ کا مطیع و فرماں بردار ہے وہ ہماری طرف آجائے اور جو غدار اور نمک حرام ہے وہ بدستور ملا پیر محمد کے ساتھ رہے تاکہ سلطانی قہر و غضب سے اسے پامال کیا جا سکے۔

ملا پیر محمد کی گرفتاری

قاصدوں کا یہ اعلان سنتے ہی سب لوگ بادشاہ کی طرف آ گئے، اور ملا پیر محمد اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ اپنے مکان کی طرف چلا گیا برہان

برہان نظام شاہ نے امیر برید کو ساتھ لے کر بیجاپور پر حملہ کر دیا اور یہ مشہور کیا کہ مذہبی یک جہتی کی وجہ سے اسد خاں بلگوانی نے برہان نظام شاہ کو اس علاقے میں بلایا ہے، تاکہ بلگوان کا قلعہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔

مرچ و کلہر وغیرہ کی تباہی

ابراہیم عادل کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا، اور بیجاپور کے قلعہ سے باہر نہ نکلا۔ برہان نظام شولاپور کے قریب پہنچا، زین خاں کے پرگنوں پر قبضہ کیا اور انھیں خواجہ جہاں کے حوالے کر کے آگے بڑھا۔ بعد ازاں اُس نے بلگوان کا رُخ کیا اور مرچ، کلہر اور مان دیاس کو تباہ و برباد کیا۔ اِن شہروں میں ایسی تباہی مچائی کہ آبادی کا نام و نشان تک نہ رہنے دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا فرار

اسد خاں بلگوانی ہی میں تھا۔ غلط خبر مشہور ہو جانے کی وجہ سے وُہ وہ ابراہیم عادل کی ملازمت نہیں کر سکتا تھا، اس نے اپنی عافیت کے لیے یہ اندازہ اختیار کیا کہ چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ برہان نظام شاہ سے مل گیا برہان نے جب یہ دیکھا کہ قسمت پوری طرح اس کا ساتھ دے رہی ہے تو اس نے بیجاپور کا سفر اختیار کیا۔ ابراہیم عادل شاہ میں اِتنی قوت نہ تھی کہ وہ بُرہان نظام کا مقابلہ کرتا لہٰذا وہ حسن آباد گلبرگہ چلا گیا۔

بُرہان کی احمد نگر کو واپسی

برہان نظام یہ سوچ کر کہ دشمن کا مقابلہ کرنا اب مناسب نہیں ہے امیر برید کے ساتھ احمد نگر کو واپس ہُوا۔ دشمن نے احمد نگر کی سرحد تک اس کا تعاقب کیا اور اس نواح کے اکثر دیہاتوں اور پرگنوں کو تباہ و برباد کیا۔ برہان نظام اور امیر برید نے یہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور دولت آباد کی طرف چلے گئے۔ اتفاق سے یہاں امیر برید نے طبعی موت سے دنیا کو خیر باد کہا۔ برہان نظام شاہ اس رفیق کے جُدا ہونے سے بہت پریشان ہُوا۔ برہان نے شاہ طاہر، قاسم بیگ اور خواجہ جہاں کے مشورے سے ابراہیم عادل شاہ کا وہ علاقہ جس کی وجہ سے تمام ہنگامہ ہوا تھا۔ اسے واپس کر دیا۔

شاہ طاہر کا گولکنڈہ جانا

سلطان قطب شاہ ۹۵۰ھ میں تلنگانہ کے تخت پر بیٹھا، اس تخت نشینی کی مبارک باد دینے کے لیے برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو گولکنڈہ روانہ کیا۔ قطب شاہ نے شاہ طاہر سے اس تالاب کے کنارے ملاقات کی جو احمد نگر کے راستے میں گولکنڈہ سے سولہ[۱۶] کوس کے فاصلے پر واقع ہے، اس ملاقات میں قطب شاہ

میں آ گئے اور یہ شہر علم کی جنت بن گیا۔

مذہبی تعصّب
مدینہ کے مشہور متقی سید حسن مدنی کو بادشاہ نے اپنا داماد بنایا اور ان کو کئی عمدہ قصبے اور جاگیر عطا کی گئی اور وہاں محتاجوں، مسکینوں اور فقیروں وغیرہ میں تقسیم کی گئی اس مذہبی ماحول کا یہ نتیجہ ہوا کہ احمد نگر کے جہلا بھی خلفائے راشدین کی شان میں بے ادبی کرنے لگے آخرکار سلطان محمود گجراتی میراں مبارک فاروقی، ابراہیم عادل شاہ اور عماد الملک سے یہ عالم نہ دیکھا گیا اور انھوں نے احمد نگر کو فتح کر کے آپس میں تقسیم کرنے کا فیصلہ لیا۔

برہان نظام شاہ کی درخواست ہمایوں کے نام
متذکرہ فرماں رواؤں کے ارادے کی برہان نظام شاہ کو اطلاع ہو گئی اس نے فوراً اراستی خاں نامی ایک شخص کو اپنا قاصد بنا کر ہمایوں شہنشاہ دہلی کے پاس روانہ کیا، اس قاصد کے ہاتھ ایک عرضداشت بھیجی گئی تھی۔ اس زمانے میں شیر شاہ کی ہنگامہ آرائیوں نے ہمایوں کی تمام توجہ کو اس کی طرف مرکوز کر رکھا تھا، اس لیے، اس درخواست کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور راستی خاں ناکام و نامراد واپس احمد نگر آ گیا۔

عادل شاہیوں سے جنگ اور برہان نظام کی فتح
اس کے بعد برہان نظام شاہ نے برہان پور اور گجرات کے فرماں رواؤں کو قیمتی تحفے تحائف بھیج کر ان سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور ان کو اپنا ہی خواہ بنا لیا۔ پھر برہان نظام نے اسمٰعیل عادل کے موقوف کردہ تیر اندازوں کو اپنے ہاں ملازم رکھا، ان کو جاگیروں سے نوازا۔ اور ان کی مدد سے بیجاپور پر حملہ کیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں عادل شاہیوں کو شکست ہوئی اور برہان نظام شاہ کامیاب ہوا۔ برہان نے بہت سی عادل شاہی توپوں اور ایک سو ہاتھیوں پر قبضہ کیا اور احمد نگر واپس آ گیا۔

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان مزید معرکہ آرائیاں
اس فتح کے بعد برہان نظام شاہ کا بہت شہرہ ہوا چاروں طرف اس کی قوت کی دھوم مچ گئی تین چار سال کی مدت میں ابراہیم عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کے درمیان تین مرتبہ لڑائی ہوئی۔ ان لڑائیوں کی تفصیلات کسی تاریخ میں میری نظر سے نہیں گزریں لیکن اس قدر مجھے معلوم ہے کہ ان تینوں لڑائیوں میں برہان نظام شاہ کو فتح حاصل ہوئی۔

بیجاپور پر برہان نظام شاہ کا حملہ
۹۴۹ھ میں بیجاپور کے مشہور و معروف امیر اسد خاں بلگوانی اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے

عادل شاہیوں سے جنگ

انھیں دنوں برہان نظام شاہ نے راجہ رام راج کی اعانت سے قلعہ گلبرگہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور مضافات گلبرگہ میں اُذرجان کے قریب عادل شاہی لشکر کا مقابلہ کیا۔ فریقین میں بڑی زبردست لڑائی ہوئی۔ پہلے تو عادل شاہی لشکر کے میمنہ اور میسرہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اس کے لشکری پریشان ہو کر میدانِ جنگ سے بھاگنے لگے۔ لیکن جب خود عادل شاہ نے کمین سے نکل کر نظام شاہی لشکر پر حملہ کیا تو پھر نظام شاہیوں کو شکست کھانا پڑی۔ اور وہ چتر و عَلَم، ہاتھی اور توپ خانہ وغیرہ میدانِ جنگ میں چھوڑ کر احمدنگر کی طرف بھاگ گئے۔

علی برید کی طرف سے مایوسی

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو علی برید کے پاس بھیجا اور اس سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی، لیکن علی برید نے اپنے باپ کی تقلید میں عادل شاہ کا ساتھ چھوڑنے پر آمادگی ظاہر نہ کی اس کے علاوہ علی برید کے چچا خان جہاں نے شاہ طاہر سے کچھ مذہبی مسائل کے بارے میں گفتگو کی اور ان سے گستاخانہ پیش آیا اس صورتِ حال کے پیشِ نظر شاہ طاہر ناکام و نامراد احمدنگر واپس آگیا۔ برہان نظام کو اس امر کا بہت افسوس ہُوا۔

قلعہ اُدسہ کا محاصرہ

علی برید کے اس برتاؤ سے برہان نظام بہت آزردہ خاطر ہُوا، اور اس سے بدلہ لینے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ساز و سامان اور لشکر سے آراستہ ہو کر برہان نظام مقبوضات علی برید کی طرف روانہ ہُوا۔ سب سے پہلے اس نے قلعہ اودسہ کا محاصرہ کیا اور اہلِ قلعہ کو پریشان کیا۔ علی برید نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے عادل شاہ کو قلعہ کلیان پیش کر کے اپنا مددگار بنا لیا۔

دشمن سے مقابلہ اور قلعے کی فتح

عادل شاہ بیجاپور سے روانہ ہُوا، اس کے ساتھ علی برید بھی روانہ ہُوا۔ برہان نظام نے دشمن کا مقابلہ کیا اور قلعہ اودسہ سے ایک میل کے فاصلے پر فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی، نظام شاہ نے مردانہ وار لڑائی کی اور دشمن کو میدانِ جنگ سے مار بھگایا اس کے بعد اس نے قلعہ اودسہ کو دوبارہ گھیر لیا اور کچھ مدت میں یہ قلعہ فتح کر لیا۔

مزید فتوحات

قلعہ اودسہ کو فتح کرنے کے بعد برہان نظام شاہ نے اودگیر کا رُخ کیا، کچھ عرصے میں اس قلعے کو بھی فتح کر لیا اور پھر قندھار کی طرف چلا گیا، اُس نے اس

نے شاہ طاہر کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور ان سے اس طرح پیش آیا جیسے کوئی مرید اپنے پیر سے ملتا ہے۔ اس کے بعد وہ شاہ طاہر کو اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی مصالحانہ روش

انھیں دنوں برہان نظام شاہ نے عہد شکنی کر کے قطب شاہ اور راجہ رام راج کو عادل شاہی سلطنت کے پرگنوں پر قبضہ کرنے کے لیے اکسایا۔ جب شاہ طاہر گولکنڈہ سے واپس آ گئے تو برہان نظام شاہ خود بھی شولا پور کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب یہ دیکھا کہ دشمن چاروں طرف سے اس پر نگاہیں لگائے ہوئے ہے تو اس نے پانچ پتے کا علاقہ برہان نظام شاہ کے حوالے کر دیا اور راجہ رام راج کو بھی کسی نہ کسی طرح راضی کر لیا۔

شہنشاہ ایران کے قاصدوں کی آمد

اسی زمانے میں شاہ اسمٰعیل صفوی کو یہ اطلاع ملی کہ برہان نظام شاہ نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے اس نے اپنے مقرب خاص آقا سلیمان طہرانی المشہور بہ مہتر جمال کو احمد نگر روانہ کیا کہ وہ برہان نظام شاہ کو مبارک باد دے۔ اسمٰعیل کی طرف سے ایک ترکی غلام مسمّی شاہ قلی بھی برہان نظام شاہ کے پاس آیا اور اس نے شہنشاہ ایران کی طرف سے ایک زمرد، جو ہمایوں بادشاہ سے ملا تھا اور جس پر مستعصم باللہ عباسی کا نام کندہ تھا مع دیگر تحفوں کے برہان نظام کو پیش کیا۔

شاہ اسمٰعیل صفوی نے متذکرہ تحائف کے علاوہ عقیق کی ایک انگوٹھی بھی روانہ کی۔ جس پر، "التوفیق من اللہ" کندہ تھا۔ یہ انگوٹھی ایک طویل مدت تک خود اسمٰعیل صفوی کے ہاتھ میں رہ چکی تھی۔

ایرانی قاصد کی گستاخی

مہتر جمال نے احمد نگر پہنچ کر برہان نظام شاہ سے ملاقات کی، اور شاہ اسمٰعیل کے فرستادہ تحائف اس کی خدمت میں پیش کیے شروع شروع میں تو برہان نظام نے مہتر جمال کی بڑی عزت کی لیکن جب اس نے شاہی محفل میں گستاخانہ گفتگو کا آغاز کیا۔ نیز شاہ طاہر سے بے ادبی کی تو برہان نے مہتر جمال کا شاہی دربار میں آنا بہت کم کر دیا۔ برہان نظام اس قاصد سے ایسا ناراض ہوا کہ اس نے اسمٰعیل صفوی کے ارسال کردہ تحفوں کے عوض کوئی تحفہ ایران نہ بھجوایا۔ شاہ طاہر بھی مہتر جمال سے بے حد ناراض ہوئے۔ بعد ازاں انھوں نے اپنے بڑے بیٹے شاہ حیدر کو جو ایک مستند عالم اور باکمال بزرگ تھے بہت سے تحفے تحائف دے کر احمد نگر سے ایران روانہ کیا۔

قلعۂ کلیان پر لشکر کشی

شاہ طاہر کے انتقال کے بعد برہان نظام شاہ نے بوپال راؤ اور قاسم بیگ حکیم کو اپنا معتمد علیہ بنایا، اس نے عماد شاہ کو چند اسباب کی بنا پر عادل شاہ کے خلاف کر دیا اور خود خواجہ جہان کو ساتھ لے کر قلعۂ کلیان پر حملہ کر دیا، اس قلعے کا محاصرہ کر کے برہان نظام نے اہلِ قلعہ کو بہت زیادہ پریشان کیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے بہت سے برگی امیروں کو برہان نظام کے دفیعے کے لیے بھیجا اور بعد میں خود بھی روانہ ہُوا۔

برگی امرا کی شورشیں

برگی امرا نے قلعہ کلیان کے راستے میں قیام کر کے دشمن کے غلے اور دیگر سامانِ ضرورت کو اپنے قبضے میں کرنا شروع کیا، اس سے نظام شاہیوں کو بہت پریشانی ہوئی۔ ان امیروں نے دشمن کو طرح طرح سے تنگ کیا، کبھی تو شب خون مارتے اور کبھی چوروں کی طرح لشکر میں جا کر اودھم مچاتے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر برہان نظام نے یہ حکم دیا کہ لشکر کے اِرد گرد تین گز اور بعض جگہوں پر چار گز کا حصار کھینچا جائے، اس حکم پر عمل ہُوا۔ اور قلعہ کلیان ایک نئے حصار کے اندر آ گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی آمد

ابراہیم عادل شاہ بھی سفر کی منزلیں طے کرتا ہُوا قلعۂ کلیان کے قریب آ گیا اور برہان نظام شاہ کے لشکر کے پاس ہی قیام پذیر ہُوا۔ برہان نظام کی تقلید میں اس نے بھی اپنے لشکر کے گرد ایک حصار کھینچوا لیا۔ وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ رمضان المبارک کا مہینہ آ گیا، غلہ اور دیگر سامانِ ضرورت نہ پہنچنے کی وجہ سے نظام شاہی اُمرا کی حالت خراب ہو گئی وہ دو دو تین تین دن کا فاقہ کر کے روزے رکھنے لگے۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

ان تمام واقعات نے برہان نظام شاہ کو حواس باختہ کر دیا، اس نے اپنے امرا سے مشورہ کیا، کسی نے واپس چلنے کا مشورہ دیا کسی نے دیوار کے اندر سے داخل ہو کر دشمن سے لڑنے کے لیے کہا اور یہ رائے دی کہ "اگر ہمیں فتح حاصل ہو تو ہم دوبارہ قلعے کا محاصرہ کر لیں اور اگر شکست ہو تو واپس احمد نگر چلے جائیں" برہان نظام نے اس موقع پر کہا: "ہمارے گھوڑوں کی حالت اس وقت خراب ہو گئی ہے وہ اس قابل نہیں رہے کہ جنگ میں حصہ لے سکیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم جنگ کے ارادے کو ملتوی کر کے احمد نگر کا راستہ لیں۔ آئندہ پھر کبھی موقع ملے تو خوب اچھی طرح تیاری کر کے اس طرف آنا چاہیے۔"

قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کے دوران میں علی برید اور ابراہیم عادل شاہ نے ایک بار پھر برہان نظام شاہ پر حملہ کیا۔ برہان نظام نے حسب سابق اِس بار بھی خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دشمن کو شکست دی، اس معرکے میں بہت سے گھوڑے اور ہاتھی برہان نظام کے ہاتھ لگے۔

عادل شاہی امراء کا خط برہان نظام کے نام

۹۵۵ھ میں برہان نظام نے قلعہ قندھار کو بھی تسخیر کر لیا اور اسی سال احمد نگر واپس آگیا، ابراہیم عادل شاہ کے امراء اور منصب داروں نے برہان نظام شاہ کو ایک مراسلہ لکھا، جس کا مضمون یہ تھا:

"بادشاہ کا ظلم حد سے تجاوز کر چکا ہے اور اس وجہ سے بیجانگر کی رعایا بے حد پریشان ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ کو معزول کر کے شہزادہ عبداللہ کو، جو اِن دِنوں بندکوہ میں مقیم ہے، یہاں بُلا کر اپنا بادشاہ بنا لیں، ظاہر ہے کہ یہ کام آپ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں ہمارا ہاتھ ضرور بٹائیں۔"

بیجانگر کو روانگی

عادل شاہی اُمراء کا یہ خط پا کر برہان نظام شاہ بہت خوش ہُوا۔ اسے بیٹھے بٹھائے ایک اچھا موقع مل گیا، اس نے قطب شاہ کو ہمراہ لیا اور عادل شاہی سلطنت کی طرف روانہ ہو گیا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں قلعہ بلگوان میں اسد خاں بیمار پڑا تھا، برہان نظام نے اس کی بیماری کی خبر سُن کر اپنے اصل مقصد کو پسِ پشت ڈالا اور پہلے قلعۂ بلگوان کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اسد خاں نے چند ہی دنوں میں وفات پائی اور برہان نظام شاہ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی بلگوان پر ابراہیم عادل نے قبضہ کر لیا اس کے بعد برہان احمد نگر واپس آگیا۔

شاہ طاہر کا انتقال

برہان نظام کی احمد نگر میں واپسی کے فوراً بعد ہی یعنی ۹۵۶ھ میں شاہ طاہر نے کچھ دِنوں بیمار رہ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اہل احمد نگر کو ان کی داعیٔ مفارقت کا بے حد ملال ہُوا۔ شاہ صاحب کو پہلے تو احمد نگر میں سپردِ خاک کیا گیا لیکن بعد ازاں ان کی لاش کو کربلائے معلّٰی بھیج دیا گیا۔ جہاں اسے حضرت امام حسینؓ کے مزارِ مُبارک سے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔

عین الملک کے سپرد کر دی اور کہا "تم یہ رقم سپاہیوں میں تقسیم کر دو اور یہ ظاہر کرو کہ رقم عید کے اخراجات کے لیے ہے، عین الملک نے اسی وقت وہ رقم سپاہیوں اور عسکری سرداروں میں تقسیم کر دی اور ان سے کہا کہ صبح سویرے ہی بادشاہ کی خدمت میں سلام و مبارک باد کے لیے حاضر ہو جائیں۔"

عادل شاہیوں پر حملہ

صبح ہوئی تو نظام شاہیوں کو یہ پتہ چلا کہ عادل شاہی لشکر عید کی مسرتوں میں اس حد تک گم ہے کہ اسے دشمن کی طرف سے کسی قسم کے خطرے کا کوئی احساس نہیں رہا۔ عین الملک نے اپنے لشکر کے حصار کو ایک جگہ سے توڑا اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف بڑھا۔ نظام شاہی ہاتھیوں نے عادل شاہی لشکر کے حصار کو تقریباً چالیس گز تک گرا دیا۔ عین الملک اس راستے سے دشمن کے لشکر سے جا ملا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ عادل شاہی فوج کو دشمن کے حملے کی قطعاً کوئی توقع نہ تھی، اس لیے ہر سپاہی حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا۔

بُرہان نظام شاہ کی فتح

عادل شاہ اس وقت نہا رہا تھا، اسے جب حملے کی اطلاع ملی تو وہ فوراً ایک گوشے میں آ گیا۔ نظام شاہیوں نے دشمن کے بے شمار ہاتھی اور گھوڑے اپنے قبضے میں کیے۔ عادل شاہیوں کو بڑی بُری طرح شکست ہوئی اور اس طرح برہان نظام شاہ نے آذرجان کی شکست کا انتقام لے لیا۔

قلعۂ کلیان پر بُرہان نظام شاہ کا قبضہ

اس دوران میں اطلاع ملی کہ سیف الملک کی طرف سے ایک جماعت مبارک باد دینے کے لیے آئی ہے، برہان نظام کو اصل حقیقت کی خبر نہ تھی وہ ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور قلعہ کے سامنے پہنچا، یہاں اس نے قسم کھائی۔ اگر اہل قلعہ نے قلعے کو میرے حوالے نہ کیا تو میں انھیں سخت ترین عذاب میں مبتلا کر دوں گا۔ قلعے کو آگ لگا دوں گا اور تمام مردوں اور عورتوں کو زندہ جلا ڈالوں گا۔ اہلِ قلعہ نے جب یہ سُنا تو انھوں نے خوف زدہ ہو کر قلعہ برہان نظام کے سپرد کر دیا۔

قلعۂ پرندہ پر عادل شاہی قبضہ

عادل شاہ اپنی باقی ماندہ فوج کو ساتھ لے کر نظام شاہی ممالک کی طرف چلا گیا، اس نے بیٹر اور دوسرے پرگنوں کو تباہ و برباد کیا اور قلعہ پرندہ پر حملہ کر دیا۔ اہل قلعہ بالکل غافل و بے خبر تھے اور قلعے کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ عادل شاہ کے لشکری تلواریں ہاتھ میں لے کر

شاہ جعفر اور قاسم بیگ کی رائے

شاہ جعفر (شاہ طاہر کا بھائی) اور قاسم بیگ حکیم نے برہان نظام کے خیال کی تائید کی اور کہا کہ ہم دشمن کو کئی مرتبہ نیچا دکھا چکے ہیں اس لیے اس مرتبہ اگر ہمیں شکست کا منہ دیکھنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔" یہ سُن کر برہان نظام خاموش ہوگیا اسی وقت امرا سے رخصت ہوا اور گھوڑے پر سوار ہوکر اکیلا ہی، دیو پال برہمن کے پاس پہنچا اور اس سے مشورہ کیا۔

دیو پال سے مشورہ

دیو پال نے بادشاہ سے کہا۔ کل عید کا دن ہے، میں صبح کے وقت آپ سے اپنی رائے بیان کروں گا۔ مگر اس دوران میں آپ اپنے خزانچی کو یہ حکم فرمائیں کہ میں اس سے جو طلب کروں بغیر کسی حیل وحجت کے میرے حوالے کردے، اور بالکل پس وپیش نہ کرے۔ برہان نظام کو دیو پال پر پُورا پُورا اعتماد تھا، لہٰذا اس نے اسی وقت دیو پال کی خواہش کے مطابق احکامات صادر کردیئے اور اپنے خزانچی کو یہ حکم دیا۔" دیو پال تم سے جس وقت بھی جو کچھ مانگے فوراً اس کو دے دو اور اس سے کسی قسم کی باز پُرس نہ کرو۔"

دیو پال اور عین الملک کی گفتگو

اسی رات دیو پال برہمن نے شاہی خزانے سے ایک لاکھ ہون حاصل کیئے اور نظام شاہ کے سب سے بڑے امیر عین الملک کے پاس گیا اور اس سے کہا۔ تمام معاملات سے تم بخوبی آگاہ ہو، اگر ہم نے دشمن سے لڑائی کیئے بغیر محاصرہ اٹھا لیا اور اپنے ملک کو واپس چلے گئے تو اس کا انجام بہت بُرا ہوگا، لیکن اگر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے تو یہ بھی کچھ مناسب نہیں، کیونکہ اس وقت ہماری فوج کی حالت بہت خراب ہے، اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے، اس بارے میں اگر تم نے کچھ سوچا ہو تو بتاؤ۔"

دیو پال کی تدبیر

عین الملک نے جواب دیا۔" ہم لوگ تلوار کے دھنی ہیں، زبانی جمع خرچ سے ہمیں کچھ واسطہ نہیں۔ تم جو مناسب سمجھتے ہو، وہی کرو۔ دیو پال نے کہا۔" میری رائے تو یہ ہے کہ عید کی صبح کو ہم اپنے لشکر کو منظم کرکے دشمن پر حملہ کردیں، اس وقت حریف کے لشکر کا ہر سپاہی عید کی تیاریوں میں مشغول ہے، کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ ہم حملہ کریں گے، ہمیں ان کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھا کر حالات کو سنوارنا چاہیئے۔"

سپاہیوں میں روپے کی تقسیم

عین الملک نے دیو پال کی تجویز کی دِل وجان سے تائید کی۔ دیو پال نے وہ رقم جو نظام شاہی خزانے سے حاصل کی تھی،

لشکر کے ایک حصے کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گیا، شولاپور پہنچ کر برہان نظام نے قلعے کا محاصرہ کر لیا رومی خاں نے جو حقیقت میں محمود شاہ گجراتی کا ملازم تھا، قلعے کو فتح کرنے کی بہت کوشش کی اور آخر کار راجی کی کوششوں سے تین ماہ کے عرصے میں قلعہ فتح کر لیا گیا۔

گلبرگہ کی فتح کا ارادہ

اس کے بعد برہان نظام نے گلبرگہ جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں کے قلعے کو بھی فتح کرے، لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ رام راج رائچور اور مدگل کے قلعوں کو فتح کر کے بیجا نگر واپس آ گیا ہے تو اس نے اس سال گلبرگہ کے قلعے کو فتح کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

بیجاپور کو روانگی

۹۶۰ھ میں برہان نظام شاہ نے دوبارہ عادل شاہی ممالک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے رام راج سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ (رام راج) قلعہ ساغر اور آنتکر کو فتح کرے اور بیجاپور اور گلبرگہ پر نظام کا قبضہ ہو۔ ۹۶۱ھ میں برہان نظام شاہ نے رام راج کو ساتھ لیا اور بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔

برہان نظام کی بیماری

عادل شاہ، برہان نظام کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکا اور پنالہ چلا گیا۔ برہان نظام نے بیجاپور کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ قریب تھا کہ وہ اس قلعے کو فتح کر لیتا کہ قسمت نے ایک دوسری چال چلی۔ نظام شاہ پر بیماری کا حملہ ہوا، اور وہ احمد نگر واپس آ گیا۔

وفات

برہان نظام کا مرض جان لیوا ثابت ہوا۔ بہت علاج معالجہ کیا گیا۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور اس نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ برہان کو باغ روضہ میں اس کے باپ کی قبر کے قریب ہی دفن کیا گیا، کچھ عرصہ بعد احمد نظام اور برہان شاہ کے تابوت کربلائے معلّی روانہ کر دیئے گئے۔ اور ان کو حضرت امام حسینؓ کے مزار مبارک کے باہر ایک گز کے فاصلے پر سپرد خاک کر دیا گیا۔

تاریخ وفات

اسی سال گجرات کے حکمران سلطان محمود گجراتی اور شہنشاہ دہلی سلیم شاہ نے بھی داعئ اجل کو لبیک کہا۔ "راقم الحروف مورخ فرشتہ" کے والد محترم مولوی غلام علی نے ان تینوں فرماں رواؤں کے انتقال کی لاجواب تاریخ "زوالِ خسرواں" کہی ہے۔

اولاد

برہان نظام شاہ کے بعد اس کی جو اولاد بقید حیات تھی: اس کے نام یہ ہیں حسین

بغیر کسی روک ٹوک کے قلعے میں داخل ہو گئے۔ خواجہ جہاں کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا گیا، عادل شاہ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ بعد میں اس نے قلعے کو اپنے ایک قابل اعتماد دکنی امیر کے سپرد کیا اور خود بیجاپور واپس آگیا۔

بُرہان نظام شاہ کی روانگی

برہان نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے قلعہ کلیان کو اپنے ایک امیر کے سپرد کیا اور خود جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا پرندہ کی طرف روانہ ہوا۔ قلعے سے دو منزل کے فاصلے پر ایک عجیب اتفاق ہوا اس رات کو قلعے کے عادل شاہی تھانیدار نے مچھروں کی آواز سنی اور انہیں نفیری کی آواز پر محمول کیا وہ سمجھا کہ دشمن آگیا ہے لہٰذا اس نے فوراً راہِ فرار اختیار کی۔ اس کے باقی سپاہی بھی حواس باختہ ہو کر قلعے سے بھاگ گئے۔

قلعۂ پرندہ پر نظام شاہی قبضہ

دو روز کے بعد برہان نظام شاہ جب قلعۂ پرندہ میں پہنچا تو اس نے قلعے کو بالکل خالی پایا، اس نے قلعہ خواجہ جہاں کے حوالے کیا اور احمد نگر چلا گیا اور اس طرح یہ قلعہ خود بخود دوبارہ نظام شاہی قبضے میں آگیا۔

رام راج اور برہان نظام شاہ میں دوستانہ مراسم

اسی زمانے میں برہان نظام نے بیجانگر کے حکمران رام راج سے دوستانہ مراسم استوار کیے اور اپنے لشکر کے ساتھ عادل شاہی علاقے سے گزرتا ہوا، قلعہ شولاپور کے قریب پہنچا اور رام راج سے ملاقات کی۔ برہان نے رام راج سے طے کیا کہ رائچور اور مدگل پر رام راج قبضہ کرے اور قلعہ شولاپور کو برُہان اپنے تصرف میں لائے۔

شولاپُور کی فتح

اس کے بعد رام راج نے رائچور اور مدگل کا اور برہان نظام نے شولاپور کا محاصرہ کر لیا، برہان نے شولاپور کو جلد ہی فتح کر لیا اور پھر رام راج کی مدد کے لیے رائچور کی طرف روانہ ہوا۔ صحیح روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد برہان نظام نے تنکنا دری سے کہا کہ برسات کا موسم قریب آگیا ہے اس لیے میرا اور رام راج کا اس قلعہ کے محاصرے میں وقت ضائع کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے، اگر تم پسند کرو تو میں شولاپور پہنچ کر وہاں کے قلعے کا دوبارہ محاصرہ کر لوں تاکہ دونوں قلعے ایک ہی وقت میں فتح ہو جائیں۔

تنکنا دری نے رام راج کو سمجھا کر اس امر کی اجازت لے لی اور برہان نظام رام راج کے

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

تخت نشینی اور شہزادہ عبدالقادر کی مخالفت تخت نشینی کے وقت حسین نظام کی عمر تیس سال کی تھی شہزادہ عبدالقادر اپنے باپ کا بہت لاڈلا بیٹا تھا، اس نے حسین نظام کی بادشاہت کو تسلیم نہ کیا اور تخت نشینی کے روز اپنے بھائیوں کو ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکل آیا، امراء دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے غریبوں اور حبشی امیروں نے حسین شاہ کی حمایت کی۔ دکنیوں اور ہندوؤں نے شہزادہ عبدالقادر کا ساتھ دیا اور قصبہ نبکاپور میں اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کر دیا۔

بھائیوں میں اختلافات برہان نظام شاہ کے دوسرے بیٹوں محمد خدا بندہ، شاہ حیدر اور میراں محمد باقر نے عبدالقادر ہی کا ساتھ دیا۔ عین ممکن تھا کہ ان سب بھائیوں میں خون خرابہ ہوتا کہ قاسم بیگ حکیم کی کوششوں سے چار پانچ سو سلحدار اور حوالہ دار شہزادہ عبدالقادر سے الگ ہو کر حسین نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے اہل قلعہ کو اس واقعہ سے بہت تقویت پہنچی اور انھوں نے حسین نظام کے سر پر چتر و آفتاب گیر سایہ فگن کر دیا۔

دکنی امراء کی عبدالقادر سے علٰحدگی اس کے بعد اہل قلعہ نے شہزادہ عبدالقادر کے فتنے کو ختم کرنے کی کوشش شروع کر دیں اور اس مقصد کے لیے لوگوں کو اپنے ساتھ کرنے کے لیے ان میں روپیہ تقسیم کرنے لگے، مشہور دکنی امراء خورشید خاں اور عالم خاں میواتی وغیرہ نے جب دیکھا کہ حسین نظام شاہ کی قسمت کا ستارہ بلندی پر ہے تو انھوں نے قاسم بیگ حکیم کی وساطت سے قبول نامہ حاصل کیا اور شہزادہ عبدالقادر کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں میں جا بیٹھے۔

شہزادہ عبدالقادر کا فرار اور انتقال یہ صورت دیکھ کر شہزادہ عبدالقادر بہت

اور عبدالقادر یہ دونوں بی بی آمنہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ شاہ علی حسن، یہ یوسف عادل شاہ کی بیٹی بی بی مریم کے بطن سے تھا۔ شاہ حیدر اس کی شادی مخدوم خواجہ جہاں کی لڑکی سے ہوئی تھی، میراں محمد باقر۔ اس کا انتقال بیجاپور میں ہوا، شہزادہ محمد خدابندہ، اس نے بنگال میں وفات پائی۔

حسین نظام شاہ کا عزم پرندہ

حسین نظام شاہ سمجھ گیا کہ خواجہ جہاں کبھی احمدنگر نہ آئے گا لہٰذا اس نے خواجہ کی سرزنش کے لیے پرندہ کا سفر اختیار کیا اور وہاں پہنچ کر قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا، خواجہ جہاں بہت پریشان ہوا اس نے اپنے ایک عزیز کو قلعے کی حفاظت کے لیے مقرر کیا اور خود ابراہیم عادل کا تعاون حاصل کرنے کے لیے بیجاپور پہنچا۔

قلعۂ پرندہ پر قبضہ

حسین نظام شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا، اہلِ قلعہ کو ابراہیم عادل شاہ کی مدد کی توقع تھی، اس لیے انھوں نے شام تک نظام شاہیوں کا پورا پورا مقابلہ کیا، نظام شاہیوں نے توپوں سے گولہ باری کر کے حصار کو گرادیا اور قلعے کے اندر داخل ہو کر اہلِ قلعہ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا حسین نظام نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ایک قابلِ اعتماد امیر کو اس قلعے کا حاکم مقرر کر کے واپس احمدنگر آ گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ

مخدوم خواجہ جہاں اور کئی شہزادے حسین نظام شاہ سے خوفزدہ ہو کر بیجاپور چلے گئے اور ابراہیم عادل شاہ کے دامن دولت سے وابستہ ہوئے اسی دوران میں برار سے سیف عین الملک بھی بیجاپور آ گیا اور ابراہیم عادل شاہ کے دائرہ ملازمت میں داخل ہو گیا۔ ابراہیم عادل نے اپنی پھوپھی زاد بھائی میراں شاہ علی کو چتر و آفتاب گیر سے سرفراز کیا اور یہ ارادہ کیا کہ ان تمام لوگوں کو جو حسین نظام کے ظلم وستم کی وجہ سے پریشان ہیں، میراں شاہ علی کے گرد جمع کرے اور پھر شاہ علی کو احمدنگر کے تخت پر بٹھائے۔

عماد الملک سے مدد کی درخواست

حسین نظام شاہ کو جب یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں تو اس نے واسو پنڈت کو اپنا قاصد بنا کر عماد الملک کے پاس بھیجا تاکہ دونوں فرماں روا باہمی اتحاد سے ابراہیم عادل شاہ پر حملہ کریں اور اس کی مخاصمانہ کارروائیوں کا سدِ باب کریں عماد الملک نے حسین نظام کی مدد کے لیے تقریباً سات ہزار سوار روانہ کیے۔

حسین نظام شاہ کی شولاپور کو روانگی

عماد الملک کے سواروں کو ہمراہ لے کر حسین نظام شاہ قلعہ شولاپور کی طرف روانہ ہوا جس کا محاصرہ عادل شاہ نے کر رکھا تھا، جب سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا حسین نظام شاہ شولاپور کے قریب پہنچا تو

پریشان ہُوا۔ اس نے اپنے بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ سبھوں نے راہِ فرار اختیار کرنے ہی کو مناسب و موزوں خیال کیا، شہزادہ عبدالقادر اپنے چند مقربین خاص کے ہمراہ عبدالملک کے پاس برار چلا گیا اور وہیں پیوندِ خاک ہُوا۔

امن و اطمینان کا دور دورہ

شاہ علی، محمد خدا بندہ، اور میراں محمد باقر بیجا پور چلے گئے، شاہ حیدر نے پرندہ کا رُخ کیا۔ مختصر یہ کہ حسین نظام شاہ کے وہ تمام رقیب جو سلطنت کے دعویدار ہو سکتے تھے، ایک ایک کر کے ملک سے باہر چلے گئے اس کے بعد حسین نظام نے مُلک میں ائمہ اہل بیت کے نام کا خطبہ جاری کیا اور بڑے امن و اطمینان کے ساتھ حکمرانی کے فرائض انجام دینے لگا۔

سیف عین الملک کا فرار

کچھ ہی دنوں میں حسین نظام شاہ نے شہزادہ عبدالقادر کے حمائتیوں کو سخت ترین سزائیں دیں، سیف عین الملک جو سلطان بہادر گجراتی کے انتقال کے بعد احمد نگر میں آکر سپہ سالاری کے منصب پر فائز ہُوا تھا شاہی قہر و غضب سے خوفزدہ ہو کر برار چلا گیا۔

خواجہ جہاں کا ارادہ

شہزادہ حیدر کی شادی پرندہ کے حاکم خواجہ جہاں کی لڑکی سے ہوئی وہ اپنے داماد کو بادشاہ بنانے کے حق میں تھا اس نے ابراہیم عادل شاہ کی مدد سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کی۔ حسین نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہُوا تو وُہ بہت غضب ناک ہوا لیکن مصلحتاً اس نے اپنی خفگی کا اظہار نہ کیا، بلکہ اس کے برعکس ایک محبت نامہ اس کے پاس بھجوایا۔

حسین نظام شاہ کا محبت نامہ خواجہ جہاں کے نام

حسین نظام کا یہ محبت نامہ دیکھ کر خواجہ جہاں بہت حیران ہُوا۔ وہ عجیب مشکل میں پڑ گیا، اس میں نہ تو اس قدر ہمت تھی کہ کھلم کھلا بادشاہ کی مخالفت کا اعلان کرتا اور نہ ہی وہ اس قابل تھا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی نیازمندی کا اظہار کرتا بہت سوچ بچار کے بعد خواجہ جہاں نے حسین نظام کے نام ایک خط بھیجا، جس میں اس نے لکھا کہ "چونکہ مجھ سے ایک خطا ہو گئی ہے، اس لیے ندامت اور شاہی قہر و غضب کے خوف سے حضور کی خدمت میں حاضری دینے سے معذور ہوں۔ مجھے آپ کی خسروانہ عنایات سے پوری پوری توقع ہے کہ آپ میری خطا سے چشم پوشی فرمائیں گے۔"

تھوڑی سی کسر رہ گئی تھی، لیکن جب اسے ابراہیم عادل شاہ کی روانگی کی خبر ملی تو وہ بددل ہو گیا۔ اور اس نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا، اس نے صلابت خاں کو جو زخمی ہو چکا تھا، ایک چادر میں باندھا اور اپنے ساتھ لے کر بیجاپور کی طرف چل دیا۔

حسین نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

حسین نظام شاہ کے ساتھ ،جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے بہت کم لشکر رہ گیا تھا، ایسے عالم میں اس نے دشمن کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور بقول مصنف "وقائع عادل شاہیہ" دو روز کے بعد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

عین الملک نظام شاہی حدود میں

سیف عین الملک عادل شاہی علاقے کی حدود سے باہر نکل گیا ،اس علاقے میں قیام کرنے کا اسے موقع ہی نہ ملا ۔سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا وہ نظام شاہی حدود میں آ پہنچا ۔حسین نظام شاہ عین الملک سے پوری طرح مطمئن نہ تھا ،اسے عین الملک نے جو جو نقصانات پہنچائے تھے ،ان کی یاد ابھی تازہ تھی لیکن مصلحتاً حسین نظام نے عین الملک کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ " یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ عین الملک دوبارہ ہمارے پاس آ گیا ہے۔"

حسین نظام شاہ کا خط عین الملک کے نام

حسین نظام نے حکیم قاسم بیگ کو سیف عین الملک کے استقبال کے لیے روانہ کیا اور اس کے نام ایک خط لکھا ،جس کا مضمون یہ تھا " ایک مدت سے میں اس امر کا خواہاں تھا کہ تم یہاں آؤ۔خدا کا شکر ہے کہ میری یہ خواہش پوری ہوئی ،تم کچھ عرصے کے لیے ہماری ملازمت سے محروم رہے ہو ،یہ محض ایک اتفاقی امر ہے ،اس سلسلے میں تمھیں کسی قسم کا غم یا خوف نہ ہونا چاہیے ۔میری توجہ تم پر پہلے سے دس گنا زیادہ رہے گی ،تم بالکل بے فکر ہو کر میرے حضور میں آ جاؤ۔"

"میں تمھیں تمھارے قدیم منصب پر بحال کروں گا ۔تمھارے مزید اطمینان کی خاطر یہ خط میں اپنے خاص رومال میں باندھ کر بھیج رہا ہوں ،میرا محرم راز حکیم قاسم بیگ تمھارے استقبال کے لیے آ رہا ہے تم جلد از جلد اس کے ساتھ میرے پاس پہنچ جاؤ ،تا کہ تمھاری حاضری سے ہماری مجلس میں گرمی اور رونق پیدا ہو جائے۔

عین الملک کی شرائط

حکیم قاسم بیگ ،سیف عین الملک کے پاس پہنچا ۔اس سے ملاقات کی اور اسے بادشاہ کا خط دیا ۔عین الملک نے کہا کہ میری دو شرطیں

ابراہیم عادل شاہ نے حسین نظام کی سرزنش کا مصمم ارادہ کر لیا تاکہ اپنی گذشتہ شکست کے داغ کو مٹائے۔

خُوں ریزی

حسین نظام اور ابراہیم عادل نے اپنے لشکروں کو مرتب و آراستہ کیا اور ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے، فریقین میں زبردست خونریزی ہوئی اس معرکے میں سیف عین الملک نے جو ابراہیم عادل کے ساتھ تھا بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اس نے عماد شاہی اور نظام شاہی ہراول کے چھکے چھڑا دیئے، نظام شاہی میسرہ کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہو گئی، اس کے بعد سیف عین الملک نے دشمن کے چتر و علَم کا رُخ کیا۔

نظام شاہیوں کی بہادری

نظام شاہیوں نے بھی خوب دل کھول کر دادِ شجاعت دی انھوں نے دشمن کے تقریباً چار سو بہادر اور تجربہ کار سپاہیوں کو آن کی آن میں ٹھکانے لگا دیا، اس افراتفری میں سیف الملک کا بھانجا صلابت خاں بھی زخمی ہوا اور اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔

سیف عین الملک کی بہادری

عین الملک کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی میدانِ جنگ میں وہ پریشان ہو جاتا تو گھوڑے سے اُتر کر اپنے سپاہیوں کی ہمت افزائی کرتا اور انھیں جانبازی کے لیے مستعد کرتا اس جنگ میں بھی عین الملک نے گھوڑے سے اُتر کر اپنے لشکریوں کا دل بڑھایا اور بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ نظام شاہی لشکر حواس باختہ ہو کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا۔

حسین نظام شاہ کی اولوالعزمی

نظام شاہی سپاہیوں کے فرار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کے علَم کے پاس صرف ایک ہزار سوار اور ایک سو ہاتھی باقی رہ گئے حسین نظام نے اپنی فوج کے انتشار اور اپنے سپاہیوں کی کم ہمتی کا قطعاً خیال نہ کیا اور دشمن کے مقابلے پر ڈٹا رہا۔ میدانِ جنگ میں فتح و شکست کا فیصلہ خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اس سلسلے میں انسانی کوششوں کو کوئی دخل نہیں ہوتا اس جنگ کا نتیجہ بھی توقع کے خلاف ہوا۔

ایک من گھڑت خبر

چند دوں فطرت لوگوں نے ابراہیم عادل کو یہ اطلاع دی کہ سیف عین الملک بڑا عیار ہے وہ محض دھوکہ دینے کے لیے بیجاپور آیا تھا اب میدانِ جنگ میں وہ اپنے گھوڑے سے اُتر کر حسین نظام کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا ہے"۔ ابراہیم عادل نے جھوٹے مخبروں کی بات کا یقین کر لیا اور اپنے اُمرا اور سپاہیوں کو میدانِ جنگ میں ہی چھوڑ کر خود بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔

سیف عین الملک کی جنگ سے دست برداری

عین الملک نے بڑی حد تک معرکہ سر کر لیا تھا دشمن پر پوری طرح غلبہ حاصل کرنے میں

نے تمام لشکریوں سے کہا کہ سب لوگ شہر میں چلے جائیں اور جس جگہ بادشاہ نے ان کو ٹھہرانے کا انتظام کیا ہے وہاں پہنچ کر قیام کریں۔ قبول خاں نے عورتوں کو بھی مردانہ لباس پہنایا اور انھیں گھوڑے پر سوار کرا کے اپنے ساتھ لے چلا۔

عین الملک کا استقبال

عین الملک بنہ پور پہنچا، اس نے دیکھا کہ حسین نظام شاہ ایک میدان میں گھوڑے پر سوار ہے، اس کے سامنے اور دونوں اطراف میں ہاتھیوں کی قطاریں ہیں، ان قطاروں کی وجہ سے حسین نظام جس جگہ کھڑا ہوا تھا وہ جگہ ایک کوچے کی سی شکل اختیار کر گئی تھی۔ بادشاہ کے مصاحبوں نے جب عین الملک کو آتے ہوئے دیکھا تو ان میں سے کچھ آگے بڑھ کر اسے اور صلابت خاں کو متذکرہ "کوچے" کے اندر لے آئے عین الملک اور صلابت، دونوں سوار تھے۔ چند لمحوں بعد کچھ درباریوں نے ان دونوں سے پیادہ پا ہونے کی درخواست کی۔

عین الملک کی گرفتاری

عین الملک چاہتا تھا کہ جس طرح حسین نظام سوار ہے اسی طرح وہ بھی سوار ہو کر ہی اس سے ملاقات کرے لیکن درباریوں کے اصرار کی وجہ سے اس کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور اسے مجبوراً گھوڑے سے اترنا پڑا، اس کے بعد عین الملک نے بادشاہ کی رکاب بوسی کے ارادے سے سر جھکایا، لیکن ابھی رکاب سے اس کے ہونٹ چھوئے بھی نہیں تھے، کہ حسین نظام نے عین الملک اور صلابت خاں کی گرفتاری کا حکم دیا، حکم کی تعمیل کی گئی اور ان دونوں کو گرفتار کر کے ہاتھیوں پر بٹھا دیا گیا۔

عین الملک اور صلابت خاں کا قتل

جب حسین نظام نے اپنے شکار کو اچھی طرح قبضہ میں کر لیا تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس فیل بان کو، جس کے ہاتھی پر صلابت اور عین الملک سوار تھے نہ جانے کیا سوجھی کہ اس نے بغیر کسی کی اطلاع کے ان دونوں کا گلا گھونٹ کر ٹھکانے لگا دیا اور اُن کے مردہ جسم زمین پر پھینک دیئے، حسین نظام نے جب ان دونوں کو اس عالم میں دیکھا تو افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ بیچارے خوف کی وجہ سے مر گئے۔ بادشاہ نے چند لوگوں کو ان دونوں کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔

قبول خاں کی روانگی

اس کے بعد حسین نظام نے حکم دیا کہ عین الملک کی عورتیں اور اس کا سامان شاہی بارگاہ میں ملاحظہ کے لیے پیش کیا جائے اور باقی تمام اشیاء کو تباہ و برباد کر دیا جائے، قبول خاں بہت دانش مند اور فہیم انسان تھا اسے ان تمام واقعات

مان لی جائیں تو حسین نظام کے پاس جانے میں مجھے کوئی انکار نہیں ہے ، اوّل یہ کہ حسین نظام خود میرے استقبال کے لیے آئے اور دوسرے یہ کہ جب تک میں بادشاہ سے ملنے کے لیے جاؤں تو میری واپسی تک قاسم بیگ میرے لشکر میں رہے"۔

حکیم قاسم بیگ نے عین الملک سے کہا: "اب تم مجھے اجازت دو تاکہ میں بادشاہ کے پاس جاؤں اور ان شرائط کو اس کے سامنے رکھوں اور پھر واپس آکر تمھارے لشکر میں اس وقت تک رہوں کہ جب تک تم بادشاہ سے مل کر واپس نہ آجاؤ۔ عین الملک نے قاسم بیگ کو اجازت دے دی اور وہ وہاں سے رخصت ہوکر بادشاہ کے پاس چلا آیا۔

قاسم بیگ کی بیماری

قاسم بیگ شاہی مجلس میں پہنچا ، لیکن اس نے رنگ مجلس کو بدلا ہوا پایا وہاں سے وہ اپنے گھر آگیا ، یہاں اسے روغن بلادر اپنے منہ اور سر پر مل لیا اس وجہ سے اس کا منہ اور جسم سوجھ گیا ، قاسم نے بیماری کا بہانہ کیا اور صاحبِ فراش ہوگیا۔

حسین نظام کا پیغام عین الملک کے نام

حسین نظام نے اپنے مصاحبین کی ایک جماعت کو بہت سے لذیذ اور اعلیٰ درجے کے کھانے اور شربت دے کر عین الملک کے پاس بھیجا اور اس سے کہلوایا کہ تم فلاں وقت مجھ سے ملاقات کرو مجھے افسوس ہے کہ قاسم بیگ بیمار ہوگیا ہے اس لیے وہ تمھارے پاس آنے سے معذور رہے تم اپنی جگہ سے چل پڑو ، میں تمھارے استقبال کے لیے روانہ ہو رہا ہوں ، عین الملک نے حقیقتِ حال سے بے خبر ہونے کے لیے اپنے قاصدوں کو قاسم بیگ کے گھر بھیجا ، قاصدوں نے واپس آکر بتایا کہ واقعی قاسم بہت زیادہ بیمار ہے۔

بادشاہ سے ملاقات کے لیے روانگی

عین الملک کو یہ اطلاع بھی مل گئی کہ حسین نظام اس کے استقبال کے لیے روانہ ہو چکا ہے لہٰذا وہ مجبوراً ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ جس میں صلابت خاں بھی شامل تھا ، بادشاہ کی ملاقات کے لیے چل پڑا ، عین الملک کے غلام مسمی قبول خاں نے اپنے آقا کو روانگی سے بہت منع کیا اور کہا کہ قاسم بیگ کی بیماری خود ساختہ ہے اور صریحاً مکاری ہے ، لیکن عین الملک نے اس کی بات نہ مانی اور اپنے ارادے پر قائم رہا۔

قبول خاں کی دانش مندی

قبول خاں ، سیف عین الملک سے جُدا ہو کر لشکر میں پہنچا اس

لشکر کی فراہمی

عین الملک نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بہادروں اور جان بازوں کو اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا اور دس بارہ سال کے عرصے میں تقریباً دس ہزار سپاہیوں کا ایک زبردست لشکر فراہم کر لیا جس میں مغل، عرب، حبشی، گجراتی، افغانی، دکنی غرض ہر قوم کے سپاہی شامل تھے، وہ ان سپاہیوں سے بڑا عمدہ برتاؤ کرتا تھا اور انھیں کبھی یہ محسوس نہ ہونے دیتا تھا کہ وہ اس کے ملازم ہیں۔

کردار کی بلندی

عین الملک نے کبھی اپنے لیے مخصوص گھوڑے اور خیمے نہ رکھے، اسے جب کبھی سواری کی ضرورت پیش آجاتی تو اپنے ملازمین میں سے کسی کا گھوڑا لے کر ضرورت پوری کر لیتا اور اگر اثنائے سفر میں قیام کرنا پڑتا تو اپنے لیے مخصوص خیمہ نہ لگواتا، بلکہ کسی ملازم کے ساتھ اسی کے خیمے میں قیام کرتا، عین الملک کا یہ دستور تھا کہ جب اسے بادشاہ کی طرف سے نئی جاگیر عطا ہوتی تو وہ اپنے سپاہیوں کو بلا کر ان سے کہتا "خداوند تعالیٰ نے ہمیں فلاں جاگیر عطا کی ہے اب تم یہ آپس میں تقسیم کر لو۔"

کامیاب زندگی

یہ سپاہی بھی بڑے سمجھدار تھے وہ جاگیر کو اس طرح تقسیم کرتے کہ اپنے مالک کے اخراجات کے لیے بھی اس کا ایک حصہ مخصوص کر لیتے۔ عین الملک نے چالیس سال تک امارت کی زندگی بسر کی، بارہا دشمنوں سے سابقہ پڑا، لیکن کسی معرکے میں شکست کا منہ نہ دیکھا، سلطان بہادر کے انتقال کے بعد عین الملک برہان نظام شاہ کے پاس چلا گیا اور امیر الامراء کے منصب پر سرفراز ہوا۔

شاہ حیدر کی احمد نگر میں آمد

اسی زمانے میں شاہ طاہر کے فرزند شاہ حیدر ایران سے دکن واپس آ گئے، حسین نظام شاہ نے علی قلی منشی کو پالکی کے ساتھ شاہ صاحب کے استقبال کے لیے روانہ کیا، وہ انھیں بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ احمد نگر لایا شاہ طاہر کی جاگیر اور قصبہ دند راج پوری کو شاہ حیدر کے قبضے میں دے دیا گیا۔

گلبرگہ کی فتح کے لیے حسین نظام شاہ کی کوشش

کچھ ہی زمانے میں ابراہیم عادل نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، حسین نظام نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حسن آباد گلبرگہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا، اس نے ملا عنایت اللہ اور قاسم بیگ کو گولکنڈہ بھیج کر ابراہیم قطب شاہ کو یہ پیغام دیا کہ اب حالات ہمارے موافق ہیں ہمیں اس وقت موقع سے فائدہ اٹھا کر قلعۂ گلبرگہ پر قبضہ کر لینا چاہیئے۔" ابراہیم قطب شاہ خود یہی چاہتا تھا، لہٰذا اس

کی اطلاع تھی، اس نے عین الملک کی عورتوں کو سوار کرایا اور تقریباً پانچ سو افراد کے ساتھ جو سب عین الملک کے ملازم تھے، ابراہیم قطب شاہ کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔

قبول خاں کے معرکے حسین نظام کے ملازموں نے قبول خاں کا تعاقب کیا، چند مقامات پر فریقین میں معرکہ آرائی بھی ہوئی؛ قبول خاں نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا اور نہایت عمدہ طریقے سے جنگ کی، یہاں تک کہ دشمن بھی اس کی بہادری کے معترف ہو گئے۔ قبول خاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا قصبۂ اندور کے قریب پہنچا؛ یہاں کے نظام شاہی اُمراء کو جب اس کی آمد کی خبر ملی تو انھوں نے قبول خاں کو رات ہی میں پکڑ لیا، قبول خاں نے ان امیروں کا مقابلہ کیا اور حسبِ سابق بڑی بہادری سے لڑائی کی، نظام شاہی امراء کو جن میں ظریف الملک، چند اخاں دلاور خاں اور پاکباز خاں وغیرہ بھی شامل تھے، شکست فاش دی، ان امراء کا بہت سا سازوسامان قبول خاں کے ہاتھ آیا اور وہ گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

قبول خاں کی مقبولیت ابراہیم قطب شاہ نے قبول خاں کی بہت خاطر داری کی؛ قبول خاں نے جس طرح سیف عین الملک کے وارثوں کے ساتھ سلوک کیا تھا اور جس طرح اپنے مالک سے وفاداری کی تھی، قطب شاہ اس سے بہت متاثر ہوا اور قبول خاں کو انعام میں جاگیر عطا کی، قبول خاں ہر سال اپنے چند آدمیوں کو احمد نگر روانہ کرتا اور عین الملک اور صلابت خاں کی قبروں پر جو بنکاپور میں واقع ہیں، محتاجوں وغیرہ میں کھانا تقسیم کرواتا نیز قبروں کے مجاوروں کو انعامات وغیرہ سے خوش کرتا۔

خوش اعتقادی سیف عین الملک اور صلابت خاں کی بہادری ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئی؛ دکن کے تمام باشندے اُن دونوں کی شجاعت کے دل وجان سے قائل ہیں خوش اعتقادی کا یہ عالم ہے کہ لوگ ان کی قبروں کی مٹی کو چاٹتے ہیں اور ان کی روحوں سے بہادری اور شجاعت کے لیے مدد طلب کرتے ہیں۔

عین الملک کے حالات عین الملک کا باپ، سیف الملک عراق کا رہنے والا تھا لیکن، عین الملک گجرات میں پیدا ہوا تھا۔ گجرات کے بادشاہوں نے جب عین الملک کی بہادری اور شجاعت کا شہرہ سنا تو اسے اپنے منصب داروں میں شامل کر لیا۔ عین الملک نے دورانِ ملازمت میں بڑے اچھے اچھے کام کیے اور اس وجہ سے رفتہ رفتہ اس کا شمار بڑے بڑے امیروں میں ہونے لگا۔

بنایا گ۔ اسے گرفتار کر کے قلعۂ پرندہ میں نظر بند کر دیا گیا دو تین ماہ کے بعد حسین نظام کا دل پسیجا اور اس نے قاسم بیگ کو رہا کر کے حسب سابق اپنے منصب پر بحال کر دیا۔

علی عادل شاہ کا ارادہ

علی عادل شاہ نے حسین نظام سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے رام راج اور قطب شاہ کو اپنے ساتھ ملایا، حسین نظام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اپنے ایک مقرب خاص ملا علی مازندرانی کو عماد الملک کے پاس ایک قاصد روانہ کیا تاکہ نظام شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں دوستانہ مراسم پیدا کیے جائیں، حسین نظام اس طرح فائدہ اٹھانا چاہتا تھا عماد الملک، ملا مازندرانی سے اچھی طرح پیش آیا۔

قلعۂ ریگ وندہ کی مہم

اسی سال حسین نظام شاہ نے رومی خاں اور مولانا شاہ محمد نیشاپوری کو قلعۂ ریگ وندہ کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ اس حملہ کی وجہ یہ تھی کہ غیر مسلم فرنگیوں نے اپنی حدود سے تجاوز کر کے مسلم آزار حرکتوں کا ارتکاب شروع کر دیا تھا نظام شاہی لشکر اسی فتنے کا سدِ باب کرنے کے لیے گیا تھا لیکن کسی معرکہ آرائی کی نوبت نہ آئی، غیر مسلم اپنی حرکات پر نادم ہوئے اور انھوں نے آیندہ محتاط رہنے کا وعدہ کیا، اس کے بعد نظام شاہی لشکر واپس آ گیا۔

قلعۂ جالنہ پر قبضہ

۹۶۷ھ میں حسین نظام شاہ نے اپنے باپ دادا کی روش کے خلاف قدم اٹھایا اور قلعہ جالنہ اور اس نواح کے دیگر قلعوں کو جن پر ایک ہندو راجہ حکومت کرتا تھا، فتح کیا اور ان قلعوں کی حکومت اس نے اپنے قابلِ اعتماد امراء کے سپرد کی اور خود احمد نگر واپس آ گیا۔

علی عادل شاہ کی احمد نگر کی طرف آمد

انھیں دنوں حسین نظام شاہ کو یہ اطلاع ملی کہ عادل انتقام لینے کی غرض سے شولاپور اور کلیان کے قلعوں کو فتح کرنے کی غرض سے رام راج اور قطب شاہ کو اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف آ رہا ہے۔

شاہ حسن انجو سے مشورہ

حسین نظام شاہ نے قاسم بیگ کے مشورے سے شاہ حسن انجو کو طلب کیا، جو ان دنوں بندر جیوں میں مقیم تھا اور حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ رکھتا تھا، بادشاہ نے شاہ حسن سے علی عادل وغیرہ کی آمد کے بارے میں مشورہ کیا شاہ حسین نے کہا "ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ ان تینوں بادشاہوں کا مقابلہ کریں۔ سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ ہم کلیان کا قلعہ علی عادل شاہ کے حوالے کر کے اُس سے صلح کر لیں"۔

نے فوراً لشکر تیار کیا اور روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ گلبرگہ میں

حسین نظام کو جب ابراہیم قطب شاہ کی روانگی کی خبر ملی تو وہ بھی گلبرگہ کی طرف روانہ ہو گیا دونوں بادشاہوں نے گلبرگہ میں ایک دوسرے سے ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ پہلے تو گلبرگہ کو فتح کیا جائے اس کے بعد قلعہ آہنتگر پر حملہ کیا جائے۔

قلعے کا محاصرہ

قلعہ گلبرگہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ نظام شاہ کے توپچیوں نے رومی خاں کی سرکردگی میں حصار کے برجوں کی بنیادوں کو ہلا کے رکھ دیا۔ قریب تھا کہ رومی خاں قلعے کو فتح کر لیتا کہ مصطفیٰ خاں اردستانی نے جو قطب شاہ کے امرائے کبار میں سے تھا، اپنے بادشاہ سے کہا "برہان نظام شاہ وعدے کا کچا ہے وہ خود تو قلعہ گلبرگہ پر قابض ہو جائے گا لیکن آپ کو قلعہ آہنتگر پر قبضہ نہ کرنے دے گا، میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کی مدد نہ کریں"

ابراہیم قطب شاہ کی علیٰحدگی

مصطفیٰ خاں کی بات قطب شاہ کے جی کو لگی، اس نے اپنا تمام سامان وہیں چھوڑا اور خود آدھی رات کے وقت اپنے ملک کی طرف چلا گیا۔ جاتے جاتے اس نے اہل قلعہ کو نظام شاہیوں کی مدافعت کرنے کی بے حد تاکید کی۔ عادل شاہی امیروں کو ابراہیم قطب شاہ کے چلے جانے کی بہت خوشی ہوئی اور انھوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

حسین نظام شاہ کی ناکامی

اس کے بعد عادل شاہیوں نے نظام شاہ کے لشکر کو بری طرح پامال کرنا شروع کیا۔ یہ عالم دیکھ کر حسین نظام پریشان ہوا، اس نے قلعے کی تسخیر کا ارادہ ترک کر دیا اور ناکام و نامراد اپنے ملک واپس چلا گیا۔

ملا عنایت کا فرار

ملا عنایت اللہ حسین نظام اور ابراہیم قطب شاہ کے درمیان ایک "واسطے" کی حیثیت رکھتا تھا، فریقین کو جب کوئی مسئلہ حل کرنا ہوتا تھا تو وہ اسی کے ذریعے گفت و شنید کرتے تھے، ملا عنایت ابراہیم قطب شاہ کی علیٰحدگی کی وجہ سے بہت گھبرایا، وہ حسین نظام کے غصے سے پوری طرح واقف تھا، لہٰذا اس نے راہ فرار اختیار کرنے ہی میں اپنی عافیت دیکھی اور گولکنڈہ کی طرف چلا گیا۔

قاسم بیگ کی معزولی، نظربندی اور بحالی

ملا عنایت کے فرار سے حسین نظام بہت غصے میں آیا لیکن وہ کچھ کر نہ سکتا تھا، کیونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا، اس نے اپنی آتشِ قہر و غضب کو تسکین دینے کے لیے قاسم بیگ کو ہدف ستم

اور قطب شاہ احمد نگر میں داخل ہو گئے اور انھوں نے تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا۔ انھوں نے مکانوں مسجدوں اور سراؤں وغیرہ کو خوب جی بھر کر مسمار کیا اور پھر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے کی وجہ سے اہل قلعہ کو بہت تکلیف ہوئی۔

قطب شاہ کا احترام

قطب شاہ اگرچہ عادل شاہ کا حلیف تھا، لیکن اس کی یہ خواہش بھی تھی کہ کسی طرح بھی عادل شاہ کو حسین نظام پر فوقیت حاصل نہ ہو، اس وجہ سے اس نے قلعے کے ایک طرف کا راستہ، جدھر وہ خود مقیم تھا، اہل قلعہ کے لیے کھول دیا، قلعے والے بیخوف و خطر آنے جانے لگے اور ضرورت کی تمام اشیا ان تک پہنچنے لگیں۔

ملا عنایت کی عاقبت اندیشی

ملا عنایت اللہ نے ان دنوں ابراہیم قطب شاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ وہ تمام معاملات پر چھایا ہوا تھا، اہل قلعہ سے ہمدردی تھی اور ان سے دوستانہ مراسم کا اظہار کرتا رہتا تھا نیز حسین نظام کی طرف داری کا دم بھرتا تھا۔ عادل شاہ اور رام راج کو جب قطب شاہ کے اقدام کی خبر ہوئی تو وہ اس سے ناراض ہو گئے اور اسے دبانے کی کوشش کرنے لگے۔

ابراہیم قطب شاہ نے اس بار بھی پہلے کی سی سلامت روی سے کام لیا اور جس طرح قلعہ گلبرگہ سے روانہ ہو گیا تھا، اسی طرح یہاں سے بھی رات کے وقت تمام سامان یہیں چھوڑ کر گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب قطب شاہ رخصت ہونے لگا تو ملا عنایت نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور حسین نظام کے پاس آ گیا۔ نظام نے اس کی بہت قدر و منزلت کی۔

جہانگیر خاں دکنی کی کارروائی

خان جہان کی شکست کے بعد عماد الملک نے جہانگیر خاں دکنی کو پیشوا مقرر کیا اور اسے ایک معقول لشکر کے ساتھ نظام شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ جہانگیر خاں نے عادل شاہی سرحد پر قیام کیا اور دشمن کی نقل و حرکت کا سلسلہ ختم کر دیا، اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رام راج اور عادل شاہ کے لشکر میں غلہ نہ پہنچ سکا اور قحط کے آثار پیدا ہو گئے۔

رام راج اور عادل شاہ کا منصوبہ

جب پریشانی حد سے بڑھی تو رام راج اور عادل شاہ آشتی نامی قصبے میں آ گئے، یہاں انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ ایک بہت بڑی فوج نامی گرامی امرا کی سرکردگی میں قلعہ پرندہ کی فتح کے لیے روانہ کی جائے اور بعد ازاں واپس آ کر احمد نگر کو حسین نظام شاہ کے قبضے سے نکالا جائے۔

شاہ حسن کی صاف گوئی

حسین نظام نے جواب دیا "جس قلعے کو میرے باپ نے اتنی محنت و مشقت سے فتح کیا ہے، اسے بغیر کسی مزاحمت کے دشمن کے حوالے کر دینا، میرے لیے باعثِ شرم ہے۔" اس پر شاہ حسن نے کہا "یہ وقت کی بات ہے اور ہر زمانے کے تقاضے جُدا جُدا ہوتے ہیں، آپ کے والد محترم کے لیے یہی مناسب تھا کہ وہ قلعۂ کلیان پر قبضہ کرتے اور آپ کے لیے یہی موزوں ہے کہ اس قلعے سے دست بردار ہو جائیں، بادشاہوں یا عام لوگوں کی نجی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات آتے رہتے ہیں۔

دشمن کا نواح احمد نگر میں پہنچنا

حسین نظام یہ بالکل نہ چاہتا تھا کہ کلیان کا قلعہ علی عادل شاہ کو واپس کر دے، اس نے شاہ حسن انجو کی رائے سے اتفاق نہ کیا اور اپنی بات پر اڑا رہا، یہاں تک کہ حریف ایک لاکھ سواروں اور دو لاکھ پیادوں کا زبردست لشکر لے کر احمد نگر کے نواح میں پہنچ گیا۔

حسین نظام شاہ کی پٹن کو روانگی

حسین نظام شاہ نے فوراً احمد نگر کے کچے قلعے میں جس کے سامنے خندق بھی نہ تھی، سامانِ جنگ، غلہ اور دیگر اشیأ جمع کیں اور اس قلعے کو اپنے چند قابلِ اعتماد امیروں کے سپرد کر کے اپنے بال بچوں اور خزانوں کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہو گیا، اس سفر سے اس کا مقصد یہ تھا کہ امیر برید، میراں مبارک شاہ اور عماد الملک کو اپنے ساتھ ملائے اور ان کی مدد سے دشمن کے ساتھ جنگ کرے۔

خان جہان کا فتنہ

اتفاق کی بات کہ امیر برید کے بھائی خان جہاں نے حسین نظام شاہ کا منصوبہ پورا نہ ہونے دیا۔ خان جہان، عماد الملک کا مدار المہام تھا علی عادل شاہ کے کہنے پر اس نے پانچ ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لے کر حسین نظام کے علاقے میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا۔

خان جہان کی شکست

حسین نظام شاہ نے ملا محمد نیشاپوری کو تقریباً تین ہزار سواروں کے ساتھ خان جہان کی گوشمالی کے لیے روانہ کیا، ملا نیشاپوری نے پہلے حملے ہی میں خان جہان کو شکست فاش دی، خان جہان پریشان و خستہ حال ہو کر بھاگ نکلا شرم کے مارے وہ عماد الملک کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا تھا اس لیے وہ علی عادل کے پاس چلا گیا۔

احمد نگر میں ہنگامہ

جہانگیر خاں دکنی کو جملۃ الملک مقرر کیا گیا، اس نے برار کی فوج کو ساتھ لیا اور حسین نظام کی مدد کے لیے آیا۔ اسی زمانے میں علی عادل شاہ، رام راج

چلا آیا اس کے بعد تمام فرماں روا اپنے اپنے علاقے کو چلے گئے۔

قلعۂ احمد نگر کی تعمیر

حسین نظام شاہ نے احمد نگر پہنچ کر اپنے کچے قلعے کی جو مسمار ہو گیا تھا، تعمیر شروع کر دائی، اس نے قلعے کو چونے اور اینٹ سے پختہ کروایا اور اس کی وسعت میں اضافہ کیا، اس نے قلعے کی تعمیر پر بہت توجہ صرف کی اور کچھ ہی عرصے میں یہ قلعہ بالکل تیار ہو گیا۔ حصار کے گرد اس نے ایک چوڑی اور گہری خندق کھدوائی، بادشاہ کی تقلید میں عام لوگوں نے بھی اپنے مکانات کو درست کروایا۔

بی بی خدیجہ کی شادی

۹۶۹ھ ہجری کے شروع میں حسین نظام نے اپنی بڑی بیٹی بی بی خدیجہ (جو خونزہ ہمایوں کے بطن سے تھی) کی شادی شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسین سے کر دی۔ انھیں دنوں عماد الملک نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا عماد الملک جو بہت کم عمر تھا، اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

حسین نظام شاہ اور قطب شاہ میں اتحاد

حسین نظام شاہ، قطب شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنا چاہتا تھا، کیونکہ قلعہ احمد نگر کے محاصرے کے ایام میں قطب شاہ نے اس سے بہت اچھا برتاؤ کیا تھا، اس سلسلے میں ملا عنایت نے جو ان دنوں حسین نظام کا مقربِ خاص تھا بہت کوشش کی اور حسین نظام کو مشورہ دیا کہ وہ ایک قاصد قطب شاہ کے پاس بھیجے۔

قلعۂ کلیان کی فتح کا خیال

حسین نظام اور قطب شاہ میں اچھے تعلقات پیدا ہو گئے اور ان دونوں فرماں رواؤں نے قلعہ کلیان کے قریب ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا، ان دونوں نے یہ بھی طے کیا کہ قلعۂ کلیان کو فتح کیا جائے، اگر رام راج اور علی عادل اس سے مزاحمت کریں تو حسین نظام رام راج سے لڑائی کرے اور قطب شاہ، علی عادل کو سمجھے۔

ابراہیم قطب شاہ کی بی بی جمال سے شادی

۹۷۰ھ ہجری کے شروع میں نظام شاہ اور قطب شاہ نے قلعہ کلیان کے قریب ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑے تپاک سے ملے، حسین نظام نے اپنی بیٹی بی بی جمال کو ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ بیاہ دیا اور اس سلسلے میں ایک بہت بڑا جشنِ مسرت منعقد کیا۔

رام راج کی شرائط

حسین نظام کو دشمن کے اس منصوبے کی اطلاع ہوگئی۔ وہ بہت پریشان ہوا آخرکار اس نے قاسم بیگ حکیم اور شاہ حسن انجو کے مشورے سے رام راج سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور اس سے صلح کی بات چیت شروع کی۔ رام راج نے صلح کے لیے تین شرطیں پیش کیں۔

(۱) کلیان کا قلعہ علی عادل کے سپرد کر دیا جائے۔

(۲) جہانگیر خاں کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے ہمارے لشکر کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔

(۳) حسین نظام خود ہمارے پاس آئے۔

جہانگیر خاں دکنی کا قتل

حسین نظام نے اپنی اور اپنے ملک کی خیر ان شرائط کو منظور کر لینے ہی میں دیکھی اور ان کو پورا کرنے کے لیے مستعد ہو گیا۔ اس سلسلے میں اس نے ہمدردوں اور بہی خواہوں پر ظلم ڈھانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ سب سے پہلے تو اس نے بغیر کسی سے مشورہ کیے اپنے چند خاص آدمیوں کو جہانگیر کے گھر روانہ کیا اور اس بے چارے کو جو مہمان تھا قتل کروا دیا۔

رام راج کا تکبر

عماد الملک بڑا حیران ہوا۔ اس نے اس سلسلے میں حسین نظام سے کچھ نہ کہا، اور خاموشی اختیار کی۔ جہانگیر خاں کے قتل کے بعد حسین نظام نے ایک کافر کے کہنے پر اپنے ایک اور بہی خواہ اور وفادار شخص کو قتل کیا، جب عماد الملک رخصت ہو گیا تو حسین نظام رام راج سے ملاقات کرنے کے لیے گیا، ملاقات کے وقت رام راج نے بڑے غرور و تکبر کا اظہار کیا اور اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ اور اسی طرح سے حسین نظام شاہ سے دست بوسی کی۔

نفرت کا اظہار

حسین نظام رام راج کی اس ناشائستہ حرکت پر بہت جھلایا۔ راجہ کو دق کرنے کے لیے اس نے اسی وقت بر سر محفل پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ دھوئے، یہ دیکھ کر رام راج چراغ پا ہو گیا اور کنڑی زبان میں کہنے لگا "اگر یہ شخص میرا مہمان نہ ہوتا تو ابھی تلوار سے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا اس کے بعد رام راج نے خود بھی پانی سے اپنے ہاتھ دھوئے۔

چپقلش کا خاتمہ

رام راج کے بھائیوں تنکنا دری اور تمراج نے قاسم بیگ اور ملا عنایت سے گفتگو کر کے معاملے کو وہیں ختم کر دیا اور حسین نظام اور رام راج میں صلح کی کوشش کرنے لگے۔ حسین نظام نے قلعۂ کلیان کی چابی رام راج کے سپرد کر دی اور اس سے کہا۔ "میں یہ قلعہ تمہارے سپرد کرتا ہوں" رام راج نے یہ چابی علی عادل کو بھجوا دی۔ حسین نظام نے یہ سمجھا کہ رام راج کے غرور کا اصل سبب علی عادل ہے، اس خیال سے اُس نے علی عادل سے ملاقات نہ کی اور اپنی قیام گاہ پر

جگہ پر پہنچا، جہاں توپوں کے ارابے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔

قطب شاہ پر دشمن کا حملہ

مرتضیٰ خاں ان ارابوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے فوراً علی عادل کے پاس چند آدمی بھیج کر اسے اس مالِ غنیمت کی خبر دی علی عادل اور رام راج نے اپنے لشکریوں کو اس جگہ بھیج کر ارابوں پر قبضہ کر لیا اور قطب شاہ کی قیام گاہ پر پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی کی بہادری

قطب شاہ نے اپنے امیروں کی ایک جماعت کو ہمراہ لیا اور اس جگہ سے مفرور ہو گیا اور حسین نظام شاہ کی قیام گاہ کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا، قطب شاہ کا جملۃ الملک، مصطفیٰ خاں اردستانی بہت ہی غیرت مند اور بہادر انسان تھا، اس نے دشمنوں کی حرکتوں کو دیکھا اور بہت غصے میں آیا، فوراً اپنا لشکر تیار کیا اور ناقوسِ جنگ بجوادیا۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہونے لگی مصطفیٰ خاں دیر تک ثابت قدم رہا۔ اس دوران میں حسین نظام شاہ بھی اس کی مدد کو پہنچ گیا اور قطب شاہی لشکر گاہ دشمن کی دست بُرد سے محفوظ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کا اپنے امراء سے مشورہ

حسین نظام شاہ نے اپنے تمام امیروں اور منصب داروں کو جمع کیا اور ان سے کہا "میں ان توپ خانوں کی وجہ سے رام راج سے جنگ کرنا چاہتا ہوں اور قطب شاہ کو عادل شاہ کے مقابلے پر لڑنے کے لیے تیار کیا تھا، اب صورت حالات بدل گئی ہے، قطب شاہ، ایک عادل شاہی امیر مرتضیٰ خاں کے خوف سے بغیر جنگ کیے ہوئے بھاگ گیا ہے اور تمام توپ خانے دشمن کے قبضے میں آگئے ہیں کیا ایسی حالت میں دشمن سے جنگ کرنا مناسب ہے؟

امراء کی رائے

امیروں نے حسین نظام کو جواب دیا "موجودہ حالت میں دشمن سے معرکہ آراء ہونا کسی طرح مناسب نہیں ہے، اگر اس وقت لڑائی کی گئی تو اس کا نتیجہ کچھ اچھا نہ ہو گا اور خواہ مخواہ جان و مال کا نقصان ہو گا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ فی الحال آپ لڑائی کا ارادہ ترک فرمائیں اور اپنے ملک کو واپس چلیں، آئندہ پھر کبھی موقع ملے گا تو دشمن کو سمجھ لیا جائے گا۔

احمد نگر کو واپسی

اس کے بعد پہلے کی طرح علی عادل، امیر برید اور رام راج لڑائی کرنے کے ارادے سے نظام شاہی لشکر کے قریب آئے، نظام شاہ اور قطب شاہ نے اپنے لشکر کو سنبھالا اور احمد نگر کی طرف چلے گئے۔

قلعۂ کلیان کا محاصرہ

جشن شادی سے فارغ ہونے کے بعد حسین نظام اور ابراہیم قطب شاہ نے قلعۂ کلیان کا محاصرہ کر لیا۔ قریب تھا کہ اہل قلعہ پہلے کی طرح عاجز آکر حسین نظام سے امان کے طالب ہوتے اور قلعہ اس کے سپرد کر دیتے کہ اچانک یہ اطلاع ملی کہ علی عادل اور رام راج ایک زبردست لشکر لے کر اس طرف آرہے ہیں۔

قلعے کے محاصرے سے دست برداری

برہان عماد الملک کو جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت نشیں ہوا تھا، جہانگیر خاں کے قتل کا بہت افسوس تھا، اس نے علی برید کے ساتھ اتحاد کر کے علی عادل کا ساتھ دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حسین نظام قلعۂ کلیان کے محاصرے سے دست بردار ہو گیا۔ اس نے اپنے بال بچوں وغیرہ کو اپنے بیٹے شہزادہ مرتضیٰ اور داماد جمال الدین حسن انجو کے ساتھ قلعۂ اوسہ کی طرف روانہ کر دیا اور خود پانچ سو ہاتھی اور سات سو ارابہ و توپ زن لے کر قطب شاہ کے ساتھ، دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا، اور دشمن سے چھ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔

جنگ کی تیاریاں

دوسرے روز حسین نظام نے بیجانگر کے ہندوؤں سے جنگ کرنے کی غرض سے اپنے سپاہیوں میں ہتھیار تقسیم کیے اور رام راج کی فوج کی طرف بڑھا۔ قطب شاہ نے بھی حسب توفیق اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور حسین نظام کے ہمراہ علی عادل برہان عماد الملک اور علی برید سے معرکہ آرائی کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

خوفناک بارش

یہ دن اگرچہ برسات کے نہ تھے، لیکن پھر بھی زبردست بارش ہوئی۔ تمام جنگل اور صحرا پانی سے بھر گئے۔ خندقیں اور کنوئیں پُر آب ہو گئے۔ لشکر کی بڑی بُری حالت ہوئی۔ سپاہی، گھوڑے اور ہاتھی سبھی خستہ حال ہو گئے، سپاہیوں نے پریشان ہو کر اپنے ہتھیاروں کو اپنے سے علٰحدہ کر کے پھینکنا شروع کر دیا اور ارابے کیچڑ اور پانی میں دھنس گئے۔ الغرض ایک قیامت کا سماں ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی اپنی قیام گاہ پر واپسی

بارش کے روز حسین نظام نے دیکھا کہ اب دشمن سے جنگ کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے تو وہ اپنی بڑی توپوں کے ارابوں کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر واپس گیا۔ شاہ ابو القاسم انجو کے بھائی مرتضیٰ خاں کو (جو عادل شاہی امراء میں سے تھا) اس کام کے لیے مقرر کیا گیا کہ وہ برگی امراء کے ساتھ میدانِ جنگ میں جا کر اپنے لشکر کو اس طرح نمایاں کرے کہ دشمن کے سپاہی لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں۔ اتفاق سے مرتضیٰ اس

احمد نگر میں دشمن کی آمد
دشمن ایک بھاری جمعیت کے ساتھ احمد نگر پہنچے اور بیجاپور کے ہندوؤں نے مسجدوں اور مکانوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا، مسجدوں کی بے انتہا بے حرمتی کی گئی، مسلمانوں کو خوب جی کھول کر نقصان پہنچایا گیا۔ الغرض ظلم و ستم کا بازار پوری قوت کے ساتھ گرم کیا گیا۔ عادل شاہ کو یہ سب کچھ دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ لیکن وہ ہندوؤں کو منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔

حسین نظام شاہ کا تعاقب
اس نے رام راج سے کہا، میرا خیال ہے کہ یہاں کے قلعے کا محاصرہ کرنا خالی از فائدہ ہے، بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ حسین نظام شاہ کا تعاقب کریں"۔ رام راج کو یہ رائے پسند آئی، اس نے برہان عماد الملک اور علی برید کو رخصت کر دیا اور خود علی عادل کو ساتھ لے کر حسین نظام شاہ کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی جنیر سے روانگی
حسین نظام کو جب دشمن کے ارادے کی خبر ہوئی تو اس نے بارہ نظام شاہی امراء جن میں رستم خاں حبشی اور سابا جی بھی شامل تھے۔ دشمن کے لشکر کے آگے اور پیچھے کی طرف روانہ کر دیا تاکہ غلّہ اور دیگر سامانِ ضرورت دشمن تک نہ پہنچ سکے، اس کے بعد حسین نظام نے تمام ساز و سامان کے ساتھ جنیر سے کوچ کیا اور پُل ندی کی طرف جو کوہستان میں واقع ہے روانہ ہو گیا۔

شاہی حکم کے مطابق رستم خاں حبشی قصبہ کانو کے قریب پہنچا اور اس نے ان تمام راستوں کو مسدود کر دیا، جن کے ذریعے دشمن کو غلّہ اور سامانِ ضرورت پہنچایا جاتا تھا، اسی اثناء میں ایک روز جب کہ علی عادل مع اپنے خالو کے شکار میں مصروف تھا، رستم خاں حبشی نے اس پر حملہ کر دیا، اگرچہ دشمن کا لشکر رستم خاں کی فوج سے کئی گنا زیادہ تھا۔ لیکن رستم خاں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ علی عادل کا خالو اس معرکے میں کام آیا۔ رستم خاں خود بھی مع دو ہزار سپاہیوں کے تلوار کے گھاٹ اتار گیا، جو نظام شاہی سپاہی دشمن کی دست برد سے بچ گئے وہ بڑی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔

زبردست سیلاب
رستم خاں حبشی کی بہادری اور مردانگی کی وجہ سے علی عادل اور رام راج دونوں ہی بہت سہم گئے اسی اثناء میں برسات کا موسم آگیا اور متذکرہ بالا دونوں فرمانروا احمد نگر واپس آ گئے رام راج نے شہر سین کے کنارے اپنے خیمے لگائے اور علی عادل، رام راج سے کچھ فاصلے پر قیام پذیر ہوا احمد نگر کے شمال میں زبردست بارش ہوئی اور رات کے وقت شہر میں زبردست سیلاب آگیا۔

رام راج کے لشکر کی تباہی
اس سیلاب کی وجہ سے رام راج کے لشکر میں بڑی تباہی آئی

حسین نظام شاہ کا تعاقب
دشمن نے ان دونوں کا تعاقب کیا، اس وجہ سے نظام شاہی لشکر میں سخت انتشار پھیل گیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ حسین نظام شاہ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ سوار نہ رہے، اس خستہ حالی کے باوجود نظام شاہ اپنے چترِ علم کو بلند کیے ہوئے بڑے وقار کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔ دشمن کے پانچ چھ ہزار سواروں نے اسے گھیر رکھا تھا، لیکن کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ حسین نظام شاہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا۔

پابندیٔ نماز
حسین نظام شاہ نماز کا بہت پابند تھا اور پانچوں نمازیں وقت پر ادا کرتا۔ دورانِ سفر میں ظہر کی نماز کا وقت آگیا، بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کر نماز ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ اراکین سلطنت نے حسین نظام سے کہا "موجودہ صورت میں گھوڑے سے اتر کر زمین پر نماز ادا کرنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ آپ اسی طرح گھوڑے پر سوار رہ کر اشارے سے نماز پڑھ لیں۔" حسین نظام نے جواب دیا "خدا نہ کرے کہ میں اس انداز سے نماز ادا کروں۔"

اس کے بعد حسین نظام گھوڑے سے اترا، اس کی کمر بندھی ہوئی تھی، اسی عالم میں اس نے بڑے وقار کے ساتھ نماز ادا کی۔ دشمن کے سپاہی دور کھڑے ہو کر حسین نظام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے رہے نماز پڑھنے کے بعد حسین نظام کو یہ خیال آیا کہ شیعہ مذہب میں کمر باندھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس نے کمر کھولی اور دوبارہ نماز میں مشغول ہو گیا۔

اہلِ تعاقب کی واپسی
نماز کے بعد بادشاہ نے اپنی کمر باندھی اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اس تمام وقت میں دشمن کے لشکری خاموش کھڑے رہے، انھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا "جب ہم ایسے وقت میں جبکہ بادشاہ ہر طرف سے غافل تھا، کچھ نہیں کر سکے تو آئندہ کی کیا توقع رکھی جائے۔" اس کے بعد دشمن نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا اور حسین نظام کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیج کر یہ پیغام دیا "بہادری اور مردانگی آپ کی ذاتِ والا صفات پر ختم ہے ہم نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا ہے تاکہ خدانخواستہ ہمارے ہاتھوں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

جنیر کو روانگی
حسین نظام راستہ طے کرتا ہوا اوسہ کے مقام پر پہنچا، یہاں سے اس نے شہزادہ مرتضیٰ کو اپنے ساتھ لیا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ احمد نگر پہنچ کر اس نے قطب شاہ کو رخصت کر دیا۔ حسین نظام شاہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ رام راج، علی برید، عادل شاہ اور برہان عماد الملک جلد از جلد احمد نگر پہنچنے والے ہیں تو اس نے لشکر کو قلعے، لشکر اور آتش بازی کے آلات سے مضبوط و مستحکم کیا اور خود جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

کے مطابق لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ انھوں نے غلّے کی بہت سی بوریوں کو آگ لگا دی اور بہت سی بوریاں اپنے قبضے میں کر لیں۔ مرتضیٰ خاں اور شاہ قلی خاں نے ہاتھیوں کو بیجاپور روانہ کر دیا۔

ایک حبشی غلام کا واقعہ

اسی اثنار میں ایک حبشی غلام قیدی نے جسے باندھ کر ہاتھی پر سوار کیا گیا تھا، رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ مرتضیٰ خاں نے اس کا شور سُن کر اس سے کہا۔ "تو کس لیے روتا ہے ؟ اگر تجھے روزگار کی فکر ہے تو اس کی پروانہ کر۔ میں تیری گزربسر کا انتظام کر دوں گا اور اگر تُو اپنے مالک کے پاس جانا چاہتا ہے تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔" حبشی غلام نے اس کے جواب میں کہا "میں اپنے مالک کے پاس جانا چاہتا ہوں۔" مرتضیٰ خاں نے اسی وقت اس کی رہائی کا حکم دے دیا وہ حبشی اسی وقت دوڑتا ہُوا امفرورامرار شاہ محمد وغیرہ کے پاس آیا اور ان سے کہا "عادل شاہی امرا اس وقت لُوٹ مار میں مشغول ہیں اور ہر طرح سے بے خبر اور غافل ہیں۔ مرتضیٰ خاں اس وقت تھوڑے سے سپاہیوں کے ساتھ فلاں جگہ ٹھہرا ہُوا ہے، بہتر ہے کہ اسے ہاتھیوں کے بدلے میں گرفتار کر لیا جائے۔"

مرتضیٰ خاں کی گرفتاری

محمد باقر نے اسی وقت دو تین ہزار سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیا اور مرتضیٰ خاں کے پاس جا پہنچا اور اسے حراست میں لے لیا محمد باقر مرتضیٰ خاں کو اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی شولاپور کو روانگی اور واپسی

حسین نظام شاہ نے ایک بار پھر غلّے کی بارہ ہزار بوریاں فراہم کیں اور انھیں اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد قلعہ شولاپور جا پہنچا اور ان بوریوں کو اہلِ قلعہ کے سپرد کر کے واپس احمد نگر آ گیا۔ آنے اور جانے میں اس نے بارہ دن صرف کیے۔

قیدیوں کی رہائی

اس واقعہ کے بعد فریقین کے چند آدمی بیچ میں پڑے اور ان کے واسطے سے یہ طے پایا کہ فریق ایک دوسرے کے قیدیوں کو سرحد پر لے جا کر چھوڑ دیں۔ مرتضیٰ خاں اور شاہ تقی کو سرحد پر لایا گیا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، ایک طرف سے مرتضیٰ خاں کو رہا کیا گیا اور دوسری طرف سے شاہ تقی کو۔ اوّل الذکر بیجاپور کی طرف چلا گیا اور ثانی الذکر احمد نگر کی طرف۔

جنگ سے کنارہ کشی

ان حالات کے بعد حسین نظام شاہ نے معرکہ آرائیوں سے کنارہ کشی

بیس امیر تین سو ہاتھی (جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے) اور بارہ ہزار مسند دسوار، جو رام راج کے ملازمین خاص تھے، اس سیلاب کی نذر ہو گئے ہاتھیوں اور سواروں کی تعداد سے قارئین کرام گھوڑوں اور پیادوں کی تعداد کا اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں۔

رام راج کی واپسی

رام راج نے اس واقع کو اپنے حق میں بد شگونی سمجھا اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا، علی عادل نے نلدرک کے قلعے کو نئے سرے سے بنوایا اور رام راج سے کہا۔ اگر آپ پسند کریں تو میں اس قلعے کا نام آپ کے نام پر رکھوں اور اسے آئندہ سے "رام درک" کہا جائے۔ رام راج نے علی عادل کی تجویز سے اتفاق کیا علی عادل اور رام راج دونوں ساتھ ساتھ روانہ ہوئے اور سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے۔ قصبہ برکی میں، جو قطب شاہی سرحد پر واقع ہے، پہنچے۔

رام راج کی ہوس

قصبہ برکی پہنچ کر رام راج کی ہوس نے پاؤں پھیلائے اور اس نے عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے برسات کے بہانے سے برکی میں قیام کیا اور چند پرگنوں پر قبضہ کر کے بیجانگر روانہ ہو گیا۔

مرتضیٰ خاں انجو کی حرکت

علی عادل نے نلدرک کا علاقہ مرتضیٰ خاں انجو کے حوالے کیا اور خود واپس آ گیا مرتضیٰ خاں کبھی کبھی شولا پور پر حملہ کر کے تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا کرتا تھا۔ حسین نظام شاہ نے مرتضیٰ خاں کی اس حرکت کو علی عادل کی خواہشات کا نتیجہ سمجھا، اور اس سے دفیعے کے لیے اس قلعہ شولا پور کو مستحکم کرنے کا ارادہ کیا۔

مرتضیٰ خاں اور نظام شاہیوں میں جنگ

حسین نظام نے قلعہ شولا پور میں غلّے کی بارہ ہزار بوریاں، شاہ محمد انجو فرہاد اور ادھم خاں حبشی کے ہمراہ روانہ کیں، مرتضیٰ خاں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے برکی امراء کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا شولا پور اور پرندہ کے درمیان فریقین میں آمنا سامنا ہوا۔ جنگ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ سید تقی اور شمشیر خاں نامی دو اشخاص آپس میں لڑ پڑے، سید تقی کو گرفتار کر کے ہاتھی پر سوار کرا دیا گیا، اس کے بعد دونوں طرف سے سپاہی میدان میں آ گئے۔

نظام شاہیوں کی شکست

نظام شاہی امراء دشمن کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور شکست کھا کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے انھوں نے اپنے ایک سو بیس ہاتھیوں کو میدان ہی میں چھوڑ دیا جن پر دشمن نے قبضہ کر لیا، برکی امیروں نے اپنی عادت اور دستور

ساتھ علی عادل کے سامنے آیا۔ ایتم راج بیس ہزار سواروں، دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کا لشکر لے کر قطب شاہ اور علی برید کے مقابلے کے لیے تیار ہوا۔ خود رام راج پینتیس ہزار سواروں اور گرد و پیش کے دو ہزار راجاؤں پانچ لاکھ پیادوں اور تقریباً ایک ہزار جنگی ہاتھیوں کے ساتھ حسین نظام سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوا۔

لشکر کی ترتیب

رام راج نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عادل شاہ اور قطب شاہ کو گرفتار کر لیا جائے اور ان دونوں کو زندگی بھر کے لیے پابہ زنجیر کر کے قید خانے میں ڈال دیا جائے۔ بعد ازاں اپنے میمنہ اور میسرہ کو حسین شاہ کا سر کاٹ کر لانے کی ہدایت کی اس نے میمنہ پر تمراج کو اور میسرہ پر اپنے دیگر نامی گرامی امیروں کو متعین کیا اور قلب لشکر میں کھڑا ہوا۔

مسلمانوں کا لشکر

مسلمان فرماں رواؤں نے بھی اپنے لشکر کو منظم و مرتب کیا۔ عادل شاہ نے میمنہ کو علی برید اور قطب شاہ نے میسرہ کو سنبھالا۔ حسین نظام شاہ قلب لشکر میں کھڑا ہوا ان فرماں رواؤں نے بارہ اماموں کے علم نصب کر کے نقارہ جنگ بجوا دیا حسین نظام نے چھ سو ارابے توپ زنبورک اور ضرب زن کے اپنے سامنے تین قطاروں میں کھڑے کروائے، ان قطاروں کی ترتیب یہ تھی کہ بڑی توپوں کے دو سو ارابے سب سے آگے لگائے گئے اس قطار کے پیچھے دو سو ارابے ضرب زن (یعنی متوسط درجے کی توپیں) کے لگائے گئے اور تیسری قطار زنبورکوں کی۔ زنبورک ایک خاص نوعیت کی چھوٹی توپ ہوتی ہے جو تفنگ سے بڑی اور ضرب زن سے چھوٹی ہوتی ہے۔

آغاز جنگ

یہ تمام توپیں بارود اور گولوں سے بھر دی گئیں اور ان کی نگرانی کا فرض رومی خاں کے سپرد ہوا جو آتش بازی کے فن میں اپنی مثال آپ تھا۔ اسی اثنا میں حسین نظام کے تیر اندازوں نے رام راج کی فوج کو توپ خانے کے سامنے دھکیل دیا، رومی خاں نے فوراً بڑی توپوں کو چلانا شروع کر دیا، اس کے بعد ضرب زنوں سے گولہ باری کی گئی اور پھر زنبورکوں سے اس کارروائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ رام راج کی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔

رام راج اور لشکر کی دل داری

رام راج نے جب مسلمانوں کی یہ مستعدی دیکھی تو وہ محتاط ہو گیا اور فوراً اپنے سنگھاسن سے نیچے اتر پڑا۔ اس نے فوراً زر بفت کے شامیانہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ اس شامیانے میں ایک

اختیار کر لی اور ملکی انتظامات کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے ملکی اور مالی امور کو قابل اور دانش مند امراء کے سپرد کیا۔

فرماں رواؤں کی باہمی دوستی

"وقائع عادل شاہی" میں رقم ہے کہ تمام ممالک کے صلح پسند لوگوں کی کوششوں سے تینوں فرماں رواؤں نے باہمی اختلافات کو ختم کر دیا اور ایک دوسرے کے بہترین دوست بن گئے۔ حسین نظام شاہ کی بیٹی چاند بی بی کی شادی علی عادل شاہ سے کر دی گئی اور شولا پور کا قلعہ جو تمام جھگڑے کی بنیاد تھا، چاند بی بی کے جہیز میں علی عادل کو دے دیا گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیٹی ہدیہ سلطان کا عقد مرتضیٰ نظام سے کر دیا گیا اور ان دونوں خاندانوں نے جو مذہب شیعہ کے پیرو تھے، باہمی اتحاد و خلوص اور دوستی کو اپنا شعار بنایا۔

رام راج کی تباہی کی تیاریاں

جیسا کہ علی عادل شاہ کے حالات میں درج کیا جا چکا ہے کہ سنہ ۹۷۲ ہجری میں عماد الملک کے علاوہ دکن کے تمام فرماں رواؤں نے رام راج کی تباہی و بربادی کا ارادہ کیا۔ جو اپنے آپ کو بہت بڑا حاکم سمجھتا تھا اور کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ نظام شاہ، قطب شاہ، برید شاہ اور عادل شاہ چاروں بادشاہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور لشکر کو تیار کر کے روانہ ہوئے ان لوگوں نے دریائے کشنا کو پار کر کے ہیلگری ندی کے کنارے پر (جو دریائے کشنا سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے) قیام کیا۔

رام راج کا جاہ و جلال

رام راج نے ایک زبردست لشکر تیار کیا جو ستر ہزار سواروں اور نو لاکھ پیادوں پر مشتمل تھا (جن میں بیشتر لشکری توپچی اور تیر انداز تھے) اور مسلمان بادشاہوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا مسلمانوں نے جب رام راج کی شان و شوکت دیکھی تو وہ کچھ خوفزدہ ہوئے اور انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر رام راج ان عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں کو واپس کر دے جن پر اس نے قبضہ کر رکھا ہے اور آئندہ کسی قسم کی ہنگامہ خیزی نہ کرے تو اس سے صلح کر لی جائے۔

رام راج کے لشکر کی تیاری

رام راج مسلمانوں کو کمزور اور خستہ حال سمجھتا تھا، اس نے دکنی بادشاہوں کی خواہش کی مطلق پروا نہ کی اور اپنے آدمیوں کو ان کے مقابلے پر روانہ کیا۔ تنکنا دری پچیس ہزار سواروں، دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کے

رام راج کا قتل

رومی خاں نے فوراً رام راج کو حسین نظام شاہ کے حضور میں پیش کیا حسین نظام نے اسی وقت راجہ کا سر تن سے جدا کر دیا، پھر اس کے سر کو ایک نیزے پر بلند کر کے دشمن کو دکھایا۔ بیجانگر کے سپاہیوں نے جب اپنے حاکم اعلیٰ کا یہ حشر دیکھا تو وہ فوراً میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔ رام راج کے بھائی، عادل شاہ اور قطب شاہ کے مقابلے سے کنارہ کش ہو کر راجہ کی مدد کے لیے آگے بڑھے تھے، انھیں جب راجہ کے قتل کی خبر ملی تو انھوں نے بدحواس ہو کر راہِ فرار اختیار کی۔

مسلمانوں کی عظیم الشان فتح

مسلمان بادشاہوں نے مغرور ہندوؤں کا اناگندی کے مقام تک جو بیجانگر سے دس کوس کے فاصلے پر ہے تعاقب کیا۔ صحیح روایت کے مطابق اس جنگ میں ایک لاکھ ہندو مارے گئے اور بہت سی دولت اور سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مسلمان فرماں رواؤں نے مالِ غنیمت میں سے صرف ہاتھی خود لیے باقی سب کچھ سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔

بیجانگر کی تباہی

حسین نظام شاہ نے رام راج کے سر میں بھس بھر کر اسے تقال خاں براری کے پاس بھجوا دیا تقال خاں رام راج کا بہی خواہ تھا اور اس کے اشارے سے احمدنگر کے قرب و جوار میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتا رہتا تھا۔ مسلمان فرماں روا بعد میں اناگندی سے بیجانگر گئے اور اس شہر میں تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا کہ اس کتاب کی تصنیف کے زمانے تک (یعنی ۱۰۲۰ھ ہجری تک) اس شہر میں آبادی کا نام و نشان نہیں ہے۔

مسلمان بادشاہوں کی واپسی

تنکنادری اب مجبور و معذور تھا، اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتا۔ لہٰذا اس نے مسلمانوں کے وہ پرگنے جن پر رام راج نے زبردستی قبضہ کر رکھا تھا، ان کو واپس لوٹا دیے اور جس طرح بھی ممکن ہوا مسلمانوں سے صلح کر لی اسکے بعد مسلمان فرماں روا اپنے اپنے ملک کو واپس آ گئے۔

حسین نظام شاہ کا انتقال

حسین نظام شاہ بھی احمدنگر پہنچا۔ عیش و عشرت کی زیادتی کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہونے لگی، وہ سخت بیمار ہوا اور احمدنگر میں آنے کے گیارہ روز بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے پورے گیارہ سال تک احمدنگر پر حکمرانی کی۔

اولاد

حسین نظام نے چار شادیاں کیں، جن کے بطن سے چار بیٹیاں اور ۴ بیٹے پیدا ہوئے جب بادشاہ کا انتقال ہوا تو یہ آٹھوں بقید حیات تھے۔ ملکہ خونزہ ہمایوں کے بطن سے

جڑاؤ کرسی پر بیٹھ گیا۔ راجہ نے اپنے دونوں طرف ہون ورپرتاب (سکے) کے ڈھیر لگائے اور بغیر کسی حساب کے اپنے سپاہیوں کو سونا تقسیم کرنا شروع کر دیا، رام راج نے ان سپاہیوں کو مسلمانوں کے مقابلے پر خوب جی کھول کر لڑنے کے لیے ہدایت کی اور یہ وعدہ کیا کہ جو سپاہی بہادری کا شاندار مظاہرہ کرے گا اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

رام راج کا حملہ

رام راج کے میمنہ اور میسرہ نے ایک دم مسلمانوں پر حملہ کر دیا، یہ حملہ ایسا شدید تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ اور میسرہ یعنی عادل شاہی اور قطب شاہی لشکر میں انتشار اور سراسیمگی پھیل گئی اور ہر شخص یہ خیال کرنے لگا کہ ہندوؤں کو فتح حاصل ہو گئی۔

دوبارہ گولہ باری

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر حسین نظام شاہ نے اپنے ساتھیوں کو یہ پیغام دیا: "خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم لوگ ابھی کامیاب و کامران ہوں گے لہٰذا آپ لوگ ثابت قدم رہیں اور دشمن کو مغلوب کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔" رومی خاں نے دوبارہ توپوں میں بارود بھرا اور دشمن پر گولہ باری شروع کر دی جس کے نتیجے میں دشمن کے پانچ چھ ہزار سپاہی اور کچھ گھوڑے ہاتھی وغیرہ مارے گئے۔

ہاتھیوں کی لڑائی

اس دوران میں کشور خاں سات آٹھ ہزار عادل شاہی سواروں کو ساتھ لے کر نظام شاہی ارابوں کے پیچھے سے نکل کر رومی خاں کے پاس پہنچ گیا، اس وقت ایک گھمسان کا رن پڑا۔ فریقین ایک دوسرے کی تباہی و بربادی کی جان توڑ کوشش کرنے لگے اتفاق سے حسین نظام شاہ کا ایک ہاتھی جس کا نام "غلام علی" تھا اور جو رومی خاں کے ساتھ تھا اس نے رام راج کے ہاتھی پر حملہ کر دیا اور اس کے پیچھے دوڑا اور رام راج کے شامیانے کے قریب پہنچ کر دشمن کو تلاش کرنے لگا۔[1] ہاتھیوں کی اس لڑائی سے رام راج بہت پریشان ہوا اور اپنی کرسی سے اٹھا اور اپنے سنگھاسن پر سوار ہو گیا۔

رام راج کی گرفتاری

دونوں ہاتھی لڑتے ہوئے راجہ کے سنگھاسن کے قریب پہنچ گئے وہ مزدور جنھوں نے سنگھاسن کو اٹھا رکھا تھا ڈر گئے، انھوں نے سنگھاسن کو وہیں پھینکا اور خود بھاگ نکلے، نظام شاہی ہاتھیوں کے مہابت نے سنگھاسن کو حاصل کرنے کی غرض سے اپنے ہاتھی کو اشارہ کیا کہ وہ سنگھاسن کو سونڈ میں لپیٹ لے، اسی دوران میں رام راج کے ایک ملازم نے مہابت سے ایسا نہ کرنے کی درخواست کی۔ مہابت سمجھ گیا کہ سنگھاسن پر راجہ سوار ہے، لہٰذا اس نے رام راج کو ہاتھی کی سونڈ کے ذریعے اوپر کھینچ لیا اور اسے گرفتار کر کے رومی خاں کے پاس لے آیا۔

---

[1] یہ تمام واقعات علی عادل شاہ کے حالات میں تفصیل سے بیان کیے جا چکے ہیں۔

مُرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ

المشہور بہ

دیوانہ

تخت نشینی اور شیعہ مذہب کی ترقّی

حسین نظام کے بعد سلطنت احمد نگر کی عنانِ اقتدار مرتضیٰ نظام شاہ کے ہاتھ آئی، اس کے تخت نشین ہوتے ہی سلطنت کی وسعت میں بڑا اضافہ ہُوا، اس حکمران نے مذہب شیعہ کی ترویج و اشاعت میں اپنے باپ دادا سے زیادہ حصّہ لیا۔ سیّدوں، شیعہ عالموں اور دیگر مستحقین کے وظیفوں میں بڑا اضافہ کیا گیا۔

خلل دماغ

فتح برار کے بعد مرتضیٰ نظام کی ذہنی حالت معمول پر نہ رہی۔ دماغ میں خلل آگیا اور خلوت نشین ہوگیا، اس زمانے میں دو ایک ملازمین خاص کے علاوہ بادشاہ کے پاس کوئی اور نہ جاتا تھا، ملکی و مالی امور کو امراء اور ارکین سلطنت انجام دیتے تھے، جب کبھی امیروں کو کوئی مشکل پیش آجاتی یا کوئی اہم کام پڑ جاتا تو وہ ایک عریضہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیتے تھے، مرتضیٰ نظام اس عریضے کا کوئی معقول جواب لکھ کر بھیج دیتا تھا۔

امن واطمینان

دماغی خلل کا یہ عالم تقریبًا سولہ سال تک رہا "راقم الحروف مؤرخ فرشتہ" نے آج تک کسی کتاب میں پڑھا ہے اور نہ کسی کی زبانی سنا ہے کہ کوئی بادشاہ اس انداز سے سولہ سال تک خلوت نشین رہا ہو، اور اس کے ملک میں کوئی ہنگامہ نہ ہوا ہو۔

مرتضیٰ شاہ کی والدہ کے اختیارات

راقم الحروف اسی بادشاہ کے عہدِ حکومت میں جوان ہوکر شاہی گروہ میں داخل ہُوا۔ مرتضیٰ نظام جس وقت تخت

دو لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں:-

چاند بی بی (جس کی شادی علی عادل سے ہوئی) اور بی بی خدیجہ، جو جمال الدین حسین انجو سے بیاہی گئی۔

دوسری بیویوں کے بطن سے دو بیٹے شاہ قاسم اور شاہ منصور اور دو بیٹیاں آغا بی بی (زوجہ عبدالوہاب بن عبدالعظیم) اور بی بی جمال، جس کی شادی ابراہیم قطب شاہ سے ہوئی۔

میں ان حکمرانوں کا ساتھ نہ دیا تھا، بار بار حملہ کر دیا۔ مرتضیٰ نظام اور علی عادل نے ایلچ پور تک کے تمام علاقے کو تباہ و برباد کیا۔ کشت و خون کا بازار گرم کیا اور یوں تغال خاں سے حسب منشا انتقام لیا۔ اسی زمانے میں برسات کا موسم آ گیا۔ تغال خاں علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سی دولت دے کر اسے راضی کر لیا۔ علی عادل نے برسات کا بہانہ بنایا اور مرتضیٰ شاہ کے ہمراہ واپس آ گیا۔

قلعۂ کندالہ پر عادل شاہی قبضہ

۹۵۰ھ میں عادل شاہ نے بعض نظام شاہی علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے سب سے پہلے قلعۂ کندالہ کو جو قصبۂ چانکیہ سے بیس کوس کے فاصلے پر آباد ہے، تسخیر کیا اور اس کے بعد کشور خاں کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نظام شاہی سرحد کی طرف بھیجا۔

کشور خاں کا اقتدار

خونزہ ہمایوں کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے چند دکنی امرا کو کشور خاں کے مقابلے پر روانہ کیا۔ کشور خاں نے ان امیروں کو قصبۂ کچھ کے قریب شکست دی اور یہ لوگ بحال تباہ احمد نگر واپس آ گئے۔ کشور خاں نے سرحد کے باشندوں کو اپنا بنالیا، ان سے ربیع اور خریف کی فصلوں کا لگان جو تقریباً بیس لاکھ ہون ہوتا ہے حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے اس میدان میں جس میں اسے فتح حاصل ہوئی، ایک پختہ قلعہ تعمیر کروایا اور پوری طرح صاحب اقتدار ہو گیا۔

ملکہ کی شکایت

خونزہ ہمایوں نے نظام شاہی سلطنت کا تقریباً نصف حصہ اپنے بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کو جاگیریں دے رکھا تھا۔ یہ امرا اپنے سپاہیوں کی معقول نگہداشت نہ رکھتے تھے اس وجہ سے کشور خاں کے ہنگامے کو فرو کرنا مشکل ہو گیا تھا شاہی مصاحبین اس صورت حال سے پریشان ہوئے، انھوں نے (شاہ جمال الدین حسین انجو، قاسم بیگ شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ) مرتضیٰ نظام سے خونزہ ہمایوں کی شکایت کی۔

مصاحبوں کی رائے

مرتضیٰ نظام شاہ نے مصاحبین سے کہا، حکومت کے تمام کارندے دربار کے تمام ملازم اور سارے شاگرد پیشہ ملکہ کے طرف دار ہیں ایسی صورت میں اس کے اقتدار سے نجات حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔" مصاحبین نے اس کے جواب میں کہا۔ اگر حضور والا اجازت دیں تو ہم فرہاد خاں، اخلاص خاں اور حبشی خاں جیسے نامی گرامی امیروں کو اپنے ساتھ ملا کر ملکہ کے اقتدار سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔" مرتضیٰ نظام نے ان لوگوں کو اس کی اجازت دے دی۔

نشین ہوا وہ زمانہ اس کے شباب کا تھا، اس لیے چھ سال تک انتظام حکومت اس کی والدہ کے ہاتھ رہا ملکہ نے اپنے بھائیوں مسمیّٰ تاج خاں اور عین الملک کو نیز ایک خواجہ سرا اعتبار رخاں نامی کو امرائے کبار میں شامل کیا اور انھیں ہر طرح کے سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی بے فکری

ملکہ نے ملّا عنایت اللہ کو پیشوائی کے منصب پر سرفراز کیا۔ وہ روزانہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر قاسم بیگ حکیم کے مشورے سے امور سلطنت انجام دیا کرتی تھی۔ مرتضیٰ نظام شاہ کی مصروفیات کھیل کود تک محدود تھیں، وہ عربوں اور حبشیوں کے ایک گروہ کے ساتھ بے فکری سے وقت گزارتا تھا اور سلطنت کے کاموں میں قطعًا دخل نہ دیتا تھا۔ ملکہ یعنی مرتضیٰ نظام شاہ کی والدہ کا نام خونزہ ہمایوں تھا۔

علی عادل شاہ کا ارادہ

اسی زمانے میں علی عادل شاہ نے موقع پا کر انی کندنی کا شہر اور بیجانگر کو فتح کرنے کے لیے عسکری تیاریاں کیں، اس کی یہ خواہش تھی کہ رام راج کے بیٹے تمراج کو اس علاقے سے نکال کر تلنگنڈہ کا فرماں روا بنا دے اور خود بیجانگر اور اس کے مضافات پر قبضہ کرلے۔ تنکنا دری حاکم تلنگنڈہ کو جب علی عادل کے اس ارادے کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے مرتضیٰ نظام سے مدد کی درخواست کی۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی روانگی بیجانگر

مرتضیٰ نظام شاہ نے تنکنا دری کی درخواست منظور کرلی اور ملّا عنایت اللہ کے مشورے سے بیجانگر کی طرف روانہ ہوگیا۔ علی عادل شاہ نے اس صورتِ حال کے پیش نظر اپنا ارادہ ترک کیا۔ نظام شاہ بیجانگر کے قریب پہنچا اور علی عادل جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا انی کندنی سے بیجاپور آیا اور نظام شاہ کے مقابلے میں صف آرا ہوا۔

علی عادل شاہ سے صُلح

دونوں لشکر، اگرچہ ایک دوسرے کے سامنے لڑائی کی غرض سے آئے لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ فریقین کے صُلح پسند ارکان بیچ میں پڑے اور انھوں نے کہا " دو ہم مذہب فرماں رواؤں کو ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرائی کرنا زیب نہیں دیتا، مناسب یہی ہے کہ آپس میں صُلح کرلی جائے۔" چنانچہ دونوں میں صُلح ہوگئی اور نظام شاہی لشکر واپس احمد نگر آگیا۔

برار پر حملہ

اس واقعہ کے ایک سال بعد مرتضیٰ نظام اور علی عادل شاہ نے آپس میں کر تقال خان سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا اور اس سبب سے کہ تقال خاں نے بیجانگر کے ہنگامے

نے قاسم بیگ حکیم کو جو فرہاد خاں کا قریبی دوست تھا، ان امراء کے پاس روانہ کیا۔ قاسم بیگ نے حبشی امراء کو ملکہ کا پیغام دیا۔ ان امیروں نے جواب دیا "جو کچھ ہوا یا ہونے والا ہے اس میں ہم تم بھی شریک تھے اور ملکہ اس سے بخوبی واقف ہے، اس وقت ملکہ یہ چاہتی ہے کہ ہمیں بہلا پھسلا کر اپنا انتقام لے۔ تم بھی اس حقیقت کو سمجھ جاؤ، ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔

حبشی اُمراء کی گجرات کو روانگی

حبشی امیروں کی بات قاسم بیگ کی سمجھ میں آگئی اور اس نے اپنے بیٹے کمال الدین حسین کو ہمراہ لیا اور حبشیوں کے پاس آگیا۔ اس نے اپنے جمع کردہ جواہرات کا صندوقچہ خفیہ طور پر شاہ طاہر کے بیٹے شاہ رفیع الدین کے پاس بطورِ امانت رکھوا دیا۔ فرہاد خاں، اسی رات تمام لوگوں کے ساتھ گجرات کی طرف چل دیا۔

تعاقب

ملکہ خونزہ ہمایوں نے اِن کے تعاقب میں اپنے چند آدمیوں کو بھیجا۔ اخلاص خاں اور حبشی خان واپس احمد نگر آ گئے اور قاسم بیگ اور فرہاد خاں جو زیادہ خوف زدہ تھے جلد از جلد گجرات کی سرحد پر پہنچ گئے، اس مقام پر اہلِ تعاقب نے ان لوگوں کو جا لیا اور قاسم بیگ کے تیرہ سالہ فرزند کمال الدین کو گرفتار کر لیا۔ نظام شاہی ملازم چونکہ غیر علاقے میں زیادہ دیر نہ رہ سکتے تھے اس لیے جلد ہی احمد نگر واپس آ گئے۔

کمال الدین کی گرفتاری اور رہائی

ملکہ جب دشمنوں کی طرف سے اچھی طرح مطمئن ہو گئی تو اس نے کمال الدین حسین کو قلعہ دردب میں نظر بند کر دیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ملکہ نے اسے رہا کر کے عہدے اور جاگیر سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد ملکہ اقربا پروری اور اعزہ نوازی میں منہمک ہو گئی، اس نے شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں سے اچھے برتاؤ کا وعدہ کر کے انھیں بیجا پور سے طلب کیا اور فرہاد خاں اور قاسم بیگ کو بھی یہی پیغام دیا۔

قاسم بیگ کی وفات

فرہاد خاں تو احمد نگر واپس آگیا، لیکن قاسم بیگ نے احمد آباد گجرات ہی میں رہنا پسند کیا، اس نے ایک معتمد شخص کو شاہ رفیع الدین کی خدمت میں بھیجا اور اپنی امانت طلب کی۔ شاہ صاحب نے وہ سر بمہر صندوقچہ اس آدمی کے ہاتھ قاسم بیگ کو بھجوا دیا۔ قاسم بیگ نے صندوقچہ کھولا، اس میں سب چیزیں تھیں۔ لیکن ایک تھیلی جس میں بہت سے قیمتی اور گراں قدر جواہرات تھے، غائب تھی۔ قاسم اس صدمے کی تاب نہ لا سکا اور بیمار پڑ گیا کچھ عرصے تک وہ اس غم میں گھلتا رہا اور آخر کار اپنی جان، جان آفریں کے

ملکہ کی گرفتاری کا منصوبہ

ان مصاحبوں نے حبشی، سرداروں سے ساز باز کر کے انھیں اپنا ہم خیال بنا لیا، یہ لوگ سلام کے بہانے سے قلعے کے اندر آئے اور بادشاہ کو یہ پیغام دیا کہ اس وقت فلاں فلاں امیر حاضر ہیں، اگر اجازت ہو تو خواجہ سراؤں اور لونڈیوں کے ذریعے سے ملکہ کو گرفتار کر لیا جائے۔" بادشاہ نے اس کی اجازت دے دی۔

افشائے راز

اتفاق سے ملکہ خونزہ ہمایوں نے کسی ضرورت کی وجہ سے مرتضیٰ نظام کو حرم کے اندر بلوا بھیجا۔ مرتضیٰ نے یہ سمجھا کہ ملکہ کو سازش کی اطلاع ہو گئی ہے وہ اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اپنے آپ کو بحال رکھنے کے مقصد سے اس نے سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا اور کہا۔ "فلاں فلاں امیروں نے سازش کر کے آپ کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

شاہ جمال کی گرفتاری

ملکہ نے حقیقتِ حال سے اطلاع پاتے ہی دشمنوں کے منصوبے کو کچلنے کی تیاریاں کر دیں، شام کے وقت اس نے پردے کے پیچھے بیٹھ کر شاہ جمال الدین حسین کو بلوایا اور اسے گرفتار کر لیا۔ فرہاد خاں وغیرہ کو جب شاہ جمال کی گرفتاری کا علم ہوا تو وُہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعے سے باہر نکل آئے، مرتضیٰ خاں اور شاہ احمد اپنے پیادوں کے ہمراہ جلد از جلد اپنے گھروں کو واپس چلے گئے، سید مرتضیٰ سبزواری، خواجہ میرک دبیر اصفہانی اور بعض دوسرے غیر ملکی امراء کو بھی اس سازش میں شریک قرار دیا گیا، لہٰذا یہ لوگ بھی جلد از جلد قلعہ سے باہر آ گئے۔

غیر ملکی اُمراء کا فرار

ملکہ نے سپاہیوں کی ایک جماعت کو مرتضیٰ خاں کی گرفتاری کے لیے متعین کیا مرتضیٰ خاں کو یہ پتہ چلا تو وہ سید مرتضیٰ سبزواری، دبیر اصفہانی اور دوسرے غیر ملکی امیروں کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔ فرہاد خاں اور اس کے ساتھی ساری رات کالا چبوترہ کے میدان میں کھڑے رہے، ان امیروں نے آدمی بھیج کر اپنے بیوی بچوں اور مال و دولت کو یہیں بلوا لیا اور گجرات کی طرف کوچ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

ملکہ کا پیغام

ملکہ خونزہ ہمایوں نے ان امیروں کو یہ پیغام بھجوایا "تم لوگ جب اس سازش کے بانی نہیں ہو، پھر کس لیے اتنے زیادہ خوفزدہ ہو۔ تمھیں چاہیے کہ فوراً اپنے مکانات کو واپس آ جاؤ اور پہلے کی طرح یہاں آ کر رہو، تمھارے لیے یہی بہتر ہے اور تمھیں اسی پر عمل کرنا چاہیئے"۔

قاسم بیگ کی حبشی اُمراء سے ملاقات

ان امیروں نے ملکہ کے پیغام کو مصلحت پر محمول کیا اور اپنی جگہ پر مقیم رہے، دوسری بار خونزہ ہمایوں

حبشی خاں اور ملکہ کی ملاقات

حبشی خاں ملکہ کے سراپردہ کے قریب پہنچا، ملکہ کو اس کے ارادے کی خبر ہو گئی لہٰذا اس نے ترکش خنجر اور تلوار وغیرہ سے اپنے آپ کو آراستہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہو گئی، حبشی خاں بھی گھوڑے پر سوار تھا، اسی عالم میں وہ ملکہ کے قریب گیا اور کہا "بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ بھی دوسری عورتوں کی طرح پردے میں بیٹھ جائیں اور حکومت کے کاموں میں بالکل دخل نہ دیں۔"

ملکہ کی گرفتاری

یہ سن کر خونزدہ ہمایوں کو بہت غصہ آیا اور اس نے کہا "اے غلام تیری یہ ہمت! یہ مجال کہ آج تو اس انداز سے مجھ سے مخاطب ہے۔" حبشی خاں نے ملکہ کا بازو پکڑ کر اسے گھوڑے سے اتارنے کی کوشش، ملکہ نے اپنا خنجر نکال لیا اور حبشی خاں پر وار کرنا چاہا، حبشی خاں نے ملکہ کا ہاتھ پوری قوت کے ساتھ پکڑ کر مروڑا اور خنجر ملکہ کے ہاتھ سے گر گیا اگرچہ عین الملک اور تاج خاں وہاں موجود تھے لیکن انھوں نے اپنی بہن کی کوئی مدد نہ کی اور اپنی جان کی خیر مناتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے، حبشی خاں نے بڑے اطمینان کے ساتھ ملکہ کو گرفتار کرکے پالکی میں بٹھا دیا اور مرتضیٰ نظام کے پاس لے گیا، بادشاہ نے اپنی ماں کو نگہبانوں کے سپرد کر دیا۔

شاہانہ نوازشیں

اس واقعے کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے تمام امیروں کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ ملا حسین تبریزی کو "خانِ خاناں" کا خطاب اور پیشوائی کا منصب عطا کیا گیا قاسم بیگ کے بیٹے کمال الدین حسین کو جو گجرات میں واپس آگیا تھا اس کے باپ کے نام اور القاب سے نوازا گیا۔ مرتضیٰ خاں کو امرائے کبار کے گروہ میں شامل کیا گیا۔ شاہ احمد کو خطاب دیا گیا اور اعتبار خاں کو جاگیر، گھوڑوں اور ہاتھیوں کا مالک بنا دیا گیا۔

عین الملک اور تاج خاں کا تعاقب

مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت کو عین الملک اور تاج خاں کے تعاقب میں روانہ کیا، عین الملک سرحد گجرات پر پکڑا گیا، اسے گرفتار کرکے احمد نگر لایا گیا۔ لیکن تاج خاں ہاتھ نہ آیا وہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ابراہیم قطب شاہ کے ملک میں داخل ہو گیا اور اہل تعاقب ناکام و نامراد، کفِ افسوس ملتے ہوئے واپس آ گئے۔

کشور خاں کی تباہی

کہا جاتا ہے کہ دام کالو سے مرتضیٰ نظام شاہ احمد نگر واپس آیا، ملکہ خونزدہ ہمایوں کی گرفتاری کا واقعہ سن کر غریبوں کی ایک جماعت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئی اور شاہانہ الطاف و کرم سے سرفراز ہوئی۔ مرتضیٰ نظام نے کشور خاں کی

سپرد کر دی۔

مُلّا عنایت اللہ کی نظر بندی

ملکہ خونزہ ہمایوں نے جب یہ محسوس کیا کہ کشور خاں کا اقتدار بہت زیادہ بڑھتا جا رہا ہے، تو وہ بہت پریشان ہوئی، اس نے اپنے طور پر یہ سمجھا کہ اس کی اصل وجہ مُلّا عنایت اللہ ہے اور وُہی کشور خاں سے ساز باز کرکے اس کی قوت و اقتدار میں ترقی کا باعث ہے۔ اس خیال کے پیشِ نظر ملکہ خونزہ ہمایوں نے مُلّا عنایت اللہ کو قلعہ جوند میں نظر بند کر دیا۔

ملکہ کی گرفتاری کی سازش

۹۷۷ھ ہجری میں خونزہ ہمایوں نے فوج تیار کی اور اپنے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کو ساتھ لے کر کشور خاں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہُوئی، جب شاہی لشکر دامن کا نور میں پہنچا تو شاہی مصاحبین ملا حسین تبریزی، شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ نے دوبارہ مرتضیٰ نظام شاہ کو ملکہ کی گرفتاری کے لیے اُکسایا، مرتضیٰ نظام اپنی والدہ کے اقتدار سے سخت عاجز تھا وہ فوراً اس امر کے لیے تیار ہو گیا اور اپنے امراء کے مشورے کے مطابق اس سلسلے میں کوشش کرنے لگا۔

شکار کا ارادہ

مرتضیٰ نظام نے ملکہ خونزہ ہمایوں سے کہا: "میرا جی شکار کھیلنے کو چاہتا ہے اگر اجازت ہو تو کل صبح شکار کے لیے چلا جاؤں" ملکہ نے بخوشی اجازت دیدی بادشاہ نے اخلاص خاں، حبشی خاں اور فرہاد خاں سے کہا: "میں کل شکار کے لیے جاؤں گا بیشتر امراء میرے ساتھ چلیں گے، بہتر ہے کہ تم بھی میرے ہمراہ چلو"

روانگی

دوسرے روز بادشاہ شکار کے لیے روانہ ہوا۔ تاج الدین اور عین الملک کے علاوہ باقی تمام امیر بادشاہ کے ہم رکاب ہوئے ملکہ خونزہ ہمایوں بہت ہی سمجھدار اور دانشمند خاتون تھی، اس نے بادشاہ کے اس طرح امیروں کے ساتھ جانے کو خلافِ مصلحت سمجھا لہٰذا اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ سوار ہو کر خود بھی روانہ ہوئی۔

گردشِ تقدیر

ملکہ کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا اس لیے وہ وقت سے پہلے ہی واپس اپنی قیام گاہ پر آ گئی، تمام ملازمین بھی اپنی اپنی رہائش گاہوں میں چلے گئے اور شاہی بارگاہ میں کوئی نہ تھا مرتضیٰ نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے سب سے پہلے حبشی خاں کو جو بہت ہی درشت مزاج کا تھا اپنی والدہ کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا پھر اس کے پیچھے پیچھے اخلاص خاں اور فرہاد خاں کو بھی اپنے خاصہ کے لشکر کے ساتھ بھیجا، ان کے علاوہ بعض دیگر امیر بھی روانہ کیے گئے۔

امراء نے اس سے کہا: "اسلحہ زیبِ تن کرنا حضرت صلعم کی سنت ہے" یہ سن کر بادشاہ ہتھیاروں سے آراستہ ہوا۔ اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر قلعہ کی طرف بڑھا۔

آتش باری

اسی دوران میں اہلِ قلعہ نے برجوں پر آتش باری شروع کر دی، ایک بار میں دو تین ہزار توپیں چلائی جاتی تھیں اور اس طرح اَن گنت انسانوں، گھوڑوں اور ہاتھیوں کو موت کے دامن میں پناہ لینی پڑتی تھی۔ میدانِ جنگ، میدانِ حشر کا نمونہ بن گیا، لیکن پھر بھی مرتضیٰ نظام شاہ واپس نہ ہوا، وہ برابر چلتا رہا، یہاں تک کہ اس میں اور قلعے کی دیوار میں صرف پچاس گز کا فاصلہ رہ گیا۔

اہلِ قلعہ کی خاموشی

اس موقع پر نظام شاہی فوج نے تیر اندازی شروع کر دی اور فریقین میں زبردست جنگ شروع ہو گئی۔ اس ہنگامے میں دو تین گولیاں بادشاہ کے قریب سے بھی گزریں لیکن خداوند تعالیٰ کی مہربانی سے انسے کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اس حالت کے باوجود بھی کسی شخص کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ بادشاہ سے واپسی کی درخواست کرتا۔ الغرض دونوں طرف سے حریف کو مغلوب کرنے کی کوشش ہوتی رہی، اچانک اہلِ قلعہ کا شور ختم ہو گیا سبھی حیران ہوئے کہ آخر یہ خاموشی کیسی ہے؟

کشور کی موت

نظام شاہیوں کو اہلِ قلعہ کی خاموشی پر بہت تعجب ہوا۔ کہاں تو ایسا ہنگامہ اور کہاں یہ موت کی سی بے حسی! چند لوگ قلعے کی دیوار کی کھڑکیاں کھول کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ انھوں نے اندر جا کر دیکھا کہ قلعہ خالی ہے، تمام لوگ فرار ہو گئے ہیں ایک طرف کشور خاں کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ کشور خاں کی موت ایک تیر لگنے سے واقع ہوئی تھی، ان لوگوں نے اس کا سر تن سے جدا کر کے قلعے کے ایک کنگرے پر لٹکا دیا۔ مرتضیٰ نظام دشمن کے سر کو اس عالم میں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور خداوند تعالیٰ کا شکر بجالایا۔

عادل شاہی امیروں کی لشکر کشی

مؤرخین کا بیان ہے کہ کشور خاں کے قتل کے بعد مشہور و معروف عادل شاہی امیر، عین الملک اور نور خاں دس بارہ ہزار سواروں کا ایک لشکر لے کر نظام شاہی علاقے میں داخل ہوئے اور تباہی بربادی کا بازار گرم کرنے کے لیے احمد نگر کی طرف روانہ ہوئے۔ مرتضیٰ نظام نے ان امیروں کے مقابلے کے لیے فرہاد خاں اور اخلاص خاں کو پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ خواجہ میرک دبیر اصفہانی کی نگرانی میں روانہ کیا۔ یہ جماعت دشمن کے قریب پہنچ گئی۔ خواجہ اصفہانی نے امراء کو تو آگے بڑھایا

تباہی کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس غرض سے قلعۂ دارور پر حملہ کر دیا۔ کشور خاں نے ابراہیم قطب شاہ سے مدد طلب کی، اس سے پہلے کہ قطب شاہی فوج اس کی مدد کے لیے آتی، کشور خاں مارا گیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔

قلعۂ دارور کی فتح کا تفصیلی بیان

قلعۂ دارور کی فتح کا واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب و غریب ہے، اس لیے اس کی تفصیلی کیفیت قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ "مرتضیٰ نظام شاہ دارور سے ایک کوس کے فاصلے پر دریا کے کنارے مقیم ہوا۔ وہاں اس نے شاہ احمد، مرتضیٰ خاں اور دوسرے مقربین خاص کے ہمراہ خود کھانا پکانا شروع کیا اسی دوران میں کشور خاں کا ایک آدمی بادشاہ کے پاس آیا اور اسے سر بمہر لفافہ دیا، بادشاہ نے لفافہ کھولا اور اُسے پڑھا۔ خط کی گستاخانہ عبارت پڑھ کر اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ اُسی وقت گھوڑے پر سوار ہو گیا اور کہا "جب تک میں اس قلعے کو فتح نہ کر لوں گا، گھوڑے پر سے نہ اُتروں گا۔"

اُمراء کا مشورہ

بادشاہ نے قلعۂ دارور کے قریب پہنچ کر دروازے کی طرف پیش قدمی کی، اس موقع پر خان خاناں، مرتضیٰ خاں اور دوسرے معزز امیروں نے بادشاہ سے گذارش کی کہ "قلعے کو فتح کرنے کا یہ انداز مناسب نہیں ہے۔ ابھی تو آپ کے بدن سے سفر کی گرد بھی علیحدہ نہیں ہوئی اور ایسے مضبوط اور عظیم الشان قلعے کو فتح کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔"

بادشاہ کا دلاورانہ جواب

مرتضیٰ نظام شاہ کے سر پر قلعے کی فتح کا بھوت سوار ہو رہا تھا اس نے امیروں کے مشورے کی کوئی پروا نہ کی اور کہا "اگر خدا کی مدد شامل حال ہے تو دروازے کے قریب پہنچ کر اس کو توڑ دوں گا اور قلعے کے اندر داخل ہو جاؤں گا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا، لیکن اگر میرا آخری وقت آچکا ہے تو پھر بھی مجھے اپنی آخری کوشش ضرور کرنی چاہیے، کیونکہ میں قلعے سے علیحدہ ہو کر بھی موت کے ظالم ہاتھوں سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکوں گا۔"

قلعے کی طرف پیش قدمی

امیروں نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ اپنے ارادے سے باز نہ آئے گا اور قلعے کی تسخیر کے لیے اسی طرح کوشاں رہے گا تو انھوں نے مرتضیٰ نظام سے ہتھیار باندھنے کی درخواست کی، بادشاہ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ اس پر

قطب شاہ کی منافقت کی کیفیت

اس کے بعد شاہ ابوالحسن نے قطب شاہ کا ایک خط جو عادل شاہ کے نام لکھا تھا اور اس وقت شاہ صاحب کے پاس تھا، مرتضیٰ نظام شاہ کو دکھایا، اس خط میں قطب شاہ نے عادل شاہ سے دوستی اور بہی خواہی کے جذبات کا اظہار کیا تھا، شاہ صاحب نے مرتضیٰ نظام سے کہا "اگرچہ ظاہری طور پر قطب شاہ آپ کے ساتھ ہے لیکن چوری چھپے اس کے مراسم دوسروں سے بھی ہیں" اس کے بعد شاہ صاحب نے اپنے بیان کی تائید میں گواہ پیش کئے خانِ خاناں نے بھی شاہ صاحب کی تائید کی۔

قطب شاہ کا فرار

مرتضیٰ نظام شاہ یہ سب کچھ دیکھ کر بہت حیران ہُوا، اس نے اسی وقت حکم دیا کہ قطب شاہ کی تنبیہ کی جائے۔ ابراہیم قطب شاہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی جان بچا کر میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا اور گولکنڈہ کی طرف چلا گیا۔ نظام شاہیوں نے قطب شاہ کی بارگاہ کو نیست و نابود کر کے اس کا تعاقب کیا اور تمام راستے میں تباہی و غارت گری کا بازار گرم کرتے رہے۔

شہزادہ عبدالقادر کی تجویز

قطب شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ عبدالقادر نے جب دشمن کی یہ چیرہ دستیاں دیکھیں تو اس نے اپنے باپ سے کہا "نظام شاہی لشکر کی چیرہ دستیاں حد سے تجاوز کر گئی ہیں اور وہ اپنی ان ناشائستہ حرکات سے باز نہیں آتے اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک کمین گاہ میں چھپ جاؤں اور تعاقب کرتے ہوئے دشمن پر پیچھے کی طرف سے حملہ کروں۔ میرے نزدیک یہ تجویز بہت ہی مناسب و موزوں ہے۔ آپ کی رائے کیا ہے"؟

شہزادہ عبدالقادر کی موت

قطب شاہ جلد از جلد منزلِ مقصود پر پہنچنا چاہتا تھا، اُس نے اپنے بیٹے کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور گولکنڈہ پہنچ کر اسے یہ خیال پیدا ہُوا کہ کہیں شہزادہ عبدالقادر کی بہادری اور شجاعت کوئی نیا رنگ نہ لائے، اس خیال کے پیشِ نظر اس نے عبدالقادر کو ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔ کچھ دِنوں بعد اسی خوف کی وجہ سے قطب شاہ نے اپنے سعادت مند بیٹے کی زندگی کا پیمانہ لبریز کر دیا۔

شاہ ابوالحسن نے یہ پیغام بری کی خدمت کو بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ اس نے علی عادل کی طرف سے مرتضیٰ نظام شاہ کی دوستی اور برادرانہ مراسم کی استواری کے سلسلے میں گفتگو کی اور اس سے وعدے لیے، اس کے بعد مرتضیٰ نظام احمد نگر واپس آگیا۔

اور خود کمین گاہ میں بیٹھ گیا۔

معرکۂ جنگ اور دشمن کی شکست

فریقین نے اپنی صفوں کو درست کیا اور دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی۔ خواجہ اصفہانی نے ایک بڑی عمدہ چال چلی، اس نے چالیس شاہی ہاتھی، سبز علم اور لشکر خاصہ کے چار سو سپاہیوں کو میدانِ جنگ میں دوڑا دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ خود میدانِ جنگ میں آ گیا ہے۔ عین الملک اور نور خاں اس خبر کو صحیح سمجھے اور حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلے، خواجہ اصفہانی نے ان دونوں کا تعاقب کیا عین الملک مقتول ہوا اور نور خاں زندہ گرفتار، اسے وارور کے قریب بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔

بیجاپور کی فتح کا ارادہ

اسی اثناء میں قطب شاہ نے نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کیے ان دونوں فرماں رواؤں نے آپس میں اتحاد کر کے بیجاپور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے عادل شاہی حدود میں داخل ہو گئے، عادل شاہ کے میر جملہ شاہ ابوالحسن نے سید میر تقی سبزواری کو مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے یہ پیغام دیا "میں نظام شاہی خاندان کا پرانا بہی خواہ ہوں، میری وفاداری ظاہر ہے اور اس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کر سکوں، اگر آپ اس نمک خوار کو شرفِ ملاقات بخشیں تو آپ کی بڑی ذرہ نوازی ہو گی"۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ ابوالحسن کی ملاقات

نظام شاہ نے اس درخواست کا یہ جواب دیا۔ "شاہ ابوالحسن ہمارے پیرزادہ ہیں۔ اگر وہ یہاں تشریف لے آئے ہیں تو ہم تمام معاملات کو ان کی رائے اور مشورے سے طے کریں گے۔ شاہ ابوالحسن نے خان خاناں کے توسط سے واکدری میں مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کی شاہ صاحب نے بہت سے گراں قدر اور نایاب تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور کہا آپ کے والد مرحوم نے اس نکتے کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ عادل شاہی خاندان سے دوستی رکھنا خالی از فائدہ نہیں ہے، انھوں نے عادل شاہی فرمانروا سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے رام راج جیسے عظیم الشان فرماں روا کو شکست دی تھی، اس وقت اگر کچھ عاقبت نا اندیش اور نافہم ملازمین کی وجہ سے کچھ کدورت پیدا ہو گئی ہے تو آپ کی بہادری اور معاملہ فہمی کے پیشِ نظر یہی سمجھنا چاہیے کہ وہ فوراً زائل ہو جائے گی۔ آپ نے ابراہیم قطب شاہ کی ظاہری دوستی پر بھروسہ کر کے عادل شاہ کی مخالفت پسندی فرمائی ہے، لیکن یہ بات آپ کی فراست و فہم سے بعید ہے"۔

جنگ بھی ہو جایا کرتی تھی۔ ان جنگوں میں زیادہ تر مسلمانوں ہی کا نقصان ہوتا تھا۔ عیسائیوں کی توپوں اور تفنگوں سے ان گنت مسلمان موت کے منہ میں چلے جاتے تھے، جب گولہ باری ہوتی تھی تو نظام شاہی لشکر میں قیامت کا سا سماں نظر آتا تھا، مسلمان ایسے بدحواس اور پریشان ہو جاتے تھے کہ انھیں اپنے مُردوں کو دفن کرنے کی مہلت بھی نہ ملتی تھی۔

دکنی امیروں کی نادانی

مسلمانوں کے نقصان کی وجہ یہ تھی کہ دکنی امراء اپنی نادانی اور حماقت کی وجہ سے قلعہ کشائی کی کوئی تدبیر نہ کرتے تھے اور اپنا سارا وقت نقب کھودنے میں ضائع کر دیتے تھے، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ نردبان لگا کر قلعے کے اُوپر چڑھا جائے اور پھر اہلِ قلعہ کو مجبور کر کے انھیں مغلوب کر لیا جائے۔

اہل قلعہ کی پریشانی

عیسائی آتش باری کے فن میں مہارت کامل رکھتے تھے، ان کے مقابلے پر مسلمان اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے، روزانہ اہلِ قلعہ کی طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی رہتی تھی اور اس وجہ سے مسلمانوں کے کشتوں کے پُشتے لگ جاتے تھے، یہ صورتِ حال دیکھ کر مسلمانوں نے یہ طے کیا کہ اہلِ قلعہ پر آنے جانے کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں، اس تجویز پر جب عمل کیا گیا تو اہل قلعہ سخت پریشان ہوئے اور انھوں نے قلعہ کو خالی کر کے کسی دوسری بندرگاہ میں چلے جانے کا ارادہ کیا۔

عیسائیوں کی تدبیر

عیسائیوں میں سے کچھ لوگوں نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ "قلعہ میں جو رقم موجود ہے کیوں نہ اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے اگر اس کے باوجود بھی ہمارا کام نہ چل سکا تو پھر ہم اس قلعے کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔" اس تجویز کو سب عیسائیوں نے پسند کیا اور روپیہ دے کر نظام شاہی امیروں سے تعلقات قائم کیے۔

حبشی اُمراء کی غدّاری

نظام شاہی امراء جن میں فرہاد خاں اور اخلاص خاں بھی شامل تھے انھوں نے رشوت لے کر اہلِ قلعہ کو شراب اور دیگر سامانِ ضرورت پہنچانا شروع کر دیا، ان غدّار حبشی امیروں نے یہ انتظام کیا کہ ہر رات ایک امیر اہلِ قلعہ کو سامان پہنچاتا رہے۔ یہ لوگ رات کے وقت تو دشمن کے کارندے بن جاتے تھے اور دن کے وقت محض دکھانے کے لیے معرکہ آرائی میں مصروف رہتے تھے۔

عیسائی اپنے معمول کے مطابق آتش باری سے مسلمانوں کو قتل کرتے رہے لیکن مقصد کسی طرح پُورا ہوتا نظر نہ آتا تھا۔

ملّا عنایت اللہ کا قتل

ملّا عنایت اللہ سے خانِ خاناں بہت ڈرتا تھا، اسے یہ خوف تھا کہ بادشاہ ملّا عنایت اللہ کو دوبارہ پیشوائی کا منصب عطا کرے گا، اس خیال کے پیشِ نظر خان خاناں نے بادشاہ کو عجیب و غریب خبریں سُنا کر اسے ملّا عنایت کی طرف سے بدگمان کر دیا۔ بعد ازاں خانِ خاناں نے ملّا عنایت اللہ کے قتل کا فرمان حاصل کیا اور اس بے چارے کو موت کے دامن میں سُلا دیا۔

ابراہیم قطب شاہ کی ناراضگی

ملّا عنایت اللہ کے قتل کی وجہ سے جہاں ایک طرف تمام رعایا خانِ خاناں سے نفرت کرنے لگی وہاں دوسری طرف ابراہیم قطب شاہ بھی بہت تلملایا۔ اس نے مرتضیٰ نظام شاہ کو اس مضمون کا خط لکھا:

"مجھے اپنے سراپا لُطف و کرم بھائی سے ہرگز ہرگز ایسی توقع نہ تھی کہ فتنہ پردازوں اور شر پسندوں کی باتوں میں آ کر آپ میرے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کریں گے۔ آپ نے میرے ہاتھی گرفتار کر لیے ہیں، مجھے اس کا قطعاً غم نہیں ہے، آپ ان ہاتھیوں کو میری طرف سے ایک حقیر نذرانہ تصور فرمائیے۔ مجھے حیرت و تعجب تو اس امر پر ہے کہ جب آپ کے دربار میں ایک سے ایک بڑھ کر عالی نسب اور شریف امیر موجود ہیں تو پھر آپ نے استاد نوری جرّاح کے لڑکے کو کیا دیکھ کر وکیل السلطنت مقرر کیا ہے۔"

خانِ خاناں کی معزولی

مرتضیٰ نظام نے جب ابراہیم قطب شاہ کا خط پڑھا تو اسے یہ خطرہ ہُوا کہ کہیں قطب شاہ، علی عادل کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھیوں کی واپسی کے لیے کوئی قدم نہ اُٹھائے۔ مرتضیٰ نظام نے فوراً خان خاناں کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ شاہ جمال الدین حسین کو وکیل السلطنت مقرر کر دیا۔

قلعہ ریکندہ پر حملہ

اس دوران میں اہلِ فرنگ نے بھی فتنہ پردازی شروع کی، وہ اپنے قلعہ ریکندہ کی مضبوطی اور استحکام پر بے حد مغرور ہوئے اور مسلمانوں کو حقیر اور پست جان کر ان کو طرح طرح سے نقصان پہنچانے لگے۔ مرتضیٰ نظام نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے جمال الدین حسین شاہ، احمد مرتضیٰ خاں اور دوسرے امراء سے مشورہ کرنے کے بعد اسی سال قلعہ ریکندہ پر، جو بندر چیول کے قریب واقع ہے، حملہ کر دیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرے کی طوالت

اہلِ فرنگ یعنی عیسائیوں نے اپنی مدافعت میں کوششیں کیں لیکن محاصرہ دو سال تک قائم رہا۔ اس دوران مسلمانوں اور عیسائیوں میں کبھی کبھار

کی خبر ہوئی تو اس نے ان دونوں کو تنہائی میں اپنے پاس بلوایا اور اہلِ قلعہ کی بابت دریافت کیا۔ ان دونوں نے تمام حالات بیان کیے اور کہا۔ عیسائی بڑے اطمینان کے ساتھ مدافعت کر رہے ہیں ان کو محاصرے کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اس اطمینان کی وجہ یہ ہے کہ ہر رات ان کو ضرورت کی تمام اشیا مل جاتی ہیں، آپ کے حبشی امراء ان سے ملے ہوئے ہیں اور رشوت لے کر ان کو ضرورت کا سامان پہنچاتے رہتے ہیں۔ صبح کے وقت یہ لوگ محض دکھاوے کی لڑائی کرتے ہیں تاکہ کہیں اصل راز فاش نہ ہو جائے۔ یہ تمام امیر سوائے خواجہ میرک دبیر اصفہانی کے عیسائیوں سے ملے ہوئے ہیں۔"

شاہ جمال سے بادشاہ کی ناراضگی

یہ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور وہ یہ سمجھ گیا کہ کون اس کا دوست ہے اور کون دشمن۔ بادشاہ نے خواجہ میرک اصفہانی پر پہلے سے زیادہ نوازشات کیں اور اس کی عزت میں اضافہ کیا۔ شاہ جمال الدین حسین سے بادشاہ اور زیادہ ناراض ہو گیا۔ شاہ جمال کو جب اس کا علم ہوا تو وہ منصب وکالت سے علیحدگی اختیار کر کے بغیر بادشاہ کی اجازت کے احمد نگر چلا گیا۔

ترک محاصرہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے محاصرے سے دست بردار ہونے کے سلسلے میں خواجہ میرک اصفہانی سے بات چیت کی۔ خواجہ نے کہا "آپ جو کچھ فرمائیں وہی مناسب ہے لیکن موجودہ صورتِ حال میں یہی بہتر ہے کہ محاصرہ ترک کر کے احمد نگر کا رخ کیا جائے۔ وہاں پہنچ کر آپ جو کچھ پسند فرمائیں اسی پر عمل کیا جائے۔

امرائے کبار کی گرفتاری

مرتضیٰ نظام شاہ نے خواجہ میرک اصفہانی کی رائے پر عمل کیا اور قلعہ ریکندہ کا محاصرہ ترک کر کے احمد نگر جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اخلاص خاں، فرہاد خاں اور دوسرے نامی گرامی امراء کو قید کر لیا۔ اور جمال الدین حسین اور اس کی بیوی کو برہان پور کی طرف خارج البلد کر دیا۔

خواجہ میرک کی عزت افزائی

بادشاہ نے خواجہ میرک دبیر اصفہانی کو وکیل السلطنت کے عہدے پر فائز کر کے رستم خاں کے خطاب سے نوازا۔ نیز جمشید خاں شیرازی وغیرہ کو امیروں کے گروہ میں شامل کیا۔

چنگیز خاں کی قابلیت

چنگیز خاں یعنی خواجہ میرک بہت ہی دانش مند اور معاملہ فہم انسان تھا اس نے ملکی اور مالی انتظامات کے سلسلے میں جانفشانی سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمد نگر کا شمار بہترین شہروں میں ہونے لگا۔ علی عادل کو چنگیز خاں کی خوش اسلوبی اور

شاہ جمال حسین کی غفلت

شاہ جمال الدین عہدِ شباب کی غفلتوں اور بے خبریوں کا مرکز بنا ہُوا تھا وہ امورِ سلطنت سے بالکل بے تعلق ہو کر اپنا وقت عیش و عشرت میں صرف کر رہا تھا، اس نے خواجہ میرک کو اپنا وکیل بنا کر تمام ذمہ داریاں اسی کو سونپ دی تھیں مرتضیٰ نظام شاہ محاصرے کی طوالت سے سخت پریشان ہُوا، اسے شاہ جمال الدین کی غفلت و بے خبری کا بھی افسوس تھا اور اس سلسلے میں خواجہ میرک سے وہ اکثر شاہ جمال کی شکایت کیا کرتا تھا۔

مسلمانوں کی کشتی پر عیسائیوں کا قبضہ

اس اثناء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مسلمانوں کی ایک کشتی کو جو بندر جردن کی طرف سے چیول کی طرف آ رہی تھی عیسائیوں نے اپنے قبضے میں کر لیا، انھوں نے کشتی کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور مسلمانوں کو قید کر لیا۔ ان مسلمان قیدیوں میں رستم خاں اور شمشیر خاں نام کے دو جوان بھی تھے جو شجاعت اور ہمت میں اپنی مثال آپ تھے۔ عیسائیوں نے ان جوانوں کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے برج دبارہ پر کھڑا کر دیا۔

دو قیدی نوجوان

رستم خاں اور شمشیر خاں اگرچہ اپنے ہم مذہبوں کے مقابلے پر لڑنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن قیدی ہونے کی حیثیت سے انھیں عیسائیوں کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی، وہ برج دبارہ سے کبھی کبھی مسلمانوں پر آتش باری کرتے رہتے تھے، کچھ دنوں تک تو یہ دونوں نوجوان اس جبری خدمت کو سرانجام دیتے رہے لیکن بعد میں انھیں اپنی اس ناشائستہ حرکت پر سخت ندامت ہوئی۔

عیسائیوں کی مجلسِ مشاورت

ایک روز عیسائیوں نے اپنی مجلسِ مشاورت منعقد کی اور اس میں یہ خیال ظاہر کیا کہ تمام نظام شاہی امراء ہم سے ملے ہوئے ہیں اور ہماری خیر خواہی کو اپنا مقصدِ حیات سمجھتے ہیں۔ لیکن خواجہ میرک، دبیر اصفہانی ہمارا سخت دشمن ہے"، رستم خاں اور شمشیر خاں نے یہ گفتگو سُن لی، ان دونوں نے اپنے آپ کو قلعے کی دیوار سے نیچے گرا دینے کا فیصلہ کیا تاکہ خواجہ میرک کو اس گفتگو سے آگاہ کیا جا سکے۔

رستم اور شمشیر کی رہائی

ان دونوں نوجوانوں نے خواجہ میرک کے نام ایک خط لکھا اس خط کو ایک پتھر سے باندھ کر خواجہ کے مورچل کی طرف پھینک دیا، رات کے وقت ان دونوں نے اپنے آپ کو آزاد کیا اور رسّی کے ذریعے سے نیچے، خواجہ میرک کی قیام گاہ کے بالکل سامنے اتر گئے اور اس طرح عیسائیوں کی قید سے چھوٹ گئے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کو اصل حقائق سے واقفیت

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب ان نوجوانوں کی آمد

شمشیر الملک کی رائے

تفال خاں اس خط کو پڑھ کر بہت خوفزدہ ہوا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے شمشیر الملک سے (جو اپنے آپ کو بہادری اور جوانمردی میں رستم و اسفندیار کا استاد سمجھتا تھا) اس بارے میں مشورہ کیا۔ شمشیر الملک نے کہا "مرتضیٰ نظام شاہ نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود اس ملک پر قابض ہونا چاہتا ہے اور برہان عماد الملک کی ہمدردی محض ایک بہانہ ہے۔

وہ یہ چاہتا ہے کہ اس نوعیت کے خط سے رعایا اور فوج کو ہمارے خلاف اکسائے۔ یہ بہت ہی نازیبا حرکت ہے، ہم اپنی قوت اور دولت کے لحاظ سے کسی طرح بھی نظام شاہ سے کم نہیں ہیں اس لیے ہمیں ہمت اور بہادری سے کام لینا چاہیئے۔ مرتضیٰ نظام کے اس خط کا جواب قلم کی بجائے تلوار سے لکھنا چاہیئے۔

جنگ کی تیاریاں

تفال خاں کے برے دن آگئے تھے، لہٰذا اس نے اپنے بیٹے کی رائے پر عمل کیا اور اس نے ملا حیدر (قاصد مرتضیٰ نظام شاہ) کو ناکام و نامراد واپس بھیجا۔ مرتضیٰ نظام کو یہ بات اس وقت معلوم ہوئی جب کہ وہ پاتری کے نواح میں تھا۔ یہ خبر سنتے ہی وہ ایلچ پور کی طرف روانہ ہو گیا۔ اِدھر شمشیر الملک اپنے باپ کا مقدمۃ الجیش بن کر نظام کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

نظام شاہی مقدمۃ الجیش کی پسپائی

شمشیر الملک نے مرتضیٰ نظام شاہ کے پیشرو لشکر کو غافل و بے خبر دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا، نظام شاہی لشکر حملے کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ گیا۔ چنگیز خاں نے شمشیر الملک کے دفیعے کے لیے دوسرے فوجی افسروں کا تقرر کیا۔ شمشیر نے اپنے باپ سے مدد کی درخواست کی۔ تفال خاں اپنے لشکر کو ساتھ لے کر جلد از جلد بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔

چنگیز خاں کی کارروائی

چنگیز خاں کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے خداوند خاں، جمشید خاں، بحری خاں، رستم اور دوسرے نامی گرامی امراء کو اپنے مقدمۃ الجیش کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ چنگیز خاں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ خود بھی تین ہزار تیر اندازوں کی جمعیت کے ہمراہ اپنے ہاتھیوں کی مدد کے لیے روانہ ہو گیا، اس سلسلے میں اس نے بادشاہ کی اجازت لی نہ ہی اس کو ساتھ لیا۔

معرکہ آرائی

دونوں لشکر آمنے سامنے آئے اور اپنی صفیں درست کرنے لگے جب لڑائی

قابلیت کا حال معلوم ہوا تو اس نے ابراہیم قطب شاہ سے میل جول پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔

چنگیز خاں کو علی عادل شاہ کے خیالات کا علم ہو گیا اور اس سے پہلے کہ عادل شاہ، قطب شاہ سے ملاقات کرتا، چنگیز خاں نے مرتضیٰ نظام کو اپنے ساتھ لیا اور عادل شاہی علاقے کی طرف روانہ ہو گیا، اس نے انتہائی خوش اسلوبی سے کام لے کر ایسی تدبیر کی کہ عادل شاہ اور قطب شاہ میں ملاقات ہی نہ ہو سکی۔

عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں ملاقات

عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ نے سرحد پر آپس میں ملاقات کی اور باہمی سوچ بچار کے بعد یہ طے کیا گیا کہ:

۱۔ عادل شاہ کرناٹک کے ان شہروں پر قبضہ کر لے جن کی آمدنی برار اور بیدر کے محصول کے برابر ہو۔

۲۔ مرتضیٰ نظام، تغال خاں اور علی برید کے قبضہ سے برار اور بیدر کو نکال کر اپنی سلطنت میں شامل کر لے۔

۳۔ قطب شاہ سے متذکرہ دونوں فرماں روا کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔

اس کے بعد دونوں بادشاہ اپنے ملک کو روانہ ہوئے اور جنگ کے لیے لشکر فراہم کرنے لگے۔

برار پر لشکر کشی

۹۸۰ھ میں نظام شاہ نے برار پر حملہ کیا اور ملا حیدر کاشی کو جو بہت پڑھا لکھا نظام شاہی مقرب تھا، تغال خاں کے پاس قاصد بنا کر بھیجا اور اُسے یہ پیغام دیا "مرحوم عماد الملک میرا ہم مشرب بھائی تھا اور اس سے میرے تعلقات بہت اچھے تھے، اس کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا برہان عماد الملک وارث تخت ہے، جب تک برہان نو عمر اور کمسن تھا، تم نے تمام ملکی و مالی انتظامات کو اپنے ہاتھ میں رکھا، یہ بہت اچھی بات ہے اور ایسا ہونا ہی چاہیے تھا، لیکن اب برہان بالغ ہے اور حکمرانی کے قابل ہے۔ لہٰذا تمھیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اسے ایک مکان میں قید رکھ کر خود تمام سفید و سیاہ کے مالک بنے رہو۔ اس خط کے پہنچتے ہی تم تمام ملکی اُمور سے علٰحدہ ہو جاؤ اور حکومت برہان عماد الملک کے سپرد کر دو ورنہ نتائج کی تمام ذمہ داری تم پر ہو گی۔"

یہ حکم دیا کہ سید صاحب کو بارہ ہزار ہون ادا کر دیئے جائیں۔ چنگیز خاں نے جواب میں عرض کیا: "خزانہ لشکر کے پیچھے ہے، بہتر یہی ہے کہ حضور اس وقت آگے تشریف لے چلیں کیونکہ تفال خاں وغیرہ گرفتار ہونے ہی والے ہیں بعد میں آپ کے حکم کی تعمیل کر دی جائے گی۔"

چنگیز خاں کی درخواست

بادشاہ نے یہ سن کر کہا: "اگر تفال خاں مجھے برار کے برابر سو ملک بھی دے دے تو میں انھیں بارہ اماموں کے اسمائے گرامی پر قربان کرنے کو تیار ہوں، چنگیز خاں نے سید صاحب سے کہا ایک طویل مدت اور کثیر محنت کے بعد ہم لوگ اس قابل ہوئے ہیں کہ دشمن کو گرفتار کرکے اس کی فتنہ پردازیوں سے نجات حاصل کریں۔ خدا کے لیے آپ بادشاہ سے یہ کہہ دیجیے کہ روپیہ مجھے وصول ہو گیا ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ منزل پر پہنچ کر یہ رقم آپ کو ادا کر دوں گا۔

سید صاحب کا اصرار

سید صاحب نے کہا: "ایک مدت کے بعد تو یہ موقع ہاتھ آیا ہے کہ میری امید بر آئے، اگرچہ میں دیوانہ ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ نقد کو ادھار پر نہ چھوڑنا چاہیے۔" چنگیز خاں نے جلد از جلد بادشاہ اور امراء وغیرہ کے قیمتی گھوڑے یکجا کیے اور سید صاحب سے کہا: "آپ ان گھوڑوں کو رہن رکھ لیجیے، منزل پر پہنچ کر میں آپ کو رقم ادا کر دوں گا، تو یہ گھوڑے واپس لے لوں گا۔"

دشمن کی موقع شناسی

سید صاحب نے کہا: "میں یہ بات بھی ماننے کے لیے تیار نہیں، مجھے اسی وقت نقد رقم چاہیے کیونکہ اس کے بعد میری تمہاری ملاقات پھر کبھی نہ ہوگی۔" چنگیز خاں سید صاحب کے اصرار سے مجبور ہو گیا، اس نے لوگوں سے روپیہ قرض لیا اور بارہ ہزار ہون سید صاحب کو ادا کر کے گلو خلاصی کی۔ اس معاملے کے طے کرنے میں کافی وقت لگا، دشمن نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور جنگل سے نکل کر برہان اسیر کی طرف چلا گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا خط حاکم خاندیش کے نام

مرتضیٰ نظام نے سرحد خاندیش پر قیام کیا اور والیٔ خاندیش میر محمد شاہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا: "تفال خاں نظام شاہی فوج سے فرار ہو کر آپ کے ملک کی حدود میں داخل ہو گیا ہے آپ اسے اپنے ہاں ہرگز ہرگز پناہ نہ دیں اور فوراً خارج البلد کر دیں۔ آپ کی فراست اور دانائی سے توقع ہے کہ آپ اپنے ملک کو تباہی و بربادی سے محفوظ رکھنے کے لیے میری رائے پر عمل کریں گے۔"

تفال خاں کا خط شہنشاہ اکبر کے نام

میراں محمد شاہ نے مرتضیٰ نظام کا خط پڑھا اور اسے تفال خاں کے پاس بھیج دیا۔ تفال خاں نے وہ خط

شروع ہو گئی تو عین اس وقت چنگیز خاں بھی میدان میں پہنچ گیا، اس نے دشمن پر بہت شدید حملہ کیا۔ اس نے پانچ سو بہادر جوانوں کو ساتھ لے کر دشمن کے قلبِ لشکر کو تباہ کرنا شروع کیا تفال خاں کے علم بردار کے پاؤں پر تلوار کا وار کیا گیا، چنگیز خاں اور اس کے ساتھیوں نے ایسی بہادری کا مظاہرہ کیا کہ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے

تفال خاں کی شکست

تفال خاں اور شمشیر الملک نے دشمن کا یہ انداز دیکھا تو وہ مقابلے کی تاب نہ لا کر میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔ چنگیز خاں نے برار کے بہت سے بہترین ہاتھی گرفتار کیے اور کامیاب و کامران مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس آیا، اس فتح کے بعد چنگیز خاں کی عزت اور شہرت کا ڈنکا بجنے لگا اور اس کا مرتبہ پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا۔

برار کی رعایا کی اطاعت

اس واقعے کے بعد چنگیز خاں نے برار کی رعایا کو مطمئن کرنے اور تسلی دینے کے لیے خطوط لکھے، رعایا نے برہان نظام شاہ کی اطاعت و وفاداری کا اقرار کیا۔ تمام چودھری اور قانون گو نظام شاہی دربار میں حاضر ہوئے اور انھیں انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کیا گیا۔ یہ سب لوگ انتہائی خوش و خرم اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے اور مرتضیٰ نظام بڑے اطمینان کے ساتھ آگے بڑھا۔

تفال خاں کا تعاقب

تفال خاں اور شمشیر الملک دوبارہ نظام شاہی لشکر کے مقابلے پر نہ آئے اور ایک جنگل میں پناہ گزیں ہو گئے۔ مرتضیٰ نظام نے ان کا تعاقب کیا، لیکن وہ ہاتھ نہ آئے اور یونہی جنگلوں میں مارے مارے پھرتے رہے، آخر کار وہ دونوں ایک ایسے جنگل میں پہنچے جہاں سے بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔

میر موسیٰ مازندرانی سے ملاقات

عین ممکن تھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ اپنے دشمن کو مع تمام ساز و سامان کے اپنے قبضے میں کر لیتا کہ اچانک سرراہ مرتضیٰ نظام کی، میر موسیٰ مازندرانی سے، جو ایک مجذوب سید تھے، ملاقات ہوئی۔ سید صاحب نے بادشاہ سے کہا "تمھیں بارہ اماموں کی قسم ہے کہ جب تک تم مجھے بارہ ہزار ہون نہ دے دو یہاں سے قدم آگے نہ بڑھانا۔" بارہ اماموں کا نام سن کر مرتضیٰ نظام نے اپنے ہاتھی کو روک لیا اور سائل سے اس کے حسب و نسب کے بارے میں دریافت کیا۔

بارہ ہزار ہون کا مطالبہ

سائل نے بتایا کہ وہ مجذوب سید صحیح النسب اور محبِ اہلِ بیت ہے یہ سنتے ہی بادشاہ نے امین الدین نیشاپوری اور چنگیز خاں کو بلا کر

احمد نگر کو واپسی کا ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ کا دل اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے بہت مچلنے لگا تھا، اس کے علاوہ سفر کی تکان کی وجہ سے بھی وہ کچھ پریشان سا ہو رہا تھا ان وجوہ کی بنا پر بادشاہ نے احمد نگر واپس جانے کا ارادہ کیا، اسی زمانے میں صاحب خاں نامی ایک امیر بادشاہ کے مزاج میں بہت دخیل ہو گیا تھا، اس نے بھی احمد نگر کی واپسی کے لیے اصرار کیا۔

ایک ہندوستانی تاجر

عین ممکن تھا کہ تین سال کی محنت ضائع ہو جاتی اور بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ احمد نگر کو واپس چلا جاتا کہ اتفاق سے افغان نامی ایک تاجر ہندوستان سے چند اعلیٰ درجے کے گھوڑے اور دیگر سامان لے کر آیا اس نے چنگیز خاں سے کہا یہ تمام اشیا تفال خاں کے لیے لایا ہوں، اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ چیزیں قلعے کے اندر جا کر شہر کے حاکم کے ہاتھ فروخت کر دوں۔"

چنگیز خاں کی ہندوستانی تاجر سے شرط

چنگیز خاں نے اس تاجر سے کہا۔ ایک شرط پر تمھیں قلعے کے اندر جانے کی اجازت دی جا سکتی ہے کہ جب تم واپس آؤ تو نظام شاہی ملازمین کے حلقے میں شامل ہو جاؤ تمھارے چہرے سے فراست اور دانشمندی کے آثار نمایاں ہیں، اگر تم تجارت کو ترک کر کے بادشاہ کے مصاحب بن جاؤ تو یہ بات تمھارے حق میں بہت مفید ثابت ہو گی۔

چنگیز خاں کی تجویز

یہ سن کر تاجر نے کہا۔ اگر ایسا ہو تو اور کیا چاہیے۔ یہ میری بڑی خوش قسمتی ہو گی۔ اس کے بعد چنگیز خاں نے کہا تمھاری قسمت میں لکھا ہے کہ تم مرتبۂ امارت سے سرفراز ہو اس لیے تمھیں نظام شاہ کی بہی خواہی کرنی چاہیئے۔ تاجر نے یہ شرط قبول کر لی اس کے بعد چنگیز خاں نے اپنے ایک قابلِ اعتبار آدمی کو بہت سی رقم دے کر تاجر کے ساتھ کر دیا۔

قلعے کے محافظوں سے ساز باز کا خیال

افغان کے ساتھ اپنا آدمی بھیجنے سے چنگیز خاں کا مقصد یہ تھا کہ یہ شخص بھی تاجروں کے سے لباس میں قلعہ کے اندر چلا جائے اور قلعے کے محافظوں کو روپیہ دے کر مرتضیٰ نظام کا طرف دار بنائے اور ان محافظوں کو قلعے کی حفاظت سے دستبردار ہونے پر آمادہ کرے۔ نیز ان کو یہ بھی کہے کہ وہ نظام شاہی ملازمت اختیار کر لیں تو ان کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

قلعے میں نظام شاہیوں کا داخلہ

چنگیز خاں کا فرستادہ شخص قلعے کے اندر گیا، اس نے رات ہی رات میں قلعے کے تمام محافظوں سے ساز باز کر کے

پڑھا اور ایک دوسرے راستے سے ہوکر برار چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر تفال خاں نے مغل اعظم شہنشاہِ اکبر کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا: "دکن کے فرماں روا مذہبی یک جہتی کی وجہ سے آپس میں سیاسی طور پر بھی متحد ہو گئے ہیں اور انھوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میرا ملک مجھ سے بہ جبر چھین لیں۔ میں حضور کی بارگاہ کا ایک حقیر ملازم ہوں اور ملک برار آپ کی نذر کرتا ہوں، آپ اپنے امراء کو حکم دیں کہ وہ میرے ملک پر قبضہ کرلیں۔ تاکہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر دشمنوں کی نظرِ بد سے محفوظ رہ سکوں۔"

قلعۂ پرتالہ کا محاصرہ

ابھی اس خط کا کوئی جواب بھی نہ آیا تھا کہ تفال خاں اور شمشیر الملک دونوں باپ بیٹوں کو پناہ گزیں ہونا پڑ گیا۔ تفال خاں قلعہ پرتالہ میں (جو پہاڑ پر واقع ہے) اور شمشیر الملک قلعۂ کاویل میں قیام پذیر ہوا۔ اِس صورتِ حال نے مرتضیٰ نظام شاہ کو ایک شاندار موقع عطا کیا، اس نے قلعہ پرتالہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نظام شاہی امیروں اور فوجی سرداروں نے بھی قلعے کے محاصرے میں حصہ لیا اور آپس میں مورچل تقسیم کرکے اس علاقے میں قیام کیا۔

شہنشاہ اکبر کا پیغام مرتضیٰ نظام شاہ کے نام

تفال خاں نے شہنشاہِ اکبر کو جو خط لکھا تھا وہ اسے گجرات میں ملا۔ اکبر نے مرتضیٰ نظام شاہ کو یہ پیغام دیا "تفال خاں ہمارا بہی خواہ اور طرفدار رہے ہے، ملک برار ہماری حکومت میں شامل ہوچکا ہے، اب تمھارے لیے یہی مناسب ہے کہ تم برار کو فتح کرنے کا خیال ترک کردو اور تفال خاں سے بُرا برتاؤ نہ کرو۔"

شہنشاہ اکبر کے قاصد سے بدسلوکی

مرتضیٰ نظام شاہ نے چنگیز خاں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے اکبر کے قاصد سے اچھا برتاؤ نہ کیا، یہ قاصد آگرہ واپس آیا اور اس نے مرتضیٰ نظام کے غرور اور سرکشی کی تفصیل اکبر کے گوش گذار کی۔ اکبر ان دنوں بنگالہ کے ہنگاموں میں گھرا ہوا تھا اس وجہ سے اسے دکن کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی۔ نظام شاہ بڑے اطمینان کے ساتھ قلعہ پرتالہ کو سر کرنے میں مصروف رہا۔

تسخیر قلعہ کی کوشش

تفال خاں نے اپنی مدافعت میں پوری پوری کوشش کی۔ نظام شاہی فوج کی طرف سے اسد خاں اور سکندر خاں نے جو آتش باری کے فن کے زبردست ماہر تھے، ہر چند قلعے کی دیواروں کو توڑنے کی کوشش کی لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی

شہزادہ حسین کی پیدائش

اسی اثناء میں احمد نگر سے شہزادہ حسین کے پیدا ہونے کی خبر آئی چنگیز خاں نے شہزادہ کی تاریخِ پیدائش "فیض کامل" سے نکالی۔ شاہی حکم کے مطابق ایک عظیم الشان جشنِ مسرت کے انعقاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے نام خطوط

خداوند خاں اور حبشی خاں، محمد شاہ فاروقی کا مقابلہ نہ کر سکے لہٰذا انہوں نے مرتضیٰ نظام کے نام ایک عریضہ روانہ کیا جس میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ۔ اگر حضور خود اس طرف توجہ فرمائیں تو یہ اقدام محمد شاہ فاروقی کی تنبیہ کے لیے کافی ہوگا" برار کے امیروں نے بھی بادشاہ کے نام اسی قسم کے خطوط روانہ کیے۔

بادشاہ کی برار کو روانگی

مرتضیٰ نظام نے سید مرتضیٰ سبزواری کو جو کچھ عرصہ قبل بیجاپور سے آیا تھا آٹھ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ مخالفین کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ اس کے بعد وہ خود بھی اپنے خاص مقربین کے ہمراہ برار کی طرف چل دیا۔ بادشاہ نے چنگیز خاں کو بھی جلد از جلد برار پہنچنے کا حکم دیا۔

برار میں ورود

چنگیز خاں جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا جب مرتضیٰ نظام برار پہنچا، اس وقت سید مرتضیٰ سبزواری جعلی عماد الملک کو شکست دے کر میدانِ جنگ سے بھگا چکا تھا، بادشاہ نے رو ہن گیر کے گھاٹ کو پار کیا۔ محمد شاہ جو اپنے علاقے میں مقیم تھا، یہ صورتِ حال دیکھ کر قلعۂ اسیر میں پناہ گزیں ہوگیا۔

چنگیز خاں قلعۂ اسیر کی طرف

مرتضیٰ نظام شاہ نے برہان پور تک سارے علاقے کو تباہ و برباد کیا چنگیز خاں نے قلعۂ اسیر کی بڑی تعریفیں سن رکھی تھیں، اس کے دل میں قلعے کی سیر کی خواہش پیدا ہوئی اور بادشاہ سے اجازت لے کر وہ دو ہزار غریب سواروں کے ایک لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ محمد شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے سات آٹھ ہزار سواروں کے ایک لشکر کو حکم دیا کہ چنگیز خاں کو گھیر کر ہلاک کر دیا جائے۔

دشمن سے جنگ اور کامیابی

خاندیش کی فوج نے موقع پا کر چنگیز خاں پر حملہ کر دیا۔ دشمن کی کثرت سے چنگیز خاں بالکل نہ ڈرا اور بڑی جواں مردی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے لگا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں برہان پوری فوج کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا دشمن کے کئی نامی گرامی امیروں کو چنگیز خاں نے گرفتار کر لیا۔

برہان پور کی تباہی

مرتضیٰ نظام شاہ برہان پور سے چنگیز خاں کے پاس آیا۔ نظام شاہی فوج نے صحرا ہی میں خیمے وغیرہ لگا دیئے۔ بادشاہ نے امیروں میں مورچل تقسیم کیے نظام شاہیوں نے برہان پور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور خوب تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر محمد شاہ فاروقی بہت پریشان ہوا۔ اس نے بڑی کوششوں کے بعد صلح کی، مرتضیٰ نظام شاہ

انھیں چنگیز خاں کے پاس بھجوا دیا اور قلعے میں کوئی محافظ نہ رہا۔ اس کے بعد اسد خاں اور رومی خاں نے ایک بڑی توپ چلا کر قلعے کی ایک دیوار میں شگاف کر دیا۔ چونکہ قلعہ کے اندر کوئی ایسا آدمی نہ رہا تھا، جو اس شگاف کو بند کرتا، اس لیے چنگیز خاں لشکرِ خاصہ کے سپاہیوں کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

تفال خاں کا فرار تفال خاں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ اپنے درباریوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے سے بھاگ نکلا۔ یہ واقعہ ۹۸۲ھ ہجری کا ہے چنگیز خاں نے فوراً غریبوں کی ایک جماعت کو سید حسن استر آبادی کی سرکردگی میں تفال خاں کے تعاقب کے لیے روانہ کیا۔

چنگیز خاں کا اعزاز چنگیز خاں نے قلعے پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد وہ مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے چنگیز خاں کی بڑی عزت افزائی کی، اسے نقد رقم اور متعدد قیمتی اشیاء کے علاوہ "فاتح ملک برار" کے خطاب سے بھی سرفراز کیا گیا۔

گرفتاریاں مرتضیٰ نظام شاہ نے برہان عماد الملک کو جو اس قلعے میں تفال خاں کا قیدی تھا گرفتار کر لیا، اس کے علاوہ تفال خاں کے بیٹوں کو بھی گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا گیا، یہ سب لوگ اسی نظر بندی کے عالم میں اپنی طبعی موت مر گئے اور دنیا میں کسی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

فتح بیدر کا خیال مرتضیٰ نظام نے برار کو اپنے امراء میں تقسیم کر کے احمد نگر کی واپسی کا ارادہ کیا۔ چنگیز خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے بادشاہ سے عرض کیا: "علی عادل شاہ سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آپ برار اور بیدر دونوں ممالک کو فتح کریں، ان دنوں علی عادل قلعہ ٹپکا پور کو فتح کرنے میں مشغول ہے اس لیے میری حقیر رائے میں یہی مناسب اور بہتر ہے کہ ہم انھیں دنوں بیدر کو فتح کر لیں۔" مرتضیٰ نظام شاہ نے اس تجویز کو بہت پسند کیا اور بیدر کا رُخ کیا۔

محمد شاہ فاروقی کی برار کو روانگی محمد شاہ فاروقی نے جب یہ دیکھا کہ اب کچھ کرنے کا موقع ہے تو اس نے برہان عماد الملک کی دایہ کے لڑکے کو مرحوم بادشاہ (برہان) کا بیٹا مشہور کر کے چھ ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لیا اور برار کی طرف چل دیا جب وہ برار کے قریب پہنچا تو سات آٹھ ہزار پرانے براری ملازم بھی اس کے ہمراہ ہو لیے اس طرح اس کی قوت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔

بادشاہ سے چنگیز خاں کی شکایتیں

صاحب خاں نے چنگیز خاں سے انتقام لینے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب کبھی اسے موقع ملتا وہ بادشاہ سے چنگیز کی برائیاں کرتا اور مرتضیٰ نظام کو اس کے خلاف بھڑکاتا۔ مرتضیٰ نظام صاحب خاں کی باتوں کو قابلِ اعتبار نہ سمجھتا تھا اس سے ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا "چونکہ میں نے تجھے چنگیز خاں کے ہاتھوں سزا دلوائی تھی، اس لیے تو اس سے انتقام لینے کی خاطر مجھے اکساتا رہتا ہے اور مجھ سے اس کی برائیاں کرتا رہتا ہے۔"

صاحب خاں کی نئی چال

ایک روز مرتضیٰ نظام شاہ شراب پیئے ہوئے تھے اور سرور بادہ سے حواس باختہ تھے کہ تنہائی میں صاحب خان نے اس سے حسب معمول چنگیز خاں کے خلاف باتیں کرنی شروع کر دیں، بادشاہ نے اس کے جواب میں وہی بات کہی جو وہ پہلے کہا کرتا تھا، اس پر صاحب خاں نے رونا شروع کر دیا اور کہا "اگر میں چنگیز خاں کا دشمن ہوں اور محض اس دشمنی سے، اصل حقیقت شاہ میرزا اصفہانی سے دریافت کر سکتے ہیں، جو کہ آپ کا ہم وطن ہے"

چنگیز خاں سے بادشاہ کی برگشتگی

مرتضیٰ نظام شاہ نے رات کے وقت شاہ میرزا اصفہانی کو اپنی بارگاہ میں طلب کیا، تا کہ کسی کو اس ملاقات کا علم نہ ہو سکے بادشاہ نے میرزا اصفہانی سے اصل حقیقت کے بارے میں استفسار کیا۔ میرزا نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ صاحب خاں کے تمام بیانات کی تصدیق کی۔ یہ سب کچھ کر کے مرتضیٰ نظام شاہ چنگیز خاں سے برگشتہ ہو گیا، لیکن اتنا برگشتہ نہیں کہ بادشاہ فوراً کوئی اہم قدم اٹھاتا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ صاحب خاں اور شاہ میرزا اصفہانی نے مل کر کوئی سازش کی ہو، کچھ روز تک بادشاہ، اس سلسلے میں سوچتا رہا، آخر کار اس نے چنگیز خاں کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔

چنگیز خاں کا امتحان

ایک روز مرتضیٰ نظام شاہ نے چنگیز خاں سے کہا "میں سفر کی تکالیف اٹھاتے اٹھاتے بہت نڈھال ہو گیا ہوں۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ جلد از جلد احمد نگر واپس چلا جاؤں۔" چنگیز خاں نے جو دشمنوں کی سازش سے بالکل بے خبر تھا اس کے جواب میں عرض کیا۔ "حضور نے اس ملک کو حال ہی میں فتح کیا ہے لہٰذا پانچ چھ ماہ تک آپ کو ضرور یہاں قیام کرنا چاہیے تا کہ یہاں کی رعایا کو آپ کی طرف سے بالکل اطمینان ہو جائے" چنگیز خاں نے بادشاہ سے مزید عرض کیا۔ پانچ چھ مہینے قیام کرنے کے بعد حضور تو احمد نگر تشریف لے جائیں، لیکن مجھے یہیں رہنے کی اجازت دے دیں تا کہ میں اس علاقے کا انتظام کر کے

اور چنگیز خاں کو اس نے بالترتیب چھ لاکھ اور چار لاکھ مظفری (ایک سکہ) بطور رشوت ادا کرکے ان لوگوں سے نجات حاصل کی۔

میرزا اصفہانی کی آمد

اس کے بعد نظام شاہی لشکر برار کی طرف روانہ ہوگیا، اسی زمانے میں قطب شاہ کا حاجب شاہ میرزا اصفہانی مبارک باد دینے کے لیے مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس حاجب کو کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہوگیا کہ مرتضیٰ نظام بیدر کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میرزا اصفہانی نے چنگیز خاں کو لالچ کے دام میں گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا: "قطب شاہ کو یہ پوری پوری امید ہے کہ تم مرتضیٰ نظام شاہ کو بیدر کے فتح کرنے سے باز رکھو گے میں دو لاکھ ہون تمھاری نذر کرتا ہوں تاکہ اس رقم کو تم اپنے لشکر پر صرف کر سکو۔"

چنگیز خاں کی خواہش

اس کے جواب میں چنگیز خاں نے کہا: "سارا نظام شاہی خزانہ اور دولت میرے قبضے میں ہے، اس لیے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی اب میری صرف ایک خواہش رہ گئی ہے کہ امیر برید کو جو میرے راستے کا کانٹا بنا ہوا ہے ٹھکانے لگا دوں تاکہ تمھارے اور ہمارے ملک میں کوئی فاصلہ اور واسطہ نہ رہے اور سب ہم مذہب فرماں روایانِ دکن ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کریں تاکہ شہنشاہ دہلی کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔

صاحب خاں سے سازباز

چنگیز خاں کے اس جواب سے میرزا اصفہانی کو بڑی مایوسی ہوئی اس کے بعد اس نے مرتضیٰ نظام کے مقرب خاص صاحب خاں سے سلسلہ جنبانی کی اور اسے نقد رقم اور جواہرات وغیرہ دے کر اپنا حلیف بنا لیا۔ ایک روز بادہ نوشی کی محفل میں میرزا اصفہانی نے صاحب خاں سے کہا۔ چنگیز خاں چاہتا ہے کہ برار پر قبضہ کرلے اور اس ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے، چونکہ نظام شاہی لشکر کا آدھا حصہ اس کا ممنونِ احسان ہے اس لیے وہ اپنے اس ارادے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو سکتا ہے اس سبب سے چنگیز خاں مرتضیٰ نظام شاہ کو کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنے نہیں دیتا اور جگہ جگہ پھراتا رہتا ہے تاکہ موقع پاکر مطلب براری کرے۔

صاحب خاں اور چنگیز خاں کی مخالفت

صاحب خان نے میرزا اصفہانی کی گفتگو کو حقیقت پر محمول کیا اور وہ چنگیز خاں کے خلاف ہوگیا، انھیں دنوں صاحب خاں سے ایک ناشائستہ حرکت سرزد ہوئی، اس نے شراب پی کر بعض امراء کے ساتھ بڑی گستاخی کی، اس پر چنگیز خاں نے بادشاہ کے حکم سے اسے سخت تنبیہہ کی، اس وجہ سے صاحب خاں چنگیز خاں کا اور زیادہ دشمن ہوگیا اور اس نے اپنی حریفانہ سرگرمیاں بہت شدید کر دیں۔

اصفہانی کو شاہی لشکر سے نکل جانے کا حکم دیا اور خود واپس احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔

نئے تقرر

مرتضیٰ نظام شاہ نے پہلے تو حکیم محمد مصری کو پیشوائی کے عہدے پر سرفراز کیا، لیکن چھ ماہ کے بعد اسے معزول کر کے اس منصب پر قاضی بیگ یزدی کو ۹۸۳ھ ہجری کے شروع میں مقرر کیا۔ میرزا محمد نظیری اور عین الملک کو وزیر بنایا گیا، سید مرتضیٰ شیرازی کو برار کا سپہ لشکر مقرر کیا گیا اور خداوند خاں جیسے معزز سرداروں کے ساتھ اسے برار روانہ کیا گیا۔

بادشاہ کی ایک اہم تقریر

مرتضیٰ نظام شاہ نے قاضی بیگ اور احمد نگر کے دوسرے نامی گرامی امراء اور ارکین سلطنت کو جمع کر کے کہا۔ آپ لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ مجھ میں سلطنت وجہان بانی کی صلاحیت نہیں ہے، میں انصاف اور ظلم میں امتیاز کرنے سے قاصر ہوں کئی دفعہ ایسا ہو چکا ہے کہ میں انصاف کرنے کے ارادے سے ظلم کا مرتکب ہو جاتا ہوں اب میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں اور روز محشر تم سے شہادت طلب کروں گا کہ میں نے قاضی بیگ کو جو صحیح النسب سید ہے اپنا وکیل مطلق مقرر کیا ہے تاکہ یہ سیدزادہ شریعت اور انصاف کے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر رعایا سے اچھا برتاؤ کرے۔

مکمل علیحدگی

اگر کوئی ظالم شخص کسی کمزور و ناتواں مرد سے ایک سوئی بھی ظلم و جبر سے لے گا اور قیامت کے روز مجھ سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا تو میں خداوند باری تعالیٰ کو جواب دوں گا کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ علم نہیں ہے اور مجھے اس کے مواخذہ سے باز رکھا جائے اس کی باز پرس قاضی بیگ سے کی جائے جو میرا وکیل مطلق ہے۔ اگر قاضی بیگ تنہا طور پر خدمت انجام نہ دے تو وہ امین الملک میرزا محمد تقی اور قاسم بیگ کو اپنا شریک کار بنا سکتا ہے۔"

قہر الٰہی کا خوف

میں اس طبیعت کا انسان ہوں کہ ہر دم خدا کے قہر و غضب سے ڈرتا رہتا ہوں میں نے چنگیز خاں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کی وجہ سے بہت زیادہ نادم ہوں، اس لیے میں نے یہ عہد کیا ہے کہ بقیہ عمر گوشہ نشینی میں گزاروں اور دنیا سے بے تعلق ہو کر خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں۔"

گوشہ نشینی

اس تقریر کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور قلعۂ احمد نگر کی اس عمارت میں جو "بغداد" کے نام سے موسوم ہے خلوت نشین ہو گیا، صاحب خاں کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی۔ دو تین ماہ کے بعد مرتضیٰ نظام اور زیادہ تنہائی پسند ہو گیا اور اس نے تمام عورتوں کو قلعے سے نکال کر ایک دوسری عمارت میں منتقل کر دیا۔

بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں" مرتضیٰ نظام شاہ نے جب چنگیز خاں کے منہ سے یہ الفاظ سنے تو اسے چغل خوروں کی باتوں کا یقین آگیا اور وہ اس سے واقعی بدگمان ہوگیا۔

چنگیز خاں کے خلاف سازش

چنگیز خاں کو بادشاہ کی بدگمانی کا اندازہ ہوگیا، لہٰذا اس نے بیماری کا بہانہ کرکے رخصت لے لی اور کئی روز تک دیوان خانۂ شاہی میں حاضری نہ دی، بادشاہ نے حکیم محمد مصری کو علاج معالجے کے لیے چنگیز خاں کے پاس بھیجا اور حکیم سے یہ کہہ دیا کہ زہریلے شربت کے ذریعے چنگیز خاں کا کام تمام کردیا جائے۔

عالمِ نزع میں بادشاہ کے نام خط

چنگیز خاں نے پہلے تو شربت پینے سے انکار کردیا لیکن بعد میں بادشاہ سے اپنی وفاداری کو ثابت کرنے کے لیے یہ زہریلا شربت پی لیا اور جب اس پر نزع کا عالم طاری ہونے لگا تو اس نے بادشاہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا "یہ پروردۂ نعمت جو زندگی کی ساٹھ منزلیں طے کرنے کے بعد سترویں منزل پر پہنچ چکا ہے، آستانہ بوسی کے بعد عرض کرتا ہے، حضور نے میرے لیے جو شربت آبِ حیواں میں ملاکر ارسال فرمایا تھا، اُسے اِس بوڑھے خادم نے بصد ذوق و شوق سامانِ لذت کام و دہن بنالیا ہے اور اب حضور کی وفاداری اور نمک حلالی کا نقشِ دوام اپنے سینے پر لے کر پیوندِ خاک ہونے جارہا ہے خداوند تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے، اب آخری وقت میں اس خادم کی یہ التماس ہے کہ میری لاش کو کربلائے معلیٰ روانہ کردیا جائے اور جس قدر غریب میری ملازمت میں ہیں انھیں آپ شاہی سلحہ داروں میں شامل کرلیں۔"

چنگیز خاں کی ہلاکت

چنگیز خاں نے یہ عریضہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا اور پھر اپنے پلنگ پر لیٹ گیا، دوسرے روز صبح کے وقت اس وفادار امیر نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ یہ واقعہ ۹۷۳ھ ہجری کا ہے۔ چنگیز خاں کی وفات سے لوگوں کے دلوں میں عمادالدین محمود اور خواجہ کاواں کی یاد تازہ ہوگئی۔ چنگیز خاں نے اپنے پیچھے جو سامان چھوڑا اس میں سے شاہ میرزا اصفہانی کے تین چار خط برآمد ہوئے۔ جن سے چنگیز خاں کی نیک نیتی کا اندازہ ہوا۔

بادشاہ کی پشیمانی

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اصل حقیقت سے آگاہی ہوئی تو بہت پشیمان ہوا۔ چنگیز خاں جیسے وفادار اور نمک حلال وزیر کی دائمی مفارقت اس کے لیے سوہانِ روح بن گئی۔ مگر اب وہ کیا کرسکتا تھا۔ تیر تو کمان سے نکل چکا تھا، بادشاہ نے فوراً شاہ میرزا

احمد نگر کو واپسی

اسی دوران میں بادشاہ کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ اکبر بادشاہ سیر و شکار سے فارغ ہو کر واپس اپنے ملک کو چلا گیا ہے۔ مرتضیٰ نظام شاہ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور دولت آباد واپس آگیا، وہاں پہنچ کر اس نے حوض قتلو کے کنارے قیام کیا اور سید مرتضیٰ اور دوسرے امرائے برار کو انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کر کے واپس جانے کی اجازت دی اور خود احمد نگر چلا آیا۔ اس نے پہلے کی طرح حکومت کے تمام کام امیروں کے سپرد کیے اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔

صاحب خاں کا اقتدار

اس زمانے میں صاحب خاں نے بڑا اقتدار حاصل کر لیا، اس کے تمام عزیز اور رشتہ دار امراء کے گروہ میں داخل ہو کر صاحبانِ جاگیر ہو گئے بادشاہ کے مزاج میں بھی وہ پہلے سے کہیں زیادہ دخیل ہو گیا، برسات کے دنوں میں وہ تقریباً چار مہینے تک بادشاہ کے ساتھ بالاگھاٹ میں مقیم رہا، وہاں مرتضیٰ نظام نے قبروں کی زیارت کی اور مرحوم بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے فقراء و مساکین میں بہت سامال اور دولت تقسیم کی۔

امام رضا علیہ السلام کے آستانے کی زیارت کا شوق

اس کے بعد بادشاہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے آستانہ مبارک کی زیارت کا ارادہ کیا اور بغیر کسی کو بتائے ہوئے، یہاں تک کہ صاحب خاں کو بھی مطلع کیے بغیر ہی فقیرانہ لباس زیب تن کیے اپنی قیام گاہ کے پیچھے سے نکل گیا، ایک سپاہی نے جو لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا، بادشاہ کو اس طرح جاتے ہوئے دیکھا اور فوراً امراء کو اطلاع دی۔

وضع فقیرانہ

ارکین سلطنت نے پہلے تو سرپردہ شاہی کو دیکھا، جب بادشاہ وہاں نہ ملا تو وہ اس کے تعاقب میں دوڑے اور بہت ہی منت سماجت کر کے اسے واپس لائے، بادشاہ کی یہ خواہش تھی کہ فقیرانہ لباس ایک ماہ تک پہنے رہے اور تاج و تخت سے کنارہ کش رہے۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔

دنیائے فانی سے نفرت

قاضی بیگ اور میرزا محمد نظیری نے مرتضیٰ نظام سے پوچھا کہ آخر تاج و تخت سے اس قدر نفرت کیوں ہو گئی ہے، بادشاہ نے جواب دیا کہ "اس دنیائے فانی سے متنفر ہونے کے اسباب پوری طرح واضح ہیں، اس لیے ان کا بتانا کوئی ضروری نہیں البتہ اگر دنیا سے محبت کی جائے تو اس کے اسباب بتانے کی ضرورت پڑتی ہے۔"

احمد نگر کو واپسی

یہ کہہ کر مرتضیٰ نظام شاہ خاموش ہو گیا۔ اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ امراء اور ارکینِ سلطنت اسے کسی طرح بھی دنیا ترک نہ کرنے دیں گے، لہٰذا وہ مجبور ہو کر

شاہ قلی کا تقرر

مرتضیٰ نظام نے قلعے کی حفاظت کا کام شاہ قلی کے سپرد کیا جسے شاہ طہماسپ نے برہان نظام کے لیے بھیجا تھا، شاہ قلی کو صلابت خاں کا خطاب دے کر امیروں کی صف میں شامل کیا گیا اور اسے حکم دیا گیا کہ بادشاہ کے محل میں سوائے صاحب خاں کے کسی اور کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔

اکبر بادشاہ سرحد مالوہ پر

۹۸۴ھ ہجری میں جب کہ قاضی بیگ کی وکالت کا زمانہ تھا، مغل بادشاہ اکبر سیر و تفریح کرتا ہوا، مالوہ کی سرحد پر پہنچا۔ جاسوسوں اور مخبروں نے فوراً اس امر کی اطلاع قاضی بیگ کو دی۔ قاضی بیگ نے اس امر سے متعلق مرتضیٰ نظام کو ایک خط لکھا۔ بادشاہ اس خط کو پڑھتے ہی پالکی پر سوار ہوا اور ایک سو کے قریب سواروں کو ساتھ لے کر جن میں صاحب خاں اور صلابت خاں بھی شامل تھے، دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا، جب بادشاہ نہر گنگ کے قریب پہنچا تو اس کے بہی خواہوں کا ایک مختصر سا گروہ اس کے پاس آیا اور کہا: "بادشاہوں کے دشمن زیادہ ہوتے ہیں انھیں تنہا سفر کے لیے نہ نکلنا چاہیے۔ آپ اس وقت ایک بہت بڑے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے جا رہے ہیں، اس بے سروسامانی کے عالم میں آپ کی روانگی مناسب نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ آپ اسی مقام پر ذرا ٹھہر جائیں اور برار اور احمد نگر کے لشکر کا انتظار کریں۔"

مرتضیٰ نظام شاہ کا اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ

مرتضیٰ نظام نے چند روز اس جگہ قیام کیا، اس دوران میں خاصہ کے لشکر کے پانچ چھ ہزار سوار اس کے پاس پہنچ گئے، اس کے بعد بادشاہ نے برار کی فوج کو حاضری کا حکم دیا اور خود اکبر سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا، قاضی بیگ میرزا محمد نظیری اور دیگر امرائے سلطنت نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ بہت پریشان ہوئے، انھوں نے بڑی عاجزی وزاری کے ساتھ مرتضیٰ نظام سے عرض کیا:

امراء کی درخواست

اکبر جیسے عظیم الشان فرماں روائے دہلی سے جنگ کرنا معمولی بات نہیں ہے اور آپ تو پھر مٹھی بھر فوج کو ہمراہ لے کر جا رہے ہیں۔ ہماری ناچیز رائے میں یہی مناسب ہے کہ حضور فی الحال توقف فرمائیں، جب برار کا لشکر اور توپ خانہ آ جائے تو پھر مزید قدم اٹھایا جائے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا جواب

مرتضیٰ نظام شاہ نے امراء کو جواب دیا: "میرے لیے صبر و تحمل سے کام لینا بہت مشکل ہے، میں لشکر خاصہ کے جوانوں کو ساتھ لے کر اکبر بادشاہ پر جلد از جلد حملہ کرنا چاہتا ہوں، فتح اور شکست کا فیصلہ خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔" بادشاہ کا یہ عجیب و غریب جواب سن کر امراء بہت ہی حیران ہوئے۔

اس شخص کو پیغام دیا کہ تم فوراً اپنا نام تبدیل کر لو ورنہ سخت سزا دی جائے گی۔

صاحب خاں اور حسین خاں کی لڑائی

حسین خاں نے صاحب خان کی بات کو قطعاً اہمیت نہ دی اس وجہ سے معاملہ طول کھینچ گیا، صاحب خاں نے پانچ چھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر حسین خاں کے احاطے پر حملہ کر دیا، حسین خاں نے چند سواروں کو ساتھ لے کر صاحب خان کا مقابلہ کیا، لیکن پہلے حملے ہی میں اوّل الذکر کی قلیل جماعت منتشر ہو گئی حسین خاں بڑا باغیرت اور جوشیلا جوان تھا، اس نے اکیلے ہی صاحب خان کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

غریبوں کے قتل کا حکم

حسین خاں نے نشانہ باندھ کر ایک تیر صاحب خاں کی طرف پھینکا یہ تیر صاحب خاں کے ہاتھی کے ماتھے پر لگا ہاتھی چلّاتا ہوا بھاگ نکلا اور درختوں کے درمیان اِدھر اُدھر اُچھلنے کُودنے لگا، صاحب خاں باغ کے اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور کہا" بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے کہ تمام غریبوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بیوی بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا جائے۔

معرکہ آرائی

دکنیوں اور حبشیوں کی تو یہ خواہش تھی ہی کہ غریبوں کو خوب جی کھول کر لوٹا اور مارا جائے متذکرہ بالا حکم سنتے ہی احمد نگر کا ہر چھوٹا بڑا غریبوں کے قتل کے لیے تیار ہو گیا اور دکنیوں کے گروہ کے گروہ بہشت باغ کی طرف روانہ ہو گئے قاضی بیگ، سید مرتضیٰ، میرزا محمد تقی نظیری اور عین الملک نیشا پوری نے خداوند تعالیٰ کی رضا پر صبر کیا، ان کے علاوہ بقیہ تمام غریبوں نے صاحب خاں سے معرکہ آرائی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں، فریقین آمنے سامنے آئے اور صاحب خاں نے ان کو پسپا کر دیا۔

بادشاہ کو اطلاع

اس وقت مرتضیٰ خاں شاہ باغ میں حمام کے اندر چلّے میں بیٹھا ہوا تھا اس نے جو شور و غوغا سنا تو وہ باغ کے بیرونی دروازے پر آیا صاحب خان نے بادشاہ کو آتے دیکھا تو وہ فوراً اس کے پاس آیا اور کہا۔ غریبوں نے بلوہ کر دیا ہے اور آپ کی زندگی کو ختم کرنے کے درپے ہیں، ان کا ارادہ ہے کہ شہزادہ میراں حسین کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔

غریبوں سے جنگ کا حکم

مرتضیٰ نظام شاہ نے صاحب خاں کی بات سُنی اور اس کی تصدیق کے لیے باہر آیا، وہ اصل حقیقت سے تو بالکل بے خبر تھا، اس لیے جب اس نے غریبوں کو مسلح دیکھا تو اسے صاحب خاں کی بات کا یقین آ گیا مرتضیٰ نظام اسی وقت ہاتھی پر سوار ہوا اور دکنی اور حبشی امیروں کو، جو صاحب خاں کے حکم سے جمع ہوئے تھے، حکم دیا کہ غریبوں سے

احمد نگر واپس چلا آیا۔ اس نے "باغ بہشت" میں جو شہر کے شمال میں واقع ہے، قیام کیا۔ قاضی بیگ اور دوسرے اراکین سلطنت نے باغ کے چاروں طرف اپنے خیمے لگوا لیے اور بادشاہ کی حفاظت کرنے لگے۔

صاحب خاں کی بے اعتدالیاں

اس زمانے میں صاحب خان کی بے اعتدالیاں اپنے شباب پر تھیں، وہ شراب پی کر مست ہاتھی پر سوار ہو جاتا تا شہر کے دو تین ہزار لچوں لفنگوں کو ہمراہ لے کر سارے شہر میں چکر لگاتا اور رعیت کی بے عزتی کرتا رہتا۔ اس کے بھائی جلال خاں اور حبیب خاں اگرچہ اسے بہت سمجھاتے تھے لیکن وہ اپنی بُری عادتوں سے باز نہ آتا تھا۔

میر مہدی کے گھر پر حملہ

ایک دن صاحب خاں نے اپنے ساتھیوں کو میر مہدی سلحدار کے گھر بھیجا کہ اس کی بیٹی کو جبراً اٹھا کر لے آئیں۔ میر مہدی نے جب ان غنڈوں کو آتے دیکھا تو اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور کوٹھے پر چڑھ کر تیر و تفنگ سے ان لوگوں کو بھگا دیا، اس کے بعد میر مہدی نے قاضی بیگ اور دیگر امرائے سلطنت سے مدد کی درخواست کی۔ تمام امراء صاحب خاں کی حرکتوں سے واقف تھے اور اسے راہِ راست پر لانے کے خواہاں تھے۔

میر مہدی کا قتل

اسی دوران میں صاحب خاں نے دوبارہ اپنے سوار اور پیادے جو تعداد میں تقریباً دو تین ہزار تھے، میر مہدی کے گھر روانہ کیے، میر صاحب نے حتی الامکان مدافعت کی اور حریف کے تین چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا، لیکن بدمعاشوں کے جم غفیر کے مقابلے پر وہ جم نہ سکے، اس پر مزید ستم یہ ہُوا کہ میر صاحب کے بدطینت بیٹے دشمنوں سے مل گئے اور ان کے لیے مکان کے اندر آنے کا راستہ کھول دیا، بدمعاشوں نے میر صاحب کو قتل کر دیا اور ان کی بیٹی کو زبردستی اٹھا کر صاحب خاں کے پاس پہنچا دیا۔

سید مرتضیٰ سبزواری کی آمد

اواخر ۹۸۵ھ ہجری میں بادشاہ کے حکم کے مطابق سید مرتضیٰ سبزواری برار کے تمام امراء کے ساتھ احمد نگر آئے تاکہ لشکر کا تمام حساب کتاب شاہی بارگاہ میں پیش کریں، انھوں نے "بہشت باغ" کے قریب قیام کیا۔

صاحب خاں کی خودسری

صاحب خان کا اصل نام حسین تھا، اس لیے مرتضیٰ نظام شاہ اور اراکینِ سلطنت اُسے اسی نام سے یاد کیا کرتے تھے، برار سے سید مرتضیٰ کے ساتھ جو لوگ آئے تھے، ان میں ایک شخص کا نام حسین خاں سخت کمان تھا، صاحب خاں نے

میں لے آیا، اس سبب سے صاحب خاں، صلابت خاں کا دشمن ہو گیا۔ صاحب خاں قوت و اقتدار میں صلابت خاں سے کہیں آگے تھا، اس لیے آخر الذکر کو جان کی تشویش ہوئی اور وہ اس خیال سے بگوڑوں کے جنگل میں پناہ گزیں ہو گیا۔

صلابت خاں کی عزت افزائی

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے صلابت خاں کو جنگل سے واپس بلا کر اس کی بڑی عزت افزائی کی، اسے امرائے کبار میں داخل کیا، سرنوبت کا منصب عطا کر کے لشکر خاصہ کو اس کی ماتحتی میں دیا۔

قاضی بیگ کی گرفتاری

اسی دوران میں کچھ ارکین سلطنت نے یہ مشہور کیا کہ قاضی بیگ خائن ہے، اس وجہ سے بادشاہ نے اسے گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا، قاضی بیگ کے دشمنوں نے بادشاہ کو بتایا کہ قاضی نے شاہی خزانے سے دو لاکھ ہون نقد اور ایک لاکھ کی مالیت کے جواہرات چوری کیے ہیں، اس کے علاوہ اس نے دوسرے ذرائع سے جو کچھ حاصل کیا ہے، وہ بھی کچھ کم نہیں ہے، اگر آپ حکم دیں تو قاضی سے یہ رقم فوراً نکلوا سکتے ہیں۔

قاضی بیگ کے بارے میں بادشاہ کی رائے

بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا۔ میں جانتا ہوں کہ قاضی بیگ بد دیانتی کے قعر مذلت میں گر گیا ہے، اور اس نے دنیا کی انتہائی پست اور حقیر چیزوں کے لیے شاہی میں غبن کا ارتکاب کیا ہے، لیکن یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کہ اس سے یہ ساری رقمیں اور اشیاء واپس لی جائیں کیونکہ سید زادہ ہے اور کسی سید زادے سے بہ جبر کچھ واپس لینا ٹھیک نہیں، اس نے جو کچھ بد دیانتی سے حاصل کیا ہے، میں وہ بخوشی اس کو عطا کرتا ہوں، اب بہتر یہی ہے کہ قاضی بیگ کو قید خانے سے نکال کر مع بال بچوں اور مال و اسباب کے اسے اس کے وطن روانہ کر دیا جائے۔

صلابت خاں کا اقتدار

فوراً حکم شاہی کی تعمیل کی گئی، پیشوائی کے منصب پر اسد خاں ترک کو فائز کیا گیا، لیکن یہ منصب اب صرف نام ہی نام کا تھا تمام قوت و اقتدار کا مالک صلابت خاں تھا، صاحب خاں کی ذلت و رسوائی اپنے عروج پر تھی، لیکن وہ ابھی یہی سمجھتا تھا کہ بادشاہ اس پر پہلے کی طرح مہربان ہے، صلابت خاں ذرا سخت گیر انسان تھا، اس کی کارروائیوں سے عاجز آ کر صاحب خاں اپنے دو تین ہزار ساتھیوں اور ان گنت ہاتھیوں کے ہمراہ احمد نگر سے باہر چلا گیا۔

جنگ کی جائے۔

غریب اُمراء کی روانگی

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر مرتضیٰ خاں اور قاضی بیگ وغیرہ نے غریبوں کو یہ پیغام دیا "اس وقت بادشاہ خود میدان میں آرہا ہے اس لیے اب لڑائی کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اگر ایسا ہُوا تو یہ امر بادشاہ کی وفاداری اور پاسِ اَدب سے بعید ہے، غریب امراء چینتائی خاں، اوزبک خاں، حسین خاں وغیرہ اسی وقت اپنے گھوڑوں سے اُتر پڑے انھوں نے دُوری سے بادشاہ کو بڑے ادب سے سلام کیا اور دوبارہ سوار ہو کر عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

غریبوں کا قتلِ عام

صاحب خاں اپنے بھائیوں اور دیگر ساتھیوں کو لے کر شہر میں داخل ہُوا اور مکانوں اور مختلف جگہوں پر چھپے ہوئے غریبوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا، ان بے چاروں کی عورتوں، بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا، یہ رنگ دیکھ کر قاضی بیگ اور سیّد مرتضیٰ نے صلابت خاں سے کہا: "اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے، جس طرح بھی ہو، ہمارا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچاؤ"۔

ارکینِ سلطنت کا عریضہ

صلابت خاں نے ان لوگوں سے عریضہ لے لیا اور شاہی بارگاہ کی طرف چل دیا، صاحب خاں اس وقت وہاں موجود نہ تھا اس لیے صلابت خاں کو اچھا موقع مل گیا اور وہ بادشاہ کا خاصہ پہنچانے کے بہانے سے باغ کے اندر داخل ہو گیا۔ بادشاہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ کر اس نے ذرا اونچی آواز سے بادشاہ کو دعا دی بادشاہ نے اس کی آواز پہچان لی۔

بادشاہ کی اصل حقیقت سے آگاہی

صلابت خاں اس وقت خلافِ معمول بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہُوا تھا، اس لیے مرتضیٰ نظام نے یہ سمجھا کہ کوئی غیر معمولی حادثہ وقوع پذیر ہُوا ہے۔ بادشاہ نے حمام کے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر صلابت خاں کو آواز دی صلابت خاں نے اسکے جواب میں امرائے سلطنت و ارکینِ حکومت کا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا، اور اس کے بعد زبانی تمام حالات بادشاہ کے گوش گذار کیے، یہ سب کچھ سُن کر مرتضیٰ نظام شاہ بہت حیران ہُوا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ فوراً صاحب خاں کو شہر سے بلا کر لائے اور غریبوں پر ظلم و ستم نہ ہونے دے۔

صلابت خاں کا فرار

صلابت خاں نے فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی اور صاحب خاں کو شاہی بارگاہ

کا پیغام دیا اور اپنی بارگاہ میں طلب کیا۔

صاحب خاں کی پٹن کو روانگی

یہ سب امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صاحب خاں کو جب صلابت خاں کی آمد کی خبر ملی تو وہ بہت آزردہ ہوا اور اس سے پہلے کہ صلابت خاں شہر میں داخل ہوتا، صاحب خاں اپنے سپاہیوں اور رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے اس بار صاحب خاں کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور احمد نگر پہنچ کر سارے شہر میں گشت لگایا۔

شہزادہ برہان کی شکست اور فرار

دوسرے روز شہزادہ برہان باغ بہشت کے قریب پہنچا مرتضیٰ نظام شاہ ایک ہاتھی پر سوار ہو کر کالا چبوترہ کے قریب کھڑا ہو گیا، بادشاہ نے اسد خاں اور دوسرے امیروں کو توپ خانے کے ساتھ شہزادے کے مقابلے پر روانہ کیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی، شہزادہ برہان مغلوب ہوا اور شکست کھا کر برہان پور کی طرف چلا گیا۔

صاحب خاں کی طلبی

مرتضیٰ نظام شاہ کامیاب و کامران شہر میں داخل ہوا اور پھر خلوت نشیں ہو گیا، اس نے برار کے سرلشکر سید مرتضیٰ کے نام فرمان روانہ کیا۔ کہ "صاحب خاں کو ہر طرح سے مطمئن کر کے میری بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ اگر وہ یہاں آنے سے انکار کرے تو پھر اسے قتل کر دیا جائے۔ اور اس کے ہاتھی، گھوڑے میرے پاس بھجوا دیئے جائیں۔"

صاحب خاں کا قلعہ رنجی پر حملہ

صاحب خاں اِدھر اُدھر گھومتا ہوا اعنبر نامی قصبے میں پہنچا، اس نے بحری خاں قزلباش کو جو برار کے اُمراء میں سے تھا اور قلعہ رنجی میں رہتا تھا، پیغام دیا کہ وہ اپنی بیٹی صاحب خاں کے ساتھ بیاہ دے، بحری خاں نے جواب دیا "مرغ فروش کے بیٹے کی یہ بساط کہ وہ امراء سے قرابت قریبہ پیدا کرنے کا خواہاں ہے۔" یہ جواب سن کر صاحب خاں سخت غصے میں آیا اور قلعہ رنجی پر حملہ کر دیا۔

بحری خاں کا فرار

بحری خاں کے پاس لشکر زیادہ نہ تھا، اس وجہ سے وہ صاحب خاں کا مقابلہ نہ کر سکا اور معرکہ آرائی سے کنارہ کش ہو کر جالنہ کی طرف بھاگ گیا اور حمید خاں شیرازی کے مشورے کے مطابق اس نے اپنی گلو خلاصی کے لیے ایک عریضہ روانہ کیا۔

صاحب خاں کے خلاف کارروائی

سید مرتضیٰ کو بادشاہ کا متذکرہ بالا فرمان مل چکا تھا، اس نے خداوند خاں اور دوسرے چند امیروں کو اس کام پہ متعین

صاحب خاں بیدر میں

مرتضیٰ نظام شاہ کو صاحب خاں کی روانگی سے تشویش ہوئی، اس نے سوچا اگر صاحب خاں کو لانے کے لیے لشکر روانہ کیا گیا اور صاحب خاں نے سرکشی و سرتابی سے کام لیا تو معاملہ بگڑ جائے گا لہٰذا وہ خود ہی پالکی میں سوار ہوکر صاحب خاں کے پیچھے روانہ ہُوا۔ صاحب خاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہُوا احمد آباد بیدر تک جا پہنچا، جب وہ قلعے کے قریب پہنچا تو اہلِ قلعہ نے دروازے بند کر لیے اور نو واردوں پر توپیں چھوڑ دیں۔ اس وجہ سے صاحب خاں کی فوج کا ایک حصّہ تباہ ہوگیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور صاحب خاں کی ملاقات

اسی اثنا میں مرتضیٰ نظام بھی صاحب خاں کے پاس پہنچ گیا، صاحب خاں نے بادشاہ سے کہا: "میں دو شرطوں پر احمد نگر چلنے کو تیار ہوں، اوّل یہ کہ صلابت خاں کو شاہی بارگاہ سے علٰحدہ کر دیا جائے اور دوسرے یہ کہ بیدر کو علی برید کے قبضے سے نکال کر میرے حوالے کر دیا جائے۔

بیدر کا محاصرہ

مرتضیٰ نظام شاہ یہ نہ چاہتا تھا کہ صاحب خاں کی دل شکنی ہو، لہٰذا اس نے ان شرطوں کو تسلیم کر لیا، بادشاہ نے پہلے تو صلابت خاں کو امورِ سلطنت سے علٰحدہ کر کے اس کی جاگیر (قصبۂ بیڑ) پر روانہ کر دیا، اس کے بعد بیدر کا محاصرہ کر لیا۔ علی برید نے عادل شاہ سے مدد کی درخواست کی عادل شاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور ایک ہزار سوار اس کی مدد کے لیے روانہ کیے۔

نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ شہزادہ برہان، جو قلعے میں نظر بند تھا راہِ فرار اختیار کر کے احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا ہے۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے قطب شاہ کے سرِ لشکر میرزا یادگار کندی کو سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بیدر ہی میں چھوڑا اور خود صاحب خاں کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا۔

کچھ ہی دنوں میں عادل شاہی فوج بیدر میں پہنچ گئی قطب شاہی سپاہی یونہیں ادھر اُدھر کے بہانے کر کے گولکنڈہ کی طرف چلے گئے اور میرزا یادگار محاصرے میں مصروف ہوگیا۔

شہزادہ برہان احمد نگر میں

جب شہزادہ برہان احمد نگر پہنچا تو وہ دس بارہ ہزار لوگ جو صاحب خاں سے سخت بیزار تھے، شہزادے کے گرد جمع ہو گئے، یہ صورتِ حال دیکھ کر مرتضیٰ نظام بہت پریشان ہُوا، اس نے صلابت خاں اور لشکرِ خاصہ کے دوسرے امیروں کو جو صاحب خاں کے برتاؤ سے سخت نالاں تھے، امن و اطمینان سے رہنے اور کوئی فکر نہ کرنے

چند سال اس نے بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بسر کیے، اس دوران میں دو تین مرتبہ اکبر بادشاہ کا قاصد احمد نگر آیا اور خوش و خرم واپس گیا

صلابت خاں کی خوش انتظامی

صلابت خاں نے ملک کا انتظام ایسا عمدہ کیا تھا کہ تجار بغیر کسی خوف و خطر کے سفر کیا کرتے تھے، مرہٹواری میں سلطان محمد علاؤ الدین کے بعد، صلابت خاں سے زیادہ کسی شخص نے رعایا کی فلاح و بہبود اور ملک کی خوش حالی کے لیے کام نہ کیا۔ اس نے خواجہ نعمت اللہ طہرانی اور خواجہ عنایت اللہ جیسے معزز لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ممالک محروسہ میں مسلسل گشت لگاتے رہیں اور چوروں اور ڈاکوؤں وغیرہ کے دفیعے کی ہر ممکن تدبیر کریں اس سلسلے میں یہ اجازت دی گئی کہ اگر کوئی شخص حقیر سے حقیر شئے کے چرانے کا بھی مرتکب ہوا ہو تو قتل کر دیا جائے۔

عمارات کی تعمیر کا شوق

صلابت خاں نے شہر میں باغات لگوانے اور عمارات کی تعمیر کی طرف بھی بہت توجہ کی۔ اس کے عہد کی بنوائی ہوئی عمارتوں میں "فرح بخش" بہت مشہور ہے، اس عمارت کی تعمیر اصل میں چنگیز خاں کے عہد میں شروع ہوئی تھی اور نعمت خاں سمنانی کی نگرانی میں ۹۰۲ھ ہجری میں تکمیل ہوئی۔ ایک بار بادشاہ اس باغ اور عمارت کی سیر کے لیے آیا، اسے یہ باغ اور عمارت پسند نہ آئی اس نے نعمت خاں سمنانی کو باغ کی نگرانی سے علیحدہ کر کے صلابت خاں کو یہ عمارت از سر نو بنانے کا حکم دیا۔

"فرح بخش" کی تعمیر نو

اس عمارت پر بہت رقم صرف ہوئی تھی، لیکن نظام شاہ کے حکم کے مطابق اسے مسمار کر کے از سر نو تعمیر کروایا گیا، صلابت خاں نے انتہائی توجہ اور مستعدی سے اپنی نگرانی میں اس عمارت کو بنوایا، احمد مرتضیٰ خاں انجو نے اس عمارت کی تعریف میں چند بہترین اشعار نظم کیے۔ ۹۹۱ھ ہجری میں اس عمارت سے ملحقہ باغ مکمل ہو گیا، اس کی تکمیل پر ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا گیا۔ ملک کے معززین کو اس جشن میں مدعو کیا گیا اور انھیں انعام واکرام سے نوازا ملا ملک قمی نے اس موقع پر بادشاہ کی شان میں ایک قصیدہ کہا جو زبان زد خاص و عام ہے۔

عادل شاہی علاقوں پر قبضے کا خیال

۹۸۹ھ ہجری میں علی عادل شاہ کے قتل کا حادثہ بھی وقوع پذیر ہوا۔ اور اس کا بھتیجا ابراہیم عادل نو سال کی عمر میں تاج و تخت کا مالک ہوا، صلابت خاں نے سوچا کہ عادل شاہی علاقوں کو فتح کرنا اب آسان ہے لہٰذا اس نے نظام شاہ سے بعض عادل شاہی خطوں پر قبضہ کرنے کی اجازت طلب کی، بادشاہ نے

کیا کہ وہ صاحب خاں کو سمجھا کر احمد نگر لے آئیں، سید مرتضیٰ نے خداوند خاں سے چوری چھپے یہ بھی کہا کہ "صاحب خاں کی فتنہ پردازیوں کی وجہ سے ہر شخص جان بلب ہے، بہتر یہی ہے کہ تم کسی نہ کسی ترکیب سے اس کا کام تمام کر دو تاکہ خلقِ خدا مطمئن ہو جائے۔ خداوند خاں بھی اس سے آملے اور یہ سب لوگ صاحب خاں کی طرف روانہ ہوئے۔

صاحب خاں سے امیروں کی ملاقات

صاحب خاں کا بُرا وقت آچکا تھا اس لیے اس نے متذکرہ بالا امرا کی آمد کو کوئی اہمیت نہ دی اور جس جگہ ٹھہرا ہوا تھا، وہیں ٹھہرا رہا۔ یہ لوگ اس کی قیام گاہ کے قریب پہنچے اور سرپردہ کے باہر کھڑے ہو کر ازراہِ مذاق کہا "ہم لوگ بادشاہ کے حکم کے مطابق یہاں آئے ہیں، اگر اجازت ہو تو سلام کے لیے حاضر ہوں۔" صاحب خاں اس وقت شراب پی رہا تھا، اس نے امیروں کو اندر اپنے پاس بُلا لیا۔

صاحب خاں کا قتل

یہ سب امیر چونکہ مسلح تھے، اس لیے ان کو دیکھ کر صاحب خاں بہت پریشان ہوا، اس پریشانی کو چھپانے کے لیے فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اور بڑے تپاک کے ساتھ ان امیروں سے ملنے لگا۔ باری باری وہ تمام امیروں سے بغل گیر ہوا۔ جب خداوند خاں کی باری آئی تو اس نے صاحب خاں کے جسم کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کے پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اس پر خداوند خاں نے ایک چال چلی اور کہا صاحب خاں میرا گلا گھونٹ رہا ہے" یہ بات غلط تھی لیکن چونکہ خداوند خاں کو اپنا مقصد حاصل کرنا تھا، اس لیے اسے یہ بات کہنی پڑی۔ اس نے صاحب خاں کو زمین پر دے مارا اور پھر اپنا خنجر نکال کر اس کا کام تمام کر دیا۔ صاحب خاں کے بھائیوں اور رشتہ داروں وغیرہ نے جب یہ عالم دیکھا تو انھوں نے فوراً راہِ فرار اختیار کی۔

بادشاہ کے نام سیّد مرتضیٰ کا عریضہ

خداوند خاں اس بدکار کا کام تمام کرنے کے بعد سیّد مرتضیٰ کے پاس آیا اور اسے تمام روداد سنائی، سیّد مرتضیٰ نے بادشاہ کے نام ایک عریضہ ارسال کیا اور اس میں تحریر کیا کہ میں نے حضورِ والا کے حکم کے مطابق چند امرا کو صاحب خاں کے پاس بھیجا تھا، تاکہ وہ اسے احمد نگر روانہ کر دیں، مگر صاحب خاں نے کوتاہ اندیشی اور کج فہمی سے کام لیا اور ان امیروں سے معرکہ آرائی کی۔ آخر اس ہنگامے میں وہ مارا گیا، چونکہ تمام احمد نگر کی رعایا صاحب خاں سے نالاں تھی، اس لیے یہ خبر سُن کر سبھی کو خوشی ہوئی، لوگوں نے بادشاہ کو بھی اچھی طرح سمجھا بجھا دیا، لہٰذا اس نے صاحب خاں کے قتل کے سلسلے میں کسی سے باز پُرس نہ کی۔

اس واقعے کے بعد صلابت خاں بغیر کسی روک ٹوک کے سلطنت کے ملکی و مالی امور کو انجام دینے لگا۔

تھا شکستہ دل ہو کر علیحدہ ہو گیا، سید مرتضیٰ نے شاہ میرزا اصفہانی سے جو قطب شاہ کا وکیل السلطنت تھا، بات چیت کر کے محمد قلی قطب شاہ کو طلب کر لیا اور اس طرح قطب شاہیوں کی مدد سے قلعہ شاہ درک کا محاصرہ کر لیا، سید مرتضیٰ اس قلعے کے لیے پانچ چھ ماہ تک دشمن سے لڑتا رہا۔

محمد آقا ترکمان کی ثابت قدمی

خداوند خاں اور بحری خاں نے اس زمانے میں اپنی مردانگی کے جواہر خوب دکھائے اور ان کی بہادری کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی۔ قلعہ شاہ درک کے تھانیدار محمد آقا ترکمان نے دشمن کی مدافعت کی پوری پوری کوشش کی اور قلعے کی حفاظت کے لیے دل و جان سے کوشاں رہا۔ نظام شاہ اور قطب شاہ نے محمد آقا ترکمان کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی اور آقا ترکمان حسب معمول اپنے محاذ پر ڈٹا رہا۔

بیجاپور کی فتح کا خیال

روزانہ قطب شاہ اور نظام شاہ کے اَن گنت سپاہی معرکہ آرائی میں کام آتے تھے، یہ عالم دیکھ کر یہ دونوں فرماں روا محاصرے کی طوالت سے پریشان ہوئے، انھوں نے آپس میں طے کیا کہ شاہ درک کی بجائے بیجاپور کا محاصرہ کرنا چاہیئے۔ جب دارالسلطنت کو فتح کر لیا جائے گا تو پھر دوسرے علاقوں پر قبضہ کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

بیجاپور کا محاصرہ اور ناکامی

نظام شاہ اور قطب شاہ بیجاپور کی طرف چل دیئے، بیجاپور ان دنوں عادل شاہی امراء کی باہمی چپقلشوں کی وجہ سے انتشار اور ابتری کا مرکز بنا ہوا تھا، اس وجہ سے کسی نے بھی دشمن کے دفیعے کی کوشش نہ کی، اتحادیوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ بیجاپور کا محاصرہ کر لیا، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے یہ محاصرہ ایک مدت تک قائم رہا لیکن "اتحادیوں" کو کامیابی نہ ہوئی، آخر کار نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں نے اپنے اپنے علاقے کا رُخ کیا۔

شہزادہ حسین کی شادی کی بات چیت

۹۲۲ھ ہجری میں صلابت خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے حکم سے قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی نظیری وغیرہ امراء کو بیجاپور روانہ کیا تاکہ یہ لوگ ابراہیم عادل شاہ سے مل کر اس کی بہن اور شہزادہ حسین کی شادی کے لیے سلسلہ جنبانی کریں۔

جمشید خاں کو بیجاپور جانے کا حکم

اسی دوران میں جمشید خاں سے یہ کہا گیا کہ وہ مع اپنی فوج کے قاسم بیگ کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہو جائے۔ جمشید خاں

اجازت دے دی اس نے اپنے چرکسی غلام بہزاد الملک کو سپہ سالار مقرر کیا اور امیر الامراء سید مرتضیٰ کو مع ایک زبردست لشکر کے بہزاد الملک کے ساتھ روانہ کیا، بہزاد نے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اس مہم کو سر کرنے کے لیے سفر کا آغاز کیا۔

فریقین کا آمنا سامنا

نظام شاہی لشکر جب شاہ درک کے قریب پہنچا تو عادل شاہی امراء مقابلے کے خیال سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوئے۔ دونوں لشکر پورے ایک مہینے تک ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے، آخر کار عادل شاہیوں کو یہ اطلاع مل گئی، کہ مرتضیٰ خاں بہزاد الملک کی سپہ سالاری سے خوش نہیں ہے، اس لیے وہ معرکہ آرائی میں بہزاد کی مدد سے گریز کرے گا۔

عادل شاہیوں کا حملہ

عادل شاہی امیروں نے اپنے لشکر کو درست کیا اور رات گئے اپنی قیام گاہ سے باہر نکلے، اس وقت تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی تھی اور نظام شاہی لشکر غفلت و بے خبری کے نشے میں سرشار تھا، عادل شاہیوں نے جنگ کا نقارہ بجوا دیا، موسم کی خوش گواری کو دیکھتے ہوئے بہزاد الملک نے شراب کی محفل گرم کر رکھی تھی، اس نے جونہی نقارے کی آواز سنی وہ خوف زدہ ہو کر باہر نکل آیا، اس سے پہلے کہ لشکر اور سردارانِ لشکر اس کے گرد جمع ہوئے دشمن نے اس پر حملہ کر دیا، دشمن نے بہزاد الملک کے ایک سو پچاس ہاتھی گرفتار کر لیے اور نظام شاہی سپاہیوں کو خوب پامال و برباد کیا۔

سید مرتضیٰ کا خط صلابت خاں کے نام

سید مرتضیٰ، بہزاد الملک سے کچھ فاصلے پر ٹھہرا ہوا تھا، اس نے اس دوری کو بہانہ بنا کر بہزاد کی کچھ مدد نہ کی اور صلابت خاں کو اس مضمون کا ایک خط لکھا" بہزاد الملک نے جنگ شروع کرنے میں بڑی عجلت سے کام لیا ہے، اس نے اپنے بہی خواہوں کا قطعاً انتظار نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا، خیر کوئی بات نہیں، میں عنقریب اس شکست کا بدلہ لوں گا۔

سیّد مرتضیٰ کی سپہ سالاری

صلابت خاں نے سیّد مرتضیٰ کو سپہ سالاری کے عہدے پر فائز کر دیا، سیّد مرتضیٰ اس عزت افزائی سے بہت خوش ہوا۔ اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہو گیا اسی اثناء میں ابراہیم قطب شاہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا محمد قلی قطب شاہ تخت نشین ہوا۔

قلعہ شاہ درک کا محاصرہ

اس واقعے سے قطب شاہی لشکر جو نظام شاہیوں کی مدد کے لیے آیا ہوا

جائے، یہ فتنہ پرداز سب سے پہلے صلابت خاں کو قتل کرنا چاہتے تھے، تاکہ دیگر اقدامات میں آسانی پیدا ہو جائے جس روز دشمنوں نے صلابت خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، اسی دن صلابت کو اس کی اطلاع پہنچ گئی اور برہان شاہ جس طرح فقیرانہ لباس میں آیا تھا، ویسے ہی لوٹ گیا اور کوکن کی طرف بھاگ گیا، کوکن میں قیام کرنا چونکہ اس کے لیے خطرے کا سبب تھا، اس لیے وہ بھی سید مرتضیٰ کی طرح اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

میراں حسین کی شادی

سید قاسم اور میرزا محمد تقی جس کام کے لیے بیجاپور روانہ ہوئے تھے، وہ پورا ہوا اور عادل شاہ کی بہن کو شہزادہ میراں حسین کے ساتھ بیاہ کر وہ احمد نگر میں لے آئے۔

بادشاہ اکبر کا تسخیر دکن کا ارادہ

اسی سال بادشاہ اکبر نے دکن کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، اس نے مالوہ کے حاکم خان اعظم کو جو اس کا رضاعی بھائی تھا، سپہ سالار مقرر کیا اور سید مرتضیٰ اور برہان شاہ وغیرہ کے ساتھ دکن کی طرف روانہ کیا، اس لشکر نے نظام شاہی علاقے کی طرف پیش قدمی کی۔

چاند بی بی کی احمد نگر میں آمد

اسی دوران میں علی عادل شاہ کی بیوی، چاند بی بی سلطان اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کرنے کے لیے احمد نگر میں آئی۔

صلابت خاں نے عادل شاہ کے وکیل السلطنت دلاور خاں کو پیغام دیا کہ حسین نظام شاہ نے قلعہ شولاپور چاند بی بی کے جہیز میں علی عادل کو دیا تھا، اب علی عادل کا انتقال ہو چکا ہے اور چاند بی بی بیوہ ہو گئی ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم متذکرہ قلعہ ہمیں واپس کر دو۔

قلعۂ شولاپور کی واپسی کا مطالبہ

دلاور خاں نے صلابت خاں کی بات ماننے سے انکار کر دیا جس کا ثانی الذکر کو بہت زیادہ افسوس ہوا، اس نے عادل شاہ کی بہن اور شہزادہ میراں حسین کو دولت آباد بھجوا دیا، اور یہ حکم صادر کیا کہ قلعہ شولاپور کی واپسی کے بعد جشنِ عقد منعقد کیا جائے، اگر قلعہ واپس نہ ملے تو یہ جشن موقوف کر دیا جائے۔

میرزا نظیری سپہ سالار کے عہدے پر

اکبری لشکر کی خبر جب احمد نگر میں پہنچی تو صلابت خاں نے بہادری اور جوان ہمتی سے کام لیتے ہوئے میرزا محمد تقی نظیری کو سپہ سالار مقرر کر دیا، میرزا نظیری برہان پور گیا اور راجہ علی خاں سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے اسے نظام شاہی بہی خواہوں میں شامل کر لیا۔

نے اس کے جواب میں کہا "میں سید مرتضیٰ کی ماتحتی میں ہوں لہٰذا میں اس سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھا سکتا ہوں۔ جمشید خاں نے سید مرتضیٰ سے مشورہ کیا سید نے کہا "نظام مرتضیٰ شاہ نے مجھ سے کہہ رکھا ہے کہ جو فرمان اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہ ہو۔ وہ واجب التعمیل نہیں ہے، چونکہ یہ فرمان بھی بادشاہ کا لکھا ہوا نہیں ہے، اس لیے میں اس پر عمل کرنا مناسب نہیں سمجھتا اور تمھیں بیجاپور جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

سید مرتضیٰ اور صلابت خاں کے اختلافات

جمشید خاں نے صلابت خاں کو بتایا کہ وہ تعمیل حکم سے مجبور ہے، صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں اختلافات بڑھتے رہے اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسی سال سید مرتضیٰ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ صلابت خاں کی سرزنش کے لیے احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ صلابت خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ مدافعت کے لیے مستعد ہوا اور مرتضیٰ نظام شاہ کو باغِ بہشت سے نکال کر باغ فرح بخش میں لے آیا۔

نئی دوستی

بادشاہ کو "بغداد" نامی عمارت میں ٹھہرایا گیا اور ایک خوش شکل اور جمال پیکر شخص فتحی شاہ کو جو چوسر اور شطرنج میں بڑا ماہر تھا، بادشاہ کا مصاحب مقرر کیا گیا، بادشاہ اس شخص سے بہت متاثر ہوا اور اس کے ساتھ ایسا بے تکلف ہو گیا کہ اسے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا لیا۔

صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں جنگ

اسی اثناء میں سید مرتضیٰ ایک زبردست فوج لے کر احمد نگر کے پاس پہنچا اور چبوتڑے کے قریب قیام پذیر ہوا صلابت خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کو سمجھا بجھا کر دشمن کا مقابلہ کرنے کی اجازت حاصل کر لی، صلابت نے شہزادہ میراں حسین کو ساتھ لے کر جنگ کی۔ سید مرتضیٰ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا، وہ اپنے ہاتھی گھوڑے اور تمام مال و اسباب میدانِ جنگ ہی میں چھوڑ کر برار کی طرف بھاگ گیا، مگر اس کے لیے برار میں قیام کرنا بھی مشکل ہو گیا، کیونکہ صلابت خاں اس کے تعاقب میں بہت سرگرم تھا، آخر کار سید مرتضیٰ برہان کے راستے سے دکن سے باہر چلا گیا اور مغل بادشاہ اکبر کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول اور صلابت خان کو قتل کرنے کی کوشش

اسی سال کچھ فتنہ پردازوں نے شہزادہ برہان کو فقیروں کے لباس میں احمد نگر لانے کا ارادہ کیا تاکہ مرتضیٰ نظام کو معزول کر کے شہزادے کو تخت نشین کیا

نقلی مالائیں

بادشاہ نے دوبارہ حکم صادر کیا، اس بار صلابت خاں نے امراء اور ارکین سلطنت کے مشورے سے یہ کہا کہ متذکرہ مالائیں تو خزانے ہی میں رہنے دیں لیکن ان سے ملتی جلتی دو اور مالائیں فتحی شاہ کو دے دیں، چند روز کے بعد فتحی شاہ کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی اور اس نے سارا معاملہ بادشاہ کے گوش گذار کیا، یہ سُن کر بادشاہ بہت غصے میں آیا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ شاہی خزانے کے تمام جواہرات کو صندوقوں سے نکال کر فلاں محل میں آراستہ کیا جائے تاکہ ان کا معائنہ کیا جا سکے۔

جواہرات کا معائنہ

صلابت خاں سمجھ گیا کہ اس حکم سے بادشاہ کا مقصد کیا ہے، اس نے متذکرہ بالا مالاؤں اور بعض دیگر بیش قیمت اور نایاب جواہرات کو تو چھپا لیا اور بقیہ تمام جواہرات بادشاہ کے حسبِ خواہش ایک محل میں آراستہ کر دیئے، بادشاہ معائنے کے لیے آیا اس نے تمام لوگوں کو علٰحدہ کر دیا اور فتحی شاہ کو ساتھ لے کر محل کے اندر داخل ہوا۔

جواہرات نذرِ آتش

مرتضیٰ نظام شاہ نے جب دیکھا کہ متنازع فیہ مالائیں اور بہت سے دیگر جواہرات موجود نہیں ہیں تو اس نے تمام موجود جواہرات کو اعلیٰ قسم کے کپڑوں میں لپیٹ کر فرش پر رکھا اور انھیں آگ لگا دی اور خود محل سے باہر چلا آیا، جو امراء ان جواہرات کی حفاظت پر مامور تھے، بادشاہ کے جانے کے بعد وہ محل کے اندر گئے تو انھیں سوائے آگ کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ انھوں نے جلد از جلد آگ بجھائی اور جواہرات اور مرصّع آلات اس آگ سے نکال لیے نقصان زیادہ نہ ہوا تھا، سوائے مروارید کے باقی تمام اشیاء آگ سے محفوظ رہیں۔

بادشاہ کا لقب "دیوانہ"

بادشاہ کی اس عجیب و غریب حرکت پر لوگوں کو سخت تعجب ہوا اور انھوں نے اس واقعے کو بادشاہ کے پاگل پن سے تعبیر کیا اس واقعے کے بعد خاص و عام میں بادشاہ "دیوانہ" کے لقب سے مشہور ہو گیا۔

شہزادہ میراں حسین کے قتل کا ارادہ

کچھ فتنہ پردازوں اور نامعتبر لوگوں نے بادشاہ سے ایک بار کہا کہ ارکین سلطنت نے یہ طے کیا ہے کہ "آپ کو بادشاہت سے معزول کر کے شہزادہ میراں حسین کو تخت نشین کیا جائے"، یہ بات سن کر مرتضیٰ نظام کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ اپنے بیٹے کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا، بادشاہ نے شہزادہ میراں حسین کو گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن صلابت خاں نے کچھ ایسا انتظام کر دیا کہ میراں حسین اپنے باپ کے ہاتھ نہ آسکا۔

مقابلے کی تیاریاں

عزیز کوکہ کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خان کے پاس بھیجا اور اسے نظام شاہیوں کی مدد کرنے سے منع کیا، نیز اپنا مددگار بنانے کی خواہش کا اظہار کیا، اس کوشش کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور فتح اللہ شیرازی ناکام و نامراد واپس آگیا، اس میں اور شہاب الدین احمد میں بہت زیادہ مخالفت تھی، میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں، خاں اعظم کے مقابلے پر آئے اور اکبری علاقے میں داخل ہو کر مالوہ اور دکن کے ایک سرحدی مقام "بھنڈیہ" میں قیام پذیر ہوئے۔

عزیز کوکہ کی واپسی

چند روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹے رہے، لیکن کسی نے لڑائی کی پہل نہ کی، آخر عزیز کوکہ نے جنگ کے خیال کو ترک کیا، اور راتوں رات یہاں سے کوچ کر کے اجنبی اور غیر معروف راستے سے ایلچ پور اور بالاپور میں داخل ہوگیا اور شہروں کو تباہ و برباد کرنے میں مصروف ہوا۔

معاملے کا خاتمہ

میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں کو جب عزیز کوکہ کی روانگی کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس کا تعاقب کیا، اس صورتِ حال کے پیشِ نظر خاں اعظم اس علاقے میں قیام نہ کر سکا اور ندربار کی طرف سے واپس مالوہ چلا گیا، راجہ علی خاں نے برہان پور اور میرزا محمد تقی نے احمد نگر کا راستہ لیا، اکبر بادشاہ کو دوسری بہت سی مہمات درپیش تھیں دوسرے دکنی فرماں روا قوت و شوکت کے لحاظ سے کچھ ایسے گئے گزرے نہ تھے، اس لیے اکبر نے دکن کے معاملے میں، خاموشی اختیار کر لی۔

فتحی شاہ کا اقتدار

ان دنوں فتحی شاہ نے مرتضیٰ نظام کے مزاج میں بہت دخل حاصل کر لیا اور اور اس پر پوری طرح حاوی ہوگیا، اس نے بادشاہ سے چند علاقے بھی بطور جاگیر کے حاصل کر لیے۔ فتحی شاہ جب کبھی جواہرات یا نقد رقم کی خواہش کرتا، بادشاہ کے حکم سے فوراً شاہی خزانے سے یہ رقم اسے ادا کر دی جاتی۔ الغرض فتحی شاہ کا اقتدار روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔

مالاؤں کا قصہ

ایک بار فتحی شاہ نے دو مرصع تسبیح جو مروارید اور لعل و یاقوت کی تھیں اور رام راج سے حاصل کی گئی تھیں، مرتضیٰ نظام سے مانگیں۔ بادشاہ کے نزدیک دنیاوی دولت کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ لہٰذا اس نے فوراً صلابت خاں کو حکم دیا کہ یہ مالائیں فتحی شاہ کے حوالے کر دی جائیں۔ صلابت خاں نے بادشاہ سے معذرت طلب کی اور مالائیں دینے سے انکار کر دیا۔

بیٹے کے قتل کا دوبارہ ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے ایک بار پھر شہزادہ میراں حسین کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور قاسم بیگ حکیم اور محمد تقی سے کہا: "میں اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہوں، اس لیے جلد از جلد شہزادے کو میرے حضور پیش کرو۔" یہ دونوں امیر بادشاہ کی زبان سے یہ کلمات سُن کر بے حد خوش ہوئے، انھوں نے شہزادے کو قلعے سے باہر نکالا اور بذریعہ پالکی بادشاہ کے پاس روانہ کر دیا۔

آتش زدگی

مرتضیٰ نظام شاہ پہلے تو اپنے بیٹے سے بڑی محبت اور مہربانی سے پیش آیا اور اُسے بغداد نامی عمارت کے قریب ایک حجرے میں ٹھہرایا۔ مگر دوسرے روز اس نے شہزادے کو توشک اور لحاف میں لپیٹ کر حجرے کو نذر آتش کر دیا اور دروازہ باہر کی طرف سے بند کر دیا۔

شہزادے کا بچ نکلنا

شہزادہ بصد مشکل توشک اور لحاف سے باہر نکلا، اس نے جب کمرے میں چاروں طرف دھواں ہی دھواں دیکھا تو پریشان ہو کر چیخنے لگا فتحی شاہ نے یہ آوازیں سنیں، اسے شہزادے پر رحم آگیا اور حجرے کا دروازہ کھول کر شہزادے کو باہر نکالا اور قاسم بیگ حکیم اور محمد تقی کے حوالے کر دیا۔

فتحی خاں سے باز پُرس

ان اُمراء نے شہزادے کو چوری چھپے دولت آباد روانہ کر دیا۔ دو تین دن کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ حجرے میں آیا، اسے توقع تھی کہ کمرے میں شہزادے کی ہڈیاں ملیں گی، لیکن اسے اس قسم کی کوئی شے نظر نہ آئی تو اس نے فتحی خاں سے رجوع کیا اور اس سے باز پُرس کی۔ فتحی شاہ نے جواب دیا: "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہزادے کی ہڈیاں بھی جل کر خاک ہو گئی ہیں۔" بادشاہ کو یقین نہ آیا اور اس نے ذرا سختی کے ساتھ فتحی خاں سے حقیقت حال دریافت کی۔ فتحی شاہ نے خوفزدہ ہو کر بتا دیا کہ میں نے شہزادے کو قاسم بیگ اور محمد تقی کے حوالے کر دیا ہے۔

قاسم بیگ اور محمد تقی کی گرفتاری

بادشاہ نے ان دونوں امیروں کو طلب کیا اور قلعے کے دروازے کے قریب ان سے دریافت کیا کہ شہزادہ میراں حسین کہاں ہے۔ ان امیروں نے ملکی مصالح کا خیال رکھتے ہوئے اس واقعے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ نظام شاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے ان دونوں امیروں کو قید کر دیا اور امور سلطنت کی انجام دہی کا کام میرزا محمد صادق کے سپرد کیا۔

ابراہیم عادل شاہ سرحد نظام شاہی پر

اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ، دلاور خاں کے مشورے سے ایک زبردست لشکر لے کر نظام شاہی سرحد پر آیا اور یہ پیغام دیا۔ ہم شولا پور کو واپس نہیں کر سکتے۔" اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے صلابت خاں کے ہنگاموں سے مشتعل ہو کر قلعہ اوسہ کا محاصرہ کر لیا۔

صلابت خاں سے خفگی

مرتضیٰ نظام نے ان تمام واقعات کا سبب صلابت خاں کی کج فہمی اور عاقبت نااندیشی کو قرار دیا۔ بادشاہ صلابت خاں سے سخت ناراض ہو گیا اور اسے بلا کر پوچھا "تو نمک حرام ہے یا نمک حلال؟" اس نے جواب دیا۔ "میں حضور کا ایک ادنیٰ خیر خواہ غلام ہوں۔" نظام شاہ نے کہا "تیری بے اعتدالیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے میں بہت تنگ آ گیا ہوں لیکن میں پھر بھی تجھے گرفتار نہیں کر سکتا۔"

قید کے لیے قلعہ کا تعین

اس پر صلابت خاں نے بادشاہ سے گذارش کی حضور بس اتنا کریں کہ قلعہ کا تعین فرما دیں، میں خود اپنے آپ کو پابہ زنجیر کر کے اسی قلعے میں قید ہو جاؤں گا۔ اس کے جواب میں مرتضیٰ نظام نے صلابت خاں کی قید کے لیے قلعہ دندراج پور تجویز کیا۔

صلابت خاں کی نظر بندی

صلابت خاں اپنے مکان پر پہنچا اور فوراً بادشاہ کی خواہش کی تکمیل میں مصروف ہو گیا، اس نے اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں، پالکی میں سوار ہوا اور اپنے عزیزوں وغیرہ سے کہا "مجھے قلعہ دندراج پور میں نظر بند کر دو۔ اس کے عزیزوں ہمدردوں اور بہی خواہوں نے، جن میں راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی شامل تھا اس کو بہت منع کیا، مگر اس نے کسی کی بات نہ مانی۔

قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی کا تقرر

صلابت خاں کی نظر بندی کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے وکالت اور وزارت کے عہدے بالترتیب قاسم بیگ حکیم اور میرزا محمد تقی کو عنایت کیے اور ان امیروں کو حکم دیا کہ جس طرح بھی بن پڑے عادل شاہ سے صلح کر لی جائے۔ ان امراء نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور عادل شاہ نظام شاہی سرحد سے روانہ ہو گیا۔

جشن مسرت

عادل شاہ کی بہن کو اب تک اس کے شوہر شہزادہ میراں حسین کے حوالے نہ کیا گیا تھا، اس واقعے کے بعد ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا گیا اور دلہن شہزادے کے سپرد کر دی گئی۔

اگر بادشاہ سے اِس مضمون کا فرمان لکھوا لیا۔ میرزا خاں بہت خوش ہوا اور اس نے حسبِ وعدہ فتحی شاہ کو مذکورہ بالا رقم بھجوا دی۔

مؤرخ فرشتہ کا فرار اور اس کا تعاقب

راقم الحروف مؤرخ فرشتہ ابھی لشکر ہی میں تھا کہ میرزا خاں بھی پہنچ گیا، اس نے مجھے گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تاکہ لشکر کے بارے میں کوئی خبر بادشاہ تک نہ پہنچ سکے، میرے ایک دوست کو جب میرزا خاں کے اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے مجھے مطلع کر دیا میں اسی شام کو لشکر سے بھاگ گیا میرزا خاں نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت میرے تعاقب میں روانہ کی میں نے اپنی مشعلیں بجھا دیں، رات کے اندھیرے میں دشمن مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے جب صبح ہوئی تو میں منزلِ مقصود پر پہنچ گیا اور شاہی بارگاہ پر حاضری دی۔

مؤرخ فرشتہ بارگاہِ شاہی میں

میں نے شاہی سراپردہ کے قریب کھڑے ہو کر بادشاہ کو میرزا خاں اور لشکر کے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ فتحی شاہ بھی اس وقت موجود تھا اس نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور میرے بیانات کی تکذیب کی اور کہا "تم نے جو کچھ بیان کیا وہ کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ میرزا خاں بادشاہ سے کبھی غداری نہیں کر سکتا۔" میں نے اس کے جواب میں کہا۔ میری میرزا خاں سے کوئی دشمنی تو ہے نہیں۔ جو میں اس پر جھوٹا الزام لگاؤں، مجھے جو حالات معلوم ہوئے میں نے وہ بلا کم و کاست بیان کر دیے۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی میرا جھوٹ اور سچ سبھی پر ظاہر ہو جائے گا۔

مؤرخ فرشتہ کے بیان کی تصدیق

ابھی ہم لوگ اِسی گفتگو میں مصروف تھے کہ سرکاری مخبروں نے اطلاع دی کہ میرزا خاں تمام امیروں کے ہمراہ دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا ہے اور اس کا یہ ارادہ ہے کہ شہزادہ میراں حسین کو رہا کر کے تخت پر بٹھایا جائے اور بعد ازاں احمد نگر کی طرف آئے۔ یہ خبر سُن کر مرتضیٰ نظام شاہ بہت پریشان ہوا اور اس نے راقم الحروف سے مشورہ کیا۔

مؤرخ فرشتہ کی رائے

پہلا طریقہ

میں نے بادشاہ سے عرض کیا۔ اس وقت جو مسئلہ درپیش ہے، اس کو دو طریقوں سے حل کیا جا سکتا ہے اوّل تو یہ ہے کہ حضور اس خلوت گزینی کو ترک فرمائیں اور سوار ہوں، لشکرِ خاصہ اور دو تین ہزار سلحدار جو اس وقت موجود ہیں، انھیں ساتھ لے کر پٹن کا قصد فرمائیں اور میرزا خاں کو راستے ہی میں گرفتار کر لیں۔ اس کے بعد تمام امرا اور سردارانِ لشکر خود بخود حضور کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

بادشاہ کی ناسازیٔ طبیعت

یہ سُن کر مرتضیٰ نظام شاہ نے کہا۔ چند دنوں کی بات ہے کہ فلاں خواجہ سرا میرے لیے کھانا لایا تھا، میں نے یہ کھانا کھایا اس کے

سلطان حسین شیرازی کا تقرر

شہزادے کے قتل کے سلسلے میں میرزا محمد صادق نے بھی بادشاہ کا ساتھ نہ دیا، اس وجہ سے فوروز کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے اسے بھی قید کر دیا اور سلطان حسین شیرازی کو (جو احمد نگر میں پیدا ہوا تھا) پیشوائی کے منصب پر سرفراز کیا اور "میرزا خان" کے خطاب سے نوازا۔

سلطان حسین کا پیغام دلاور خاں کے نام

سلطان حسین بادشاہ کی نیت سے اچھی طرح آگاہ تھا، اس نے نقد و جواہرات دے کر فتحی شاہ اور دوسرے مقربین کو اپنا ہمراز بنایا اور ایک شخص کو بیجاپور روانہ کیا تاکہ وہ دلاور خاں سے ملاقات کرے اور یہ پیغام دے کہ مرتضیٰ نظام شاہ بالکل پاگل ہو گیا ہے اور اپنے بیٹے کی جان لینے کا خواہاں ہے اگر تم میری مدد کرو اور سرحد پر آؤ تو میں مرتضیٰ نظام کو ٹھکانے لگا کر میراں حسین کو تخت پر بٹھا دوں۔"

میرزا خاں کا تقرر

دلاور خاں نے سلطان حسین شیرازی کی درخواست قبول کر لی اور عادل شاہ کو ساتھ لے کر سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرزا خاں نے فتحی شاہ کے توسط سے عرض کیا کہ عادل شاہ ایک زبردست لشکر لے کر احمد نگر کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ بادشاہ نے عادل شاہیوں کے دفیعے کے لیے میرزا خاں کو مقرر کیا۔

میرزا خاں کا دانورہ میں قیام

میرزا خاں نے ملک کے تمام امراء کو نظر بند کر دیا کیونکہ اس کے نزدیک عادل شاہیوں کی آمد انھیں کی سازشوں کا نتیجہ تھی۔ ان امراء کی جگہوں پر میرزا خاں نے اپنے ہمدردوں اور بہی خواہوں کو مقرر کیا اور ایک بھاری جمعیت لے کر دشمن کے مقابلے کے لیے نکلا، احمد نگر سے نکل کر وہ دانورہ کے قریب مقیم ہوا۔

مؤرخ فرشتہ نظام شاہی لشکر میں

میرزا خاں کے قیام کی وجہ سے مرتضیٰ نظام شاہ کو تشویش ہوئی اور اس نے راقم الحروف مؤرخ فرشتہ کو اصل حقیقت دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا، میرزا خاں یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میں بادشاہ کا وفادار ملازم ہوں اور تمام حالات سے واقف ہو کر بادشاہ سے سب کچھ بلا کم و کاست بیان کر دوں گا، لہٰذا میری آمد کی وجہ سے میرزا خاں بہت پریشان ہوا۔

بادشاہ کا نیا فرمان

اس نے فتحی شاہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی اور اس سے کہا۔ اگر تم برہان نظام شاہ سے یہ فرمان حاصل کر لو کہ میں خود لشکر میں جا کر امراء کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اکساؤں گا تو میں تمھیں اس کے معاوضے میں بارہ ہزار ہون دوں گا۔" فتحی شاہ نے لالچ میں

اگر بادشاہ سے اِس مضمون کا فرمان لکھوا لیا۔ میرزا خاں بہت خوش ہُوا اور اس نے حسبِ وعدہ فتحی شاہ کو مذکورہ بالا رقم بھجوا دی۔

مؤرخ فرشتہ کا فرار اور اس کا تعاقب

راقم الحروف مؤرخ فرشتہ ابھی لشکر ہی میں تھا کہ میرزا خاں بھی پہنچ گیا، اس نے مجھے گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تاکہ لشکر کے بارے میں کوئی خبر بادشاہ تک نہ پہنچ سکے۔ میرے ایک دوست کو جب میرزا خاں کے اس ارادے کا علم ہُوا تو اس نے مجھے مطلع کر دیا میں اسی شام کو لشکر سے بھاگ گیا میرزا خاں نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت میرے تعاقب میں روانہ کی میں نے اپنی مشعلیں بجھا دیں، رات کے اندھیرے میں دشمن مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ جب صبح ہوئی تو میں منزلِ مقصود پر پہنچ گیا اور شاہی بارگاہ پر حاضری دی۔

مؤرخ فرشتہ بارگاہِ شاہی میں

میں نے شاہی سراپردہ کے قریب کھڑے ہو کر بادشاہ کو میرزا خاں اور لشکر کے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ فتحی شاہ بھی اس وقت موجود تھا اس نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور میرے بیانات کی تکذیب کی اور کہا "تم نے جو کچھ بیان کیا وہ کھلا ہُوا جھوٹ ہے۔ میرزا خاں بادشاہ سے کبھی غداری نہیں کر سکتا"۔ میں نے اس کے جواب میں کہا۔ میری میرزا خاں سے کوئی دشمنی تو ہے نہیں۔ جو میں اس پر جھوٹا الزام لگاؤں، مجھے جو حالات معلوم ہوئے میں نے وہ بلاکم وکاست بیان کر دیے۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی میرا جھوٹ اور سچ سبھی پر ظاہر ہو جائے گا۔

مؤرخ فرشتہ کے بیان کی تصدیق

ابھی ہم لوگ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ سرکاری مخبروں نے اطلاع دی کہ میرزا خاں تمام امیروں کے ہمراہ دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا ہے اور اس کا یہ ارادہ ہے کہ شہزادہ میراں حسین کو رہا کر کے تخت پر بٹھایا جائے اور بعد ازاں احمد نگر کی طرف آئے۔ یہ خبر سُن کر مرتضیٰ نظام شاہ بہت پریشان ہُوا اور اس نے راقم الحروف سے مشورہ کیا۔

مؤرخ فرشتہ کی رائے

پہلا طریقہ

میں نے بادشاہ سے عرض کیا۔ اس وقت جو مسئلہ درپیش ہے، اس کو دو طریقوں سے حل کیا جا سکتا ہے اوّل تو یہ ہے کہ حضور اس خلوت گزینی کو ترک فرمائیں اور سوار ہوں، لشکرِ خاصہ اور دو تین ہزار سلحدار جو اس وقت موجود ہیں، انھیں ساتھ لے کر پٹن کا قصد فرمائیں اور میرزا خاں کو راستے ہی میں گرفتار کر لیں۔ اس کے بعد تمام امرا اور سردارانِ لشکر خود بخود حضور کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

بادشاہ کی ناسازئ طبیعت

یہ سُن کر مرتضیٰ نظام شاہ نے کہا۔ چند دنوں کی بات ہے کہ فلاں خواجہ سرا میرے لیے کھانا لایا تھا، میں نے یہ کھانا کھایا اس کے

سلطان حسین شیرازی کا تقرر

شہزادے کے قتل کے سلسلے میں میرزا محمد صادق نے بھی بادشاہ کا ساتھ نہ دیا، اس وجہ سے نوروز کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے اسے بھی قید کر دیا اور سلطان حسین شیرازی کو (جو احمد نگر میں پیدا ہوا تھا) پیشوائی کے منصب پر سرفراز کیا اور "میرزا خان" کے خطاب سے نوازا۔

سلطان حسین کا پیغام دلاور خاں کے نام

سلطان حسین بادشاہ کی نیت سے اچھی طرح آگاہ تھا، اس نے نقد و جواہرات دے کر فتحی شاہ اور دوسرے مقربین کو اپنا ہمراز بنایا اور ایک شخص کو بیجاپور روانہ کیا تاکہ وہ دلاور خاں سے ملاقات کرے اور یہ پیغام دے کہ مرتضیٰ نظام شاہ بالکل پاگل ہو گیا ہے اور اپنے بیٹے کی جان لینے کا خواہاں ہے اگر تم میری مدد کرو اور سرحد پر آؤ تو میں مرتضیٰ نظام کو ٹھکانے لگا کر میراں حسین کو تخت پر بٹھا دوں۔"

میرزا خاں کا تقرر

دلاور خاں نے سلطان حسین شیرازی کی درخواست قبول کر لی اور عادل شاہ کو ساتھ لے کر سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرزا خاں نے فتحی شاہ کے توسط سے عرض کیا کہ عادل شاہ ایک زبردست لشکر لے کر احمد نگر کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ بادشاہ نے عادل شاہیوں کے دفیعے کے لیے میرزا خاں کو مقرر کیا۔

میرزا خاں کا دانورہ میں قیام

میرزا خاں نے ملک کے تمام امراء کو نظر بند کر دیا کیونکہ اس کے نزدیک عادل شاہیوں کی آمد انھیں کی سازشوں کا نتیجہ تھی۔ ان امراء کی جگہوں پر میرزا خاں نے اپنے ہمدردوں اور بہی خواہوں کو مقرر کیا اور ایک بھاری جمعیت لے کر دشمن کے مقابلے کے لیے نکلا، احمد نگر سے نکل کر وہ دانورہ کے قریب مقیم ہوا۔

مؤرخ فرشتہ نظام شاہی لشکر میں

میرزا خاں کے قیام کی وجہ سے مرتضیٰ نظام شاہ کو تشویش ہوئی اور اس نے راقم الحروف مؤرخ فرشتہ کو اصل حقیقت دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا، میرزا خاں یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میں بادشاہ کا وفادار ملازم ہوں اور تمام حالات سے واقف ہو کر بادشاہ سے سب کچھ بلاکم و کاست بیان کر دوں گا، لہٰذا میری آمد کی وجہ سے میرزا خاں بہت پریشان ہوا۔

بادشاہ کا نیا فرمان

اس نے فتحی شاہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی اور اس سے کہا۔ اگر تم برہان نظام شاہ سے یہ فرمان حاصل کر لو کہ میں خود لشکر میں جا کر امراء کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اکساؤں گا تو میں تمھیں اس کے معاوضے میں بارہ ہزار ہون دوں گا۔" فتحی شاہ نے لالچ میں

نے جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرنی شروع کردیں اور جلد از جلد احمد نگر پہنچ گیا، میرزا خاں نے صلابت کی آمد تک کے عرصے کے لیے قلعے کا دروازہ بند کر کے حصار کی حفاظت کرنے کا ارادہ کیا تمام اہالیان قلعہ قلعے سے باہر نکل کر میرزا خاں سے مل گئے، قلعے میں سوائے فتحی شاہ، اس کی کنیز "سبزہ" اور چند پردہ داروں کے کوئی اور نہ رہا۔ میں نے بھی موقع و محل کی مناسبت سے قلعے کی محافظت سے علیحدگی اختیار کرلی۔

قتل و غارت گری

اسی اثناء میں شہزادہ میراں حسین اور میرزا خاں ننگی تلواریں لے کر تینتیس چالیس بدمعاشوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہوئے، اس کے بعد یہ لوگ عمارت بغداد میں جہاں بادشاہ رہتا تھا، داخل ہوگئے اور قتل و غارت گری شروع کردی شہزادہ میراں حسین نے راقم الحروف کو بھی پہچان لیا، لیکن ہم مکتبی کا خیال کر کے مجھے قتل نہ کیا اور اپنے ساتھ عمارت کے اُوپر لے گیا۔

شہزادے کی باپ سے گستاخی

شہزادے نے اپنے باپ، مرتضیٰ نظام کے ساتھ بڑی بے ادبی کی اور انتہائی بے مروتی سے پیش آیا۔ بادشاہ حیرت کی نگاہوں سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتا رہا۔ شہزادے نے اپنی تلوار بادشاہ کے پیٹ پر رکھ دی اور کہا جی چاہتا ہے کہ تلوار کو تیرے پیٹ میں اتنے زور سے بھونک دوں کہ پیٹھ کی طرف نکل آئے، نظام شاہ نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا: اے مردود! اے عاق شدہ بیٹے! تیرا باپ اب چند روز کا مہمان ہے، تو اگر اس پر رحم کرے تو ٹھیک ہے ورنہ جو تیرے جی میں آئے کرلے۔"

میراں نظام شاہ کا سفاکانہ حکم

شہزادہ عمارت بغداد سے نیچے اُتر آیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ ان دنوں سخت بیمار تھا اور موت کے کنارے پہنچ چکا تھا، میراں حسین نے اس حالت میں بھی اس پر رحم نہ کھایا اور حکم دیا کہ بادشاہ کو حمام میں لے جایا جائے۔ حمام کا دروازہ بند کر کے گلخن میں انتہائی تیز آگ روشن کی جائے، حمام کے تمام سوراخ بند کردیئے جائیں اور اس تک پانی کی ایک بوند بھی نہ پہنچنے دی جائے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال

شہزادے کے حکم کی تعمیل کی گئی اور مرتضیٰ نظام شاہ نے ۱۸ رجب المرجب ۹۹۶ھ ہجری کی صبح کو سفر آخرت اختیار کیا۔ شیعہ عالموں نے اپنے مشرب کے مطابق بادشاہ کی تجہیز و تکفین کی اور امانت کے طور پر اسے روضۂ باغ میں دفن

فوراً ہی بعد میرے پیٹ میں درد ہونے لگا اور متلی ہونے لگی چند خونی دست بھی آئے، ابھی تک میری آنتوں میں درد ہو رہا ہے اور میں اس قابل نہیں ہوں کہ سواری کر سکوں، میرا خیال ہے کہ میرزا خاں نے متذکرہ خواجہ سے ساز باز کر کے مجھے زہر کھلوا دیا ہے۔

دوسرا طریقہ

بادشاہ کے اس بیان کے بعد میں نے عرض کیا "اس مسئلے کو حل کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ صلابت خاں کو رہا کر دیا جائے، اسے مع تمام دوسرے قیدیوں کے دندا راج پور سے شاہی بارگاہ میں طلب کیا جائے، اس کے بعد آپ شکار کے بہانے سے پالکی میں بیٹھ کر جنیر کی طرف روانہ ہوں اور اثنائے راہ میں صلابت خاں سے ملاقات کریں مجھے امید ہے کہ صلابت خاں کی حضور سے ملاقات کی خبر سُن کر تمام امراء اور سرداران لشکر شہزادہ میراں حسین اور میرزا خاں سے الگ ہو کر آپ کے پاس جمع ہو جائیں گے۔

امراء کی طلبی کا حکم

بادشاہ نے میرے اس مشورے کو پسند کیا اور اسی وقت صلابت خاں، قاسم بیگ اور محمد تقی نظیری اور حکیم محمد مصری کی طلبی کے فرامین جاری کیے اور خود بھی سفر کا ارادہ کیا۔ جب بادشاہ روانہ ہونے لگا تو نمک حرام دوں فطرت اور غدار فتحی شاہ نے بادشاہ کے قدموں میں اپنا سر ڈال دیا اور واویلا شروع کر دیا کہ "حضور جس وقت احمد نگر سے باہر نکلیں گے تو لشکر خاصہ کے سپاہی آپ کو گرفتار کر کے شہزادہ میراں حسین کے سپرد کر دیں گے۔"

مؤرخ فرشتہ سے بادشاہ کی ملاقات

مرتضیٰ نظام شاہ کو فتحی شاہ کی بات کا یقین آ گیا، اس کے بعد بادشاہ نے راقم الحروف کو (جو ان دنوں دربار کا محافظ تھا) اپنے حضور طلب فرمایا اور بات چیت کی۔ میں نے اس کے سراپا پر ایک نظر ڈالی، اس کا رنگ گندمی تھا، بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور قد خاصا لمبا تھا، اس کی شخصیت دیکھنے والے کو بہت متاثر اور مرعوب کرتی تھی، نظام شاہ کو فارسی شاعری سے بہت لگاؤ تھا اور وہ اچھے خاصے شعر کہہ لیتا تھا۔

قلعے میں قیام کا فیصلہ

بادشاہ نے مجھ سے فرمایا "فتحی شاہ نے مجھ سے یہ باتیں بیان کی ہیں بہتر یہی ہے کہ ہم اس قلعے میں مقیم رہیں اور صلابت خاں کی آمد کا انتظار کریں"۔ مجھے مجبوراً بادشاہ کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا۔ جب تمام لوگوں کو بادشاہ کے اس ارادے کی خبر ہوئی تو وہ بہت مایوس ہوئے، وہ تمام لوگ جو بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے تھے، ایک ایک کر کے دولت آباد کی طرف جانے لگے۔

احمد نگر میں میرزا خان کی آمد

میرزا خاں کو صلابت کی آمد کی تو اطلاع مل ہی گئی تھی، اس لیے اس

میراں حسین بن مرتضیٰ نظام شاہ

میرزا خاں کا اقتدار

میرزا خاں کے مشورے پر عمل کر کے میراں حسین نے اپنے باپ مرتضیٰ نظام کو حمام میں بند کر کے ہلاک کیا اور خود تخت نشین ہُوا۔ اس نے میرزا خاں کو تمام سیاہ سفید کا مالک بنا دیا۔ میرزا خاں نے یہ ارادہ کیا کہ دلاورخان کی پیروی کرتے ہوئے سولہ سالہ میراں حسین کو خلوت گزیں کر کے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے۔

میراں حسین کی بُری عادتیں

میراں حسین شر پسند، شکی مزاج اور کینہ پرور تھا اس وجہ سے میرزا خاں کو اپنی آرزو پوری کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ بادشاہ نے اپنے دایہ زادوں اور دوسرے دوستوں کو اپنے امیروں میں شامل کیا اور شب و روز عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ رات کے وقت مست و سرشار ہو کر بدمعاشوں اور کمینوں کے ہمراہ شہر میں گشت لگایا کرتا تھا اور جو شخص بھی سامنے آجاتا اسے تیر و تفنگ سے ہلاک کر ڈالتا تھا۔

میرزا خاں کی گرفتاری

بدمعاشوں کے ایک گروہ نے ایک بار بادشاہ سے کہا "میرزا خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے بھائی شہزادہ قاسم کو قلعہ جنیر سے آزاد کر دیا ہے اور خفیہ طور پر اسے اپنے مکان میں ٹھہرایا ہے تاکہ موقع پا کر آپ کو معزول کر دیا جائے اور قاسم کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔" یہ سن کر بادشاہ بہت پریشان ہُوا۔ لہٰذا اس نے فوراً میرزا خاں کو گرفتار کر لیا۔

رہائی اور عزت افزائی

دوسرے دن بادشاہ کو معلوم ہُوا کہ میرزا قاسم کے بارے میں جو کچھ اسے بتایا گیا تھا وہ بالکل غلط ہے، بادشاہ نے میرزا خاں کو رہا کر کے اسے اس کے منصب پر بحال کیا اور اس کی پہلے سے بھی زیادہ عزت افزائی کی۔ میرزا خاں نے بے بنیاد توہمات کو دُور کرنے کے لیے بادشاہ سے کہا۔" یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ سلطنت

کر دیا۔ برہان نظام شاہ ثانی نے بعد کو یہ لاش کربلائے معلّٰی روانہ کر دی تاکہ بزرگوں کے پہلو بہ پہلو دفن کی جا سکے۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے چوبیس سال پانچ ماہ تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے۔

بیماری کا بہانہ

آنکس خاں کے مکان سے آکر، قلعہ کے باہر، بادشاہ ایک باغ میں بیٹھا ہُوا تھا، میرزا خاں بادشاہ کے پاس آیا اور عرض کیا۔ اس وقت آقا میر کی حالت بہت ہی تشویش ناک ہے۔ اگر حضور اس کی سابقہ خدمات کا خیال کرتے ہوئے عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے چلیں تو یہ امر حضور کی ذرہ نوازی سے کچھ بعید نہ ہوگا" بادشاہ اس وقت شراب کے نشے میں تھا، اس نے میرزا خاں کی درخواست قبول کر لی اور مع دو تین ملازموں کے میرزا کے ساتھ قلعے کے اندر داخل ہوگیا۔

میراں حسین کی گرفتاری

قلعے میں اس وقت جو لوگ تھے وہ تمام کے تمام میرزا خاں کے حلیف اور بہی خواہ تھے، میرزا نے قلعے کا دروازہ بند کر کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور میر طاہر نیشاپوری کو قلعہ لہاکہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ کے بیٹے کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔ میرزا خاں یہ چاہتا تھا کہ برہان کے بیٹوں میں سے کسی ایک کو جو سب سے زیادہ قابل اور ذہین ہو، تخت نشین کیا جائے۔

شہزادہ اسمٰعیل کی تخت نشینی

میر طاہر شاہ دوسرے روز برہان کے دو بیٹوں ابراہیم اور اسمٰعیل کو لے کر احمد نگر واپس آگیا، میرزا نے قاسم بیگ اور محمد تقی اور دوسرے تمام غریب امرا کو جو اپنے اپنے گھروں میں مقیم تھے اور حالات سے بالکل بے خبر تھے بہ جبر شہر سے قلعہ میں طلب کیا، ایک مجلس منعقد کی گئی اور شہزادہ اسمٰعیل کو جو ابراہیم سے چھوٹا تھا اور جس کی عمر صرف نو سال کی تھی تخت نشین کیا گیا۔

جمال خاں مہدوی کا ہنگامہ

اسی اثنا میں قلعے کے باہر شور و غوغا کی آوازیں آنے لگیں۔ میرزا خاں نے چند اشخاص کو اس شور کا سبب دریافت کرنے کے لیے بھیجا، ان لوگوں نے واپس آکر بتایا۔ یک صدی منصب دار جمال خاں، مہدوی مع دوسرے منصب داروں کے ساتھ قلعے کے دروازے پر کھڑا ہُوا ہے اس کا کہنا ہے کہ کئی دن سے ہم نے اپنے بادشاہ میراں حسین کو نہیں دیکھا، یا تو ہمیں بادشاہ کی صورت دکھائی جائے یا ہمیں اس کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔

جمال خاں کی منادی

میرزا خاں نے نہایت متکبرانہ انداز سے کہا "میراں حسین اس قابل نہیں ہے کہ اسے بادشاہ بنایا جائے۔ اب ہم سب کا بادشاہ شہزادہ اسمٰعیل ہے وہ ابھی باہر آکر تم سب کا سلام قبول کرے گا" یہ سن کر جمال خاں بہت بگڑا، اس نے

کے وارثوں کا وجود ہمیشہ مصیبت کا باعث ہوتا ہے اس لیے میری حقیر رائے یہ ہے کہ شاہ قاسم کو مع اس کے بال بچوں کے قتل کر دیا جائے۔"

شاہ قاسم اور اُس کے متعلقین کا قتل

بادشاہ نے میرزا خاں کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اسی وقت شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور اسی دن شاہی خاندان کے پندرہ افراد کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

میرزا خاں کی شکائتیں

اب میرزا خاں کا اقتدار پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا، بادشاہ کے رضاعی بھائی آنکس خاں اور طاہر خاں کو یہ بات ناگوار گذری اور وہ ہر وقت بادشاہ سے میرزا خاں کی شکائتیں کرنے لگے۔ میراں حسین بھی اپنے بھائیوں کی شکائتوں سے متاثر ہوا۔ کبھی وہ کہتا تھا۔ "میں میرزا خاں کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچلوا دوں گا۔ کبھی کہتا۔ میں اسے گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا۔

میرزا کے قتل کی سازش

میرزا خاں تک بھی یہ تمام باتیں پہنچیں اور اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ نے اس کے متعلق کن کن خیالات کا اظہار کیا ہے، لہٰذا اس نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے میراں حسین کے معزول کرنے کا ارادہ کیا، بادشاہ میرزا خاں کی نیت بھانپ گیا۔ ۹۹۷ھ ہجری میں ۱۲ جمادی الاوّل کو آنکس خاں کے گھر میں ایک دعوت منعقد ہوئی جس میں بادشاہ نے شرکت کی اور میرزا خاں کو بھی مدعو کیا گیا تاکہ اس کا کام تمام کیا جا سکے، میرزا خاں نے بیماری کا بہانہ کیا اور دعوت میں نہ گیا۔ اس نے اپنی جگہ آقا میر شیروانی کو (جو اس کا رازدار تھا اور جسے بادشاہ بھی اپنا وفادار سمجھتا تھا) آنکس خاں کے مکان پر روانہ کیا۔

آقا میر شیروانی

آقا میر شیروانی جس وقت آنکس خاں کے گھر پہنچا، بادشاہ کھانے سے فارغ ہو چکا تھا، صاحب خانہ نے نو وارد کے لیے ایک علاحدہ دستر خوان بچھوایا، آقا میر نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور میرزا خاں کی ہدایت کے مطابق قے کرتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا اور مکان سے باہر نکل آیا، میرزا خاں نے بادشاہ سے درخواست کی "آقا میر شیروانی ایک عالی مرتبت شاہی امیر ہے، مناسب ہوگا، اگر اسے قلعہ احمد نگر کے باہر کسی اچھے مکان میں رہائش کی اجازت دی جائے، حضور کی توجہ سے یہ امیر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ اگر بارِ خاطر نہ ہو تو شاہی حکیموں کو حکم دیا جائے کہ آقا میر کا علاج کریں۔

جمال خاں کی تقریر

بعض دکنی امرا نے واپس چلے جانے کا ارادہ کر لیا، لیکن جمال خاں نے انھیں اس ارادے سے باز رکھا اور کہا "ہمیں میراں حسین کے قتل کا انتقام لینا چاہیے اور غریب زادوں کو اس جرم کی پاداش میں تہہ تیغ کرنا چاہیئے۔ اسمٰعیل بن برہان کے عہدِ حکومت میں ہمیں بااقتدار ہو کر رہنا چاہیئے۔ غریبوں کا دستِ نگر ہو کر رہنا ہماری شان کے خلاف ہے۔"

اہلِ قلعہ کے نام پیغام

دکنیوں نے جمال خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور اسے اپنا سردار بنا کر قلعے کے محاصرے میں مصروف ہو گئے۔ جمال خاں نے عام لوگوں کی دلدہی کے واسطے اپنے چند آدمیوں کو قلعے کے دروازے کے پاس بھیجا اور اہل قلعہ کو یہ پیغام دیا "عام لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے۔ اگر تم اس سر کو زمین پر پھینک دو تو دکنی اور حبشی اسے قریب سے دیکھ کر تمھاری بات کا یقین کر لیں گے اور معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے۔"

تجاہلِ عارفانہ

میراں خاں نے بلوائیوں کی بات کا یقین کر لیا اور میراں حسین کا سر نیچے پھینک دیا جمال خاں اور یاقوت خاں حبشی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ سر میراں حسین ہی کا ہے لیکن انھوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لے کر کہا "یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے۔" اس کے بعد انھوں نے اس سر کو ایک چادر میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔

آتش زدگی

اسی دوران میں قلعے کے قریب سے ایک سو بیل گھاس اور چارے سے لدے ہوئے گذرے جمال خاں کے حکم سے ان بیلوں کو گرفتار کر لیا گیا اور قلعے کے دروازے کے قریب کھڑا کر کے ان کو آگ لگا دی گئی۔ چاروں طرف آگ پھیل گئی اور قلعے کے دروازے جل کر خاک ہو گئے۔ چاروں طرف انگارے ہی انگارے تھے۔ نہ کوئی قلعے کے اندر جا سکتا تھا اور نہ کوئی باہر نکل سکتا تھا۔

میرزا خاں کا فرار

جب رات دو گھڑی کے قریب گذر گئی تو آگ کی شدت کم ہوئی، میرزا خاں، بالی خاں، امین الملک نیشاپوری اور دوسرے امرا اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ سوار ہو کر قلعے کے دروازے سے باہر نکل آئے، ان سب لوگوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں ان میں سے بعض تو شہر ہی میں اور بعض مضافات شہر میں دکنیوں کے ہاتھوں مارے گئے میرزا خاں جنیر کی طرف روانہ ہو گیا اور چند روز تک اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔

غریبوں کا قتل

دکنی اور حبشی قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا، ان

سارے شہر میں منادی کرادی کہ ۔ میرزا خاں اور دوسرے غریب امراء قلعے کے اندر جمع ہو گئے ہیں ۔ ان لوگوں نے میراں حسین کو قید کر لیا ہے اور کسی دوسرے شخص کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں ۔ ہم سب کو اپنی آزادی کی حفاظت کرنی چاہیئے ۔ اور غریبوں کے اقتدار اور تسلط سے چھٹکارا پانا چاہیئے ، ورنہ یاد رکھو کہ اہلِ دکن کے بیوی بچے ، غریبوں کے لونڈی اور غلام ہو جائیں گے ۔"

اہلِ دکن کا اشتعال

اہلِ دکن نے جب یہ منادی سُنی تو وہ فوراً مسلح ہو گئے دکنی باشندوں کے غول کے غول قلعے کی طرف روانہ ہوئے اور تھوڑی سی دیر میں پانچ چھ ہزار افراد کا مجمع ہو گیا ۔ بدمعاشوں کا ایک گروہ بھی جمال خاں کے ساتھ ہو لیا ۔ تمام حبشیوں نے قلعے پر حملہ کر دیا ۔

جمال خاں کا قلعے پر دھاوا

میرزا خاں کی بدقسمتی کا دور آ گیا تھا اس لیے جمال خاں پچیس ہزار افراد کو ساتھ لے کر قلعے کے پاس آیا میرزا خاں نے عاقبت نا اندیشی اور نادانی سے کام لیتے ہوئے سپاہیوں کی ایک جماعت جمال خاں کے مقابلے پر بھیجی ، میرزا نے اپنے ماموں محمد سعید اور کشور خاں کو ایک سو پچاس غریب زادوں ، سات غریبوں ، بیس دکنیوں اور "غلام علی" نامی ایک ہاتھی کے ہمراہ جمال خاں کی مدافعت کے لیے روانہ کیا ۔

معرکہ آرائی

کشور خاں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ مختصر سی فوج جمال خاں کے لشکرِ جرّار کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی ، لیکن وہ مجبوراً قلعے سے باہر نکلا اور دشمن پر زبردست حملہ کیا ۔ بہت سے غریب زادے مارے گئے ، اور پندرہ افراد زخمی ہو کر قلعے کے اندر واپس آ گئے ۔ میرزا خاں نے غریبوں کو (جن پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے سب کچھ کیا تھا) اس طرح پریشان دیکھا تو کہا ۔" دکنیوں کا یہ تمام شور و شرابہ محض میراں حسین کی وجہ سے ہے ، لہٰذا اس کو فوراً قتل کر دینا چاہیئے ۔ تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو جائے ۔

میراں حسین کا قتل

میرزا خاں نے اسمٰعیل خاں نامی ایک غریب زادے کو اشارہ کیا ، اس نے فوراً میراں حسین کا سر تن سے جُدا کر دیا ، یہ کٹا ہوا سر قلعے کے دروازے پر بُرج کے اوپر لٹکا دیا گیا ، اسمٰعیل خاں نے بآوازِ بلند دکنیوں کو مخاطب کر کے کہا :" تم لوگوں کا شور و شرابہ میراں حسین کے لیے تھا ، اس کا سر حاضر ہے ، اب تم لوگوں کو چاہیئے کہ اسمٰعیل بن برہان شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لو اور اس کی اطاعت و وفاداری کا عہد کر کے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ ۔"

میراں حسین کی مدّت حکومت

میراں حسین کی مدت حکومت دو ماہ تین دن ہے　تاریخی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ شیرویہ نے اپنے باپ پرویز کو ہلاک کیا، لیکن وہ خود بھی ایک سال کے اندر ہی اندر مارا گیا۔ اسی طرح عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے اپنے باپ متوکل باللہ کو قتل کرنے میں ترکوں کا ساتھ دیا۔ اور وہ خود سال بھر بھی تخت پر نہ بیٹھا۔

بُرا انجام

میرزا عبداللطیف بن میرزا الغ بیگ بن میرزا شاہ رُخ بن امیر تیمور نے بھی اپنے باپ کو دھوکا دیا اور الغ بیگ جیسے فاضل و دانش مند اور یگانہ عصر کو تلوار کے گھاٹ اتارا مگر اس کا اپنا حشر بھی کچھ اچھا نہ ہوا اور وہ چھ ماہ کی قلیل مدت تک بھی حکمرانی نہ کر سکا، بالکل ایسا ہی واقعہ میراں حسین کے ساتھ پیش آیا۔ اوپر کی مثالوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس نے اپنے باپ کی جان لے کر حکومت حاصل کی، اس کی اپنی جان پر بھی بن گئی۔ میراں حسین نے اپنے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو قتل کیا اور خود ایک سال تک بھی حکومت نہ کر سکا اور مارا گیا۔

ان لوگوں نے قاسم بیگ، سید شریف گیلانی، اعتماد خاں شوستری اور خواجہ عبدالسلام کے علاوہ باقی تمام غریبوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ تقریباً تین سو کے قریب مارے گئے، ان میں میرزا محمد تقی نظیری، میرزا محمد صادق، میر عزیز الدین استرآبادی اور ملا نجم الدین شوستری جیسے یگانہ روزگار اور بے مثل اشخاص بھی تھے۔ میرزا صادق ذکی و فہیم انسان تھا۔ وہ اعلیٰ درجے کا منشی اور شاعر تھا۔

لاشوں کی بے حرمتی

جب صبح ہوئی تو چاروں طرف غریبوں کی لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں، جمال خاں نے حکم دیا کہ ان لاشوں کو جنگل میں پھینک دیا جائے اور اگر ان کے وارث تجہیز و تکفین کرنا چاہیں تو انھیں منع کر دیا جائے، جمال خاں نے میراں حسین کو باغِ روضہ میں دفن کر کے اسمٰعیل شاہ کو تخت پر بٹھایا اور ایک بار پھر غریبوں کو قتل کرنے اور ان کے مکانات کو لوٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔

غریبوں پر مزید مظالم

دکنیوں اور حبشیوں نے خوب جی کھول کر غریبوں پر مظالم ڈھائے، ان کو بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کیا اور ان کے اہل و عیال کی آبروریزی کی، ان کے مکانات کو نذرِ آتش کیا گیا، معززین کو مجرموں کی طرح سزائیں دی گئیں، الغرض ظلم و ستم کا کوئی ایسا انداز نہ تھا جسے ان بے چاروں پر آزمایا نہ گیا ہو۔

میرزا خان کی گرفتاری اور قتل

اس حادثے کے چوتھے روز میرزا خاں کو جنیر کے قریب گرفتار کر لیا گیا۔ جمال خان کے حکم کے مطابق پہلے تو اسے گدھے پر سوار کر کے چاروں طرف گھمایا گیا اور بعد میں اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

جمشید خاں شیرازی وغیرہ کا قتل

جمشید خاں شیرازی اس کے بھائیوں سید حسین اور سید محمد اور اس کے بیٹے سید مرتضیٰ کو بھی مجرم گردانا گیا، ان پر یہ جرم لگایا گیا کہ وہ میرزا خاں کے بہی خواہ تھے، اس جرم کی پاداش میں انھیں سزائے موت دی گئی۔ اور ان کی لاشوں کو توپ کے منہ پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔

مصیبت کا خاتمہ

تقریباً ایک ہفتے تک شہر اور قصبوں میں غریبوں کو قتل کیا گیا ایک ہزار کے قریب غربا قتل ہوئے اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا اسی دوران میں فرہاد خاں حبشی اپنی جاگیر سے واپس احمد نگر آیا، اس نے لچوں، لفنگوں اور بدمعاشوں وغیرہ کی سرزنش کر کے اس فتنے کا دروازہ بند کیا۔ اور اس طرح ان غریبوں نے جو اپنے دکنی اور حبشی دوستوں کے گھروں میں چھپے ہوئے تھے مصیبت سے نجات پائی۔

مہدویوں کی جاں نثاری

اسمٰعیل شاہ کے عہدِ حکومت میں سارے ہندوستان سے مہدوی فرقے کے لوگ احمد نگر چلے آئے اور بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے، یہ لوگ اسمٰعیل کے بڑے وفادار اور جاں نثار تھے اور اسے اپنے فرقے کا خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسمٰعیل کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں صلابت خاں نے جو برار کی سرحد پر مقید تھا، میراں حسین کے قتل کی خبر سنی اور رہائی حاصل کر کے وہاں سے نکل پڑا۔

صلابت خاں اور دلاور خاں کا عزم احمد نگر

برار کے امیر مہدوی فرقہ کے اقتدار کی وجہ سے بہت ناخوش تھے، ان امیروں نے صلابت خاں کا ساتھ دیا اور اس کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہو گئے۔ دوسری طرف دلاور خاں نے بھی ابراہیم عادل شاہ سے اجازت لے کر احمد نگر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور بیجاپور سے روانہ ہو گیا۔ جمال خاں نے اپنے فرقے کے لوگوں کی قوت پر بھروسہ کر کے صلابت خاں اور دلاور خاں دونوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔

صلابت خاں اور جمال خاں میں جنگ

جمال خاں پہلے تو بادشاہ کو ہمراہ لے کر صلابت خاں کے مقابلے کے لیے نکلا۔ پٹن کے قریب فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ بہت ہی زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں جمال خاں کو فتح ہوئی۔ صلابت خاں شکست کھا کر برہان پور اسیر کی طرف بھاگ گیا۔

عادل شاہیوں سے صلح

اس کے بعد جمال خاں نے عادل شاہی لشکر کے مقابلے کا ارادہ کیا قصبہ آشٹی کے قریب فریقین ایک دوسرے کے مقابل ہوئے پندرہ روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی رہیں۔ لیکن جنگ کی ابتدا کسی کی طرف سے نہ ہوئی بالآخر کچھ لوگ بیچ میں پڑے اور صلح ہو گئی اور یہ طے پایا کہ جمال خاں، میراں حسین کی ہاتھی اور ستر ہزار ہون عادل شاہیوں کے سپرد کر دے۔ جمال خاں نے یہ شرط پوری کر دی اور احمد نگر روانہ ہو گیا۔

غریبوں کا خروج

جمال خاں نے عید الفطر کے دن تقریباً تین سو (۳۰۰) غریبوں کو (جو فرہاد خاں کی کوششوں سے ابھی تک بچے ہوئے تھے) احمد نگر سے نکال دیا اور یہ بیچارے بیجاپور کی طرف روانہ ہو گئے، ان خستہ حالوں کی کیفیت دلاور خاں نے ابراہیم عادل سے بیان کی اور اس نے انھیں شاہی ملازمین کے گروہ میں شامل کر لیا۔ اب تک یہ سب بیچارے بیجاپور ہی میں ہیں۔

مؤرخ فرشتہ بیجاپور میں

راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی غریبوں کے گروہ کے ساتھ ۱۹ صفر ۹۹۸ھ

اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

برہان نظام شاہ اور اس کے بیٹے

مرتضیٰ نظام شاہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ بُرہان شاہ بن حسین نظام شاہ "کھاکر" کے قلعے میں قید تھا، اس نے اس خیال سے کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال ہو گیا ہے یا وہ پاگل ہو گیا ہے، احمد نگر پر لشکر کشی کی لیکن شکست کھا کر شہنشاہِ اکبر کے پاس چلا گیا۔ برہان کے دو بیٹے تھے، ابراہیم اور اسمٰعیل، ابراہیم ایک حبشن عورت کے بطن سے تھا اسی وجہ سے اس کا رنگ کالا اور صورت غیر دلکش تھی، اسمٰعیل کی ماں، کوکن کے ایک امیر کی بیٹی تھی اور وہ صورت و شکل کے لحاظ سے اپنے بھائی کے برعکس تھا، اس کی شکل کافی جاذبِ توجہ تھی صلابت خاں نے ان دونوں بھائیوں کو "کھاکر" کے قلعے میں قید کر دیا تھا۔

اسمٰعیل کی تخت نشینی

جب میرزا خاں نے میراں حسین کو معزول کیا، اس وقت نظام شاہی خاندان میں ابراہیم اور اسمٰعیل کے علاوہ کوئی وارث تاج و تخت موجود نہ تھا میرزا خاں نے قلعہ "کھاکر" سے ان شاہزادوں کو طلب کیا، اگرچہ ابراہیم بڑا تھا، لیکن میرزا خاں نے بادشاہت کے لیے اسمٰعیل کو موزوں پایا اور اسی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

مہدوی مذہب اور اسمٰعیل

جمال خان جب برسرِ اقتدار آیا تو اس نے بھی اسمٰعیل شاہ کی بادشاہت کو تسلیم کیا۔ جمال خاں کا تعلق مہدوی فرقے سے تھا اس نے بادشاہ کی کم سنی اور نو عمری سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنا ہم عقیدہ بنا لیا اور بارہ اماموں کے نام خطبے سے نکال دیئے۔ قارئین کرام اچھی طرح جانتے ہیں کہ مہدویہ فرقہ سیّد محمد جونپوری سے نسبت رکھتا ہے جنھوں نے ۹۰۰ھ میں اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ سیّد صاحب میں حضرت امام مہدی آخر الزماں کی چند خصوصیات پائی جاتی تھیں، اس وجہ سے اکثر لوگ ان کے دعوے پر یقین لے آئے۔ سید صاحب کے حالاتِ زندگی مشہور و معروف ہیں اس لیے راقم الحروف مؤرخ فرشتہ ان سے قطع نظر کر کے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہے۔

سرحدی امیر تھا) نے وعدہ خلافی کی اور لڑائی کا ارادہ کیا فریقین ایک دوسرے سے معرکہ آرا ہوئے، برہان شاہ کو شکست ہوئی۔ چغتائی خاں نامی ایک امیر مارا گیا، برہان نظام بحالِ تباہ واپس ہنڈیہ آگیا۔

فراہمی لشکر

برہان شاہ دن رات احمدنگر پر قبضہ کرنے کے بارے میں سوچتا رہتا تھا، آخر کار ایک وقت آیا کہ راجہ علی خاں اور ابراہیم عادل شاہ اس کی مدد کے لیے تیار ہو گئے، برہان ہنڈیہ سے برار چلا گیا اور لشکر جمع کرنے لگا۔ جمال خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے دس ہزار مہدویوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔

مہدیوں کا فیصلہ

مہدیوں نے یہ طے کیا کہ سید امجد الملک مہدوی براری امیروں کو ساتھ لے کر برہان شاہ اور راجہ علی خاں کا مقابلہ کرے اور جمال خاں عادل شاہیوں کے سامنے آئے، اس فیصلے کے مطابق جمال خاں نے اسمٰعیل شاہ کو ساتھ لیا اور عادل شاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

عادل شاہی لشکر کی شکست

دارے سنگ نامی قصبے میں فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ مہدویوں نے شجاعت و بہادری کا بڑا شاندار مظاہرہ کیا۔ عادل شاہی لشکر کو شکست ہوئی اور جمال خاں نے تین سو عادل شاہی ہاتھیوں کو اپنے قبضے میں کیا۔

جمال خاں کی برار کو روانگی

اس واقعے کے چوتھے روز یہ اطلاع ملی کہ عادل شاہ اور راجہ علی خاں کی کوششوں سے براری امیروں نے برہان شاہ کی اطاعت کر لی ہے اور سرحد پر اس سے ملاقات کی، یہ خبر سنتے ہی جمال خاں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ برار کی طرف روانہ ہو گیا۔

عادل شاہ کی کارروائی

راجہ علی خاں کے مشورے کے مطابق عادل شاہ نے جمال خاں کا تعاقب کیا اور بری امیروں کو یہ حکم دیا کہ نظام شاہی لشکر پر چاروں طرف سے چھاپے مارے جائیں اور غلّہ اور سامانِ ضرورت اس کے پاس نہ پہنچنے دیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی تو جمال خاں کے بہت سے ساتھی اس سے علٰحدہ ہو کر برہان سے مل گئے۔

مہدوی لشکر کی پریشانی

جمال خاں اپنے مہدوی جاں نثاروں کی وفاداری اور خلوص پر اعتماد کر کے بڑی شان و شوکت کے ساتھ راستہ طے کرتا ہوا روہنگیر گھاٹ پر پہنچا، برہان شاہ کے آدمیوں نے گھاٹ کا راستہ مسدود کر رکھا تھا۔ جمال خاں ایک دوسرے راستے سے جو بہت ہی مشکل اور پیچیدہ تھا، برہان شاہ کی طرف بڑھا، اس راستے میں پانی بہت کم تھا اور ہوا انتہائی گرم تھی اس وجہ سے

کو احمد نگر سے بیجاپور آگیا۔ دلاور خاں کے توسط سے بادشاہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور مجھے شاہی ملازمین میں داخل کر لیا گیا، تاحال اسی عالی مرتبت بادشاہ کی بارگاہ سے وابستہ ہوں۔

صلابت خاں کا انتقال

اس زمانے میں صلابت خاں کی عمر ستر سال ہو چکی تھی وہ زندگی کی آخری منزل پر تھا اس صورتِ حال کو مدِنظر رکھتے ہوئے اسمٰعیل نظام شاہ سے اس نے جمال خاں کے واسطے ایک قول نامہ حاصل کیا اور برہان پور اسیر سے احمد نگر آگیا۔ صلابت خاں نے کوئی منصب قبول نہ کیا اور اپنے آباد کیے ہوئے قصبے ٹپکا پور میں قیام پذیر ہوا اور آخری وقت تک وہیں رہا۔ اسی سال یعنی ۹۹۸ھ ہجری میں اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور خود اپنے تعمیر کردہ مزار میں مدفون ہوا۔ صلابت خاں کی یادگار اس کا لڑکا مرتضیٰ قلی موجود ہے جو آج کل مرتضیٰ شاہ بن شاہ علی کی بارگاہ میں ملازم ہے۔

برہان شاہ کو اکبر کا مشورہ

جب اکبر بادشاہ نے اسمٰعیل نظام شاہ کی تخت نشینی کی خبر سُنی تو اس نے برہان شاہ کو اس کی جاگیر ملک بنگش سے (جو کابل اور سندھ کے درمیان واقع ہے) اپنے پاس بلوایا اور کہا "احمد نگر کے حقیقی وارث تمہیں ہو، اس لیے میں یہ ملک تم کو عطا کرتا ہوں۔ اس ملک کے فتح کرنے کے لیے جتنا لشکر بھی درکار ہو، اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو جاؤ اور اپنے بیٹے کو معزول کر کے عنانِ حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لو۔

بُرہان شاہ کا جواب

برہان نے بادشاہ سے کہا "اہل دکن جب شاہی لشکر کو میرے ساتھ دیکھیں گے تو وہ طرح طرح کے توہمات میں مبتلا ہو جائیں گے اور میرے ساتھ بُری طرح پیش آئیں گے۔ اگر حضور کا حکم ہو تو میں اکیلا ہی دکن کی طرف جاؤں اور نرمی و ملائمت سے اہلِ دکن کو اپنا بہی خواہ بنا کر اپنے موروثی ملک پر قبضہ کروں۔ بادشاہ نے برہان کی اس رائے کو پسند کیا۔

دکن کو روانگی

اکبر بادشاہ نے پرگنہ ہنڈیا برہان شاہ کو بطور جاگیر کے عنایت کیا حاکم اسیر راجہ علی خاں کے نام اس مضمون کا ایک فرمان بھیجا کہ برہان شاہ کی مدد میں کوتاہی نہ کی جائے۔ برہان شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دکن کی سرحد پر پہنچا اور قصبہ ہنڈیا میں قیام پذیر ہوا، اس نے نظام شاہی علاقے کے زمینداروں اور سرداروں کو قول نامے روانہ کیے اور انھیں اپنی اطاعت کی ترغیب دی، ان زمینداروں نے برہان شاہ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

برہان شاہ اور جہانگیر خاں حبشی کا معرکہ

برہان شاہ نے گنتی کے چند سوار ساتھ لیے اور گندوانہ کے راستے سے برار میں داخل ہو گیا، جہانگیر خاں حبشی (جو ایک

بُرہان نظام شاہ بن حسین نظام شاہ

ایامِ اسیری

بُرہان نظام شاہ اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کے عہدِ حکومت میں "لہاکر" میں قید تھا، اس کی جاگیر بہت تھی اس وجہ سے اس کی زندگی بڑی اچھی طرح گزرتی رہی، مرتضیٰ نظام کے زمانے میں صاحب خاں کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے تمام امراء اور سردارانِ لشکر بادشاہ سے بہت ناخوش تھے جب مرتضیٰ صاحب خاں کے پیچھے پیچھے بیدر روانہ ہوا تو امراء نے موقع پاکر برہان شاہ کو لکھا: "آپ کا بھائی بالکل دیوانہ ہے اور وہ بادشاہت کے قابل نہیں رہا۔ اگر آپ قلعے سے نکل کر یہاں آئیں تو ہم سب ہر طرح آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے۔"

بُرہان نظام شاہ احمد نگر میں

برہان شاہ نے قلعے کے حاکم سے سازباز کی اور باہر نکل آیا جب وہ جنیر کے قریب پہنچا تو اس کے گرد تقریباً پانچ چھ ہزار سپاہی جمع ہو گئے اس کے سر پر چترِ شاہی سایہ فگن کیا گیا، مرتضیٰ نظام کو اس واقعے کی جب اطلاع ملی تو وہ بیدر میں تھا، فوراً احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام کی آمد سے ایک روز قبل برہان شاہ احمد نگر پہنچ گیا، اسی روز عصر کے وقت اس نے ہاتھی پر سوار ہو کر سارے شہر کا چکر لگایا تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ مرتضیٰ نظام زندہ نہیں ہے۔

مرتضیٰ نظام کی آمد

مرتضیٰ نظام بھی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد نگر پہنچا، نعمت خاں چاشنی گیر کے بازار میں پہنچ کر زین خاں سمنانی، دوا فروش کی دکان پر اپنا ہاتھی کھڑا کیا اور دکان دار سے پوچھا "تمہاری دکان میں کیا کیا اشیاء موجود ہیں؟" بادشاہ نے استفسار کیا۔ کیا تمہارے پاس دیوانگی و جنون کے دُور کرنے کی بھی کوئی دوا ہے؟ اس کے جواب میں دوا فروش بولا "میرے پاس ہر طرح کے جلاب کی دوائیں موجود ہیں۔"

دوا فروش سے گفتگو

اس پر بادشاہ نے کہا "خدا ہی جانتا ہے کہ میں مجنون و دیوانہ ہوں، یا فقیروں کی طرح خلوت گزیں ہو کر حکمرانی کرنے کا خواہاں ہوں یا میرے بھائی کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے جو اس نے اپنے آپ کو اس مصیبت میں گرفتار کر لیا ہے۔" زین خاں نے

جمال خاں کے سپاہیوں کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور منزل کے تعین میں خاصی زحمت اٹھانا پڑی۔

پانی کی نایابی

اسی اثناء میں یہ معلوم ہوا کہ تین کوس کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جہاں پانی بکثرت ہے جمال خاں فوراً اس مقام کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی برہان شاہ اور علی خاں نے اس مقام کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ جمال خاں کے لشکریوں کی حالت بہت خراب ہوگئی، اور انھوں نے راستے کے ایک جنگل میں قیام کیا۔

پانی کی فراہمی

یہ سپاہی پانی کی تلاش میں ادھر اُدھر دوڑنے لگے، ان کو اطلاع ملی کہ قریب ہی ایک نخلستان ہے اور وہاں پانی بکثرت ہے۔ یہ لوگ بھاگے بھاگے وہاں گئے تھوڑا سا پانی ہاتھ لگا جو جانوروں اور انسانوں کی پیاس بجھانے کے کام آیا۔

فریقین کا آمنا سامنا

جمال خاں نے اسی دن معرکہ کارزار گرم کر کے معاملے کو ختم کرنے کا ارادہ کیا اس نے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور برہان شاہ اور راجہ علی خاں کے مقابلے کے لیے ۱۳ رجب ۹۹۹ھ ہجری کو روانہ ہوگیا، اگرچہ فریقین کی فوجوں میں کافی فاصلہ حائل تھا لیکن مہدویوں نے کسی نہ کسی طرح یہ فاصلہ طے کر ہی لیا جمال خاں اپنے ہم عقیدہ بھائیوں کی قوت پر نازاں ہو کر دشمن کے مقابلے پر آگیا۔

اسمٰعیل نظام کا فرار

دونوں لشکروں میں زبردست لڑائی ہوئی، مہدویوں کی فوج نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو پسپا کر دیا، قریب تھا کہ مہدویوں کو فتح حاصل ہوتی کہ اچانک ایک گولی جمال خاں کے ماتھے پر لگی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا، یہ صورتِ حال دیکھ کر یاقوت خاں، خداوند خاں حبشی اور خواجہ میر سہیل نے میدانِ جنگ میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اسمٰعیل نظام کو ساتھ لے کر بھاگ گئے۔

برہان نظام شاہ کی فتح

برہان شاہ نے فراریوں کا تعاقب کیا یاقوت خاں اور خداوند خاں حبشی کو اس نے گرفتار کر لیا اور ان دونوں کے سر تن سے جدا کر دیئے سہیل خواجہ سرا نے اسمٰعیل نظام کو ایک قصبے میں چھوڑا اور خود بیجاپور کی طرف بھاگ گیا، برہان شاہ کے امراء نے سہیل کا پیچھا چھوڑ دیا اور اسمٰعیل نظام کو اس کے باپ کے پاس لے آئے، برہان شاہ بہت ہی خوش ہوا اور اس نے راجہ علی خاں کو جس نے اس کی بہت مدد کی تھی چند ہاتھی بطورِ تحفہ نذر کیے، اس کے بعد برہان احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا۔
اسمٰعیل شاہ نے دو سال تک حکمرانی کی۔

برہان — اکبر بادشاہ کی خدمت میں

برہان شروع میں سہ صدی امیر تھا لیکن بعد میں جب کہ اسے خانِ اعظم کوکہ کے ساتھ دکن روانہ کیا گیا تو اسے ایک ہزاری منصب دار بنا دیا گیا تھا، خان اعظم نے بالاپور پہنچ کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا، لیکن مقصد پھر بھی پورا نہ ہوا اور وہ نامراد واپس آیا، بعد میں اکبر بادشاہ نے برہان شاہ کو صادق محمد خاں کے ساتھ دریائے سندھ اور کابل کے درمیانی علاقے کے افغانوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا اور قصبۂ بنگش کا جاگیردار مقرر کیا۔

دکن کو واپسی اور حکمرانی

برہان شاہ کا بیٹا جب احمد نگر کا حکمران ہوا تو اکبر بادشاہ نے برہان کو بنگش سے بلا کر دکن کی طرف روانہ کیا، جیسا کہ سطور بالا میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے وہ اپنی عمر کے آخری حصے میں احمد نگر کے تاج و تخت کا مالک بن گیا۔

مہدوی مذہب کی بیخ کنی

برہان شاہ کے بیٹے کے عہد میں مہدوی مذہب نے بہت زور پکڑا تھا، سارے ملک میں اس مذہب کے پرستار موجود تھے، لیکن برہان نے اس عقیدے کو بالکل نیست و نابود کر دیا کہ مہدوی مذہب کے ماننے والے جہاں کہیں بھی نظر آئیں انھیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس اقدام کا یہ نتیجہ نکلا کہ کچھ ہی عرصے میں یہ مذہب احمد نگر میں بالکل ختم ہو گیا۔

شیعہ مذہب کا رواج

برہان شاہ نے حسبِ سابق شیعہ مذہب کو رواج دیا اور اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کیے گئے وہ غریب امراء جو میرزا خاں کی وجہ سے ملک سے فرار ہو گئے تھے، دوبارہ احمد نگر آئے اور یہ شہر ایک دفعہ پھر اہلِ کمال کا مرکز بن گیا۔

عادل شاہ کا پیغام

دلاور خاں حبشی جو عادل شاہ کے خوف کی وجہ سے احمد آباد بیدر چلا گیا تھا، برہان شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے منصب و جاگیر سے سرفراز کیا گیا، عادل شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت آزردہ ہوا اس نے برہان نظام کو پیغام بھیجا۔

"دوستانہ مراسم کا یہ تقاضا ہے کہ آپ دوست دشمن میں امتیاز کریں اور میرے دوستوں کو اپنا دوست اور میرے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھیں، آپ ہر معاملے میں میرا ساتھ دیں تاکہ باہمی رفاقت اور زیادہ مستحکم ہو، مجھے انتہائی تعجب ہے کہ جناب والا نے میرے ایک نمک حرام ملازم کو آپ نے نہ صرف منصب و جاگیر ہی بخشی بلکہ اُسے ایک ممتاز عہدہ پر متعین بھی کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان تعلقات کا خیال رکھیں گے

کہا "حضور بڑے اطمینان کے ساتھ تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہیں۔ برہان شاہ پاگل ہے کہ جس نے نمک حرامی کر کے آپ جیسے مہربان اور سراپا لطف و کرم بھائی کے خلاف یہ ناشائستہ حرکت کی ہے مرتضٰی نظام و دافروش کی گفتگو سے بہت خوش ہوا اور اسے ایک ہزار ہون انعام میں دے کر وہاں سے روانہ ہوا۔

برہان نظام شاہ سے اس کے ساتھیوں کی علیحدگی

مرتضٰی نظام شاہ پورے آٹھ برس کے بعد رعایا کے سامنے آیا تھا اس نے اپنے اکثر و بیشتر ملازموں اور خدمت گزاروں کو پہچانا اور ان سے بات چیت کی وہ شہر کے مختلف بازاروں کا چکر لگاتا ہوا قلعے میں آگیا۔ دوسرے دن برہان شاہ باغِ ہشت بہشت میں مقیم ہوا۔ مرتضٰی نظام کی خبر سارے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، اس لیے برہان شاہ کے اکثر ساتھی اس سے علیحدہ ہو گئے۔

جنگ میں برہان نظام شاہ کی شکست اور فرار

دوسرے دن بھی مرتضٰی نظام شاہ ہاتھی پر سوار ہو کر قلعے سے باہر میدان میں آیا۔ تقریباً دس ہزار سوار اس کے چتر کے نیچے جمع ہو گئے، بادشاہ خود تو "کالا چبوترہ" کے قریب کھڑا ہوا اور صلابت خاں کو سپہ سالار مقرر کر کے توپ خانے اور ہاتھیوں کے ہمراہ برہان شاہ کے مقابلے پر روانہ کیا۔ باغ ہشت بہشت کے قریب زبردست جنگ ہوئی اور برہان شاہ شکست کھا کر بیجاپور کی طرف بھاگ گیا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر میں دوبارہ آمد

دو سال کے بعد برہان شاہ اپنے بعض امیروں کی درخواست پر درویشانہ لباس میں احمد نگر میں آیا، اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مِل کر طے کیا کہ فلاں روز جب کہ صلابت خاں دیوان خانے میں بیٹھا ہوا ملکی معاملات کا فیصلہ کر رہا ہو تو پانچ سو (۵۰۰) سوار ایک دم اس پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر ڈالیں اور مرتضٰی نظام شاہ کو جو پاگل ہو گیا ہے، قتل کر کے برہان شاہ کی حکومت کا اعلان کر دیں۔"

واپسی

صلابت خاں پر اس سازش کا راز کھل گیا، اس نے ان تمام سازشیوں کو گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد صلابت خاں نے برہان شاہ کو ڈھونڈھنا شروع کیا مگر وہ اس کے ہاتھ نہ آیا، کیونکہ برہان فقیرانہ لباس میں اِدھر اُدھر گھومتا تھا اور اس عالم میں اسے پہچاننا بہت مشکل تھا۔ احمد نگر سے وہ گجرات چلا گیا اور قطب الدین محمد خاں غزنوی کے ہاں قیام پذیر ہوا اس کے کچھ دنوں بعد وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

کچھ دنوں بعد برسات کا موسم آگیا اور یہ اندیشہ پیدا ہُوا کہ کہیں دریا کا پانی چڑھ کر قلعے اور لشکر کے درمیان حائل نہ ہوجائے اور اس سے فائدہ اٹھا کر عادل شاہی فوج قلعے پر قبضہ نہ کر لے، برہان شاہ نے نامکمل قلعے میں دروازے لگائے اور حصار کو توپوں وغیرہ سے مستحکم کیا اور برسات کے دوران قلعے کو مکمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

دلاور خاں کی خام خیالی

اسی اثنا میں دلاور خاں نے سوچا، جب تک میرے جیسا فہیم اور دانش مند امیر بیجاپور میں نہ پہنچے گا، عادل شاہ کو نظام شاہیوں کے ہنگامے سے نجات نہ ملے گی۔ اس خیال کے پیشِ نظر دلاور خاں نے عادل شاہ سے قول نامے کی درخواست کی تاکہ پورے اطمینان کے ساتھ وہ بیجاپور جائے اور پہلے کی طرح سیاہ و سفید کا مالک ہوجائے۔

دلاور کی بیجاپور کو روانگی

عادل شاہ تو یہی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح دلاور خاں اس کے ہاتھ لگ جائے لہٰذا اس نے فوراً قول نامہ روانہ کر دیا۔ برہان شاہ نے دلاور کو بہت روکا۔ مدلل انداز سے سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور بیجاپور روانہ ہوگیا۔

عادل شاہی لشکر کی روانگی

دلاور خاں یونہی بیجاپور پہنچا، اسے گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا گیا، اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے دشمن کی طرف توجہ کی اور رومی خاں اور الیاس خاں جیسے نامی گرامی امیروں کو نظام شاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا، ان امیروں نے قلعہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور برگی امراء کو پانچ چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ دریا کے پار اتارا اور حکم دیا کہ تباہی و بربادی کا بازار ایسا گرم کیا جائے کہ نظام شاہیوں کے لیے اطمینان کا سانس لینا بھی دشوار ہوجائے۔

برہان نظام شاہ کا اقدام

عادل شاہیوں نے دشمن کو بہت پریشان کیا، برہان شاہ یہ صورتِ حال دیکھ کر بہت غصے میں آیا۔ اس کو اپنے امیروں پر قطعاً بھروسہ نہ تھا رات کے وقت وہ دشمن کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہُوا اور صبح ہوتے ہی وہاں پہنچ گیا۔ عادل شاہیوں نے جب دشمن کی فوج کو دیکھا تو وہ اس جگہ سے کوچ کر گئے اور دریا کو پار کر کے الیاس خاں اور رومی خاں سے جا ملے اور اپنے لشکر کو منظم کرنے لگے۔

دریا میں طغیانی

اتفاق سے اسی وقت دریا میں زبردست طغیانی آگئی اور برہان شاہ اس وجہ سے دریا کو پار نہ کر سکا، اس نے دریا کے اس کنارے سے دوسرے کنارے پر کھڑے ہوئے دشمن پر توپوں کے ذریعے گولہ باری کی، لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور وہ واپس اپنی جگہ پر آگیا۔

جو میرے اور آپ کے درمیان چلے آ رہے ہیں اور کوئی ایسا قدم نہ اُٹھائیں گے جو میری دل شکنی کا باعث ہو۔"

پیغام کا نازیبا جواب

یہ پیغام سُن کر برہان شاہ بہت غصے میں آیا، اسے واقعی دوست دشمن میں امتیاز نہ رہا اور اس پیغام کے جواب میں نازیبا اور سخت باتیں کیں یہ جواب پاکر عادل شاہ بھی محتاط ہو گیا اور برہان شاہ کی دشمنی پر کمر باندھ لی

ہاتھیوں کی واپسی کا مطالبہ

عادل شاہ نے ملا عنایت اللہ جہری کو احمد نگر بھیجا اور برہان شاہ کو پیغام دیا۔ وہ تین سو (۳۰۰) ہاتھی جو دلاور خاں کی ناتجربہ کاری اور حماقت کی وجہ سے آپ نے قبضے میں کر رکھے ہیں واپس کر دیجئے، اگر آپ نے اس سلسلے میں تاخیر کی تو آپ کو زبردست نقصان اٹھانا پڑے گا۔

عادل شاہی علاقے پر لشکر کشی

برہان شاہ کو جب یہ پیغام ملا تو وہ اور زیادہ غصے میں آیا اس نے فوراً لشکر کی فراہمی کا حکم دیا اور اپنے امیروں کو ساتھ لے کر عادل شاہی علاقے میں داخل ہو گیا۔ عادل شاہ، برہان کو ایک ذرہ بے مقدار سے زیادہ نہ سمجھتا تھا، لہٰذا اس نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور بیجاپور میں ہی مقیم رہا۔ برہان نے دریائے بیورہ کے کنارے منگلسرہ نامی مقام میں قیام کیا، دلاور خاں اور دوسرے امراء کے مشورے سے اس نے فی الحال آگے قدم بڑھانا مناسب نہ سمجھا۔

بلند عزائم

برہان شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ دریائے بیورہ کے پار ایک قلعہ تعمیر کروائے اور اس مقام تک تمام عادل شاہی علاقہ اپنے قبضے میں کر کے نو تعمیر شدہ قلعے کو سرحد قرار دے اور بعد ازاں رفتہ رفتہ شولاپور اور شاہ درگ پر بھی قبضہ کرے۔

نئے قلعہ کی تعمیر کا کام

گرمیوں کا زمانہ تھا، برہان شاہ نے تجربہ کار معماروں اور کاریگروں کو دریائے بیورہ (جو ان دنوں پایاب تھا) کے پار اُتارا اور ایک ایسی جگہ پر قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروایا، جہاں پرانے زمانے میں ایک قلعہ موجود تھا، لیکن اب امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں مسمار ہو چکا تھا، اس کے کھنڈرات ابھی تک باقی تھے، نظام شاہی معماروں نے بڑی مستعدی سے کام شروع کیا اور قلعے کو جلد از جلد تیار کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

برسات کا موسم

عادل شاہ نے مصلحتاً بیجاپور سے کوئی فوج نظام شاہی لشکریوں کی سرکوبی کے لیے روانہ نہ کی، لہٰذا یہ لوگ بڑے اطمینان کے ساتھ قلعے کی تعمیر میں مصروف رہے،

سے ایسی چشم پوشی کی کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

صلح کی کوشش محمد قلی قطب شاہ اور راجہ علی خاں نے جب حالات کو بگڑتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے معتبر امیروں مصطفیٰ خاں استر آبادی اور عبدالسلام تونی کو بیجاپور روانہ کیا اور ابراہیم عادل شاہ سے صلح کی۔ عادل شاہ نے صلح سے انکار کیا اور تین مہینے تک یہ معاملہ یونہی رہا۔ آخر جب قطب شاہ اور علی خاں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو اس شرط پر صلح قبول کی کہ برہان شاہ اپنا نو تعمیر قلعہ اپنے ہی ہاتھوں مسمار کر کے واپس چلا جائے۔

صلح کی شرط کے ایفاء کا اقرار خواجہ عبدالسلام تونی نے یہ شرط پوری کرنے کا وعدہ کیا، اور عادل شاہ سے کہا "یہ مناسب ہوگا کہ حضور اپنے کسی معتبر امیر کو ہمارے ساتھ کر دیں تاکہ اس کی موجودگی میں یہ شرط پوری کی جائے عادل شاہ نے شاہ نواز خاں شیرازی کو (جس کا تذکرہ عادل شاہی حالات میں آچکا ہے) برہان شاہ کے پاس روانہ کر دیا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی شاہ نواز خاں نظام شاہی لشکر میں پہنچا۔ برہان شاہ کے امیروں نے اس کا استقبال کیا اور اسے بادشاہ کے پاس لے گئے برہان نے شاہ نواز کی موجودگی میں نو تعمیر قلعہ مسمار کیا اور اسے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا، اس کے بعد برہان شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا جلد از جلد احمد نگر پہنچ گیا۔

ریکندہ پر لشکر کشی ۱۰۰۱ھ میں برہان شاہ نے ریکندہ کے عیسائیوں کی سرزنش کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے امراء کی ایک جماعت کو بندر چیول روانہ کیا، برہان شاہ نے حکم دیا کہ دریا کے کنارے جو پہاڑ ہے، اس پر ایک قلعہ تعمیر کیا جائے، قلعہ کا رخ اس طرف ہو جدھر سے عیسائیوں کی کشتیاں قلعۂ ریکندہ کی طرف جاتی ہیں۔ قلعے کو توپوں وغیرہ سے خوب اچھی طرح مستحکم کیا جائے تاکہ عیسائیوں کو سامانِ ضرورت نہ پہنچ سکے۔

قلعۂ کھوالہ کی تعمیر بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور قلعہ تیار ہو گیا، اس قلعے کا نام "کھوالہ" رکھا گیا، عیسائیوں نے دن کے وقت اپنی آمد و رفت کو موقوف کر دیا اور رات کے وقت قلعے کے سامنے سے گزرنے لگے۔ انھوں نے دوسری بندرگاہوں سے جو عیسائیوں کے قبضے میں تھیں، مدد کی درخواست کی۔ عیسائیوں نے ریکندہ کے اپنے ہم مذہبوں کا ساتھ دیا اور دو دوبارہ مسلمانوں پر شب خون مارا، ہر مرتبہ دو دو تین تین ہزار دکنی مسلمان مارے گئے۔

قلعۂ کھوالہ کے لیے مزید لشکر برہان شاہ دل میں دکنی لشکریوں کے قتل سے بہت خوش تھا لیکن

برکی امراء کی یورش

برکی امیروں نے دوبارہ دریا کو پار کر کے نظام شاہیوں کو پریشان کرنا شروع کیا، آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی، غلّے اور چارے کی کمی کی وجہ سے برہان شاہ کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہو گئے۔ برہان نے نو تعمیر قلعے کو اسد خاں ترک کے حوالے کیا بہادر اور جوان ہمت سپاہیوں کے ایک گروہ کو قلعے میں چھوڑا اور خود یہاں سے کوچ کر کے نظام شاہی حدود میں آگیا تاکہ غلّہ اور دیگر سامانِ ضرورت بآسانی حاصل کیا جا سکے۔

عادل شاہیوں کے حوصلے

اب رومی خاں اور الیاس خاں کو تگ و دو کا اچھا خاصا موقع ہاتھ آگیا انھوں نے دریا کو پار کر کے دشمن کو نقصان پہنچانا شروع کیا برہان شاہ بہت پریشان ہوا۔ اس نے برار کے امیرالامراء نور خاں کو جو بہادری میں اپنی مثال آپ تھا۔ کئی دوسرے امیروں کے ہمراہ عادل شاہی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔

نظام شاہیوں کی شکست

لشکر سے دو تین کوس کے فاصلے پر نور خاں اور عادل شاہیوں میں معرکہ آرائی ہوئی۔ اعتماد خاں شوستری نے نیزہ مار کر نور خاں کو ہلاک کر دیا، اور اس طرح نظام شاہیوں کو زبردست شکست ہوئی۔ عادل شاہیوں نے دشمن کے ڈیڑھ سو ہاتھی اپنے قبضے میں کر لیے۔

اُمراء کا اِرادہ

اس واقعے سے برہان شاہ کی بڑی ذلت ہوئی اور خود اس کے امیر اس کے خلاف ہو گئے۔ دکن کے نامی گرامی امراء کامل خان اور اس کے بھائیوں وغیرہ نے بُرہان کو معزول کر کے اس کے لڑکے اسمٰعیل کو تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ برہان شاہ کو امیروں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے کامل خاں وغیرہ کو سخت سزا دی۔

یُوسف خواجہ سرا کا خطرناک اِرادہ

اس واقعہ کے بعد اہلِ دکن بادشاہ کے زیادہ مخالف ہو گئے ایک مقرب شاہی یُوسف خواجہ سرا نے جو حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھا، رات کے وقت بادشاہ کو قتل کر کے اس کے بیٹے اسمٰعیل کو تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا۔ برہان شاہ کو اس کی بھی اطلاع ہو گئی، لیکن اسے یقین نہ آیا کہ یُوسف اس کے بارے میں ایسا بھی سوچ سکتا ہے۔

بادشاہ کی چشم پوشی

ایک رات بادشاہ نیند کے بہانے سے خواب گاہ میں گیا۔ یُوسف خواجہ سرا بھی خنجر ہاتھ میں لے کر خیمے میں آگیا، برہان شاہ نے اس کو دیکھ لیا اور چھلانگ لگا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یُوسف سے بادشاہ کو بڑی محبت تھی، لہٰذا اس نے اسے کچھ نہ کہا بلکہ اس واقعے

عورت چاہے وہ کنواری ہو چاہے شادی شدہ، اس کے محل میں داخل کی جائے۔

برہان نظام شاہ کی بوالہوسی

بادشاہ کا یہ حکم سُن کر تمام رعایا پریشان ہوگئی، برہان شاہ کو کسی نے بتایا کہ شجاعت خاں کی بیوی بہت ہی خوبصورت ہے، فوراً وہ عورت شاہی محل میں بلائی گئی۔ شجاعت خاں نے اپنی بیوی کو بادشاہ کے پاس بھیجنے سے انکار کردیا، برہان نے فوراً شجاعت خاں کو گرفتار کرکے ایک قلعے میں قید کردیا اور اس کی بیوی کو اپنے محل میں منگوالیا۔

شجاعت خاں کی خودکشی

برہان شاہ کو یہ عورت پسند نہ آئی اور اسے ہاتھ لگائے بغیر ہی اس نے واپس کردیا، ادھر شجاعت خاں جو قلعے میں قید تھا، بیوی کی جُدائی کی تاب نہ لاسکا اور اس نے اپنے پیٹ میں خنجر بھونک کر خودکشی کرلی، اس واقعہ سے اہلِ دکن بہت متاثر ہوئے۔

کھوالہ کے امیروں کا ارادہ

جو امراء قلعۂ کھوالہ کی حفاظت پر متعین تھے وہ بھی بہت آزردہ خاطر ہوئے اور انھوں نے قلعے کی حفاظت جی لگاکر نہ کی، ان امیروں نے طے کیا کہ احمد نگر روانہ ہوجائیں اور برہان شاہ کو مسند شاہی سے الگ کرنے کی کوشش کریں۔

فرنگیوں کی لشکرکشی

فرنگیوں کو نظام شاہی امیروں کے ارادے کی خبر ہوگئی، انھوں نے سپاہیوں سے بھری ہوئی ساٹھ کشتیاں مختلف بندرگاہوں سے منگوائیں اور رات کے اندھیرے میں قلعہ کھوالہ سے گزر کر ریکندہ پہنچ گئے۔ ۱۶ ذی الحجہ کی صبح کو چار ہزار فرنگیوں نے قلعہ کھوالہ پر لشکرکشی کی۔ قلعے کے باہر تاج خاں اور رانی رائے ایک مختصر سی جماعت کے ہمراہ مقیم تھے، انھوں نے جو دشمن کو آتے دیکھا تو گھبرا کر قلعے کے اندر داخل ہوگئے۔

مسلمانوں کا قتل

فرنگیوں نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کردیا۔ چونکہ فرہاد خاں بادشاہ سے ناراضگی کی وجہ سے پہلے کی طرح قلعے کی حفاظت نہ کرتا تھا، اس لیے نگہبانوں نے اندھیرے کی وجہ سے قلعے کے دروازے کھُلے رہنے دیے تھے، عیسائیوں نے جو مسلمانوں کے تعاقب میں بھاگے چلے آرہے تھے، نگہبانوں کو دروازے بند کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور تاج خاں وغیرہ کے پیچھے پیچھے قلعے کے اندر چلے آئے اور مسلمانوں کے قتل میں مصروف ہوگئے۔

فرہاد خاں اور اسد خاں نے اہلِ قلعہ کی فریاد سنی اور نیند سے بیدار ہوئے، اگرچہ قلعے میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے دوگنی تھی، لیکن وہ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ حیران و پریشان کھڑے رہے اور دشمنوں کے ہاتھوں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے رہے، دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ ہزار مسلمانوں کی لاشیں

ظاہری طور پر اس نے اس واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا۔ بادشاہ نے فرہاد خاں اور شجاعت خاں حبشی کو دوسرے دکنی امراء کے ساتھ (جن سے وہ آزردہ خاطر تھا) مع دس ہزار سپاہیوں کے قلعۂ کھوالہ کی طرف روانہ کیا۔

رو لبسائی اور دکن پر لشکر کشی

رو لبسائی اور دمن کی بندرگاہیں گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہیں ان بندرگاہوں سے رکیندہ والوں کو بہت مدد ملی تھی، اس لیے بُرہان نظام شاہ نے بہادر گیلانی کو دوسرے کئی غریب اُمراء کے ساتھ ان بندرگاہوں کی طرف روانہ کیا۔ بہادر گیلانی ۱۱ر شوال ۱۰۰۱ھ کو منزلِ مقصود پر پہنچا۔ عیسائیوں اور فرنگیوں کی ایک بڑی تعداد نے بہادر گیلانی کا مقابلہ کیا۔

فرنگیوں اور نصرانیوں کا قتل

دکنی اور حبشی امراء نے جو کھوالہ کی مہم پر نامزد کیے گئے تھے، بڑی جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور فرنگیوں کو منہ کی کھانی پڑی تقریباً ایک سو فرنگی اور دو سو نصرانی لڑائی میں کام آئے۔

عظیم الشان جشن مسرت

برہان شاہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہُوا اُس نے آئینہ خانہ کی عمارت میں جو عمارت بغداد کے بالکل ساتھ ہی تعمیر کروائی گئی تھی، ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا، اس موقعہ پر ہر شخص کو یہ اجازت تھی کہ اسے جس چیز کی خواہش ہو بلا جھجک طلب کرے۔ شراب اور کئی طرح کے لذیذ حلوے اور معجونیں مجلس میں لائی گئیں، مے خواروں نے جام انڈیلنے شروع کیے اور جو پینے کے عادی نہ تھے، شربتوں وغیرہ سے جی بہلایا اس کے بعد گانے بجانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔

خان خاناں کی مالوہ پر لشکر کشی

۱۰۰۱ھ ہجری میں بُرہان شاہ کو اطلاع ملی کہ بادشاہ اکبر نے بیرم خاں کے بیٹے خان خاناں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالوہ کی مہم پر اور میرزا شاہ رُخ بادشاہ بدخشاں اور شہباز خاں کو سلطان پور نذر بار کی طرف روانہ کیا ہے، برہان شاہ نے اس خیال کے پیشِ نظر کہ کہیں خان خاناں برار پر حملہ نہ کر دے، عماد خاں کو راجہ علی خاں کے پاس روانہ کیا اور اس بارے میں مشورہ کیا۔

ایک زبردست حادثہ

اسی دوران میں بندرگاہ چیول میں ایک زبردست حادثہ پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ قلعۂ کھوالہ کی تعمیر کے بعد فرہاد خاں، اسد خاں، تاج خاں اور نصیر الملک جیسے نامی گرامی امراء قلعے کی حفاظت اور دشمن کی مدافعت کی پوری پوری کوشش کرتے رہے انھوں نے عیسائیوں کے تمام آنے جانے کے راستے مسدود کر رکھے تھے، قریب تھا کہ یہ عیسائی پریشان ہو کر اس علاقے سے چلے جاتے کہ برہان شاہ نفسانی خواہشات میں مبتلا ہُوا اور اس نے حکم دیا کہ ہر خوبصورت

سنہ ۱۰۰۳ھ کو روانہ کیا۔ مرتضیٰ انجو نے دس بارہ ہزار سوار ساتھ لیے اور برگی امیروں کا مقابلہ کرنے اور عادل شاہی علاقے کو تباہ و برباد کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے مرتضیٰ انجو سے کہا۔ میں بھی صحت یاب ہونے کے بعد باری امراء کے ساتھ اس طرف آؤں گا۔

اُزبک بہادر کا قتل

مرتضیٰ انجو اپنے لشکر کو لے کر قلعے کے قریب پہنچا، اس نے اُزبک بہادر کو کچھ فوج کے ساتھ برگی امیروں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں اُزبک بہادر مارا گیا اور نظام شاہی لشکر کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

بادشاہ کی لاعلاج بیماری

بادشاہ کو جب اس شکست کی اطلاع ملی تو وہ زیادہ آزردہ خاطر ہوا پہلے ہی وُہ بیمار تھا اور اب اس منحوس خبر نے اسے اس حد تک کمزور کر دیا کہ حکیموں نے جواب دے دیا۔ خونی اسہال اور تپ محرقہ نے بادشاہ کو بالکل نڈھال کر دیا۔ اور وہ صاحبِ فراش ہو گیا۔

ابراہیم کا ولی عہد مقرر ہونا

برہان شاہ نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ ابراہیم کو اپنا ولی عہد مقرر کیا برہان اپنے چھوٹے بیٹے اسمٰعیل سے اس وجہ سے ناراض تھا کہ وہ مہدوی مذہب کو سخت ناپسند کرتا تھا۔ اخلاص خاں کی یہ خواہش تھی کہ شہزادہ اسمٰعیل ولی عہد مقرر ہو لہٰذا جب اسے ابراہیم کی ولی عہدی کی خبر ملی تو اسے بہت افسوس ہوا۔

اخلاص خاں کا ہنگامہ

اخلاص خاص نے مرتضیٰ انجو کے لشکر میں یہ افواہ پھیلا دی کہ برہان شاہ کا انتقال ہو گیا ہے، اس کے بعد اس نے جمال خاں کی تقلید میں یہ حکم دیا ہے کہ غریبوں کا تمام مال و اسباب لُوٹ لیا جائے۔ مرتضیٰ خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے بھی قتل و غارت گری کی ٹھانی۔ بعض غریب امراء احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے اور جلد از جلد برہان شاہ کے پاس پہنچ گئے۔

عبدالسلام عرب کا قتل

بہادر شاہ گیلانی نے افواہوں کو سچ سمجھا اور اسے برہان شاہ کی موت کا یقین آگیا اور وہ چند غریبوں کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہو گیا شیخ عبدالسلام عرب کو دکنیوں کی دوستی پر بہت اعتماد تھا، اس لیے وہ لشکر میں مقیم رہا۔ دکنیوں نے دوستی کو بالائے طاق رکھا اور اس کے جانی دشمن ہو گئے، اِن ظالموں نے عبدالسلام عرب اور اس کے متعلقین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اخلاص کی احمد نگر کو روانگی

اخلاص نے غریبوں کو اچھی طرح پامال کیا اور اس کے بعد تمام حبشی اور دکنی امراء کو ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا تاکہ برہان شاہ کو

قلعے میں نظر آنے لگیں۔

شکست یا حقیقی فتح

فرنگیوں نے قلعے کو توڑ کر تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا، فرہاد خاں کے علاوہ جو زخمی تھا تمام زندہ مسلمانوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان قیدیوں میں سے تمام امراء کو چن چن کر قتل کر ڈالا گیا۔ برہان شاہ کو یہ تمام واقعات معلوم ہوئے اور اس نے اس شکست کو حقیقی فتح سے تعبیر کیا۔

غریبوں پر التفات

اس واقعہ کے بعد برہان شاہ غریبوں کی طرف متوجہ ہوا۔ مرتضیٰ خاں انجو، عبدالسلام عرب، احمد بیگ قزلباش خاں خلیفہ عرب اور ازبک بہادر وغیرہ کو امراء کے گروہ میں داخل کیا گیا۔ بادشاہ نے ان امیروں کو چیول روانہ کر کے عیسائیوں کے فتنے کو فرو کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی نوبت نہ آسکی۔

عادل شاہ کے بھائی کی مدد

ہوا یہ کہ اچانک عادل شاہ کا بھائی جو قلعہ بلگوان میں نظر بند تھا، کسی نہ کسی طرح آزادی حاصل کر کے برہان شاہ سے طالب اعانت ہوا اس نے وعدہ کیا کہ بیجاپور پر قبضہ کرنے کے بعد نو لاکھ ہون، دو سو ہاتھی اور قلعہ شولاپور برہان شاہ کو دے گا، برہان شاہ نے لالچ میں آکر بندر چیول کی مہم کو ملتوی کیا اور عادل شاہ کے بھائی کی مدد کے لیے تیاری کرنے لگا۔

بیماری

۱۰۰۳ھ ہجری میں برہان شاہ احمد نگر سے بلگوان کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ پرندہ کے قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ عادل شاہ کا بھائی ایک معرکے میں مارا گیا ہے، برہان شاہ، پریشان و خستہ حال واپس احمد نگر آیا۔ اس امر کا بادشاہ کو بہت افسوس ہوا۔ یہاں تک کہ اس کی صحت خراب ہوگئی اور وہ صاحب فراش ہو گیا۔

عادل شاہ کا ہنگامہ

عادل شاہ کو پتہ چل گیا کہ برہان شاہ نے اس کے بھائی شہزادہ اسمٰعیل کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا، اس وجہ سے اس نے سرحدی امیروں کو حکم دیا کہ وہ نظام شاہی مملکت میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں۔ برہان شاہ نے کرناٹک کے راجہ تنکنا دری سے دوستی بڑھائی اور اس کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ ایک طرف سے تو تنکنا دری عادل شاہی علاقے پر حملہ کرے اور قلعہ بنکاپور پر قبضہ ہو جائے اور دوسری طرف سے برہان شاہ حملہ آور ہو کر قلعہ شولاپور کو قبضے میں کر لے۔

نظام شاہی لشکر کی روانگی

برہان شاہ نے مرتضیٰ انجو کو سپہ سالار مقرر کیا اور اسے اخلاص خاں اور دوسرے تمام غریب امیروں کے ساتھ یکم جمادی الاوّل

ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

میاں منجوی کا تقرر

برہان شاہ کے انتقال کے بعد ابراہیم نظام تخت نشین ہوا، برہان شاہ کی وصیت کے مطابق میاں منجوی دکنی کو جو برہان نظام شاہ کے اتابک تھے، وکیل السلطنت مقرر کیا گیا، اخلاص خاں نے اگرچہ برہان شاہ سے لڑائی کر کے بڑی نمک حرامی اور غداری کا ثبوت دیا تھا لیکن جب ابراہیم تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنے آدمی بھیج کر اپنے قصور کی معافی چاہی اور قول نامے کا خواست گار ہوا۔

میاں منجوی اور ابراہیم نظام دونوں ہی اخلاص خاں سے بہت خائف تھے، ان دونوں نے فوراً اخلاص خاں کا قصور معاف کیا اور قول نامہ بھجوا دیا، اخلاص خاں احمد نگر آیا اور یہاں اس نے حبشیوں کے ایک گروہ کو اپنے بہی خواہوں میں داخل کر لیا۔

طوائف الملوکی

ان دنوں احمد نگر میں دو نمایاں گروہ تھے ایک تو منجوی خاں کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کا گروہ تھا اور دوسرا اخلاص خاں کی اطاعت و فرماں برداری کو زندگی کا مقصد سمجھتا تھا، یہ دونوں گروہ ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ اور بے نیاز رہتے تھے اس انتشار اور طوائف الملوکی کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطنت کی تمام آب و تاب جاتی رہی، ہر شخص اپنے آپ میں مست رہنے لگا، کسی کو کسی کا خیال نہ رہا

عادل شاہی سفیر سے بے ادبی

احمد نگر کے مختلف الخیال گروہ کبھی تو اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے اور کبھی ابراہیم نظام سے معرکہ آرا ہونے کی سوچتے، نظام شاہیوں نے عادل شاہ کے سفیر میر صفوی سے جو عالی نسب سید تھا بڑا برا سلوک کیا اور اس سے انتہائی ناشائستہ انداز سے پیش آئے اور برا بھلا کہا، عادل شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے نظام شاہی خاندان کی بہتری کے خیال سے ان غیر مہذب دکنیوں کو راہ راست پر لانا ضروری سمجھا اور بیجاپور سے شاہ درک کی طرف روانہ ہوا۔

ٹھکانے لگائے، برہان شاہ نے اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کو اخلاص خاں کے پاس بھیجا اور ہر ممکن طریقے سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی، لیکن اس کے دل و دماغ پر ایسے پردے پڑے تھے کہ اس کی سمجھ میں خاک نہ آیا۔

بادشاہ کا قلعے سے باہر آنا

بادشاہ مجبور ہو گیا، بیماری اور ناتوانی کے باوجود پالکی میں سوار ہوا، قلعہ سے باہر نکل کر اس نے چتر و آفتاب اور دیگر لوازمات حکمرانی شہزادہ ابراہیم کو عنایت کیے، اس روز برہان نظام شاہ نے اپنی والدہ کے بنوائے ہوئے محل "ہمایوں پور" میں قیام کیا۔

اخلاص خاں کی شکست

دوسرے روز اخلاص خاں نے غداری اور نمک حرامی کا بھرپور مظاہرہ کیا اور لشکر لے کر اپنے آقا کے سامنے آیا، فریقین میں زبردست جنگ ہوئی، اخلاص خاں پر نمک حرامی کا وبال نازل ہوا اور وہ شکست کھا کر پرندہ کی طرف بھاگ گیا۔

برہان شاہ کی وفات

اس معرکے میں بادشاہ کو بہت مصائب اٹھانے پڑے، اس وجہ سے اس کی صحت اور زیادہ خراب ہو گئی، دوسرے ہی روز ۱۸ شعبان ۱۰۰۳ھ ہجری کو برہان نظام شاہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

برہان شاہ کی مدت حکومت چار سال سولہ دن ہے، مشہور شاعر مولانا ظہوری نے اپنی زندہ جاوید نظم "ساقی نامہ" کو اسی بادشاہ کے نام سے معنون کیا ہے، یہ نظم فن شاعری میں ایک خاص مقام رکھتی ہے اور اس میں چار ہزار اشعار ہیں۔

اس پر طرفہ ستم یہ ہے کہ بادشاہ شراب میں ڈوبا رہتا ہے اور ہوش و حواس ٹھکانے پر نہیں، اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ آج کے دن معرکہ آرائی سے باز رہیں، ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ اس دوران میں موقع پا کر بادشاہ کو حالات کے نشیب و فراز سے آگاہ کر کے اسے واپس لے جائیں۔"

حمید خاں کی جنگ سے کنارہ کشی

میاں منجوی نے حمید خاں سے یہ استدعا کرتے ہوئے اسے عادل شاہ کی قسم بھی دی تاکہ وہ فوراً یہ درخواست منظور کرے، حمید خاں نے یہ استدعا قبول کر لی اور ابراہیم نظام کے سامنے سے ہٹ گیا اور اس کے سیدھے ہاتھ کی طرف ایک کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔

ابراہیم نظام شاہ کی کج فہمی

ابراہیم نظام کو اصل حقیقت کی خبر نہ تھی اس نے جب حمید خاں کو مقابلے پر نہ پایا تو سمجھا کہ دشمن خائف ہو کر بھاگ گیا ہے، لہٰذا وہ سارا دن اسی میدان میں کھڑا رہا۔ رات ہوئی تو میاں منجوی اور اس کے ساتھیوں نے ایک مرتبہ پھر بادشاہ کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر بادشاہ نے ایک نہ مانی اور دوسرے روز معرکہ آرائی کے لیے صفیں درست کرنی شروع کر دیں۔

معرکہ آرائی

حمید خاں حبشی کو جب اس صورتِ حال سے آگاہی ہوئی تو اس نے بھی جلد از جلد اپنے لشکر کو تیار کیا اور میدان جنگ میں آ گیا۔ طرفین کے سپاہیوں کی مجموعی تعداد تقریباً پچاس ہزار تھی، ان میں زبردست جنگ ہوئی۔ اتفاق سے عادل شاہی میسرہ کو نظام شاہی میمنہ نے شکست دی اور تین کوس تک اس کا تعاقب کیا۔

خوش فہمیاں

دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ مگن تھے اور اپنے آپ کو فاتح سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے میں مشغول رہے، ابراہیم نظام میدانِ جنگ میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ جو تعداد میں ایک سو سے کچھ زیادہ تھے، رہ گیا، اس کے پاس چند ہاتھی بھی تھے، سہیل خاں، خواجہ سرا مقصود خاں ترک شحنہ پیل ایک ہزار سواروں اور نشتر ہاتھیوں کو لے کر ابراہیم نظام کے قریب آئے۔

مخلص ساتھیوں کا مشورہ

ابراہیم نظام کو اس کے مخلص ساتھیوں نے بہت سمجھایا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے اس لیے لڑائی سے الگ رہنا ہی بہتر ہے لیکن ابراہیم نے جو حسب معمول شراب کے نشے میں تھا، اس طرف کوئی توجہ نہ کی اور ہاتھیوں کو آگے بڑھا کر ننگی تلوار لیے ہوئے دشمن کی طرف بڑھا۔

ابراہیم نظام شاہ کا قتل

پہلے ہی حملے میں ایک عادل شاہی سوار نے ابراہیم پر نیزے سے حملہ کیا اور

عادل شاہ کی آمد اور امراء کی رائے

اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کی یہ رائے تھی کہ لشکر جمع کر کے سرحد پر عادل شاہ کا مقابلہ کرنا چاہیے، میاں منجوی کو یہ رائے پسند نہ آئی اور کہا کہ ہماری فوج ترتیب و تنظیم کے لحاظ سے ناکارہ ہے اور پھر ہمارے پاس کافی سامانِ جنگ بھی نہیں ہے امراء کی یہ حالت ہے کہ وہ پوری طرح بادشاہ کے مطیع و فرماں بردار بھی نہیں، لہٰذا اس وقت ہمیں اپنے کچھ آدمیوں کو تحفے تحائف دے کر عادل شاہ کی خدمت میں بھیجنا چاہیئے اور اس سے صلح کر لینی چاہیئے، اس کے بعد ہمیں ملکی و مالی انتظامات کی طرف توجہ کرنی چاہیئے تاکہ اکبر بادشاہ سے معرکہ آرائی کی جا سکے۔

نظام شاہ کی شاہ درک کو روانگی

اخلاص خاں بہت ناسمجھ اور کوتاہ اندیش تھا وہ اپنی رائے پر اڑا رہا اور منجوی خاں کی ایک نہ مانی، ابراہیم نظام شاہ بھی اس کا طرفدار تھا اس لیے منجوی خاں نے خاموشی ہی کو بہتر سمجھا، ابراہیم نظام اور اخلاص خاں نے لشکر تیار کیا اور شاہ درک کی طرف روانہ ہوئے۔

میاں منجوی کی رائے

جب نظام شاہی لشکر سرحد پر پہنچا تو میاں منجوی نے ایک بار پھر ان لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور کہا "عادل شاہ اپنے ملک میں بیٹھا ہوا ہے، اس کی فوج یا اس نے خود ہمیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا، اس لیے یہ امر کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ جنگ کا آغاز ہماری طرف سے ہو، صلح کے دروازے اب بھی کھلے ہوئے ہیں، اس لیے بہتر یہی ہے کہ نرمی اور دوستی کو اپنا شعار بنایا جائے اور جنگ سے کنارہ کشی کی جائے۔

ابراہیم نظام شاہ عادل شاہی سرحد پر

ابراہیم شراب کے نشے میں دھت تھا، اسے اچھائی اور برائی میں کوئی تمیز نہ تھی، اس نے جب اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کو جنگ کرنے کے حق میں دیکھا تو منجوی خاں کی تجویز رد کر دی، جب ابراہیم نظام شاہ نے عادل شاہی سرحد میں قدم رکھا تو حمید خاں حبشی نے جو عادل شاہ کی طرف سے سرحد کا محافظ تھا، مدافعت کی تیاری کی۔

میاں منجوی کا پیغام حمید خاں کے نام

میاں منجوی زمانہ دیدہ اور تجربہ کار امیر تھا، اس نے جو یہ حالات دیکھے تو حمید خاں کو پیغام دیا "ہمارا بادشاہ جوانی کے نشے میں سرشار ہے اور ابھی ناتجربہ کار ہے، اس کے مقربین انتہائی دوں فطرت، کینہ پرور ہیں

احمد شاہ بن شاہ طاہر

تخت نشینی کے مشورے

اخلاص خاں اور دوسرے اراکین سلطنت کی باہمی چپقلش کی وجہ سے ابراہیم نظام کا شیرخوار بیٹا نظر بند کر دیا گیا۔ میاں منجوی نے جلد از جلد احمد نگر پہنچ کر قلعے اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ اخلاص خاں اور دوسرے امرائے سلطنت نے ایک مجلسِ مشاورت منعقد کی اور نئے فرمان روا کے انتخاب کے بارے میں گفتگو کی۔

میاں منجوی کی رائے

لشکر کے سرداروں نے چاند سلطان کو بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ کی جانب مائل پایا، میاں منجوی اور بعض دوسرے دکنی سرداروں کی یہ رائے تھی کہ بہادر شاہ بہت کم سن ہے اور اس کی عمر صرف ایک سال سات مہینے ہے اس لیے وہ بادشاہت کے قابل نہیں، لشکر کے سرداروں کو میاں منجوی کی بات معقول نظر آئی، لہٰذا وہ اس کے طرف دار ہو گئے اور چاند سلطان کی مخالفت کرنے لگے۔

احمد شاہ کی تخت نشینی

ان عسکری سرداروں نے آپس میں بات چیت کر کے خواجہ نظام استر آبادی کو جسے نظام شاہی بارگاہ سے "میر سامان" کا خطاب ملا ہوا تھا، قلعۂ جنیر روانہ کیا، خواجہ نظام وہاں سے احمد شاہ بن طاہر شاہ کو ساتھ لے کر احمد نگر آیا۔ عید الضحیٰ کے روز ۱۰۰۳ھ میں احمد شاہ کو تخت پر بٹھا دیا گیا اور ملک کے بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کیا گیا۔

شہزادہ بہادر کی نظر بندی

امیروں نے آپس میں عہدے اور منصب تقسیم کر لیے اور بہادر شاہ کو جو چاند سلطان کی آغوشِ عاطفت میں پروان چڑھ رہا تھا، زبردستی قلعہ جونڈ میں نظر بند کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ احمد شاہ، نظام شاہی خاندان سے نہیں ہے اخلاص خاں اور دوسرے امراء کو اپنی حرکت پر بہت ندامت ہوئی اور وہ احمد شاہ کو معزول کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

حسین نظام شاہ کے بھائی

برہان نظام شاہ کے انتقال کے بعد حسین نظام شاہ تخت پر بیٹھا تھا، حسین نظام شاہ کے حقیقی بھائیوں سلطان محمد خدا بندہ، شاہ علی، محمد باقر

وہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا، زمین پر گرتے ہی اس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، سہیل خاں نے اس کی لاش بذریعہ پالکی احمد نگر روانہ کر دی اور اس کے ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا۔

نظام شاہی اُمراء کا فرار

وُہ نظام شاہی امراء جو عادل شاہیوں کے تعاقب میں گئے تھے، بہت سا مالِ غنیمت لے کر لوٹے، انھیں جب ابراہیم نظام کے قتل کی خبر ملی تو فوراً اِدھر اُدھر بھاگ گئے، دوسرے روز سہیل خاں نے نظام شاہی توپ خانے کو اپنے قبضہ میں کیا اور عادل شاہ کے پاس بھجوا دیا۔

احمد شاہ کی تخت نشینی

میاں منجھو سب سے پہلے احمد نگر پہنچا اور اس نے احمد نامی ایک بارہ سالہ لڑکے کو جو نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، دولت آباد سے بُلا کر تخت نشین کیا اور ابراہیم نظام کے شیر خوار بیٹے کو جنیر کے قلعہ جوند میں قید کر دیا۔

ابراہیم نظام شاہ نے دو دن کم چار مہینے حکمرانی کی۔

سے بدظن ہو گئے، ماہ ذی الحجہ کے آخر میں کالا چبوترہ کے پاس فریقین میں جنگ ہوئی، میاں منجو ی نے احمد شاہ کو برج کے اوپر بٹھایا اور چتر شاہی اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا۔

معرکہ آرائی

میاں منجو ی نے میاں حسن کو سات سو (۷۰۰) سواروں کے ساتھ حبشیوں کے مقابلے پر بھیجا۔ دونوں گروہوں میں زبردست لڑائی ہوئی اسی دوران میں توپ کا ایک گولہ احمد شاہ کے چتر کو لگا اور سارے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا۔

قلعے کا محاصرہ

میاں حسن نے جب یہ دیکھا کہ حبشیوں کا پلہ بھاری ہے تو وہ میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا اور قلعے میں واپس آیا، رفتہ رفتہ حبشیوں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ انھوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور آپس میں مورچل تقسیم کر کے اہلِ قلعہ کی آمد و رفت کے راستے بند کر دیئے۔

حبشی اُمراء کے اقدامات

اخلاص خاں اور دوسرے امراء نے ایک معتبر شخص کو دولت آباد کے حاکم کے پاس بھیجا تا کہ آہنگ خاں اور حبشی خاں کو جو برہان شاہ کے زمانے سے قید ہیں، احمد نگر لایا جائے، حاکم دولت آباد نے ان امیروں کو روانہ کر دیا، قلعۂ جوند کے تھانیدار مسمی نصیر نے میاں منجو ی کی اجازت کے بغیر بہادر شاہ کو اخلاص خاں وغیرہ کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا، لہٰذا حبشی امیروں نے ایک چال چلی اور ایک مجہول النسب لڑکے کو نظام شاہی خاندان کا فرد قرار دے کر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا، اس طرح حبشی امیروں نے دس بارہ ہزار سوار اپنے گرد جمع کر لیے۔

شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت

میاں منجو ی اس صورتِ حال سے گھبرا گیا، اس نے اکبر بادشاہ کے بیٹے شہزادہ مراد کے نام ایک خط لکھا (جو ان دنوں گجرات میں تھا) اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی، شہزادہ مراد پہلے ہی اپنے باپ سے دکن کو فتح کرنے کی اجازت حاصل کر چکا تھا لہٰذا اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور لشکر کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوا۔

حبشیوں میں پھوٹ

میاں منجو ی کا خط گجرات پہنچنے سے پہلے ہی حبشی امیروں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ عہدوں اور منصبوں کے لیے ایک دوسرے سے لڑنے لگے، دکنی امیروں نے جب یہ طوفانِ بدتمیزی دیکھا تو وہ حبشیوں سے علٰحدہ ہو گئے اور مع اپنے لشکریوں کے قلعے کے اندر جا کر میاں منجو ی سے مل گئے۔

عبدالقادر اور شاہ حیدر نے اپنے موروثی ملک میں رہنے کو اپنے لیے باعثِ نقصان خیال کیا اور بیچارے ہندوستان کے کسی نہ کسی حصے میں چلے گئے۔

شاہ طاہر

ایک عرصے کے بعد مرتضیٰ نظام کے عہدِ حکومت میں شاہ طاہر نامی ایک شخص حیدرآباد میں آیا اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ "سلطان محمد خدابندہ نے فلاں تاریخ کو ملک تلنگانہ میں سفرِ آخرت اختیار کیا ہے اور میں اس کا صلبی بیٹا ہوں۔ حوادثِ روزگار اور طرح طرح کی پریشانیوں کی وجہ سے میں اپنے موروثی ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔

تحقیقِ حق

مرتضیٰ نظام شاہ کے امیروں، خاص طور پر صلابت خاں نے اس معاملے میں تحقیق کی لیکن چونکہ ایک زمانہ گزر چکا تھا لہٰذا شاہ طاہر کے بیان کا سچا یا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو سکا۔ امرا نے ذرا احتیاط اور دُور اندیشی سے کام لیتے ہوئے شاہ طاہر کو ایک قلعے میں نظر بند کر دیا اور چند ایسے افراد کو جو سلطان محمد خدابندہ کو بڑی اچھی طرح جانتے تھے، برہان شاہ ثانی کے پاس روانہ کیا جو ان دنوں اکبر بادشاہ کے پاس آگرے میں مقیم تھا۔

برہان شاہ ثانی کے نام پیغام

نظام شاہی امیروں نے برہان شاہ کو یہ پیغام دیا: "اس حُلیے کا ایک آدمی جو اپنا نام شاہ طاہر بتاتا ہے۔ احمد نگر میں ہمارے پاس آباد ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ سلطان محمد خدابندہ کا بیٹا ہے، چونکہ شہزادہ سلطان محمد کی زندگی کا بیشتر حصہ اس علاقے میں بسر ہوا ہے اس لیے یقین ہے کہ آپ کو شہزادے کے حالات سے اطلاع ہو گی۔ اگر آپ اس سلسلے میں کچھ بتا سکیں تو ہم آپ کے بہت ممنون ہوں گے۔"

بُرہان شاہ ثانی کا جواب

برہان شاہ ثانی نے اس پیغام کا یہ جواب دیا "وہ شہزادہ سلطان محمد خدابندہ کا انتقال میرے ہی مکان پر ہوا تھا اور اس کے تمام متعلقین، عورتیں اور مرد میرے ہی گھر میں مقیم ہیں اگر کوئی شخص آپ کو سلطان محمد کا بیٹا بتاتا ہے تو وہ بالکل جھوٹا ہے۔"

شاہ طاہر کی نظر بندی اور وفات

صلابت خاں وغیرہ اصل حقیقت سے واقف ہو گئے، مگر وہ عام لوگوں کو اس امر کا یقین نہ دلا سکے کہ شاہ طاہر جھوٹا ہے لہٰذا انھوں نے اس شخص کو قلعے میں نظر بند رہنے دیا تاکہ وہ اسی قید کے عالم ہی میں وفات پا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شاہ طاہر نے دورانِ اسیری میں انتقال کیا اور احمد نامی ایک لڑکا اپنی یادگار چھوڑا، یہی وہ لڑکا ہے جسے میاں منجھو نے شاہی خاندان کا رُکن سمجھ کر تخت پر بٹھا دیا۔

امرا کی باہمی چپقلش

قصّہ مختصر یہ کہ اس معاملے میں اخلاص خاں اور دوسرے حبشی امیر میاں منجو کا

مطابق مستعد ہوئے اور دشمن کے مقابلے پر آئے، اہلِ قلعہ نے چند توپیں سر کر کے دشمن کو منتشر کر دیا اسی میں شام ہو گئی، شہزادہ مراد نے باغِ ہشت بہشت میں قیام کیا اور اس کا لشکر تمام رات جاگ کر اپنی حفاظت کرتا رہا۔

رعایا کی دلجوئی

شہزادہ مراد نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو برہان آباد (جو برہان نظام کا بسایا ہوا ہے) کی طرف روانہ کیا، اہلِ شہر کی دلجوئی کی گئی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا، اس سے رعایا نے مغلوں پر پورا پورا بھروسہ کیا۔

قلعے کا محاصرہ

دوسرے روز شہزادہ مراد، میرزا شاہ رخ، شہباز خاں، محمد صادق، سید مرتضیٰ، سبزواری اور راجہ علی خاں وغیرہ قلعے کے گرد جمع ہوئے، ان لوگوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

لوٹ مار

۲۷ رجمادی الآخر کو شہباز خاں جو ظلم و ستم کرنے میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا، شکار کے بہانے سے سوار ہوا اور اس نے امیر و غریب سبھی کو لوٹ لینے کا حکم دیا، تھوڑی سی دیر میں احمد نگر کے تمام مکانوں کو لوٹ لیا گیا، شہباز خاں عقیدے کا سنی تھا، لہٰذا اس نے شیعوں کی مذہبی عمارتوں کو بھی لوٹا۔ "لنگر خانہ دوازدہ امام" نامی مشہور عمارت بھی لوٹی گئی اور اس میں بسنے والوں کو قتل کر دیا گیا۔

رعایا کی جلاوطنی

شہزادہ مراد اور خانِ خاناں کو جب اس واقع کی خبر ہوئی تو انھوں نے شہباز خاں کو بہت برا بھلا کہا اور اہلِ شہر کو اطمینان دلانے کے لیے لوٹ مار کرنیوالوں کی ایک جماعت کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا۔ احمد نگر کے باشندے اب بھلا کیا مطمئن ہوتے وہ بالکل تباہ اور خستہ حال تھے، انھوں نے احمد نگر میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور جس کا منہ جدھر اٹھا ادھر کو روانہ ہو گیا۔

نظام شاہی امراء کے مختلف گروہ

اس زمانے میں نظام شاہی امراء تین گروہوں میں منقسم تھے اور ہر گروہ دوسرے سے بے تعلق تھا، ایک گروہ تو میاں منجو ہی کا تھا، جو احمد شاہ کو اپنا حکمران کہتا تھا اور عادل شاہی سرحد کے قریب قیام پذیر تھا، دوسرا گروہ اخلاص خاں کے بہی خواہوں کا تھا، جو موتی نام کے ایک مجہول النسب لڑکے کو بادشاہ بنائے بیٹھا تھا تیسرا گروہ آہنگ خاں حبشی کا تھا، یہ گروہ بھی عادل شاہی سرحد کے قریب مقیم تھا اور ستر سالہ شہزادے شاہ علی بن برہان شاہ اول کو بادشاہ تسلیم کرتا تھا۔

حبشیوں کی شکست

اس غیبی امداد سے میاں منجھو بہت خوش ہوا۔ ۲۵ محرم ۱۰۰۴ھ کو وہ قلعے سے باہر نکلا اور نماز گاہ کے قریب حبشیوں سے معرکہ آرا ہوا۔ حبشیوں کو شکست ہوئی، میاں منجھو نے دشمن کے "بادشاہ" کو مع اس کے چند مقربین خاص کے گرفتار کر لیا۔

شہزادہ مراد کی آمد

اس نئی صورتِ حال کے پیشِ نظر میاں منجھو بڑا پریشان ہوا، کیونکہ ایک طرف تو وہ دشمن پر غالب آ کر اپنا مقصد پورا کر چکا تھا اور دوسری طرف شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت دے چکا تھا، حالانکہ اب شہزادے کے آنے کی قطعاً ضرورت نہ رہی تھی، میاں منجھو ابھی اس خیال میں تھا کہ میرزا عبدالرحیم خان خاناں اور راجہ علی خاں والیٔ خاندیش بھی شہزادہ مراد سے آملے اور یہ سب لوگ تیس ہزار مغلوں، افغانوں اور راجپوتوں کا لشکر لے کر احمد نگر پہنچ گئے۔

میاں منجھو کی پریشانی

میاں منجھو ان لوگوں کی آمد کی وجہ سے بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے قلعے کی حفاظت کا انتظام کر کے اپنے ایک بہی خواہ انصار خاں کو محافظ مقرر کیا۔ چاند بی بی سلطان نے منجھو کا ساتھ نہ دیا، لہٰذا میاں منجھو نے اسے قلعے ہی میں چھوڑا اور خود لشکر کی فراہمی اور عادل شاہ اور قطب شاہ سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

چاند بی بی کا عزم

میاں منجھو احمد شاہ کو ساتھ لے کر قلعۂ اوسہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ چاند بی بی نے سوچا کہ قلعے کا محافظ انصار خاں، میاں منجھو کا آدمی ہے لہٰذا وہ کہیں دھوکہ نہ دے اور قلعے کو دشمن کے سپرد نہ کر دے، لہٰذا اس نے دشمن کی مدافعت خود کرنے کا ارادہ کیا۔

بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا خطبہ

چاند بی بی نے مرتضیٰ نظام شاہ کے دایہ زادہ میاں محب اللہ کے بیٹے محمد خاں کو انصار خاں کے قتل کے لیے متعین کیا۔ محمد خاں نے بڑی بہادری اور شجاعت سے کام لے کر اسی روز انصار خاں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا غائبانہ خطبہ پڑھوا دیا، انصار خاں اپنے ساتھ شمشیر خاں رجبی کے بیٹے بہادری میں اپنی مثال آپ تھے، اور افضل خاں کو لے کر قلعے میں واپس آیا۔

معرکہ آرائی

۲۳ جمادی الآخر ۱۰۰۴ھ کو شہزادہ مراد ایک زبردست لشکر کے ہمراہ احمد نگر میں داخل ہوا اور نماز گاہ کے قریب قیام پذیر ہوا۔ مراد کے سپاہیوں کی ایک جماعت نے دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے قدم بڑھایا اور کالے چبوترے کا رخ کیا۔ ادھر اہلِ قلعہ بھی چاند بی بی کے حکم کے

جنگ وجدال دونوں طرف کے بہادر خوب جی کھول کر دادِ شجاعت دینے لگے، اتنے میں دولت خاں کا بیٹا پیر خاں بھی اپنے چھ سو (۶۰۰) سواروں کے ہمراہ موقع پر پہنچ گیا، اور لڑائی میں شریک ہوا۔ اب آہنگ خاں کے لیے میدانِ جنگ میں ٹھہرنا دشوار ہوگیا لہٰذا وہ شاہ علی کے بیٹے اور دوسرے دکنی بہادروں کے ساتھ (جو چار (۴۰۰) کی تعداد میں تھے) خان خاناں کے خیموں سے نکل کر قلعے کی طرف روانہ ہوگیا۔

شاہ علی کی واپسی شاہ علی جو بہت ہی کمزور اور نحیف تھا، اس نے قلعے میں جانے سے انکار کر دیا اور بقیہ لشکر کے ساتھ جس طرف سے آیا تھا اُدھر کو روانہ ہوگیا دولت خاں لودھی نے شاہ علی کا تعاقب کیا اور تقریباً نو سو (۹۰۰) افراد کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔

عادل شاہی امداد احمد نگر کی تباہی و بربادی اور مغلوں کے غلبے کی خبریں بیجاپور پہنچیں اور چاند بی بی کے خطوط، امداد کی درخواست سے متعلق عادل شاہ کے پاس پہنچے، بادشاہ نے نظام شاہیوں کی مدد کا ارادہ کر لیا اور سہیل خاں خواجہ سرا کو جو شجاعت و بہادری میں یگانہ روزگار تھا، پچیس ہزار سواروں کے ساتھ شاہ درک کی طرف روانہ کیا۔

دکنی لشکر کا جمع ہونا میاں منجوی، احمد شاہ اور دوسرے امیروں کو ساتھ لے کر سہیل خاں خواجہ سرا کے ساتھ جا ملا، محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے مہدی قلی سلطان ترکمان بھی تلنگانہ کے پانچ چھ ہزار سپاہی لے کر آگیا اور سہیل خاں کے لشکر کے قریب ہی خیمہ زن ہُوا۔

مُغلوں کے مشورے مغلوں کو دکنی لشکر کے جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ شہزادہ مُراد اور خانخاناں ایک دوسرے سے کبیدہ خاطر تھے، شہزادے نے میاں محمد صادق اور دوسرے امیروں سے مشورہ کیا، امیروں نے بہت بحث مباحثے کے بعد آپس میں متفق ہو کر کہا "اس سے پہلے کہ دکنی لشکر یہاں پہنچے ہمیں یہیں قیام کرنا چاہیئے اور نقبیں کھودنے اور حصار کی دیوار کو مسمار کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا چاہیئے قلعے کو سر کرنا بہت ہی ضروری ہے"

نقب کی تیاری شہزادے کو یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے اس کام کو پورا کرنے کا حکم دیا، مغلوں نے بڑی احتیاط اور کمال کے ساتھ نقبیں کھودیں اور اہلِ قلعہ کے اُنے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے، تجربہ کار اور مشاق کاریگروں نے شہزادے کے مورچل سے لے کر حصار تک پانچ نقبیں تیار کیں اور ان نقبوں کو قلعے تک پہنچا کر حصار کی دیواریں کھوکھلی کر دیں، رجب کی پہلی تاریخ کو ان نقبوں کو بارود وغیرہ سے پُر کر دیا گیا۔

اخلاص خاں کی آمد

اخلاص خاں نے بڑی جواں مردی کا ثبوت دیا اور دولت آباد سے دس ہزار سواروں کا زبردست لشکر لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا، خان خاناں نے دولت خاں لودھی کو پانچ چھ ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ، جن کی قوت پر اسے پورا پورا بھروسہ تھا، اخلاص خاں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔

دکنیوں کی شکست

دولت خاں لودھی اور اخلاص خاں میں دریائے گنگا کے کنارے جنگ ہوئی دکنیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور مغل کامیاب و کامران ہوئے دکنیوں کا تعاقب کیا گیا اور انھیں سخت نقصان پہنچایا گیا۔

پٹن کی تباہی

اس کے بعد مغلوں کا لشکر پٹن پہنچا، اس جگہ تباہی و غارت گری کا بازار ایسا گرم کیا گیا کہ یہاں کے شہریوں کے پاس تن ڈھانکنے کے لیے کپڑا تک نہ رہا۔

چاند بی بی کا پیغام آہنگ خاں کے نام

چاند بی بی بہادر شاہ کی نظر بندی اور احمد شاہ کی تخت نشینی کی وجہ سے میاں منجھو سے سخت ناراض تھی اس نے آہنگ خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ "تم جلد از جلد بہادر سواروں کا ایک لشکر لے کر قلعہ احمد نگر کی حفاظت کے لیے آجاؤ" یہ پیغام ملتے ہی آہنگ خاں سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اس نے ایک مخبر کو شہر میں روانہ کیا تاکہ وہ قلعے میں داخل ہونے کا راستہ معلوم کر کے آئے۔ مخبر گیا اور تمام حالات سے باخبر ہو کر آیا۔

آہنگ خاں احمد نگر میں

اس نے بتایا "حصار کی مشرقی طرف دشمن کے خیمے موجود نہیں ہیں اور دشمن حصار کی اس جانب سے بالکل غافل و بے پروا ہیں۔" یہ سن کر آہنگ خاں رات کے وقت قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے شہزادہ اسی روز حصار کے معائنے کے لیے مشرقی جانب آیا تھا اور خانِ خاناں کو اس حصے کی حفاظت کا حکم دے چکا تھا، اس حکم کی تعمیل میں خانِ خاناں باغ ہشت بہشت سے کوچ کر کے اسی جگہ آ گیا تھا۔

مغلوں پر حملہ

آہنگ خاں کو اس نئی صورتِ حال کی قطعاً خبر نہ تھی، وہ تین ہزار لشکریوں اور ایک ہزار توپچیوں کو ساتھ لے کر اندھیری رات میں اس جگہ پہنچا اور دشمن کو غافل پا کر اس پر حملہ کر دیا۔ خانِ خاناں دو سو (۲۰۰) سواروں کو ساتھ لے کر عبادت خانہ کے کوٹھے پر چڑھ گیا اور حریف پر تیر پھینکنے لگا۔ دولت خاں لودھی کو جب اس واردات کا علم ہوا تو وہ چار سو (۴۰۰) سپاہیوں کے ہمراہ خانِ خاناں کی مدد کے لیے پہنچ گیا۔

اور شمشیر خاں وغیرہ بھی باہر آئے اور ملکہ کے پاس پہنچ گئے۔

معرکہ آرائی شہزادہ مراد، محمد صادق اور دوسرے مغل سردار اس انتظار میں تھے کہ دوسری نقبوں کو بھی آگ لگے اور وہ اپنا کام شروع کریں وہ اسی انتظار میں رہے اور اہل قلعہ نے موقع پاکر توپوں، بندوقوں، ضرب زنوں اور آتش باری کے دوسرے آلات سے اس شگاف کو مستحکم کردیا، جب مغل امراء دوسری نقبوں کی آتش زدگی سے بالکل مایوس ہو گئے تو انھوں نے اس شگاف پر حملہ کردیا، جو پہلی نقب کے پھٹنے سے پیدا ہوا تھا اس موقع پر اہلِ قلعہ اور مغلوں میں زبردست لڑائی ہوئی۔

آتش باری بہادر و جری چاند بی بی اہل قلعہ کی ہمت افزائی کرتی رہی اور وہ مغلوں پر آگ کی بارش کرتے رہے، اہل قلعہ ایک ایک وقت میں دو دو تین تین ہزار ضرب زنوں سے آتش باری کرتے تھے، مغلوں کے لشکر کے بہت سے بہادر اس معرکے میں کام آئے اور ان کی لاشوں سے خندق پٹ گئی۔

چاند بی بی کی بہادری مغل دن کے دو بجے سے لے کر شام کے وقت تک جنگ کرتے رہے لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی، شہزادہ مراد، محمد صادق اور دیگر امراء اپنے خیموں میں واپس چلے گئے، مغلوں کے لشکر کا ہر چھوٹا بڑا چاند بی بی کی تعریف کرنے لگا، سب اس کی شجاعت و دلیری کے قائل ہو گئے، ہر شخص اس کی بلند ہمتی کا قائل ہو گیا اور اسی روز سے "چاند بی بی" "چاند سلطان" کے لقب سے یاد کی جانے لگی۔

قلعے کے شگاف کی تعمیر رات ہوئی تو چاند بی بی نے حسب سابق گھوڑے پر سوار ہو کر ماہر اور مستعد کاریگروں اور معماروں کو حکم دیا کہ وہ حصار کی دیوار کے شگاف کو دو یا تین گز کے قریب پُر کردیں، اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ملکہ نے دکن کے ان سرداروں کے نام خطوط روانہ کیے جو سہیل خاں وغیرہ کے ساتھ بیٹر کے قریب پہنچ چکے تھے۔

دکنی امراء کے نام خطوط چاند بی بی نے سہیل خاں اور دوسرے سرداروں کو دشمن کے غلبے، اہلِ قلعہ کی کمزوری اور غلّے کی گرانی وغیرہ سے آگاہ کیا جس شخص کے ہاتھ یہ خطوط روانہ کیے گئے تھے، اتفاق سے اسے مغلوں نے گرفتار کر لیا اور خانِ خاناں اور محمد صادق کی خدمت میں اسے پیش کیا، ان لوگوں نے سہیل خاں کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا: "ہم ایک عرصے سے تمھاری راہ دیکھ رہے ہیں تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو۔ جہاں تک ہو سکے جلد از جلد یہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اہل قلعہ کی آگاہی

مغلوں نے نماز جمعہ کے بعد ان نقبوں میں آگ لگا دینے اور دشمن کو نذر آتش کر دینے کا ارادہ کیا۔ خواجہ محمد خاں شیرازی جو مغلوں کے لشکر میں تھا اس کو اہل قلعہ کی حالت پر بہت ترس آیا، وہ اندھیری رات میں اہل قلعہ کے پاس گیا اور انھیں تمام حالات سے باخبر کیا۔

حفاظتی اقدامات

خواجہ محمد شیرازی نے اہل قلعہ کو یہ بھی بتادیا کہ مغلوں نے کن کن مقامات پر نقبیں کھودی ہیں، نظام شاہیوں نے خواجہ شیرازی کا شکریہ ادا کیا اور چاند بی بی کے حکم سے زمین کھودنے اور شیرازی کے بتائے ہوئے حصّہ دیوار میں شگاف کرنے میں مصروف ہو گئے، اہل قلعہ نے جمعہ کی نماز کے وقت تک دو نقبوں کا سُراغ لگا لیا اور ان کی تمام بارود نکال لی اور دوسری نقبوں کی تلاش میں مصروف رہے۔

مغلوں کا ارادہ

شہزادہ مُراد اور محمد صادق خاں کی یہ خواہش تھی کہ اس قلعہ کی فتح کا سہرا خانِ خاناں کے سر نہ بندھے، اس لیے انھوں نے خان خاناں کو بتائے بغیر ہی قلعہ کے گرد مسلح فوج متعین کر دی، مغلوں کا یہ ارادہ تھا کہ جونہی دیوار میں شگاف پیدا ہو وہ قلعے کے اندر داخل ہو جائیں، شہزادے کے حکم سے تمام فوجی سردار جنگ کے لیے تیار ہو کر قلعے کے قریب آ گئے۔ خانِ خاناں کو ان حالات سے بے خبر رکھا گیا اور اسے شہزادے نے طلب نہ کیا۔

قلعے کی دیوار گرنا

شہزادہ مراد نے نقب میں آگ لگانے کا حکم دیا؛ اہل قلعہ سب سے بڑی نقب کو کھود کر اس کا بارود نکال رہے تھے، اسی دوران میں مغلوں نے اِس نقب کو آگ لگادی، قلعے کی دیوار ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اُڑنے لگی، تقریباً پچاس گز دیوار ٹوٹ گئی اور وہ تمام لوگ جو نقب کے قریب کام کر رہے تھے، پتھروں اور مٹی کے نیچے آ کر ہلاک ہو گئے، چاروں طرف ایک کہرام بپا ہو گیا۔ مرتضیٰ خاں بن شاہ علی آہنگ خاں، شمشیر خاں اور محمد خاں وغیرہ دُور سے کھڑے ہو کر یہ ہنگامہ دیکھ رہے تھے وہ ایسے پریشان اور حواس باختہ ہوئے کہ ادھر اُدھر جا چھپے۔ الغرض قیامت کا سا عالم نظر آنے لگا اور قلعے کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ رہا۔

چاند بی بی کا پردے سے باہر آنا

جرأت مند اور باحوصلہ ملکہ چاند بی بی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، وہ بہادر خاتون مسلح ہو کر پردے سے باہر آئی اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس جگہ جا پہنچی، جہاں دیوار میں شگاف ہوا تھا، اس وقت مرتضیٰ خاں آہنگ خاں

ساتھ بیجاپور پہنچو تاکہ باہمی غور و فکر اور تحقیقِ حال کے بعد کوئی قدم اٹھایا جائے۔

احمد شاہ بیجاپور میں

میاں منجھو ی دانش مند امیر تھا، اس نے عادل شاہی حکم کی تعمیل کی اور مصطفےٰ خاں کے ساتھ جلد از جلد بیجاپور پہنچا۔ ابراہیم عادل کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ احمد شاہ نظام شاہی نسل سے نہیں ہے، اس نے احمد شاہ کو اپنے امراء کے گروہ میں داخل کر کے ملک کے ایک عمدہ حصے کا جاگیردار مقرر کیا، اسی طرح میاں منجھو ی اور اس کے بیٹے میاں حسین کو بھی امیروں کی صف میں شامل کیا گیا اور جاگیروں سے نوازا گیا۔

احمد شاہ کی مدت حکومت صرف آٹھ (۸) ماہ ہے۔

مغلوں نے یہ خط بھی قاصد کو دے دیا اور وہ چاند بی بی کے خطوں کے ساتھ اس خط کو بھی لے کر روانہ ہو گیا۔

سہیل خاں کا عزم احمد نگر

سہیل خاں کو جس وقت یہ خطوط ملے وہ اسی وقت اپنی قیام گاہ سے نکل پڑا اور بڑی برق رفتاری کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا نانک دون کے راستے سے احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا، مغلوں کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہو چکے تھے چارہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے گھوڑے بہت ہی کمزور ہوتے جارہے تھے، انھیں جب سہیل خاں کی آمد کی اطلاع ملی تو انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس وقت بہتر یہی ہے کہ چاند بی بی سے اس شرط پر صلح کر لی جائے کہ برار کا علاقہ مغلوں کو دے دیا جائے اور باقی تمام ملک پر بدستور نظام شاہیوں کا قبضہ رہے۔

صُلح

شہزادہ مراد کی طرف سے سید مرتضیٰ کو جو نظام شاہی بارگاہ کا بہت پرانا نمک خوار تھا متعین کیا گیا، چاند بی بی نے جب دشمن کی پریشانیوں اور خستہ حالی کا اندازہ کیا تو اس نے پہلے تو صلح سے انکار کر دیا، لیکن آخر اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ موجودہ حالات میں جنگ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے، ملکہ اور اہل قلعہ محاصرے کی وجہ سے سخت تکالیف میں مبتلا تھے، اس لیے چاند بی بی نے مذکورہ بالا شرط پر مغلوں سے صلح کر لی۔

مُغلوں کی واپسی

ماہ شعبان کے شروع میں شہزادہ مُراد اور خانِ خاناں دولت آباد اور کوتل چیتوڑ کے راستے سے برار کی طرف روانہ ہو گئے، دو تین روز کے بعد سہیل خاں، عادل شاہی سر لشکر اور محمد قلی سلطان، میاں منجو کی کے ہمراہ احمد نگر آیا۔ میاں منجو ی نے حسب سابق احمد شاہ کو احمد نگر کے تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا۔

بہادر شاہ کی تخت نشینی

آہنگ خاں نے احمد شاہ کو قلعے سے باہر نکال دیا اور میاں منجو ی کو قلعے میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی، اس کے بعد آہنگ خاں نے قلعہ جوند کے محافظ کے پاس اپنے چند آدمیوں کو روانہ کیا اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ مقتول کو احمد نگر میں طلب کیا۔ قلعے میں بہادر شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا گیا۔

عادل شاہ کا پیغام میاں منجو ی کے نام

میاں منجو ی نے بہادر شاہ کی تخت نشینی کی مخالفت کی یعنی ممکن تھا کہ فتنہ و فساد کی آگ ایک بار پھر بھڑک اٹھتی کہ ناگاہ ابراہیم عادل شاہ نے اپنے مشہور امیر مرتضیٰ خاں دکنی کی نگرانی میں چار ہزار سواروں کو احمد نگر بھیجا اور میاں منجو ی کو یہ پیغام دیا کہ اس فتنہ انگیز زمانے میں جنگ و جدال کا ارادہ کرنا ملک کی تباہی کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے، تم سب معاملات کو فی الحال اٹھا رکھو اور جلد از جلد سہیل خاں کے

لکھا اور اس سے مدد طلب کی، اہل قلعہ کو جب اس کی اس حرکت کا علم ہوا تو انھوں نے محمد خاں کو گرفتار کر کے چاند بی بی کی خدمت میں پیش کیا۔ چاند بی بی نے آہنگ خاں کو منصبِ پیشوائی پر فائز کیا اور سہیل خاں کو خلعتِ فاخرہ سے سرفراز کر کے واپسی کی اجازت دی۔

مغلوں کا قصبۂ پاتری پر قبضہ

سہیل خاں احمد نگر سے روانہ ہوا اور دریائے گنگا کے کنارے راجہ پور کے نواح میں پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ مغلوں نے وعدے کی خلاف ورزی کر کے قصبہ پاتری کو بھی جو برار میں شامل نہیں ہے اپنے قبضہ میں کر لیا ہے، سہیل خاں اسی جگہ ٹھہر گیا اور اس نے عادل شاہ کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں یہ تمام حالات درج کیے۔

چاند بی بی کا اصرار

چاند بی بی اور آہنگ خاں کو بھی مغلوں کی اس حرکت کا علم ہوا، انھوں نے اپنے قاصد بیجاپور روانہ کیے اور عادل شاہ سے اصرار کیا کہ وہ قصبۂ پاتری سے مغلوں کو نکال باہر کرے۔ عادل شاہ نے حسبِ سابق اس بار بھی سہیل خاں ہی کو مغلوں سے معرکہ آرائی کرنے کا حکم دیا۔

دکن کے مختلف لشکروں کا اجتماع

قطب شاہ نے بھی عادل شاہ کی تقلید کی اور لشکر تلنگانہ کو مہدی قلی سلطان کی نگرانی میں سہیل خاں کے پاس بھجوا دیا احمد نگر سے بھی ساٹھ ہزار سواروں کا ایک لشکرِ جرّار برار کی طرف روانہ ہوا، سہیل خاں نے قصبہ سون پت میں پہنچ کر قیام کیا اور لشکر کی ترتیب و تنظیم کی طرف توجہ کی۔

خانِ خاناں کی تیاری

مغلوں کا سپہ سالار خانِ خاناں، ان دنوں جالنہ میں تھا۔ اُسے جب دکنیوں کے لشکر کی کثرت کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی اپنے لشکر کو حاضری کا حکم دیا اور خود شہزادہ مراد کے پاس شاہ پور پہنچا اور شہزادے کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔

دکنی لشکریوں کے مقابلے کے لیے روانگی

خانِ خاناں یہ چاہتا تھا کہ اس فتح کا سہرا اسی کے سر بندھے، لہٰذا اس نے شہزادہ مراد اور محمد صادق کو وہیں شاہ پور ہی میں چھوڑا اور خود تمام اکبری امیروں اور راجہ علی خاں برہان پوری کو ہمراہ لے کر بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ دکنیوں کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

فریقین کا آمنا سامنا

خانِ خاناں نے دریائے گنگا کے کنارے دکنیوں کی فوج کے سامنے خیمے لگائے اور اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوائی، تقریباً پندرہ روز تک

بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی

محمد خاں کا اقتدار

قارئین کرام پر واضح ہو کہ چاند بی بی کی کوششوں ہی سے بہادر شاہ احمد نگر کے تخت پر جلوہ افروز ہوا اور اس کا دایہ زادہ محمد خاں پیشوائی کے منصب پر فائز ہوا محمد خاں نے کچھ ہی عرصے میں زمانہ کے دستور کے مطابق اپنے رشتہ داروں اور بہی خواہوں کو اعلیٰ عہدوں پر مقرر کر کے انھیں قوی بنایا اور پھر ان کی مدد سے اپنے اقتدار و قوت میں اضافہ کر کے خود مختارانہ انداز سے کام کرنے لگا۔

نامی گرامی اُمراء کی گرفتاری

محمد خاں نے حسنِ تدبیر سے کام لے کر آہنگ خاں اور شمشیر خاں جیسے نامی گرامی امراء کو نظر بند کر دیا، دوسرے اُمراء نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو وہ اپنے بچاؤ کی خاطر اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔

عادل شاہ کے نام چاند بی بی کا پیغام

چاند بی بی یہ حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوئی، اس نے عادل شاہ سے مدد طلب کی اور اسے یہ پیغام دیا "اس پُر آشوب زمانے میں جب کہ ایک طاقت ور دشمن ہماری تباہی و بربادی کے لیے مستعد ہے، ہمارے ملک کے اُمراء عاقبت نا اندیشی کا ثبوت دے رہے ہیں اور ہر لحہ ایک نیا ہنگامہ پیدا کر رہے ہیں، اگر آپ نے اس طرف توجہ فرما کر ان بدطینت امراء کی سرزنش نہ کی تو ملک کا باقی حصّہ بھی مغلوں کے قبضے میں چلا جائے گا۔

سہیل خاں کی آمد

عادل شاہ نے دوسری بار چاند بی بی کی مدد کا ارادہ کیا اور اپنے سپہ سالار سہیل خاں کو حکم دیا کہ احمد نگر جائے اور چاند بی بی کی خواہش کے مطابق عمل کرے۔

۱۰۰۵ھ میں سہیل خاں احمد نگر پہنچا، محمد خاں قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا اور سہیل خاں نے چاند بی بی کے مشورے کے مطابق قلعے کا محاصرہ کر لیا، اس نے پورے چار مہینے تک محاصرہ جاری رکھا۔

محمد خاں کی گرفتاری اور آہنگ خاں کا تقرر

محمد خاں نے خانِ خاناں کے نام ایک عریضہ

کے ساتھ روانہ ہو جائے ۔ لیکن سہیل خاں اپنے ساتھیوں کے مشورے سے جنگ کرنے پر تُلا رہا ۔ آخر خان خاناں نے مجبور ہو کر لڑائی شروع کی ، فریقین بڑی جان بازی سے لڑے خانِ خاناں کو فتح ہوئی اور سہیل خاں شاہ درک کی طرف فرار ہو گیا ۔

کاویل و پرنالہ کا محاصرہ

قطب شاہ اور نظام شاہی امراء بحالِ خستہ احمد نگر اور حیدر آباد کی طرف روانہ ہوئے ، اس عظیم الشان فتح کے بعد خان خاناں نے قصبہ جالنہ میں قیام کیا اور برار کے مستحکم ترین قلعوں ، کاویل اور پرنالہ کے محاصرے کے لیے اپنے لشکر کے ایک حصے کو متعین کیا ۔

مُراد کا پیغام خانِ خاناں کے نام

محمد صادق (جو پنج ہزاری امیر تھا) کے کہنے پر شہزادہ مُراد نے خانِ خاناں کو یہ پیغام دیا "۔ اب موقع ہے اور وقت مناسب حال ہے ، ہم اگر اب احمد نگر پر حملہ کر دیں تو بآسانی دشمن کو مغلوب کر سکتے ہیں اور اس طرح تمام نظام شاہی مملکت پر ہمارا قبضہ ہو سکتا ہے ۔

جواب

خانِ خاناں نے شہزادہ مراد کو جواب دیا کہ "میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ہمارا برار ہی میں قیام کرنا مناسب ہو گا ۔ اس سال ہمیں یہیں رہ کر اس علاقے کے قلعوں کو سر کرنا چاہیئے ، جب یہ ملک پوری طرح ہمارے قبضے میں آ جائے تو اس کے بعد دوسرے ملکوں کی طرف توجہ کرنی چاہیئے ۔"

خانِ خاناں کی دکن سے روانگی

شہزادہ مراد نے خانِ خاناں کی اس رائے کو پسند نہ کیا ۔ مُراد اور محمد صادق دونوں نے اکبر بادشاہ سے خانِ خاناں کی شکایت کی اور اس کے خلاف کئی خطوط بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیے (اس قضیے کا تفصیلی بیان اکبر بادشاہ کے ضمن میں آ چکا ہے) ان خطوں سے بادشاہ متاثر ہُوا اور اس نے خان خاناں کو اپنے پاس بُلا لیا ۔ اور اس کی جگہ شیخ ابو الفضل کو دکن کا سپہ سالار مقرر کیا ۔ ۱۰۰۶ھ میں خانِ خاناں دکن سے روانہ ہو گیا ۔

آہنگ خاں کے خطرناک ارادے

اس اثناء میں آہنگ خاں نے چاند بی بی سے اور زیادہ دشمنی کا اظہار کیا اور یہ طے کیا کہ بہادر شاہ کو اپنے قبضے میں کر کے چاند بی بی کو کسی قلعے میں نظر بند کر دیا جائے اور تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے چاند بی بی کو آہنگ خاں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی ، لہٰذا اس نے بہادر شاہ کی حفاظت اور زیادہ

خانِ خاناں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی، لیکن جب اسے دکنیوں کے لشکر کی حقیقت معلوم ہوگئی اور وہ ان کے تمام قواعدِ جنگ سے آگاہ ہوگیا تو اُس نے ۱۸ر جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو صبح کے وقت اپنا لشکر درست کیا اور اسی روز عصر کے وقت فریقین لڑنے کے لیے ایک دوسرے کے سامنے آئے۔

معرکہ آرائی

سہیل خاں کے مقابلے پر راجہ علی خاں اور راجہ جگناتھ راجپوت چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر آئے۔ سہیل نے ان سب کو آتش بازی کے آلات سے ہلاک کردیا قطب شاہی اور نظام شاہی لشکر خانِ خاناں کا مقابلہ نہ کرسکے اور میدانِ جنگ سے فرار ہوگئے سہیل خاں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو وہ دشمن کی فوج کے دوسرے حصّے سے معرکہ آرا ہُوا اور شام کے وقت حریف کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کردیا۔

مغلوں کا فرار

سہیل خاں نے بہادری اور شجاعت کا ناقابلِ فراموش مظاہرہ کیا اور دشمن کی تباہی و بربادی کی پوری کوشش کی مغل یہ صورتِ حال دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے اور میدانِ جنگ سے بھاگ کر شہزادہ مراد کے پاس شاہ پور میں پناہ گزیں ہوئے۔

شہزادہ مراد کی روانگی

صادق محمد خاں حفاظت کے خیال سے شہزادہ مراد کو دکن کی حدود سے باہر نکال لے گیا، لیکن خانِ خاناں باوجود اپنے لشکر کے انتشار اور پراگندگی کے اسی جگہ ایک قلیل جماعت کے ساتھ مقیم رہا۔

دکنیوں کی لُوٹ مار

دکنیوں نے اس معرکہ آرائی کو اپنی فتح سے تعبیر کیا اور لُوٹ مار میں مصروف ہوگئے، انھوں نے بہت سامالِ غنیمت حاصل کیا اور اس مال کو محفوظ رکھنے کے لیے اِدھر اُدھر چلے گئے، میدانِ جنگ میں سہیل خاں اور لشکر خاصہ کی ایک جماعت کے سوا کوئی اور نہ رہا۔

ایک عجیب اتفاق

یہ عجیب اتفاق تھا کہ خانِ خاناں اور سہیل خاں ایک دوسرے سے بہت کم فاصلے پر تھے، لیکن دونوں ہی کو ایک دوسرے کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ ایک پہر رات تک کا وقت اسی لاعلمی میں گزر گیا، اس وقت دونوں سردار صورتِ حال سے واقف ہوتے اور اپنی اپنی حفاظت کی کوشش کرنے لگے۔

جنگ اور خانِ خاناں کی فتح

صبح ہوئی تو فریقین ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے خانِ خاناں یہ چاہتا تھا کہ وہ فی الحال سہیل خاں سے صلح کرلے اور جنگ قائم

خلاف تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں تو اکبر نے خود قلعۂ اسیر کا محاصرہ کر لیا اور شہزادہ دانیال اور خانِ خاناں کو احمد نگر کی طرف روانہ کیا۔

آہنگ خاں کی جنیر کو روانگی

آہنگ خاں پندرہ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ قلعے کے باہر ٹھہرا ہوا تھا، اس نے دھنا گھاٹ پر قبضہ کر کے مغلوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا، شہزادہ دانیال اور دوسرے مغل اُمراء اس کے ارادے سے مطلع ہو کر ایک جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ مغلوں کے اس اقدام سے آہنگ خاں بہت خوفزدہ ہوا اور اس نے جنگ کرنے یا احمد نگر پہنچ کر چاند بی بی اور بہادر شاہ سے مدد طلب کرنے کے بجائے اپنے تمام سامان میں آگ لگا دی اور خود جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

قلعۂ احمد نگر کا محاصرہ

شہزادہ دانیال اور دوسرے مغل امیروں نے بغیر کسی مزاحمت اور زیادہ محنت کے قلعۂ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا، امراء نے آپس میں مورچل تقسیم کیے دانیال، خانِ خاناں اور سید یوسف وغیرہ کے مورچل کی طرف سے نقب کھودنے کا کام شروع ہو گیا، جب قلعہ فتح ہونے کے قریب آیا تو چاند بی بی نے جبیتہ خاں خواجہ سرا سے کہا۔ آہنگ خاں اور دوسرے امیروں کی سرکشی اور ہنگامہ خیزی کا یہ نتیجہ ہے کہ اکبر بادشاہ بذات خود دکن کی طرف آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ چند دنوں میں یہ قلعہ فتح کر لیا جائے گا۔

چاند بی بی اور جبیتہ خاں میں گفتگو

جبیتہ خاں نے اس کے جواب میں کہا "اب تک جو کچھ ہوا، اس کا غم کرنا بیکار ہے، اس وقت کیا کیا جائے؟ آپ جو فرمائیں گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔" چاند بی بی نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہمیں یہ قلعہ شہزادہ دانیال کے سپرد کر کے اپنی عزت اور جان کو بچانا چاہیئے، اس کے بعد جنیر کی راہ لینی چاہیئے اور وہاں پہنچ کر خداوند تعالیٰ کی مدد کا انتظار کرنا چاہیئے۔

چاند بی بی کا قتل

چاند بی بی کی زبان سے یہ کلمات سُن کر جبیتہ خاں نے تمام اہلِ قلعہ کو جمع کیا اور ان سے بآوازِ بلند کہا "چاند بی بی نے اکبری اُمراء سے سازباز کر کے قلعہ شہزادہ دانیال کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" اہلِ دکن یہ سنتے ہی برافروختہ ہو گئے اور بغیر کچھ سوچے سمجھے حرم سرا میں داخل ہو گئے، انھوں نے چاند بی بی کو بڑی بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔

مغلوں کا قلعے میں داخلہ

مغل لشکریوں نے نقب تیار کر لی اور اس میں بارود بھر کر قلعہ کی دیوار گرا دی، مغلوں نے قلعہ کے اندر داخل ہو کر تمام دکنیوں کو جن میں بچے

توجہ سے کرنی شروع کردی۔

قلعۂ احمد نگر کا محاصرہ

چاند بی بی نے آہنگ خاں کو قلعے میں آنے جانے سے منع کردیا اور یہ حکم دیا کہ وہ قلعے کے باہر دیوان داری کیا کرے، چند روز تک تو آہنگ خاں نے چاند بی بی کے اس حکم کی تعمیل کی، لیکن بعد میں وُہ سرکشی پر اُتر آیا اور قلعے کا محاصرہ کرلیا، فریقین میں اکثر اوقات لڑائی بھی ہوتی رہتی تھی۔

آہنگ خاں کا بیٹر پر لشکر کشی کا ارادہ

عادل شاہ نے اپنے امیروں کو احمد نگر بھیج کر اس خانہ جنگی کو ختم کروانے کی کوشش کی، لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، روز بروز آہنگ خاں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا، اس نے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا، اس نے دیکھا کہ خانِ خاناں دکن سے چلا گیا ہے اور دریائے گنگا زوروں پر ہے اس لیے اگر قصبۂ بیٹر پر لشکر کشی کی جائے تو شہزادہ اس شہر کی حفاظت کے لیے نہ آسکے گا۔

حاکم بیٹر سے معرکہ

یہ سوچ کر آہنگ خاں بیٹر کی طرف روانہ ہوگیا تاکہ اس شہر کو اکبری امیروں کے قبضے سے نکال لے بیٹر کے حاکم شیر خواجہ نے شہر سے چھ کوس کے فاصلے پر آہنگ خاں کا مقابلہ کیا، آہنگ خاں کا پلّہ بھاری رہا۔ اور شیر خواجہ زخمی ہوکر میدانِ جنگ سے بھاگ گیا اور مصیبتوں اور مشکلوں کا سامنا کرتا ہُوا قلعہ بیٹر میں پہنچ کر قلعہ بند ہوگیا۔

اکبر کے نام شیر خواجہ کا عریضہ

شیر خواجہ نے اکبر بادشاہ کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں دکنیوں کے غلبے اور شیخ ابوالفضل کی بے خبری و غفلت کی شکایت کی یہ خط پڑھ کر اکبر کو یقین ہوگیا کہ دکن کی سپہ سالاری کے لیے خانِ خاناں سے زیادہ موزوں شخص کوئی اور نہیں ہے، اکبر نے خانِ خاناں کا قصور معاف کرنے اور اسے دوبارہ بحال کرنے کا ارادہ کرلیا۔

شہزادہ مُراد کا انتقال

اسی زمانے میں شراب نوشی کی کثرت اور جوانی کی دوسری بدکاریوں کی وجہ سے شہزادہ مُراد نے اپنے آباد کیے ہُوئے شہر شاہ پور میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اکبر نے اپنے چھوٹے شہزادہ دانیال کو خانِ خاناں کے ساتھ روانہ کیا۔

اکبر کی دکن میں آمد

شہزادہ دانیال ابھی دکن کی سرحد پر بھی نہ پہنچا تھا کہ شیخ ابوالفضل اور سید یُوسف خاں کی درخواست پر خود اکبر ۱۰۰۸ھ میں آگرہ سے دکن کی طرف روانہ ہُوا، اکبر کو جب یہ معلوم ہُوا کہ چاند بی بی اور آہنگ خاں میں ٹھنی ہوئی ہے اور دونوں ایک دوسرے

مُرتضیٰ نظام شاہ بن شاہ علی بُرہان شاہ اوّل ؒ

دو مقتدر امراء اکبر بادشاہ جب بُرہان پور سے آگرہ روانہ ہوگیا تو نظام شاہی ملازمین میں سے دو اشخاص نے بڑا نام پیدا کیا، اگرچہ یہ دونوں اصحاب جاہ و حشم نہ تھے، لیکن اپنی ذاتی صلاحیتوں اور بلند ہمتی کی وجہ سے نامی گرامی اُمراء میں شمار ہونے لگے۔ انھیں دونوں کے حسنِ تدبیر کی وجہ سے نظام شاہی سلطنت مغلوں کی یلغار اور سیلاب فتوحات سے محفوظ رہی۔

عنبر حبشی ان میں ایک تو عنبر حبشی تھا، اس نے تلنگانہ کی سرحد سے لے کر بیٹر سے ایک کوس کے فاصلے تک کا علاقہ اور احمد نگر کے جنوب میں شہر سے چار کوس کے فاصلے سے لے کر دولت آباد سے بیس کوس کے فاصلے تک کا علاقہ مع بندر چیول کے اپنے قبضے میں کر رکھا تھا۔

راجو دکنی دوسرے مقتدر امیر کا نام راجو دکنی تھا اس نے دولت آباد اور اس کے شمال میں گجرات کی سرحد تک کا علاقہ اور دولت آباد کے جنوب میں احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کیا ہُوا تھا۔

راجو اور عنبر کی دشمنی یہ دونوں امیر موقع و محل کی مناسبت سے اور وقتی مصالح کے پیشِ نظر حسب ضرورت مرتضیٰ نظام شاہ کی اطاعت کرتے تھے، ان دونوں نے قلعۂ اوسہ کو مع چند قصبوں کے بادشاہ کے اخراجات کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ عنبر حبشی اور راجو دکنی آپس میں ایک دوسرے کے سخت ترین دشمن تھے، کیونکہ دونوں کی یہ خواہش تھی کہ فریقِ مخالف کو مغلوب کرکے اس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے۔

ملک عنبر کی تلنگانہ کو روانگی خان خاناں کو ان دونوں امیروں کی باہمی دشمنی کا راز معلوم ہوگیا اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عنبر حبشی کے ان چند مقبوضہ قصبوں پر قبضہ کر لیا جائے جو تلنگانہ میں واقع ہیں۔ عنبر کو خانِ خاناں کے اس حکم کی خبر پہنچی اور وہ متذکرہ قصبوں کی

بھی تھے، بوڑھے بھی اور جوان بھی، بہادر شاہ کے علاوہ باقی سب کو گرفتار کر لیا، جبیتہ خاں بھی اس ہنگامے میں ہلاک ہو گیا۔

قلعۂ احمد نگر پر مغلوں کا قبضہ

شہزادہ دانیال نے تمام جواہرات اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ قلعے کو اس نے اپنے قابلِ اعتبار امیروں کے سپرد کیا اور بہادر شاہ کو اکبر بادشاہ کے پاس برہان پور بھجوا دیا۔

قلعۂ اسیر کی فتح

اسی دوران میں مغلوں نے قلعۂ اسیر بھی فتح کر لیا، اکبر نے خاندیش اور دکن کے علاقے شہزادہ دانیال کے حوالے کیے (جیسا کہ ابراہیم شاہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے) اور خود آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

بہادر شاہ کی نظر بندی

نظام شاہی امیروں نے اس واقعہ کے بعد مرتضیٰ شاہ ولد شاہ علی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور کچھ دنوں کے لیے پرندہ کو پایۂ تخت قرار دیا بہادر نظام شاہ نے جو آج تک گوالیار کے قلعے میں نظر بند ہے تین سال اور چند مہینوں تک حکومت کی۔

اپنے لشکر کے ساتھ مقابلہ پر آیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ عنبر نے حسب معمول جرأت و بہادری کا مظاہرہ کر کے مرتضیٰ نظام کو شکست دی۔ تیننگ رائے کول کو عنبر نے گرفتار کر کے قلعے میں نظر بند کر دیا، نظام شاہ اور اس کے طرف دار امیروں فرہاد خاں، اور ملک صندل وغیرہ نے گردشِ حالات سے تنگ آ کر عنبر سے صلح کر لی۔

قلعۂ پرندہ کی فتح کا خیال

عنبر قلعہ پرندہ پر قبضہ کرنے کا خواہاں تھا، اس مقصد سے بادشاہ کو ساتھ لے کر ۱۰۱۲ھ میں پرندہ کی طرف کوچ کیا۔ حاکم قلعہ منجھن خاں نے جو تقریباً بیس برس سے پرندہ پر حکومت کر رہا تھا، نظام شاہ کو پیغام دیا "آپ میرے مالک ہیں اور آپ کی اس حیثیت کے پیشِ نظر میں آپ کا شاہانہ استقبال کروں گا اور قلعے میں ٹھہراؤں گا، لیکن مجھے عنبر پر قطعاً اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس نے خانِ خاناں سے ملاقات کر کے اس کی غلامی قبول کر لی ہے اس لیے میں اس کو قلعے میں قدم نہ رکھنے دوں گا۔

عنبر کی وضاحت

اس کے جواب میں عنبر نے منجھن خاں کو مطلع کیا کہ "چونکہ تیننگ رائے، فرہاد خاں اور ملک صندل کی طرف سے قطعاً مطمئن نہ تھا، اس لیے میں نے مجبوراً خانِ خاناں سے ملاقات کی، اگرچہ ظاہری طور پر میں اکبر بادشاہ کا بہی خواہ ہوں لیکن حقیقت میں میری تمام ہمدردیاں نظام شاہ کے ساتھ ہیں اور میں اسی کا مطیع و فرمانبردار ہوں، میری یہ خواہش ہے کہ بادشاہ کے تمام دشمنوں سے ملک کو خالی کرا دوں۔"

نظام شاہ کی گرفتاری

منجھن خاں نے ملک عنبر کی بات کا اعتبار نہ کیا اور سلسلہ گفتگو آگے نہ بڑھایا عنبر کو یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں نظام شاہ قلعے میں داخل ہو کر پناہ گزیں نہ ہو جائے اور اس طرح منجھن خاں کی قوت میں اضافہ نہ ہو جائے، اس اندیشے کے پیشِ نظر عنبر نے نظام شاہ کو گرفتار کر کے پاسبانوں کے سپرد کر دیا۔

منجھن خاں کی مدافعت

بادشاہ کی نظر بندی کی وجہ سے فرہاد خاں اور ملک صندل بہت آزردہ خاطر ہوئے اور قلعے کے قریب پہنچ گئے۔ منجھن خاں نے پورے ایک مہینے تک دشمن کی مدافعت کی منجھن خاں کا بیٹا سونا خاں کچھ ایسے کردار کا نہ تھا، اس نے اس نازک موقعے پر بھی سخت بے اعتدالی کی اور اہلِ لشکر کی عورتوں اور بچوں کی عصمت دری میں مشغول ہو گیا لشکری اس سے بہت مشتعل ہوئے اور انھوں نے سونا خاں کو قتل کر دیا۔

منجھن خاں کا فرار

اس واقعے کے بعد منجھن خاں نے قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اکیلا ہی فرار

حفاظت کے لیے ۱۰۱۰ھ میں سات آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر تلنگانہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

عنبر حبشی اور ایرج مرزا میں جنگ

عنبر نے مغلوں کی فوجی چھاؤنیاں تباہ و برباد کر کے اپنے علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ خانِ خاناں نے اپنے مشہور و معروف اور بہادر بیٹے میرزا ایرج کو پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ عنبر کے مقابلے پر روانہ کیا۔ ناندیر کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ میرزا ایرج نے اپنی شہرت و نیک نامی کے لیے اور عنبر حبشی نے اپنی حفاظت کی خاطر اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا۔ دونوں نے پوری طاقت سے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور زبردست جنگ شروع ہوگئی۔

عنبر حبشی کا زخمی ہونا

دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے، لیکن آخرکار اکبری اقبال نے اپنا کام کیا اور عنبر حبشی کو ایک کاری زخم لگا، وہ عین میدانِ جنگ میں اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ حبشیوں اور دکنیوں کی ایک جماعت نے جو ہر طرح عنبر کی مطیع و فرماں بردار تھی، اپنے زخم خوردہ امیر کو اٹھا لیا اور میدانِ جنگ سے لے کر بھاگ گئی۔

دوبارہ جنگ کی تیاری

جب عنبر حبشی کا زخم بھر گیا اور وہ جنگ کرنے کے قابل ہوگیا تو اس نے دوبارہ لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ خانِ خاناں عنبر کی بہادری اور شجاعت کو اچھی طرح آزما چکا تھا، جب اسے یہ معلوم ہوا کہ عنبر نے تازہ دم ہو کر دوبارہ جنگ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو خان خاناں نے صلح کرنے ہی میں عافیت دیکھی۔

صلح

خان خاناں نے عنبر کو صلح کا پیغام دیا۔ وقتی مصالح کے پیشِ نظر عنبر نے خانِ خاناں کا پیغام، منظور کر لیا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو راجو دکنی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ خانِ خاناں اور عنبر نے ملاقات کی اور اپنے اپنے علاقوں کو متعین کیا، اس کے بعد دونوں امیر اپنی اپنی قیام گاہوں پر واپس آ گئے۔ اس دن کے بعد ان دونوں امیروں میں کبھی کوئی تنازعہ نہیں ہوا۔ کسی نے عہد شکنی نہیں کی۔ اور عنبر خاں، خانِ خاناں سے بڑی عقیدت رکھتا ہے۔

عنبر اور مرتضیٰ نظام شاہ میں دشمنی

اسی زمانے میں کئی دکنی امیروں تینگ رائے کول، فرہاد خاں مولد اور ملک صندل خواجہ سرا وغیرہ عنبر حبشی کا ساتھ چھوڑ کر مرتضیٰ نظام شاہ سے مل گئے اور اسے ملک عنبر کے خلاف بھڑکایا، ان امیروں نے عنبر حبشی سے جنگ کرنے کے لیے قلعہ اوسہ کے نواح میں ایک میدان کا انتخاب کیا۔

بادشاہ کی شکست

عنبر اپنے لشکر کو ہمراہ لے کر اوسہ کی طرف روانہ ہوگیا، ادھر سے بادشاہ بھی

کی درخواست کی۔

خانِ خاناں نے عنبر کی درخواست منظور کر لی اور اس کی مدد کے لیے حاکم بیڑ میرزا حسین بیگ کو دو تین ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا، عنبر نے اس لشکر کی مدد سے راجو کو شکست دے کر دولت آباد کی طرف بھگا دیا۔

دانیال کی وفات

شہزادہ مُراد کی طرح دکن کی حکومت شہزادہ دانیال کو بھی راس نہ آئی اور اس نے بُرہان پُور میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، یہ خبر سُن کر خانِ خاناں برہان پور چلا گیا عنبر نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور لشکر جمع کر کے دولت آباد کی طرف روانہ ہُوا اور راجو پر حملہ کر دیا۔

خانِ خاناں دولت آباد میں

راجو، عنبر کا مقابلہ نہ کر سکا اور اس نے خانِ خاناں سے مدد کی درخواست کی، خان خاناں بعض وجوہ کی بنا پر بُرہان پور میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھتا تھا۔ اس نے راجو کے پیغام کو بہانہ بنایا اور دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ خان خاناں، راجو اور عنبر کے درمیان آگیا اور اس نے چھ ماہ تک کسی فریق کو دوسرے پر حملہ کرنے کا موقع نہ دیا۔

عنبر اور راجو میں صُلح

عنبر اس صورتِ حال سے پریشان ہو گیا اور اس نے مجبور ہو کر راجو کی طرف صُلح کا ہاتھ بڑھایا۔ دونوں میں صلح ہو گئی اور عنبر قلعۂ پرندہ کی طرف روانہ ہو گیا خان خاناں نے جالنہ کی راہ لی۔

عنبر کا ارادہ

بلکہ عنبر کا خیال تھا کہ راجو کی لشکر کشی کا سبب مرتضیٰ نظام شاہ ہے اور اسی کے اشارے پر راجو نے یہ سارا ہنگامہ بپا کیا ہے، اس وجہ سے عنبر نے نظام شاہ کو معزول کر کے کسی اور نظام شاہی فرد کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا، لیکن ابراہیم عادل شاہ عنبر کی اس تجویز سے متفق نہ ہُوا۔ لہٰذا یہ ارادہ عمل میں نہ آ سکا۔

بادشاہ اور عنبر میں صُلح

۱۰۱۶ھ میں عادل شاہ کے کہنے پر عنبر نے نظام شاہ کی اطاعت و وفاداری کا دم بھرا اور اس طرح بادشاہ اور عنبر میں اچھے تعلقات قائم ہو گئے، اس کے بعد نظام شاہ اور دیگر امراء دس بارہ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ جنیر کی طرف روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے کچھ عرصے تک اسی جگہ قیام کیا۔

راجو کی گرفتاری

راجو عنبر کے خوف کی وجہ سے جنیر نہیں آیا تھا، اس لیے بادشاہ نے چند ہندو

ہو گیا، فرہاد خاں اور ملک صندل کے ساتھ وہ عادل شاہی دربار میں پناہ گزیں ہوا اور مع اپنے ساتھیوں کے عادل شاہ کے دائرہ ملازمین میں داخل ہو گیا۔

قلعۂ پرندہ پر قبضہ

اہل قلعہ نے منجھی خاں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چند مہینوں تک تو دشمن کی مدافعت کی، لیکن آخرکار عنبر حبشی نے انھیں اپنے دام تدبیر میں پھنسا ہی لیا عنبر نے قلعے پر قبضہ کر کے نظام شاہ کو رہا کر دیا اور اسے وہیں چھوڑ کر خود آگے روانہ ہو گیا۔

راجو دکنی کے نام دانیال کا پیغام

محرم ۱۰۱۰ھ میں شہزادہ دانیال، عادل شاہ کی بیٹی کی پالکی کا استقبال کرنے کے لیے برہان پور سے روانہ ہوا، اور کرناٹک اور دولت آباد کے راستے احمد نگر کا رخ کیا۔ دانیال نے اپنے چند آدمیوں کو راجو دکنی کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا: "عنبر حبشی کی طرح تم بھی بادشاہ اکبر کی اطاعت کا اقرار کر کے میری خدمت میں حاضری دو، تاکہ تمھارا ملک بادشاہ کی طرف سے تمھیں بطور جاگیر عطا کیا جائے۔"

راجو اور دانیال میں معرکہ

راجو کو شہزادے کی بات کا یقین نہ آیا، اس وجہ سے دانیال بہت غصے میں آیا اور اس نے راجو کو تباہ و برباد کرنے کی ٹھان لی۔ راجو نے بھی جرأت و ہمت سے کام لیا اور آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر دانیال کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ راجو اور دانیال میں باقاعدہ جنگ نہ ہوئی، لیکن راجو نے مختلف تدبیروں سے مغل فوج کو بہت پریشان کیا اور اتنا نقصان پہنچایا کہ دانیال نے گھبرا کر خان خاناں سے، جو جالنہ میں مقیم تھا، مدد کی درخواست کی۔

راجو کا فرار

خان خاناں پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ جلد از جلد دانیال کے پاس پہنچ گیا۔ راجو کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے مغلوں کے خلاف اپنی کارروائیوں کو بند کیا۔ اور اپنے ملک کے ایک دور دراز گوشے میں جا چھپا۔ شہزادہ دانیال اور خان خاناں عادل شاہ کی بیٹی کی پالکی لے کر احمد نگر آئے۔ دریائے گنگا کے کنارے پٹن کے قریب عظیم جشن عروسی منعقد کیا گیا، اس کے بعد خان خاناں تو اسی جگہ مقیم رہا اور شہزادہ برہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

عنبر اور راجو کی لڑائیاں

اسی دوران میں نظام شاہ نے راجو سے عنبر کی شکایت کی کہ وہ جائز و ناجائز ہر طریقے سے بادشاہ کو دباتا رہتا ہے، راجو نے قلعۂ پرندہ میں پہنچ کر بادشاہ سے ملاقات کی اور عنبر کے دفیعے کا وعدہ کیا، عنبر اور راجو میں کئی بار لڑائی ہوئی اور ہر بار راجو ہی کامیاب ہوا۔ اس صورت حال سے عنبر بہت پریشان ہوا۔ اور اس نے خان خاناں سے مدد

حصہ دوم

سلاطینِ تلنگانہ

اور مسلمان امراء کو اس کی تنبیہ کے لیے روانہ کیا، راجو کو بڑی مشکلوں کے بعد گرفتار کر لیا گیا اور اس کے مقبوضہ علاقے نظام شاہ کے قبضے میں آگئے، اس کے بعد عنبر تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا۔

نظام شاہی حکومت کی موجودہ حالت

اس وقت جب کہ یہ کتاب لکھی جا رہی ہے، نظام شاہی تاج و تخت کا مالک مرتضیٰ نظام شاہ ہے اور عنبر حبشی کے ہاتھ میں تمام قوت ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، نظام شاہی خاندان رفتہ رفتہ زوال پذیر ہوتا جا رہا ہے اور دہلی کے بادشاہ باقی ماندہ ملک پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، آئندہ کیا ہوگا! اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، مگر اس قدر کہ جو خدا چاہے گا، وہی ہوگا۔

سُلطان قلی ؒ

ابتدائی حالات
سلطان قلی میر علی ترکوں کے مشہور قبیلہ بھارلو سے تعلق رکھتا ہے، اس خاندان کے بعض افراد کا یہ دعویٰ ہے کہ سلطان قلی، میرزا جہاں شاہ مقتول کی اولاد میں سے ہے، بہر حال کچھ بھی ہو یہ امر مسلّم ہے کہ سلطان قلی ہمدان میں پیدا ہوا، سلطان محمد شاہ لشکری کی حکومت کے آخری دنوں میں سلطان قلی دکن میں آیا اور محمد شاہ کے ترکی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا محمد شاہ کو ترکی غلاموں سے بہت دلچسپی تھی اور انھیں وہ بہت عزیز رکھتا تھا۔

ریاضی میں مہارت
سلطان قلی علم حساب میں بڑی مہارت رکھتا تھا اور بڑا خوش خط تھا، اس وجہ سے اسے شاہی محلات کا حساب نویس مقرر کیا گیا۔ عورتیں اس کے برتاؤ اور دیانت و امانت سے بہت خوش ہوئیں، ان دنوں تلنگانہ کا علاقہ بیگموں کی جاگیر تھا، یہاں کے عمال نے شاہی بارگاہ میں اس مضمون کی عرضیاں روانہ کیں کہ۔

تلنگانہ کی حالت
سارے ملک کو چوروں، لٹیروں نے اپنی جولاں گاہ بنا رکھا ہے، رعایا کی سرکشی اور نافرمانی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، مقررہ محصول ادا کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ وہ سرکاری رقم اپنے پاس رکھے، اگر شاہی بارگاہ سے ایک اعلیٰ درجے کی فوج سرکشوں کی تنبیہ کے لیے روانہ کی جائے تو بہت اچھا ہو گا اور اس طرح محصول وصول کرنے میں بڑی آسانی ہو گی۔

سلطان قلی کی خواہش
سلطان محمد شاہ نے اپنے ایک نامی گرامی امیر کو تلنگانہ کی مہم پر روانہ کرنے کا ارادہ کیا، سلطان قلی نے ایک بیگم کے توسط سے بادشاہ کو مطلع کیا کہ تلنگانہ کی مہم کی خدمت میرے سپرد کی جائے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ بغیر کسی قسم کی فوجی مدد کے میں اس صوبے کا انتظام کروں گا اور باغیوں اور سرکشوں کو ایسا تباہ و برباد کروں گا کہ ان کا نام و نشان بھی نہ ملے گا۔

"قارئین کرام اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں شاہ اخور نامی ایک شخص نے جو عراق سے آیا تھا، تاریخ پر ایک بہترین کتاب لکھی ہے جس میں قطب شاہی سلطنت کے تمام واقعات کو تفصیل سے قلمبند کیا گیا ہے۔ راقم الحروف "مورخ فرشتہ" زیرِ نظر تاریخ کی تالیف کے وقت متذکرہ کتاب حاصل نہ کر سکا اسی لیے قطب شاہی خاندان کے تفصیلی حالات بیان نہیں کیے جا سکے اور صرف فرماں رواؤں کے اسماء اور مختصر حالات پر اکتفا کی ہے۔"

کا نام اپنے خطبے میں اپنے نام سے پہلے داخل کیا۔

شیعہ مذہب کا رواج

قطب شاہ نے شیعہ مذہب کے اثرات کے تحت رفتہ رفتہ تینوں خلفاء کے اسمائے گرامی اپنے خطبہ سے نکال دیئے، شاہ طاہر کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے احمد نگر میں برہان شاہ نے مذہب شیعہ کا خطبہ جاری کیا، قطب شاہ نے اس کی تقلید کی اور اپنے ملک میں شیعہ مذہب کو مروج کیا۔

تبرّہ بازی

بے ادب اور نامعقول اشخاص نے تبرہ بازی کو اپنا شعار بنایا، قصہ مختصر یہ کہ آج تک جب کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی حکومت ہے تلنگانہ میں شیعہ مذہب کا رواج ہے اور بارہ اماموں کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے، منبروں پر سب سے پہلے بادشاہ ایران شاہ عباس صفوی کی بہبودی و خوش حالی کی دعا مانگی جاتی ہے، خدا کا شکر ہے کہ ان فرماں رواؤں کو مشائخ صفویہ کے ساتھ جو تعلق خاطر تھا، اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی۔

سلاطین دکن سے دوستی

سلطان قلی قطب شاہ اپنے عہدِ حکومت میں دکن کے فرمانرواؤں کے ساتھ بڑے دوستانہ مراسم رکھتا تھا، لیکن جس زمانے میں سلطان بہادر گجراتی نے عماد الملک کے حسب خواہش نظام شاہ پر حملہ کیا تو سلطان قلی نے مروت کو پسِ پشت ڈال کر سلطان بہادر کا ساتھ دیا، سلطان بہادر کے ہنگامے سے فرصت پانے کے بعد اسمٰعیل عادل نے برہان شاہ کے کہنے پر قطب شاہی علاقے پر قبضہ کرنا چاہا، قطب شاہ نے بُرہان شاہ کے غصّے کو ٹھنڈا کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا حملہ

۹۴۰ھ ہجری میں اسمٰعیل عادل شاہ نے قطب شاہ کے ایک سرحدی قلعے پر حملہ کیا، قطب شاہ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اسمٰعیل عادل کا مقابلہ کرتا لہٰذا وہ جہاں مقیم تھا، وہیں رہا، اور اپنے سواروں اور پیادوں کا ایک لشکر اسمٰعیل عادل کو نقصان پہنچانے کے لیے روانہ کیا، حُسنِ اتفاق سے اسی زمانے میں اسمٰعیل عادل نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور قطب شاہ کی تمام پریشانیاں از خود ختم ہوگئیں۔

نظام شاہ سے خوش گوار تعلقات

اس واقعے کے بعد قطب شاہ نے اپنے امیروں کی ایک جماعت کو برہان شاہ کے پاس بھیجا تاکہ صلح اور دوستانہ مراسم کے بارے میں بات چیت کی جائے، قطب شاہی امیروں نے شاہ طاہر کے ذریعے سے سلسلہ جنبانی کی اور انھیں خاطر خواہ کامیابی ہوئی، اس کے بعد قطب شاہ اور نظام شاہ میں خوش گوار تعلقات قائم ہوگئے۔

تلنگانہ کی مہم پر تقرر

سلطان محمد شاہ نے سلطان قلی پر بڑی مہربانی کی اور اسے متذکرہ خدمت پر مقرر کر دیا، سلطان قلی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تلنگانہ کی طرف گیا اور اس نے ایسی چال چل کر باغیوں کی ایک جماعت کو اپنا بہی خواہ بنا لیا اور پھر اس جماعت کی مدد سے چوروں اور ڈاکوؤں وغیرہ کا نام و نشان تک مٹا دیا، سلطان قلی نے دوسرے اُمراء کے پرگنوں سے بھی، جو اسی نواح میں تھے، غنڈوں اور لٹیروں وغیرہ کا قلع قمع کیا اور اس طرح اس کی شجاعت اور بہادری کا شہرہ ملک میں چاروں طرف پھیل گیا۔

امارت وسپہ سالاری

سُلطان محمد شاہ نے سلطان قلی کو امارت کے درجے پر فائز کر کے اسے گولکنڈہ اور اس کے مضافات کا جاگیردار بنا دیا، کچھ عرصے بعد اسے اس علاقے کا سپہ سالار مقرر کیا گیا اور شاہی فرامین میں اس کے نام کے ساتھ "صاحب السیف والقلم" کا لقب لکھا جانے لگا۔

بادشاہت

یوسف عادل شاہ، احمد نظام شاہ اور عماد الملک نے اپنے اپنے دکنی علاقوں میں خود مختاری اور بادشاہت کا دعوٰی کر کے الگ الگ سلطنتیں قائم کیں، یوسف عادل کو چونکہ صفویہ خاندان سے عقیدت تھی، اس لیے اس نے بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کیے، سلطان قلی نے بھی اپنی امارت اور سپہ سالاری کے زمانے میں یہی روش اختیار کی، جب سلطان محمود بہمنی کی سلطنت زوال پذیر ہوئی تو ۹۱۸ھ ہجری میں سلطان قلی نے بادشاہت کا دعوٰی کیا اور اپنے آپ کو "قطب شاہ" کے خطاب سے موسوم کر کے خود مختار حکومت قائم کر لی۔

سلطنت کی رونق

قطب شاہ کی سلطنت اگرچہ بہت مختصر تھی، لیکن اس نے شان و شوکت اور رونق پیدا کرنے کے لیے متعدد ذرائع اختیار کیے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عادل شاہ، عماد شاہ اور برید شاہ وغیرہ کے خلاف اپنے دروازے پر دن میں پانچ مرتبہ نوبت بجانے کا حکم دیا، قطب شاہ نے اپنی قوم کے افراد کو جاگیروں اور عہدوں سے نوازا اور اس طرح اپنی قوت میں اضافہ کیا۔

سلطان محمود شاہ کا خیال

قطب شاہ، سلطان محمود شاہ کی بڑی عزت کرتا تھا اور اس کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھتا تھا، ہر مہینے تحفے تحائف اور ہدیے وغیرہ اس کی خدمت میں بیدر بھجواتا رہتا تھا، اسی زمانے میں یہ اطلاع ملی کہ ایران میں شاہ اسماعیل صفوی تاج و تخت کا مالک ہوا ہے، چونکہ قطب شاہ، اسمٰعیل صفوی کو اپنا مرشد زادہ سمجھتا تھا، اس لیے اس بادشاہ

جمشید قطب شاہ بن سلطان قلی

شاہ طاہر کی آمد

جمشید قطب شاہ نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لے کر اپنے باپ کی پیروی کی اور مذہب شیعہ کو فروغ دینے میں کوشاں ہُوا، بُرہان نظام شاہ نے جمشید کو مبارک باد دینے کے لیے شاہ طاہر کو گولکنڈہ بھیجا، شاہ طاہر جب گولکنڈہ کے قریب پہنچا تو بادشاہ نے خود چھ کوس کے فاصلے پر ان کا استقبال کیا اور بڑی عزت کے ساتھ شاہ صاحب کو شہر میں لایا۔ طاہر شاہ نے جمشید سے اس بات کا وعدہ لیا کہ وہ ہمیشہ نظام شاہ سے دوستانہ مراسم رکھے گا، اس کے بعد شاہ صاحب احمدنگر واپس چلے آئے۔

عادل شاہی علاقے میں داخلہ

انھیں دنوں بعض وجوہ کی بناء پر نظام شاہ اور عادل شاہ میں تعلقات خراب ہوگئے، نظام شاہ کے اُکسانے پر جمشید قطب شاہ نے زرِ کثیر صرف کر کے اپنے لشکر میں اضافہ کیا اور عادل شاہی علاقے میں داخل ہو گیا۔ جمشید قطب شاہ نے کا کنی میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا، ابراہیم عادل اُس زمانے میں رام راج اور نظام شاہ کی ہنگامہ آرائیوں میں اُلجھا ہُوا تھا اس لیے اس نے قطب شاہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی، قطب شاہ نے اس موقعے سے فائدہ اُٹھایا اور اپنا نو تعمیر قلعہ معتمد امیروں کے سپرد کر کے عادل شاہ کے دوسرے پرگنوں اور قلعوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا

قلعۂ اینتکر کا محاصرہ

جمشید قطب شاہ سب سے پہلے قلعہ اینتکر (جو ساغر کے قریب واقع ہے) کی طرف روانہ ہُوا، وہاں پہنچ کر اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، عادل شاہ نے رام راج اور نظام شاہ سے صُلح کر لی اور اسد خاں لاری کو لشکر خاصہ کے ہمراہ قطب شاہ کے مقابلے پر روانہ کیا، اس صورتِ حال سے قطب شاہ بہت پریشان ہُوا اور اُس نے اپنے قاصد نظام شاہ کی خدمت میں بھیج کر اسے پیغام دیا۔

نظام شاہ کے نام پیغام اور اُس کا جواب

"میں نے آپ کی بات پر اعتماد کر کے اس علاقے کا

طوالتِ عمر

قطب شاہ نے بڑی لمبی زندگی پائی اور ایک عرصے تک حکومت کی اس کا بڑا بیٹا جمشید شاہ یہ آس لگائے بیٹھا تھا کہ کب اس کا باپ مرے اور اُسے حکومت ملے اسی انتظار میں اس کے بال سفید ہو گئے، آخر جمشید کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اس نے ایک ترکی غلام سے ساز باز کر کے اپنے باپ کی عمر کا پیمانہ بھی لبریز کرنے کا ارادہ کر لیا۔

قطب شاہ کا قتل

۹۵۰ھ ہجری کے کسی مہینے کی بات ہے کہ ایک روز بادشاہ جواہرات کے صندوقچے سامنے رکھے ہوئے دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اور جواہرات کو دیکھ رہا تھا کہ مذکورہ ترکی غلام نے بادشاہ کے پیچھے سے آکر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ قطب شاہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا، جمشید بھی اسی محفل میں اپنے باپ کے پاس بیٹھا تھا، اس نے افشائے راز کے خوف سے قاتل کو اسی وقت موت کے گھاٹ اتار دیا جمشید چونکہ قطب شاہ کا بڑا بیٹا تھا اس لیے باپ کے بعد وہی تخت نشین ہوا۔

سلطان قلی نے تینتیس ۳۳ سال تک حکومت کی اور اس کے تین بیٹے جمشید، حیدر اور ابراہیم باپ کی وفات کے وقت بقیدِ حیات تھے۔

نے اپنے ایک امیر کو جنیر روانہ کیا تاکہ وہ ملا محمود کو قطب شاہی دربار میں لے کر آئے۔" ملا محمود نے جواب دیا۔" مجھے ابھی تک دوسری ناک نصیب نہیں ہوئی، جب وہ مل جائے گی تو میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کروں گا۔

بیماری

اس کے بعد قطب شاہ نے عادل شاہ سے صلح کر لی اور تلنگانہ کے اکثر علاقوں پر قابض ہو گیا پھر قطب شاہ کی بیماری کا سلسلہ شروع ہوا اور وہ تقریباً دو سال تک بیمار رہا، اس بیماری کے دوران میں اس کا مزاج اعتدال پر نہ رہا، وہ ہر ایک سے بدمزاجی سے پیش آتا، ذرا ذرا سے قصور پر کسی کو قید کر دیتا اور کسی کو قتل۔

روش

بادشاہ کی یہ بدمزاجی دیکھ کر چند امراء نے قطب شاہ کو معزول کر کے اس کے بھائی حیدر خاں کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا، جمشید کو اس کا علم ہو گیا، اس کے دونوں بھائی ابراہیم اور حیدر گولکنڈہ سے فرار ہو کر بیدر جا پہنچے۔ ابراہیم نے انھیں دنوں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور حیدر خاں بیجانگر چلا گیا۔

انتقال

جمشید قطب شاہ کی بیماری روز بروز بڑھتی چلی گئی اور آخر تپ محرقہ کا شکار ہو کر ۹۵۷ھ میں سفر آخرت اختیار کیا، اس کی مدت حکومت سات سال اور چند ماہ ہے۔

سفر اختیار کیا ہے۔ آپ کے اخلاق و مروّت کو دیکھتے ہوئے یہ بات انتہائی عجیب ہے کہ آپ مجھ سے مشورہ کیسے بغیر ہی واپس احمد نگر جا رہے ہیں"۔ نظام شاہ نے اس کے جواب میں کہا۔ "وقتی مصلحتوں کے پیشِ نظر میں نے عادل شاہ سے صلح کر لی ہے، اس لیے میں واپس جا رہا ہوں، آپ کے لیے میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنی تمام توجہ قلعہ کاکنی کی حفاظت پر صرف کریں، موسم برسات کے بعد میں آؤں گا، دریا سے بھورو کی ایک طرف یعنی قلعہ گلبرگہ انہکر اور ساغر وغیرہ پر تمہارا قبضہ ہو جائے گا اور دوسرے کنارے کے قلعے شولاپور اور نلدرک میرے قبضے میں آجائیں گے"۔

قلعہ کاکنی پر اسد خاں کا قبضہ

قطب شاہ اگرچہ نظام شاہ کی چالاکی اور بہانہ سازی سے اچھی طرح واقف تھا، لیکن وہ پھر بھی اس کے دام میں آگیا اور قلعہ کاکنی کی حفاظت کی کوشش کرنے لگا۔ اسد خاں نے قلعہ کاکنی کا محاصرہ کر لیا اور تین ماہ کے عرصے میں کسی نہ کسی طرح قلعے کو فتح کر لیا، اہل قلعہ کو قتل کرنے کے بعد اسد خاں نے آہنکر کا رُخ کیا۔

قطب شاہ کا فرار اور اسد خاں سے مقابلہ

جمشید قطب شاہ نے اسد خاں کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا، اسد خاں نے اس کا تعاقب کیا، چند مرتبہ دونوں لشکروں میں معرکہ آرائی بھی ہوئی اور ہر بار اسد خاں فریقِ ثانی پر غالب آیا، آخری بار قطب شاہ اور اسد خاں ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ دونوں نے اپنی اپنی بہادری کا مظاہرہ کیا اور ایک دوسرے پر تلوار کے گیارہ گیارہ وار کیے، قطب شاہ کے چہرے پر ایک زخم آیا، اس کی ناک اور ہونٹ زخمی ہو گیا، یہ زخم جمشید کو زندگی بھر ستاتا رہا۔ کھانے پینے کے وقت اسے بہت تکلیف ہوتی، اس وجہ سے قطب شاہ کسی کے سامنے کبھی کچھ کھاتا پیتا نہ تھا۔

مُلا محمود کی پیشین گوئی

کہا جاتا ہے کہ اس سفر میں قطب شاہ نے محمود گیلانی سے پوچھا کہ "اس سفر کا نتیجہ کیا ہوگا"۔ ملا محمود نے قرعہ ڈالا اور بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا "یہ سفر مبارک نہیں ہے"، بادشاہ نے اس اجمال کی تفصیل پوچھی تو محمود نے بتایا۔ اس سفر میں ابتداً تو آپ کو کامیابی ہوگی، لیکن آخر میں دشمن غالب آئے گا، مال و اسباب وغیرہ کے نقصان کے علاوہ آپ کی ناک پر زخم آئے گا"۔ یہ سُن کر جمشید قطب شاہ بہت غصے میں آیا اور اس نے ملا محمود کی ناک کٹوا کر اسے شہر بدر کر دیا۔

پچھتاوا

جب ملا محمود کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح نکلی تو قطب شاہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا۔ اس

کی بات ہے"

عنبر کا قتل

عنبر خاں عقل کے معاملے میں کورا تھا، اس نے ابراہیم قطب شاہ کی نصیحتوں کی کوئی پروانہ کی اور اس نے بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا، ابراہیم اس بدتمیزی کی تاب نہ لا سکا فوراً اپنے گھوڑے سے اُترا اور عنبر خاں کے ساتھ شمشیر بازی کرنے لگا۔ اس دوران میں ابراہیم نے دشمن کے پیٹ پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ عنبر وہیں ہلاک ہو گیا۔

عنبر کے بھائی کا قتل

عنبر کے بھائی نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو وہ انتقام لینے کے لیے ابراہیم قطب شاہ سے شمشیر بازی کرنے آیا۔ قطب شاہ کے ایک ملازم نے جو جنگ کے فن میں بڑا ماہر تھا، اس کو بھی ٹھکانے لگا دیا، ابراہیم نے عنبر کے نشانِ لشکر، جسے دکن میں "بیرق نشان" کہا جاتا ہے، قبضہ کر لیا اور اپنی قیام گاہ پر چلا آیا۔

شاہ گردی

ابراہیم اپنے بھائی کی زندگی میں بیجانگر ہی میں رہا۔ جمشید قطب شاہ کا انتقال ہُوا تو مصطفیٰ خاں اردستانی، صلابت خاں ترک اور دوسرے ارکینِ سلطنت نے جمشید کے کمسن بیٹے کو جس کی عمر صرف دو سال تھی، تخت پر بٹھا دیا، اہل دکن کو یہ انتخاب پسند نہ آیا اور انھوں نے طے کیا کہ ابراہیم قطب شاہ کو بیجانگر سے بُلا کر بادشاہ بنایا جائے، اہل دکن کو جب یہ معلوم ہُوا تو وُہ اپنے قدم جمانے کی کوشش کرنے لگے۔

ابراہیم کی گولکنڈہ میں آمد

مصطفیٰ خاں اور صلابت خاں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا پُورا تہیہ کر لیا تھا، انھوں نے ابراہیم کی طلبی کے لیے رام راج کو ایک خط لکھا رام راج نے ابراہیم کو گولکنڈہ بھجوا دیا۔ جب ابراہیم، گولکنڈہ کی سرحد میں داخل ہُوا تو سب سے پہلے مصطفیٰ خاں اردستانی اس کی خدمت میں حاضر ہُوا، ابراہیم نے اسے میرجملگی کا منصب عطا کیا۔ مصطفیٰ خاں نے ایک ہندو تاجر سے دو لاکھ ہون قرض لیے اور سلطنت و حکومت کا سامان درست کرنے لگا۔

اہل گولکنڈہ کی خوشی

مصطفیٰ خاں کے میر جملہ ہونے کی خبر گولکنڈہ پہنچی تو وہاں کے سب لوگ بہت خوش ہوئے اور ابراہیم قطب شاہ کی بادشاہت کی طرف راغب ہوئے صلابت خاں نے بھی اپنے دو تین ہزار شمشیر بازوں کو ساتھ لیا اور گولکنڈہ سے سرحد کی طرف روانہ ہو گیا دوسرے امیروں نے بھی کم سن بادشاہ کا ساتھ چھوڑا اور ابراہیم قطب شاہ کے گرد جمع ہونے لگے تھوڑے سے وقت میں ابراہیم کے گرد تقریباً چھ سات ہزار سوار جمع ہو گئے اور اس نے گولکنڈہ کا رُخ کیا جب وُہ پایۂ تخت کے قریب پہنچا تو بقیہ لوگ بھی اس کے پاس آ گئے اور جان کی اماں کے طالب ہوئے۔

ابراہیم قطب شاہ

کردار

اس فرماں روا نے شیعہ مذہب کی اشاعت و ترویج میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سخاوت فہم و تدبر میں وہ اپنی مثال آپ تھا لیکن مزاج کا بہت چڑچڑا تھا، ذرا ذرا سے جرائم پر مجرموں کو بڑی سے بڑی سزائیں دیتا تھا، اس نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ مجرموں کے پاؤں کے ناخن ان کی انگلیوں سے علحدہ کر کے ایک برتن میں رکھ کر اس کے سامنے کیے جائیں تاکہ اسے یہ اطمینان ہو کہ مجرموں کو واقعی سزا دی گئی ہے۔

چوروں کا دفیعہ

وہ کھانا بڑے اہتمام اور تکلف کے ساتھ کھاتا تھا اور اکثر اوقات خاصہ کے ملازموں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرتا تھا۔ تلنگانہ میں چور اور ڈاکو بہت تھے ابراہیم قطب شاہ نے ان بدکرداروں کو ایسا درست کیا کہ تاجروں کے قافلے بغیر کسی خوف و خطر کے رات کے وقت سفر کرنے لگے اور کسی کو لٹیروں کا خطرہ نہ رہا۔

قطب شاہی خاندان کی نیک نامی

ابراہیم کے عہدِ حکومت میں بہت سے قابل اور مدبر اُمراء شاہی دربار میں داخل ہوئے اور ان کی وجہ سے قطب شاہی خاندان کی شہرت اور نیک نامی میں بہت اضافہ ہوا، جن دنوں ابراہیم قطب شاہ شہزادہ تھا، اُن دنوں اپنے بھائی کے خوف سے وہ بیجانگر میں پناہ گزین ہوا تھا، بیجانگر کے راجہ رام راج نے بڑی آؤ بھگت کی اور ایک حبشی امیر عنبر خاں کی جاگیر اسے عنایت کر دی۔

عنبر خاں سے تکرار

یہ معاملہ ایسا نہ تھا کہ عنبر خاں خاموش رہتا، اہل دکن کی روش کے مطابق اس نے ابراہیم سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کیا، ایک روز ابراہیم، راجہ کے دربار کی طرف جا رہا تھا کہ عنبر نے اسے راستے میں جا لیا اور کہا "آؤ ہم تم دونوں آپس میں جنگ کریں تاکہ جو زندہ رہے وہی جاگیر کا مالک ہو" ابراہیم نے کہا: فرماں رواؤں کو اس امر کا کلی اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کا حصہ جس کو چاہیں عنایت کر دیں، لہٰذا ایسے معاملات میں لڑائی جھگڑے کا سوال اُٹھانا نامناسب ہے

کرلی کہ قطب شاہ اس کے ساتھ عادل شاہ سے معرکہ آرائی کرے اور کلیان کا قلعہ عادل شاہی قبضے سے نکال لے، قطب شاہ نے یہ شرط منظور کرلی۔

قلعۂ کلیان کا محاصرہ

۹۷۱ھ ہجری میں قطب شاہ گولکنڈہ سے اور حسن نظام شاہ احمد نگر سے روانہ ہوا، کلیان کے قریب دونوں فرماں روا ایک دوسرے سے ملے پہلے تو شادی کا جشن منعقد ہوا اور عقد کی تمام رسومات ادا کی گئیں، اس کے بعد دونوں فرماں رواؤں نے قلعۂ کلیان کا محاصرہ کر لیا، رام راج، عادل شاہ، تغافل خاں اور امیر برید نے باہمی اتحاد سے ان دونوں کا مقابلہ کیا، جیسا کہ حسین نظام شاہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے، قطب شاہ گولکنڈہ روانہ ہو گیا اور اس کے بعد حسین نظام نے بھی بغیر قلعے کو سر کیے ہوئے احمد نگر کی راہ لی۔

صُلح

عادل شاہ اور رام راج نے احمد نگر تک حسین نظام شاہ کا تعاقب کیا اور نظام شاہی علاقے کو خوب جی کھول کر برباد و تاراج کیا، عادل شاہی لشکر نے تلنگانہ کے قصبہ اوکی میں بھی چھ ماہ قیام کر کے یہاں کی رعایا کو بہت نقصان پہنچایا، آخر کار قطب شاہ کی تدبیروں سے صُلح ہو گئی اور سب فرماں روا اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے گئے۔

عادل شاہ وغیرہ سے جنگ

۹۷۲ھ ہجری میں ابراہیم قطب شاہ نے عادل شاہ اور نظام شاہ سے جنگ کی، آخر الذکر دونوں فرماں رواؤں کے ساتھ رام راج بھی تھا، قطب شاہ ابھی گولکنڈہ پہنچا بھی نہ تھا کہ مصطفیٰ خاں اردستانی نے جو ہمیشہ بادشاہ سے ڈرتا رہتا تھا، طواف حرمین شریفین کے بہانے سے قطب شاہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور راستے ہی سے جُدا ہو کر عادل شاہ سے جا ملا اور اس کے ملازمین میں داخل ہو گیا۔

نظام شاہی سلطنت میں انتشار

مرتضیٰ نظام شاہ کی حکومت کے زمانے میں اس کی والدہ کے اثر و اقتدار کی وجہ سے نظام شاہی سلطنت انتشار کی نذر ہو گئی، عادل شاہی سپہ سالار کشور خاں نے اس واقعہ سے فائدہ اُٹھایا اور نظام شاہی سرحد پر پہنچ کر اس نے قلعہ دارور اور کئی نظام شاہی پرگنوں کو اپنے قبضے میں کر لیا، مرتضیٰ نظام نے اپنی والدہ کو گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا اور ملا حسن تبریزی کو خانِ خاناں کا خطاب دے کر پیشوا مقرر کیا اور اسے قلعہ دارور کی طرف روانہ کیا۔

قطب شاہ کی دارور کو روانگی

اس واقعہ پر مرتضیٰ نظام شاہ نے ایک قاصد بھیج کر قطب شاہ سے بھی مدد کی درخواست کی۔ قطب شاہ نے یہ درخواست منظور

الغرض تمام اہل گولکنڈہ دل و جان سے ابراہیم کے ساتھ ہو گئے۔

تخت نشینی

ابراہیم قطب شاہ مبارک وقت میں تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہُوا اور اس کے بہی خواہوں اور جاں نثاروں نے اس پر سے دولت قربان کی۔ ابراہیم نے اس روز بارہ ہزار طلائی ہون غریبوں، محتاجوں اور مسکینوں وغیرہ میں تقسیم کر کے رعایا کو خوش کیا۔

نظام شاہ سے معاہدہ

ابراہیم نے عنبر خاں کے نشانِ لشکر کو اپنے لیے مبارک سمجھا اور اس وجہ سے اسے اپنی بادشاہت کا نشان خاصہ بنایا، بادشاہ نے اپنی بہن کو مصطفیٰ خاں کے نکاح میں دے دیا اور اس طرح مصطفیٰ بھی صاحبِ قوت و اختیار ہو گیا، ابراہیم قطب شاہ نے حسن نظام شاہ سے یہ معاہدہ کیا کہ دونوں بادشاہ اپنی متحدہ کوششوں سے گلبرگہ اور آہنکر کے قلعوں پر قبضہ کر لیں اور اوّل الذکر قلعہ قطب شاہ کے حوالے کر دیا اور دوسرے پر نظام شاہ قابض ہو گیا مقرر ہو گئے۔

گلبرگہ کا محاصرہ

۹۶۵ ہجری میں یہ دونوں فرماں روا علی عادل شاہ کے ملک میں داخل ہو گئے اور گلبرگہ کا محاصرہ کر لیا، جب قلعے کی فتح کا مرحلہ قریب آگیا تو قطب شاہ کے دل میں خیال آیا کہ کہیں نظام شاہ زیادہ قوت حاصل کر کے اس کے لیے باعثِ زحمت ثابت نہ ہو۔ قطب شاہ نے اپنا تمام ساز و سامان میدانِ جنگ ہی میں چھوڑا اور آدھی رات کے وقت گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا، نظام شاہ اکیلا گلبرگہ کو فتح نہ کر سکتا تھا، اس لیے وہ بھی احمد نگر کی طرف واپس چلا گیا ان تمام واقعات کی تفصیل نظام شاہی تذکرے میں بیان کی جا چکی ہے۔

احمد نگر پر لشکر کشی

کچھ دنوں بعد برید شاہ، رام راج اور عادل شاہ نے باہمی اتحاد سے نظام شاہ پر لشکر کشی کی، قطب شاہ نے حملہ آوروں کی قوت و شوکت دیکھ کر انھیں کا ساتھ دیا اور ان کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہُوا، قلعۂ احمد نگر کا محاصرہ کیا گیا، دوسرے فرماں رواؤں کے ساتھ قطب شاہ نے بھی اس محاصرے میں شرکت کی، جب اس قلعے کے فتح ہونے کا وقت قریب آیا تو قطب شاہ نے حسب سابق ستم ظریفی کا مظاہرہ کیا اور اپنا تمام سامان میدان جنگ ہی میں چھوڑ کر احمد نگر سے بھاگا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا واپس آگیا۔

نظام سے دوستانہ تعلقات کی تجدید

قطب شاہ کی یہ حرکت رام راج اور عادل شاہ کے لیے سخت مایوس کن ثابت ہوئی اور وہ پریشان ہو کر احمد نگر سے واپس چلے آئے، اس کے بعد قطب شاہ نے نظام شاہ سے دوبارہ مراسم استوار کر لیے۔ قطب شاہ کی بیٹی بی بی جمال سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، نظام شاہ نے یہ درخواست اس شرط پر قبول

نظام شاہ اور عادل شاہ میں معاہدہ

قطب شاہ اور تفال خاں کا ساتھ دینا تمھارے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے ، نظام شاہ کی دوستی کو ان سستے داموں بیچنا تمھارے حق میں مضر ہوگا ، عادل شاہ نے شاہ ابوالحسن کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے قطب شاہ کی بجگہ نظام شاہ سے ملاقات کی ، ان دونوں فرماں رواؤں نے آپس میں طے کیا کہ نظام شاہ برار اور بیدر کو فتح کرے اور عادل شاہ کرناٹک کا اتنا حصّہ اپنے قبضہ میں کرے جس کا محصول بیدر اور برار کے محصول کے برابر ہو ، اور قطب شاہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے ۔

قطب شاہ نے اپنی فوج کا ایک حصّہ تفال خاں کی مدد کے لیے روانہ کیا ، نظام شاہ نے برار کو فتح کر لیا اور بیدر کے محاصرے میں مصروف ہوگیا ، یہ صورت حال دیکھ کر قطب شاہ کو اپنی بربادی کا اندیشہ ہُوا ۔ اس نے اپنے میر جملہ میرزا اصفہانی کو نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور ایسی چال چلی کہ چنگیز خاں نظام شاہی حکومت سے علٰحدہ ہوگیا ۔

انتقال

۹۸۸ھ میں علی عادل کے قتل کا حادثہ پیش آیا اور مرتضٰی نظام شاہ نے عادل شاہی علاقے پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا ۔ قطب شاہ نے اس سلسلے میں نظام شاہ کی مدد کے لیے اپنے چند امیروں کو بھی روانہ کیا ، ابھی یہ مہم انجام تک بھی نہ پہنچی تھی کہ ابراہیم قطب شاہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا ، یہ حادثہ ۹۸۹ھ ہجری میں پیش آیا ۔

ابراہیم قطب شاہ نے تیئیس (۳۲) سال اور چند ماہ تک حکومت کی بھاگ دوڑ سنبھالی ۔

کرلی اور تلنگانہ کا لشکر نے کر جلد از جلد قلعہ دارور کی طرف روانہ ہوگیا، نظام شاہ نے قطب شاہ کے پہنچنے سے پہلے ہی قلعہ دارور کو فتح کر کے کشور خاں کو قتل کر دیا اور عادل شاہی علاقے میں داخل ہوگیا۔

قطب شاہ اور نظام شاہ میں ناراضگی

نظام شاہ کے ساتھ قطب شاہ بھی عادل شاہی علاقے میں داخل ہوا۔ دونوں فرماں رواؤں نے پہلو بہ پہلو خیمے نصب کیے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، علی عادل نے شاہ طاہر کے بیٹے شاہ ابوالحسن کو نظام شاہ کے پاس بھیجا اور قطب شاہ کا وہ خط جس میں عادل شاہ کی بہی خواہی اور دوستی کا اظہار کیا گیا تھا، اسے دکھایا خانِ خاناں نے اس خط کے مندرجات کی تصدیق و توثیق کی، نظام شاہ کو قطب شاہ پر بہت غصہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ قطب شاہی بارگاہ کو برباد و تاراج کر دیا جائے۔ قطب شاہ کو جب صورت حال کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً ہی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا

قطب شاہ کا فرار اور نظام شاہیوں کی ہنگامہ آرائی

نظام شاہی لشکر نے قطب شاہی بارگاہ کو برباد و تاراج کیا اور تلنگانہ کی سرحد تک قطب شاہ کا تعاقب کیا اور تقریباً ڈیڑھ سو (۱۵۰) قطب شاہی ہاتھیوں کو گرفتار کیا، راستے میں ابراہیم قطب شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ عبدالقادر نے، جو بہت ہی جوشیلا اور بہادر جوان تھا، اپنے باپ سے کہا۔ "نظام شاہیوں نے ہمارے لشکر کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے، اس لیے اگر اجازت ہو تو میں کمین گاہ میں روپوش ہو کر دشمن پر پیچھے سے حملہ کر دوں۔"

شہزادہ عبدالقادر کا قتل

قطب شاہ نے اپنے بیٹے کی بات کا مطلب غلط لیا اور یہ سمجھا کہ عبدالقادر عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے۔ قطب شاہ نے یہ خیال کیا کہ چند بڑے بڑے قطب شاہی امیر بھی عبدالقادر کے ساتھ سازش میں شریک ہیں، راستے میں تو قطب شاہ نے بیٹے کی بات کا کوئی جواب نہ دیا، لیکن گولکنڈہ پہنچ کر اسے قید کر دیا اور بعد میں زہر دے کر مروا دیا۔

برار پر چنگیز خاں کی نظر

اسی زمانے میں چنگیز خاں جو نہایت ہی ذی فہم اور صاحبِ تدبیر امیر تھا نظام شاہ کا پیشوا مقرر ہوا اور اس نے برار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا قطب شاہ نے عادل شاہ سے ملاقات کر کے یہ ارادہ کیا کہ عادل شاہ کی مدد سے تفال خاں کی مدد کی جائے چنگیز خاں کو اس کا علم ہوگیا اور جس وقت قطب شاہ اور عادل شاہ اپنے اپنے ملکوں سے روانہ ہوئے تو چنگیز خاں نظام شاہ کو ساتھ لے کر عادل شاہی ملک میں آپہنچا اور بادشاہ کو یہ پیغام دیا۔

اگرچہ شہر کو فتح کرنے کے لیے بے انتہا کوشش کی گئی، لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور محاصرہ طول کھینچتا گیا قطب شاہ محاصرے کی اس طوالت سے سخت پریشان ہوگیا۔ قطب شاہی امیروں نے بادشاہ کی یہ پریشانی دیکھی تو انھوں نے فوراً بادشاہ سے کہا۔ پرانے زمانے سے سلاطین دکن میں یہ رسم چلی آرہی ہے کہ جب کوئی بادشاہ کسی دشمن پر کوئی حملہ کرتا ہے اور اُسے اس مہم میں کسی دوسرے بادشاہ کی امداد کی ضرورت پڑتی ہے تو وُہ بادشاہ جس سے مدد کی درخواست کی جاتی ہے، بذاتِ خود سفر کی تکالیف برداشت کرکے اعانت کے لیے آتا ہے، نظام شاہی، قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں نے ہمیشہ اسی اصول پر عمل کیا ہے، یہ حضور کی شان اور وقار کے بالکل خلاف تھا کہ آپ شاہ میرزا کے کہنے پر نظام شاہی امیروں کے واسطے سفر کی زحمت اُٹھاتے۔

تسخیر گلبرگہ کا ارادہ

امراء کی اس گفتگو سے بادشاہ بہت متاثر ہُوا اور اس نے گولکنڈہ واپس چلے جانے کا پورا ارادہ کرلیا۔ سیّد مرتضیٰ کو جب قطب شاہ کے اس ارادے کا علم ہُوا تو اُس نے پہل کی اور خود ہی بادشاہ سے کہا: "بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ اپنے اپنے ملک کو واپس چلے جائیں، میں عادل شاہ کے سرحدی پرگنوں کو اپنے قبضے میں کیئے لیتا ہوں اور آپ حسن آباد گلبرگہ پر قابض ہو جائیں، قطب شاہ تو خود ہی یہی چاہتا تھا، لہٰذا اُس نے سیّد مرتضیٰ کے ہمراہ بیجاپور کے نواح سے کوچ کیا اور گلبرگہ کے قریب پہنچ کر سیّد امیر رسل استر آبادی المشہور بہ مصطفیٰ خاں کو سرلشکر مقرر کیا اور اسے سات ہزار سواروں اور لاتعداد ہاتھیوں کے ساتھ اسی مقام پر تسخیر گلبرگہ کے لیے چھوڑا اور خود اپنے مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ گولکنڈہ پہنچ گیا۔

شاہ میرزا کی گرفتاری اور وفات

قطب شاہ، شاہ میرزا سے کبیدہ خاطر ہوگیا اور اسے گرفتار کرکے نظر بند کردیا، کچھ دنوں کے بعد بادشاہ نے اسے معاف کردیا اور یہ حکم دیا کہ شاہ میرزا کو بذریعہ کشتی اصفہان روانہ کردیا جائے۔ فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی گئی، لیکن شاہ میرزا کو اصفہان پہنچنا نصیب نہ ہُوا اور راستے ہی میں اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مصطفیٰ خاں اور دلاور خاں حبشی کی جنگ

مصطفیٰ خاں نے حسن آباد گلبرگہ کے نواح میں قیام کیا اور یہاں کے اکثر پرگنوں پر قابض ہوگیا۔ جب یہ خبر بیجاپور پہنچی تو دلاور خاں حبشی ایک زبردست لشکر لے کر مصطفیٰ خاں کے مقابلے پر آیا، دونوں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی، دلاور خاں کا پلّہ بھاری رہا اور مصطفیٰ خاں بحالِ تباہ میدانِ جنگ سے بھاگا اور بڑی مشکلوں سے تلنگانہ پہنچا۔ عادل شاہیوں نے قطب شاہیوں کے تقریباً ایک سو بیس ہاتھی

محمدّ قلی قطب شاہ

تخت نشینی

جب ابراہیم قطب شاہ کا انتقال ہُوا تو اس کے تین بیٹے بقیدِ حیات تھے جن کے نام یہ ہیں، محمد قلی، خدا بندہ اور سلیمان علی۔ ان تینوں میں محمد قلی سب سے بڑا تھا، اسی لیے وہ اپنے باپ کا جانشین ہُوا۔ محمد قلی بارہ سال کی عمر میں تخت نشین ہُوا اور شاہ میرزا اصفہانی کی بیٹی سے شادی کی۔

نظام شاہ سے دوستی

شاہ میرزا اصفہانی ابراہیم قطب شاہ کے عہدِ حکومت میں میر جملگی کے منصب پر فائز رہ چکا تھا۔ محمد قلی نے شاہ میرزا کے مشوروں اور نصائح پر عمل کرتے ہوئے نظام شاہی خاندان کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا کیے اور احمد نگر کے سپہ سالار سید مرتضیٰ سبزواری کی مدد کے لیے عادل شاہی علاقے کی طرف روانہ ہُوا۔ اور شولا پور اور شاہ درک کے قلعوں کو فتح کر کے نظام شاہی امراء کے حوالے کیا۔

قلعۂ شاہ درک کا محاصرہ

اس کے بعد نظام شاہ کی مدد سے محمد قلی آگے بڑھا تاکہ گلبرگہ اور آبتکہ کے قلعوں پر قبضہ کر لے۔ قطب شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہُوا سید مرتضیٰ سے جا ملا۔ بیجاپور ان دنوں داخلی انتشار اور خانہ جنگی کا شکار ہو رہا تھا۔ محمد قلی نے نظام شاہی امیروں کی اعانت سے قلعۂ شاہ درک کا محاصرہ کر لیا۔

محمدّ آقا ترکمان کی بہادری

اس قلعے کا تھانیدار محمد آقا ترکمان تھا، اس نے دشمن کی مدافعت کرنے میں بڑی کوشش کی اور بہادری و جرأت کا شاندار مظاہرہ کیا اور قطب شاہی اور نظام شاہی لشکروں کے بہت سے سپاہیوں کو توپ و تفنگ سے ہلاک کیا۔ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو انھوں نے آپس کے مشورے سے یہ طے کیا کہ شاہ درک کا محاصرہ ترک کر کے بیجاپور کا رُخ کرنا چاہیے۔

بیجاپور کا محاصرہ

اس کے بعد متذکرہ بالا دونوں لشکر بیجاپور پہنچے اور انھوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا،

وہ علاقہ ہے جو ان دونوں ملکوں کے درمیان واقع ہے، اس علاقے کو کوئی مسلمان فرماں روا آج تک تسخیر نہیں کر سکا۔ محمد قلی قطب شاہ کا ارادہ تھا کہ وہ اس علاقے کو فتح کرے، اس وجہ سے یہاں کا حاکم جس کا نام "پاپا بلندرا" تھا اپنی سلطنت کے ایک دور دراز حصے میں پناہ گزین ہو گیا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ

۱۰۱۱ھ ہجری میں ایک عجیب و غریب واقعہ ظہور پذیر ہوا جس کی مثال قطب شاہی خاندان میں نہیں ملتی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ شہر سے باہر ایک اونچی جگہ پر جسے "نہات گھاٹ" کہتے تھے، ایک شاہی محل تھا۔ یہ محل عام طور پر بند رہتا، لیکن جب بادشاہ یہاں تشریف لاتا ہے تو اس محل کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

سوداگروں کا قافلہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مسافر سوداگروں کا ایک قافلہ چاندنی رات میں نہات گھاٹ کے محل کے قریب سے گزرا، سوداگروں کی ایک جماعت نے جس میں عورتیں بھی شامل تھیں، محل کا تالا توڑا اور اندر داخل ہو گئے اور آرام سے شراب کی محفل منعقد کی محل کے شاہی محافظوں کو جب اس کا علم ہوا تو انھوں نے اہلِ قافلہ کو نہایت نرمی سے منع کیا، لیکن ان لوگوں نے محافظوں کی بات نہ مانی اور محل کے دروازے اندر سے بند کر لیے۔

غریبوں پر ظلم

صبح ہوئی تو محل کے محافظ شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ سے سوداگروں کی شکایت کی محمد قلی قطب شاہ کو سوداگروں پر بہت غصہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ ان سب کو فوراً تہہ تیغ کر دیا جائے، چونکہ یہ سوداگر غریب یعنی غیر ملکی تھے، اس لیے اہلِ دکن کو موقع ملا اور انھوں نے احمد نگر کی طرح یہاں بھی خوب ہنگامہ برپا کیا، بیچارے غریبوں کو قتل کیا اور ان کا تمام مال لوٹ لیا

اہلِ دکن کا ہنگامہ

محمد قلی قطب شاہ کو جب اس قتل و غارت گری کی اطلاع ملی تو اس نے شہر کے کوتوال سے بڑی سختی سے باز پرس کی۔ بادشاہ نے اپنے مقربین خاص کو بھیج کر اہلِ دکن کی سرزنش کی، بتایا جاتا ہے کہ صرف آدھ گھڑی میں تقریباً ایک سو غریبوں کو قتل کیا گیا۔ اور ان کے مکانوں کو لوٹا گیا، بھاگ نگر میں قیامت کا سا ہنگامہ تھا اور بیچارے غریبوں کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ بادشاہ کس وجہ سے ان سے ناراض ہے۔

بھائیوں سے محبت

محمد قلی قطب شاہ میں چند باتیں ایسی تھیں جو بہت کم بادشاہوں میں پائی گئی ہیں اوّل یہ کہ اسے اپنے بھائیوں سے بے پناہ محبت تھی وہ انھیں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا اور بغیر کسی خوف و خطر کے ان کے ساتھ ملتا جلتا تھا، قطب شاہ کے بھائی بھی اس کا رویہ دیکھ کر بڑی مہربانی اور خلوص سے پیش آتے تھے۔ تیس ۳۰ سال کے عرصے میں محمد قلی قطب شاہ

اور بہت سا سامان اپنے قبضے میں کر لیا، اس لڑائی کے بعد عادل شاہی اور قطب شاہی خاندانوں میں صلح ہو گئی اور آج جب کہ اس معرکے کو پورے اٹھائیس سال گزر چکے ہیں لیکن اب بھی ان دونوں خاندانوں میں وہی محبت کا جذبہ ہے جو پہلے کبھی تھا۔

قطب شاہ کی بہن کی شادی

خواجہ علی شیرازی المخاطب بہ ملک التجار، بیجاپور کے اُمراء کی ایک جماعت کے ساتھ گولکنڈہ آیا اور اس نے قطب شاہ کی بہن کے ساتھ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد کا پیغام دیا، قطب شاہ نے یہ پیغام منظور کیا، اور جشن منعقد کر کے اپنی بہن کو بیجاپور روانہ کر دیا۔

بھاگ متی سے عشق

اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں محمد قلی قطب شاہ ایک بازاری عورت پر جس کا نام بھاگ متی تھا، عاشق ہُوا اور ایک ہزار سواروں کو اس عورت کے حلقہ ملازمین میں داخل کر دیا تاکہ وہ امیروں کی طرح دربار میں آمد و رفت رکھ سکے، اسی زمانے میں گولکنڈہ کی آب و ہوا سے لوگ متنفر ہو گئے اور اس شہر کی سکونت کو ترک کرنے کی سوچنے لگے محمد قلی نے اس شہر سے چار کوس کے فاصلے پر ایک نیا شہر تعمیر کروایا اور اس کا نام "بھاگ نگر" رکھا۔

بھاگ نگر کی تعمیر

یہ شہر اپنی متعدد خوبیوں کی وجہ سے اپنی مثال آپ تھا، اس لیے محمد قلی نے اسے اپنا پایۂ تخت قرار دیا، شہر کا نام چونکہ بازاری عورت کے نام پر رکھا گیا تھا اس لیے کچھ دنوں بعد محمد قلی اپنے کیے پر نادم ہُوا اور اس کا نام بدل کر "حیدر آباد" رکھ دیا۔ مگر اس تبدیلی کا کوئی اثر نہ ہُوا، لوگ اس شہر کو بھاگ نگر ہی کہتے رہے۔ یہ شہر پانچ کوس کے فاصلے پر پھیلا ہُوا تھا، آب ہوا کے لحاظ سے یہ شہر واقعی بے نظیر ہے اور عوام و خواص سبھی کو پسند ہے یہاں کے اکثر بازار ندی کے کنارے واقع ہیں، بازاروں کی دونوں اطراف میں ندیاں بہتی ہیں اور ہر ندی کے دونوں کناروں پر سایہ دار درخت ہیں۔ تمام بازاروں کو چونے اور پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے شاہی محلات اپنی تعمیر کے لحاظ سے بے مثل ہیں۔

تلنگ، دونگ اور دبنگ کے علاقے

اہلِ ہند کی قدیم کتابوں میں لکھا ہے کہ تین علاقے آب و ہُوا کے لحاظ سے آپس میں مشابہ ہیں، ان کے نام یہ ہیں:۔ تلنگ، دونگ اور دبنگ۔ تلنگ سے مراد تلنگانہ ہے جو جنوبی ہندوستان میں واقع ہے اور قطب شاہیوں کے قبضے میں ہے دونگ بنگال کو کہتے ہیں اور دبنگ سے مُراد

عماد شاہی خاندان

ایک بار بھی اپنے بھائیوں سے ناراض نہیں ہوا، یہ بات ایسی ہے جو ہر بادشاہ میں نہیں پائی جاتی۔

میر محمد مومن استرآبادی

دوسری بات یہ ہے کہ میر محمد مومن استرآبادی پچیس سال تک محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں وکیل السلطنت رہے، میر مومن کے بزرگ ایرانی بادشاہوں کے دربار میں بہت معزز و مکرم تھے، میر صاحب دنیاوی اور دینوی امور میں فاضل اجل اور بزرگ تھے شعر و شاعری سے انھیں کافی لگاؤ تھا۔ ان کے اشعار زبانِ زد خاص و عام ہیں، محمد قلی قطب شاہ کو میر صاحب سے بہت زیادہ عقیدت تھی، اس نے تمام معاملات حکومت میر صاحب کے سپرد کر رکھے تھے اور خود اپنے بھائیوں کے ساتھ عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتا رہا۔

حُبِّ اہل بیت کا صلہ

تیسری بات یہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کو اہلِ بیت کی محبت کا پورا پورا صلہ مِل گیا۔ قارئین کرام بخوبی جانتے ہیں کہ جب سے برِّ عظیم، ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے، اس وقت سے تمام فرماں رواؤں کو ایرانی بادشاہوں کا قرب حاصل رہا، لیکن یہ اعزاز صرف محمد قلی قطب شاہ ہی کے حصے آیا کہ شاہِ ایران شاہ عباس نے اپنے بیٹے کی شادی کا پیغام قطب شاہ کی بیٹی کے لیے دیا ہے، محمد قلی اس پیغام کو باعثِ فخر سمجھنے لگا اور شادی کے انتظامات میں پوری طرح مشغول ہوا، تاکہ اپنی بیٹی کو ایران روانہ کر کے سعادتِ دارین حاصل کرے۔

فتح اللہ عماد الملک

دکنی فرماں رواؤں کے حالات کی تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح اللہ عماد الملک بیجاپور کے کسی غیر مسلم کا بیٹا تھا، وہ بچپن ہی کے زمانے میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر ملک برار کے سپہ سالار جہان خان کے غلاموں کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ وُہ نہایت ہی ذہین اور بلا کا محنتی تھا، اس وجہ سے اس کا شمار خان جہاں کے مقربین خاص میں ہونے لگا۔

خان جہاں کے انتقال کے بعد فتح اللہ عماد الملک بہمنی سلاطین کے غلاموں کی جماعت میں داخل ہو گیا، سلطان محمد شاہ بہمنی کے عہدِ حکومت میں اس نے بڑی ترقی کی اور خواجہ کاداں کی عنایت سے عماد الملک کا خطاب حاصل کیا اور ملک برار کا سپہ سالار (سر لشکر) مقرر ہوا ۸۹۲ھ ہجری میں عماد الملک نے خود مختاری کا اعلان کر کے برار میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔

اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا علاؤ الدین اس کا جانشین ہوا اور برار پر حکومت کرنے لگا۔

عادل شاہ ان دنوں راجہ بیجا نگر کے ساتھ معرکہ آرائیوں میں مصروف تھا، لہٰذا عماد الملک نے ماہور اور رامگر کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

نظام شاہ سے ایک معرکہ

عماد الملک نے ۹۳۰ھ میں حاکم برہان پور میراں محمد شاہ کی اعانت سے برہان نظام سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس میں برہان نظام غالب آیا اور اس نے عماد الملک اور میراں محمد شاہ کے ہاتھیوں اور توپ خانے پر قبضہ کر لیا، یہ دونوں بادشاہ میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔

برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ

عادل شاہ ان دنوں راجہ بیجا نگر کے ہنگاموں کی وجہ سے سخت پریشان تھا، اس لیے عماد الملک اور میراں محمد شاہ سلطان بہادر گجراتی کے ساتھ پناہ گزیں ہوئے، سلطان بہادر دکن کو فتح کرنے کے خیال میں تھا، اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ایک زبردست لشکر لے کر برہان پور کے راستے سے برار آیا۔ عماد الملک نے جب سلطان بہادر کا یہ رویّہ دیکھا تو اس کو اپنے ارادے پر سخت شرمندگی ہوئی۔ عماد الملک کو مجبوراً سلطان بہادر کی اطاعت کا دم بھرنا پڑا اور اس طرح برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ و سکّہ جاری ہو گیا۔

عماد الملک نے برہان پور کے فرماں روا میراں محمد شاہ کی مدد سے جو کچھ کیا، اس کا تذکرہ مناسب جگہ پر آ چکا ہے۔ عماد الملک دولت آباد سے برار چلا گیا اور میراں محمد شاہ اپنے ملک واپس آ گیا۔

علاؤ الدین کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا دریا عماد الملک باپ کا جانشین ہوا۔

علاؤ الدین عماد الملک

"شاہ" کا خطاب اسمٰعیل عادل اور برہان نظام کی طرح علاؤ الدین عماد الملک بھی پہلا دکنی فرماں روا ہے، جس نے اپنے نام کے ساتھ "شاہ" کا لقب اختیار کیا، اس نے کاویل کے قلعے کو اپنا پایۂ تخت بنایا۔

محمد آباد بیدر پر حملہ سلطان محمود بہمن امیر برید کے موکل کی قید سے نکل کر علاؤ الدین کے پاس پناہ گزیں ہوا، علاؤ الدین نے سلطان محمود کو ساتھ لے کر محمد آباد بیدر پر حملہ کیا تاکہ امیر برید کو شکست دے کر اصل وارث کو تخت نشین کیا جائے۔ اس معرکے میں نظام شاہ نے امیر برید کا ساتھ دیا اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، سلطان محمود عین لڑائی کے دوران میں امیر برید سے جا ملا اور عماد الملک ناکام و نامراد واپس کاویل آیا۔

امیر برید کا ہنگامہ امیر برید نے ۹۲۳ ہجری میں قلعہ ماہور پر حملہ کیا اور خداوند خاں حبشی کو ہلاک کر کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ عماد الملک نے خداوند خاں حبشی کے بیٹوں کی مدد کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے لشکر جمع کرنے لگا۔ امیر برید نے مصلحت وقت کے پیشِ نظر دونوں قلعے خداوند خاں کے بیٹوں کو واپس کر دیے اور انھیں عماد الملک کا مطیع و فرماں بردار بنایا۔

برہان نظام شاہ سے معرکہ آرائیاں عماد الملک نے رفتہ رفتہ ان دونوں قلعوں پر قبضہ کر لیا اور یہ قلعے اپنے قابلِ اعتماد امیروں کے سپرد کر دیے۔ خداوند خاں حبشی کے بیٹے فریاد لے کر برہان شاہ کے پاس گئے اور اپنے قلعوں کی واپسی کے لیے اس سے مدد کی درخواست کی، برہان نظام شاہ عماد الملک کے خلاف ہو گیا اور دونوں فرماں رواؤں میں کئی بار معرکہ آرائی ہوئی، ان معرکہ آرائیوں میں ہر بار عماد الملک کو شکست ہوئی اور اس نے میدان جنگ سے بھاگ کر کاویل میں پناہ لی۔

ماہور اور رامگر کے قلعوں پر قبضہ اسی زمانے میں عماد الملک نے اسمٰعیل عادل کی بہن سے شادی رچائی

بُرہان عماد شاہ

تفال خاں کا اقتدار

بُرہان عماد شاہ تخت نشینی کے وقت چونکہ کم سن تھا، اس لیے تفال خاں دکنی نے جو بہمنی خاندان کا غلام تھا، بہت اقتدار حاصل کر لیا اور بادشاہ پر غالب آگیا، تفال خاں نے ابراہیم قطب شاہ اور بُرہان پور کے فاروقی حکمرانوں کی مدد سے بڑی قوت و شوکت حاصل کی اور برہان عماد شاہ کو قلعۂ پرنالہ میں نظر بند کر دیا۔ تفال خاں نے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا وہ بہت ہی بہادر اور فراخ دل انسان تھا۔

مرتضیٰ نظام کا ارادۂ تسخیر برار

تفال خاں نے بُرہان عماد شاہ کو حکومت سے علیحدہ کرنے کے بعد عماد شاہی خاندان کی اس حد تک مخالفت کی کہ مرتضیٰ نظام نے برار کو فتح کرنے کے ارادے سے اس ملک میں قدم رکھا۔ تفال خاں نے مجبور ہو کر علی عادل شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ خوش قسمتی سے اس کی یہ درخواست منظور ہوئی، نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ اپنی والدہ خونزہ ہمایوں کے مشورے سے واپس آیا۔

برار پر نظام شاہی حملہ اور تفال خاں کی شکست

۹۸۰ ؁ھ ہجری کے آواخر میں نظام شاہ نے پھر برار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور برہان عماد کو آزاد کروانے کے بہانے سے برار پر حملہ کر دیا، تفال خاں بہت پریشان ہوا اور اس نے ابراہیم قطب شاہ سے مدد کی درخواست کی، قطب شاہ نے تلنگانہ کا لشکر اس کی مدد کے لیے بھیج دیا، تفال خاں نظام شاہی سپہ سالار چنگیز خاں کے مقابلے پر آیا، فریقین میں زبردست جنگ ہوئی، جس کے نتیجے میں تفال خاں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا

قلعۂ پرنالہ کا محاصرہ

شکست کے بعد تفال خاں ایک مدت تک جنگلوں میں آوارہ گھومتا رہا، آخر کار اس نے قلعۂ پرنالہ میں پناہ لی۔ اس کا بیٹا شمشیر الملک قلعۂ کاویل میں پناہ گزیں ہوا نظام شاہ نے قلعۂ پرنالہ (جو پہاڑ پر واقع ہے اور جسے فتح کرنا بہت مشکل ہے) کا محاصرہ کر لیا چنگیز خاں

دریا عماد شاہ

دریا عماد شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی نظام شاہی خاندان سے اچھے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنی بیٹی دولت شاہ کا حسین نظام شاہ کے ساتھ بیاہ کر نظام شاہیوں سے دوستی اور خلوص کا رشتہ جوڑا۔ دریا عماد شاہ نے اپنے عہد حکومت میں نہایت اطمینان اور بے فکری سے وقت گزارا اور اسی عالم میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔

دریا عماد شاہ کی وفات کے بعد اس کا کم سن بیٹا برہان عماد شاہ تخت نشین ہُوا۔

سختیاں کرنے لگے۔

ایک رات جب کہ بہت گرم ہوا چل رہی تھی، تمام قیدیوں کو جو تعداد میں چالیس (۴۰) تھے، ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ گرمی اور ہوا کی کمی کی وجہ سے یہ سب قیدی دم گھٹنے کی وجہ سے مر گئے محافظوں نے صبح جب کوٹھری کا دروازہ کھولا، تو انھیں کوئی زندہ نہ ملا، قصّہ مختصر کہ عماد شاہی اور تفال خانی حکومتوں کا اس طرح خاتمہ ہو گیا اور ان کے خاندانوں کا کوئی فرد بھی باقی نہ رہا۔

نے بادشاہ کو اس ارادے سے منع کیا اور قلعہ کے محافظوں کو روپے پیسے سے اپنا رازدار بنالیا۔

اہلِ قلعہ کا اقدام

اہلِ قلعہ محاصرے کی طوالت اور سختی کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے انھوں نے قلعے کے برج دبارہ سے کمندوں کے ذریعے نیچے اُتر کر چنگیز خاں کے گرد جمع ہونا شروع کردیا، ان لوگوں کو نظام شاہیوں نے منصبوں اور جاگیروں سے نوازا۔ اہلِ قلعہ نے جو اپنے ساتھیوں کا یہ حال سُنا تو وہ بھی کسی نہ کسی طریقے سے قلعے سے باہر نکل آئے اور چنگیز خاں کے توسط سے نظام شاہی سرکار سے عہدے اور جاگیریں حاصل کرنے لگے۔

تفال خاں کا فرار

اس صورتِ حال کا یہ نتیجہ نکلا کہ اہلِ قلعہ کے توپ اندازوں اور آتش بازوں کی تعداد بمشکل بارہ رہ گئی۔ نظام شاہیوں نے اس واقعہ سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اور مورچل کو قلعے کی دیوار کے قریب لے جاکر اپنی توپوں سے دیوار میں شگاف کردیا، قلعے میں کوئی تجربہ کار سپاہی موجود نہ تھا، اس لیے چنگیز خاں کے لشکر خاصہ کے اٹھائیس (۲۸) سپاہیوں اور ایک توپچی نے قلعے کے نیچے جاکر زینہ لگایا اور اُوپر چڑھ گئے۔ خاص منصب دار نے بگل بجایا اور خاص منصب دار کا بگل سُن کر تفال خاں نے سمجھا کہ چنگیز خاں قلعے کے اندر داخل ہو گیا ہے۔ وہ بہت پریشان ہوا، اس نے قلعے کا پچھلا دروازہ کھولا اور جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ یہ واقعہ ۹۸۲ھ ہجری کا ہے۔

گرفتاری

مرتضیٰ نظام شاہ قلعے کے اندر داخل ہوا اور اس تمام قیمتی سامان اور خزانے پر قبضہ کرلیا۔ باقی سامان لشکر نے، بادشاہ کے حکم سے لُوٹ لیا۔ سید حسن استرآبادی نے تفال خاں کا تعاقب کیا تین روز کی تگ و دو کے بعد اس نے تفال خاں کو گرفتار کرلیا اور نظام شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔

تفال خاں اور اُس کے ساتھیوں کی رحلت

اسی دوران میں قلعہ کا دیل بھی فتح ہوگیا اور تفال خاں کا بیٹا شمشیر الملک بھی گرفتار کرلیا گیا، نظام شاہ نے تفال خاں، شمشیر الملک اور برہان عماد شاہ کو مع ان کے متعلقین کے اپنے ملک کے ایک قلعے میں بھیجا دیا، جہاں ان سب نے ایک ہی رات میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ قلعے کے محافظوں نے نظام شاہ کے حکم کے مطابق متذکرہ بالا قیدیوں کو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا، بعضوں کا خیال یہ ہے کہ قلعے کے محافظ ان قیدیوں کو تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند کرکے دروازوں کو مقفل کردیتے تھے، اس کارروائی سے محافظوں کا یہ مقصد تھا کہ قیدیوں سے رقم حاصل کریں، لیکن ان لوگوں کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی نتیجہ یہ نکلا کہ محافظ دن بدن حد سے زیادہ

بریدشاہی خاندان

قاسم برید

زیرنظر تاریخ کی تالیف کے وقت تک برید شاہی خاندان کے سات بادشاہ یکے بعد دیگرے حکومت کر چکے تھے، اس خاندان کا بانی قاسم برید تھا، جو ترک گرجی غلاموں کی جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔

غلامی سے امارت تک

قاسم برید ولایت سے خواجہ شہاب الدین علی یزدی کے ہمراہ دکن آیا تھا خواجہ شہاب نے اسے سلطان محمد شاہ فاروقی کے پاس بھیج دیا، قاسم بڑا بہادر اور دلیر انسان تھا، اسے خوش خطی اور موسیقی سے بھی بڑی دلچسپی تھی، وہ کئی سازوں کے بجانے میں مہارت رکھتا تھا، محمد شاہ فاروقی کے عہد میں قاسم امراء کے گروہ میں داخل ہوا اور اسے ولایت پائین اور جالنہ کے درمیانی علاقے کے لوگوں کی ہنگامہ آرائی کو فرو کرنے کے لیے مقرر کیا گیا۔

مرہٹوں سے جنگ

یہ باغی مرہٹہ قوم سے تعلق رکھتے تھے، جن کی سرکشی کا زمانہ مشہور تھا، قاسم نے باغیوں کو بڑی اچھی طرح دبایا اور اس کامیابی کی وجہ سے اس کی بہت شہرت ہوئی، اس معرکے میں مرہٹوں کا سردار سابا جی مارا گیا، اس کی لڑکی سے قاسم برید نے اپنے بیٹے امیر علی برید کی شادی کر دی۔

قوت واقتدار

بادشاہ نے قاسم برید کو سابا جی کے تمام پرگنے عنایت کیے اور اس کی بیٹی کے تمام متعلقین جو تعداد میں تقریباً چار سو کے لگ بھگ تھے قاسم کے حلقۂ ملازمت میں داخل ہو گئے ان ملازموں میں سے اکثر مرہٹوں نے رفتہ رفتہ اسلام قبول کر لیا، ان لوگوں کی مدد سے قاسم برید نے بڑا اقتدار حاصل کر لیا اور سلطان محمود بہمنی کے عہد میں اسے بھی خود مختاری کا شوق پیدا ہوا۔

خودمختاری

عادل شاہ، نظام شاہ اور عماد شاہ کے مشورے کے مطابق قاسم برید نے اوسہ قندھار اور اودگیر کے قلعوں میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا، دارالسلطنت کو قاسم نے محمود شاہ بہمنی کے لیے چھوڑ دیا۔

قاسم برید نے بارہ سال تک حکمرانی کے فرائض انجام دیے اور ۹۱۰ھ میں جبکہ سلطان محمود بقید حیات تھا، انتقال کیا اور اس کا بڑا بیٹا امیر علی برید باپ کا جانشین ہوا۔

علی برید شاہ

"بادشاہ" کا خطاب

علی برید خاندان برید شاہی کا پہلا فرد ہے، جس نے اپنے لیے "بادشاہ" کا لقب اختیار کیا۔ شاہ طاہر احمد نگر سے علی برید کے جشن تاجپوشی میں شرکت کے لیے احمد آباد تشریف لے گئے، لیکن علی برید کی بدسلوکی کی وجہ سے وہ پریشان خاطر ہو کر واپس آئے۔

نظام شاہی یورش

اس واقعہ کی وجہ سے برہان شاہ، برید شاہ سے ناراض ہو گیا اور اس پر لشکر کشی کر دی، برید شاہ نے پریشانی کی حالت میں قلعۂ کلیان ابراہیم عادل شاہ کے سپرد کیا اور اس سے مدد کی درخواست کی، اس اقدام سے برید شاہ کو کامیابی حاصل نہ ہوئی اور نظام شاہ نے اوسر، اودگیر اور قندھار پر قبضہ کر لیا، برید شاہ کے پاس صرف اس قدر ملک رہ گیا کہ اس کا سالانہ محصول صرف چار لاکھ طلائی ہون تھا، باقی سارا علاقہ نظام شاہی بادشاہ کے قبضے میں چلا گیا۔

مرتضیٰ نظام کا حملہ

نظام شاہی فرماں روا مرتضیٰ نظام شاہ نے بھی برید شاہی مقبوضات کی طرف توجہ کی اور صاحب خاں کے کہنے پر ۹۸۰ھ ہجری میں بیدر پر حملہ کر دیا، اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور اہلِ شہر پر سختیاں کرنی شروع کر دیں، برید شاہ نے مجبور ہو کر علی عادل شاہ سے مدد کی درخواست کی، علی عادل شاہ نے جواب دیا۔ فلاں فلاں نام کے دو خواجہ سرا جو تمہارے ملازم ہیں اگر تم انھیں میرے پاس بھیج دو تو میں تمہاری مدد کروں گا برید شاہ نے مجبوراً علی عادل کی شرط منظور کر لی۔

مرتضیٰ نظام کی واپسی

اس کے بعد علی عادل نے ایک ہزار سوار برید شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیے، نظام شاہ کو اس کی اطلاع ہوئی اِن دِنوں چونکہ احمد نگر میں بھی فتنہ و فساد برپا تھا اس لیے نظام شاہ نے میرزا یادگار کو بیدر کے محاصرہ میں چھوڑا اور خود احمد نگر واپس چلا آیا۔

علی عادل کا قتل

۹۸۸ھ ہجری[1] میں علی برید شاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے دونوں خواجہ سرا ملازموں کو علی عادل کی خدمت میں روانہ کر دیا، یہ دونوں خواجہ سرا بہت غیرت مند تھے۔ انھوں نے اپنی عزت اور ناموس کی حفاظت کی خاطر علی عادل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

---

[1] یہ واقعہ تفصیل سے علی عادل کے حالات میں لکھا جا چکا ہے

امیر علی برید

امیر علی برید اپنے باپ قاسم برید کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا، اس کے عہد حکومت میں سلطان محمود نے انتقال کیا اور خاندان بہمنی کا آخری بادشاہ سلطان کلیم اللہ احمد نگر میں پناہ گزیں ہوا امیر علی برید کے عہد میں اسمٰعیل عادل نے بیدر پر قبضہ کر لیا، لیکن آخرکار امیر برید نے دوبارہ اس شہر کو اپنے قبضے میں کر لیا جن دنوں برہان پور کے حاکم محمد شاہ اور عماد الملک کی درخواست پر سلطان بہادر مملکت دکن میں داخل ہوا، انھیں دنوں اسمٰعیل عادل کے حکم سے امیر برید بیجاپور پہنچا، عادل شاہ نے چار ہزار غریب سواروں کا ایک لشکر امیر برید کی ماتحتی میں دیا اور اسے نظام شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

بہادری و جرأت

امیر برید نے اس مہم میں بہادری اور جرأت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اس کی مثال اسفندیار اور رستم کے کارناموں میں بھی نہیں ملتی، اس معرکے کا تفصیلی تذکرہ مناسب موقع پر درج ہے اس واقعہ کے بعد امیر برید نے ایک عرصے تک امن وچین سے حکومت کی۔

انتقال

اپنی حکومت کے آخری زمانے میں امیر برید برہان نظام شاہ کی مدد کے لیے احمد نگر گیا اور دولت آباد کے قریب اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، امیر برید کا بھائی اس کے جنازے کو لے کر بیدر آیا اسے قاسم برید کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔

گیدڑوں کا خیال

امیر برید کے بارے میں یہ قصہ عام طور پر مشہور ہے کہ سردیوں کے دنوں میں ایک رات اس نے باغ کتانہ میں بادہ نوشی کی محفل گرم کر رکھی تھی کہ چراگاہ میں، گیدڑوں کا ایک غول داخل ہوا اور شور وغوغا کرنے لگا، امیر برید نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ گیدڑ شور کیوں مچاتے ہیں؟ ایک درباری نے جواب میں کہا "چونکہ سردی بہت زیادہ ہے اس لیے وہ بادشاہ کے حضور میں فریاد کر رہے ہیں"۔ صبح ہوئی تو امیر برید نے حکم دیا کہ چار ہزار لحاف تیار کروا کے باغ میں ڈال دیے جائیں تاکہ رات کے وقت گیدڑ سردی کی شدت سے محفوظ رہیں۔

سلاطینِ گجرات

علی برید کا انتقال

اسی زمانے میں علی برید نے بھی داعئ اجل کو لبیک کہا، اس نے کل پینتالیس سال تک حکمرانی کی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا ابراہیم عادل اپنے باپ کا جانشین ہوا

علی برید کے جانشین

ابراہیم برید نے سات سال تک حکومت کی۔ اس کی وفات کے بعد عنانِ اقتدار قاسم برید کے ہاتھ آئی۔ قاسم نے تین سال تک حکومت کی، اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ جو بوقتِ تخت نشینی چار سال کا تھا۔

۱۰۱۰ھ ہجری میں برید شاہی خاندان کے ایک فرد نے بادشاہ کو معزول کر کے شہر بدر کر دیا بادشاہ فرار ہو کر محمد قلی قطب شاہ کے پاس بھاگ کر پہنچ گیا اور امیر برید نے اپنی الگ حکومت قائم کر لی کتاب کی تالیف کے وقت جو ۱۰۱۵ھ ہجری ہے بیدر پہ یہی حکمران تھا۔

مصنف کا اعتذار

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عماد شاہی اور برید شاہی فرماں رواؤں کا تذکرہ کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے، میں نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے ضعیف العمر اور کہن سال بزرگوں سے رجوع ان بادشاہوں کے ہم عصر، یا قریبی زمانے سے تعلق رکھتے تھے جو کچھ سنا ہے وہ اس کتاب میں درج کر دیا ہے، اگر قارئین کرام میں کسی کو ان بادشاہوں کے سال ہائے جلوس اور روز ہائے وفات کے سنین معلوم ہوں یا واقعات کے بارے میں کچھ اور معلوم ہو تو اولین فرصت میں تحریر فرمائیں تاکہ سنین اور واقعات کی تحقیق کی جا سکے۔ ناچیز مؤلف کتاب اپنی زندگی اور مرنے کے بعد بھی ان کا ممنون رہے گا۔

فرحت الملک

فرحت الملک کی سپہ سالاری

تاریخ مبارک شاہی اور اسی قسم کی دوسری کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ دہلی سلطان فیروزشاہ نے فرحت الملک (جسے مفرح بھی کہتے ہیں) سپہ سالار مقرر کر کے گجرات کا صاحب اختیار حاکم بنایا تھا، سلطان فیروزشاہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے سلطان محمد شاہ نے بھی فرحت الملک کو بحال رکھا۔

غیر مسلم نوازی

فرحت الملک کا ارادہ چونکہ بادشاہ دہلی کی مخالفت کرنے کا تھا، اس لیے اس نے گجرات کے زمینداروں اور غیر مسلموں سے بڑا اچھا برتاؤ کیا اور انھیں اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ ان لوگوں کو خوش کرنے کے لیے وہ ایسی رسومات کو بھی مروّج ہونے دیتا تھا جو اسلام کے خلاف تھیں۔

علماء کا عریضہ

فرحت الملک کے اس رویے سے گجرات کے تمام علماء و فضلاء اس سے ناراض ہو گئے اور انھوں نے ۷۹۳ھ ہجری میں سلطان محمد شاہ کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ "فرحت الملک اس وقت ہوس پرستی میں مبتلا ہے، خود غرضی اور مطلب پرستی اس کا شیوہ ہے، وہ غیر مسلموں اور ان کے مذہب کی اس قدر طرف داری کر رہا ہے کہ اس وقت سومنات مندر بت پرستوں کا ملجا و ماویٰ بنا ہوا ہے، اسلامی اصولوں اور احکامات کی پابندی روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے، مسجدوں میں کہیں نمازی نظر نہیں آتے اور منبر اماموں کی صورت دیکھنے کو ترس گئے ہیں، اس صورتِ حال کے پیشِ نظر حضور سے التجا ہے کہ اسلام کی تقویت اور احکامِ شریعت کے نفاذ کے لیے جلد از جلد کوئی قدم اٹھایا جائے ورنہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔

اعظم ہمایوں کا حاکم گجرات مقرر ہونا

یہ عریضہ پڑھ کر سلطان محمد شاہ کو بہت دکھ ہوا اور وہ گجرات میں دین اسلام کے احکام کی حفاظت کی تدبیر میں سوچنے لگا۔ بہت غور و فکر کے بعد بادشاہ نے گجرات کی حکومت اپنے ایک امیر اعظم ہمایوں ظفر خاں بن وجیہہ الملک کے سپرد کی۔ ۳۰ ربیع الثانی ۷۹۳ھ ہجری کو اعظم ہمایوں کو شاہی بارگاہ سے خلعتِ خاص

سُلطان مظفر گجراتی

پیدائش

سلطان مظفر شاہ کی پیدائش ۲۵ محرم ۷۴۳ ہجری کو بروز یکشنبہ دہلی میں ہوئی۔ اس کا باپ سلطان فیروز شاہ کا شراب دار تھا اور اس عہدے سے ترقی کرتا ہُوا درجۂ امارت تک پہنچ گیا۔ اور سلطان فیروز شاہ کی اولاد کے فرزندوں کے عہد میں بادشاہ کا معتمد علیہ رہا۔

گجرات کی صوبہ داری

سلطان محمد شاہ کے عہد حکومت میں ظفر خاں اپنی پرہیز گاری اور حسنِ سلوک کی وجہ سے بہت امین اور دیانت دار مشہور ہُوا، جب گجرات کے عالموں کا عریضہ سلطان محمد شاہ کی خدمت میں پہنچا تو اس نے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، ظفر خاں کو گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا۔

عزت افزائی

وزیروں نے ظفر خاں کے تقرر کا فرمان لکھا اور بادشاہ کے حکم کے مطابق القاب کی جگہ خالی چھوڑ دی، بادشاہ نے خود اپنے قلم سے فرمان پر یہ الفاظ لکھے "برادرم مجلس عالی خاں، معظم عادل یاذل مجاہد سعید الملت والدین، ظہیر الاسلام والمسلمین عضد السلطنت، عین الملکت قامع الکفرۃ والمشرکین قاطع الفجرۃ والمتمردین قطب سماء المعالی نجم فلک الاعالی صفدر روز دغا تہمتن قلعہ کشا وکشور گیر و آصف تیز ضابطہ امور ناظم مصالح جمہور ذی المیامن والسعادت صاحب امرائی والکفایات ناشر العدل والاحسان دستور صاحب قرآن الغ تغلق اعظم ہمایوں ظفر خاں

جشنِ مسرّت

ظفر خاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہُوا گجرات روانہ ہُوا اور راستے میں اسے معلوم ہُوا کہ تاتار خاں بن ظفر خاں کے گھر جو بادشاہ کا وزیر مقرر ہُوا تھا، بیٹا پیدا ہُوا ہے ظفر خاں نے اس خوش خبری کو نیک فال سمجھا اور ایک عظیم الشان جشنِ مسرّت کا انعقاد کیا ظفر خاں نے اس خوشی کی وجہ سے اپنے امیروں کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا۔

ظفر خاں کا خط نظام مفرّح کے نام

جب ظفر خاں ناگوار پہنچا تو کنبایت کے باشندے نظام مفرّح کے مظالم کی شکایات لے کر ظفر خاں کی——

عنایت ہُوا، نیز چتر سفید اور سرخ بارگاہ (جو بادشاہوں کے لیے مخصوص ہوتی ہے) سے اسے نوازا گیا تاکہ ان کے مرتبے اور شان و شوکت میں اضافہ ہو۔

اعظم ہمایوں کی روانگی

اعظم ہمایوں نے اسی روز بادشاہ سے اجازت لی اور شہر کے باہر حوض خاص کے کنارے مقیم ہو کر اپنا سامان سفر درست کرنے لگا۔ دوسرے روز سلطان محمد شاہ خود، اعظم ہمایوں کو الوداع کہنے کے لیے گیا اور پند و نصائح کی تلقین کرنے کے بعد روانہ ہونے کی اجازت دے دی۔

لشکریوں کے ہمراہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ نہروالہ کی طرف روانہ ہوا۔ نظام مفرح نے جب ظفر خاں کی آمد کی خبر سنی تو وہ بھی اپنے دس بارہ ہزار سپاہیوں کو لے کر نہروالہ سے آگے بڑھا۔

معرکہ آرائی اور ظفر خاں کی فتح

موضع کانتھو میں جو شہر سے بارہ کوس کے فاصلے پر آباد ہے فریقین کا سامنا ہوا۔ ظفر خاں اور نظام مفرح میں زبردست جنگ ہوئی۔ جس کے نتیجے میں ظفر خاں کامیاب و کامران ہوا اور نظام مفرح قلعہ میں پناہ گزین ہونے کے لیے نہروالہ کی طرف بھاگ گیا۔ ظفر خاں بڑی شان و شوکت کے ہمراہ نہروالہ میں داخل ہوا اس نے اپنے عدل و انصاف سے رعایا کو بہت خوش کیا۔

کنبایت کا سفر

۷۹۵ھ ہجری میں ظفر خاں کنبایت گیا۔ اس شہر میں زیادہ تر تاجر اور مسافر آباد تھے۔ ظفر خاں نے یہاں کے باشندوں کی تکالیف دور کیں اور حکام اور قاضی مقرر کر کے نہروالہ واپس آگیا۔

ہندو راجہ کی تنبیہہ

۷۹۶ھ ہجری ظفر خاں کو معلوم ہوا کہ غیر مسلم راجہ، جو ہمیشہ سے حکام گجرات کا مطیع و فرماں بردار چلا آرہا ہے۔ اب سرکشی و بغاوت کی طرف مائل ہے۔ اس راجہ نے بیچارے مسلمانوں پر ظلم ڈھانے شروع کر دیئے تھے۔ ظفر خاں نے ایک زبردست لشکر کو ساتھ لے کر اس راجہ کی تنبیہہ کے لیے سفر اختیار کیا۔ راجہ کے ملک میں پہنچ کر ظفر خاں نے قلعہ ایدر کا محاصرہ کر لیا۔ طرفین میں چند زبردست لڑائیاں ہوئیں، جن میں ہر بار اہل قلعہ کو شکست ہوئی۔

قتل و غارت گری اور قحط

ظفر خاں نے اہل قلعہ کو بہت زیادہ پریشان کرنا شروع کر دیا اس نے ایدر کے آس پاس کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ مندروں کو مسمار کیا گیا اور غیر مسلموں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اسی اثناء میں قلعے میں زبردست قحط پڑا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے بلیوں کو کھانے لگے۔

راجہ کی اطاعت و فرماں برداری

یہ صورتِ حال دیکھ کر راجہ نے اپنی رائے بدلی اور اپنی بدکرداری پر بہت شرمندہ ہوا اسے ظفر خاں کی اطاعت اور فرماں برداری کے علاوہ کوئی اور راستہ نظر نہ آیا۔ راجہ نے اپنے بڑے بیٹے کو چند مخصوص درباریوں کے ساتھ بڑے قیمتی تحفے تحائف دے کر قلعے سے باہر نکالا اور ظفر خاں کے پاس بھیجا۔ راجہ نے ظفر خاں کو یہ پیغام دیا "اگر مجھ سے چند باتیں جناب کی مرضی کے خلاف سرزد ہو گئیں اور میں نے قلعے کی چابی روانہ کرنے میں تاخیر سے کام لیا تو اس کا سبب محض عزت اور دولت کی حفاظت ہے تاکہ میں اپنے عزیزوں

خدمت میں حاضر ہوئے۔ ظفرخاں نے ان لوگوں کو تسلی دی اور نظام مفرح کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "سلطان محمد شاہ کو یہ خبر ملی ہے کہ تم نے چند سال کا محصول سرکاری خزانے میں جمع کروانے کی بجائے اپنی ذات پر خرچ کیا۔ اس کے علاوہ ایک عرصے سے تم رعایا کو بھی نشانہ ستم بنا رہے ہو۔ یہ مظلوم لوگ کئی بار بادشاہ کی خدمت میں فریاد کر چکے ہیں۔ اب بادشاہ نے اس ملک کی حکومت اور یہاں کا انتظام میرے حوالے کیا ہے۔ لہٰذا تمہارے لیے بھی بہتر ہے کہ محصول کی رقم جو تمہارے پاس موجود ہے جلد از جلد دہلی روانہ کر دو اور اس کے بعد خود بھی دہلی روانہ ہو جاؤ۔

نظام مفرح کا جواب

اس خط کے جواب میں نظام مفرح نے ظفرخاں کے نام لکھا۔ "تم جہاں تک آ گئے ہو، ٹھیک ہے، لیکن اس سے ایک قدم بھی آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں دہلی آ کر سارا حساب تمہارے سامنے رکھ دوں گا، بشرطیکہ تم مجھے شاہی مؤکلوں کے سپرد کر دو۔ یہ جواب پا کر ظفرخاں کو نظام مفرح کی بغاوت و سرکشی کا پورا پورا یقین ہو گیا اس کے بعد ظفرخاں باساول، جو آجکل احمد آباد کے نام سے مشہور ہے، کی طرف چلا گیا۔

نظام مفرح کو پیغام

نظام مفرح نے گجراتیوں اور اس علاقے کے غیر مسلموں سے ساز باز کر کے دس بارہ ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر جمع کر لیا اور لڑائی کے لیے آمادہ ہوا۔ ظفرخاں نے لڑائی سے پہلے ایک قاصد نہروالہ (جسے آج کل پٹن کہتے ہیں) میں نظام مفرح کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "اپنی قوت پر مغرور ہو کر اپنے آقا سے غداری کرنا تمہارے لیے کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے، غیر مسلموں اور گجراتیوں کی طاقت پر اعتماد نہ کرو۔ یہ لوگ بہادروں کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتے۔ تمہارے لیے اب دو ہی صورتیں ہیں، یا تو دہلی چلے جاؤ اور بادشاہ کے پاس زندگی بسر کرو۔ یا میرے پاس آ کر گروہ امرا میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے علاوہ اگر تم نے کوئی راستہ اختیار کیا تو پھر تمام نتائج کی ذمہ داری تمہیں پر ہو گی۔

نظام مفرح کی بدبختی

نظام مفرح کی اقبال مندی کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ ادبار کے بادل اس کے سر پر منڈلا رہے تھے۔ اس لیے وہ خود مختاری کے خواب دیکھنے میں منہمک تھا۔ اس نے ظفرخاں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا اور پیغام کے جواب میں بہت سی الٹی سیدھی باتیں کیں۔

جنگ کی تیاریاں

جب ظفرخاں نے یہ دیکھا کہ نظام مفرح کسی صورت سے راہ راست پر نہیں آتا تو مجبوراً اس نے بھی اپنا لشکر درست کرنا شروع کیا اور شجاع و بہادر

مال اور دولت حاصل کی۔ اس کے علاوہ اَن گنت خوبصورت قیدی بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ جھرند کے راجہ نے پریشان ہو کر ظفر خاں سے امان طلب کی بہت سے قیمتی تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے۔

سومنات پر حملہ

جھرند سے دست بردار ہونے کے بعد ظفر خاں نے سومنات پر حملہ کیا بتوں کو توڑنے اور بُت پرستوں کو پریشان کرنے میں ظفر خاں نے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ ظفر خاں نے سومنات میں ایک جامع مسجد تعمیر کروائی۔ شرعی عہدے داروں کو مقرر کیا۔ تھانے بنائے اور پھر پٹن واپس آگیا۔

مندل گور کے راجپوتوں کی سرکشی

۷۹۸ھ میں مخبروں نے ظفر خاں کو اطلاع دی کہ مندل گور کے راجپوتوں نے مسلمانوں کو مغلوب کر کے ان کو بہت پریشان کرنا شروع کر دیا ہے۔ راجپوتوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے مسلمان زندگی سے عاجز ہیں اور ان میں سے اکثر جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ راجپوت اپنے انجام سے بے خبر ہو کر حکام کی اطاعت اور مال گزاری ادا کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔

راجپوتوں کے قلعے کا محاصرہ

یہ اطلاعات ملتے ہی ظفر خاں جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مندل گور پہنچ گیا۔ وہاں کا غیر مسلم راجہ مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے قلعہ بند ہو گیا۔ ظفر خاں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور منجنیق نصب کر کے ہر روز راجپوتوں کو سنگسار کرنا شروع کر دیا۔ لیکن قلعہ بڑا مضبوط تھا۔ منجنیق سے کام نکلتا ہوا نظر نہ آیا تو ظفر خاں نے قلعے کے چاروں طرف ساباط کی تیاری کا حکم دیا۔ ساباط تیار ہوئی لیکن اس سے بھی کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

مسلمانوں کی فتح

محاصرے کی طوالت کی وجہ سے ظفر خاں بہت پریشان ہوا اتنے میں ایسے غیبی امداد اس صورت میں پہنچی کہ قلعے میں طاعون کی وبا پھیل گئی اہل قلعہ کے گروہ گروہ موت کی آغوش میں جانے لگے۔ رائے درگا نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اپنے چند مقربین خاص کو ظفر خاں کے پاس بھیجا۔ عورتیں اور بچے برہنہ سر حصار کے اوپر آکر فریاد کرنے لگے اور ظفر خاں سے امان طلب کرنے لگے۔ ظفر خاں نے فوراً راجپوتوں کی درخواست منظور کر لی اور ان سے پیشکش وصول کر کے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے اجمیر روانہ ہو گیا اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی روح سے غیر مسلموں پر غالب آنے کی مدد طلب کی۔

غیر مسلموں سے معرکہ آرائیاں

ظفر خاں نے غیر مسلموں سے معرکہ آرائی جاری رکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ وہ اجمیر سے جلوارہ اور ہلوارہ کی طرف روانہ ہوا۔

کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔ اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ اگر آپ نے میرے قصور پر نظر کی تو میں مجرم ٹھہروں گا اور اگر اپنے کرم پر نگاہ ڈالی تو پھر میرے بے قصور ہونے میں کیا شک رہ جائے گا۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آیندہ کبھی آپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔"

ملک راجہ کا فتنہ

ظفرخاں نے راجہ کا قصور معاف کر دیا اور اس کے پیش کردہ تمام تحائف قبول کرکے قلعے کا محاصرہ ترک کر دیا۔ اس کے بعد ظفرخاں نے سومنات پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اسے معلوم ہوا کہ سلاطین فاروقیہ کے جداعلیٰ ملک راجہ المخاطب بہ عادل خاں نے ان دنوں بہت قوت فراہم کرلی ہے اور اپنی جاگیر کی حدود سے باہر نکل کر قلعہ لیز کو سر کر کے تمام خاندیش پر قبضہ کر لیا ہے۔ ظفرخاں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ ملک عادل گجرات کے بعض پرگنوں سلطان پور اور نندربار وغیرہ پر بھی قبضہ کرنے کا خواہاں ہے۔

ملک راجہ کی قلعہ میں پناہ گزینی

ظفرخاں نے ملک راجہ یعنی ملک عادل کے فتنے کو فرو کرنا ضروری سمجھا اور سومنات پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ملک راجہ بہت ہی ذہین و عقل مند تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس میں ظفرخاں کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہے اس لیے وہ قلعے میں پناہ گزین ہوگیا۔

ملک راجہ اور ظفرخاں میں صُلح

ملک راجہ نے عالموں اور فاضلوں کی ایک جماعت کے توسط سے ظفرخاں سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور علماء کا ایک گروہ ظفرخاں کے پاس بھیج کر صلح کا خواستگار ہوا۔ ظفرخاں علم و فضل کا متوالا تھا دوسرے یہ کہ وہ خود گجرات پر حکومت کرنے کا خواہاں تھا۔ اس لیے اس نے ان علماء کی بہت عزت کی اور ان کے کہنے کے مطابق ملک راجہ سے صلح کر لی۔ فریقین نے ایک دوسرے کو تحفے تحائف بھیجے۔ ظفرخاں نہروالہ میں واپس آگیا اور اس کے گجراتیوں اور اہل برہان پور میں اتحاد و دوستی کا دور شروع ہوگیا۔

ملک راجہ کی عزت

ملک راجہ کا یہ دعوےٰ تھا کہ وہ فاروقی نسل سے ہے اس لیے ظفرخاں اس کی بڑی عزت کرتا تھا اور خط و کتابت میں اس سے بڑی نیازمندی کا اظہار کرتا تھا اور اسے معزز و اعلیٰ القابات سے یاد کیا کرتا تھا۔

جھرند کے نواح پر حملہ

۷۷۷ھ ہجری میں ظفرخاں نے جھرند کے نواح پر جو مغربی پٹن میں واقع ہے، حملہ کیا۔ اس علاقے کے غیر مسلم بہت ہی سرکش تھے۔ ظفرخاں ایک عرصے تک ان کی تباہی و بربادی میں مشغول رہا۔ اس ہنگامے میں مسلمانوں نے بہت سا

نہ کیا۔ بلکہ انتہائی عاجزی اور انکساری سے پیش آیا اور اس نے قاصد بھیج کر ظفر خاں سے پیش کش کا وعدہ کیا۔ چونکہ ان دنوں دہلی میں فتنوں اور فسادات کا بازار گرم تھا۔ اس لیے ظفر خاں نے پیشکش ہی کو بہت کچھ سمجھا اور ۸۰۱ھ میں رمضان کے مہینے میں پٹن واپس آگیا۔

سومنات پر لشکر کشی

۸۰۳ھ میں مظفر شاہ کو یہ اطلاع ملی کہ غیر مسلموں نے ہنگامہ و فساد برپا کر کے مسلمانوں کے تھانے کو تباہ و برباد کر دیئے ہیں اور حسب سابق اپنے بُت خانوں میں بت پرستی شروع کر دی ہے۔ مظفر شاہ نے فوراً ایک زبردست لشکر سومنات کی طرف روانہ کیا اور پھر خود بھی روانہ ہوا۔ جس روز سومنات کے ہندوؤں اور ان کے راجہ نے دریا کے راستے سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اسی روز مظفر شاہ بھی دشمن کے سر پر پہنچ گیا۔

قلعۂ دیب کی فتح

فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ چاروں طرف خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہندوؤں میں مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رہی اور وہ اپنے راجہ کے ساتھ قلعۂ دیب میں پناہ گزین ہو گئے۔ مظفر شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کی تکبیروں اور توپوں کی گھن گرج نے قلعے کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا۔ مسلمانوں نے ایک ہی دن میں قلعے کو فتح کر لیا۔ مظفر شاہ نے دشمن کے سپاہیوں کو تہہ تیغ کیا اور راجہ کو مع امراء کے ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوا دیا۔ ہندوؤں کے بیوی بچوں کو، مسلمانوں نے قید کر لیا۔ اور ان کا تمام مال و اسباب اپنے قبضے میں کر لیا۔

سجدۂ شکرانہ

اس عظیم الشان فتح کے بعد سلطان مظفر شاہ نے خداوند تعالےٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکرانہ ادا کیا اور ایک بہت بڑے مندر کو مسمار کر کے اس کی جگہ ایک عالی شان مسجد تعمیر کی۔ بادشاہ نے اس علاقے کا انتظام اپنے ایک معتمد امیر کے سپرد کیا اور خود بہت سا مالِ غنیمت لے کر واپس پٹن آگیا۔

دہلی پر حملے کا ارادہ

ایدر کی فتح کے بعد مظفر شاہ کی قوت اور شان و شوکت میں بے حد اضافہ ہوا، اس لیے اس نے دہلی پر لشکر کشی کر کے دارالسلطنت کو بھی اپنے قبضے میں کرنے کا ارادہ کیا۔ مظفر شاہ نے اپنے بیٹے تاتار خاں کو غیاث الدولہ والدین سلطان محمد شاہ کا خطاب عطا فرمایا۔

تاتار خاں کا انتقال

تاتار خاں اساول سے نکلا اور قصبہ سنور میں پہنچا۔ وہاں وہ بیمار پڑ گیا۔ بہت علاج معالجہ کیا گیا۔ لیکن شفا نہ ہوئی۔ بلکہ بیماری بڑھتی گئی، اور

ان شہروں میں ہندو آباد تھے اور بت پرستی کا عام رواج تھا۔ ظفر خاں نے ان شہروں کے باشندوں کو قتل کیا اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ مندروں کو مسمار کر دیا اور ان اطراف کے اکثر قلعے فتح کر کے اپنے معتمد امیروں کے سپرد کیے۔

خود مختاری

ظفر خاں نے پورے تین سال اس سفر میں گزارے اور غیر مسلموں سے معرکہ آرائیاں کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ پٹن واپس آ گیا۔ "تاریخ الفی" میں مذکور ہے کہ اس سفر سے واپسی کے بعد ظفر خاں نے خود مختار حکومت قائم کر لی اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر کے اپنے آپ کو "مظفر شاہ" کے نام سے مشہور کیا۔

تاتار خاں بن مظفر شاہ

۷۹۹ھ میں مظفر شاہ کے بیٹے کو (جو سلطان محمد شاہ کا وزیر تھا) سلطان ناصر الدین کے عہد حکومت میں (جیسا کہ سلاطین دہلی کے حال میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے) سارنگ خاں نے معرکہ آرائی کر کے ملتان کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ تاتار خاں کے تیوروں سے پتہ چلتا تھا کہ وہ دہلی پر حکمرانی کرنے کا خواہاں ہے۔ محمود شاہ کے مطلق العنان وکیل ملو اقبال نے تاتار خاں کے دفیعہ کے لیے پانی پت کا رخ کیا۔

تاتار خاں گجرات میں

تاتار خاں نے ملو اقبال کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور ایک دوسرے راستے سے دہلی جا پہنچا۔ تاتار خاں دہلی کا محاصرہ کرنا چاہتا تھا لیکن ملو اقبال نے، پانی پت پر قبضہ کر کے بڑی شان و شوکت سے دہلی کا رخ کیا۔ تاتار خاں نے اس وقت بھی ملو اقبال کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور ۸۰۰ھ میں گجرات کی طرف روانہ ہو گیا اور اپنے باپ مظفر شاہ سے جا ملا۔

مظفر شاہ کا دہلی پر حکومت کرنے کا ارادہ

تاتار خاں نے مظفر شاہ کو دہلی پر حکومت کرنے کی ترغیب دی۔ مظفر شاہ اپنے بیٹے کے کہنے میں آ گیا اور اس مقصد کے لیے لشکر جمع کرنے لگا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ امیر تیمور کے نواسے میرزا پیر محمد نے ہندوستان میں داخل ہو کر ملتان پر قبضہ کر لیا ہے۔ مظفر شاہ نے اپنی عقل سے یہ اندازہ کر لیا کہ میرزا پیر محمد کا ہندوستان آنا، امیر تیمور کی آمد کا پیش خیمہ ہے۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے دہلی پر حکومت کرنے کے ارادے کو ملتوی کر دیا۔

ایدر پر حملہ

۸۰۱ھ میں مظفر شاہ نے اپنے بیٹے تاتار خاں کو ساتھ لے کر قلعہ ایدر پر حملہ کیا۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم کر کے اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ پر طرح طرح کی مصیبتیں توڑنا شروع کر دیں۔ ایدر کے راجہ رنمل نے ظفر خاں کے مقابلے پر قطعاً طاقت کا مظاہرہ

اور لشکری جو محمد شاہ کی بادشاہت سے آزردہ خاطر تھے، اپنے قدیم آقا کو تخت شاہی پر جلوہ افروز دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

مظفر شاہ کا عزم حسن آباد

اسی اثنار میں حاکم مالوہ دلاور خاں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ ہوشنگ شاہ تخت پر بیٹھا۔ یہ خبر عام طور پر مشہور ہوگئی کہ ہوشنگ نے حکومت حاصل کرنے کے لیے اپنے باپ کو زہر دے کر ہلاک کیا ہے، مظفر شاہ نے بھی یہ خبر سنی اور ۸۱۰ھ میں بے حد ساز و سامان کے ساتھ حسن آباد دھار کی طرف روانہ ہوا۔

مالوہ پر قبضہ

ہوشنگ نوجوان تھا اس لیے جوشیلا بھی بہت تھا۔ اس نے عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا اور گجراتیوں سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کر لیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ ہوشنگ نے شکست کھائی اور دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ مظفر شاہ نے مالوہ میں بھی اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ وہاں کی حکومت اپنے بھائی نصرت خاں کے حوالے کر کے خود واپس اساول آگیا۔

ہوشنگ کی گرفتاری

مظفر شاہ نے ہوشنگ کو اپنے بھتیجے احمد شاہ کے حوالے کر کے یہ حکم دیا کہ ہوشنگ کو کسی قلعے میں نظر بند کر دیا جائے، احمد شاہ نے فوراً مظفر شاہ کے حکم کی تعمیل کی، چند ماہ کے بعد احمد شاہ نے ہوشنگ کا لکھا ہوا ایک عریضہ مظفر شاہ کی خدمت میں پیش کیا، جس میں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے سابقہ قصور کی معافی چاہی گئی تھی اور رہائی کی درخواست کی گئی تھی۔ احمد شاہ نے بھی ہوشنگ کی رہائی کے لیے بادشاہ سے سفارش کی۔

رہائی اور بحالی

اس دوران میں یہ خبر ملی کہ مالوہ میں بغاوت ہو گئی ہے اور اہل شہر نے نصرت خاں کو دھار سے خارج البلد کر دیا ہے۔ احمد شاہ کی سفارش اور مصلحت وقت کا خیال کرتے ہوئے مظفر شاہ نے ہوشنگ کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد مظفر شاہ نے ہوشنگ کو چتر سفید اور سراپردہ سرخ عطا کر کے مالوہ اور منڈو کا حکمران بنا دیا۔ ہوشنگ احمد شاہ کے ساتھ مالوہ روانہ ہوا۔ احمد شاہ نے بڑے امن و اطمینان سے ہوشنگ کو مالوہ کے تخت پر بٹھایا اور خود گجرات واپس آگیا۔

مظفر شاہ کا انتقال

مظفر شاہ ماہ صفر ۸۱۴ھ میں علیل ہوا اور اسی سال ربیع الثانی کے مہینے میں انتقال کر گیا۔ مرنے سے پہلے اس نے اپنے بھتیجے احمد شاہ کو اپنا جانشین مقرر کیا کیونکہ وہ اپنے حقیقی بیٹوں سے زیادہ قابل اور ذہین سمجھتا تھا۔ رحلت کے وقت مظفر شاہ کی عمر اکہتر سال تھی۔ اس نے بیس سال حکمرانی کی۔ مرنے کے بعد لوگوں نے اسے "خدائیگان کبیر" کے لقب سے یاد کیا۔

آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ تاتار خاں کے انتقال کی خبر سن کر مظفر شاہ نے دہلی پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اساول واپس چلا آیا۔

تاتار خاں کے انتقال کی صحیح روایت

تاتار خاں کی موت کی صحیح روایت یہ ہے کہ اس نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی، مظفر خاں، چونکہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس لیے اسے تاتار نے ایک قلعے میں قید کر دیا۔ تاتار خاں نے اپنے چچا شمس خاں کو وکیل السلطنت مقرر کیا اور خود سلطان ناصر الدین محمد شاہ کے نام سے تخت پر بیٹھ گیا اس نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

مظفر شاہ کی گرفتاری

اس کے بعد تاتار خاں نے دہلی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے آگے بڑھا، مظفر شاہ نے اپنے ایک قابل اعتماد امیر کو اپنے بھائی شمس خاں کے پاس روانہ کیا اور اپنے بیٹے کے ظلم و ستم کی داستان سنا کر اس سے مدد کی درخواست۔ نیز اپنی رہائی اور محمد شاہ کو قتل کر دینے کے لیے کہا۔

شمس خاں کی رائے

شمس خاں نے مظفر شاہ کو یہ جواب دیا۔ "محمد شاہ تمہارا بیٹا ہے۔ تم اسے دل و جان سے زیادہ چاہتے ہو، اگر میں نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی، اور اس کوشش میں کامیاب ہو گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی حرکت پر پشیمان ہو کر بعد میں میرے خلاف ہو جاؤ اور مجھے اپنے ستم کا نشانہ بناؤ۔ مناسب یہی ہے کہ تم اس معاملے میں اچھی طرح غور و فکر کر لو اور پھر کوئی فیصلہ کرو۔"

مظفر خاں کا جواب

مظفر شاہ نے شمس خاں کو یہ جواب دیا۔ "تم نے جو کچھ کہا ہے۔ مجھے اس سے قطعاً اتفاق نہیں ہے۔ محمد شاہ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے۔ وہ کسی بیٹے کو زیب نہیں دیتا۔ ایسا ناخلف بیٹا! اس قسم کی حرکت سے خود بخود عاق ہو جاتا ہے۔ اور فطری محبت اور باپ بیٹے کے تمام رشتے ختم ہو جاتے ہیں، اس وقت تمہیں میرے بڑھاپے پر رحم کرنا چاہیئے اور محمد شاہ جیسے ناخلف کو کڑی سزا دینی چاہیئے۔ میری طرف سے تم کوئی خیال اپنے دل میں نہ لاؤ میں بعد میں تم سے قطعاً کسی قسم کی باز پرس نہ کروں گا۔"

مظفر شاہ کی دوبارہ تخت نشینی

شمس خاں کو اپنے بھائی مظفر شاہ کی حالتِ زار پر رحم آگیا، اور اس نے محمد شاہ کو قصبۂ سور کھہ میں جو دہلی کے راستے میں واقع ہے، زہر دے کر ہلاک کر دیا اور مظفر شاہ کو جلد از جلد شاہی مجلس میں لا کر تخت پر بٹھا دیا تمام شاہی ملازمین

کی درخواست کی گئی تھی۔ ہوشنگ نے اس شرط پر امداد دینے کا وعدہ کر لیا کہ کامیابی کے بعد فیروز خاں ہوشنگ کو ہر منزل کے معاوضے میں ایک کم دڑ تنگے دے گا۔

زمینداروں کے لیے خلعت اور گھوڑے

بیاگداس اور جیون دیو کے مشورے کے مطابق فیروز خاں نے زمینداروں کے لیے بھی گھوڑے اور خلعت روانہ کیے، اور ان کے نام کے فرمان جاری کر کے انھیں اپنی اطاعت کی ترغیب دی۔

احمد شاہ کی دُور اندیشی

سُلطان احمد شاہ اگرچہ نوجوان اور ناتجربہ کار انسان تھا۔ لیکن اس نے اس معاملے میں بڑی دور اندیشی اور عقل مندی سے کام لیا اور جنگ کرنے میں تعجیل نہ کی۔ اس نے پہلے تو اپنے چند مخصوص ملازمین کی معرفت فیروز خاں کے نام ایک نصیحت آمیز خط بھیجا۔ لیکن جیون دیو اور بیاگ داس کی فتنہ پردازیوں کی وجہ سے فیروز خاں پر اس خط کا کوئی اثر نہ ہُوا۔

بیاگ داس کا غُرور اور تکبّر

احمد شاہ نے جب دیکھا کہ سوائے جنگ کے اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے تو اس نے ادم بھکر کو اس مہم پر نامزد کیا۔ ایک زبردست جنگ کے بعد ادم بھکر کو شکست ہوئی۔ فیروز خانیوں کی اس فتح کا سہرا بیاگ داس کے سر بندھا۔ اس وجہ سے اس کا دماغ عرش پر جا پہنچا۔ اور وہ اپنے آپ کو سب سے اعلیٰ و ارفع انسان سمجھنے لگا۔ دوسرے امیروں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی، تو وہ اس کی جان کے دشمن ہو گئے اور اسے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

احمد شاہ کا پیغام فیروز خاں کے نام

اس ہنگامے میں فیروز خاں کے اکثر امیر اس سے علیحدہ ہو کر احمد شاہ سے مل گئے۔ احمد شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بھروچ روانہ ہوا۔ دشمن کے قرب و جوار میں پہنچ کر احمد شاہ نے ایک بار پھر فیروز خاں کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "سلطان مظفر شاہ نے اس ملک کی حکومت میرے سپرد کی ہے، خدا کا شکر ہے کہ میری حکومت مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم ہے اور رعایا ہر طرح سے میری مطیع و فرماں بردار ہے تمہارے اردگرد جو کمینے اور بدمعاش جمع ہو گئے ہیں۔ تمہیں ان کی قوت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ اپنی حرکات پر نادم ہو کر معافی کا خواستگار ہونا چاہیئے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بغاوت کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ سُلطان مظفر شاہ نے تمہیں جو جاگیریں عنایت کی ہیں، انھیں پر قناعت کرو۔

مجرموں کی معافی

فیروز خاں اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ قلعہ بروچ میں پناہ گزین ہو گیا تھا، اس نے

بادشاہ جم جاہ سلطان احمد گجراتی

احمد شاہ اپنے چچا کی وصیت کے مطابق گجرات کا حاکم ہوا، اس نے بڑی دیانتداری سے اور عدل و انصاف سے حکمرانی کے فرائض انجام دیئے اور اس طرح رعایا کے دلوں کو پوری طرح اپنے قبضے میں کر لیا۔

احمد آباد گجرات کی بناء

احمد شاہ کا سال پیدائش ۷۹۳ھ ہے۔ نجومیوں نے اس کی ولادت کا زائچہ دیکھ کر یہ پیشین گوئی کی تھی کہ یہ لڑکا ایک ایسا نیک کام سر انجام دے گا کہ جس کی وجہ سے اس کا نام دنیا میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال یہ ہے کہ یہ نیک کام مشہور شہر احمد آباد گجرات کی تعمیر ہے جو آج تک احمد شاہ کا نام اونچا کیے ہوئے ہے۔

فیروز خاں کی بغاوت

۸۱۵ھ میں سلطان مظفر شاہ کے بیٹے فیروز خاں نے احمد شاہ کی تخت نشینی کی خبر سن کر بغاوت و سرکشی کا ہنگامہ بپا کیا۔ مظفر شاہ کے کئی نامی گرامی امیروں مثلاً حسام الملک۔ ملک شیر، ملک کریم خسرو، جیون دیو اور بیاگداس کھتری وغیرہ نے فیروز خاں کا ساتھ دیا اور لشکر اور سامان جنگ جمع کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوئے۔

احمد شاہ کے مخالفین کا اتحاد

مفسدوں اور ہنگامہ پروروں نے کنبایت کے حاکم امیر محمود ترک کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا، اس کے علاوہ سلطان مظفر شاہ کا دوسرا بیٹا ہیبت خاں بھی اپنا لشکر لے کر فیروز خاں کے پاس سورت کے نواح میں آ گیا۔ ہیبت خاں کی تقلید میں سعادت خاں اور شیر خاں بن سلطان مظفر شاہ بھی جلد از جلد کنبایت پہنچ گئے۔ احمد شاہ کے تمام مخالفین دریائے نربدہ کے کنارے مقیم ہوئے۔ اور آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ یہ سب لوگ تقریباً سات آٹھ ہزار سواروں کے ہمراہ بروج کی طرف روانہ ہوئے۔

سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست

فیروز خاں نے اپنے سر پر چتر شاہی لگایا، بارگاہ سرخ تیار کروائی اور اس طرح اپنی شان و شوکت میں پہلے سے سوگنا اضافہ کیا، اس کے بعد اس نے سلطان ہوشنگ کو ایک خط لکھا جس میں امداد و اعانت

فیروز خاں کا نیا ہنگامہ

فیروز خاں بن مظفر شاہ اور اس کے ساتھیوں نے اپنی جاگیروں پر پہنچنے کے بعد ۸۱۵ھ میں ایک بار پھر فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ ملک علائی بدر نامی ایک امیر جو سلطان مظفر شاہ کا ایک قریبی عزیز تھا، اس ہنگامے میں سب سے آگے آگے تھا ان مفسدوں نے ایدر کے راجہ رنمل کو جو پانچ چھ ہزار سواروں کا مالک تھا۔ قلعہ ایدر عطا کرنے کا لالچ دے کر اپنا رفیق کار بنالیا۔

احمد شاہ کا عزم مہراسہ

مہراسہ کے جاگیردار سید ابراہیم المخاطب بہ رکن خاں نے بھی فیروز خاں کا ساتھ دیا اور اس طرح فیروز خاں کے پاس ایک اچھا خاصہ لشکر جمع ہو گیا۔ احمد شاہ کو جب اس ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو اس نے لشکر جمع کر کے مہراسہ کا رُخ کیا۔ راستے میں رکن خاں کی ترغیب سے فتح خاں نے بھی بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور فیروز خاں سے جاملا۔ فیروز خاں نے ملک علائی بدر اور رکن خاں کو مہراسہ کے قلعے میں چھوڑا اور خود راجہ رنمل کے ساتھ رنگ پور میں (جو مہراسہ سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے)، قیام پذیر ہوا۔

جنگ کی تیاریاں

سلطان احمد شاہ نے اپنے پرانے طریقے پر عمل کیا اور باغیوں کے قریب پہنچ کر علماء فضلاء کے ایک گروہ کو ملک علائی بدر اور رکن خاں کے پاس روانہ کیا ان علماء نے باغیوں کو بغاوت کے نقصانات سے آگاہ کیا اور امن چین سے رہنے کی تلقین کی، باغیوں نے علماء کی نصیحت کو قابلِ اعتناء نہ سمجھا اور ضد پر اڑے رہے۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر سلطان احمد شاہ نے اپنے لشکر کو درست کیا اور قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ فیروز خاں نے اپنے لشکر کے ایک چنیدہ حصے کو ملک علائی بدر کی مدد کے لیے روانہ کیا اور اسے جنگ کرنے کے لیے اُکسایا۔

احمد شاہ کا رُعب

ملک علائی بدر، رکن خاں، سیف خاں اور آنکس خاں نے قلعے کو اپنی فوجوں سے مستحکم کیا اور سلطان احمد شاہ سے لڑنے کے لیے باہر نکلے اس سے پہلے کہ کشت و خون کا بازار گرم ہوتا، باغیوں پر سلطان احمد شاہ کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ حواس باختہ ہو کر واپس قلعے کے اندر بھاگ گئے۔

باغیوں کی مکّاری

احمد شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور چند مرتبہ اپنے قاصدوں کو اہل قلعہ کے پاس بھیج کر صلح کی نصیحت کی۔ ملک علائی بدر اور آنکس خاں نے ریاکاری اور چالاکی سے یہ جواب دیا کہ "اگر فلاں فلاں امیر قلعہ کے قریب آکر ہم سے عہد و پیمان کریں تو ہم لوگ مطمئن ہو کر قلعے سے باہر نکل کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، سلطان احمد شاہ ان مکاروں کی مکاری

اور اس کے بھائیوں نے احمد شاہ کا پیغام سُنا۔ فیروز خاں تو خاموش رہا۔ البتہ اس کے بھائیوں کو سخت ندامت ہوئی اور انھوں نے ہیبت خاں کو بھیج کر احمد شاہ سے معافی طلب کی۔ احمد شاہ نے ہیبت خاں کو شاہی عنایات سے سرفراز کر کے سب مجرموں کو عام معافی دے دی۔ اس کے بعد ہیبت خاں واپس قلعہ بروج میں گیا۔ اور فیروز خاں، شیر خاں اور سعادت کو ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ احمد شاہ نے ہر ایک کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور اپنی اپنی جاگیروں کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔

سُلطان ہوشنگ کی آمد اور واپسی

احمد شاہ کا پٹن واپس جانے کا ارادہ تھا کہ اسے اطلاع ملی، کہ ہوشنگ جو اپنے ملک سے فیروز خاں کی مدد کے لیے روانہ ہوا تھا، گجرات کی طرف آ رہا ہے، احمد شاہ نے پہلے تو عماد الملک کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ہوشنگ کے مقابلے کے لیے روانہ کیا اور پھر خود بھی عماد الملک کے پیچھے پیچھے تجربہ کار سپاہیوں اور دیانتدار مصاحبوں کا ایک لشکر لے کر چل پڑا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ہوشنگ کے قریب پہنچ گیا۔ سلطان ہوشنگ کو جب فریق مخالف کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے ارادے پر سخت نادم ہوا اور واپس اپنے ملک چلا گیا۔ سلطان احمد شاہ بھی واپس اپنے شہر اساول میں آ گیا۔

احمد آباد کی تعمیر

۸۱۵ھ میں سلطان احمد شاہ نے شیخ احمد کنھورحؒ کے مشورے سے دریائے سابرمتی کے کنارے ایک نیا شہر آباد کیا۔ اور اس کا نام "احمد آباد" رکھا۔ تھوڑے سے عرصے ہی میں یہ شہر آباد ہو گیا اور سلاطین گجرات نے اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا، سابق پایۂ تخت اساول احمد آباد کا ایک قصبہ بنا دیا گیا۔

عمارات و بازار

اگرچہ احمد آباد میں بادشاہوں اور امراء وغیرہ کے محلات و مکانات پختہ ہیں۔ لیکن عام لوگوں کی رہائش گاہیں مٹی کی بنی ہوئی ہیں، شہر کے اس حصے میں جو دربار شاہی سے متصل ہے، تین بڑے بڑے پختہ ایوان تعمیر کئے گئے، انھیں گچ اور چونا سے مستحکم کر کے "ترپولیہ" کے نام سے موسوم کیا گیا، اس شہر کا بازار بہت وسیع ہے، اس کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بازار میں بیک وقت دس چھکڑے پہلو بہ پہلو چل سکتے ہیں، بازار کی تمام دکانیں پختہ ہیں۔ شہر میں ایک قلعہ اور ایک جامع مسجد بھی ہے۔ شہر سے

دُنیا کا خوب صُورت ترین شہر

باہر تین سو سات (۳۰۷) پورے آباد ہیں، ہر پورے میں ایک مسجد اور ایک بازار ہے، احمد آباد کو آبادی اور دوسری خصوصیات کی بنا پر کُل ہندوستان ہی کا نہیں بلکہ ساری دنیا کا خوبصورت ترین شہر کہا جا سکتا ہے۔

جہاں اسے حاکمِ ناگور نے قتل کر دیا۔

جلوارہ پر لشکر کشی اور چند اُمراء کی بغاوت

سلطان احمد شاہ نے سنہ ۸۱۶ھ میں راجہ جلوارہ پر حملہ کیا، راجہ نے سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست کی، احمد سر گنجی اور ملک شہہ بن شیخ ملک جو مظفر شاہ کے نامی گرامی امیر تھے۔ ان دوسرے احمد شاہی امراء سے جو صاحبِ اقتدار تھے، حسد کرتے تھے جب احمد شاہ نے جلوارہ پر لشکر کشی کی تو احمد سر گنجی وغیرہ کو کھیل کھیلنے کا موقع ملا۔ اور انھوں نے عَلمِ بغاوت بلند کیا، شورش پسندوں کی ایک جماعت باغیوں کی رفیق کار بنی اور ان سب لوگوں نے گجرات کے اکثر شہروں کو تباہ و برباد کیا۔

ہوشنگ کا عزم گجرات

ہوشنگ آباد کو جب راجہ جلوہ کا پیغام ملا تو ساتھ ہی اسے گجرات کے امراء کی بغاوت کا حال معلوم ہوا اس نے موقع کو غنیمت سمجھا اور سلطان احمد شاہ کے تمام سابقہ احسانات کو فراموش کر کے ایک زبردست لشکر کے ہمراہ گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ شہر میں پہنچ کر اس نے تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔

احمد شاہ کا اقدام

سلطان احمد شاہ کو جب ہوشنگ کی فتنہ پردازی کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً جلوارہ کی مہم کو ملتوی کر دیا اور بڑی شان و شوکت سے واپس آیا۔ سلطان نے خود تو چپنا کے قریب قیام کیا۔ اور عماد الملک سمرقندی کو ایک زبردست لشکر کے ہمراہ ہوشنگ کے دفعیے کے لیے روانہ کیا۔ نیز اپنے چھوٹے بھائی لطیف خاں کو نظام الملک کی اتالیقی میں شہہ ملک، احمد سر گنجی اور دوسرے باغی امیروں کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔

ہوشنگ کا فرار

ہوشنگ شاہ گجراتیوں کی جنگ جوئی سے اچھی طرح واقف تھا، کیونکہ مظفر شاہ کے عہد میں وہ ان سے زور آزمائی کر چکا تھا اسے جب عماد الملک کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ فوراً بھاگ نکلا اور دھار جا پہنچا۔

باغیوں کی شکست

شہزادہ لطیف خاں نے ملک شہہ اور احمد سر گنجی سے مقابلہ کیا جو اپنی نفسیاتی خواہشات کی وجہ سے بادشاہ کے خلاف ہو گئے تھے۔ شہزادہ لطیف نے بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا۔ ملک شہہ اور احمد سر گنجی میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ شہزادہ لطیف اور نظام الملک نے ان کا تعاقب کیا اور پہلی ہی منزل پر ان دونوں کا تمام ساز و سامان اپنے قبضے میں کر لیا۔

ایک دُوسری روایت

اس سلسلے میں ایک دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ملک شہہ، دشمن کے تعاقب سے بہت زیادہ پریشان ہوا اور آخر کار اس

میں آگیا۔ اور اس نے اپنے نامی گرامی امراء خاں اعظم اثر در خاں، ملک اشرف، عزیز الملک نور بیگ، میمنہ، نظام الملک اور سعد الملک، نور بیگ میسرہ وغیرہ کو قلعے کے قریب روانہ کیا اور ان سے اتنا کہہ دیا۔ کسی حالت میں بھی ملک بدر کے فریب سے غافل نہ ہوں اور قلعے کے اندر نہ جائیں۔

صُلح کی بات چیت

سُلطان احمد شاہ کے امراء جب قلعے کے قریب پہنچے تو ملک بدر، اور آنکس خاں حصار کے اوپر سامنے آئے اور انھوں نے فیروز خاں کی طرف سے گفتگو شروع کی، باغیوں نے بڑے ملائم اور شائستہ انداز سے بات چیت شروع کی لیکن ان لوگوں نے یہ اندازہ کر لیا کہ احمد شاہی امراء کو گرفتار کرنا مُشکل ہے۔ لہٰذا وہ حصار سے اتر کر گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے سے باہر آئے۔ احمد شاہی امراء بھی گھوڑوں پر سوار تھے۔ وہ بھی اسی عالم میں باغیوں کے پاس پہنچے، فریقین میں بات چیت شروع ہو گئی۔

نظام الملک اور سعد الملک کی گرفتاری

اسی دوران میں باغیوں کے وہ آدمی جو کمین گاہ میں چھپے تھے، باہر نکلے اور احمد شاہی امراء پر حملہ آور ہوئے۔ اثر در خاں اور عزیز الملک نے فوراً اپنے گھوڑوں کو بھگایا اور جلد از جلد سُلطان احمد شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ لیکن نظام الملک اور سعد الملک اپنا تحفظ نہ کر سکے اور انھیں باغیوں نے گرفتار کر لیا۔ اور اپنے ساتھ قلعے میں لے گئے۔ ان دونوں احمد شاہی امیروں نے قلعے میں داخل ہوتے وقت بلند آواز سے کہا۔ "اگرچہ ہم دشمن کی مکّاری کے دام میں آگئے ہیں، لیکن بادشاہ ہمارا کچھ خیال نہ کرے اور جلد از جلد قلعہ پر حملہ کر دے، ہمیں یقین ہے کہ شاہی اقبال سے یہ قلعہ بہت جلد فتح ہو جائے گا۔"

قلعۂ مہراسہ کی فتح

سُلطان احمد شاہ نے اسی وقت حملہ کیا اور ایک ہی روز میں (اور ایک دوسری روایت کے مطابق تین روز میں) قلعے کو فتح کر لیا۔ ملک بدر، آنکس خاں مارے گئے۔ اور نظام الملک اور سعد الملک صحیح و سلامت سلطان احمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بعض تواریخ میں اس فتح کی تفصیلات دوسرے انداز سے مرقوم کی گئی ہیں۔ لیکن ہم نے طوالت کے خوف سے انھیں نظر انداز کر دیا ہے۔

فیروز خاں کا قتل

راجہ رنمل اور فیروز خاں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ رنمل نے فیروز خاں کو مغلوب کر کے اس کے تمام ہاتھی، گھوڑے اور دیگر سامان پر قبضہ کر لیا اور پھر یہ سامان سُلطان احمد شاہ کی خدمت میں بطورِ اظہارِ خلوص بھجوا دیا۔ فیروز خاں ناگور کی طرف بھاگ گیا،

ناگور کا محاصرہ

ناگور پہنچ کر سلطان احمد شاہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور شہر کو فتح کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ دہلی کے حاکم نصرت خاں نے بھی اس طرف کا رخ کیا۔ جب وہ بہت قریب پہنچ گیا تو سلطان احمد شاہ نے ناگور کا محاصرہ اٹھا لیا اور مالوہ کے راستے سے احمد نگر واپس آ گیا۔

سلطان احمد شاہ کا عزم ندربار

یہ اکثر ہوا کرتا تھا کہ اسیر کا حاکم ملک نصیر اور مالوہ کا حاکم سلطان ہوشنگ، دونوں ہی سلطان احمد شاہ سے دشمنی کی وجہ سے سلطان پور ندربار کو تباہ و برباد کیا کرتے تھے اور یہاں کی رعایا کو طرح طرح کی تکالیف و مصائب میں مبتلا کیا کرتے تھے۔ سلطان احمد شاہ اس فتنے کا سدِّباب کرنے کے لیے ۸۲۱ھ میں ندربار کی طرف روانہ ہوا۔

ملک نصیر کا فرار

سلطان احمد شاہ نے منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ایک زبردست لشکر قلعہ تنبول پر متعین کیا جو گجرات دکن اور خاندیش کی سرحد پر واقع ہے۔ بادشاہ جب ندربار کے قریب پہنچا۔ تو ملک نصیر خوف سے بھاگ کر اسیر کی طرف چلا گیا جو لشکر قلعہ تنبول پر متعین ہوا تھا۔ اس نے وہاں کے راجہ کو تسلی دی اور اسے ساتھ لے کر احمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت

انھیں دنوں برسات کا موسم شروع ہو گیا، اس لیے بادشاہ نے احمد آباد واپس جانے کا ارادہ کیا، اسی دوران میں مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ راجہ چینا نیز مندل اور نادوت نے سلطان ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک شتر سوار ناگور سے ندربار آیا۔ اور اس نے فیروز خاں بن شمس خاں دندانی کا ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس عریضے کا مضمون یہ تھا۔۔

فیروز خاں بن شمس خاں کا عریضہ

"سلطان ہوشنگ نے یہ دیکھ کر کہ حضور اس وقت اپنے ملک سے بہت دور ہیں، گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اس مقصد سے وہ اس طرف آ رہا ہے، وہ اپنی خام خیالی کی بناء پر یہ سمجھتا ہے کہ حضور کی ذات سے مجھے عقیدت نہیں ہے، اس لیے اس نے مجھے اس مضمون کا ایک خط لکھا ہے کہ گجرات کے زمینداروں نے ہوشنگ کو عریضے بھیج کر گجرات کا سفر اختیار کرنے کی دعوت دی ہے، ہوشنگ نے لکھا ہے کہ

نے دشمن کے لشکر پر شب خون مارا، اسے کامیابی نہ ہوئی۔ اس لیے فرار ہو کر راجہ کرنال کے پاس پناہ گزین ہوا۔ احمد شاہ کامیاب و کامران اپنے پایہ تخت میں واپس آیا۔

احمد شاہ کا عزم کوہ کرنال

سلطان احمد شاہ نے کوہ کرنال کی بڑی تعریفیں سنی تھیں۔ یہاں کا حاکم ایک غیر مسلم راجہ تھا۔ جو کبھی مسلمانوں کا مطیع نہ ہوا تھا۔ بادشاہ نے سیر و تفریح کے بہانے سے لشکر تیار کیا اور کرنال کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ جب کوہ کرنال کے علاقے میں داخل ہوا تو یہاں کے راجہ نے راستے میں چند مرتبہ احمد شاہ کا مقابلہ کیا۔ لیکن ہر مرتبہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

کوہ کرنال کے راجہ کی اطاعت

آخری مرتبہ شکست کھا کر راجہ اپنے ایک قلعے میں، جسے آجکل جونا گڑھ کہا جاتا ہے، پناہ گزین ہو گیا۔ مسلمانوں کے لشکر نے قلعے کے نیچے پہنچ کر حصار کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ محاصرے کی سختی کی تاب نہ لا سکے، اور سخت پریشان ہوئے۔ جب راجہ نے کوئی راہ نجات نہ دیکھی، تو اس نے مجبوراً سالانہ محصول اور لگان ادا کرنے کے وعدے سے سلطان احمد شاہ سے صلح کر لی۔ احمد شاہ نے اپنے دو نامی گرامی امرا سید ابوالخیر اور سید ابوالقاسم کو جو حقیقی بھائی تھے، محصول وصول کرنے کے لیے وہیں چھوڑا اور خود احمد آباد واپس آ گیا۔

سید پور کے مندر کی تباہی

واپسی پر راستے میں سلطان احمد شاہ نے سید پور کے مندر کو مسمار کیا۔ اس مندر میں بہت سی دولت اور بے شمار زر و جواہر تھے۔ یہ سب کچھ سلطان احمد شاہ نے اپنے قبضے میں کر کے غربا میں تقسیم کر دیا۔

نواحِ گجرات کے غیر مسلموں کی سرکوبی

اسی سال بادشاہ نے ملک تحفہ کو جو تاج الملک کے خطاب سے مشہور تھا، نواح گجرات کے غیر مسلم باشندوں کی سرکوبی و سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ تاج الملک نے پوری توجہ اور انہماک سے باغیوں کو درست کیا اور ان پر دوبارہ جزیہ مقرر کیا۔ بہت سے غیر مسلم اس مہم میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

غیر مسلموں سے جنگ

بادشاہ نے غیر مسلموں سے جہاد کرنے کے لیے ۸۱۹ھ میں ناگور تک کا سفر اختیار کیا۔ دوران سفر میں بادشاہ یہ معلوم کرتا جاتا تھا کہ غیر مسلموں کے مندر اور عبادت گاہیں کہاں کہاں ہیں۔ جب کسی ایسی عمارت کا سراغ ملتا تو بادشاہ فوراً وہاں پہنچ جاتا اور عمارت کو مسمار کر کے تمام نذر و جواہر اور دولت اپنے قبضے میں کر لیتا۔

پاس آئے اور آخر کار بادشاہ نے ملک نصیر کا قصور معاف کر دیا اور اسے نصیر خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے خود احمد آباد واپس آ گیا۔

سلطان احمد شاہ کا عزم مالوہ

سلطان احمد شاہ نے ۸۲۲ھ میں گجرات میں نظام الملک کو اپنا قائم مقام بنایا اور اسے راجہ مندل کی سرزنش کے لیے نامزد کیا اس کے بعد مہراسہ سے مالوہ کی طرف روانہ ہو گیا، دوسری طرف سے سلطان ہوشنگ نے بھی قدم بڑھایا، اور کالیادہ میں ایک نشیبی مقام پر اپنے خیمے لگوا کر قیام کیا۔ اس نے اپنی پشت پر ایک دیوار کھڑی کروائی اور سامنے کی طرف بڑے بڑے درختوں کو کٹوا کر نصب کیا اور اس طرح سامنے کا راستہ بند کروا دیا۔

سلطان ہوشنگ کی شکست

سلطان احمد شاہ ایک وسیع جنگل میں قیام پذیر ہوا اور اپنی فوج کو مرتب کرنے میں مصروف ہوا۔ اس نے میمنہ پر احمد ترک، میسرہ پر ملک فرید اور عماد الملک سمرقندی کے سپرد کیا، الغرض دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے سامنے آئے اور سپاہی جوش سے لڑنے کے لیے تیار ہوئے، فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی، سلطان ہوشنگ کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ مندو کی طرف بھاگ نکلا۔

تعاقب

سلطان احمد شاہ نے بڑی کامیابی سے دشمن کا تعاقب کیا۔ ہوشنگ بے تحاشا بھاگتا چلا گیا۔ اس کا بہت سا سامان گجراتیوں کے ہاتھ لگا اور گجرات کا ہر چھوٹا بڑا دیکھتے ہی دیکھتے دولت مند ہو گیا۔ مندو کے نواح میں ہر طرح کے درخت پائے جاتے تھے گجراتیوں نے ان تمام درختوں کو اکھاڑ پھینکا اور تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا کہ الامان والحفیظ۔

احمد آباد کو واپسی اور انعقاد جشن

چونکہ بارشیں شروع ہو گئی تھیں، اس لیے سلطان احمد شاہ احمد آباد کی طرف واپس ہوا، راستے میں اس نے نادوت وغیرہ باغی ریاستوں کو تنبیہ کی، اور کامیاب و کامران احمد آباد پہنچا۔ یہاں اس نے ایک عظیم الشان جشن منعقد کیا اور امراء، فقراء اور سادات وغیرہ کو دولت سے مالا مال کیا۔ ہر سپاہی کو جس نے میدان جنگ میں بہادری کا مظاہرہ کیا تھا خاص نوازشات سے سرفراز کیا۔

مالوہ کی بربادی

اس سال کے آخر میں سلطان احمد شاہ نے سوانگرہ کا قلعہ تعمیر کیا اور مسجد کی بنیاد ڈالی، اس کے بعد بادشاہ اندروان کی طرف روانہ ہوا۔ مالوہ کو تباہ و برباد کرنے کا حکم دیا، سلطان ہوشنگ نے فوراً اپنے قاصد احمد شاہ کی خدمت میں روانہ کیے اور صلح کی بات چیت کی، احمد شاہ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور اپنے ملک کو واپس ہوا۔ راستے میں اس نے ایک بار پھر

وہ خود سفر کے لیے تیار ہے اور مجھے بھی مستعد رہنے کو کہا ہے اور میری مدد طلب کی ہے اور یہ وعدہ کیا ہے کہ گجرات کو فتح کرنے کے بعد وہ نہروالہ کی حکومت میرے حوالے کر دے گا۔ چونکہ حضور میرے قبلہ و کعبہ ہیں اور آپ کے خلاف کچھ کرنا میری وضع داری کے خلاف ہے۔ اس لیے تمام حقائق سے آپ کو باخبر کر رہا ہوں۔ تاکہ آپ کوئی مناسب قدم اٹھائیں۔

ہوشنگ کے فتنے کا سدِ باب

سلطان احمد شاہ نے برسات کے موسم کی تکالیف کی کوئی پروا نہ کی اور اس علاقے کا سفر اختیار کیا اور دریائے نربدہ کو پار کر کے جھندری میں قیام پذیر ہوا۔ احمد شاہ نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو علیٰحدہ کر کے اپنے ساتھ لیا اور حملہ کر دیا۔ ایک ہفتے کے عرصے میں وہ مہراسہ پہنچ گیا۔ سلطان ہوشنگ نے جب احمد شاہ کی یہ مستعدی دیکھی تو وہ بہت پریشان ہوا اور بے نیل و مرام اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ سلطان احمد شاہ نے فوج جمع کرنے کے لیے چند روز تک مہراسہ میں قیام کیا۔

ہوشنگ اور ملک نصیر کا ہنگامہ

سورت کے راجہ نے یہ خبریں سنیں اور اس نے اطاعت و فرماں برداری سے انکار کر کے مقررہ محصول ادا کرنے میں حیل و حجت شروع کر دی اور اس طرح راجہ نے اپنی حدود سے آگے قدم بڑھایا۔ ملک نصیر نے بھی موقع پا کر یہ ارادہ کیا کہ تھالیز کا قلعہ اپنے بھائی ملک افتخار کے قبضے سے نکال لے، اس سلسلے میں ہوشنگ نے ملک نصیر کی مدد کی اور اپنے بیٹے غزنین خاں کو ایک لشکر کے ساتھ سلطان پور بھیجا۔ غزنین خاں سلطان پور کے باشندوں پر ظلم و ستم ڈھانے لگا۔ سلطان پور کا صوبہ دار ملک احمد قلعے میں پناہ گزین ہو گیا اور اس نے سلطان احمد شاہ کے پاس مفسدوں کی شکایت سے بھرے ہوئے خطوط بھیجے۔

محصول کی وصولی

سلطان احمد شاہ نے مہراسہ سے راجہ سورت کی سرزنش کے لیے ملک محمود ترک کی سرکردگی میں ایک زبردست لشکر روانہ کیا تاکہ یہ لشکر سورت پہنچ کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کرے اور راجہ سے مقررہ محصول وصول کرے۔ ملک نصیر اور غزنین خاں کی سرکوبی کے لیے مخلص الملک اور دیگر نامور امرا کو روانہ کیا گیا۔ ان امیروں نے دوران سفر میں نادوت پر حملہ کر کے یہاں کے راجہ سے پیش کش حاصل کی۔

ملک نصیر کے قصور کی معافی

جب یہ امیر سلطان پور پہنچے تو ملک نصیر تھالیز میں پناہ گزین ہو گیا۔ وہاں غزنین خاں نے اس کی مخالفت کی ملک نصیر نے پریشان ہو کر اپنے چند خاص ساتھیوں کو سلطان احمد شاہ کی خدمت میں روانہ کیا یہ لوگ کئی بار سلطان احمد شاہ کے

اس دوران میں چند مرتبہ ہوشنگ اور سلطان احمد شاہ میں لڑائی بھی ہوئی ہر مرتبہ احمد شاہ کامیاب و کامران رہا۔ اور ہوشنگ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کے بعد احمد شاہ اپنے پایہ تخت احمد نگر واپس آگیا۔

ملا احمد کی روایت

"تاریخ الفی" میں ہمارے استاد ملا احمد نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ۸۲۶ھ میں سلطان ہوشنگ نے تاجروں کے بھیس میں جاج نگر کا سفر اختیار کیا۔ سلطان احمد شاہ کو اطلاع ملی کہ ہوشنگ ایک عرصے سے مالوہ سے باہر ہے اور اس کے امیروں اور عسکری سرداروں نے ملک کو آپس میں تقسیم کر لیا ہے۔ یہ خبر سن کر سلطان احمد شاہ نے مالوہ پر لشکر کشی کی۔ قلعہ نہیر کو فتح کرنے کے بعد اس نے قلعہ مندو کے نیچے قیام کیا۔

تباہی اور قتل عام

مندو کے امیروں نے سلطان احمد شاہ کا مقابلہ کیا۔ بادشاہ نے قلعہ مندو کا محاصرہ کر لیا اور اپنے لشکر کے ایک حصے کو مالوہ کے مختلف علاقوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے روانہ کیا، گجراتیوں نے ایسی قیامت بپا کی کہ کہیں آبادی کا نام ونشان نہ چھوڑا۔

اجین کو روانگی

اس دوران میں بارشیں شروع ہو گئیں۔ اور سلطان احمد شاہ سمجھ گیا کہ اب قلعے کو بآسانی فتح کرنا بہت مشکل ہے۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے محاصرہ اٹھا لیا اور اجین کی طرف روانہ ہو گیا۔ سلطان احمد شاہ نے اپنے لشکر کو امراء میں تقسیم کیا اور گجرات سے اسباب قلعہ کشائی یعنی ارابے اور منجنیق وغیرہ طلب کیے، احمد آباد کا کوتوال ملک محبوب تمام مطلوبہ اشیاء لے کر احمد آباد سے آیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

قلعہ مندو کا دوبارہ محاصرہ

سلطان احمد شاہ نے دوبارہ قلعہ مندو کا محاصرہ کر لیا اور ملک محبوب کو تارہ پورہ کے راستے کے انتظام کے لیے مقرر کیا اسی دوران میں سلطان احمد شاہ کو یہ معلوم ہوا کہ ہوشنگ جاج نگر سے واپس آگیا ہے، احمد شاہ نے اپنے تمام امراء کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ آخرکار یہ طے پایا کہ پہلے کی طرح مالوہ ہی میں قیام کر کے راستوں کو چاروں طرف سے مسدود کر دیا جائے۔

سارنگ پور کا عزم

اس کے بعد احمد شاہ خود سارنگ پور کی طرف روانہ ہو گیا، ہوشنگ کو بادشاہ کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی ایک دوسرے راستے سے، سارنگ پور کی طرف چل دیا۔ ہوشنگ نے احمد شاہ کے پاس اپنے قاصد بھیج کر اپنے خلوص و دوستی کا یقین دلایا۔ یہ اس کی ایک چال تھی، جس میں احمد شاہ آگیا اور اس نے اپنے لشکر اور تمام احتیاطی تدابیر کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔

چنانیر کی ریاست کو تباہ و برباد کیا۔

چنانیر پر لشکر کشی

۸۲۳ھ میں سلطان احمد شاہ نے چنانیر کو فتح کرنے کے ارادے احمد آباد سے قدم باہر نکالا۔ منزل مقصود پر پہنچ کر بادشاہ نے چنانیر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کی شدت کی وجہ سے چنانیر کا راجہ پریشان ہو گیا۔ اور اس نے سلطان احمد شاہ کی اطاعت اور ہر سال پیشکش ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد بادشاہ احمد آباد واپس آ گیا۔

مندو پر سلطان احمد شاہ کا حملہ

سلطان ہوشنگ نے اپنی عاقبت نااندیشی سے سلطان احمد شاہ کو پھر ناراض کر دیا۔ احمد شاہ نے ایک زبردست لشکر تیار کیا، اور ۸۲۸ھ میں مالوہ پر حملہ کر دیا اور قلعہ مندو کے نیچے پہنچ گیا اور سارنگ پور کے دروازے کے رخ پر قیام کیا سلطان احمد شاہ نے پوری توجہ اور انہماک سے قلعے کا محاصرہ کیا اور اپنے امیروں میں مورچل تقسیم کیے سلطان ہوشنگ قلعے کی مضبوطی اور استحکام سے پوری طرح مطمئن تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ کوئی ایسا کارمردانہ انجام دے کہ اس کی یاد ایک عرصے تک لوگوں کے دلوں میں تازہ رہے۔

ہوشنگ کی جاج نگر کو روانگی اور واپسی

سلطان ہوشنگ نے اپنے پایہ تخت کو اپنے ایک قابل اور ذہین امیر کے سپرد کیا اور خود چھ ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ ناگوری دروازے سے باہر نکلا اور بہترین ہاتھیوں کو گرفتار کرنے کے لیے جاج نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہوشنگ جاج نگر پہنچا، جیسا کہ مناسب موقع پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، چھ ماہ کے بعد وہ بہت سے قوی ہیکل ہاتھیوں کو گرفتار کر کے واپس مندو میں آیا۔

قلعہ مندو کا استحکام

مندو واپس آ کر ہوشنگ نے حصار کے کنگروں پر جھنڈے لہرائے اور شادیانے بجوا دیے۔ سلطان احمد شاہ کو اصل حقیقت معلوم نہ تھی اس نے اپنے ملازموں سے جھنڈوں کے لہرانے اور شادیانے بجنے کا سبب پوچھا، ایک گجراتی ملازم نے تحقیقات کر کے بادشاہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ سلطان احمد شاہ کو بہت تعجب ہوا اور اس نے کہا کہ اس قلعے کو فتح کرنا بہت مشکل ہے۔ اگرچہ میرے لشکر جرار نے اس قلعے کا محاصرہ کر رکھا ہے، لیکن اس کا استحکام اپنی مثال آپ ہے۔ دوران محاصرہ میں قلعہ کے حامی کا اس قدر دور و دراز مقام پر جانا اور چھ ماہ بعد واپس آنا قلعے کے استحکام کی زبردست دلیل ہے۔

قتل و غارت گری

اس کے بعد سلطان احمد شاہ نے قلعے کی تسخیر کا ارادہ ترک کر دیا اور یہاں سے مالوہ کے درمیانی حصے میں پہنچ گیا اور وہاں قتل و غارت کا بازار خوب گرم کیا

سلطان ہوشنگ کا فرار

سلطان ہوشنگ اس حملے کی تاب نہ لا سکا اور حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے فرار ہوا اور سارنگ پور کے قلعے میں پناہ گزین ہوا گجراتیوں نے اپنا تمام لوٹا ہوا مال مالوہ والوں سے واپس لیا۔ اس کے علاوہ ان کا تمام اسباب بھی چھین لیا سلطان احمد شاہ نے ہوشنگ کے سات قوی ہیکل ہاتھی بھی گرفتار کیے۔

ایک اور معرکہ آرائی

سلطان احمد شاہ سارنگ پور کے محاصرے کی طوالت سے تنگ آگیا آخر کار اس نے واپسی کے ارادے سے سفر اختیار کیا، ہوشنگ موقع پا کر قلعے سے باہر نکلا اور اس نے سلطان احمد شاہ کا تعاقب کیا۔ دونوں میں پھر ایک بار جنگ ہوئی اس جنگ میں بھی احمد شاہ ہی کو فتح نصیب ہوئی اور حاج نگر کے وہ ہاتھی، جنہیں ہوشنگ بہت عزیز رکھتا تھا احمد شاہ کے قبضے میں آئے۔

احمد آباد کو واپسی

سلطان احمد شاہ کامیاب و کامران احمد آباد واپس آیا اور حضرت شیخ کینوؒ کی بہت عزت و توقیر کی کہ جنہوں نے اس فتح کی بشارت دی تھی۔ ان گنت گجراتی شیخ صاحب کے معتقد ہوئے۔ اس سفر میں چونکہ لشکر گجرات نے بہت زیادہ محنت کی تھی اور بے شمار مصیبتوں کا سامنا کیا تھا اس لیے سلطان احمد شاہ نے چند برس امن و اطمینان سے گزارے اور کسی ملک پر لشکر کشی نہ کی۔

شہر احمد نگر کی تعمیر

۸۲۹ھ میں سلطان احمد شاہ نے قلعہ ایدر کا سفر اختیار کیا اور دریائے سابرمتی کے کنارے قیام کر کے ایک نیا شہر آباد کیا۔ جس کا نام "احمد نگر" رکھا گیا، اس شہر کے پہلو میں بادشاہ نے ایک قلعہ بھی تعمیر کروایا اور اس علاقے کے مختلف شہروں میں اپنی فوجیں بھیج کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ ساز و سامان لوٹا گیا اور جو باشندہ نظر آیا اسے تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ قلعہ احمد نگر کے بعد سلطان احمد شاہ ایدر پہنچ گیا۔

قلعۂ ایدر کی فتح

سلطان احمد شاہ نے ایک ہی روز میں نہ صرف قلعہ ایدر کو جسے سلطان مظفر شاہ نے بھی فتح کیا تھا، بلکہ تین اور قلعوں کو بھی فتح کیا راجہ ایدر بیجانگر کے جنگلوں میں روپوش ہو گیا اور سلطان احمد شاہ کامران واپس آیا۔

ایدر پر دوبارہ لشکر کشی

۸۳۰ھ میں احمد نگر کا شہر اور قلعہ پوری طرح مکمل و آباد ہو گئے، احمد شاہ نے دوبارہ ایدر کا رخ کیا۔ ایدر کے راجہ مسمی پونجا رائے نے اپنے بزرگوں کا جمع کیا ہوا خزانہ صرف کر کے لشکر میں بے حد اضافہ کیا اور احمد شاہ سے نجات حاصل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ آخر کار وہ مجبور ہو کر اپنے ملک کی حدود سے باہر چلا گیا اور ادھر ادھر

گجراتی لشکر پر شب خون

۱۲ محرم ۸۲۶ھ کی رات کو سلطان ہوشنگ نے سلطان احمد شاہ کے لشکر پر شب خون مارا۔ بے شمار گجراتی سپاہی جو دشمن کے ارادوں سے غافل اور بے خبر سوئے ہوئے تھے، مارے گئے۔ اور بہت سے اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ سلطان احمد شاہ بھی اس ہنگامے میں بستر خواب سے اٹھا، اس نے دیکھا کہ اس کی بارگاہ میں سوائے ملک جونا رکابدار کے کوئی اور نہیں ہے، البتہ گھوڑے وہاں موجود تھے، ایک پر سلطان احمد شاہ خود بیٹھا اور دوسرے پر ملک جونا۔ دونوں جنگل کی طرف بھاگ گئے

احمد شاہ کا جنگل میں پناہ گزین ہونا

جنگل میں پہنچ کر بادشاہ خود تو ایک گوشے میں چھپ گیا، اور اس نے ملک جونا کو اصل حالات معلوم کرنے کے لیے اپنے لشکر میں بھیجا۔ ملک جونا لشکر گاہ میں پہنچا اور اس نے دیکھا کہ ملک مقرب اور ملک فرید اپنی اپنی فوج کے ہمراہ شاہی بارگاہ کی طرف آ رہے ہیں، ان امیروں نے ملک جونا کو دیکھا اور اس سے بادشاہ کا حال پوچھا۔ ملک جونا نے تمام کیفیت بیان کی، اور ان دونوں امیروں کو ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

لوٹ مار

سلطان احمد شاہ اس وقت نہتا تھا۔ جلدی میں بھاگنے کی وجہ سے وہ اپنے جسم پر کوئی ہتھیار بھی نہ لگا سکا تھا۔ ملک مقرب نے بادشاہ کو اسلحہ جات دیئے، اور اس سے جنگ کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ مناسب یہی ہے کہ فی الحال ہمیں صبح کا انتظار کرنا چاہیئے، اس کے بعد کوئی قدم اٹھانا چاہیئے۔ بادشاہ نے ملک جونا کو دوبارہ لشکر گاہ کی طرف روانہ کیا تاکہ یہ پتہ چلایا جا سکے کہ سلطان ہوشنگ کیا کر رہا ہے اور کس جگہ مقیم ہے۔ ملک جونا تھوڑی دیر بعد واپس آیا اور اس نے بتایا کہ اہل مالوہ لوٹ مار میں مصروف ہیں اور سلطان ہوشنگ وہیں ایک جگہ گھوڑوں اور ہاتھیوں کے پاس کھڑا ہوا اس لوٹ مار کا تماشا دیکھ رہا ہے۔

معرکہ آرائی

صبح ہوئی تو سلطان احمد شاہ نے ایک ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ سلطان ہوشنگ پر حملہ کر دیا۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی، یہاں تک کہ دونوں فرمانرواؤں نے خود بھی عام سپاہیوں کی طرح میدان جنگ میں اپنی اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ اور دونوں زخمی ہوئے۔ اس دوران میں ان گجراتی فیل بانوں نے جو ہاتھیوں پر سوار تھے اور دشمن کے قیدی تھے۔ جب اپنے مالکوں کو میدان جنگ میں دیکھا تو آؤ دیکھا نہ تاؤ، سلطان ہوشنگ کی فوج پر حملہ کر دیا۔

ایک مسجد تعمیر کر کے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد بادشاہ احمد آباد واپس آگیا۔

حاکم جھالودہ برہان پور میں

۸۲۳ھ میں جھالودہ کے حاکم کانہا راے کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان احمد شاہ نے ایدر کے تمام معاملات طے کرنے کے بعد دوسرے زمینداروں کی طرف توجہ کی ہے، یہ سنتے ہی راجہ کانہا تمام مال و اسباب لے کر جالودہ کے باہر نکل گیا جب یہ خبر احمد آباد پہنچی، تو احمد شاہ نے ایک لشکر راجہ کے تعاقب میں روانہ کیا، بڑی مشکلوں کا سامنا کرتا ہوا راجہ کانہا برہان پور اسیر پہنچا اور اس نے نصیر خاں کی خدمت میں دو ہاتھی بطور نذرانہ پیش کیے ان دنوں برہان پور کا حاکم سلاطین دکن کی دوستی کی وجہ سے بے حد مغرور ہو رہا تھا، اس نے سلطان احمد شاہ کے تمام سابقہ احسانات کو فراموش کر کے راجہ کانہا کو اپنے ملک میں جگہ دے دی۔

راجہ کانہا بہمنی دربار میں

کچھ دنوں کے بعد راجہ کانہا، نصیر خاں کے مشورے سے، اس کا سفارش نامہ لے کر سلطان احمد شاہ بہمنی کے دربار میں حاضر ہوا اور اس سے مدد کی درخواست کی، فرمانروائے دکن نے راجہ کی مدد کے لیے ایک لشکر نامہ نامزد کیا تاکہ یہ لشکر سلطان پور ندربار تک کے علاقے کو برباد و تاراج کرے۔

دکنی لشکریوں کی شکست

احمد شاہ گجراتی نے اپنے بیٹے محمد شاہ کو اس مہم پر نامزد کیا، سپہ سالار مقرب الملک اور دوسرے فوجی سردار سید ابو الخیر، سید ابو القاسم، سید عالم اور افتخار الملک وغیرہ شہزادہ محمد شاہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں گجراتیوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ان گنت دکنی تلوار کے گھاٹ اتارے گئے جو بچے انھوں نے راہ فرار اختیار کی اور دولت آباد میں پناہ گزین ہوئے۔

نیا دکنی لشکر

سلطان احمد شاہ بہمنی کو اپنے لشکر کی شکست کی خبر ملی تو اس نے اپنے بیٹوں شہزادہ علاء الدین اور خان جہاں کو گجراتی محمد شاہ کے مقابلے پر روانہ کیا احمد شاہ بہمنی نے ایک لشکر جرار کے ہمراہ مشہور امیر قدر خاں دکنی کو بھی شہزادہ علاء الدین کے ساتھ کیا، شہزادہ علاء الدین، قدر خاں دکنی کے مشورے سے، سفر کی منزلیں جلد از جلد طے کرتا ہوا دولت آباد کے نواح میں جا پہنچا اس جگہ نصیر خاں (جو شہزادہ کا خسر تھا)، حاکم برہان پور، راجہ کانہا کو ساتھ لے کر شہزادہ سے آملا۔

دکنی اور گجراتیوں میں جنگ

دکنیوں کو اس تازہ مدد کے پہنچنے سے بڑی تقویت ہوئی اور وہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھے، سفر کی چند منزلیں طے کرنے کے بعد درہ مانک پونج پر دکنیوں کا شہزادہ محمد شاہ سے سامنا ہوا۔ طرفین میں خون ریز جنگ

گھومنا شروع کر دیا۔

راجہ پونجا نے ۵ رجمادی الاول ۸۳۱ھ کو گجراتیوں کی ایک جماعت پر جو غلہ فراہم کرنے کو نکلی تھی، حملہ کر دیا، لیکن شکست کھا کر بھاگ گیا۔ کامیابی ہوئی تو اتنی کہ گجراتیوں کا نامی ہاتھی گرفتار کر کے اپنے ساتھ لیتا گیا۔

راجہ ایدر کی ہلاکت

گجراتیوں کو جب راجہ پونجا کی اس ناشائستہ حرکت کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے راجہ کا تعاقب کیا اور پہاڑی علاقے میں ایک تنگ مقام پر اس کو جا پکڑا اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی، راجہ نے گجراتیوں کا جو ہاتھی گرفتار کیا تھا اس کا فیل بان بہت ہی ذی عقل اور ہوشیار تھا، اس نے موقع پا کر اپنے ہاتھی کو راجہ کے گھوڑے پر چڑھا دیا، راجہ کا گھوڑا بھڑکا اور مع سوار کے پہاڑ سے نیچے گر پڑا، راجہ اور گھوڑا دونوں ہلاک ہو گئے۔ فیل بان نے ہاتھی کو گجراتیوں کے لشکر میں پہنچا دیا اور راجہ کی فوج پریشان ہو کر ادھر ادھر بکھر گئی۔ اور کسی نے راجہ کی لاش کی طرف توجہ نہ دی

راجہ کے کٹے ہوئے سر کی شناخت

ایک روز کوئی شخص راجہ پونجا کی لاش کے قریب سے گزرا اس نے راجہ کو پہچان لیا اور اس کا سر کاٹ کر سلطان احمد شاہ کی خدمت میں لے آیا۔ بادشاہ نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ سر واقعی راجہ کا ہے یا نہیں، چند آدمیوں کو یہ سر دکھایا اور ان سے شناخت کے لیے کہا، لیکن کسی نے نہ پہچانا، آخر ایک ایسا آدمی آیا جو پہلے راجہ کا ملازم تھا، اس نے راجہ کا سر دیکھتے ہی پہلے تو ادب و احترام سے اپنا سر جھکا کر سلام کیا اور پھر سلطان احمد شاہ سے کہا کہ "ہاں یہ راجہ ہی کا سر ہے۔" بادشاہ کو اس شخص کی وفاداری کی ادا بہت بھائی، اور اسے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

ویراؤ کی اطاعت

دوسرے روز سلطان احمد شاہ ایدر کی طرف روانہ ہوا اور بیل نگر میں ایک زبردست فوج بھیج کر اس کے نواح میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ پونجا کی ہلاکت کے بعد اس کا بیٹا ویراؤ باپ کا جانشین مقرر ہوا تھا اس نے سلطان احمد شاہ کے سامنے بڑی عاجزی و انکساری کا اظہار کیا اور ہر سال تین لاکھ نقرئی تنگے احمد شاہی خزانہ میں جمع کرنے کا وعدہ کیا۔ احمد شاہ نے وعدے پر اس سے صلح کر لی۔ بادشاہ نے صفدر الملک کو احمد نگر کا حاکم مقرر کیا اور ولایت گنگوارہ کو تباہ و برباد کرتا ہوا احمد آباد واپس آیا۔

ایدر پر ایک اور حملہ

۸۳۲ھ میں سلطان احمد شاہ نے ایدر پر ایک بار پھر حملہ کیا اور ۲۶ صفر کو وہاں کا ایک مشہور قلعہ فتح کر کے حصار میں داخل ہوا، اور وہاں

اوراس نے راہ فرار اختیار کی۔ ظفرخاں نے تھانہ پر قبضہ کرلیا اور اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت قلعے کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود مہائم کی طرف بڑھا۔

ظفرخاں کی فتح

ملک التجار نے بڑے بڑے درختوں کو کاٹ کر ساحل کو بند کر دیا۔ گجراتی فوج جب ساحل پر پہنچی تو اسے میدان میں اترنے کا راستہ مسدود ملا۔ لیکن انھوں نے ہمت نہ ہاری اور کسی نہ کسی طرح میدان میں پہنچ گئے۔ طرفین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ صبح سے شام تک تلواریں چلتی رہیں۔ اگرچہ بہادری و جرات کا مظاہرہ دونوں اطراف سے ہوا۔ لیکن فتح ظفرخاں ہی کو نصیب ہوئی۔

بہمنی فرماں رواکی طرف سے ملک التجار کی مدد

شکست کھانے کے بعد ملک التجار ایک جزیرے میں پناہ گزین ہوا۔ گجراتیوں کے جہاز بھی منزلِ مقصود پر پہنچ گئے اور اس طرح خشکی و تری دونوں پر گجراتیوں کا قبضہ ہوگیا۔ ملک التجار نے احمد شاہ بہمنی سے مدد کی درخواست کی۔ احمد شاہ بہمنی نے اپنے چھوٹے بیٹے محمد خاں کو دس ہزار سواروں اور ساٹھ ہاتھیوں کے ہمراہ روانہ کیا اور خود خواجہ جہاں کو مختارِ کل مقرر کیا۔

دکنیوں کی ایک اور شکست

دکنیوں کی فوج مہائم کے قریب پہنچی۔ ملک التجار نے محاصرے کی مصیبت سے رہائی پاکر شہزادہ محمد خاں کی ملازمت اختیار کر لی۔ اہل دکن نے پہلے تھانہ پر قبضہ کرنا مناسب سمجھا اور اس خیال سے تھانہ کی طرف بڑھے۔ شہزادہ ظفرخاں بھی اپنی فوج کو تیار کر کے تھانہ پہنچ گیا۔ فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی صبح سے لے کر شام تک خونریزی ہوتی رہی، آخر کار گجراتیوں کو فتح ہوئی۔ ملک التجار جالنہ کی طرف اور شہزادہ محمد خاں دولت آباد کی طرف بھاگ گیا۔

فتح مہائم

ظفرخاں کامیاب وکامران مہائم میں داخل ہوا۔ دکنی عمال جو فرار ہوگئے تھے انھیں جہازوں کے ذریعے گرفتار کیا گیا۔ شہزادے نے بے شمار مالِ غنیمت حاصل کیا اور اس کو جہازوں میں لدوا کر اپنے باپ کی خدمت میں احمد آباد گجرات بھجوا دیا۔

فتح خاں بن مظفر شاہ گجراتی کی وفات

شہزادہ ظفرخاں نے مہائم کے سارے علاقے پر قبضہ کرلیا اور اسے اپنے امیروں اور فوجی سرداروں میں تقسیم کر دیا۔ اسی سال یہ اطلاع ملی کہ سلطان مظفر شاہ گجراتی کا بیٹا فتح خاں جو سلطان مبارک شاہ دہلوی کا بیٹا تھا، امیر شیخ علی والئی کابل کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا ہے۔ سلطان احمد شاہ نے اس کا سوگ

چھڑ گئی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ فریقین کے سپہ سالار قدر خاں دکنی اور مقرب خاں ملک، ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے۔ گجراتی سپہ سالار غالب آیا اور قدر خاں دکنی ہلاک ہوا۔

دکنی لشکر کی دوسری شکست

افتخار الملک نے شہزادہ علاء الدین کے لشکرِ خاصہ پر حملہ کر کے چند ہاتھیوں کو گرفتار کیا اور دشمن کے سپاہیوں کو پراگندہ کر دیا اس حملے کے بعد دکنی شہزادے میں میدان جنگ میں ٹھہرنے کی ہمت نہ رہی، وہ حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا۔ شہزادہ علاء الدین دولت آباد میں پناہ گزین ہوا۔ راجہ کانہا اور نصیر فاروقی خاندیش چلے گئے۔ شہزادہ محمد شاہ اپنے ملک میں واپس آگیا۔

مہائم پر اہل دکن کا قبضہ

اسی سال قطب نامی ایک گجراتی امیر نے جو جزیرہ مہائم کا حاکم تھا، داعی اجل کو لبیک کہا۔ احمد شاہ بہمنی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنی سابقہ شکستوں کا انتقام لینے کے لیے اپنے ایک نامی گرامی امیر ملک التجار کو مہائم کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ ملک التجار نے حُسنِ تدبیر سے کام لے کر مہائم کو فتح کر لیا اور اس طرح وہاں دکنی تسلّط قائم ہو گیا۔

شہزادہ ظفر خاں کا عزمِ مہائم

سلطان احمد شاہ گجراتی نے مہائم پر دوبارہ قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنے چھوٹے بیٹے شہزادہ ظفر خاں کو افتخار الملک کی اتالیقی میں روانہ کیا۔ اور بندر دیو کے کوتوال مخلص الملک کے نام اس مضمون کا ایک فرمان روانہ کیا کہ ممالک محروسہ کی تمام بندر گاہوں کے جہازوں کو تیار کر کے شہزادہ ظفر خاں کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

دکنی چوکی کا محاصرہ

مخلص الملک نے جلد از جلد شاہی حکم کی تعمیل کی اور دیب، کھوکھہ اور کنبایت کی بندر گاہوں سے سترہ جہاز لے کر مہائم کے قریب شہزادہ ظفر خاں کی خدمت میں پہنچ گیا۔ شہزادے نے امیروں کے مشورے سے جہازوں کو توالگ روانہ کیا اور خود خشکی کے راستے سے آگے بڑھا، گجراتیوں نے دکنی چوکی یعنی قصبہ تھانہ کا محاصرہ کر لیا۔

شہزادہ ظفر خاں نے سپہ سالار افتخار الملک کو ملک سہراب سلطانی کے ساتھ اپنے سے پہلے روانہ کیا بلدہ تھانہ کا کوتوال گجراتیوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور قلعہ بند ہو گیا۔ قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران میں گجراتیوں کے جہاز بھی پہنچ گئے اور تمام راستے مسدود ہو گئے۔

تھانہ پر گجراتیوں کا قبضہ

دو تین روز تک فریقین میں معرکہ آرائی ہوتی رہی، لیکن جب ظفر خاں اس جگہ پہنچا تو تھانہ کا حاکم قلعے سے باہر آ کر دشمن سے بڑی بہادری سے لڑا مگر حاکم تھانہ کو کسی طرف سے مدد نہ مل سکی، اس وجہ سے اس کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔

کا محاصرہ اٹھالیں اور اہل قلعہ پر کسی قسم کی زیادتی نہ کریں اور اپنے ملک کو واپس چلے جائیں. تو یہ امر ہماری باہمی دوستی میں خلل انداز نہ ہوگا۔ اور گجراتیوں اور دکنیوں کے تعلقات خوشگوار رہیں گے"۔

امرائے مشورہ

سلطان احمد شاہ بہمنی نے اپنے امراء سے اس سلسلے میں مشورہ کیا، دکنیوں نے اپنی روایتی دوں فطرتی کے مطابق کہا "قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضرورت بہت کم ہے اس لیے ہم قلعے کو امداد ملنے سے پہلے فتح کر لیں گے. لہذا ایسی صورت میں محاصرہ اٹھا لینا مناسب نہیں ہے"۔

احمد شاہ گجراتی کی تنبول میں آمد

گجراتی قاصد اہل دکن کے ارادے سے باخبر ہو کر اپنے آقا احمد شاہ گجراتی کے پاس آیا اور اسے حقیقتِ حال سے آگاہ کیا سلطان احمد شاہ گجراتی نے دریا کے کنارے سے ہی رخ بدل لیا۔ اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا جلد از جلد تنبول کی طرف روانہ ہو گیا۔

دکنی بہادروں کا قلعے میں داخلہ

احمد شاہ بہمنی نے پابکیوں کو بلایا اور ان سے کہا۔ "آج کی رات تم کوئی ایسی چال چلو کہ کامیابی تمہارے ہاتھ رہے. میں اس محنت کے صلے میں تمہیں انعام و اکرام سے مالا مال کر دوں گا"۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا، تو پابکیوں کی ایک جماعت قلعے کی دیوار کے قریب آئی۔ یہ لوگ آہستہ آہستہ دیوار کے پتھروں کی آڑ لیتے ہوئے دیوار کے اوپر چڑھ گئے اور اندر کی طرف نیچے اتر کر قلعے کا دروازہ کھول دیا، دکن کے بہادر سپاہی قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔

ملک سعادت کی مستعدی

حاکم قلعہ ملک سعادت سلطانی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے فوراً پابکیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا، جو لوگ قلعے کے اندر داخل ہو گئے تھے انھیں تو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا اور جو ابھی دیوار پر ہی تھے انھیں نیچے گرا کر ہلاک کر دیا گیا اس احتیاط کے باوجود، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، قلعے کا دروازہ کھل گیا. ملک سعادت نے اور زیادہ مستعدی سے کام لیا اور دشمن کے اس مورچل پر جو قلعے کے بالکل سامنے تھا، شب خون مارا، اس مورچل کے تمام سپاہی غافل و بے خبر تھے، اس لیے ان میں سے بہت سے ہلاک و زخمی ہوئے۔

دکن کے سلطان کا امیروں سے خطاب

اسی اثناء میں سلطان احمد شاہ گجراتی بھی پہنچ گیا، احمد شاہ بہمنی قلعے کے پائین سے آگے بڑھا اور اس نے اپنے امراء اور سرداران لشکر کو بلا کر کہا "کئی بار گجراتیوں نے ہم پر فتح پائی ہے یہاں تک کہ مہائم پر بھی

منایا اور اس کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے غریبوں اور محتاجوں میں روپیہ تقسیم کیا۔

احمد شاہ دکنی کا بگلانہ پر حملہ

سلطان احمد شاہ گجراتی نے ۸۲۳ھ میں شہزادہ محمد خاں کو گجرات کی سرحد کی حفاظت پر بحال رکھا اور خود چپنا کا سفر اختیار کیا۔ سلطان احمد شاہ دکنی نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنا لشکر مرتب کرکے بگلانہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ بگلانہ کا راجہ جو گجرات کا باج گزار تھا، دکنی فرماں روا کے مقابلے پر نہ جم سکا اور قلعہ بند ہوگیا۔ احمد شاہ دکنی نے سارے ملک کو تباہ و برباد کیا۔

شہزادہ محمد خاں کا عریضہ

شہزادہ محمد خاں نے اپنے باپ سلطان احمد شاہ گجراتی کو ایک عریضہ بھجوایا جس کا مضمون یہ تھا: "آپ کا یہ خادم ایک مدت سے ملازمت کی سعادت سے محروم ہے، سفر کی طوالت کی وجہ سے تمام امراء اور سرداران لشکر اپنی اپنی جاگیروں کو واپس چلے گئے ہیں، یہ اطلاع ملی ہے کہ سلطان احمد شاہ بہمنی نے بگلانہ پر حملہ کرکے اس علاقے کو برباد کیا ہے، اور اب وہ اس طرف آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میرے پاس فی الحال اتنا لشکر موجود نہیں ہے کہ بہمنی فرماں روا کا مقابلہ کرسکوں، لہٰذا حضور سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں میری مدد فرمائیں۔"

احمد شاہ گجراتی نندربار میں

جب سلطان احمد شاہ گجراتی کو شہزادہ محمد خاں کا عریضہ ملا، تو اس نے چپنا کا محاصرہ اٹھالیا۔ اور نادودت کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس ملک کو تباہ و برباد کرنے کے بعد بادشاہ جلد از جلد نندربار پہنچ گیا۔ شہزادہ محمد خاں اور سرحدی امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خوشی کے شادیانے بجائے گئے۔ مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ احمد شاہ گجراتی لڑائی کے ارادے سے قلعہ تنبول کے قریب مقیم تھا، لیکن بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا ہے۔

احمد شاہ بہمنی تنبول میں

یہ خبر سن کر احمد شاہ گجراتی بہت خوش ہوا کیونکہ وہ دکنیوں سے لڑائی کرنے کا خواہاں نہ تھا، اس کے بعد بادشاہ اپنے پایہ تخت احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس نے دریائے تاپتی کو پار کیا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان احمد شاہ بہمنی نے اپنے ملک جانے کی بجائے دوبارہ قلعہ تنبول کا محاصرہ کرلیا ہے۔ قلعہ تنبول کا حاکم ملک سعادت خاں سلطانی بڑی بہادری اور جرات سے دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔

احمد شاہ گجراتی کا پیغام احمد شاہ بہمنی کے نام

احمد شاہ گجراتی نے دکنی فرماں روا کے پاس اپنا ایک قاصد روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ "اگر آپ قلعہ تنبول

کیلوارہ اور دیلوارہ کے علاقوں میں داخل ہوا۔ ان دونوں علاقوں سے مراد وہی ممالک ہیں جہاں کوملی اور بھیل رہتے ہیں، جو قلعہ چتوڑ کے راجہ راناموکل کے ماتحت تھے۔ احمد شاہ گجراتی نے ان دونوں علاقوں کو تباہ و غارت کیا۔

فیروز خاں

اس کے بعد بادشاہ نے میوات کی حدود میں پیش قدمی کی اور کوٹہ، بوندی اور نو لیے کی ریاستوں سے خراج و باج وصول کیا۔ اسی دوران میں بادشاہ کا بھتیجا فیروز خاں بن شمس خاں دندانی جوناگور کا حاکم تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ایک گراں قدر رقم بادشاہ کی خدمت میں بطور پیش کش نذر کی۔ بادشاہ نے وہ ساری رقم فیروز خاں کو واپس کر دی اور اس کے علاوہ اور بہت کچھ بھی دیا۔ اور پھر گجرات واپس آگیا۔

احمد آباد میں پہنچ کر احمد شاہ نے ایک گراں قدر رقم غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کی۔

احمد شاہ گجراتی کا عزم مالوہ

سلطان محمود خلجی نے جو سلطان ہوشنگ کے دائرۂ ملازمین میں داخل تھا۔ ۸۳۹ھ میں مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ محمود شاہ گجراتی کے لڑکے مسعود خاں نے گجرات میں پناہ لی۔ احمد شاہ گجراتی نے مسعود خاں کی مدد کرنے کا تہیہ کر لیا اور اس شہزادے کو حاکم مالوہ بنانے کے لیے مالوہ کا رُخ کیا۔ بادشاہ نے حوض جلکنک پور[1] پہنچ کر ایک زبردست فوج خان جہاں کے مقابلے کے لیے روانہ کی۔ خان جہاں، چندیری سے مندو جا رہا تھا۔ اسے اس واقعے کی اطلاع ہوگئی اور وہ جلد از جلد اپنے بیٹے محمود شاہ کے پاس پہنچ گیا۔

دکنی اور گجراتیوں میں جنگ

احمد شاہ بھی مندو پہنچا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ کی ایک جماعت روزانہ قلعے سے باہر آکر دشمن سے جنگ کرتی۔ اور واپس چلی جاتی سلطان محمود نے شبخون مارنے کا ارادہ کیا۔ اہل قلعہ نے فوراً احمد شاہ کو اس کی اطلاع کر دی۔ سلطان محمود اس واقعہ سے لاعلم رہا۔ جب وہ باہر نکلا تو اسے معلوم ہوا کہ اہل گجرات لڑائی کے لیے تیار ہیں۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی، دونوں طرف کے بے شمار آدمی مارے گئے صبح کے وقت سلطان محمود قلعے میں پناہ گزین ہوگیا اور احمد شاہ نے شہزادہ محمد خاں کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ سارنگ پور روانہ کیا۔ شہزادے نے سارنگ پور پہنچ کر شہر پر قبضہ کر لیا۔

سلطان محمود کی مستعدی

انھیں دنوں سلطان ہوشنگ کا بیٹا عمر خاں چندیری چلا گیا اور وہاں اس نے اپنے گرد بہی خواہوں کی ایک اچھی خاصی جماعت جمع کر لی اس صورتِ حال

---

[1] یہ مقام آجکل باسودہ کے نام سے مشہور ہے۔

انھوں نے قبضہ کرلیا ہے اگر اس بار بھی گجراتی ہم پر غالب آ گئے تو پھر یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ دکن کا سارا ملک ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اس لیے ہمیں چاہیئے کہ جو قدم بھی اٹھائیں، سوچ سمجھ کر اٹھائیں"۔

اژدر خاں کی گرفتاری احمد شاہ دکنی نے معرکہ آرائی کے لیے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا۔ دوسری طرف احمد شاہ گجراتی بھی لڑنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ دکنی لشکر کی طرف سے ایک نامی گرامی امیر مسمی اژدر خاں میدان میں آیا۔ گجراتیوں کی طرف سے عضدالملک اس کے مقابلے پر نکلا۔ دونوں بہادر ایک دوسرے سے معرکہ آرا ہوئے۔ عضدالملک اپنے حریف پر غالب آیا اور اژدر خاں کو گرفتار کرلیا۔

جنگ مغلوبہ اس کے بعد جنگ مغلوبہ شروع ہوگئی۔ دونوں طرف کے بہادر داد مردانگی دینے لگے۔ صبح سے لے کر شام تک لڑائی ہوتی رہی اور جب طبل بازگشت کی آواز بلند ہوئی تو دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں پر آ گئے۔ اس معرکے میں اَن گنت دکنی مارے گئے احمد شاہ بہمنی نے اب اور لڑنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

تانیسر اور نادوت کا سفر سلطان احمد شاہ گجراتی قلعہ تبنول میں داخل ہوا۔ حاکم قلعہ ملک سعادت سلطانی کو بادشاہ نے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد احمد شاہ نے قلعے کو اپنے بہادروں کی ایک جماعت کے حوالے کیا اور خود تانیسر کی طرف روانہ ہوا۔ اس مقام پر ایک قلعہ تعمیر کروانے کے بعد بادشاہ نادوت کی طرف روانہ ہوا۔ اس علاقے کو خوب تباہ و برباد کرنے کے بعد عین الملک کو اس علاقے کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ سلطان پور نندر بار کے راستے سے واپس احمد آباد آ گیا۔

کچھ دنوں کے بعد احمد شاہ گجراتی نے مہائم کے راجہ کی لڑکی کی شادی فتح خاں کے ساتھ کردی

دکنی مورخوں کی کذب بیانی سراج التواریخ دکن میں مذکورہ بالا محاصرے کی روایت مختلف انداز سے بیان کی گئی ہے۔ لیکن راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال ہے کہ دکنی مورخ کی بیان کردہ تفصیل ناقص اور بعید از صداقت ہے اس مہم سے متعلق مورخین گجرات کے بیان کردہ واقعات ہی صحیح ہیں۔ اور انھیں واقعات کو ہم نے اپنی زیر نظر تاریخ میں بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

میوات اور ناگور کا سفر احمد شاہ گجراتی نے ۸۳۶ھ ہجری میں میوات اور ناگور کا سفر کیا۔ بادشاہ دونگر پہنچا۔ یہاں کے زمینداروں سے پیش کش وصول کی۔ اور پھر

سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ گجراتی ؒ

ایدر پر حملہ

سلطان احمد شاہ گجراتی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا گجرات کا بادشاہ ہوا تخت نشین ہوتے ہی اس نوعمر بادشاہ نے انعام واکرام سے رعایا کے دلوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ محمد شاہ نے عنانِ اقتدار ہاتھ میں لینے کے پہلے سال ہی ایدر پر حملہ کیا۔ راحت الملک نے اطاعت و فرماں برداری ہی میں اپنی بہتری دیکھی اور اپنی بیٹی کا محمد شاہ کے ساتھ نکاح کر دیا، اپنی بیوی کی سفارش پر بادشاہ نے ملک کا باقی حصہ بھی راحت الملک کو دے دیا۔

ایدر کے بعد محمد شاہ نے دونگر پور کا رُخ کیا۔ یہاں کے حاکم نے بادشاہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرا، اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کش گذاری اور اس طرح اپنے ملک کو بچایا، اس کے بعد محمد شاہ واپس احمد آباد آگیا اور پھر ۸۵۳ھ تک اس نے پایۂ تخت سے باہر قدم نہ رکھا۔

قلعۂ چینپا پر حملہ

محمد شاہ نے ۸۵۴ھ میں قلعۂ چینپا پر لشکر کشی کی۔ یہاں کا راجہ کنکداس محمد شاہ کے مقابلے پر آیا، لیکن شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا، بادشاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا، جو ایک عرصے تک قائم رہا۔ محاصرے کی طوالت سے تنگ آکر راجہ نے سلطان محمود خلجی کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اس سے مدد کی درخواست کی اور اسے ہر منزل پر ایک لاکھ تنگہ دینا قبول کیا۔

احمد آباد کو واپسی

سلطان محمود نے دولت کے لالچ اور گجراتیوں سے بدلہ لینے کے خیال سے راجہ کنکداس کی درخواست منظور کر لی اور اسی سال کے آخر میں اس علاقے کا سفر اختیار کیا، سلطان محمود کے لشکر کے باربرداری کے جانور کسی بیماری کی وجہ سے مرنے لگے، اس کے ساتھ ہی اسے سلطان محمود خلجی کی آمد کی خبر ملی، یہ صورتِ حال دیکھ کر محمد شاہ بہت پریشان ہوا۔ اس نے اپنے خیمے اور تمام سامان نذرِ آتش کر دیا اور جنگ سے دست بردار ہو گیا، اگرچہ ارکینِ سلطنت نے اسے معرکہ آرائی کے لیے بہت کہا۔ مگر اس نے کسی کے مشورے پر کان نہ دھرے اور جلد از جلد احمد آباد پہنچ گیا۔

سے سلطان محمود قطعاً پریشان نہ ہوا۔ اس نے بڑی مستعدی اور مردانگی کا مظاہرہ کیا اور قلعے کو اس طرح مستحکم و مضبوط کیا کہ اہل قلعہ کو ضروری سامان اور غلے کی کمی نہ ہوئی۔

قحط

سلطان احمد شاہ کی فوج میں قحط پڑ گیا۔ انسان اور جانور فاقوں کی وجہ سے مرنے لگے، سلطان محمود خلجی اس نتیجے پر پہنچا کہ محصور ہو کر بیٹھ رہنا کسی طرح مناسب نہیں ہے لہٰذا اس نے اپنے باپ خاں جہاں کو قلعے ہی میں چھوڑا اور خود دروازہ تارہ پورہ سے نیچے اتر کر سارنگ پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

حاجی علی گجراتی کی شکست

راستے میں قلعہ کنبل کے حاکم حاجی علی گجراتی نے محمود خلجی کو پریشان کیا دونوں میں لڑائی ہوئی، محمود خلجی دشمن پر غالب آیا حاجی علی گجراتی شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہوا اور سلطان احمد شاہ کے پاس پہنچ گیا، اس نے بادشاہ کو یہ بتایا کہ محمود خلجی فلاں راستے سے سارنگ پور کی طرف جا رہا ہے۔

طاعون کی وبا

سلطان احمد شاہ نے اپنے بیٹے کو سارنگ پور سے اپنے پاس بلا لیا۔ محمود خلجی نے عمر خاں سے جنگ کی اور اسے موت کی آغوش میں سلا دیا۔ اسی دوران میں ہندوستان میں طاعون کی زبردست وبا پھیلی۔ گجراتیوں کے لشکر میں بھی اس مرض نے قدم رکھا اَن گنت گجراتی موت کا شکار ہو گئے۔ ایسی تباہی مچی کہ لاشوں کی تجہیز و تکفین بھی مشکل ہو گئی۔

احمد شاہ کی واپسی

اس صورتِ حال کے پیش نظر سلطان احمد شاہ کو یقین ہو گیا کہ محمود خلجی کی قسمت کا ستارہ اس وقت بہت بلندیوں پر ہے اور اس کو مغلوب کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس خیال سے اس نے معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور اپنے ملک کو واپس ہوا۔

سلطان احمد شاہ کا انتقال

دوران سفر ہی میں مرض الموت نے احمد شاہ پر حملہ کیا اور جس وقت وہ احمد آباد میں پہنچا، اس وقت اس کی بیماری بہت شدید صورت اختیار کر چکی تھی۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ ۴ ربیع الآخر ۸۴۶ھ کو اس حکمران نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اسے موت کے بعد "خدائیگان مغفور" کے لقب سے یاد کیا گیا۔

کردار

سلطان احمد شاہ نے چھتیس ۳۶ سال، چھ ۶ ماہ اور بیس ۲۰ دن تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے۔ یہ بادشاہ تمام عمدہ اور نفیس خصوصیات کا مجموعہ تھا، اس کا عہد حکومت ظالموں کے لیے ویسا ہی تھا جیسا کہ چنگیز کا عہد حکومت، مظلوم رعایا کے ساتھ اس کا سلوک نوشیرواں عادل کی طرح تھا، وہ بہت ہی خوش اخلاق، بامروت اور صاحب ہمت انسان تھا۔

سلطان قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی

تخت نشینی

قطب الدین مذہ بار میں ۸ رجمادی الثانی ۸۲۵ھ کو بروز دوشنبہ پیدا ہوا اور اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا، سلطان محمود خلجی نے ملک غلام سہراب ترک (جس سے سلطان پور کا قلعہ بذریعہ امان حاصل ہوا تھا) کو مقدمۃ الجیش بنایا اور بڑی برق رفتاری سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان محمود خلجی کا ہنگامہ

سلطان قطب الدین دل ہی میں سلطان محمود خلجی کی عظمت و شوکت سے بہت خائف تھا، اس نے اپنے ایک مقرب خاص سے جو بقال تھا جنگ کے بارے میں مشورہ کیا۔ بقال نے بادشاہ سے کہا: "موجودہ صورتِ حال کے پیش نظر یہی مناسب ہے کہ حضور سورت میں پناہ گزیں ہو جائیں اور جس وقت سلطان محمود خلجی اپنا لشکر گجرات میں چھوڑ کر واپس مندو چلا جائے تو اس وقت حضور واپس تشریف لے آئیں اور دشمن کے آدمیوں کو ملک سے باہر نکال دیں۔ قطب الدین کی غیرت بیدار ہوئی اور اس نے سلطان محمود سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے آگے بڑھا۔

ملک علائی سہراب کی آمد

ملک علائی سہراب نے موقع پاتے ہی اہل مالوہ کا ساتھ چھوڑا اور اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ قطب الدین علائی کے اس اقدام پر بہت خوش ہوا، اسے ایک محفل میں سات خلعت انعام میں دیئے گئے اور "علاء الملک" کے خطاب سے نوازا گیا۔ ملک علائی کی آمد گجرات کے ہر چھوٹے بڑے فرد کے لیے باعث مسرت تھی، ہر شخص نے خوشی کے نقارے بجوائے۔

شعر کا جواب شعر میں

جب مالویوں اور گجراتیوں کے لشکروں کا فاصلہ صرف تین کوس کا رہ گیا تو سلطان محمود خلجی نے ایک شعر لکھ کر قطب شاہ کے پاس روانہ کیا جس کا مفہوم یہ تھا، "اگر تو مرد ہے تو پھر میدانِ جنگ میں میرے سامنے آ۔" قطب الدین نے صدر جہاں سے اس کا

دیپ کو فرار

سلطان مالوہ نے جب دوبارہ ایک لاکھ مالوی اور مندوی سپاہیوں کے لشکرِ جرار کے ساتھ گجرات پر حملہ کیا تو تمام ارکینِ سلطنت اور امرا نے باہمی اتفاق سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا: "سلطان محمود ہمیشہ ہمارے ملک کو نقصان پہنچاتا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم بھی لشکر جمع کر کے اس کا مقابلہ کریں۔" محمد شاہ نے یہ رائے قبول نہ کی اور دیپ کی طرف بھاگ گیا۔

یہ عالم دیکھ کر تمام امرا سخت پریشان ہوئے، انھوں نے بادشاہ کی بیگم سے رجوع کیا یہ خاتون اپنے زمانے کی ایک بہترین مستی تھی، امرا نے اس سے کہا: "آپ کو اپنا شوہر عزیز ہے یا یہ امر کہ گجرات کی حکومت اس خاندان میں قائم رہے۔" ملکہ نے یہ سوال سُن کر امرا سے پوچھا کہ آخر ان کا مطلب کیا ہے اور انھیں جو کہنا ہے صاف صاف کہیں، امرا نے کہا: "آپ کا شوہر سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے سے گریز کرتا ہے، اس وجہ سے گجرات کا ملک ہاتھ سے نکل جائے گا، اگر آپ ہمارا ساتھ دیں اور جو ہم چاہیں آپ ہمیں کرنے دیں تو معاملہ بخوبی حل ہو سکتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے شوہر کو معزول کر کے آپ کے بیٹے قطب خاں کو جو بیس سال کا نوجوان ہے، بادشاہ تسلیم کر لیں۔

محمد شاہ کی ہلاکت

بیگم نے بہت غور و خوض کے بعد امرا کی رائے کی تائید کی، آخر کار امرا کی جماعت نے، محرم ۸۵۵ھ کو زہر دے کر محمد شاہ کو ہلاک کر دیا۔ اس بادشاہ نے آٹھ برس نو مہینے اور چودہ دن حکومت کی۔

مرنے کے بعد محمد شاہ "خدائیگان کریم" کے لقب سے یاد کیا گیا۔

بہت پریشان ہوئے۔ تمام سپاہی گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور اپنی حفاظت کرنے لگے جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو سلطان محمود نے مالوہ کا سفر اختیار کیا۔ صبح کے ہوتے ہوتے اس نے اس قدر فاصلہ طے کر لیا کہ دشمن کے خطرے سے بالکل بے خوف ہو گیا۔

قلعہ سلطان پور پر دوبارہ قبضہ

اس غیبی فتح سے سلطان قطب الدین بہت خوش ہوا اور اسے خداوند تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت سے تعبیر کیا اسی (۸۰) ہاتھی اور بہت سامالِ غنیمت لے کر وہ اپنے پایۂ تخت میں واپس آیا اور ایک بہت شاندار محفلِ عشرت منعقد کی۔ قطب الدین نے ایک زبردست لشکر بھیج کر سلطان پور کا قلعہ اپنے قبضے میں کر لیا اور دشمن کو قلعے سے باہر نکال دیا۔

محمود خلجی اور قطب الدین میں صلح

اس واقعے کے بعد سلطان قطب الدین محمود خلجی میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ غیر مسلموں کا جو علاقہ جو بادشاہ فتح کرے، اس پر اسی کا قبضہ ہو اور دوسرا بادشاہ اس میں مطلق دخل اندازی نہ کرے نیز یہ کہ ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایک بادشاہ دوسرے پر حملہ نہ کرے، دونوں کا فرضِ منصبی ہے، کیونکہ یہ راجہ انتہائی سرکش اور متکبر ہے۔

حاکم ناگور فیروز خاں کا انتقال

۸۶۰ھ میں یہ اطلاع ملی کہ ناگور کے حاکم فیروز خاں دندانی کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے بھائی مجاہد خاں نے حکومت کے حقیقی وارث شمس خاں بن فیروز خاں کو مغلوب کر کے عنانِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی ہے، اور شمس خاں اپنے چچا کے خوف سے جلاوطن ہو کر چیتوڑ کے راجہ کنبھو کے پاس پناہ گزیں ہو گیا ہے۔ ناگور کے زمینداروں اور راجہ کنبھو کے درمیان ایک قدیم زمانے سے دشمنی چلی آ رہی تھی، اس وجہ سے رانا نے شمس خاں سے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ شمس خاں کو اس کے باپ کی جگہ ناگور کا حاکم بنا دے گا۔ اس کے لیے رانا نے یہ شرط رکھی تھی کہ فتح کے بعد شمس خاں ناگور کے قلعے کے تین کنگرے مسمار کر دے۔

اس شرط کی وجہ یہ تھی کہ راجہ کنبھو کے اسلاف ایک عرصے تک ناگور کو فتح کرنے کے خواب دیکھتے رہے تھے، لیکن وہ ایسا نہ کر سکے تھے۔ راجہ کے باپ راجہ موکل نے فیروز خاں دندانی سے جنگ کی تھی، لیکن شکست کھا کر وہ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا تھا اور اس کے لشکر کے تین ہزار سپاہی لڑائی میں کام آئے تھے۔

جواب لکھنے کے لیے کہا۔ صدر جہاں نے اس شعر کا جواب ایک شعر میں دیا جس کا مطلب یہ تھا۔ "ہم مرد میدان ہیں۔ دشمنوں کے سروں سے چوگان بازی کرنا ہمارا شعار ہے، لیکن اپنے قیدیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے میں ہمیں شرم آتی ہے"۔ اس شعر میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ جب سلطان محمود کبیر نے سلطان ہوشنگ کو گرفتار کر لیا تھا اور پھر از راہِ لطف و کرم اسے رہا کر کے مالوہ کی حکومت کی حکومت عنایت کی تھی (صدر جہاں نے بڑی ذہانت سے اس شعر میں ایک تاریخی واقعے کی طرف اشارہ کر دیا ہے جس سے مالویوں کی سُبکی کا پہلو نکلتا ہے۔)

سلطان محمود کی گمراہی یکم صفر کو سلطان محمود خلجی نے شبخون مارنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ راستہ بھول کر، ایک ایسی جگہ جا پہنچا، جہاں چاروں طرف زقوم کے درخت ہی درخت تھے اور باہر نکلنے کا راستہ نظر نہ آتا تھا، صبح تک سلطان محمود کو راستہ نہ ملا اور وہ منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکا اور اپنے گھوڑے پر ہی سوار رہا۔

معرکہ آرائی سلطان قطب الدین کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو وہ اپنے لشکر کو مرتب و منظم کر کے سلطان محمود خلجی کے مقابلے پر آیا۔ گجراتیوں کے میمنہ کو شکست ہوئی اور وہ احمد آباد کی طرف بھاگ گیا، لیکن میمنہ نے اہلِ مالوہ کے میسرہ کو مغلوب کر لیا، شکست خوردہ مالویوں کی یہ جماعت اپنے ملک کی طرف واپس چلی گئی، مگر دونوں فرماں روا لڑائی سے باز نہ آئے اور برابر لڑتے رہے، مالویوں کا جو لشکر غالب ہوا تھا اس نے اپنے آپ کو فاتح سمجھا اور گجراتی لشکر کو لوٹنا مارنا شروع کر دیا۔ سلطان قطب الدین کے قول کے لشکری جو قلب لشکر میں جمع ہوئے تھے، انھوں نے سلطان محمود خلجی کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور دشمن کو سخت پریشان کرنے لگے۔

سلطان محمود کا فرار سلطان محمود معرکہ آرائی میں ایسا مصروف ہوا کہ اسے اپنا ہوش تک نہ رہا وہ بے اختیارانہ دشمن سے لڑتا رہا، آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ نہ تو اس کے پاس کوئی سپاہی رہا اور نہ اس کے ترکش میں کوئی تیر مجبور ہو کر وہ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا گجراتیوں کے لشکر میں پہنچ کر شاہی سراپردہ کے گرد گھومنے لگا، اس نے مرصع تاج، کمربند اور بے شمار زر و جواہر اپنے قبضے میں کیئے اور اپنے لشکر سے جو اس کے پیچھے تھا جا ملا، صرف دو سپاہی بھی اپنے بادشاہ سے آملے۔

سلطان محمود کی مالوہ کو واپسی سلطان محمود نے اسی جگہ قیام کیا اور یہ خبر اڑادی کہ وہ اس رات گجراتیوں پر شب خون مارے گا۔ گجراتیوں نے یہ خبر سُنی تو وہ

دیا اور چتوڑ کی بجائے سروہی کے قلعے پر لشکر کشی کی۔ سروہی کا راجہ، رانا کنبھو کا ایک قریبی رشتہ دار تھا قطب الدین نے سروہی کے راجپوتوں سے جنگ کی اور انہیں پسپا کرنے کے لیے بلمیر پہنچا، بادشاہ نے اس علاقے کو تباہ و برباد کیا اور بہت سے غیر مسلموں کو گرفتار کر کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

جنگ اور صلح

فریقین میں کئی مرتبہ معرکہ آرائی ہوئی اور ہر مرتبہ رانا کو شکست ہوئی۔ اس کے لشکر کا ایک بڑا حصہ میدانِ جنگ میں کام آیا، آخر کار رانا خود قلعے سے باہر نکلا اور دشمن سے معرکہ آرا ہوا لیکن شکست کھا کر پھر قلعے کے اندر چلا گیا۔ جب رانا نے یہ دیکھ لیا کہ اب نجات کی کوئی صورت نہیں رہی ہے تو اس نے قطب شاہ سے صلح کی درخواست کی بادشاہ نے یہ درخواست منظور کر لی، اور رانا سے بہت سا قیمتی سامان اور زر و جواہر لے کر احمد آباد واپس آیا۔

محمود خلجی کا سفیر گجرات میں

انہیں دنوں سلطان محمود خلجی کا سفیر تاج خاں گجرات میں آیا اور اس نے خلجی کا پیغام قطب الدین تک پہنچایا کہ "گزشتہ زمانے میں جو واقعات پیش آئے انہیں فراموش کر دینا ہی بہتر ہے ہمیں اب ایک دوسرے کا دوست اور بہی خواہ بن کر رہنے کی ضرورت ہے تاکہ رانا کو جلد از جلد ٹھکانے لگایا جا سکے۔ اس مقصد کو اس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے کہ آپ کا لشکر گجرات سے ملحق علاقوں کو تاخت و تاراج کرے اور میری فوج میوات اور اہیر واڑہ کو فتح کرے اگر اس دوران میں ہمیں ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑے تو اس سلسلے میں ڈھیل کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔" — اس کے بعد طرفین کے علماء و فضلاء یک جا ہوئے اور دونوں فرماں رواؤں میں یہ معاہدہ ہو گیا۔

چتوڑ پر لشکر کشی

سلطان قطب الدین نے ۸۶۱ھ میں ایک زبردست لشکر تیار کیا اور رانا کے ملک کی طرف روانہ ہوا، راستے میں بادشاہ نے قلعہ دیو فتح کر کے اپنے ایک قابلِ اعتماد امیر کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا، انہیں دنوں دوسری طرف سے سلطان محمود خلجی نے بھی رانا کے ملک پر لشکر کشی کی، پہلے تو رانا نے سلطان محمود سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کیا، لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ قطب الدین سروہی سے ہوتا ہوا کنبھایت کی طرف آ رہا ہے تو اس نے سلطان محمود سے جنگ کا ارادہ ترک کیا اور گجراتیوں سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا، فریقین میں عظیم الشان جنگ ہوئی، جس کے نتیجے میں رانا شکست کھا کر اپنے ملک کے ایک درمیانی علاقے میں جو قلعۂ چتوڑ کے قریب واقع تھا۔ چلا گیا۔

رانا کی شکست

سلطان قطب الدین نے رانا کا پیچھا نہ چھوڑا اور اس کے تعاقب میں اس کی

شمس خاں کا ناگور پر قبضہ

شمس خاں نے رانا کنبھو کی شرط منظور کر لی اور اس کے ساتھ لے کر ناگور پر حملہ آور ہوا، مجاہد خاں ان دونوں کا مقابلہ نہ کر سکا، اس لیے اس نے گجرات میں پناہ لی۔ شمس خاں نے قلعے میں داخل ہونے کے بعد اپنی شرط کو پورا کرنے کے لیے قلعے کے کنگروں کو مسمار کرنا چاہا، اہل ناگور کو اس کا بہت افسوس ہوا اور انھوں نے کہنا شروع کیا۔ "اے کاش! شمس خاں جیسے بیٹے کی جگہ فیروز خاں کے گھر لڑکی پیدا ہوئی ہوتی اور وہ لڑکی اپنی عزت کے خیال سے قلعے کو تباہ و برباد نہ ہونے دیتی۔"

رانا کنبھو کی ناکامی و نامرادی

اس لعن طعن کا شمس خاں پر بہت اثر ہوا اور اس نے قلعے کو مسمار کرنے کی بجائے اور زیادہ مضبوط کیا اور رانا کنبھو کو کہلا بھیجا کہ تم نے جس انداز سے اور جس طرح پر میری مدد کی، اس کے لیے میں تمہارا از حد شکر گذار ہوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری شرط پوری نہیں کر سکتا، کیونکہ قلعے کو مسمار کرنا میری قوت سے باہر ہے، اگر میں ایسا کروں گا تو شہر کے تمام لوگ میری جان کے دشمن ہو جائیں گے، لہٰذا اب تمھیں اختیار ہے کہ چاہو تو اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ جنگ کرو۔" یہ پیغام سن کر رانا کنبھو کو اپنی حرکت پر بہت افسوس ہوا اور وہ ناکام و نامراد اپنے علاقے کو واپس چلا گیا۔

رانا کنبھو کا ناگور پر حملہ

چتوڑ واپس جا کر رانا کنبھو نے ایک زبردست لشکر فراہم کیا اور ناگور پر حملہ کر دیا۔ شمس خاں نے قلعہ اپنے سرداران لشکر کے سپرد کیا اور خود امداد لینے کے لیے احمد آباد پہنچا، سلطان قطب الدین نے شمس خاں کی بے حد خاطر و مدارات کی، اور اس کی بیٹی کو اپنے نکاح میں لے لیا، بادشاہ نے شمس خاں کو تو اپنے دربار ہی میں روک لیا اور اپنے معزز امراء رائے رام چند اور ملک گدا وغیرہ کو ناگوریوں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

قطب الدین کا عزم ناگور

گجراتی امراء نے ناگور پہنچ کر رانا کنبھو سے معرکہ آرائی کی لیکن انھیں کامیابی حاصل نہ ہوئی، ان کی فوج کا بڑا حصہ لڑائی میں کام آیا، اور وہ خود میدان جنگ سے بھاگ نکلے، یہ صورتِ حال دیکھ کر سلطان قطب الدین بہت غصے میں آیا اور لشکر لے کر ناگور کی طرف روانہ ہو گیا، لیکن جب وہ قلعہ ایدار کے قریب پہنچا تو اس نے عماد الملک کو دشمن کے مقابلے پر روانہ کیا اور خود راستے میں ٹھہر گیا۔

سروہی کو روانگی

راجہ کنبھو نے عماد الملک کو بھی شکست دی اور یہ امیر بھی نقصانِ عظیم اٹھا کر اپنے ملک واپس آیا، اس شکست کے بعد قطب الدین نے اپنا رُخ بدل

سروہی پر لشکر کشی

اسی سال سلطان قطب الدین نے سروہی پر لشکر کشی کی، اس ملک کا راجہ جو رانا کا قریبی رشتہ دار تھا فرار ہو کر کوہستان کنبل میں پناہ گزیں ہو گیا مگر انہوں نے اس ملک کو خوب بُری طرح لُوٹا اور تباہ کیا۔

رانا کا تعاقب

انہیں دنوں سلطان محمود خلجی نے بھی چتوڑ کے قلعے پر حملہ کیا۔ سلطان قطب الدین نے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا اور رانا کا تعاقب کر کے ادھر اُدھر بھگاتا رہا، یہاں تک کہ رانا کنبل کے قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ بادشاہ نے پہلے تو قلعے کا محاصرہ کر لیا، لیکن چند روز کے بعد اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ محاصرے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا، لہٰذا اس نے محاصرہ اُٹھا لیا چتوڑ اور دوسرے علاقوں کو تباہ و برباد کیا اور بہت سامال غنیمت لے کر اپنے ملک کو روانہ کیا۔

حضرت سیّد قطب عالمؒ کی خدمت میں

چند ماہ کے بعد سلطان قطب الدین حضرت سیّد قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت بادشاہ کے دل میں خیال گزرا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر خداوند تعالیٰ حضرت قطب عالم کی دعا کی برکت سے مجھے ایک بیٹا عطا کرے جو میرے بعد سلطنت و حکومت کا وارث ہو، حضرت سیّدؒ اپنے کشف باطنی سے بادشاہ کی نیت بھانپ گئے اور انھوں نے فرمایا "تمھارا چھوٹا بھائی تمھارے بیٹے ہی کے برابر ہے اور وہی شخص تمھارے خاندان کا نام ہمیشہ ہمیشہ زندہ رکھے گا، لہٰذا تم یہ فکر نہ کرو کہ تمھارا کوئی وارث نہیں ہے۔ حضرت سیّد قطب عالم کی زبان سے یہ کلمات سن کر قطب الدین بہت مایوس ہوا اور اس عالم میں ان کی بارگاہ سے اٹھ آیا۔

قُطب الدّین کا انتقال

اسی دوران میں بادشاہ بیمار پڑ گیا، بیماری نے طوالت کھینچی، بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن شفا نہ ہوئی اور آخرکار اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ قطب الدین نے ۲۳ رجب ۸۶۳ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا اور اسے سلطان محمود کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ وفات کے بعد اس فرماں روا کو "سلطان غازی" کے لقب سے یاد کیا گیا۔

شمس خاں کا قتل

فیروز خاں کا بیٹا شمس خاں جس کی بیٹی سے سلطان قطب الدین نے شادی کی تھی، وہ احمد آباد ہی میں تھا، اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے بادشاہ کو زہر دے کر ہلاک کیا ہے۔ تمام امراء اور ارکین سلطنت نے باہمی اتفاق رائے سے شمس خاں کو اس جرم کی پاداش میں قتل کروا دیا۔

قیام گاہ تک جا پہنچا، یہاں دوبارہ دونوں میں لڑائی ہوئی، شام تک لڑائی ہوتی رہی، آخر کار بغیر کسی نتیجے پر پہنچنے کے دونوں فریق اپنے اپنے خیموں میں واپس چلے آئے، دوسرے روز پھر لڑائی ہوئی، سلطان قطب الدین نے لڑائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بہادری و مردانگی کا ایسا شاندار مظاہرہ کیا کہ اپنے پرائے سبھی تعریف کرنے لگے، اس معرکے میں بھی رانا کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور وہ میدانِ جنگ سے فرار ہو کر پہاڑوں کے دامن میں پناہ گزین ہو گیا۔

صلح

مجبور ہو کر رانا نے اپنے قاصدوں کو سلطان قطب الدین کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح کا طلب گار ہوا۔ رانا نے چودہ من سونا دو بڑے ہاتھی اور دوسرے بہت سے قیمتی تحفے تحائف پیش کر کے قطب الدین سے صلح کر لی اور یہ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی ناگور پر حملہ نہ کرے گا۔

محمود خلجی اور قطب الدین کے تعلقات

سلطان محمود چونکہ گجراتیوں سے پہلے بھی رانا کے ملک میں آ چکا تھا اس لیے سلطان قطب الدین نے اس کی اس حرکت پر افسوس کا اظہار کیا اور اپنے ملک میں واپس آ گیا، اس واقعے کے بعد سلطان محمود خلجی اور سلطان قطب الدین میں جس نوعیت کے تعلقات رہے اور دونوں ایک دوسرے سے جس قسم کا سلوک کرتے رہے اس کی تفصیلی کیفیت سلطان محمود خلجی کے حالات میں بیان کی جائے گی۔

رانا کا ناگور پر حملہ — نقضِ عہد

۸۶۲ھ میں رانا چتوڑ نے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور پچاس ہزار سپاہیوں کی جمعیت کے ساتھ ناگور پر حملہ کر دیا حاکم نے فوراً ایک عریضہ لکھ کر سلطان قطب الدین کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ جس رات حاکم ناگور کا قاصد یہ عریضہ لے کر قطب الدین کی بارگاہ میں پہنچا وہ محفل عیش و عشرت میں شراب نوش کر رہا تھا، قاصد نے ایسے عالم میں بادشاہ کو زحمت دینی مناسب نہ سمجھی اور وہ عماد الملک کے پاس چلا گیا۔ عماد الملک ایک نہایت قابل اور ذہین وزیر تھا، اس نے عریضے کو پڑھا اور فوراً بادشاہ کے پاس پہنچا، بادشاہ اس وقت بھی شراب کے نشے میں دھت تھا، عماد الملک نے بادشاہ کے ہوش میں آنے کا انتظار نہ کیا اور اسے محافے میں سوار کرا کے شہر کے باہر لے آیا۔

رانا کا فرار

دوسرے روز بادشاہ نے سفر کی ایک منزل طے کی اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے ایک ماہ تک اس جگہ قیام کیا، اس دوران میں جاسوسوں اور مخبروں نے رانا کو یہ اطلاع پہنچا دی کہ قطب الدین ناگور کی طرف آ رہا ہے، رانا خوف زدہ ہو کر اپنے ملک کی طرف بھاگ گیا، رانا کے فرار کی خبر سن کر قطب الدین پھر شہر میں آ گیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔

سلطان داؤد شاہ بن احمد شاہ گجراتی ؒ

بدکرداری و بدچلنی

سلطان قطب الدین کے انتقال کے بعد عماد الملک اور دوسرے امراء و ارکین سلطنت نے باہمی مشورے سے بالاتفاق مرحوم بادشاہ کے چچا داؤد شاہ بن احمد شاہ گجراتی کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اس شخص نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی بدمعاشی اور بدچلنی کو اپنا شعار بنایا اور ایک فراش کو "عماد الملک" کا خطاب دے کر اپنا مقربِ خاص بنایا۔

اس بادشاہ کی اکثر حرکات ایسی تھیں جو کسی فرماں روا کے شایانِ شان نہیں ہو سکتیں۔

معزولی

یہ صورتِ حال دیکھ کر وزیر عماد الملک اور دوسرے ارکین سلطنت نے داؤد شاہ کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ سلطان قطب الدین کے چھوٹے بھائی شہزادہ محمود کو تخت پر بٹھایا، جس کی عمر اس وقت صرف چودہ سال تھی، محمود شاہ کی تخت نشینی کے روز عوام و خواص سبھی کو انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ تازی، عربی اور ترکی گھوڑے تقسیم کیے گئے، خلعت، کمر بند، شمشیر مرصع اور زریں خنجر بانٹے گئے نیز علماء و سادات کو ایک کروڑ تنگہ نقد ادا کیا گیا۔

شمس خاں کی بیٹی کی ہلاکت

شمس خاں کی بیٹی جو سلطان قطب الدین سے بیاہی گئی تھی اس پر بہت سختیاں ہوئیں۔ بادشاہ کی والدہ نے اس خاتون کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور پھر اسے بادشاہ کی بیگموں اور کنیزوں کے حوالے کر دیا جنھوں نے اُس بیچاری کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے حسد کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔

سلطان قطب الدین کا کردار

مؤرخین کا بیان ہے کہ سلطان قطب الدین قہر و غضب کا پُتلا تھا ذرا ذرا سی بات پر آگ بگولا ہو جاتا۔ جب وہ شراب پیتا تھا تو اس کے عیب اپنے عروج پر ہوتے تھے اور وہ طرح طرح کی بُرائیوں کا ارتکاب کرتا۔ رحم اور ہمدردی کا مادہ اس کے پاس بھی نہ پھٹکتا، ذرا ذرا سی باتوں پر لوگوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔

سلطان قطب الدین کی مدت حکومت سات (۷) سال سات (۷) ماہ ہے، اس نے یہ سارا عرصہ مستی کے عالم میں گزارا۔ جام شراب اس کے ہاتھوں میں ہر وقت رہتا تھا اور اسی سے اس کی زندگی عبارت تھی۔

آگاہی حاصل کر لی تھی اور اسی وجہ سے وہ ان امراء کی نیت کو بھانپ گیا اور سمجھ گیا کہ ان لوگوں کا بیان سراسر جھوٹ ہے اور عماد الملک پر جو الزام لگایا گیا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے اس کے ساتھ بادشاہ نے یہ اندازہ بھی کر لیا کہ اگر اس وقت اس نے ان مخالف امراء کی ہاں میں ہاں ملائی تو اسے خود تخت سے دستبردار ہونا پڑے گا۔

امراء کا جواب

ان خیالات کے پیشِ نظر بادشاہ نے امراء کو جواب دیا۔ تم لوگوں نے جو کچھ کہا، میں خود اس کو محسوس کر رہا ہوں، عماد الملک کے تیور آج کل کچھ اور ہی ہیں اور اس کے اعمال و اقوال سے بغاوت و سرکشی کی بو آتی ہے۔ میں اب تک محض اس خیال سے خاموش رہا کہ اگر میں نے عماد الملک کو سزا دی تو تم لوگ مجھے بے مروّت اور بد اخلاق سمجھو گے، ورنہ میں اس مردود کو کب کا ٹھکانے لگا چکا ہوتا، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب تم کو بھی اصل حقائق سے آگاہی ہو گئی ہے لہٰذا اب اگر میں عماد الملک کو قید کروں گا تو لوگ مجھے بُرا نہ کہیں گے تم لوگ جو مناسب سمجھو اس سلسلے میں کر گزرو۔

عماد الملک کی گرفتاری

ان امیروں نے عماد الملک کو پا بہ زنجیر کر کے قید کر دینے کی رائے دی بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور عماد الملک کو قلعۂ احمد آباد میں نظر بند کر دیا اس روز تو بادشاہ نے غدّار اور دُوں فطرت امراء کے مشورے پر عمل کر کے اپنی جان بچائی لیکن بعد میں عماد الملک کی رہائی اور غدّار امراء سے نجات حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

بادشاہ کا رویّہ

محمود شاہ کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ فوج کے تمام سردار اور ارکینِ سلطنت غدار امراء کے تابع ہیں لہٰذا اس نے کسی کو اپنا رازدار نہ بنایا، بادشاہ نے یہ اپنا شعار بنا رکھا تھا کہ ہر موقعے پر خواہ جلوت ہو خواہ خلوت، یہی کہتا تھا کہ۔ "عماد الملک میرا جانی دشمن ہے ایسے شخص کا زندہ رہنا کسی طرح بھی مناسب نہیں، میں اس مردود کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا اور اگر کسی امیر نے اس کی سفارش کی تو مجھے بہت بہت افسوس ہوگا۔ غدّار امراء بادشاہ کی یہ بات سن کر دل ہی دل میں بہت خوش ہوئے تھے، ظاہر ہے انھیں سفارش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

شب بیداری

ایک رات سلطان محمود شاہ انھیں خیالات میں کھویا ہوا تھا کہ ساری رات جاگتے جاگتے ہی گزر گئی۔ صبح جب نوبت سلطانی بجائی گئی تو وہ محل کے ایک دریچے میں بیٹھ کر باہر کی پر لطف فضا سے محظوظ ہونے لگا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اچانک بادشاہ کی نظر

سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور بہ سلطان محمود بیگڑہ

عماد الملک کا اقتدار

مؤرخین کا بیان ہے کہ سلطان محمود شاہ کی تخت نشینی کے بعد سلطنت کے تمام اُمور کی باگ ڈور عماد الملک وزیر کے ہاتھ آگئی، اور اس طرح حکومت میں بڑی رونق پیدا ہوگئی، ملک کے تمام باشندے خوش ہوئے اور انھوں نے بلا چون و چرا محمود شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

عماد الملک کی مخالفت

ملک کے بعض نامی گرامی امراء عضد الملک، صفی الملک اور حسام الملک، وغیرہ جو گجرات کے بہترین حصوں کے جاگیردار تھے، عماد الملک کے اقتدار اور غلبے سے رنجیدہ خاطر ہوئے اور انھوں نے اس وزیر کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کر دی ان امراء نے محمود شاہ کی تخت نشینی کے چند ماہ بعد آپس میں طے کیا کہ اگر بادشاہ نے عماد الملک کو معزول نہ کیا تو ہم خود بادشاہ کو معزول کر کے اس کے چھوٹے بھائی حسن خاں کو بادشاہ بنا دیں گے۔

مخالف اُمراء کی بادشاہ سے گذارش

نظام الدین حسن کی روایت ہے کہ عماد الملک کے مخالف امراء بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے عرض کیا۔

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ عماد الملک اپنے بیٹے شہاب الدین کو بادشاہ بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے وہ ملک مغیث کی پیروی کر کے مالوہ کی طرح گجرات میں بھی شاہی خاندان کو حکومت سے محروم کرنا چاہتا ہے اور "مظفر شاہی" خاندان کے بجائے "عماد شاہی خاندان" میں حکومت منتقل کرنا چاہتا ہے عماد الملک کا یہ منصوبہ انتہائی خطرناک ہے اور اگر وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گیا تو مظفر شاہی خاندان کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا، اس لیے بہتر یہی ہے کہ عماد الملک کا قدم جلد از جلد درمیان سے اٹھا دینا چاہیئے۔

بادشاہ کی ذہانت

محمود شاہ نے امراء کا معروضہ بڑے غور سے سنا۔ اگرچہ وہ کم سن اور ناتجربہ کار تھا لیکن اس نے اپنی ذہانت اور عقل مندی سے دنیا کے نشیب و فراز سے

ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچلواؤں" نگہبانوں کو بھلا اب کیا تامل ہو سکتا تھا۔ انھوں نے فوراً عماد الملک کو بادشاہ کے حضور میں پہنچا دیا۔ بادشاہ نے عماد الملک کو دیکھتے ہی اس کو رہا کر دیا۔

خوف و ہراس کی لہر

سب لوگ یہ صورتِ حال دیکھ کر سٹپٹا گئے۔ امرائے حاسد کے حاشیہ بردار جو عماد الملک کی نگہبانی پر مقرر تھے، بہت زیادہ پریشان ہوئے، ان میں سے بعض تو ایسے خوف زدہ ہوئے کہ انھوں نے کوٹھوں سے گر کر خودکشی کر لی اور بعضوں نے آہ و فریاد کر کے آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔

امرائے حاسد کا ارادۂ جنگ

صبح کے بعد بادشاہ جھروکہ میں آیا۔ تمام امرائے مجرئی کے لیے شاہی بارگاہ میں حاضر ہوئے، سلطان محمود شاہ نے عماد الملک کو اپنے پہلو میں کھڑا کیا اور اسے اپنا رومال دے کر مگس رانی کی خدمت انجام دینے کو کہا۔ غدار اُمرا یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے، حسد کے مارے ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ حاجی محمد قندھاری کی روایت کے مطابق یہ امرا تین ہزار سواروں اور پیادوں کی جمعیت لے کر شاہی محل کی طرف لڑائی کے ارادے سے بڑھے۔

شاہی جماعت کی پریشانی

ان امیروں نے طبل کی آوازوں سے آسمان کو سر پر اُٹھا لیا اور زمین کو ہلا دیا اور معرکہ آرائی کے لیے تیار ہو گئے، بادشاہ کے پاس اس وقت صرف تین سو (۳۰۰) آدمی تھے، یہ لوگ سخت پریشان ہوئے، ان میں سے کسی نے کہا کہ لال محل میں پناہ گزین ہو کر دروازوں کو اچھی طرح مقفل کر لینا چاہیے، کسی نے کہا کہ تمام خزانہ ساتھ لے کر یہاں سے چلا جانا چاہیے اور کسی دوسری جگہ قیام کرنا چاہیے۔

بادشاہ کا ارادۂ جنگ

سلطان محمود نے متذکرہ بالا آرا میں سے کسی رائے کو پسند نہ کیا، اس نے بہت غور و خوض کے بعد باغیوں سے لڑائی کرنے کا ارادہ کر لیا اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر تین سو (۳۰۰) سپاہیوں اور دو سو ہاتھیوں کا مختصر لشکر لے کر باغیوں کی سرکوبی کے لیے نیچے اُترا، بادشاہ کی یہ ہمت قابلِ داد ہے، ظاہر ہے کہ جو لوگ فرماں روائی کے مستحق ہوتے ہیں اور جن کی قسمت میں حکمرانی لکھی ہوتی ہے وہ دشمن کی کمی یا زیادتی سے قطعاً ہراساں نہیں ہوتے۔

فوجی افسروں کا بروقت اقدام

جب لوگوں میں بادشاہ کے سوار ہونے اور عماد الملک کے ہم رکاب ہونے کی خبر عام ہوئی تو ملک کے تمام فوجی افسروں، ارکینِ دولت اور امرائے خاصہ خیل نے باغیوں کا ساتھ چھوڑ دیا، ان میں سے بعض تو گوشہ نشین ہو گئے

فیل خانے کے گماشتہ ملک عبداللہ پر پڑی جو محل کے نیچے مؤدب کھڑا ہوا تھا۔ عبداللہ بادشاہ سے کچھ عرض کرنا چاہتا تھا، لیکن شاہی رُعب و دبدبہ کی وجہ سے اس کی ہمت نہ پڑتی تھی، بادشاہ اس کی اس حالت کو بھانپ گیا اور اُس نے عبداللہ سے کہا " تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو، بلا خوف و خطر کہو "

عبداللہ کا معروضہ

عبداللہ نے یہ دیکھ کر اس وقت بادشاہ تنہا ہے، عرض کیا " عماد الملک جیسا عالی دماغ اور ہمدرد امیر سارے ملک میں نہیں ہے، امرا و نے اس کے خلاف حضور سے جو کچھ بیان کیا ہے وہ محض جھوٹ ہے اور اس کی حیثیت ایک بے بنیاد الزام سے زیادہ نہیں ہے، یہ حاسد اور دون فطرت امراء حضور کے حقیقی بدخواہ ہیں اور خاکم بدہن آپ کو معزول کر کے شہزادہ حسن خاں کو والیٔ گجرات بنانا چاہتے ہیں "

بادشاہ کا جواب

بادشاہ نے عبداللہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر اس کی بے حد تعریف کی اور اس سے کہا۔ تم نے بہت اچھا کیا جو اصل حقیقت سے مجھے آگاہ کر دیا۔ ورنہ میں تو آج عماد الملک کو تلوار کے گھاٹ اُتارنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ بہرحال اب تم کسی سے میری اور اپنی گفتگو کا ذکر نہ کرنا اور صبح صادق کے وقت تمام ہاتھیوں کو مستعد کر کے شاہی بارگاہ میں پہنچا دینا۔

اُمراء سے گفتگو

جب سورج طلوع ہوا، تو بادشاہ کے معتمد امراء ملک شرف، ملک حاجی، ملک بہاء الدین، ملک کافور اور ملک عین الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سلطان محمود شاہ نے ملک شرف سے کہا۔ عماد الملک کے واقعے نے مجھے اس حد تک پریشان کر رکھا ہے کہ آج رات میں مطلقاً نہیں سویا، لہٰذا اسے جلد از جلد میرے حضور پیش کرو تاکہ میں اسے خود اپنے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اتاروں۔

ملک شرف فوراً اُٹھا اور عماد الملک کو بادشاہ کے حضور میں پیش کرنے کے لیے لینے چلا گیا قید خانے کے نگہبانوں نے عماد الملک کو ملک شرف کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور کہا " ہم بغیر عضد الملک کی اجازت کے مجرم کو کسی کے سپرد نہیں کر سکتے " ملک شرف یہ جواب پا کر آ گیا، اور اس نے بادشاہ کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔

عماد الملک کی رہائی

بادشاہ خود اُٹھا اور برج کے اُوپر آ کر اس نے بلند آواز سے نگہبانوں کو کہا۔ مجرم کو جلد از جلد میرے حضور میں پیش کیا جائے تاکہ میں اسے

نظام شاہ بہمنی کا خط

نظام شاہ بہمنی والیٔ احمد آباد بیدر نے ۸۶۶ھ میں سلطان محمد شاہ کے نام ایک خط لکھا، جس میں یہ درج تھا۔ سلطان محمود خلجی کا دستِ تظلم طرح طرح کے فتنے بیدار کر رہا ہے، اس نے دکن اور اہلِ دکن کا ناک میں دم کر رکھا ہے، آپ کی بلند ہمتی سے پوری توقع ہے کہ آپ دکنیوں کو اپنی امداد و اعانت سے سرفراز کریں گے۔

امراء کا مشورہ

یہ خط پڑھتے ہی سلطان محمود گجراتی نے سفر کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اس پر امراء دارا کینِ سلطنت نے بادشاہ سے عرض کیا "موجودہ وقت انتہائی نازک ہے، داؤد شاہ جو ایک ہفتے تک تختِ حکومت پر بیٹھ چکا ہے، موقعے کا منتظر ہے اور تاک میں لگا ہوا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ تمام ممالکِ محروسہ ابھی تک پوری طرح ہمارے زیرِ نگیں نہیں آئے، لہٰذا حضور کا غیروں کی مدد کے لیے پایۂ تخت کو چھوڑ کر ایک طویل سفر کے لیے نکلنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے"۔

بادشاہ کا جواب

یہ سُن کر نوجوان اور پُرجوش بادشاہ نے جواب دیا "اگر افلاک اور عناصر آپس میں اختلاط نہ کریں تو عالمِ آب و خاک و باد و آتش تباہ و برباد ہو جائے اسی طرح اگر تمام انسان آپس میں میل جول نہ رکھیں اور ایک دوسرے کے کام نہ آئیں تو دُنیا کے تمام کام رُک جائیں، میں ایک نیک ارادے سے یعنی اہلِ دکن کی مدد کرنے کے لیے سفر اختیار کر رہا ہوں، مجھے پورا پورا یقین ہے کہ خداوند تعالیٰ کی مہربانی سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا، اور میری سلطنت تمام بلاؤں سے محفوظ رہے گی"۔

امراء کا دوسرا مشورہ

یہ سن کر امرائے سلطنت نے کہا "اگر حضور ہر حالت میں اہلِ دکن کی مدد کرنا ہی چاہتے ہیں تو اس کی بہتر صورت یہی ہے کہ آپ ایک زبردست فوج مالوہ کی طرف روانہ کر دیں، ہمیں یقین ہے کہ اس لشکر کشی سے محمود خلجی حواس باختہ ہو کر دکن سے دست بردار ہو جائے گا اور اپنے ملک کی راہ لے گا"۔

سلطان محمود گجراتی کی روانگی

بادشاہ کو یہ مشورہ بھی پسند نہ آیا اور اس نے امراء کی باتوں کو اہمیت نہ دی اور اپنا لشکر مع پانچ سو (۵۰۰) قوی ہیکل ہاتھیوں کو لے کر نکل پڑا، سلطان محمود شاہ گجراتی بڑی برق رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ندربار پہنچا، دکن کا مشہور و معروف امیر خواجہ کاواں اس مقام پر بادشاہ سے آملا اور بادشاہ سے امداد حاصل کر کے سلطان محمود خلجی کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

اور بعض بادشاہ کے لشکر میں آ گئے، احمد آباد میں ایک عجیب و غریب ہنگامہ برپا ہو گیا اور تمام محلے تباہ و برباد ہو گئے۔

باغیوں کا فرار

بادشاہ کے رعب و دبدبہ اور اقبال نے اپنا کام کیا اور بغیر خوں ریزی کے باغیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ اس قدر حواس باختہ ہوئے کہ شہر سے بھاگ گئے۔

برہان الملک کی ہلاکت

برہان الملک بہت بھاری جسم کا آدمی تھا، اس میں بھاگنے کی ہمت نہ تھی، تھوڑی دور چل کر اس کا سانس پھولنے لگا، اس لیے وہ قصبہ سرکج کے قریب ٹوٹے ہوئے پل اور سابرمتی کے گندے نالوں میں چھپ گیا، اتفاق سے اُن دنوں ایک خواجہ سرا حضرت شیخ کنبو کی زیارت کے لیے جا رہا تھا، اس نے برہان الملک کو دیکھ کر پہچان لیا، اور اسے گرفتار کر کے شاہی بارگاہ میں لے آیا۔ سلطان محمود نے اس باغی امیر کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈال کر مروا دیا۔

عضد الملک کا قتل

عضد الملک فرار ہو کر اپنے ملازمین کی ایک جماعت کے پاس پناہ گزیں ہوا اس نے چونکہ اپنی امارت کے زمانے میں بہت سے بے گناہ ملازموں کو قتل کروایا تھا، اس لیے مقتولین کے متعلقین نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر بادشاہ کے پاس بطور تحفہ روانہ کر دیا۔

بقیہ باغی امراء کا حشر

حسام الملک اپنے بھائی رکن الدین کوتوال کے پاس چلا گیا اور وہاں سے دونوں بھائی مالوہ کی طرف بھاگ گئے، صفی الملک کو گرفتار کر لیا گیا، چونکہ اس کا جرم کچھ زیادہ نہ تھا، اس لیے اسے موت کی سزا نہ دی گئی، بلکہ عمر بھر کے لیے قلعہ دیپ میں نظر بند کر دیا گیا۔

عماد الملک کی گوشہ نشینی

اس فتح کے بعد عماد الملک نے دنیا کے حالات پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ بے وفا زمانہ کبھی کسی کا ساتھ نہیں دیتا، اس سے علیحدگی ہی میں عافیت ہے، یہ سوچ کر وہ بادشاہ کی ملازمت سے مستعفی ہو گیا اور اس نے اپنی بقیہ عمر خداوند تعالیٰ کی عبادت میں گزار دی۔ بادشاہ نے عماد الملک کی درخواست منظور کر لی اور اسے وزارت سے سبکدوش کر کے، اس کے بڑے بیٹے شہاب الدین احمد "ملک اشرف" کا خطاب دے کر امرائے کبار میں داخل کیا۔

قلعۂ باور کا استحکام

قلعۂ باور ہندوستان بھر میں اپنی نوعیت کی واحد عمارت ہے، بلندی میں یہ آسمان کے برابر ہے اور استحکام و مضبوطی میں سد سکندری کی مانند ہے یہ قلعہ سلطان محمود گجراتی کے متذکرہ بالا حملے سے پہلے مسلمانوں کے قبضے میں آیا تھا، ملک دون کا راجہ جو ایک ہزار موضعوں کا مالک تھا، اس قلعے کی مضبوطی اور بلندی پر بہت زیادہ نازاں تھا اور بڑے سے بڑے دشمن کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اس راجہ نے ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ایک زبردست گروہ کو مختلف راستوں پر متعین کر رکھا تھا اور یہ لوگ مسافروں کو تنگ کرتے رہتے تھے۔

مالِ غنیمت

سلطان محمود گجراتی نے قلعہ باور کے تمام خزانوں پر قبضہ کر لیا۔ راجہ کو خلعت عطا فرمایا اور اس کے ملک کی حکومت پھر اس کو بخش دی، اس کے بعد بادشاہ بیشمار دولت اور مالِ غنیمت لے کر گجرات روانہ ہوا اور وطن پہنچ کر رعایا کی فلاح و بہبود کے کاموں میں مصروف ہوا، اس نے عمارات تعمیر کرنے اور ملک کی آبادی بڑھانے کی طرف بھی توجہ کی۔

ایک سلحدار کا قتل

۷۰ھ میں بادشاہ شکار کھیلنے کے لیے احمد نگر روانہ ہوا۔ راستے میں بہاء الملک بن الف خاں نے بغیر کسی قصور کے ایک سلحدار کو قتل کر دیا اور قصاص کے خوف سے ابدر کی طرف بھاگ گیا، بادشاہ کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے ملک حاجی اور عضد الملک کو بہاء الملک کے تعاقب میں روانہ کیا، ان دونوں امیروں نے بہاء الملک کی جان بچانے کی خاطر یہ ترکیب کی کہ بہاء الملک کے دو ملازموں کو دولت دے کر اس امر پر راضی کر لیا کہ وہ دونوں اپنے آپ کو سلحدار کا قاتل تسلیم کریں۔

بے گناہوں کی سزا یابی

ان امیروں نے ملازموں کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ بادشاہ بہت رحم دل ہے، وہ زیادہ باز پرس نہ کرے گا اور تمہیں معاف کر دے گا۔ نیز ان دونوں سے یہ وعدہ بھی کیا کہ امراء ان دونوں کی سفارش کریں گے اور اس طرح انہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے گا، ان ملازموں نے متذکرہ بالا امراء کی رائے پر عمل کیا اور بادشاہ کے سامنے قتل کا اقرار کر لیا۔ بادشاہ نے علماء سے فتویٰ لے کر ان دونوں کو قتل کروا دیا۔

عماد الملک اور بہاء الملک کا قتل

شکار کھیلنے کے بعد بادشاہ جب اپنے ملک پہنچا تو اس کو سلح دار کے اصل اور جعلی قاتلوں کی کیفیت معلوم ہو گئی سلطان محمود گجراتی بہت غصے میں آیا، اور اس نے باوجود اس کے کہ عماد الملک اور بہاء الملک دونوں ہی بہت نامی گرامی امیر تھے، ان دونوں کی کھال کھنچوا کر اس میں بھُس بھروا دیا۔

محمود خلجی کی پریشانی

سلطان محمود خلجی خوف زدہ ہو کر بیدر کی طرف بھاگ گیا اور اس نے دولت آباد کے راستے سے اپنے ملک جانے کا ارادہ کیا، لیکن یہ راستہ تو گجراتیوں نے مسدود کر رکھا تھا، اس لیے وہ برار کی طرف روانہ ہوا اور ایلچ پور کی طرف سے ہوتا ہوا جنگلوں اور صحراؤں میں سفر کرتا ہوا مالوہ پہنچا۔

اس کے بعد نظام شاہ بہمنی نے اپنا صاحب بھیج کر محمود گجراتی کا شکریہ ادا کیا اور بادشاہ اپنے ملک کو واپس آ گیا۔

سلطان محمود گجراتی کا عزم دکن

سلطان محمود خلجی نے ۸۶۷ھ میں دوبارہ دکن پر لشکر کشی کی، اس بار بھی بہمنی بادشاہ نے محمود گجراتی سے مدد کی درخواست کی، بادشاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور دکن کی طرف روانہ ہوا۔ خلجی بادشاہ نے جب گجراتی فرماں روا کی آمد کی خبر سنی تو اس نے صرف دولت آباد تک کے علاقے ہی میں لوٹ مار کی اور بہت سا مالِ غنیمت لے کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

محمود گجراتی کا خط محمود خلجی کے نام

اس کے بعد گجراتی فرماں روا، بہمنی بادشاہ کی طرف سے ہدیے اور تحفے وصول کر کے اپنے ملک روانہ ہوا، وطن پہنچ کر بادشاہ نے محمود خلجی کے نام ایک خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا: "بغیر کسی وجہ کے مسلمانوں کے ملکوں کو تباہ و برباد کرنا مذہب اسلام کے قوانین کے سراسر منافی ہے، لیکن اگر مذہب اور اخلاق کو نظر انداز کر کے ایسی حرکت کی جائے تو پھر میدانِ جنگ سے آنکھیں چرا کر بھاگ نکلنا جرأت و مردانگی کے خلاف ہے"۔

محمود خلجی کا جواب

سلطان محمود خلجی نے اس خط کے جواب میں تحریر کیا۔ "اگر آپ نے اہل دکن کی مدد کا ارادہ کر لیا ہے، تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی دکن پر لشکر کشی نہ کروں گا"۔

قلعہ باور اور بندرگاہ دوں پر حملہ

سلطان محمود گجراتی نے ۸۶۹ھ میں قلعہ باور اور بندرگاہ دوں پر جو گجرات اور مالوہ کے درمیان واقع ہیں، لشکر کشی کی، قلعے کے حاکم نے چند ایک مرتبہ بادشاہ سے لڑائی کی لیکن ہر بار اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا، آخر کار اس نے مجبور ہو کر بادشاہ سے امان طلب کی، بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا اور حاکم قلعہ نے قلعہ سلطان محمود گجراتی کے سپرد کر دیا۔

درّے میں داخل ہو گیا۔

راجہ کرنال سے جنگ

کرنال کے راجہ کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو وہ شکار کے بہانے سے اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے نیچے اُترا اور درّہ مہابلہ کی طرف روانہ ہو گیا، راجپوتوں نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان تعداد میں بہت کم ہیں تو انھوں نے اپنی فتح کو یقینی سمجھ کر لڑائی شروع کر دی، لیکن راجپوتوں کا خیال صحیح نہ تھا، کیونکہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مسلمانوں کو امداد پہنچتی رہتی تھی، اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بے شمار راجپوت تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔

مندروں کی دولت پر قبضہ

رائے مندلک کی بُری حالت ہوئی۔ وہ پریشان ہو کر اپنے قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ مسلمانوں نے درّہ مہابلہ سے بہت سے قیدیوں کو گرفتار کیا اور پھر یہاں سے کرنال کے حوالی مندروں کی طرف روانہ ہوئے۔ برہمنوں اور راجپوتوں کی اس جماعت نے جو ان مندروں کی حفاظت پر مامور تھی، مسلمانوں کا مقابلہ کیا، لیکن مسلمانوں نے اس جماعت کو اپنی بہادری سے قتل کیا اور مندروں کی تمام دولت پر قبضہ کر لیا، اس روز بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے دو تین غیر مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

رائے مندلک کی اماں طلبی اور بادشاہ کی واپسی

سلطان محمود شاہ کا ارادہ تھا کہ اطراف کرنال میں بھی، فوج روانہ کی جائے، لیکن رائے مندلک نے بادشاہ کے اس ارادے سے مطلع ہو کر اپنے کچھ عزیزوں کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور امان طلب کی۔ سلطان محمود نے یہ سوچ کر کہ ان گنت قیدی اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں نے حاصل کر لیا ہے، دوسرے یہ کہ گرمی کی شدت اس علاقے میں زیادہ دیر ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ یہی طے کیا کہ اس سال صرف پیش کش ہی پر اکتفا کی جائے، لہٰذا وہ اس کے بعد احمد آباد واپس آگیا۔

مندلک پر لشکر کشی

سلطان محمود کو جو مندلک پر لشکر کشی کرنے کے بہانے کی تلاش میں تھا ۸۷۴ھ میں یہ اطلاع ملی کہ مندلک کا راجہ اپنے آپ کو خود مختار فرماں روا سمجھتا ہے اور بادشاہوں کی طرح سر پر تاج مرصع رکھتا ہے، تخت پر بیٹھتا ہے، نیز بادشاہی کے دوسرے لوازم چتر و دورباش وغیرہ بھی استعمال کرتا ہے۔ سلطان محمود کو راجہ کی یہ حرکت بہت ناگوار گذری اس نے فوراً چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) سپاہیوں کا ایک لشکر مندلک کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کو

آنحضرت صلعم کی زیارت

۸۷۲ھ میں بادشاہ نے عالمِ خواب میں حضرت محمد صلعم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آنحضرت صلعم نے بادشاہ کو اپنے خوانِ کرم سے دو طبق مرحمت فرمائے، اس مبارک خواب کی تعبیر یہ کی گئی کہ عنقریب بادشاہ کو دو عظیم الشان نعمتیں حاصل ہوں گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بادشاہ نے دوآن اور کرنال کے دو ملک فتح کیے۔

قلعۂ کرنال

کرنال کا قلعہ ایک پہاڑ پر واقع ہے، جو بہت ہی اونچا ہے۔ دہلی کے تمام بادشاہوں اور ہندوستان کے تمام راجاؤں نے اس قلعے کو فتح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ سعادت سلطان محمود شاہ گجراتی ہی کے لیے رکھی تھی اور اسی نے اس قلعے کو فتح کیا۔

محل وقوع

جس پہاڑ پر کرنال کا قلعہ واقع ہے اس پہاڑ کے آس پاس بھی کئی پہاڑ ہیں، جو قلعے کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں میں ان گنت درّے ہیں اور ہر درّہ کسی نہ کسی نام سے مشہور ہے، ان درّوں میں سے ایک کا نام درّہ موذری ہے جس کے سامنے وہ مضبوط قلعہ ہے، جسے آج کل جوناگڑھ کہا جاتا ہے۔ ایک اور مشہور و معروف درّہ بھی ہے، جسے درّہ "مہابلہ" کہا جاتا ہے، اس ملک پر راجہ مندلک اور اس کے بزرگ قابض تھے، سلطان محمد تغلق اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے علاوہ کسی اور بادشاہ نے کرنال کے ملک پر لشکر کشی نہ کی تھی۔

کرنال پر لشکر کشی

سلطان محمود شاہ نے خداوند تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کر کے اور آنحضرت صلعم کے عطیہ مبارک کی تعبیر سے مطمئن ہو کر کرنال کا سفر اختیار کیا۔ جب بادشاہ کرنال سے چالیس (۴۰) کوس دور رہ گیا تو اس نے اپنے خالو تغلق خاں کے مشورے سے اپنی فوج سے سترہ سو (۱۷۰۰) تجربہ کار سپاہی منتخب کیے اور اسی قدر عربی، عراقی اور ترکی گھوڑے ساتھ لیے بادشاہ اپنے ان سپاہیوں کے ہمراہ درّہ مہابلہ پر پہنچ گیا۔

درّۂ مہابلہ میں داخلہ

راجپوتوں کا ایک گروہ جو برادران کے نام سے مشہور تھا، درّے کی حفاظت پر متعین تھا، اس گروہ کے راجپوت گجراتیوں کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے آئے۔ ان راجپوتوں نے درّے کی حفاظت کی بہت کوشش کی، لیکن چونکہ انھیں پہلے سے دشمن کی آمد کی خبر نہ تھی، اس لیے وہ لڑائی کے وقت پوری طرح تیار نہ تھے، سلطان محمود کے لشکر نے بھی بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ راجپوت اس معرکے میں مارے گئے اور گجراتیوں کا لشکر

کو جمع کر کے انھیں کرنال اور جوناگڑھ کے قلعوں کو فتح کرنے کا حکم دیا۔ اس مقصد کے لیے بادشاہ نے ایک دن اور ایک رات میں ایک کروڑ روپیہ سپاہیوں میں تقسیم کیا۔ اس کے علاوہ ڈھائی ہزار (۲۵۰۰) عربی گھوڑے بھی سپاہیوں کو دیئے، نیز پانچ ہزار تلواریں، سات سو (۷۰۰) مرصع کمر بند اور سترہ سو (۱۷۰۰) سونے کے دستے والے خنجر بھی بانٹے گئے۔

رائے مندلک کی درخواست

ان تمام عطیات کی تقسیم کے بعد بادشاہ مہم پر روانہ ہوا، سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا کرنال سے ملحق ملک سورت میں پہنچا۔ رائے مندلک نے بادشاہ سے یہ کہا "میں تمام عمر حضور کا مطیع و فرمانبردار رہا ہوں اور کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی کہ جو آپ کی مرضی کے خلاف ہو۔ آپ کو اس وقت جس قدر پیش کش کی ضرورت ہو، آپ فرمائیں، میں حاضر کرنے کو تیار ہوں"۔

رائے مندلک قلعہ جوناگڑھ میں

بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا "مجھے کسی پیش کش کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں اس ملک کو فتح کرنا چاہتا ہوں، تاکہ مذہب اسلام کو اس علاقے میں پھیلایا جا سکے"۔ یہ جواب پاکر اور مسلمانوں کے لشکر کا اندازہ کرکے رائے مندلک راتوں رات فرار ہو گیا اور جوناگڑھ کے قلعے میں جو راستے میں واقع ہے، پناہ گزیں ہوا۔

راجپوتوں سے لڑائیاں

دوسرے روز بادشاہ نے اس مقام سے کوچ کیا اور جوناگڑھ کے قلعے کے نواح میں قیام کیا۔ سلطان محمود شاہ نے اپنی فوج کا ایک حصہ قلعے کے قریب روانہ کیا، راجپوتوں نے حصار سے باہر نکل کر مسلمانوں سے جنگ کی لیکن شکست کھا کر پھر قلعے کے اندر چلے گئے، دوسرے روز پھر معرکہ آرائی ہوئی، اس میں بھی مسلمانوں نے راجپوتوں کو شکست دی۔

قلعہ کشائی کی تدبیر

تیسرے روز بادشاہ نے خود حملہ کیا۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی چوتھے روز بادشاہ کی بارگاہ قلعے کے قریب نصب کی گئی اور مسلمانوں نے قلعہ کشائی کا تمام سامان درست کیا۔ راجپوت مسلمانوں سے لڑنے کے لیے قلعے سے بار بار باہر نکلتے اور شکست کھا کر پھر واپس چلے جاتے۔ ایک روز لڑائی میں راجپوتوں نے عالم خاں فاروقی کے مورچے پر حملہ کر کے اسے شہید کر دیا۔

جوناگڑھ کے قلعے کی فتح

یہ محاصرہ سال کے آخر تک جاری رہا۔ اس وجہ سے رائے مندلک

یہ حکم دیا کہ اگر راجہ بادشاہت کے لوازم یعنی تاج و تخت وغیرہ تمہارے حوالے کر دے تو تم اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کرنا۔ بصورتِ دیگر اس کے ملک کو فتح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

راجہ کی اطاعت

راجہ مسلمانوں کے اس عظیم الشان لشکر کی آمد کی خبر سن کر بہت پریشان ہوا، اس میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ ان مسلمانوں کا مقابلہ کرتا، لہٰذا اس نے اطاعت ہی میں عافیت دیکھی، مسلمانوں نے راجہ سے جو کچھ طلب کیا، راجہ نے بغیر کچھ کہے سنے ان کے حوالے کر دیا اور اس طرح اپنی عزت اور جان کی حفاظت کی، نظام الدین احمد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے رائے مندلک سے جس قدر بھی مالِ غنیمت حاصل کیا وہ ایک محفلِ عیش و طرب میں اربابِ نشاط میں تقسیم کر دیا گیا۔

ملک کی آبادی

۸۷۳ھ ہجری میں بادشاہ نے شکار کے بہانے سے سفر اختیار کیا اور اپنی سلطنت کے کئی شہروں کا معائنہ کیا۔ اسی سال بادشاہ نے اس امر کی طرف بھی توجہ کی کہ اس کے ملک کا کوئی حصہ غیر آباد اور ویران نہ رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورا ملک معمور اور آباد ہو گیا

ایک مست ہاتھی کا ہنگامہ

۸۷۴ھ کا واقعہ ہے کہ ایک روز سلطان محمود شاہ ایک ہاتھی پر سوار ہو کر باغِ ارم کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ایک دوسرا ہاتھی مستی کے عالم میں اپنی زنجیر تڑوا کر بھاگا، اس کی دیکھا دیکھی دوسرے ہاتھی بھی قابو سے نکل گئے مست ہاتھی بھاگتا ہوا بادشاہ کے ہاتھی کے سامنے آیا اور اسے دو تین ٹکریں ماریں، بادشاہ کا ہاتھی ایک دم بھاگ نکلا، مست ہاتھی نے تعاقب کیا اور بادشاہ کے ہاتھی کو ایک اور ٹکر ماری، اس بار بادشاہ کے پاؤں پر چوٹ آئی اور خون بہنے لگ گیا۔

بادشاہ کی بہادری

بادشاہ نے اپنی چوٹ کی بالکل پروا نہ کی اور اپنی فطری بہادری سے کام لے کر مست ہاتھی کی پیشانی پر ایک نیزہ مارا، جس سے ہاتھی بری طرح زخمی ہو گیا، اس ہاتھی نے تلملا کر ایک اور ٹکر ماری، بادشاہ نے اس بار بھی اسے ایک نیزہ رسید کیا۔ ہاتھی نے تیسری بار پھر ٹکر لگائی، اس بار بادشاہ نے بہت زور سے نیزہ مارا، ہاتھی اس ضرب سے بہت بے تاب ہوا اور وہاں سے بھاگ گیا، بادشاہ اس کے بعد اپنے محل میں آیا اور اپنی جان کی سلامتی پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور صدقہ و خیرات تقسیم کی۔

کرنال اور جونا گڑھ پر حملے کی تیاریاں

اس واقعے کے بعد بادشاہ نے امراء اور ارکینِ سلطنت

تاریخ گجرات کا مصنف شیخ سکندر بیان کرتا ہے کہ بعض لوگوں نے رائے مندلک کے مشرف بہ اسلام ہونے کی روایت یوں بیان کی ہے کہ بادشاہ نے رائے مندلک کو اپنے ملازمین میں داخل کرلیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر احمد آباد روانہ ہوا، راستے میں بادشاہ حضرت شاہ عالمؒ کے وطن اور آستانہ مبارک رسول آباد سے گزرا۔

حضرت شاہ عالمؒ

حضرت شاہ عالم کے آستانے پر اَن گنت لوگ تھے، راجہ نے یہ ہجوم دیکھا اور دریافت کیا کہ "یہ کس امیر کی بارگاہ ہے"؟ مسلمانوں نے جواب دیا کہ "یہ کسی امیر کی بارگاہ نہیں بلکہ حضرت شاہ عالم کا آستانہ مبارک ہے"۔ راجہ نے پھر یہ سوال کیا کہ "یہ بزرگ کس بادشاہ کے ملازم اور کس فرماں روا کے حلقہ بگوش ہیں؟" مسلمانوں نے راجہ کو بتایا، کہ "حضرت شاہ عالم کو کسی دنیاوی بادشاہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ خداوند تعالیٰ ہی کو اپنا بادشاہ سمجھتے ہیں اور اُسی کے ملازم اور حلقہ بگوش ہیں"۔ یہ سن کر رائے مندلک کو ان بزرگ کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔

حضرت شاہ عالمؒ کا فیضان

بادشاہ کچھ دیر کے لیے اس مقام پر ٹھہرا اور راجہ کو ساتھ لے کر حضرت شاہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُن بزرگ کے مقدس چہرے پر نظر پڑتے ہی رائے مندلک کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی وہ حضرت شیخ صاحبؒ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوا اور ان کے مریدوں میں داخل ہوگیا۔

مصطفیٰ آباد کا سنگِ بنیاد

سلطان محمود شاہ نے اس خیال سے کہ اس علاقے میں اسلام کا نام اونچا ہو، مصطفیٰ آباد کے نام سے ایک شہر کی بنا ڈالی، بادشاہ نے بہت سی بلند عمارات اور مساجد تعمیر کروائیں اور اُمراء کو بھی حکم دیا کہ وہ اس شہر میں اپنے مکانات تعمیر کروائیں، اس حکم شاہی کی فوراً تعمیل شروع ہوگئی اور بہت جلد یہ شہر آباد ہوگیا۔

احمد آباد کے نواح میں بد امنی

بادشاہ اور امراء مصطفیٰ آباد میں رہنے لگے تو چوروں اور ڈاکوؤں نے احمد آباد کے نواح میں سر اٹھایا اور رعایا کو لوٹنے مارنے لگے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسافروں کا راستہ طے کرنا بھی دشوار ہوگیا، بادشاہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے لشکر کے کوتوال اور سلاح خانے کے محافظ ملک جمال الدین بن ملک تاریخ کو "محافظ خاں" کا خطاب عنایت کرکے احمد آباد کا کوتوال مقرر کیا۔

محافظ خاں کی ترقی

محافظ خاں نے بہت تھوڑے عرصے میں اس علاقے کے چوروں اور ڈاکوؤں کو ٹھکانے لگا دیا اور ملک کو ان بدکرداروں کے ناپاک وجود

سخت پریشان ہوا۔ تکالیف سے عاجز آ کر راجہ نے سلطان محمود سے صلح کی درخواست کی، بادشاہ نے اس درخواست کو رد کر دیا، ۴۱۵ھ کے شروع میں راجہ نے بادشاہ سے امان طلب کی اور جوناگڑھ کا قلعہ بادشاہ کے سپرد کر کے کرنال کے قلعے میں چلا گیا۔

بادشاہ کا عزم کرنال

اس واقعے کے بعد راجپوتوں نے ایذارسانی کا دوسرا طریقہ اختیار کیا اور چوری کرنی اور ڈاکے ڈالنے شروع کیے، یہ عالم دیکھ کر بادشاہ بہت غصے میں آیا، اس نے لشکر کے ایک حصے کو تو قلعۂ جوناگڑھ پر متعین کیا اور بقیہ حصے کے ساتھ کرنال کی طرف روانہ ہوا۔

قلعۂ کرنال پر قبضہ

کرنال پہنچتے ہی بادشاہ نے لڑائی شروع کر دی، رائے مندلک نے اس بار بھی محاصرے کی تکالیف سے تنگ آ کر قلعۂ کرنال بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ قصہ مختصر کہ یہ قلعہ جو ایک ہزار نو (۱۰۰۹) سالوں سے رائے مندلک کے خاندان کے زیر حکومت چلا آ رہا تھا، سلطان محمود کے قبضے میں آ گیا۔

رائے مندلک کی عاجزی

بادشاہ نے اپنے مشہور و معروف ہم نام فرماں روا کی تقلید کی اور بے شمار بتوں اور مندروں کو توڑ کر غازی و مجاہد کے نام سے مشہور ہوا، ان واقعات کے بعد رائے مندلک نے حکمرانی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے متعلقین کی جماعت کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی بارگاہ میں ملازمت کی درخواست کی۔

قبولیت اسلام

رائے مندلک بادشاہ کی اچھی عادتوں سے خوب واقف تھا، اور جانتا تھا کہ بادشاہ بہت ہی حلیم الطبع ہے، لہٰذا اس نے سلطان محمود سے کہا "پنجاب کے مشہور و معروف ولی کامل حضرت شمس الدین درویش رح کی صحبت کی برکت سے میرے دل میں اسلام کی محبت کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے، لہٰذا میرا دل چاہتا ہے کہ میں مشرف بہ اسلام ہو جاؤں" یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا، اس نے رائے مندلک کو کلمۂ شہادت کی تلقین کی اور اسے دائرہ اسلام میں داخل کر لیا۔

رائے مندلک کے مسلمان ہونے کی دوسری روایت

بادشاہ نے رائے مندلک کو خانِ جہاں کا خطاب دے کر اپنے امراء کے گروہ میں شامل کر لیا۔ رائے مندلک کی اولاد، گجرات کی حکومت کے آخر تک معزز و مکرم رہی۔

کی وجہ سے ان کی قوم کے اکثر افراد مصطفےٰ آباد میں آنے جانے لگے۔ انھیں لوگوں سے بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ ملک شور کے عقب میں ایک اور ملک بھی آباد ہے۔ جسے "سندھیہ" کہتے ہیں اس ملک کا بادشاہ عام طور پر "بادشاہ سندھیہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ سلطان محمود کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سندھیہ میں چار ہزار گھر آباد ہیں۔ یہ سب لوگ بلوچی ہیں۔ اس قوم کے چار ہزار افراد جو کمان داری میں بڑی مہارت رکھتے ہیں، خلقت خدا کو ہمیشہ نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔

سندھیہ کے بلوچی

اہل شور نے سلطان محمود شاہ کو یہ بھی بتایا کہ بلوچی امامیہ مذہب کے پیرو ہیں اور انھیں کی تقلید میں مچھیروں نے بھی امامیہ مذہب اختیار کر لیا ہے۔ بلوچیوں کی گزر اوقات کا ذریعہ رہزنی ہے۔

بلوچیوں پر لشکر کشی

۸۸۰ھ میں سلطان محمود نے ان سرکش بلوچیوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے سندھیہ کا سفر اختیار کیا۔ اتفاق سے کچھ بلوچی اپنے اونٹوں کو چرانے کے لیے جنگل میں آئے ہوئے تھے، انھیں سلطان محمود کی آمد کی اطلاع ہو گئی۔ ان میں سے ایک شتر سوار نے فوراً اپنی قوم کو مسلمانوں کی آمد سے مطلع کر دیا۔ بادشاہ کا نام سنتے ہی یہ لوگ اپنے مکانوں سے نکل کر غاروں اور پہاڑوں کے درّوں میں روپوش ہو گئے۔

بلوچیوں کا قتل

اس واقعہ کے دوسرے روز بادشاہ نے بلوچیوں کے مکانوں پر حملہ کیا لیکن وہاں کسی انسان کا نام ونشان بھی نہ ملا۔ اتفاق سے چند بلوچی سوار مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ان سے بادشاہ نے یہ معلوم کر لیا کہ بلوچی کہاں روپوش ہوئے ہیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے روپوش بلوچیوں کا سراغ لگا لیا اور ان کو تلوار کے گھاٹ اتار کر ان کے تمام مال واسباب پر قبضہ کر لیا۔

سندھیہ پر مستقل قبضے کی تجویز

جب بادشاہ واپسی کے لیے تیار ہوا تو چند ارکین سلطنت نے بادشاہ سے عرض کیا: ہم نے بڑی محنت کے بعد اس ملک کے دشمنوں کو مغلوب کیا ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اس ملک میں اپنی جانب سے حاکم اور داروغہ مقرر کریں اور پھر واپس ہوں۔" بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا۔" مخدومہ جہاں، سندھیہ کے بادشاہوں کی نسل سے ہیں اس لیے عفو ورحم سے کام لینا میرا فرض ہے، پس اس ملک پر مالکانہ تصرف مجھے زیب نہیں دیتا۔ اور نہ میں ایسا کرنا پسند کرتا ہوں۔ اس کے بعد بادشاہ واپس مصطفےٰ آباد آ گیا۔

اہل جگت کی فتنہ پردازیاں

کچھ عرصے کے بعد بادشاہ کو یہ اطلاع ملی کہ بندرگاہ جگت میں بہت سے بت پرست آباد ہیں اور اس ملک کے سارے

سے پاک کر دیا۔ بادشاہ نے محافظ خاں کی اس مستعدی اور خدمت کو بہت سراہا اور اسے کوتوال کے علاوہ شہر کا صدری سب بھی مقرر کر دیا۔ اس امیر نے بہت جلد ترقی کے مراحل طے کیے یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آیا جبکہ اس کے اصطبل میں ایک ہزار سات سو (۱۷۰۰) گھوڑے بندھنے لگے اور اس کے بیٹے ملک خضر نے راجہ سہروہی اور دوسرے راجاؤں سے پیش کش وصول کیں۔

کچھ کے ملحدوں کی سرکوبی

جس زمانے میں بادشاہ مصطفےٰ آباد میں مقیم تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ جھیبروں کی ایک جماعت جو سندھ کی سرحد یعنی کچھ میں آباد تھی اس نے رہزنی کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے اور لوگوں کو سخت مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جماعت کے افراد ملحد ہیں۔ ۸۷۹ھ میں بادشاہ نے اس قوم پر حملہ کیا اور شور نامی ایک مقام پر پہنچا۔

کافروں کی پریشانی

سلطان محمود نے صرف ایک دن اور ایک رات میں ساٹھ (۶۰) کوس کی مسافت طے کی۔ اور چھ سو (۶۰۰) سواروں کے ہمراہ کچھیوں کے سر پر جا پہنچا۔ کچھی چار ہزار بیس (۴۰۲۰) کمان داروں کی ایک جماعت کے ساتھ مقابلے پر آ ڈٹے۔ دشمن کو آتا دیکھ کر بادشاہ نے حملے کی تیاری کی۔ اگرچہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ لیکن کافروں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ انھوں نے معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر دیا۔ کافروں کے سردار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر بادشاہ سے معافی کی درخواست کی۔ اور یہ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی کوئی ایسا جرم نہ کریں گے۔

کچھ کے لوگوں کا عقیدہ

بادشاہ نے ان لوگوں کا قصور معاف کر دیا اور ان سے پوچھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے اور تم کس عقیدے کے قائل ہو؟ ان لوگوں کے سرداروں نے جواب دیا۔" ہم صحرائی اور خانہ بدوش قوم کے افراد ہیں۔ ہماری قوم میں کوئی دانش مند اور عالی فکر انسان نہیں ہے۔ ہماری پہنچ صرف عناصر اربعہ اور آسمان تک ہے اور ہمیں کھانے پینے کے علاوہ کسی اور شے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ہے اس لیے ہمیں توقع ہے کہ آپ کے توسط سے ہم یہ جان سکیں گے کہ ہمارا حقیقی مالک کون ہے؟ بادشاہ نے ان لوگوں کا قصور معاف کر دیا اور ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ لے کر احمد آباد آیا۔

ملک سندھ میں

احمد آباد پہنچ کر بادشاہ نے سرداران شور کو مسلمان علماء کے سپرد کیا اور یہ حکم دیا کہ ان سرداران کو حنفی مذہب کے مطابق اسلام کی تعلیم دی جائے ان سرداروں

کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ صرف شاہی سرپردہ کے قریب ہی ایک پہر میں سات سو (۷۰۰)، سانپ ہلاک کیے گئے۔ اسی طرح دوسرے جانور بہت بڑی تعداد میں مارے گئے۔

غیر مسلموں کا قتلِ عام

بادشاہ نے جگت کے مندر کو منہدم کر کے اس کی جگہ ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی، اور اس نواح میں مقیم رہا۔ اس قیام کے دوران میں بہت سی کشتیاں تیار کی گئیں۔ ان کشتیوں کے ذریعہ لشکر و سامانِ جنگ کو لے کر بادشاہ جزیرہ تبت کی طرف روانہ ہوا گجراتیوں اور غیر مسلموں میں بائیس مرتبہ لڑائی ہوئی۔ آخر کار مسلمانوں نے اپنے جہازوں کو بندرگاہ پر لنگر انداز کیا۔ اور جزیرے میں داخل ہو کر بے شمار غیر مسلموں کو قتل کیا۔

راجہ کی گرفتاری اور بادشاہ کی واپسی

سلطان محمود شاہ نے اپنے ایک مشہور و معروف امیر فرحت الملک کو تبت کا حاکم مقرر کیا اسی دوران میں مسلمانوں نے راجہ کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اس فتح پر بادشاہ نے خداوند تعالےٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا اور واپس مصطفیٰ آباد آیا۔

راجہ کا حشر

مصطفےٰ آباد پہنچ کر بادشاہ نے ایک فرمان کے ذریعہ مولانا سمرقندی کو احمد آباد سے طلب کیا۔ اور ان کی زوجہ اور راجہ کو ان کے سپرد کر کے کہا کہ وہ جو سلوک چاہیں راجہ سے کریں۔ مولانا چونکہ راجہ سے بہت زیادہ نالاں تھے، اس لیے انھوں نے کہا کہ " راجہ کو محافظ خاں کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ سارے شہر میں گشت کرا کے قتل کر دے۔ چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا

کرنال کے نظم و نسق کی طرف توجہ

کہا جاتا ہے کہ جن دنوں سلطان محمود شاہ مصطفےٰ آباد کی تعمیر میں مصروف تھا۔ گجراتی اس وجہ سے بڑے پریشان ہوئے کہ ہر سال انھیں کہیں نہ کہیں معرکہ آرائی کرنی پڑتی ہے اور یوں احمد آباد سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ ہر چھوٹا بڑا اس وجہ سے پریشان تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح اس مصیبت سے نجات حاصل کرے۔ سلطان محمود کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے ممالک محروسہ کا تمام انتظام اپنے امیروں کے سپرد کیا اور خود ملک کرنال کے استحکام اور نظم و نسق میں مصروف ہوا۔

نئی تقرریاں

بادشاہ نے بہاء الدین عماد الملک کو سونکھر کا حاکم، فرحت الملک کو تبت اور جگت کا اور نظام الملک کو مانیر کا حاکم مقرر کیا۔ بادشاہ نے خداوند خاں کو جو وزیر الممالک تھا۔ شہزادہ مظفر خاں کا اتالیق مقرر کیا اور اسے احمد آباد ہی میں چھوڑا اور خود امراء کی

باشندے خاص طور پر برہمن بے حد متعصب ہیں۔ بادشاہ اس ملک پر لشکر کشی کرنا ہی چاہتا تھا کہ اسی زمانے میں مولانا محمد سمرقندی جو اپنے زمانے کے ایک زبردست عالم اور بہمنی دربار میں ایک عرصے تک بہت نمایاں اور ممتاز مقام پر رہ چکے تھے۔ بڑھاپے کے زمانے میں اپنے متعلقین اور اسباب کے ساتھ اپنے وطن ہرموز روانہ ہوئے۔ جب مولانا کی کشتی بندرگاہ جگت پر پہنچی تو وہاں کے باشندوں نے برہمنوں کی ترغیب سے کشتی پر حملہ کیا اور مولانا کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

مولانا محمد سمرقندی کا بیان

مولانا محمد سمرقندی نہایت بدحالی کے عالم میں اپنے دو خوردسال لڑکوں کے ساتھ مصطفیٰ آباد میں آئے۔ اور انھوں نے شاہی بارگاہ میں پہنچ کر کہا۔ ”میں اپنا تھوڑا بہت سامان لے کر سمرقند جا رہا تھا۔ میرے ساتھ میرے متعلقین اور دیگر مسلمانوں کی بھی ایک جماعت تھی۔ جب میری کشتی بندرگاہ جگت پر پہنچی تو اس مقام کے ہندو راجہ بھیمر، نے برہمنوں کے کہنے پر ہماری تباہی و بربادی کا ارادہ کیا۔ اور ہندوؤں کی ایک جماعت کو چند کشتیوں پر سوار کر کے ہمارے پاس بھیجا۔ ہندوؤں نے ہم پر حملہ کر دیا اور چند لمحوں ہی میں ہمارے تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کے تمام بیوی بچوں کو انھوں نے قید کر لیا۔ میرے ساتھ جو دو بچے ہیں، ان کی والدہ بھی ہندوؤں کی قید میں ہے۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ آپ جیسے متقی اور دیندار بادشاہ کے جوار میں مسلمانوں پر ایسے مظالم ہوں“۔

امراء سے مشورہ

یہ سن کر بادشاہ نے مولانا کو تو احمد آباد روانہ کر دیا اور اسی وقت اپنا دربار منعقد کیا اور اپنے امراء اور ارکین سلطنت کو مخاطب کر کے کہا۔ ”کیا یہ امر جائز ہے کہ مسلمان فرماں روا کے جوار میں سنگ دل اور ظالم لوگ مسلمانوں پر سختیاں کریں اگر قیامت کے روز خداوند تعالےٰ نے اس بارے میں ہم سے سوال کیا کہ باوجود علم و اطلاع کے تم نے اس ظلم و ستم سے ہمسایہ ملک کے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لیے کیا کچھ تدبیریں کیں تو ہم کیا جواب دیں گے۔“

جگت پر لشکر کشی

اس کے بعد بادشاہ نے سفر کی تیاریاں کیں اور قلعہ جگت پہنچ کر تکبیر کی آوازوں سے کافروں کو پریشان کر دیا۔ سلطان محمود نے جگت میں قیام کر کے ہندوؤں سے انتقام لینے کی طرف توجہ کی۔

موذی جانوروں کی کثرت

اس علاقے میں چونکہ موذی اور خونخوار جانور بکثرت پائے جاتے تھے، اس لیے بہت سے ایسے جانوروں کو ہلاک کیا، ایسے موذیوں کی کثرت

سلطان محمود یہ سمجھ گیا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ بادشاہ شہر احمد آباد میں پہنچا۔ اس نے ایک روز امراء کو طلب کرکے ان سے کہا ''جب تک تم مجھ کو حج کی اجازت نہ دوگے میں کھانا نہ کھاؤں گا''

بادشاہ اور عماد الملک کی گفتگو

تمام امراء سمجھتے تھے کہ یہ بات بادشاہ نے محض آزمانے کے لیے کہی ہے۔ اس لیے وہ خاموش رہے البتہ عماد الملک نے اس قدر کہا ''آپ کے خادم کا بیٹا اب خدا کے فضل سے جوان ہوگیا ہے لہٰذا اس کو میرا عہدہ عطا کیا جائے اور مجھے یہ اجازت مرحمت فرمائی جائے کہ میں آپ کی ہمرکابی کی سعادت حاصل کروں'' بادشاہ نے جواب دیا۔ ''تمہارا یہ خیال بہت عمدہ ہے۔ تم میرے ساتھ ضرور چلو۔ لیکن ایک بات یہ بھی ہے کہ ملکی معاملات کے سلسلے میں تمہارا یہاں ٹھہرنا بھی لازمی ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم یہیں رہو''

نظام الملک کی رائے

اس کے بعد عماد الملک کے اشارے سے نظام الملک نے (جو امیر کبیر تھا) بادشاہ سے عرض کیا ''بہتر یہ ہوگا کہ حضور سب سے پہلے اہل حرم اور خزانے کی حفاظت کے لیے جنانیر کا قلعہ فتح کرلیں۔ اس کے بعد حج کے لیے تشریف لے جائیں۔'' اس پر بادشاہ نے کہا ''انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا'' اس کے بعد کھانے کا وقت آگیا اور بادشاہ نے خاصہ تناول فرمایا۔

افشائے راز

بادشاہ نے جان بوجھ کر چند روز تک عماد الملک سے کوئی بات نہ کی عماد الملک نے ایک روز تنہائی میں بادشاہ سے عرض کیا۔ بندہ بالکل بے گناہ ہے۔ اس عتاب و عذاب کی وجہ کیا ہے؟ بادشاہ نے کہا۔ جب تک تم تمام باتیں مجھ سے بیان نہ کروگے میں تم سے صاف نہ بولوں گا۔ عماد الملک نے جواب دیا۔ اگرچہ میں نے راز افشا نہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ لیکن اب چونکہ مجبوری آپڑی ہے اس لیے آپ سے صاف صاف بیان کرتا ہوں۔ اصل حقیقت وہی ہے جو آپ نے مصطفیٰ آباد میں سنی ہے۔

کبوتر با خداوند خاں

یہ سن کر بادشاہ نے بہت صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور خداوند خاں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ البتہ اس قدر ضرور کیا کہ اپنے ایک کبوتر کا نام ''خداوند خاں'' رکھ دیا۔ تاکہ خداوند خاں کی دل آزاری ہو۔

بادشاہ کا عزم پٹن

اس واقعہ کے بعد بادشاہ پٹن روانہ ہوگیا۔ اور وہاں سے عماد الملک اور قیصر خاں کو جالور اور ساچور کی فتح کے لیے روانہ کیا۔

ایک جماعت کے ساتھ مصطفیٰ آباد پہنچا۔ اس شہر میں بادشاہ نے باغات لگوانے اور عمارات تعمیر کرنے کی طرف بہت توجہ کی۔

امراء کی سازش

ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ احمد آباد کے امیروں نے سازشیں شروع کر دیں خداوند خاں اور رائے رایاں وغیرہ نے یہ سازش کی کہ سلطان محمود شاہ کو معزول کر کے شہزادہ احمد کو تخت پر بٹھایا جائے۔ ان سازشیوں نے عید الفطر کے بہانے سے عماد الملک، اور دوسرے اراکین سلطنت کو احمد نگر میں بلایا۔ عماد الملک کو راز فاش نہ کرنے کی قسم دے کر اسے سازش کی تفصیل سے آگاہ کر کے ہم راز بنا لیا گیا۔ عماد الملک کا لشکر ان دنوں تھانہ میں تھا اسے احمد آباد طلب کر لیا گیا۔ اور شہزادہ احمد کی تخت نشینی کو عید الفطر کے روز تک ملتوی کر دیا گیا۔

عماد الملک کی کارروائی

عماد الملک کے تمام ساتھی عید سے پہلے ہی حاضر ہو گئے۔ عید کے روز عماد الملک نے اپنی فوج کو مرتب و منظم کیا اور شہزادے کے دربار میں حاضر ہوا اور اسے قدیم رسم کے مطابق نماز کے لیے باہر لایا۔ نماز پڑھنے کے بعد عماد الملک، شہزادہ مظفر شاہ کو محل کے اندر واپس لے گیا۔ خداوند خاں اور اس کے ساتھی عماد الملک کی نیت کو بھانپ گئے۔ لیکن زبان سے کسی نے کچھ نہ کہا۔

امراء کا امتحان

بادشاہ کے ایک مقرب امیر قیصر خاں نے ان سازشی امراء کے ارادوں سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔ سلطان محمود شاہ نے اس اطلاع کی اصلیت کو پہنچنے اور یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کون میرا دشمن ہے اور کون دوست، اپنے امیروں سے یہ کہا "میرا ارادہ ہے کہ حج بیت اللہ کے لیے سفر اختیار کروں۔ اس سے بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر کسی نے بادشاہ کی رائے کی تائید کی تو اس کی دشمنی کھل جائے گی۔ سلطان محمود نے عمال کو چند لاکھ تنگے عطا کیے اور ان کو حکم دیا کہ سفر کے لیے ضرورت کا سامان خرید ا جائے۔ اس کے بعد بادشاہ مصطفیٰ آباد سے کبوکبہ روانہ ہوا اور بذریعہ کشتی کنبایت پہنچ گیا۔

بادشاہ کا خیال

اہل احمد آباد کو بادشاہ کی آمد کی خبر ملی تمام امراء شہزادے کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک روز سلطان محمود شاہ نے جبکہ تمام امراء موجود تھے، کہا خدا کے فضل و کرم سے اب شہزادہ جوان ہو چکا ہے اسے دنیا کا کچھ تجربہ بھی ہو گیا ہے۔ امراء بھی اس کی ہر طرح سے خدمت کرنے کو تیار رہیں اس لیے میرا ارادہ ہے کہ حکومت کا تمام انتظام شہزادے کے سپرد کر دوں اور خود حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کروں۔"

عماد الملک کی رائے

اس موقع پر عماد الملک نے بادشاہ سے عرض کیا۔ صرف ایک مرتبہ حضور احمد آباد تشریف لے چلیں۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں کریں۔" یہ سُن کر

قلعۂ جنانیر

یکم ماہ ذیقعدہ کو بادشاہ نے جنانیر پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ یہ قلعہ ایک پہاڑ پر واقع ہے اور بہت ہی مضبوط اور بلند ہے۔ جس پہاڑ پر یہ قلعہ واقع ہے، اسی کے ساتھ ایک اور پہاڑ ہے۔ جو پہلے پہاڑ سے بھی بہت اونچا ہے۔ اس دوسرے پہاڑ پر چونے اور پتھر سے ایک مضبوط فصیل تیار کی گئی ہے۔ اور اس فصیل میں مستحکم اور دل کش برج تعمیر کیے گئے ہیں۔ ان دونوں قلعوں کا حاکم رائے بناہی تھا۔ جس کے خاندان میں اس قلعے کی حکومت ایک عرصۂ دراز سے چلی آ رہی تھی اس خاندان کے راجاؤں کی ملازمت میں ساٹھ ہزار راجپوت سوار اور پیادے تھے۔ اس وجہ سے یہ راجے بڑے ہی متکبر اور مغرور تھے اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

جنانیر پر لشکر کشی

جب حکومت راجہ بناہی کے ہاتھ میں آئی۔ تو اس نے اہالی رسول آباد میں: جو گجرات کے طبقات میں سے ہے، سخت طوفانِ بدتمیزی برپا کیا اور بہت سے مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ جب سلطان محمود جنانیر پر قبضہ کرنے کے خیال سے قصبہ بڑودہ میں پہنچا تو راجہ بناہی کو اپنی حرکتوں پہ ندامت ہوئی۔ اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں قاصد بھیج کر نہایت عاجزی و انکساری کا اظہار کیا اور صلح کی درخواست کی۔ نیز پیش کش حاضر کرنے کا وعدہ کیا۔

راجپوتوں سے لڑائیاں

سلطان محمود نے راجہ کی درخواست رد کر دی۔ عضد الملک اور تاج خاں آگے آگے روانہ ہوا اور ۷ رصفر ۸۸۸ھ کو پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر قیام پذیر ہو گئے۔ ہر روز راجپوتوں کی ایک جماعت قلعے سے نکل کر گجراتیوں سے لڑائی کرتی اور پھر قلعے میں پناہ گزین ہو جاتی۔ اس دوران میں بادشاہ خود بھی قصبہ بڑودہ سے روانہ ہو کر جلد از جلد جنانیر جا پہنچا۔ اور وہاں سے موضع کسیاری میں چلا گیا جو مالوہ کے راستے میں واقع ہے۔

صلح کی درخواست

رائے بناہی نے دوبارہ اپنے قاصدوں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا بہت سے گراں قدر تحفے پیش کر کے اپنے قصور کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے اس بار بھی راجہ کی درخواست رد کر دی۔ راجہ نے مجبور ہو کر اپنے لشکر کو جمع کیا۔ دوسرے راجاؤں سے بھی مدد طلب کی اور ساٹھ ہزار سواروں اور بہادروں کی جمعیت لے کر قلعے سے نیچے اترا اور سلطان محمود کے مقابلے پر آیا۔

راجہ کی شکست اور قلعے میں پناہ گزینی

فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں راجہ کو شکست ہوئی اور وہ دس بارہ

قیصر خاں کا قتل

یہ دونوں امراء بادشاہ سے رخصت حاصل کر کے شیخ حاجی رجب کی تربت کے قریب مقیم ہوئے۔ چونکہ خداوند خاں کے زوال کا زمانہ آچکا تھا اس لیے اس کا بیٹا مجاہد خاں اپنے خالہ زاد بھائی صاحب خاں کے ساتھ رات کے وقت قیصر خاں کے سراپردہ کے قریب آیا اور اسے قتل کر دیا۔

خداوند خاں کی گرفتاری

بادشاہ نے یہ سمجھا کہ قیصر خاں کو اس کے پرانے دشمن اژدر خاں نے قتل کیا ہے۔ لہٰذا اس نے اژدر خاں کو پابہ زنجیر کر کے ایک قیدخانے میں ڈال دیا۔ حسن اتفاق سے صاحب خاں اور مجاہد خاں خوف زدہ ہو کر فرار ہو گئے۔ ان کی اس حرکت سے اژدر خاں کی بے گناہی ثابت ہو گئی۔ بادشاہ نے اژدر خاں کو رہا کر دیا۔ اور اس کی جگہ خداوند خاں کو قید کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ احمد آباد واپس آگیا۔

عماد الملک کا انتقال

انھیں دنوں عماد الملک بیمار پڑا۔ اور کچھ عرصے کے بعد اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ بادشاہ نے مرحوم کے بیٹے اختیار الملک کو باپ کا جانشین مقرر کیا۔ اختیار الملک نے تھوڑے سے عرصے ہی میں بہت اقتدار حاصل کر لیا۔ اور ہر خاص و عام میں مقبول ہو گیا۔ ان واقعات کے بعد بادشاہ مصطفیٰ آباد واپس آگیا اور ایک عرصے تک یہیں مقیم رہا

جنانیر کی فتح کا ارادہ

رجب ۹۰۸ھ میں بادشاہ نے امراء کی ایک جماعت کو احمد آباد ہی میں چھوڑ کر خود جنانیر کو فتح کرنے کے لیے سفر کرنے کا ارادہ کیا بادشاہ کوچ کرنے ہی والا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ مالابار کے باشندوں نے بہت سی کشتیاں جمع کر لی ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ دریا کے راستے سے سفر کرنے والے باشندوں کو لوٹا جائے۔

مالاباریوں کی سرزنش

یہ سن کر بادشاہ نے فی الحال جنانیر کی فتح کا ارادہ ترک کیا۔ اور ہنگامہ پرور مالاباریوں کی سرزنش کے لیے روانہ ہوا سلطان محمود نے چند جہاز فراہم کیے اور ان میں لشکر اور سامان جنگ لے کر دشمن کے سر پر جا پہنچا۔ مالاباریوں نے جب بادشاہ کو دیکھا تو وہ حواس باختہ ہو گئے۔ ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ بادشاہ کا مقابلہ کرتے۔ لہٰذا انھوں نے راہ فرار اختیار کی بادشاہ نے ان کی چند کشتیوں پر قبضہ کر لیا اور انھیں اپنے ساتھ لے کر کنبایت آگیا۔

قحط

سلطان محمود گجرات واپس آگیا، اسی سال ملک میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے زبردست قحط پڑا۔ ان گنت لوگ ہلاک ہوئے اور چاروں طرف ابتری پھیل گئی۔

لشکریوں نے یہ اندازہ کر لیا کہ جب تک قلعہ فتح نہ ہو گا بادشاہ اس ملک سے واپس نہ جائے گا لشکریوں نے ساباط تعمیر کرنے اور اہل قلعہ کو تکالیف پہنچانے کا کام بڑی مستعدی سے شروع کر دیا۔

ساباطوں کی تیاری

سب سے پہلے، بادشاہ اور اس کے ایک خاص غلام ایاز سلطانی کی ساباطیں تیار ہوئیں۔ ایک دن گجراتی سپاہیوں نے ان ساباطوں سے یہ دیکھا کہ صبح کے وقت ہندوؤں کی بیشتر تعداد غسل اور مسواک کرنے کے لیے باہر چلی جاتی ہے اور مورچل میں سپاہیوں کی تعداد بہت کم رہ جاتی ہے۔

ہندوؤں کا قتل

لشکریوں نے بادشاہ کو جب اس حقیقت سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مسلمانوں کی فوج کا ایک حصہ صبح کے وقت قلعے کے اندر داخل ہو جائے ممکن ہے اسی تدبیر سے قلعہ فتح ہو جائے۔ مسلمان سپاہیوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور قوام الملک سر جاندار کی نگرانی میں قلعے میں داخل ہو کر ہندوؤں کی ایک اچھی خاصی جماعت کو قتل کیا۔

معرکہ آرائی اور ہندوؤں کی پسپائی

راجپوتوں کو اس واقعے کی اطلاع ہو گئی، انھوں نے بھی جمع ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اس معرکہ آرائی میں مسلمان غالب آئے۔ اور انھوں نے راجپوتوں کو حصار کے دوسرے دروازے تک پسپا کر دیا۔

ایاز سلطانی کی مستعدی

اتفاق کی بات ہے کہ اس واقعے سے صرف چند روز پہلے ہندوؤں نے ایک بہت بڑی توپ قلعہ کی مغربی دیوار پر نصب کی تھی اس دیوار میں ایک شگاف پڑ گیا۔ ملک ایاز سلطانی موقع پا کر سواروں کی ایک جماعت کے ہمراہ اس شگاف کے قریب آیا۔ اور پھر شگاف کے ذریعہ برج دوبارہ سے ہوتا ہوا بام حصار تک جا پہنچا، اس وقت بادشاہ نے بڑی عاجزی اور انکساری سے خداوند تعالٰی کی بارگاہ میں فتح کے لیے دعا کی اور اپنے سپاہیوں کو ایاز اور اس کے ساتھیوں کی مدد کا حکم دیا۔

راجپوتوں کی پریشانی

راجپوتوں نے جب ایاز سلطانی کو اس طرح بام حصار پر دیکھا تو انھوں نے حیران و پریشان ہو کر بارود کا حقہ بام حصار پر پھینکا لیکن خدا کی قدرت کہ وہ حقہ بام پر گرنے کی بجائے راجہ بناہی کے صحن میں آگرا۔ یہ عالم دیکھ کر راجپوتوں کو اپنا انجام بد نظر آنے لگا۔ انھوں نے اپنی پرانی رسم کے مطابق آگ جلا کر اپنے بیوی بچوں کو تو شعلوں کے سپرد کر دیا اور خود سامان جنگ سے مسلح ہو کر مرنے مارنے کے لیے تیار ہو گئے۔

ہندوؤں کی شکست

۲۔ ذیقعدہ ۸۸۹ھ کی صبح کو مسلمانوں نے ہندوؤں پر پوری طرح غلبہ حاصل کیا۔ اور انھیں شکست فاش دی۔ مسلمان بڑے حصار کا

ہزار راجپوتوں کو ساتھ لے کر قلعے میں دوبارہ پناہ گزین ہو گیا۔ سلطان محمود قلعے کے پاس ہی مقیم ہوا۔ اس نے قلعے کی نوعیت اور جنگ کے دوسرے بہت سے پہلوؤں پر غور و خوض کیا اور سرداران لشکر کو مناسب مقامات پر متعین کر کے خود موضع کرباری میں واپس آگیا۔ بادشاہ نے سید بدر کو راستے کی حفاظت اور رسد رسانی کے لیے وہیں چھوڑ دیا۔

سید بدر کا قتل

سید بدر ایک روز رسد لے کر جا رہا تھا کہ راجپوتوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ جو سید بدر کے ساتھ تھا۔ اسے بھی تلوار کے گھاٹ اتار آگیا۔ اور راجپوت تمام سامان لوٹ کر لے گئے۔ بادشاہ کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو وہ بہت غصے میں آیا اور چنانیر کے قلعے کو فتح کرنے کے لیے پہلے سے بھی زیادہ مستعد ہو گیا۔

قلعے کا محاصرہ اور ساباط کی تیاری کا حکم

اس دوران میں تمام مورچل تیار ہو چکے تھے اس لیے قلعے کا محاصرہ بہت اچھی طرح کر لیا تھا۔ بادشاہ نے خود بھی قلعے کے قریب ہی قیام کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ قلعہ کے چاروں طرف ساباط تیار کی جائیں یہ صورتِ حال دیکھ کر راجہ بناہی سخت پریشان ہوا۔ اس نے اپنے وزیر جنگ کو سلطان غیاث الدین خلجی کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور اس سے مدد کی درخواست کی اور ہر منزل کے اخراجات کے لیے ایک لاکھ تنگہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

غیاث الدین خلجی سے جنگ کرنے کا ارادہ

سلطان غیاث الدین خلجی نے اپنا لشکر جمع کیا اور نعلچہ میں فروکش ہوا۔ سلطان محمود کو اس امر کی اطلاع ہو گئی اور اس نے اپنے امیروں کو جا بجا مقیم کر کے بذاتِ خود سلطان خلجی سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے قصبہ دبور جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر بادشاہ کو پتہ چلا کہ سلطان غیاث الدین خلجی نے ایک روز عالموں فاضلوں سے پوچھا کہ "اگر کوئی مسلمان بادشاہ کسی ہندو راجہ پر لشکر کشی کرے تو کیا ایسی صورت میں حملہ آور کے خلاف لشکر کشی کرنا اور ہندو راجہ کی مدد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں"۔

سلطان خلجی کی واپسی

علماء نے سلطان خلجی کو بتایا کہ اس قسم کا کوئی قدم اٹھانا مذہباً ناجائز ہے۔ سلطان خلجی نے مذہبی حکم کے مطابق فوراً راجہ بناہی کی مدد کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے ملک واپس چلا گیا۔

مسجد کی تعمیر

یہ واقعہ سن کر سلطان محمود بہت خوش ہوا اور چنانیر واپس آگیا۔ قلعے کی فتح سے پہلے ہی بادشاہ نے اس مقام پر ایک مسجد تعمیر کی۔ بادشاہ کے اس اقدام سے تمام

کے فتوے کے مطابق ان دونوں کو پھانسی دیدی گئی۔

احمد آباد قلعوں کی تعمیر

اسی سال سلطان محمود نے اپنے ایک معتبر امیر کو احمد آباد روانہ کیا۔ اور اسے یہ حکم دیا کہ اس شہر میں حصار، قلعے اور برج وغیرہ تعمیر کیے جائیں۔ تمام اراکین سلطنت، اور امراء نے دل وجان سے شاہی حکم کی تعمیل کی اور حصار اور قلعے تعمیر کروائے گئے۔ ایک فاضل شخص نے اس آیت سے "مَن دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا" سے ان تعمیرات کی تاریخ نکالی۔

قلعہ ابو کے راجہ کی دست درازی

۸۷۲ھ میں تاجروں کے ایک گروہ نے دارالملک محمد آباد میں بادشاہ سے قلعہ ابو کے راجہ کی شکایت کی کہ ہم لوگ چار سو (۴۰۰) گھوڑے لے کر آ رہے تھے کہ راجہ نے زبردستی یہ تمام جانور ہم سے چھین لیے اور جو سامان ہمارے ساتھ تھا وہ بھی چھین لیا۔" یہ سُن کر بادشاہ نے افسوس کا اظہار کیا اور حکم دیا، گھوڑوں اور سامان کی قیمت شاہی خزانے سے ان تاجروں کو ادا کر دی جائے۔

راجہ ابو کے نام فرمان

اس کے بعد بادشاہ نے سامان سفر درست کیا۔ اور قلعہ ابو کی طرف روانہ ہوگیا۔ بادشاہ نے دوسری منزل پر قیام کیا۔ اور راجہ ابو کے نام ایک فرمان لکھا جس کا مضمون یہ تھا: "مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم نے تاجروں کی ایک جماعت کا تمام سامان اور وہ گھوڑے جو کہ وہ ہمارے لیے لا رہے تھے، تم نے اپنے قبضے میں کر لیے ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ اس فرمان کو دیکھتے ہی وہ تمام سامان اور گھوڑے ہماری بارگاہ میں روانہ کر دو، ورنہ نتائج کی تمام ذمہ داری تم پر ہوگی اور تم کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

راجہ ابو کی اطاعت

بادشاہ نے یہ فرمان تاجروں کے ایک گروہ کے حوالے کیا، اور انھیں راجہ کے پاس بھیجا۔ راجہ نے فرمان دیکھا اور ان سوداگروں سے بڑی مروّت سے پیش آیا۔ اس نے تین سو ستر (۳۷۰) گھوڑے اور تمام سامان ویسے کا ویسا جو اس کے پاس رکھا ہوا تھا۔ ان سوداگروں کے حوالے کر دیا۔ بقیہ سامان جو ضائع ہوگیا تھا، راجہ نے اس کی قیمت ادا کر دی، اس کے بعد راجہ نے اپنا قاصد اور پیش کش بھیج کر بادشاہ کی اطاعت کا وعدہ کیا، اور اس کے بہی خواہوں میں شامل ہوگیا۔

اس کے بعد سلطان محمود، محمود آباد جنانیر میں واپس آگیا اور شہر کے گرد برج اور قلعہ بنانے میں مصروف ہوگیا۔ یہ کام بادشاہ نے بڑے انہماک اور توجہ سے انجام کو پہنچایا۔

دروازہ توڑ کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ اور انھوں نے بے شمار ہندوؤں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ سُلطان محمود بھی قلعے کے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اور شاہی عَلم بلند کیا گیا۔ باقی ماندہ ہندو حصار کے حوض کے کنارے جمع ہو گئے۔ اور غسل کے بعد تلوار اور نیزہ ہاتھ میں سے کر لڑنے کے لیے مُستعد ہوئے۔

مسلمانوں کے لشکر کا ایک حصّہ راجپوتوں کے مقابلے پر آیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی، اور دونوں طرف بے شمار سپاہی مارے گئے۔ آخر کار ہندوؤں کو شکست ہوئی اور وہ پوری طرح تباہ و برباد ہوئے۔

راجہ کی گرفتاری

راجہ بناہی اور اس کا وزیر دونکرسی دونوں زندہ گرفتار ہوئے اور وہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ بادشاہ نے پہلے تو اس کامیابی پر خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکرانہ ادا کیا اور پھر راجہ بناہی سے یہ سوال کیا "تو نے ہمارے مقابلے پر اس قدر جانبازی اور معرکہ آرائی کیوں کی۔

راجہ کی غیرت مندی

راجہ نے جواباً کہا "یہ سلطنت مجھے وراثت میں ملی ہے۔ میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ میں اپنے آباء و اجداد کی اس یادگار کو بغیر کسی پس و پیش کے ضائع کردوں۔ کیونکہ اس طرح دنیا مجھے بے غیرت اور نامرد کے لقب سے یاد کرتی"۔ راجہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اسے بڑی عزت سے اپنے پاس بیٹھایا۔

محمد آباد کی تعمیر

سلطان محمود نے قلعے کے پائین میں حضرت محمد صلعم کے اسم مبارک پر ایک شہر "محمد آباد" کے نام پر آباد کیا۔ مصطفیٰ آباد کی حکومت بادشاہ نے اپنے چھوٹے بیٹے خلیل خاں کے سپرد کی اور خود محمد آباد کی تعمیر میں مصروف ہوا۔ اس شہر میں بادشاہ نے ایک جامع مسجد کو جو فتح سے قبل بنوائی تھی۔ بہت سجایا۔ اس میں بے شمار ستون تھے، سنہ ۹۱۴ھ میں اس مسجد میں ایک نہایت عالیشان منبر تعمیر کیا گیا۔

راجہ بناہی کو پھانسی کی سزا

معرکہ آرائی میں راجہ بناہی زخمی ہو گیا تھا، جب راجہ کے زخم اچھے ہو گئے تو سلطان محمود نے راجہ اور اس کے وزیر دونکرسی کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن ان بدقسمتوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ اس پر علماء نے ان دونوں کو قید کرنے کا فتویٰ دیا۔ لہٰذا یہ دونوں پانچ ماہ تک قید میں رکھے گئے۔ اس دوران میں ان کو روزانہ قتل کی دھمکی دی جاتی رہی کہ شاید اسی خوف سے یہ دونوں مشرف بہ اسلام ہو جائیں۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ آخر علماء

دکنی فرماں روا کا اقدام

سلطان محمود کے پاس جب قوام الملک کا قاصد عریضہ لے کر پہنچا، تو سلطان نے عریضہ پڑھ کر اسی وقت قاصد کو مع عریضے کے بادشاہ دکن کے پاس روانہ کر دیا۔ دکنی فرماں روا نے عریضہ پڑھا اور فوراً لشکر تیار کر کے بہادر گیلانی پر حملہ آور ہوا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد دکنی فرماں روا نے صفدر الملک کو، ان تمام گجراتی جہازوں، جو بہادر گیلانی نے اپنے قبضے میں کر لیے تھے، اور بہت سے گراں قدر تحفوں کے ساتھ گجرات روانہ کیا۔ بادشاہ دکن یہ چاہتا تھا کہ اس کارروائی کے صلے میں سلطان محمود اسے (یعنی شاہ دکن کو) ان بدطینت لوگوں کے چنگل سے نجات دلائے کہ جو اس پر مسلط ہو گئے تھے۔ لیکن شاہ گجرات نے اس معاملے میں کوئی دخل نہ دیا کیونکہ یہ صورتِ حال اصلاح کے قابل نہ رہی تھی۔

رائے ایدر کی اطاعت

۹۰۱ھ میں سلطان محمود باکری سے ایدر کی طرف گیا جب بادشاہ اس ملک کے قریب پہنچا تو وہاں کا راجہ بغیر کسی پس و پیش کے، بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ راجہ نے چار سو (۴۰۰) گھوڑے اور چار لاکھ روپیہ کے عمدہ اور خوبصورت تحفے تحائف اور بہت سا اسلحہ سلطان محمود کی خدمت میں پیش کیا، نیز جزیہ ادا کرنے کا بھی وعدہ کیا اس طرح راجہ نے اپنے ملک کو بادشاہ کے قبضے سے بچا لیا۔ اس کے بعد سلطان محمود تمام سامان اپنے ہمراہ لے کر محمد آباد واپس آ گیا۔

عدل و انصاف

۹۰۳ھ میں سلطان محمود نے اپنی رعیت اور ملک کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے سیاحت اختیار کی اور ملک کے بہت سے حصّوں کا سفر کیا۔ اس دوران میں بادشاہ نے عدل و انصاف کے بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور اس سلسلے میں نوشیرواں سے بھی آگے بڑھ گیا۔

الف خاں کی بغاوت

۹۰۴ھ میں شاہی خاندان کے ایک غلام الف خاں نے علم بغاوت بلند کیا۔ بادشاہ نے اس باغی کے دفیعے کے لیے قاضی بیر بر کو متعین کیا، جو ایک نامور بہمنی امیر تھا اور اس زمانے میں گجرات میں مقیم ہو کر صاحب اقتدار ہو چکا تھا۔ قاضی بیر بر نے الف خاں کا تعاقب کیا اور اسے جنگلوں میں بھگاتا پھرا۔ آخر کار الف خاں سلطان پور کے راستے مالوہ کی طرف فرار ہو گیا اور اسی دوران میں زہر یا طبعی موت سے اس نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔

عادل خاں فاروقی کی سرزنش

انھیں دنوں عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی نے خراج ادا کرنے میں حیل و حجت سے کام لیا اور سلطان محمود کو

بہادر گیلانی کا فتنہ

سن ۹۰۰ھ میں سلطان محمود بہمنی کے مشہور و معروف امیر بہادر گیلانی نے علم بغاوت بلند کیا۔ اور بندر گودہ، وائل اور دکن کے دوسرے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ بہادر گیلانی نے تقریباً دس بارہ ہزار سپاہیوں کی جمعیت تیار کر لی اور بے شمار سپاہیوں کو کشتیوں کے ذریعہ گجرات کی طرف بھیجا۔ اور اس ملک کے باشندوں کو بہت نقصان پہنچایا۔

جوابی کارروائی

بہادر گیلانی نے سلطان محمود کے چند خاصہ کے جہازوں پر بھی قبضہ کر لیا اور بندر مہائم میں لوٹ مار کا بازار گرم کر کے مکانات وغیرہ کو نذر آتش کر دیا اور اس شہر کو اپنے قبضے میں کرنے کا خواب دیکھنے لگا۔ سلطان محمود نے صفدر الملک کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ بہادر گیلانی کے دفیعے کے لیے نامزد کیا اور خاصہ فیل کے افسر اعلیٰ قوام الملک کو بھی جنگل کے راستے سے مہائم کی طرف روانہ کیا۔

بادِ مخالف

صفدر جنگ کے ساتھ جو جہاز تھے وہ بخیر و عافیت مہائم پہنچ گئے، اسی دوران میں مخالف ہوا کے چلنے کی وجہ سے یہ جہاز ایک جگہ نہ رہ سکے اور اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ اہل جہاز طوفان سے ڈر گئے اور انھوں نے پریشان ہو کر بہادر گیلانی کے ملازموں سے جو کنارے پر کھڑے تھے، امان طلب کی اور بادِ مخالف کی فتنہ خیزیوں سے نجات پانے کے لیے کنارے کی طرف روانہ ہوئے۔ کنارے پر پہنچ کر انھوں نے دیکھا کہ بہادر گیلانی کے ملازم لڑائی کے لیے آمادہ ہیں، لہٰذا اہل گجرات کے لیے بھی سوائے جنگ کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی، جس کے نتیجے میں اہل گجرات مغلوب ہوئے۔

صفدر الملک کی گرفتاری

صفدر الملک اور گجراتیوں کے چند دوسرے معتبر افراد کو بہادر گیلانی کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا اور اس طرح تمام جہاز بھی دشمن کے قبضے میں آ گئے۔ قوام الملک جب مہائم پہنچا تو اس وقت بہادر گیلانی کے ملازم اپنا کام پورا کر کے اپنے مالک کے پاس جا چکے تھے۔

قوام الملک کا عریضہ

قوام الملک نے اسی جگہ قیام کیا اور سلطان محمود کے نام ایک عریضہ لکھا، جس کا مضمون یہ تھا: "آپ کے اس غلام کی یہ رائے ہے کہ بہادر گیلانی سے پورا پورا انتقام لیا جائے لیکن میں اس وقت تک بہادر گیلانی کے پاس نہیں پہنچ سکتا، جب تک دکن کے کچھ علاقے تباہ و برباد نہ کر لیے جائیں۔ اس سلسلے میں حضور کے حکم کا میں انتظار کروں گا۔"

صفوی جو زہد و تقویٰ کے لحاظ سے ایک بلند مقام رکھتے تھے اپنے والد کی پیروی کر کے گجرات تشریف لائے اور محمد آباد میں مقیم ہوئے۔

اس زمانے میں بہمنی حکومت میں سخت انتشار برپا تھا۔ اس خاندان کے ہر مقتدر امیر اور غلام نے اپنے آقا سے بغاوت کر کے الگ حکومت قائم کر رکھی تھی۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر سلطان محمود کو بھی بہمنی امراء سے خطرہ لاحق ہُوا۔

اُمراء کا قتل

سُلطان محمود نے ۹۰۹ھ میں محمد آباد کا سفر اختیار کیا اور وہاں پہنچ کر بہت سے ایسے اُمراء کو جو صاحبِ اقتدار تھے، تلوار کے گھاٹ اتارا۔ ان مقتولین کی جگہ دوسرے امیروں کا تقرر کیا گیا۔ اس کارروائی کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کو یہ خوف تھا کہ صاحبِ اقتدار امراء کہیں خود اس کے یا اس کی اولاد کے خلاف عَلم بغاوت سر بلند نہ کریں۔

کفّارِ فرنگ

۹۱۳ھ میں بادشاہ کے دل میں پھر محمد آباد چپانیر کو دیکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور وہ اس طرف روانہ ہوا۔ اس واقعے کو ابھی دو تین مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ یہ خبر آئی کہ کفارِ فرنگ ساحل پر جمع ہو گئے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ قلعے بنا کر اس جگہ مقیم ہو جائیں یہ اطلاع بھی ملی کہ سُلطان روم نے جو ان فرنگیوں کا سخت دشمن ہے۔ اپنے بے شمار جہازوں کو ان کی تباہی و بربادی کے لیے روانہ کیا ہے، سلطان محمود نے بھی ان فرنگیوں سے جنگ کا ارادہ کیا اور دیبی دمن اور مہائم کی طرف روانہ ہُوا۔

فرنگیوں سے لڑائی کی تیّاریاں

سلطان محمود خطّہ دمن میں پہنچ کر اپنے عزیز ترین غلام، ایاز سلطانی کو جو امیر الامرائی اور سپہ سالاری کے مرتبے پر فائز تھا۔ بندر دیپ سے چند خاص کشتیوں کے ساتھ جو بہادر سپاہیوں اور سامانِ جنگ سے بھری ہوئی تھیں، فرنگیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ سلطان روم کے دس بڑے جہاز بھی جو فرنگیوں سے لڑنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ایاز کے ساتھ روانہ ہوئے۔

ایاز سلطانی کی فتح

ایاز سلطانی نے بندر چیول تک عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔ فرنگیوں کا ایک بڑا جہاز جو ایک کروڑ کی مالیت کا تھا، مسلمانوں کی توپوں کی زد میں آکر پاش پاش ہو گیا۔ اور دریا میں ڈوب گیا۔ ایاز کو فتح نصیب ہوئی۔ اور وہ بہت سے فرنگیوں کو قتل کر کے واپس آیا۔ اس لڑائی میں رومیوں کے بھی چار سو (۴۰۰) افراد مارے گئے۔ لیکن انھوں نے بھی دو تین ہزار فرنگیوں کو قتل کر کے ہی دم لیا۔

ٹالنے لگا۔ بادشاہ نے ۹۰۵ھ میں قاضی بیر بر کو چند معتبر امیروں اور لشکر کے ساتھ عادل خاں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ قاضی بیر بر نے خاندیش میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا عادل خاں میں اتنی قوت نہ تھی کہ حملہ آور کا مقابلہ کرتا لہٰذا اس نے برار کے حاکم عمادالملک سے مدد کی درخواست کی۔

عادل خاں کی اطاعت

عمادالملک نے عادل خاں کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اب عادل خاں کے لیے سوائے اطاعت کے کوئی چارہ کار نہ رہا۔ لہٰذا اس نے چند سال کا خراج اپنے ساتھ لیا اور محمد آباد جنانیر پہنچ کر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہُوا۔

ایک دوسری روایت

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ سُلطان محمود بذاتِ خود عادل خاں کی سرزنش کے لیے روانہ ہوا بادشاہ جب پٹن کے قریب پہنچا تو عادل خاں نے پیش کش روانہ کی اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے حقوقِ دامادی کے پیش نظر عادل خاں کا قصور معاف کر دیا۔

ملک وجیہہ اور ملک اشرف کا عریضہ

انھیں دنوں دولت آباد کے تھانیدار اور کوتوال ملک اشرف اور ملک وجیہہ نے بادشاہ کے نام اس مضمون کا ایک عریضہ روانہ کیا کہ "یہ قلعہ ہم خادمانِ بارگاہ شاہی کے قبضے میں ہے، چونکہ سلطان بیدر پر امیر برید پوری طرح چھایا ہوا ہے، اس لیے احمد نظام الملک اس قلعے کو اپنے قبضے میں کرنے کی فکر میں ہے اور ہر سال حملہ کر کے ہمیں نقصان پہنچاتا ہے۔ آج کل بھی اس نے قلعہ دولت آباد کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اگر حضور اس طرف توجہ فرمائیں اور قلعے کو اپنے قبضے میں کر کے ہمیں احمد نظام الملک کی چیرہ دستیوں سے نجات دلوائیں تو ہم اپنی استطاعت کے مطابق حضور کی خدمت میں بیشمار تحفے پیش کریں گے۔

احمد نظام الملک کا فرار

سلطان محمود کو جب یہ عریضہ ملا تو اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ دکن کی طرف روانہ کر دیا اور خود دو تین منزل پیش قدمی کر کے سرِ راہ مقیم ہو گیا۔ احمد نظام الملک کو جب سلطان محمود کی پیش قدمی کی خبر ملی تو وہ بدحواس ہو کر دولت آباد سے فرار ہو گیا اور جنیر واپس آگیا۔ دولت آباد کے باشندے سلطان محمود کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بہت سے قیمتی تحفے تحائف بادشاہ کی نذر کیے۔

رفیع الدین محمد کی آمد

الغرض سلطان محمود نے ایک ہی سفر میں دو مہمات کو سر کیا۔ اور پھر محمد آباد جنیر واپس آگیا۔ اسی زمانے میں رفیع الدین محمد بن مرشد الدین

لیے نامزد کیا۔

حسام الملک کی عزت افزائی

سلطان محمود نے اپنے امیروں میں سے ملک نصرۃ الملک اور مجاہدۃ الملک گجراتی کو بھی عادل خاں فاروقی، المخاطب بہ "اعظم ہمایوں" کی اطاعت کا حکم دیا۔ ۱۷، ذوالحجہ کو بادشاہ اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی پہلی منزل پر بادشاہ نے ملک حسام الدین کو "شہریار" کے خطاب سے سرفراز کیا اور دو ہاتھی مرحمت کیے اور اسے مضافات سلطان کے موضع دیورہ میں جانے کی اجازت دی۔

بادشاہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرنے لگا۔ انھیں دنوں سلطان بہادر نے شہزادہ مظفر، بن شہزادہ بہادر کو جو اس مہم میں بادشاہ کے ساتھ تھا، عمدہ گھوڑے تحفتاً دیئے۔

ملک حسام الدین کا قتل

سلطان محمود، محمد آباد کے قریب پہنچا اور اپنے پوتے سلطان بہادر کو اپنے ہمراہ لیا، اور سلطان مظفر کو بردورہ جانے کا حکم دیا، کہ جو مظفر کی جاگیر میں شامل تھا۔ سلطان کی عدم موجودگی میں اعظم ہمایوں نے ملک حسام الدین شہریار کو قتل کر دیا اور اس کے رشتہ داروں اور بہی خواہوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتارنے کا حکم دے دیا۔ ربیع الاول ۹۱۴ھ میں یہ خبر سلطان محمود نے سنی اور اس نے کہا، جو شخص نمک حرامی کرتا ہے وہ آخرکار مارا جاتا ہے۔

اعظم ہمایوں کا خط سلطان محمود کے نام

اسی دوران میں برہان پور اور اسیر سے اعظم ہمایوں کا ایک خط سلطان محمود کے نام آیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ "شیر خاں اور سیف خاں نے جو قلعہ اسیر پر قابض ہیں، باہمی اتفاق سے نظام الملک کے نام ایک خط لکھا ہے، جس کے جواب میں نظام الملک عالم خاں اور راجہ کا بیٹہ کو ساتھ لے کر اپنی سرحد کے قریب قیام پذیر ہوا ہے۔ اگر نظام الملک نے اپنی حدود سے آگے قدم بڑھایا تو میں اس کے ساتھ معرکہ آرائی کروں گا۔"

جواب

یہ خط پڑھتے ہی سلطان محمود نے پانچ لاکھ مفید تنگے اعظم ہمایوں کو بھجوائے اور اپنے نامی گرامی امراء، دلاور خاں، قدر خاں اور صفدر خاں وغیرہ کو اس کی مدد کے لیے نامزد کیا۔ بادشاہ نے اعظم ہمایوں کے خط کا جواب اس طرح لکھا۔ "اے فرزند دلبند! تم کسی قسم کا فکر نہ کرو۔ اگر ضرورت ہوئی تو میں بذاتِ خود آؤں گا۔ سلاطین دکن کے غلام نظام الملک میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ تمہیں نقصان پہنچا سکے۔"

گجراتی امیر ابھی شہر سے باہر ہی نکلے تھے کہ شہزادہ مظفر خاں جس کے حالات آئندہ سطور میں بیان کیے

سلطان محمود، حبیب بناور کے نظم ونسق کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہوگیا تو وہ محمد آباد واپس آگیا۔

اسیر میں ہنگامہ

اسی زمانے میں داؤد شاہ فاروقی نے اسیر میں داعئ اجل کو لبیک کہا۔ ملک میں چاروں طرف ایک ہنگامہ برپا کیا۔ عادل خاں بن حسن خاں نے جو سلطان محمود گجراتی کا نواسا تھا۔ چند افراد کو سلطان گجراتی کے دربار میں بھیج کر امداد کی درخواست کی۔

سلطان محمود کا عادل خاں کی مدد کے لیے نکلنا

شعبان ۹۱۳ھ میں سلطان محمود تھوڑے سے لشکر کے ساتھ اسیر آیا۔ رمضان کا مہینہ اس نے دریائے نربدا کے کنارے موضع سیلے میں گذارا۔ اور شوال میں ندربار کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ ملک حسام الدین مغل زادہ نے نظام الملک بحری اور عادالملک کادیلی کی اتفاق رائے سے عالم خاں کو تختِ حکومت پر بٹھا دیا ہے اور نظام الملک اب بھی برہان پور میں قیام پذیر ہے۔

نظام الملک وغیرہ پر لشکر کشی

یہ اطلاع پاکر سلطان محمود تھانیسر کی طرف چلا گیا۔ انھیں دنوں بادشاہ کو کچھ جسمانی کمزوری محسوس ہوئی اور وہ اس جگہ چند روز کے لیے ٹھہر گیا۔ بادشاہ نے آصف خاں اور عزیز الملک کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ نظام الملک حسام الملک اور عالم خاں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔

ملک لادن اور ملک حسام کی ندامت

نظام الملک نے تھوڑے سے لشکر کے ساتھ عالم خاں کی مدد کی اور خود کادیل کی طرف روانہ ہوگیا۔ لادن خاں نے آصف خاں کا استقبال کیا اور اس سے ملاقات کی۔ آصف خاں نے لادن خاں کو سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا۔ چند دنوں کے بعد ملک حسام الدین اپنی حرکت پہ نادم ہوا۔ اور سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ بادشاہ ملک لادن اور ملک حسام سے بڑی محبت سے پیش آیا۔

عادل خاں کا عنانِ حکومت سنبھالنا

عیدالضحیٰ کے بعد سلطان محمود نے عادل خاں کو "اعظم ہمایوں" کا خطاب دیا۔ نیز چار ہاتھی اور خرچ کے واسطے چار لاکھ کی رقم بھی دی اور اسیر و برہان پور کی حکومت عنایت کی۔ ملک لادن کو بھی بادشاہ نے خطاب دیا اور موضع بناس بطور جاگیر کے عطا کیا۔ عمادالملک کے بیٹے ملک مالہا کو "غازی خاں" تھانیسر کے تھانے دار عالم شہ کو "قطب خاں"، ملک حافظ کو "محافظ خاں" اور اس کے بھائی ملک یوسف کو "سیف خاں" کے خطابات عنایت کیے اور ان امراء کو اعظم ہمایوں کی مصاحبت کے

بادشاہ کی جسمانی کمزوری

انھیں دنوں بادشاہ کے جسم میں کمزوری اور بیماری کے آثار پیدا ہوئے بادشاہ نے یہ صورت دیکھ کر شہزادہ مظفر کو بڑودرہ سے بلایا، اور اسے اعلیٰ نصیحتیں کیں، تین چار روز بعد بادشاہ کی صحت قدرے بہتر ہو گئی۔ اور اس نے شہزادے کو بڑودرہ واپس بھجوا دیا۔

چند دنوں کے بعد سلطان محمود کی صحت پھر خراب ہو گئی۔ اور اس کا مرض عود کر آیا۔ اس بیماری کی وجہ سے بادشاہ بے حد نحیف و ناتواں ہو گیا۔ بادشاہ نے شہزادہ مظفر کو دوبارہ بڑودرہ سے بلالیا۔

سلطان محمود کا انتقال

اسی دوران میں فرحت الملک نے معروضہ پیش کیا کہ "بادشاہِ ایران شاہ اسمٰعیل صفوی نے یادگار بیگ کو قزلباشوں کی ایک جماعت کو اعلیٰ درجے کے تحفوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں روانہ کیا ہے" بادشاہ نے یہ سن کر کہا۔ "خدا نہ کرے کہ میں قزلباشوں کی صورت دیکھوں، کیونکہ وہ ظالم و بانیٔ فساد ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یادگار بیگ قزلباش ابھی بادشاہ کی خدمت میں پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ سلطان محمود نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ یہ حادثہ ۲ر رمضان المبارک بروز دوشنبہ کو پیش آیا۔

لقب "بیگرا" کی وجہ

سلطان محمود نے ایک مہینہ کم اکسٹھ (۶۱) سال کی عمر پائی، اس عرصے میں سے پچپن (۵۵) سال اور ایک ماہ تک اس نے حکومت کی، حکومت کے فرامین میں اسے "خدائیگان حلیم" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، سُلطان محمود کو "بیگرا" بھی کہا جاتا ہے، بیگرا اس گائے کو کہا جاتا ہے جس کے سینگ اوپر کی طرف گھومے ہوئے اور حلقہ دار ہوتے ہیں۔ چونکہ سلطان محمود کی مونچھوں کے بال اسی طرح کے تھے، اس لیے اسے "بیگرا" کہا جاتا ہے۔

شاہ جمال الدین کا بیان

شاہ جمال الدین انجوا کا بیان ہے کہ چونکہ سلطان محمود نے دو[2] نہایت ہی مشہور و معروف قلعے، کرنال اور جنانیر فتح کیے تھے اس لیے عوام و خواص اسے "بیگرا" کہنے لگے، جس کا مطلب ہے دو قلعوں والا۔ یہی توجیہہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

کردار

سلطان محمود اپنی خصوصیات و عادات کے لحاظ سے ایک مہذب ترین انسان تھا بہادری دانائی، معاملہ فہمی، سخاوت اور مہربانی کی خصوصیات اس میں بدرجۂ اتم موجود تھیں، جھوٹ بولنے اور سننے کو وہ سخت ناپسند کرتا تھا۔ اس کی زبان سے کبھی کوئی ایسا جملہ نہیں نکلا، جو تہذیب و

جائیں گے۔ اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس سے سات لاکھ تنگے لے کر، اپنے بھانجے "اعظم ہمایوں" کی خدمت میں روانہ کیے۔

نظام الملک کا خط

کچھ دنوں کے بعد نظام الملک بحری کا حاجب محمد آباد آیا، اور اس نے سلطان محمود کی خدمت میں خط پیش کیا، جس میں تحریر تھا۔ "خاں زادہ عالم خاں نے مجھ سے درخواست کی ہے، اور آپ سے بھی توقع رکھتا ہے کہ آپ اسے برہان پور و اسیر کا کچھ حصہ مرحمت فرمائیں۔" یہ خط پڑھ کر بادشاہ سخت غصے میں آیا اور یہ جواب دیا کہ "ایک غلام زادے کی اتنی ہمت کہ بادشاہوں کو خط لکھے اگر اس نے اپنی حد سے آگے قدم رکھا تو بڑی سختی سے اس کو پامال کیا جائے گا۔"

سیف خاں اور شیر خان کی امان طلبی

یہ جواب جب نظام الملک کو ملا تو وہ احمد نگر واپس چلا گیا، گجراتی امراء ندربار کے قصبے میں پہنچے۔ شیر خاں اور سیف خاں نے خوف زدہ ہو کر امان طلب کی۔ اور دکن کی طرف چلے گئے۔ عالم خاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ گجراتی لشکر آگیا ہے تو اس نے کالول کے علاقے میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا یہاں کے راجہ نے خوفزدہ ہو کر پیش کش بھیجی، اور معذرت کا اظہار کیا۔ عادل خاں اسیر میں آیا اور اس نے دلاور خاں کو بے حد عزت و توقیر کے ساتھ گجرات رخصت کیا۔

بادشاہ دہلی کی طرف سے تحفے

سلطان سکندر لودھی، بادشاہ دہلی نے ۹۱۶ھ میں محبت و خلوص کے اظہار کے لیے سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں بہت سے گراں قدر تحفے تحائف ارسال کیے، یہ پہلا موقع تھا کہ دہلی کے کسی بادشاہ نے فرماں روائے گجرات کو تحفے بھیجے۔

نہر والہ کا سفر

اسی سال سلطان محمود نے نہر والہ کا سفر اختیار کیا۔ اس علاقے کے تمام علماء و اکابر کو بادشاہ نے انعام و اکرام سے نوازا، اور ان سے کہا۔ میں یہاں اس مقصد سے آیا ہوں کہ آپ حضرات سے آخری بار ملاقات کروں، ممکن ہے کہ اس کے بعد موت مجھے اس کی اجازت نہ دے۔" علماء نے اس موقعے پر بادشاہ کے حق میں دعائے خیر کی۔

اس مجلس سے رخصت ہو کر بادشاہ مشائخ پٹن کے مزارات کی زیارت کے لیے روانہ ہوا۔ اور پھر وہاں سے احمد آباد آیا۔ شیخ احمد کھٹو رح کے روضۂ مقدس کی زیارت کے بعد بادشاہ محمد آباد جنانیر واپس آگیا۔

سُلطان مظفّر شاہ بن سُلطان محمود گجراتی

تخت نشینی سلطان محمود شاہ بن محمد شاہ کے انتقال کے بعد شہزادہ مظفر تخت حکومت پر بیٹھا۔ اپنے باپ کے انتقال کے بعد وہ برودرہ سے محمد آباد پہنچا اور ۳ر رمضان المبارک کو سہ شنبہ کے روز اس کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی۔ تمام امراء و اراکین سلطنت نے اطاعت و وفاداری کا دم بھرا، اسی رات مظفر نے اپنے باپ کی لاش کو شیخ کھٹو رحؒ کے مزار کی طرف روانہ کیا۔ اور عزیز الملک کو دس لاکھ تنگے دیئے تاکہ قصبہ سرکھج کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

رشید الملک اور ملک خُوش قدم کا تقرّر اس کے بعد مظفّر شاہ نے امراء کو خلعت اور خطابات سے نوازا۔ اسی روز مظفر شاہ کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا گیا۔ مظفر کی تاریخ پیدائش ۲۰ر شوال ۸۷۵ھ ہے۔ اس نے اپنی حکومت کے ابتدائی زمانے میں اپنے خاصے کے لشکر کے نامور سرداران ملک خوش قدم اور ملک رشید الملک کو بالترتیب عماد الملک اور خداوند خاں کے خطابات دے کر عنانِ وزارت ان کے سپرد کر دی۔

ایرانی قاصد کی آمد ماہ شوال میں اسی سال شاہِ ایران کا قاصد یادگار بیگ محمد آباد کے نواح میں آیا، سلطان مظفر نے اپنے تمام امیروں اور اراکین سلطنت کو یادگار بیگ کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ بادشاہ نے اس ایرانی قاصد سے بہت مہربانی کا برتاؤ کیا۔ یادگار بیگ جو تحفے تحائف اپنے ساتھ لایا تھا، اس نے وہ سب سلطان مظفر کی خدمت میں پیش کیے۔ بادشاہ نے یادگار بیگ اور اس کے ساتھیوں کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا اور ان کی رہائش کے لیے ایک عمدہ مکان کا انتظام کر دیا۔

برودرہ کا سفر کچھ دنوں بعد سلطان مظفر قصبہ برودرہ گیا اور اس مقام کو "دولت آباد" کے نام سے موسوم کیا، اسی روز شادی آباد مندو کے بادشاہ کا بیٹا صاحب خاں اپنے

شائستگی کے معیار سے گرا ہوا ہو۔ مذہب اسلام کے قوانین کا وہ سختی سے پابند تھا۔ تیر اندازی اور شکار کا اسے بہت شوق تھا۔ شرم وحیا کا یہ عالم تھا کہ خلوت میں بھی نامحرموں سے اپنے پاؤں کو چھپاتا تھا۔

بہادری

"طبقات محمود شاہی" کے مصنف کا بیان ہے کہ اگرچہ سلطان محمود کا ظاہری جسمانی ڈھانچہ کمزور تھا۔ لیکن وہ اپنے بچپن سے لے کر آواخر حیات تک دوران سفر اور معرکہ آرائی کے وقت ایسا جوشن آہنی پہنتا تھا کہ جسے ایک بہادر سے بہادر انسان بھی مشکل سے اٹھا سکتا ہے۔ وہ اپنے ترکش میں ایک سو ساٹھ (۱۶۰) تیر رکھتا تھا۔ تلوار اور نیزہ بھی ہر وقت وہ لگائے رکھتا تھا۔

ایک ہفتے تک قیام کیا اور پھر کودھرہ کی طرف روانہ ہوا۔ کودھرہ میں اس نے لشکر جمع کیا اور آگے بڑھا ہی تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ ایدر کے راجہ رائے بھیم نے موقع کو غنیمت سمجھ کر سانبرمتی کی حدود پر حملہ کر دیا۔

راجہ ایدر اور عین الملک میں جنگ

یہ خبر سن کر عین الملک ان حدود کی طرف گیا تاکہ راجہ کے فتنے کو فرو کرے اور پھر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو۔ راجہ اپنے لشکر کے ساتھ عین الملک کے مقابلے پہ آیا۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی، عبدالملک نامی ایک فوجی سردار مع دو سو سپاہیوں کے مارا گیا۔ عین الملک کا ایک ہاتھی جو اس کے ساتھ تھا، اس لڑائی میں وہ بھی مارا گیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر عین الملک نے راہ فرار اختیار کی۔

بادشاہ کا عزمِ ایدر

سلطان مظفر نے رائے بھیم، راجہ ایدر کی سرزنش کے لیے ایدر کا سفر اختیار کیا۔ جب بادشاہ قصبہ مہراسہ میں پہنچا تو اپنی فوج کے ایک حصے کو اس نے ایدر پر لشکر کشی کرنے کا حکم دیا۔ راجہ ایدر نے فوراً قلعہ خالی کر دیا اور خود بیجانگر کی پہاڑیوں میں چھپ گیا۔ بادشاہ نے ایدر پہنچ کر دس راجپوتوں کو، جو راستے میں کھڑے تھے، بے حد ذلت و خواری کے ساتھ تلوار کے گھاٹ اتارا۔

راجہ ایدر کی پریشانی

تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا گیا کہ ایدر میں کوئی عمارت، باغ، مندر باقی نہ رہا۔ رائے بھیم نے پریشان ہو کر اپنے زنار دار ملک گوپال کو سلطان مظفر کی خدمت میں روانہ کیا، اپنے قصور کی معافی چاہی، اور یہ پیغام دیا "عین الملک میرا جانی دشمن تھا۔ اس نے میرے ملک کو تباہ و برباد کیا۔ اس لیے پریشانی و اضطرار کے عالم میں مَیں نے ایسی حرکت کی۔ اگر شروع میں میری غلطی ہوتی، تو یقیناً میں آپ کے قہر و غضب کا مستحق تھا۔ میں حضور کی خدمت میں بیس لاکھ تنگے (جو دو ہزار تومان کے برابر ہوتے ہیں) اور ایک سو گھوڑے پیش کرتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا قصور معاف کیا جائے، حضور کی رحم دلی اور بندہ نوازی سے مجھے پوری پوری توقع ہے کہ آپ میرے اس معروضے کو قبول فرمائیں گے اور میری پریشان حالی کی لاج رکھ لیں گے۔"

مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ

سلطان مظفر شاہ مالوہ کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ اس نے راجہ کی معذرت قبول کر لی اور کودھرہ آ گیا۔ بادشاہ نے لشکر کی تیاری اور ضروری سامان کی فراہمی کے لیے عین الملک کو بیس لاکھ تنگے اور ایک سو گھوڑے دیئے۔ شہزادہ سکندر شاہ کو

بھائی کے خوف سے بھاگ کر بردورہ آگیا۔ بادشاہ نے اپنے امیروں کو صاحب خاں کے استقبال کے لیے بھیجا اور اس سے ملاقات کی۔ چند روز بادشاہ نے صاحب خاں کی مہمان داری میں بسر کیے اور پھر محمد آباد واپس آگیا۔

بادشاہ نے قیصر خاں کو قصبہ دھور کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ وہ سلطان محمود خلجی کے بارے میں صحیح خبریں اور مالوہ کے امرا کی تفصیل سے کیفیت دریافت کرے۔

صاحب خاں کا پیغام

ایک روز صاحب خاں نے سلطان مظفر کو پیغام بھیجا کہ بندے کو اس نواح میں آئے ہوئے ایک طویل عرصہ ہو گیا ہے۔ لیکن اب تک میرا مقصد پورا نہیں ہوا۔" سلطان مظفر نے اس کے جواب میں تحریر کیا کہ آج کل چونکہ بارشیں ہو رہی ہیں اس لیے کچھ کرنا مشکل ہے۔ انشاء اللہ برسات کے بعد مالوہ کا آدھا ملک سلطان محمود خلجی کے قبضے سے نکال کر تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

ہنگامۂ بدتمیزی

بادشاہ کے اس وعدہ کے باوجود صاحب خاں کی بدقسمتی میں کمی نہ ہوئی اتفاق سے یادگار بیگ اور اس کے دوسرے قزلباش ساتھی، جو گجراتیوں میں "کلاہ سرخ" کے نام سے مشہور تھے۔ اہل گجرات کے قریب ہی آباد ہو گئے۔ ایک روز ان کے ملازموں کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ اس ہنگامے میں یادگار بیگ کا مکان لوٹ لیا گیا۔ قزلباشوں نے بھی لڑائی میں حصہ لیا اور کئی ملازم مجروح و ہلاک ہوئے۔

صاحب خاں کی اسیر کی جانب روانگی

گجرات کے لشکر میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ قزلباشوں نے صاحب خاں کو قید کر لیا ہے، شہزادے نے بھی یہ خبر سنی اور اس سے اپنی یہ ذلت برداشت نہ ہو سکی اور وہ سلطان مظفر کو مطلع کیے بغیر ہی اسیر چلا گیا اور برہان پور کے حاکم اور عماد الملک کی تحریک پر امداد طلب کرنے کے لیے کاویل آیا۔ ان تمام حالات کی تفصیل مالوہ کے فرماں رواؤں کے حالات میں بیان کی جائے گی۔

شہزادہ صاحب خاں کی روانگی کے بعد سلطان مظفر کو راجپوتوں کے غلبے، اور سلطان محمود خلجی کی پریشانی اور پراگندہ حالی کی خبریں ملیں۔ سلطان مظفر نے اپنی غیرت سے مجبور ہو کر اس گروہ کی سرزنش کا قوی ارادہ کیا۔

مالوہ کا سفر

بادشاہ نے پہلے احمد آباد کے سفر کا ارادہ کیا تاکہ ممتانوں سے اچھی طرح مطمئن ہو جائے بادشاہ نے مالوہ کا سفر اختیار کیا اور راستے میں احمد آباد ٹھہرا، اس شہر میں اس نے

پسرِ سورج مل کا ساتھ دیا۔ اور ایدر کا ملک اور قلعہ بہار مل کے قبضے سے نکال کر رائے مل کے حوالے کر دیا
بہار مل نے سلطان مظفر سے مدد کی درخواست کی۔

پٹن کی سیر

سلطان مظفر نے ماہ شوال ۹۲۱ھ میں نظام الملک کو حکم دیا کہ وہ ایدر کا ملک اور قلعہ رائے مل کے تصرف سے نکال کر بہار مل کے حوالے کر دے۔ خود بادشاہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں سلطان مظفر نے لشکر کو خداوند خاں کی نگرانی اور حفاظت میں چھوڑا، اور خود پٹن کی سیر کے لیے روانہ ہوا۔ پٹن پہنچ کر بادشاہ نے وہاں کے باشندوں خصوصاً علماء و فضلاء کو اپنی نوازشات سے سرفراز کیا اور پھر واپس اپنے لشکر گاہ میں آگیا۔

ایدر کی فتح

نظام الملک نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی اور ایدر کو رائے مل کے قبضے سے نکال کر بہار مل کے حوالے کر دیا۔ رائے مل بیجانگر کی طرف فرار ہو گیا۔ نظام الملک اس کے تعاقب میں بیجانگر پہنچا اور لڑائی میں مشغول ہوا۔ دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے جب سلطان مظفر کو اس کا علم ہوا تو اس نے نظام الملک کو پیغام بھیجا۔ "جب ایدر کا ملک ہمارے قبضے میں آچکا ہے تو پھر بیجانگر جا کر معرکہ آرائی کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، اس طرح ہمارے سپاہیوں کی جانیں مفت میں ضائع ہوں گی۔ بہتر یہی ہے کہ تم جلد از جلد واپس آجاؤ۔" نظام الملک نے شاہی حکم کی تعمیل کی، اور احمد نگر میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سلطان مظفر نے نظام الملک کو تو احمد نگر ہی میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود احمد آباد واپس آیا۔

شہزادہ سکندر کی شادی

احمد آباد پہنچ کر بادشاہ نے شہزادہ سکندر کی شادی کی رسومات ادا کیں اور اس سلسلے میں ایک عظیم الشان جشن مسرت برپا کر کے امیروں اور اراکین سلطنت کو خلعت و اسپ سے نوازا۔

ایدر کا سفر

جب برسات کا موسم ختم ہوا تو سلطان مظفر نے ایک بار پھر سیر و شکار کے لیے رختِ سفر باندھا اور اس بار ایدر کی طرف روانہ ہوا، اسی زمانے میں نظام الملک بیمار پڑ گیا بادشاہ نے اس کے علاج کے لیے قابل طبیبوں کو مقرر کیا۔

رائے مل کا ایدر پر حملہ

۹۲۳ھ کے شروع میں بادشاہ نے جنانیر کا سفر اختیار کیا، سلطان مظفر نے نظام الملک کو جو صحت یاب ہو چکا تھا، اپنے پاس بلایا، اور نصرت الملک کو ایدر کی طرف روانہ کیا۔ نظام الملک نے قدرے عجلت سے کام لیا۔ اور نصرت الملک کے پہنچنے سے پہلے ہی ظہیر الملک کو ایک سو (۱۰۰) سواروں کے ہمراہ ایدر میں چھوڑ کر خود احمد نگر کی طرف

بادشاہ نے کودھرہ ہی میں محمد آباد کی حکومت عطا کی اور اسے اس نواح میں جانے کی اجازت دی۔

دھار کی طرف توجہ

اس کے بعد سلطان مظفر، مہودرہ نامی قصبے میں پہنچا اور قیصر خاں کو حکم دیا کہ، دیولہ نامی قصبہ (جو سلطان محمود خلجی کے ملازمین کے قبضے میں تھا) پر قابض ہو جائے، خود بادشاہ نے دھار کی طرف توجہ کی۔ اس جگہ کے باشندے بادشاہ کے استقبال کے لیے آئے اور انھوں نے جان کی امان طلب کی، سلطان مظفر نے ان کی درخواست قبول کرلی اور اہل دھار کی حفاظت کے لیے قوام الملک اور اختیار الملک بن عماد الملک کو مقرر کیا۔

سلطان محمود کا چندیری پر حملہ

انھیں دنوں یہ خبر ملی کہ سلطان محمود نے چندیری کے باغیوں کی سرزنش کے لیے حملہ کیا ہے۔ سلطان مظفر نے اپنے امیروں کو واپسی کا حکم دیا اور کہا کہ "میرے اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ پوربیہ کے غیر مسلموں کی سرزنش کی جائے اور مالوہ کی حکومت سلطان محمود خلجی اور صاحب خاں بن سلطان ناصر الدین کے درمیان تقسیم کردی جائے۔ اس وقت چونکہ سلطان محمود خلجی نے چندیری کے امراء کے مقابلے کے لیے راجپوتوں کو ساتھ لیا ہے۔ اس لیے میں اس ملک کے معاملات میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھتا۔"

سیر و شکار کے لیے دھار کا سفر

اسی دوران میں قوام الملک سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بادشاہ سے دھار کے آہو خانہ کی بے حد تعریف کی۔ یہ سن کر بادشاہ کی طبیعت سیر و شکار کی طرف مائل ہوئی، اس نے قوام الملک کو لشکر کی حفاظت کے لیے متعین کیا۔ اور خود دو ہزار سواروں اور ڈیڑھ سو (۱۵۰)، ہاتھیوں کو ساتھ لے کر دھار کی طرف روانہ ہوا۔ اسی دن بادشاہ نے میرزا شیخ عبداللہ چنگال اور شیخ کمال الدین مالوی کے مزاروں کی زیارت کی۔

جنانیر کو واپسی

کہا جاتا ہے کہ شیخ عبداللہ چنگال راجہ بھوج پانڈی کے عہد حکومت میں عہدۂ وزارت پر فائز تھے، ایک خاص وجہ سے آپ مشرف بہ اسلام ہوئے اور عبادات اور ریاضت و مجاہدہ سے آپ نے روحانی کمالات حاصل کیے، جب نظام الملک ولادرہ سے قصبہ نعلچہ میں آیا تو واپسی پر راجپوتوں کے ایک گروہ نے اسلامی لشکر کو نقصان پہنچایا۔ بادشاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے نظام الملک پر عتاب کیا اور خود جنانیر واپس آگیا۔

ایدر میں ہنگامہ

انھیں دنوں ایدر کے راجہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا، راجہ بہادر مل تخت نشین ہوا۔ اس موقع پر رانا سانگا نے اپنے داماد رائے مل

راجپوتوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے کی حفاظت کے لیے متعین کیا اور خود دس ہزار راجپوتوں اور بیشمار ہاتھیوں کے ساتھ دھار کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں سے پھر رانا سانگا کے پاس پہنچا تاکہ اس سے مدد حاصل کرے۔

قلعۂ مندو کا محاصرہ

سلطان مظفر اپنے لشکر کے ہمراہ مندو کے شہر کے قریب پہنچا تو راجپوتوں نے قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ راجپوتوں نے بہادری کا بڑا شاندار مظاہرہ کیا۔ لیکن مسلمانوں کے سامنے ان کا چراغ نہ جل سکا۔ اور آخرکار وہ پریشان ہو کر قلعے میں واپس چلے گئے۔ دوسرے روز پھر لڑائی ہوئی۔ قوام الملک نے اس بار سپاہیوں کو جوش دلا کر بہت سے راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ سلطان مظفر نے اس روز نہایت سختی سے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

دام مکر و فریب

اسی دوران میں مندلی رائے نے رائے نتھو کے نام ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا "میں رانا کے پاس گیا تھا اور اسے مع مارواڑ کے تمام راجپوتوں کے ہمراہ لے کر مدد کے لیے آ رہا ہوں۔ تم یہ کرو کہ سلطان مظفر کو کسی نہ کسی طرح ایک مہینے تک ٹھہراتے رہو۔" یہ خط پاکر رائے نتھو نے مکروفریب کا دام بچھایا اور قاصدوں کو سلطان مظفر کے پاس بھیج کر اسے یہ پیغام دیا "چونکہ قلعہ مندو ایک عرصے سے راجپوتوں کے قبضے میں ہے، اس لیے ان کے بال بچے اسی جگہ قیام پذیر ہیں۔ اگر آپ ایک منزل ہٹ کر قیام کریں تو ہم اپنے بال بچوں کو نکال کر قلعہ خالی کر دیں گے۔ اور آپ کے حوالے کر دیں گے۔ اس کے بعد میں بذاتِ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اور آپ کے اطاعت گزاروں کی صف میں شامل ہو جاؤں گا۔"

سلطان مظفر اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ پیغام محض ایک چال ہے اور دشمن کمک کا انتظار کر رہا ہے۔ لیکن اس نے یہ سوچ کر کہ سلطان محمود خلجی کے بال بچے اس قلعے میں ہیں۔ اس نے رائے نتھو کی درخواست منظور کر لی اور تین کوس پیچھے ہٹ کر قیام پذیر ہوا۔ بادشاہ اپنے طور پر یہ خیال بھی کیے ہوئے تھا کہ رائے نتھو قلعے سے نکل کر اس کی خدمت میں ضرور حاضر ہوگا۔ اور اس طرح بغیر کسی قسم کے ہنگامے اور معرکہ آرائی کے مقصد حل ہو جائے گا۔

رانا سنگا کے خلاف کارروائی

جب اس واقعہ کو بیس روز گزر گئے تو سلطان مظفر کو یقین ہو گیا کہ رائے نتھو نے دھوکہ دیا ہے اس دوران میں مندلی رائے نے چند ہاتھی اور بہت سا روپیہ بھیج کر رانا سنگا کو اپنی مدد کے لیے اجین کے نواح میں بلایا، اس صورتِ حال کے پیشِ نظر سلطان مظفر کو سخت غصہ آیا، اور اس نے اسیر و برہان پور کے حاکم عادل خاں

روانہ ہوا۔ نصرت الملک ابھی احمد نگر کے نواح ہی میں تھا۔ رائے مل نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، اور فوراً ایدر پر حملہ کر دیا۔

ظہیر الملک کا قتل

ظہیر الملک کے پاس بہت کم سپاہی تھے۔ اس کے برخلاف رائے مل کے پاس زبردست لشکر تھا۔ مگر پھر بھی ظہیر الملک نے اس کثرت و قلت کی پرواہ نہ کی اور دشمن کا مقابلہ کیا۔ نتیجہ تو ظاہر ہی تھا۔ ظہیر الملک مع ستائیس (۲۷) سپاہیوں کے لڑائی میں مارا گیا۔ سلطان مظفر کو جب اس حادثے کی اطلاع ملی تو اس نے نصرت الملک کے نام اس مضمون کا فرمان روانہ کیا۔ "بیجانگر کے علاقے تک جو فتنہ پردازوں اور مفسدوں کا مرکز ہے، حملہ کیا جائے اور سرکشوں کی مناسب تنبیہ کی جائے۔

سلطان محمود خلجی گجرات میں

انھیں دنوں شیخ حامد، جو اپنے زمانے کے بڑے متقی و پرہیزگار بزرگ تھے۔ حبیب خاں کے غلبے سے تنگ آکر مندو سے سلطان مظفر کی خدمت میں پہنچے اور اپنی آمد کی وجہ بیان کی۔ کچھ دنوں بعد دھور کا داروغہ قیصر خاں بھی بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ اور اس نے کہا۔ "سلطان محمود خلجی پورب کے کافروں کے غلبے اور تسلط کی وجہ سے پریشان ہو کر گجرات کے علاقے میں آگیا ہے۔ اس کی آمد کی خبر سن کر موضع بھکور میں اس کے پاس پہنچا۔ اور حسب استطاعت اس کی خدمت گزاری کی۔

محمود خلجی اور سلطان مظفر کی ملاقات

یہ خبر سن کر سلطان مظفر بہت خوش ہوا، اس نے تمام لوازمات شاہی اور دوسرے بہت سے تحفے قیصر خاں کو دیئے تاکہ سلطان محمود خلجی کی خدمت میں پہنچا دیئے جائیں۔ قیصر خاں کی روانگی کے بعد سلطان مظفر نے بھی سلطان محمود خلجی کے استقبال کے لیے سفر اختیار کیا۔ دونوں بادشاہوں نے دیوالہ کے نواح میں ایک دوسرے سے ملاقات کی۔

سلطان مظفر کی مالوہ پر لشکر کشی

سلطان مظفر نے محمود خلجی کی بہت خاطرداری اور دل جوئی کی اور اس سے کہا کہ "آپ اپنی حکومت کے چھن جانے کا قطعاً خیال نہ فرمائیے۔ میں عنقریب پوربی کافروں کا خاتمہ کر کے مالوہ کو فتنہ و فساد سے پاک کر دوں گا۔ اور آپ کی سلطنت آپ کے حوالے کر دوں گا۔" اس کے بعد سلطان مظفر نے لشکر کی فراہمی کا حکم دیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک زبردست لشکر تیار کر کے مالوہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

رائے مندلی کی تیاری

رائے مندلی کو جب سلطان مظفر کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے رائے نقور کو

ہونے اس راجپوت کی حالت ایسی بگڑی کہ اس نے وہیں کھڑے کھڑے دم توڑ دیا۔ یہ دیکھ کر رانا سونت پریشان ہوا۔ راجپوتوں کے قتل عام کی خبر بجلی بن کر اس پر گری۔

جے پور کو فرار

رانا سنگا کو سلطان مظفر کی آمد کی خبر بھی مل گئی۔ لہٰذا وہ بدحواس ہو کر جے پور کی طرف بھاگ گیا۔ عادل خاں فاروقی نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے ساتھیوں کو بری طرح قتل کیا، اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس کے بعد سلطان مظفر نے ایک قاصد بھیج کر عادل خاں فاروقی کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔

سلطان مظفر کی مندو کو روانگی

اسی دن سلطان محمود بھی مندو سے دھار آیا۔ اور سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے مظفر سے کہا "آپ کو میں اپنے باپ اور چچا کے برابر سمجھتا ہوں، اس لیے میری گزارش ہے کہ حضور میرے غریب خانے میں تشریف لا کر میری عزت افزائی کریں۔" بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور شہزادہ بہادر خاں، لطیف خاں اور عادل خاں فاروقی حاکم اسیر و برہان پور کو ساتھ لے کر مندو روانہ ہوا۔

سلطان محمود کی مہمان داری

سلطان مظفر نے رات کا وقت تونعلچہ نامی قصبے میں گزارا اور صبح کے وقت ہاتھی پر سوار ہو کر قلعے میں داخل ہوا اور سلطان محمود کے محل میں مقیم ہوا۔ سلطان محمود نے نہایت خلوص اور جاں فشانی سے مہمان داری کے فرائض انجام دیئے۔ کھانے کے بعد محمود نے سلطان مظفر اور شہزادے کی خدمت میں پیش کش نذر کی سلطان مظفر نے پرانے بادشاہوں کی تعمیر کردہ عمارتوں اور منزلوں کی سیر کی اور اس کے بعد دھار کی طرف واپس روانہ ہوا۔ دھار پہنچ کر بادشاہ نے سلطان محمود کو رخصت کیا۔ اور خود واپس گجرات کی طرف روانہ ہوا۔

گجرات کو واپسی

سلطان مظفر نے کچھ دن محمد آباد جنانیر میں قیام کیا۔ گجرات کے تمام اکابر و اشراف بادشاہ کی خدمت میں مبارک باد دینے کے لیے حاضر ہوئے۔ انھیں دنوں بادشاہ کے ایک ندیم خاص نے معروضہ پیش کیا، کہ جن دنوں حضور نے مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا، رائے مل راجہ ایدر نے کوہ بیجانگر سے باہر آ کر پٹن اور اس کے مضافات کو بہت بری طرح تباہ و برباد کیا تھا۔ یہ اطلاع پا کر نصرت الملک اس سرکش راجہ کی تنبیہ کے لیے گیا تھا۔ لیکن راجہ فرار ہو کر، بیجانگر کے غاروں میں جا چھپا تھا۔" یہ سن کر سلطان نے کہا "میرا ارادہ ہے کہ برسات کا موسم گزر جائے تو اس معاملے میں کوئی کارروائی کی جائے۔"

فاروقی کو جو تین دن قبل ایک زبردست لشکر کے ہمراہ آچکا تھا سپہ سالار مقرر کیا اور راسے قوام الملک سلطانی کے ساتھ رانا سنگا سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔

قلعۂ مندو پر حملہ

اس کے بعد سلطان مظفر نے لشکر کے سرداروں کو مناسب و موزوں مقامات پر متعین کیا اور قلعہ پر حملہ کر دیا۔ مظفری لشکر نے بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اہل قلعہ کو پورے چار دن تک چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور قلعے پر لگاتار حملے ہوتے رہے، پانچویں رات کو سلطان مظفر نے اپنے ہاتھوں کو روک لیا۔ راجپوت یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں نے حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے بالکل غافل ہوگئے۔ اور انھوں نے دشمن کی حرکات و سکنات پر نظر نہ رکھی۔ مسلمانوں نے ان کی اس غفلت سے فائدہ اٹھایا۔ جب دو پہر رات گزر گئی تو مسلمانوں کی ایک جماعت قلعے کے نیچے پہنچی۔ اہل قلعہ اس وقت سو رہے تھے۔ مسلمان سیڑھیاں لگا کر قلعے کے اوپر چڑھ گئے۔

راجپوتوں کا قتل

مسلمانوں نے قلعے کے دروازے کے نگہبانوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا، اور دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی بے شمار مسلمان لشکری قلعے کے اندر داخل ہوگئے۔ راجپوت امرا کو اس وقت ہوش آیا جبکہ پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ آخر کار ان لوگوں نے مجبور ہو کر اپنی قدیم رسم کی پابندی کی۔ یعنی بیوی بچوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اور اعلیٰ و قیمتی چیزوں کو جلا کر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے تیار ہوگئے۔ ۱۴ر صفر ۹۲۴ھ کو سلطان مظفر نے صبح ہی صبح انیس ۱۹ ہزار راجپوتوں کو قتل کیا اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا۔

محمود خلجی کی بحالی

سلطان مظفر جب پوری راجپوتوں کے قتل سے فارغ ہوگیا تو سلطان محمود خلجی نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارک باد دی اور پوچھا ”میرے بارے میں اب کیا حکم ہے؟ اس موقع پر سلطان مظفر نے ایسے اخلاق اور مروت کا اظہار کیا، جس کی مثال بادشاہوں میں بہت کم ملتی ہے۔ اس نے سلطان محمود خلجی سے کہا ”میں نے جو یہ محنت و مشقت کی، اس سے میری غرض صرف یہ تھی کہ تمہیں تخت حکومت پر بٹھاؤں، خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ خدا تم کو مندو کی حکومت اور مالوہ کی ولایت مبارک کرے۔“ دوسرے روز بادشاہ یہاں سے اپنے لشکرگاہ میں واپس آگیا۔ اور رانا سنگا سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔

رانا سنگا کی پریشانی

اسی اثنا میں ایک نامی گرامی راجپوت سردار کسی نہ کسی طرح جان بچا کر قلعہ مندو سے بھاگا۔ اور رانا سنگا کے پاس پہنچا۔ اس نے رانا کو بتایا کہ کس طرح سلطان مظفر نے خوفناک طریقے سے اَن گِنت راجپوتوں کو قتل کیا ہے۔ یہ کیفیت بیان کرتے

اس نے خود ہی نادانی کی ہے اور اب حضور سے مدد کی درخواست کر رہا ہے۔" بادشاہ اپنے امیروں کی رائے سے متاثر ہوا اور اس نے مبارز الملک کو مدد بھیجنے میں ذرا سستی سے کام لیا۔

مبارز الملک کی پریشانی

ایدر کی کمک کے لیے جو لشکر فراہم ہوا تھا اس کے بہت سے پیادے اور سوار احمد آباد یا دیگر مقامات کی طرف روانہ ہو گئے اور صرف چند گنتی کے سپاہی مبارز الملک کے پاس رہ گئے۔ یہی صورتِ حال کیا کم تھی کہ اس پر بادشاہ کی طرف سے بھی مدد نہ ملنے پر مبارز الملک بہت پریشان ہوا۔ ادھر رانا سنگا بھی ذرا ذرا سی بات کی خبر رکھتا تھا۔ اسے ان حالات کا علم ہو گیا اور اس نے ایدر کا رخ کیا اور راجہ ایدر کے پاس پہنچا۔

لڑائی کی تیاری

مبارز الملک نے جب دیکھا کہ سوائے لڑائی کے اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے تو اس نے دوسرے سرداروں کی مدد سے لشکر تیار کیا۔ اور رانا سنگا سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا۔ لیکن دونوں لشکروں کو ایک دوسرے کے سامنے آنے کا موقع نہ ملا۔ اس وجہ سے مبارز الملک واپس ایدر چلا آیا۔

مبارز الملک احمد نگر میں

لشکر کے سرداروں نے مبارز الملک سے کہا۔ ہم پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ ہمارے دشمنوں کی تعداد، ہمارے دوستوں سے کہیں زیادہ ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں۔ اور احمد نگر پہنچ کر قلعے میں محصور ہو جائیں، اور جب تک بادشاہ کی طرف سے مدد نہ آئے وہیں قیام کریں۔ لشکر کے سرداروں نے مبارز الملک کو بھی کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ لے لیا اور احمد نگر جا پہنچے۔

رانا سنگا ایدر میں

مبارز الملک کی روانگی کے دوسرے روز رانا سنگا ایدر میں داخل ہوا اور اس نے مبارز الملک کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے لوگوں سے پوچھا۔ ان گجراتیوں نے جو قوام الملک کا ساتھ چھوڑ کر رانا سنگا سے مل گئے تھے۔ رانا سنگا کو بتایا "کہ مبارز الملک ایسا انسان نہیں ہے جو معرکہ آرائی سے ڈرے یا دشمن کے خوف سے میدان جنگ چھوڑ جائے، لیکن دوسرے امراء نے اس کی کوئی بات نہیں مانی اور اسے زبردستی اپنے ساتھ احمد نگر لے گئے ہیں۔ تاکہ کمک کا انتظار کریں۔

مبارز الملک اور ایک بھاٹ

یہ سنتے ہی رانا سنگا جلد از جلد ایدر سے احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے وہی بھاٹ جس کا تذکرہ اوپر کی سطور میں آچکا ہے (جس نے مبارز الملک سے رانا سنگا کی تعریف کی تھی) مبارز الملک سے ملا۔ اور اس

ایدر کو روانگی

۹۰۵ھ میں سلطان مظفر ایدر کی طرف روانہ ہوا تاکہ رائے مل اور دوسرے فتنہ پردازوں کا قلع قمع کیا جا سکے۔ چونکہ راجہ مل نے رائے مل کو پناہ دی تھی اس لیے سلطان مظفر نے اس کے ملک کو تباہ و برباد کرنا اپنا فرض اولین سمجھا۔ چند دنوں میں اس نے اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور کچھ دن ایدر میں ٹھہر کر محمد آباد میں قیام پذیر ہوا۔

محمود خلجی اور رانا سنگا کی لڑائی

اس واقعہ کے بعد یہ اطلاع ملی کہ سلطان محمود خلجی نے آصف خاں کی معاونت سے رانا سنگا اور مندلی رائے کے ساتھ سخت لڑائی کی ہے اور مالوہ کے بہت سے امیر اس لڑائی میں مارے گئے ہیں یہ اطلاع بھی ملی کہ آصف خاں کا بیٹا مع دیگر بہادروں کے اس معرکے میں کام آیا ہے۔ اور سلطان محمود خلجی زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا ہے لیکن رانا سنگا نے اسے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اس کے حال پر رحم کھا کر کچھ لشکر کے ہمراہ اسے مندو کی طرف روانہ کر دیا ہے۔

یہ خبر سن کر سلطان مظفر کو بہت ہی افسوس ہوا۔ اس نے اپنے کئی سرداران لشکر کو سلطان محمود کی مدد کے لیے روانہ کیا اور محبت اور ہمدردی کا ایک خط لکھ کر اس کو مطمئن کیا اس کے بعد سلطان مظفر ایدر آیا اور وہاں اس نے کئی عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ایدر کی حکومت بادشاہ نے ملک مبارز الملک کے سپرد کی۔

ایدر پر رانا سنگا کا حملہ

ایک بار ملک مبارز الملک سے ایک بھاٹ نے رانا سنگا کی بہادری اور جواں مردی کا تذکرہ کیا۔ مبارز الملک نے اس کے جواب میں رانا سنگا کے بارے میں ناشائستہ باتیں کیں۔ اور اپنے ایک کتے کو رانا سنگا کے نام سے موسوم کر کے قلعہ ایدر کے دروازے پر بندھوا دیا۔ بھاٹ نے یہ سب کچھ جا کر رانا سنگا سے بیان کیا۔ اسے بہت غصہ آیا، اس نے لشکر تیار کیا اور ایدر پر حملہ کر کے یہاں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور پھر باکرو کی طرف روانہ ہوا۔

باکرو کا راجہ سلطان مظفر کا مطیع و فرماں بردار تھا۔ لیکن جب رانا سنگا اس کے سر پر جا پہنچا، تو وہ اسی کے گن گانے لگا۔ اور اس کے بہی خواہوں میں شامل ہو گیا۔ مبارز الملک نے ان تمام واقعات کی اطلاع سلطان مظفر کو دے دی۔

بادشاہ کے امیروں کی رائے

سلطان مظفر کے امیر، مبارز الملک کو پسند نہ کرتے تھے۔ انھوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس معاملے کی تمام ذمہ داری مبارز الملک پر ہے۔ اگر وہ ایک کتے کو رانا سنگا کے نام سے موسوم نہ کرتا تو یہ نوبت نہ آتی

نے جب مبارزالملک کو تھوڑے سے لشکر کے ساتھ دیکھا، تو انھوں نے احمدنگر پر حملہ کردیا۔ مبارزالملک نے قلعے سے باہر نکل کر ان لوگوں سے جنگ کی۔ اور ان کے اکسٹھ (۶۱) آدمیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر فتح حاصل کی اور واپس قلعے میں آیا۔ رانا سنگا کی ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے احمدنگر بالکل تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ غلہ اور ضرورت کی دوسری چیزیں بالکل نایاب تھیں، اس لیے وہاں قیام کرنا مشکل تھا اس لیے مبارزالملک اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرکے بیج نامی قصبے میں آگیا۔

عمادالملک اور قیصرخاں کی نامزدگی

ان حالات کی اطلاع سلطان مظفر کو بھی ہوئی اور اس نے عمادالملک اور قیصرخاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ رانا سنگا کی تنبیہ و سرزنش کے لیے نامزد کیا۔ یہ دونوں امیر اپنے لشکر اور ایک سو ہاتھیوں کے ہمراہ احمدآباد پہنچے اور قوام الملک کو ساتھ لے کر قصبہ سرکچ میں آئے، ان امیروں نے سلطان مظفر کو اطلاع دی کہ رانا سنگا اپنے ملک کو واپس چلا گیا ہے۔ اور انھوں نے بجے پور کا سفر اختیار کرنے کی اجازت طلب کی۔

رانا سنگا کی سرزنش کا ارادہ

سلطان مظفر نے ان لوگوں کو جواب میں لکھا "فی الحال بجے پور جانا مناسب نہیں ہے کیونکہ آج کل بارشیں ہو رہی ہیں۔ اور ایسے عالم میں لشکر کے لیے سفر کرنا مشکل ہوگا۔ جب برسات کا موسم گزر جائے تو پھر سفر کی تیاری کی جائے" امراء نے بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی اور برسات کے موسم کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ چند دنوں بعد سلطان مظفر نے ایک سال کی نقد تنخواہ اپنے لشکر میں تقسیم کی اور احمدآباد آیا اور رانا سنگا کی تنبیہ کے لیے بجے پور جانے کی تیاریوں میں مشغول ہوگیا۔

ملک ایاز کی آمد

اسی دوران میں ایاز خاص سلطانی (جو مظفر کے باپ کا غلام اور بندر سورت اور دیگر ساحلی مقامات کا جاگیردار تھا) ایک زبردست لشکر لے کر جو بیس ہزار سواروں اور پیادوں پر مشتمل تھا، سلطان مظفر کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور بادشاہ سے عرض کیا۔ جہاں پناہ سے میری درخواست ہے کہ آپ بذاتِ خود رانا سنگا کی تنبیہ فرمادیں، کیونکہ جاہ و جلال سلطانی سے بہت سی مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں۔ ہم خدمت گار ہر قربانی کے لیے تیار ہیں اور ہمارا اولین فرض یہی ہے، کہ اپنے آقا کے کام آویں۔ بادشاہ نے ملک ایاز کی اس بات کا جواب نہ دیا اور ماہ محرم ۹۲۷ھ میں بادشاہ احمدنگر آگیا۔

ملک ایاز کا رانا سنگا کی سرزنش کے لیے نامزد ہونا

جب تمام لشکر جمع ہوگیا، تو ملک ایاز نے ایک بار پھر بادشاہ سے

سے کہا۔" رانا سنگا ایک زبردست لشکر لے کر آ رہا ہے، مجھے افسوس ہے کہ آپ جیسے جواں ہمت اور کام کے لوگ بلاوجہ مارے جائیں گے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ سب لوگ قلعے میں محصور ہو جائیں رانا سنگا جب یہاں آئے گا اور آپ لوگوں کو محصور دیکھے گا، تو وہ اپنے گھوڑے کو قلعے کے نیچے پانی پلا کر واپس ہو جائے گا۔

مبارز الملک کی بلند ہمتی

مبارز الملک نے یہ سن کر جواب دیا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ رانا سنگا یہاں آئے اور اس دریا سے اپنے گھوڑے کو پانی پلائے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، اس کے بعد مبارز الملک نے اپنے لشکر کو جو رانا کی فوج کا دسواں حصہ بھی نہ تھا، تیار کیا اور لڑائی کے لیے میدان میں آ کھڑا ہوا۔

معرکہ آرائی

رانا سنگا بھی اپنا لشکر لے کر آ گیا اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی، خوب گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمانوں کے لشکر کا ایک نامی گرامی امیر اسد خاں مع دیگر امراء کے مارا گیا۔ مبارز الملک اور صفدر خاں نے کئی بار رانا سنگا کے لشکر پر حملہ کیا اور زخمی ہوئے۔ گجراتی لشکر پر بڑی مصیبت نازل ہوئی، بے شمار لشکری تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ جب معاملہ بے حد نازک ہو گیا تو مبارز الملک اور صفدر خاں نے راہ فرار اختیار کی اور احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔

رانا یدنگر میں

رانا نے احمد نگر میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا، اس شہر میں ایک روز قیام کرنے کے بعد رانا یدنگر چلا گیا۔ اس جگہ کے باشندے رانا کے پاس آئے اور اس سے کہا:" ہم لوگ زنار دار ہیں اور تمہارے باپ دادا نے ہمیشہ ہماری عزت کی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم ہم پر ظلم نہ کرو۔" رانا نے ان لوگوں کی درخواست قبول کی اور یدنگر میں کوئی کارروائی کیے بغیر ہی بیل نگر چلا گیا۔

ملک حاتم کی شہادت

بیل نگر کا تھانیدار ملک حاتم تھا اس نے جب دیکھا کہ رانا کے سامنے اس کا چراغ نہیں جل سکتا تو اس نے بزدلی سے ہار مان لینے پر بہادری سے شہید ہو جانے کو ترجیح دی۔ اس نے اپنا تھوڑا بہت لشکر جمع کیا اور رانا سے جنگ کی۔ اس لڑائی میں ملک حاتم مارا گیا۔ اس کے بعد رانا سنگا اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

مبارز الملک دوبارہ احمد نگر میں

ملک قوام الدین نے مبارز الملک اور صفدر خاں کو ایک لشکر کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ کیا۔ ان امیروں نے احمد نگر پہنچ کر پہلے مقتولین کی لاشوں کو سپرد خاک کیا، کوسی اور کراس جو ایدر کے نواح میں آباد تھے انھوں

قوام الملک کا کارنامہ

دوسرے دن صبح کے وقت قوام الملک سلطانی مفرور راجپوتوں کے گروہ کی تلاش میں کوہ یالوالہ میں داخل ہوا۔ اور اس نے اس علاقے میں تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا کہ کہیں بھی آبادی کا نام و نشان نہ رہا۔ بہت سے لوگ مارے گئے اور بہت سے مکانات جلائے گئے۔

مندسور کا محاصرہ

آکرسین جو متذکرہ بالا معرکے میں زخمی ہوا تھا، کسی نہ کسی طرح رانا سنگا کے پاس جا پہنچا۔ اور اسے تمام حالات سے آگاہ کیا انھیں دنوں ایاز سلطانی نے مندسور پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کا تھانیدار رانا سنگا کا ماتحت تھا۔ اس لیے رانا اس کی مدد کے لیے آیا۔ لیکن مندسور سے بارہ کوس کے فاصلے پر مقیم ہُوا۔

رانا سنگا کا پیغام

رانا سنگا نے اپنے ایک قاصد کو ملک ایاز کے پاس بھیجا، اور یہ پیغام دیا "میں اپنے ایلچیوں کو سلطان مظفر کے پاس بھیج کر شاہی اطاعت گزاروں میں داخل ہو رہا ہوں، اس لیے تمہیں چاہیئے کہ قلعے کا محاصرہ سے دست بردار ہو جاؤ۔" ملک ایاز نے رانا کی یہ بات ماننے کے لیے چند شرطیں رکھیں، جن کا پورا ہونا محال تھا۔ ادھر تو ایاز نے رانا کے قاصد سے یہ شرائط بیان کیں اور ادھر قلعے کی تسخیر کا کام جاری رکھا۔ اور نقب کو ایسی جگہ پہنچا دیا کہ قلعے کا فتح ہونا بہت آسان ہو گیا۔

سلطان محمود خلجی کی آمد

اسی دوران میں سلطان محمود خلجی کی طرف سے شرزہ خاں شروانی، ملک ایاز کے پاس آیا اور اس نے یہ پیغام دیا۔ "اگر مدد کی ضرورت ہو تو میں بھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔" ایاز نے سلطان محمود خلجی کو آنے کی دعوت دی اور اس کا انتظار کرنے لگا۔ سلطان محمود چونکہ سلطان مظفر کے بے پناہ احسانات کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ اس لیے اس نے سلہدی پوربیہ کو ساتھ لیا اور مندسور کی طرف روانہ ہو گیا۔

رانا سنگا کی تدبیر اور ناکامی

سلطان محمود خلجی کی آمد سے رانا سنگا کو بڑی پریشانی ہوئی۔ اس نے مندلی رائے کو سلہدی کے پاس بھیجا اور یہ کہلوایا۔ "مجھے تمہاری دوستی اور محبت سے بہت امیدیں ہیں اور یقین ہے، تم پرانے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو گے۔ اگر تم صلح کے لیے کوئی کام کر سکو تو ضرور کرو۔ اس وقت میرا مفاد اسی میں ہے۔" سلہدی نے صلح کے لیے بہت تدبیریں کیں مگر ان کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

ملک ایاز سے گجراتی امراء کی ناراضگی

چند روز بعد قوام الملک اپنے مورچال کو بڑھا کر آگے

رانا سنگا کی سرزنش کے لیے عرض کیا۔ بادشاہ نے ایک لاکھ سوار اور ایک سَو ہاتھیوں کا زبردست لشکر اس کے حوالے کیا اور اسے رانا سنگا سے معرکہ آرائی کی اجازت دے دی۔ ملک ایاز اور قوام الملک اس لشکر جرار کو لے کر روانہ ہوئے، اور مہراسہ کی منزل میں قیام کیا۔ سلطان مظفر نے انتہائی دور اندیشی سے کام لے کر تاج خاں اور نظام الملک شاہی کو بھی بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ اسی طرف روانہ کر دیا۔

بادشاہ کے نام ملک ایاز کا عریضہ

ملک ایاز نے بادشاہ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا: "حضور نے رانا سنگا کی تباہی و بربادی کے لیے جس قدر نامی گرامی اور معتبر امراء کو نامزد فرمایا ہے، اس سے حضور کے وقار اور عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے بہت زیادہ ہاتھی میرے ساتھ کر دیئے ہیں، اتنے ہاتھیوں کی ضرورت نہیں، میں اس مہم کے تمام امور کو آپ کے حسبِ منشا بجا لاؤں گا۔ ملک ایاز نے بہت سے ہاتھیوں کو واپس کر دیا، اور صفدر خاں کو راجپوتوں کی سرزنش کے لیے نامزد کیا۔

لکھاکرت کے راجپوتوں کی سرزنش

صفدر خاں نے لکھاکرت پہنچ کر ان گنت راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور جو باقی بچ رہے ان کو گرفتار کر کے ملک ایاز کے پاس آیا۔ ملک ایاز اس مقام سے آگے بڑھا اور ڈونگر پور اور بانسوالہ کے مقامات پر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا، اس کے بعد ایاز جے پور کی طرف روانہ ہوا۔

راستے کا پتھر

اس جگہ ایک شخص نے اشجع الملک اور صفدر خاں کو اطلاع دی کہ اودے سنگھ، راجہ مال، رانا سنگا کے راجپوتوں اور آکر سین پوربیہ کے ساتھ ایک پہاڑ کی کھوہ میں چھپا ہوا ہے، ان لوگوں کا ارادہ ہے کہ آپ کی فوج پر شب خون مارا جائے۔ اشجع الملک، اور صفدر خاں نے ملک ایاز کو اطلاع دیئے بغیر ہی دو سو (۲۰۰) سواروں کو ساتھ لیا اور جلد از جلد دشمن کے سر پر جا پہنچے، فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ آکر سین زخمی ہوا، اسی (۸۰) راجپوت مارے گئے اور باقی سب بھاگ گئے۔

اشجع الملک اور صفدر خاں کی بہادری

اس سے پہلے کہ فتح کی خبر آتی۔ ایاز کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ ایک زبردست لشکر لے کر اشجع الملک اور صفدر خاں کی مدد کے لیے موقعِ واردات پر جا پہنچا، وہاں جا کر جب اسے ان دونوں امیروں کی بہادری کا علم ہوا، تو وہ انگشت بدنداں رہ گیا۔ اور دونوں کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔

اس لشکر کے متعلق ہر قسم کے اختیارات مجھے دیئے ہیں۔ اور یہ ہدایت کی ہے کہ میں جو بات مناسب سمجھوں، اس کو عمل میں لاؤں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ امرائے گجرات کی ترغیب سے رانا سنگا سے جنگ کرنے کے لیے مستعد ہیں۔ لیکن یہ ناچیز بندہ اس خیال سے متفق نہیں ہے۔ کیونکہ میری رائے میں باہمی نفاق کی وجہ سے ہم لوگ بذریعہ جنگ اپنا مقصد حل نہیں کر سکتے۔

ملک ایاز کی بندر دیو کو روانگی

بدھ کے روز جبکہ امراء کو جنگ کرنی تھی، ملک ایاز نے اس جگہ سے کوچ کیا اور موضع خلجی پور میں قیام پذیر ہوا اور وہاں رانا سنگا کے قاصدوں کو خلعت و انعام دے کر رخصت کیا۔ سلطان محمود خلجی نے جنگ کا ارادہ ترک کیا اور مندو کی طرف چلا گیا۔ ایاز جنانیر میں سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اسے بندر دیو جانے کی اجازت دے دی۔ تاکہ وہ از سرِ نو فوج کا انتظام کر کے برسات کے بعد دوبارہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو۔

ایاز کا پیغام رانا سنگا کے نام

دوسرے امیروں نے بھی بادشاہ سے بات چیت کی اور ان میں یہ طے پایا کہ برسات کے بعد بادشاہ بذاتِ خود رانا سنگا پہ حملہ کرے اور اس نواح کے سرکشوں کو ٹھکانے لگائے، ملک ایاز کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے رانا سنگا کو یہ پیغام بھجوایا "چونکہ اب طرفین میں خوشگوار تعلقات پیدا ہو چکے ہیں، اس لیے ایک دوسرے کی بہتری کے لیے کوشش کرنا ہمارا فرض اولین ہے۔ چونکہ تمام امیر بغیر مقصد کو حاصل کیے ہوئے واپس لوٹے ہیں۔ اس لیے یہ امر بادشاہ کی طبیعت پہ ناگوار گزرا ہے۔ لہذا بادشاہ کا ارادہ ہے کہ وہ بذاتِ خود تمہارے ملک پہ لشکر کشی کر کے مفسدوں اور ہنگامہ پروروں کا قلع قمع کرے، اس صورتِ حال کے پیشِ نظر یہی مناسب ہے کہ تم اپنے بیٹے کو پیش کش اور تحفوں کے ساتھ جلد از جلد بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دو۔ تاکہ شاہی عتاب سے محفوظ رہو۔"

رانا سنگا کی پیش کش

ماہِ محرم ۹۲۸ھ میں سلطان مظفر جنانیر سے احمد آباد آیا تاکہ فوج جمع کر کے جے پور کا سفر کرے۔ احمد آباد میں چند روز قیام کیا اور سفر کا سامان درست کیا۔ پھر بادشاہ کانگڑہ میں مزید لشکر جمع کرنے کے لیے تین دن مقیم رہا، اس دوران میں بادشاہ کو اطلاع ملی کہ رانا سنگا نے بہت سے قیمتی تحفے تحائف اور پیش کش دے کر اپنے بیٹے کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ کچھ دنوں بعد رانا کا بڑا لڑکا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس

لے گیا۔ ممکن تھا کہ وہ قلعے کے اندر داخل ہو جاتا۔ لیکن ملک ایاز نے رشک و حسد سے کہ کہیں فتح قلعہ کا سہرا قوام الملک کے سر نہ بندھے۔ اسے اس دن جنگ کرنے سے منع کر دیا۔ گجراتی امیروں کو جب ایاز کی نیت کا حال معلوم ہوا تو وہ اس سے ناراض ہو گئے۔

مبارز الملک کا ارادہ

دوسرے روز مبارز الملک (صبح کے وقت) اور چند دوسرے امراء ملک ایاز سے اجازت لیے بغیر رانا سانگا سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ملک تغلق شہ فولادی مبارز الملک کو راستے سے واپس لایا اور بڑی مشکلوں سے اس کو جنگ کرنے سے باز رکھا۔ ان تمام کارروائیوں کا مقصد یہ تھا کہ سب سے پہلے ملک ایاز کا مورچال اور نقب تیار ہو کر قلعے میں آگ لگائے۔ اور اس طرح فتح کا سہرا ایاز کے سر رہے۔

راجپوتوں کی ہوشیاری

اگرچہ ان واقعات سے ملک ایاز اور امراء کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے لیکن کوئی امیر ایاز کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ بادشاہ کا حکم یہی تھا اور ایاز ہی اس مہم کا نگران اعلیٰ تھا۔ ایاز نے امراء کی مخالفت کے باوجود اپنی نقب کو آگ دے دی، اس سے قلعے کا برج پارہ پارہ ہو گیا۔ لیکن پھر بھی کچھ نہ ہو سکا۔ کیونکہ راجپوتوں نے اندر کی طرف ایک اور دیوار کھڑی کر رکھی تھی۔

رانا کا پیغام

دوسرے روز رانا کے ایلچی ملک ایاز کے پاس آئے اسے رانا کا یہ پیغام دیا۔ "میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں بادشاہ کا اطاعت گزار ہو جاؤں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ معرکہ احمد نگر میں، میں نے جن ہاتھیوں پر قبضہ کیا ہے انھیں اپنے بیٹے کے ہاتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ باوجود میری اطاعت اور فرماں برداری کے آپ اس قدر سخت گیری سے کیوں کام لے رہے ہیں"

مخالف اُمراء کا ارادۂ جنگ

چونکہ قوام الملک ایاز سے ناراض تھا۔ اس لیے ایاز نے یہی مناسب سمجھا کہ رانا سانگا سے صلح کی گفت و شنید کی جائے، دوسرے امراء کو جب ایاز کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی، تو انھوں نے اس پر ناخوشی کا اظہار کیا۔ اور سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے لڑائی کرنے کی ترغیب دی۔ ان لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ بدھ کے روز لڑائی شروع کر دی جائے۔ اس مجلس سے ایک شخص اٹھ کر ایاز کے پاس آیا اور اسے تمام کیفیت بیان کی۔

ملک ایاز کا پیغام محمود خلجی کے نام

ملک ایاز نے اسی وقت سلطان محمود خلجی کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا اور اس سے کہا۔ "سلطان مظفر نے

کو بغیر کسی سبب کے قتل کر دیا اور جو باقی بچے ہیں، انھوں نے مجھ کو بارہا خطوط لکھے ہیں، اور اپنے پاس بلایا ہے۔ چونکہ اس ناچیز نے محض اس توقع پر کہ آپ کے توسط سے مجھے قدر و منزلت نصیب ہوگی، ایک عرصے تک آپ کی اور آپ کے خاندان کی خدمت کی ہے اس لیے اب وقت آگیا ہے کہ میری خوش طالعی اپنے جوہر دکھائے۔ لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے حال پر کرم فرما کر کوئی ایسی تدبیر کریں کہ میرا موروثی ملک میرے قبضے میں آجائے۔ سلطان مظفر نے، اس کی درخواست قبول کی اور اسے بہت سا روپیہ دے کر ابراہیم شاہ سے لڑنے کے لیے رخصت کیا عالم خاں کے حالات شاہان دہلی سے متعلق باب میں لکھے جا چکے ہیں۔

شہزادہ بہادر خاں کی ناراضگی

۹۳۱ھ سلطان مظفر جانپیر سے ایدر آیا۔ راستے میں شہزادہ بہادر خاں نے بادشاہ کو اپنی آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی کی طرف متوجہ کیا، جس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کا ماہانہ جیب خرچ اس کے بڑے بھائی شہزادہ سکندر کے برابر کر دیا جائے۔ بادشاہ نے اس کی اس درخواست کو ٹال دیا۔ اس سے شہزادہ بہادر خاں بہت رنجیدہ ہوا، اور بادشاہ کی اجازت واطلاع کے بغیر احمد آباد آیا اور یہاں سے راجہ مال کے علاقے میں داخل ہوگیا۔

شہزادہ، چیتور میں

راجہ مال نے شہزادہ کی آمد کو اپنے لیے باعثِ برکت سمجھا۔ اس نے شہزادے کی بہت آؤ بھگت کی، اس کے بعد بہادر خاں چیتور میں آیا۔ یہاں رانا سنگا نے اس کا استقبال کیا۔ اور بہت سے تحفے تحائف پیش کر کے کہا، "یہ ملک آپ کے خدمت گزاروں کا ہے۔ اس لیے آپ جسے چاہیں، اپنی طرف سے عطا کر دیں۔" شہزادے نے رانا کی بہت دلجوئی کی، اور ملک کے متعلق اس کی درخواست کو قبول نہ کیا۔

دہلی میں

پھر بہادر خاں خواجہ معین الدین حسن سنجری کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے گیا اور وہاں سے میوات چلا گیا۔ حسن میواتی نے اس کا شاہانہ استقبال کیا میوات سے شہزادے نے دہلی کا رخ کیا۔ اتفاق سے ان دنوں مشہور مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر ہندوستان کو فتح کرنے کے خیال سے دہلی کے نواح میں مقیم تھا، ابراہیم شاہ کو جب بہادر خاں کے آنے کی اطلاع ملی، تو وہ بہت خوش ہوا اور اس سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔

شہزادے کی مقبولیت

ایک روز شہزادے نے اپنے گجراتی نوجوانوں کو ساتھ لیا اور افغانیوں کی مدد کے لیے مغلوں سے جنگ کی اور میدانِ جنگ میں

نے تمام تحفے شاہی بارگاہ میں پیش کیے۔ بادشاہ نے رانا کی خطا معاف کی اور اس کے بیٹے کو خلعت عطا کر کے لشکر کشی کا ارادہ ترک کر دیا۔

سیر و شکار

ان واقعات کے بعد بادشاہ سیر و شکار اور دوسری تفریحات میں مشغول ہو گیا۔ احمد آباد آیا۔ وہاں دوبارہ رانا سنگا کے بیٹے کو خلعت سے نوازا اور اسے وطن واپس جانے کی اجازت دی۔ اور خود سرکھج کی طرف روانہ ہو گیا۔

ایاز خاص سلطانی کی وفات

اسی سال ایاز خاص سلطانی نے جو مظفر شاہ کے بہی خواہوں، اور قابل اعتماد اطاعت گزاروں میں تھا۔ داعیٔ اجل کو لبیک کہا، بادشاہ کو اس کی موت کا بے حد صدمہ ہوا۔ ایاز کی جاگیر پر اس کے بیٹے کا تقرر کیا گیا۔

باغیوں کی سرکوبی

۹۳۰ھ میں سلطان مظفر نے مفسدوں اور فتنہ پردازوں کا قلع قمع کرنے کے لیے جنانیر سے کوچ کیا۔ اور مہراسہ اور ہرسول کے درمیان چند روز قیام کیا۔ اس نے حصار مہراسہ کو از سر نو تعمیر کروایا۔ اور پھر احمد آباد روانہ ہو گیا۔ راستے میں بادشاہ کی محبوب بیوی نے وفات پائی۔ اس عظیم صدمے سے بادشاہ اور شہزادہ دونوں ہی بہت غمگین ہوئے۔ ملکہ کی قبر پر گئے۔ اور تعزیت کے مراسم بجالائے۔ اسی رنج و غم کے عالم میں بادشاہ احمد آباد واپس آیا۔

ملکہ کی وفات

ملکہ کی وفات سے بادشاہ کو بہت اذیت پہنچی تھی، لیکن اس عالم میں بھی اس نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ خداوند خاں جو دانش مندی اور فراست میں تمام امراء سے آگے تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے بادشاہ کو صبر کے فوائد سے آگاہ کیا۔ اور ایک بہت ہی دل نشین اور سبق آموز تقریر کی۔ خداوند خاں کی اس ہمدردی سے بادشاہ کے دل سے غم کا بوجھ قدرے ہلکا ہو گیا۔

محمد آباد جنانیر کا سفر

ان دنوں برسات کا موسم اپنے شباب پر تھا۔ خداوند خاں نے بادشاہ کو محمد آباد جنانیر کی سیر کا مشورہ دیا۔ بادشاہ نے یہ مشورہ قبول کیا اور سیر و تفریح کے لیے محمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

عالم خاں بن سکندر لودھی کی درخواست

ایک روز عالم خاں بن سکندر خاں لودھی بادشاہ دہلی نے سلطان مظفر سے کہا۔ "ابراہیم شاہ بن سلطان سکندر لودھی نے دہلی میں ظلم و ستم کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ بہت سے عالی وقار امراء

آگیا۔ انتقال کے وقت سلطان مظفر کی عمر بیالیس (۴۲) سال تھی اور مدت حکومت چودہ سال نو ماہ۔

کردار

کہا جاتا ہے کہ سلطان مظفر نہایت پارسا اور مذہب اسلام کا شیدائی تھا، احکام شرع کی پابندی بہر طور کرتا تھا اور حدیث کی پیروی کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ خطاطی میں اسے کمال حاصل تھا، خط ثلث، نسخ اور رقاع میں اسے بڑی مہارت تھی، قرآن مجید کی کتابت کرنے کا بھی اسے بہت شوق تھا، جب ایک قرآن مجید ختم ہو جاتا تو اسے حرمین شریفین بھیج دیتا اور دوسرا لکھنا شروع کر دیتا۔

ایران، توران، روم اور عرب جیسے ممالک کے شرفاء اور اکابر اس کے عہد حکومت میں گجرات میں آئے۔ سلطان مظفر ان سب مہمانوں پر بے حد نوازش کرتا تھا۔ مشہور و ممتاز خوشنویس، ملا محمد سیاوش، اسی بادشاہ کے عہد حکومت میں شیراز سے گجرات آیا اور بے حد عزت اور وقعت کی نظر سے بادشاہ نے اسے دیکھا۔

اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ افغانی سردار، ابراہیم لودھی سے بے حد دل برداشتہ تھے۔ انھوں نے ابراہیم کو معزول کر کے بہادر خاں کو عنانِ حکومت سنبھالنے کا ارادہ کر لیا۔ ابراہیم لودھی کو اس ارادے کا علم ہو گیا۔ اس نے شہزادہ بہادر خاں کو امراء کے سامنے پیش کیا اور خود جونپور روانہ ہو گیا۔

محبت پدری

سلطان مظفر کو جب یہ اطلاع ملی کہ شہزادہ بہادر خاں دہلی میں ہے اور ظہیر الدین بابر مع اپنی فوج کے دہلی کے نواح میں قیام پذیر ہے تو اسے بہت تشویش ہوئی، بیٹے کے فراق میں بادشاہ بہت ملول رہنے لگا۔ اس نے خداوند خاں کو ہدایت کی کہ وہ شہزادے کو خطوط لکھ کر واپس گجرات بلائے۔

گجرات میں قحط

اسی زمانے میں گجرات میں زبردست قحط پڑا، لوگ دانے دانے کو ترس گئے بادشاہ نے ان دنوں قرآن مجید ختم کیا اور خداوند تعالےٰ سے دعا کی کہ یہ مصیبت ختم ہو جائے، خداوند تعالےٰ نے اس کی دعا قبول کی اور یہ مصیبت ٹل گئی۔

سلطان مظفر کی بیماری

اسی زمانے میں سلطان مظفر بیمار پڑا۔ اگرچہ بہت علاج معالجہ کیا گیا، لیکن مرض روز بروز بڑھتا ہی گیا۔ ایک روز سلطان مظفر کو بہادر خاں بہت یاد آیا اور اس غم میں وہ دیر تک روتا رہا۔ ایک شخص نے موقع پا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ "اس وقت گجراتی لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ ایک فریق شہزادہ سکندر کا حامی ہے اور دوسرا شہزادہ لطیف کی وفاداری کا دم بھرتا ہے۔"

بہادر خاں کا خیال

اس کے جواب میں سلطان مظفر نے اس شخص سے کہا: "کیا شہزادہ بہادر خاں کی طرف سے کوئی اطلاع آئی ہے"؟ اس سوال سے سب لوگ سمجھ گئے کہ بادشاہ بہادر خاں کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہے۔

شہزادہ سکندر کو وصیت

۲ جمادی الاول ۹۳۲ھ (بروز جمعہ) بادشاہ نے شہزادہ سکندر کو بلایا اور اسے اس کے بھائیوں کے بارے میں وصیت کی سکندر کو رخصت کر کے بادشاہ حرم سرا کے اندر داخل ہوا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا کچھ دیر میں نماز جمعہ کی اذان کی آواز آئی۔ بادشاہ نے اذان سن کر کہا کہ مجھ میں تو اتنی ہمت نہیں ہے کہ مسجد میں جاؤں، پھر اپنے ہمراہیوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دی۔

انتقال

حاضرین کے جانے کے بعد بادشاہ نے اسی جگہ نماز جمعہ ادا کی، اس کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا، اسے لیٹے ہوئے ابھی تھوڑی سی دیر ہی ہوئی تھی کہ اس کا آخری وقت

بادشاہ سے بے اطمینانی

عمادالملک حبشی سلطان مظفر کا لے پالک اور بادشاہ کی والدہ کا غلام تھا، وہ سکندر خاں کے طرزِ عمل سے بہت زیادہ دل برداشتہ ہُوا۔ وُہ لوگ جن پر سکندر خاں کی نظرِ التفات تھی، انھوں نے بہت سی اُلٹی سیدھی حرکتیں کیں۔ ان وجوہ سے عام رعایا اور لشکر میں بادشاہ کی طرف سے سخت بے اطمینانی پھیل گئی اور سب لوگ خدا سے بادشاہ کے زوال کے لیے دعائیں مانگنے لگے۔

غلط روی

ایک روز سلطان سکندر نے اپنا دربار منعقد کیا اور تمام امیروں اور اراکین سلطنت کو خلعت سے نوازا، نیز سترہ سو (۱۷۰۰) گھوڑے انعام میں تقسیم کیے، چونکہ یہ عنایات قطعاً بے محل تھیں، اس وجہ سے لوگ اور بھی بادشاہ سے ناراض ہوئے اور شہزادہ بہادر خاں کا انتظار کرنے لگے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ سلطنت کا مستحق صحیح طور پر بہادر خاں ہی ہے اور وہی تمام کاموں کو بہ حسن و خوبی انجام دے سکتا ہے۔

شہزادہ لطیف کے خلاف اقدام

سلطان سکندر نے جب سب کو اپنے خلاف پایا تو وہ اپنے انجام کا خیال کر کے سخت پریشان ہُوا، اسی اثناء میں بادشاہ کو یہ اطلاع بھی ملی کہ شہزادہ لطیف جو ندربار سلطان پور میں ہے، سلطنت کا دعویدار ہے اور تخت نشینی کے خواب دیکھ رہا ہے، بادشاہ نے ملک لطیف باریدار کو "شہزہ خانی" کا خطاب دے کر شہزادہ لطیف کی مدافعت کے لیے روانہ کیا۔

ملک لطیف اور سپاہ کا قتل

جب ملک لطیف ندربار پہنچا تو اسے معلوم ہُوا کہ شہزادہ لطیف خاں کوہستان ہو رگامیں ہے جو جے پور کے جنگل میں واقع ہے ملک لطیف فوراً جے پور کے جنگل کی طرف روانہ ہُوا۔ جے پور کے راجہ نے ملک لطیف کا مقابلہ کیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی، جس کے نتیجے میں راجہ جے پور کامیاب ہُوا، ملک لطیف اور دوسرے نامی گرامی امراء کو قتل کر دیا گیا، چونکہ بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا، اس لیے راجپوتوں نے عقب سے آکر سترہ سو (۱۷۰۰) سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔

سلطان سکندر کے قتل کی سازش

گجراتیوں نے اس زبردست شکست کو سکندر خاں کے زوال کی سب سے بڑی علامت قرار دیا، اس کے بعد سلطان سکندر نے قیصر خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ دشمنوں کی سرزنش کے لیے نامزد کیا۔ اس عرصے میں امیروں کے ایک گروہ نے عمادالملک سے کہا "سلطان سکندر تمھیں قتل کرنا چاہتا ہے، چونکہ

سلطان سکندر بن سلطان مظفّر شاہ گجراتی

بھائیوں میں نفاق

جب سلطان مظفر کی علالت نے طول کھینچا تو اس کے بیٹوں یعنی سکندر خاں اور لطیف خاں میں اختلاف پیدا ہو گیے، ان کی دیکھا دیکھی امیروں میں بھی دو گروہ ہو گئے، ایک گروہ سکندر کی حمایت کرنے لگا اور دوسرا لطیف خاں کی، چونکہ سکندر خاں، سلطان مظفر خاں کا بڑا بیٹا تھا، نیز بادشاہ اس کو اپنا ولی عہد مقرر کر چکا تھا اس لیے تمام بڑے بڑے اُمراء عماد الملک، خداوند خاں اور فتح خاں وغیرہ اسی کے ساتھ تھے، آخر کار جب لطیف نے اپنے لیے کوئی گنجائش نہ دیکھی تو وہ اپنی جاگیر ندربار سلطان پور چلا گیا۔

سکندر کی تخت نشینی

سلطان مظفر کے انتقال کے بعد سکندر خاں تختِ حکومت پر بیٹھا، اس نے باپ کی لاش کو سرکھج روانہ کر دیا اور خود تعزیت میں مصروف ہو گیا تین روز تک مرحوم بادشاہ کا سوگ منایا گیا۔

شیخ چنو کی مذمّت

تیسرے روز باپ کے سوگ سے فارغ ہو کر سکندر خاں محمد آباد جنانیر کی طرف روانہ ہُوا۔ نترہ نامی قصبے میں پہنچ کر اس نے بزرگانِ دین کی زیارت کی۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہُوا کہ قطب عالم سید برہان الدین کے فرزند شیخ چنو کا خیال یہ ہے کہ بادشاہت بہادر خاں کو ملے گی، یہ سُن کر سکندر خاں کو بہت غصّہ آیا اور اُس نے شیخ صاحب کو بُرا بھلا کہا۔

بیجا رعائتیں

اس کے بعد بادشاہ جنانیر پہنچا اور اس نے اپنے خاص خدمت گاروں کو جو شہزادگی کے زمانے میں اس کے بہی خواہ تھے، طرح طرح کی عنایتوں سے نوازا ان کو بے جا طور پر بڑی بڑی جاگیریں دیں، اس کے برعکس ان امیروں کو جو اس کے باپ دادا کے وقت سے سلطنت وحکومت کی خدمت کر رہے تھے، بالکل نہ پوچھا، اس طرزِ عمل سے امراء میں ناراضگی اور دلگیری کی ایک لہر دوڑ گئی۔

عمدہ طریقے سے اس کو تعمیر کیا گیا ہے۔

نصرت الملک اور ابراہیم بن جوہر کا قتل

عماد الملک اور اس کے ساتھی حوض کے قریب پہنچے وہاں نصرت الملک اور ابراہیم بن جوہر موجود تھے عماد الملک اور اس کے ساتھیوں نے تلواریں سنبھالیں اور ان کو قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے، ان دونوں نے اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کی، لیکن ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور وہ مارے گئے۔

سلطان سکندر کا قتل

اس کے بعد عماد الملک اور اس کے ساتھی بادشاہ کی خوابگاہ میں آئے، اس وقت سید علیم الدین بادشاہ کے پلنگ پر بیٹھا ہوا اس کی حفاظت کر رہا تھا، علیم نے جو یہ صورتِ حال دیکھی تو وہ سخت بدحواس ہوا، اس نے تلوار نکال کر آنے والوں پر حملہ کیا، دو آدمیوں کو زخمی کیا اور مارا گیا۔ عماد الملک اور اس کے ساتھیوں نے پلنگ پر لیٹے ہوئے بادشاہ کو تین جگہ سے زخمی کیا، بادشاہ گھبرا کر اٹھا اور زمین پر آگرا۔ اس وقت ایک شخص نے تلوار کے ایک ہی وار سے بادشاہ کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ سلطان سکندر نے صرف تین مہینے اور سترہ دن حکومت کی۔

ہم تمہارے بہی خواہ ہیں اس لیے یہ راز تمھیں بتائے دیتے ہیں۔" یہ سن کر عماد الملک نے طے کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح سلطان سکندر شاہ کو قتل کر کے سلطان مظفر کے کسی اور بیٹے کو حکمران بنادیا جائے اور اس طرح تمام قوت و اقتدار کی عنان اپنے ہاتھ میں لے لی جائے۔

بادشاہ کی سادہ لوحی

ایک روز سلطان سکندر سیر و تفریح کے لیے نکلا۔ عماد الملک نے بھی اپنا لشکر تیار کیا اور بادشاہ کو قتل کرنے کے ارادے سے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا، لیکن اسے اس کا موقع نہ ملا۔ راستے میں ایک شخص نے سلطان سکندر کو سارا واقعہ بتا دیا، لیکن بادشاہ نے اس کا یقین نہ کیا اور جواب دیا۔" یہ سب بدخواہوں کی اڑائی ہوئی افواہیں ہیں تاکہ میں سلطان مظفر کے امیروں اور غلاموں پر ظلم کروں، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عماد الملک جیسا موروثی نمک خوار میرے خلاف اس قسم کی سازش کرے۔"

پریشان کن خواب

بادشاہ نے یوں تو یہ جواب دے دیا، لیکن وہ یہ خبر سن کر رنجیدہ ضرور ہوا اس نے اپنے ایک مقرب خاص سے کہا۔" جب کبھی عام لوگوں میں یہ افواہ مشہور ہو جاتی ہے کہ شہزادہ بہادر خاں گجرات کو فتح کرنے کے لیے آرہا ہے تو میں پریشان ہو جاتا ہوں۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی روز رات کو سلطان سکندر نے خواب میں سید جلال بخاری، شاہ عالم اور شیخ چنو کو مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ دیکھا، سلطان مظفر بھی اس محفل میں شریک تھا، اس نے کہا۔ میرے بیٹے سلطان سکندر کو معزول کیا جائے۔ اس پر شیخ چنو نے سکندر سے کہا۔ اٹھ جاؤ یہ تمہاری جگہ نہیں ہے، تخت کا حقیقی وارث بہادر خاں ہے۔"

پریشانیوں میں اضافہ

صبح جب بادشاہ نیند سے بیدار ہوا تو اس نے اپنے ایک مقرب خاص کو بلا کر یہ خواب بیان کیا۔ اس خواب سے بادشاہ سخت پریشان تھا اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، اس نے اپنے خیال کو ٹالنے کے لیے چوگان بازی کا سہارا لیا اور کھیل میں مصروف ہو گیا۔

عماد الملک محل سرا میں

بادشاہ کے اس خواب کی کئی لوگوں کو اطلاع ہو گئی۔ جب چوتھائی دن گزر گیا تو بادشاہ محل سرا میں آیا اور کھانا کھانے کے بعد آرام کرنے لگا، تمام مقربین اپنے مکانوں میں چلے گئے۔ ۲۹ شعبان ۹۳۲ھ کو عماد الملک محل سرا میں آیا، اس کے ساتھ بہار الملک، داور الملک سیف خاں، ایک حبشی اور دو ترکی غلام تھے، عماد الملک نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہ محل عجائبات روزگار میں سے ہے تم اس کی سیر کرو اور دیکھو کہ کس

نقد پیش کروں گا۔" برہان نظام شاہ بحری نے عماد الملک کے بھیجے ہوئے تحفے تحائف تو قبول کر لیے، لیکن اس کی فرمائش کو ٹال دیا۔ راجہ پالپور البتہ ایسا نہ کر سکا، کیونکہ اس پر حق ہمسائیگی واجب تھا۔ لہٰذا وہ چینانیر کے نواح میں آ گیا۔

گجراتی امراء کا قاصد بہادر کی خدمت میں

بابر کے نام جو عریضہ عماد الملک نے روانہ کیا تھا، اس کی تفصیل دونگر پور کے تھانیدار کو معلوم ہو گئی، اس نے تاج خاں اور خداوند خاں کو سب کچھ بتا دیا۔ یہ معلوم ہوتے ہی گجراتی امیروں نے جلد از جلد اپنے ایک آدمی کو شہزادہ بہادر خاں کے پاس دہلی بھیجا۔ یہ قاصد سفر کی منزلیں جلد از جلد طے کرتا ہوا دہلی کے نواح میں شہزادہ بہادر خاں کے پاس جا پہنچا اور گجراتی امیروں کے عریضے اس کی خدمت میں پیش کیے۔ اتفاق سے اس وقت جونپور کے افغانوں کی طرف سے پائندخاں بھی آیا ہوا تھا، وہ چاہتا تھا کہ بہادر خاں کو اپنے ساتھ لے جا کر جونپور کا بادشاہ بنائے مگر شہزادے نے اس درخواست کو منظور نہ کیا، کیونکہ اسے گجرات سے زیادہ دلچسپی تھی۔ بہادر خاں نے پائندخاں کو تو رخصت کر دیا اور خود احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

دانش مند گھوڑا

بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت گجرات اور جونپور کے قاصد شہزادہ بہادر خاں کے پاس آئے تو اُن میں سے ہر ایک نے شہزادے کو اپنے ساتھ لے جانے کی پُوری پُوری کوشش کی۔ شہزادہ اس دوطرفہ اصرار سے بہت پریشان ہوا اور آخر کار اس نے یہ فیصلہ کیا کہ میں جنگل میں جا کر گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں اور اس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دیتا ہوں، تاکہ گھوڑا جس طرف چاہے چلا جائے، چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا، گھوڑے نے اپنا رُخ گجرات کی طرف کر لیا اور اس طرح شہزادہ بہادر خاں افغانی قاصد سے معذرت طلب کر کے گجرات کی طرف روانہ ہو گیا۔

بہادر خاں چیتوڑ میں

سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا، شہزادہ بہادر خاں چیتوڑ میں آیا، اس دوران میں گجرات کے قاصد برابر اس کے پاس آتے رہے اور گجرات کی خبریں پہنچاتے رہے، اسی جگہ شہزادے کو سلطان سکندر کے قتل کی خبر ملی، شہزادہ چاند خاں اور شہزادہ ابراہیم بن مظفر شاہ جو رانا سنگا کے پاس تھے، انھوں نے شہزادہ بہادر خاں سے ملاقات کی، اور بے حد مسرت کا اظہار کیا، چاند خاں تو شہزادے سے رخصت ہو کر اسی مقام پر فروکش رہا، البتہ شہزادہ ابراہیم بہادر خاں کے ساتھ ہو لیا۔

سُلطان محمود بن سُلطان مُظفّر شاہ گجراتی

تخت نشینی

سلطان سکندر خاں کے قتل کے بعد عماد الملک نے بہادر الملک کے مشورے سے نصیر خاں کو حرم سرا سے نکال کر "محمود شاہ" کے لقب سے تخت حکومت پر بٹھا دیا سلطان سکندر کے مقربین اور امراء خوف کی وجہ سے اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ ان لوگوں کے مکانات کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا گیا۔ سکندر شاہ کی لاش ہالوں میں جو جینا نیر کا ایک ضلع ہے، سپرد خاک کر دی گئی۔

امراء کی دلجوئی

عماد الملک نے خلعت و انعامات دے کر امیروں کو تسلی دی اور ان کے دل اپنے قابو میں کیے، اس نے ایک سو اسی (۱۸۰) امیروں کو خطابات سے نوازا، لیکن کسی کی تنخواہ یا جیب خرچ میں اضافہ نہ کیا۔ گجرات کے اکثر امراء موجودہ صورتِ حال سے مطمئن نہ تھے، وہ بہادر خاں کو گجرات کا بادشاہ بنانے کے حامی تھے اور اس مقصد سے انھوں نے شہزادے کو کئی خطوط بھی لکھے تھے، اس سلسلے میں تاج خاں اور خداوند خاں سب سے زیادہ کوشاں تھے۔

شہزادہ بہادر کی گجرات کو روانگی اور عماد الملک کی پریشانی

شہزادہ بہادر خاں کو سلطان مظفر کے انتقال کی خبر اس وقت ملی جب کہ وہ جانی پور میں تھا۔ یہ خبر سنتے ہی وہ جلد از جلد گجرات کی طرف روانہ ہو چکا تھا، عماد الملک بہت پریشان ہوا، اس نے برُہان نظام الملک بحری کو خط لکھا اور بہت سا روپیہ دے کر اسے ندربار اور سلطان پور کی سرحد کی طرف بلایا، اسی طرح عماد الملک نے راجہ پالپور کو بھی محمد آباد جنانیر کی سرحد کی طرف بُلایا۔

عماد الملک کا خط بابر کے نام

عماد الملک نے بڑی دور اندیشی اور فراست سے کام لیا، اور ظہیر الدین بابر کے نام ایک عریضہ لکھا، جس کا مضمون یہ تھا: "اگر جناب کے لشکر کا ایک حصہ بندر دیو میں آجائے تو میں آپ کے ملازمین کے اخراجات کے ایک کروڑ تنکہ

۲۶ رمضان المبارک ۹۳۲ھ کو شہزادہ بہروالہ پٹن میں آیا اور وہاں سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوا قصبۂ سرکیج میں شہزادے نے مشائخ اور صوفیائے کرام کے مزاروں کی زیارت کی اور احمد آباد میں داخل ہوا۔

محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ

عماد الملک کی پریشانی اور بڑھی اس نے اپنے لشکریوں کو ایک سال کی پیشگی تنخواہ ادا کی اور قاصد شہزادہ لطیف کے پاس بھیجا اور اس سے مدد طلب کی، لیکن اس سے پہلے کہ شہزادہ لطیف آتا، بہادر خاں محمد آباد جا پہنچا۔ بہت سے امراء جن میں بہاء الملک اور داور الملک (سلطان سکندر کے قاتل) بھی شامل تھے۔ عماد الملک سے ناراض ہو کر شہزادہ بہادر خاں سے آملے۔ شہزادے نے مصلحت وقت کے پیشِ نظر ان لوگوں کی دلجوئی کی اور عماد الملک پر غالب آکر محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

محمود شاہ　صرف چار ماہ تک حکمران رہا۔

گجراتی امیروں کو بہادر خاں کی آمد کی اطلاع
کچھ دنوں بعد شہزادہ بہادر خاں نے چیتوڑ سے کوچ کیا۔ مالپور کا راجہ اودے سنگھ اور سلطان سکندر کے دوسرے حامی بہادر خاں کے ساتھ مل گئے۔ بہادر خاں نے بہادر الملک اور تاج الدین کو تاج خاں اور دوسرے امیروں کے پاس روانہ کیا اور اپنے آنے کی اطلاع دی۔ تاج خاں جو عماد الملک سے بہت خائف تھا، اپنے لشکر اور قبیلے کے ساتھ دندوقہ میں مقیم ہوا اور بہادر خاں کا انتظار کرنے لگا۔ دندوقہ میں تاج خاں نے بہت سا سامان جمع کیا اور بڑے اہتمام کے ساتھ بہادر خاں کے استقبال کے لیے آگے بڑھا۔

شہزادہ لطیف کی روانگی
تاج خاں کے ساتھ شہزادہ لطیف بن مظفر شاہ بھی تھا، تاج نے شہزادے کو اخراجات کے لیے کچھ روپیہ دیا اور رخصت کر دیا اور کہا کہ چونکہ اب تاج و تخت کا صحیح وارث یہاں آ پہنچا ہے، اس لیے میرا اور تمہارا ایک ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم کہیں اور چلے جاؤ۔ شہزادہ لطیف بادلِ ناخواستہ وہاں سے رخصت ہوا اور اپنے چچازاد بھائی شہزادہ فتح خاں کے پاس چلا گیا۔

بہادر خاں دونگر میں
شہزادہ بہادر خاں جب دونگر پہنچا تو خرم خاں اور ملک کے دوسرے نامور امیروں نے اس کا استقبال کیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر عماد الملک کی پریشانی اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور وہ لشکر جمع کرنے کے لیے سرکاری روپیہ بے دریغ صرف کرنے لگا۔

عماد الملک کی کارروائی
عماد الملک نے جب یہ دیکھا کہ لوگ جوق در جوق شہزادہ بہادر خاں کے پاس جا رہے ہیں تو اُس نے ایک زبردست لشکر مع پچاس ۵۰ ہاتھیوں کے عضد الملک کی نگرانی میں مہرایہ روانہ کیا تاکہ راستہ مسدود کر دیا جائے اور کسی شخص کو شہزادہ بہادر خاں تک نہ پہنچنے دیا جائے۔

سلطان بہادر دونگر سے محمود پور پہنچا وہ تمام امراء جو سلطان سکندر کے خوف سے اِدھر اُدھر بھاگ گئے تھے، جمع ہو کر بہادر خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عضد الملک نے جب یہ حالات دیکھے تو وہ محمد آباد میں عماد الملک کے پاس چلا گیا۔

بہادر خاں احمد آباد میں
شہزادہ بہادر خاں قصبہ مہرایہ میں وارد ہوا تو وہاں تاج خاں چند امارت شاہی کے ساتھ شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ الغ

عمادالملک کی گرفتاری کا حکم

جب سلطان بہادر خاں شہر کے قریب پہنچا، تو نصیر خاں کا بیٹا ضیاء الملک بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے ضیاء الملک کو حکم دیا کہ وہ اپنے باپ کی مدد سے عمادالملک کے مکان کا محاصرہ کر کے اسے گرفتار کرلے، اس کے بعد بادشاہ آگے روانہ ہوا۔

گرفتاری اور پھانسی

تاج خاں نے جلد از جلد عمادالملک کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ عمادالملک مکان کی دیوار کے ذریعے سے اپنے گھر سے نکل گیا اور شیخ چنو صدیقی کے گھر میں پناہ گزیں ہوا۔ شیخ چنو کا گھر لوٹ لیا گیا، اور اس کے بیٹوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اتفاق سے بادشاہ کا گزر خداوندخاں کے گھر کے سامنے سے ہوا۔ خداوندخاں اگرچہ اس زمانے میں گوشہ نشین ہو چکا تھا، لیکن مکان سے باہر آیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسی دوران میں خداوندخاں کے ملازم عمادالملک کو شیخ چنو صدیقی کے گھر سے گرفتار کر کے لے آئے، بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ عمادالملک، سیف الدین اور سلطان سکندر کے دوسرے قاتلوں کو پھانسی دے دی جائے۔

عضدالملک کی گرفتاری کا حکم

سلطان بہادر نے سلطان مظفر کے نامی گرامی غلام رفیع الملک بن توکل کو عمادالملک کا خطاب دے کر عارض الممالک کے عہدے پر فائز کیا۔ عضدالملک کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ بردوہ سے فرار ہو گیا۔ بادشاہ نے شمشیرالملک اور نظام الملک کو بالترتیب عضدالملک اور محافظ خاں کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ دونوں مجرم فرار ہو کر رائے سنگھ کے پاس پناہ گزیں ہوئے بہادر شاہی سپاہیوں نے ان دونوں کا مال و اسباب لوٹ لیا اور واپس آگئے۔

سلطان سکندر کے قاتلوں کا قتل

اسی زمانے میں شاہ چنو صدیقی اور عضدالملک کے بیٹے کو سکندر خاں کے قاتلوں کی ایک جماعت کے ساتھ قدر خاں کے گھر میں قتل کیا گیا۔

بہاءالملک کا عبرت ناک حشر

بہاءالملک بھی گرفتار ہوا، اس نے سلطان سکندر کو زخمی کیا تھا اور سید علیم الدین کے ہاتھوں خود بھی زخمی ہوا تھا اور اس کا وہ زخم ابھی تک تازہ تھا، بادشاہ نے حکم دیا، اس کی کھال کھینچ کر اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے، سلطان سکندر کے قاتلوں میں سے چند اور اشخاص بھی گرفتار ہوئے جو دکن کی

سلطان بہادر خاں بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

تخت نشینی

نجومیوں نے عید الفطر ۹۳۲ھ کا مبارک دن بہادر خاں کی تخت نشینی کے لیے تجویز کیا تھا، چنانچہ اس دن بہادر خاں نے احمد آباد میں تختِ شاہی پر جلوس کیا اور تمام امرا اور ارکین سلطنت کو انعامات و خلعت سے نوازا۔

محمد آباد چنانیر کا سفر

ماہ شوال کے شروع میں بادشاہ نے محمد آباد چنانیر کا سفر اختیار کیا۔ سفر کی پہلی منزل پر معظم خاں سرداروں کی ایک جماعت کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ اس سے بہت مہربانی سے پیش آیا اور اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ جب بادشاہ اس منزل سے روانہ ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ دریائے باترک میں طغیانی آگئی ہے اور اس وجہ سے لشکر دریا کو عبور نہیں کر سکتا۔

اُمرائے سارق

بادشاہ نے قصبۂ سونلیج میں قیام کیا اور تاج خاں کو دریا کے کنارے متعین کیا تاکہ وہ لشکر کو بحفاظت دریا کی دوسری طرف اتارنے کا انتظام کرے دوسرے روز وہ تمام اُمراء جنھوں نے گذشتہ زمانے میں شاہی خزانے سے دولت چرائی تھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام مال مسروقہ بادشاہ کے حضور میں پیش کیا، سلطان بہادر نے عالی ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ تمام مال انھیں چوروں کو بخش دیا۔

مفسدوں کی کوشش

چاندپور کے راستے میں بادشاہ دریائے مہندری کے کنارے پہنچا اور اس کا لشکر گزرنا شروع ہوا۔ عماد الملک اور عضد الملک نے پہلے ہی سے ایک لشکر کو برودہ اور دوسرے علاقوں میں اس کام کے لیے متعین کر رکھا تھا کہ جب بادشاہ ادھر سے گزرے تو فساد برپا کر کے اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیا جائے، بادشاہ نے ان مفسدوں کی کوئی پروا نہ کی اور ان کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوا اور جلد از جلد دریا کو عبور کر گیا اور محمد آباد چنانیر کی طرف روانہ ہوا۔

ایک منظفری عطا کی جائے، ان دنوں بادشاہ دو مرتبہ چوگان بازی کے لیے سوار ہوا اور ان موقعوں پر جتنے لوگوں نے بھی سوال کیا ان کو ایک ایک منظفری دی گئی۔ سلطان بہادر نے ہر شہر میں فقیروں اور محتاجوں کے لیے لنگر خانے قائم کیے اور رعایا کی فلاح و بہبود کی طرف بہت توجہ کی، اس حکمتِ عملی کا یہ نتیجہ ہوا کہ گجرات کے شہر پہلے سے کہیں زیادہ آباد و معمور ہو گئے۔

مفسدوں کی سرگرمیاں

سلطان بہادر کو عنانِ اقتدار سنبھالے ہوئے ابھی کچھ مدت ہی گزری تھی کہ مفسدوں اور فتنہ پردازوں کی سرگرمیاں تیز ہونے لگیں۔ شجاع الملک نے راہِ فرار اختیار کی اور شہزادہ لطیف خاں سے مل گیا، امراء کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے بادشاہ سے گزارش کی، حضور نے الغ خاں کو اپنا بہی خواہ سمجھ کر شہزادہ لطیف کی مدافعت کے لیے نامزد کیا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قیصر خاں اور الغ خاں سلطان سکندر کے قتل کے معاملے میں عماد الملک سے متفق تھے اور اب بھی شہزادہ لطیف کو مدد پہنچاتے رہتے تھے۔

گرفتاریاں

سلطان بہادر اس مسئلے پر سوچنے لگا، اسی دوران میں تاج خاں نے قسم کھا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ قیصر خاں اور الغ خاں نے ایک غیر معروف راستے سے شہزادہ لطیف کو نا دوت بلایا ہے۔" دوسرے روز صبح جب تمام امراء بادشاہ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو سلطان بہادر نے حکم دیا کہ قیصر خاں اور الغ خاں کو گرفتار کر لیا جائے، انھیں دنوں دار الملک کسی بہانے سے باہر گیا، اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ خواجہ باجو اور ضیا الملک کا تعلق بھی مفسدوں کے گروہ سے تھا، ان دونوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور ہاتھ باندھ کر اور ننگے پیر دربار میں لایا گیا، لوگوں نے ہجوم کر کے ان دونوں کے مکانات کو لوٹ لیا، ضیاء الملک گلے میں رسّی ڈال کر بڑی عاجزی سے رو دیا، خواجہ باجو نے پچاس لاکھ تنگہ خون بہا دے کر معافی چاہی۔ سلطان بہادر نے ان دونوں پر رحم کھایا اور ان کی رہائی کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد سارے ملک میں امن و امان ہو گیا اور کسی قسم کا فتنہ و فساد باقی نہ رہا۔[2]

سلاح دارانِ خاصہ کا ہنگامہ

۹۳۳ھ میں خاصہ کے صلاح داروں نے جو تعداد میں دو ہزار تھے، جامع مسجد میں شور اور ہنگامہ کیا اور اس سبب سے خطیب مسجد کو خطبہ پڑھنے سے روک دیا کہ ان سلاح داروں کو تنخواہ نہیں ملی۔ سلطان بہادر اگرچہ چاہتا تھا کہ سلحدار شہزادہ لطیف کے حامی ہیں اور اس بہانے سے اس کے پاس جانا چاہتے

---

۵ گجرات کا ایک سکہ

طرف فرار ہوئے تھے، بادشاہ کے حکم سے انھیں توپ کے آگے ڈال کر اڑا دیا گیا، الغرض سلطان بہادر نے تھوڑے ہی عرصہ میں سلطان سکندر کے تمام قاتلوں کو ٹھکانے لگا دیا۔

شہزادہ لطیف کی مایوسی

کہا جاتا ہے کہ جس روز سلطان بہادر محمد آباد جنانیر میں آیا، اسی روز شہزادہ لطیف بھی عماد الملک اور دوسرے امراء کی دعوت پر شہر میں داخل ہوا اور ایک گوشے میں چھپ گیا۔ قیصر خاں، الغ خاں اور دوسرے امراء نے لطیف خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ "اب زیادہ دیر تک کسی امر کا انتظار نہ کرو اور فوراً گوشہ نشین ہو جاؤ" لطیف خاں مایوس ہو کر پالن پور چلا گیا۔ عضد الملک اور محافظ خاں بھی ولایت مونگا کی طرف چلے گئے۔

رعایا کی فلاح و بہبود

ان تمام واقعات کے بعد سلطان بہادر بڑے امن و اطمینان سے رعایا کی فلاح و بہبود اور لشکر کے انتظامات میں مشغول ہوا، رعایا کو انعام و اکرام سے نوازا، سپاہیوں کی تنخواہوں میں کئی کئی گنا اضافہ کیا اور سال بھر کی تنخواہیں یکمشت ادا کر کے انھیں خوش کیا، سرکیج نتوہ اور رسول آباد کے فقیروں کو بھی مالا مال کیا۔

محمد آباد میں دوبارہ تخت نشینی کی رسم

سلطنت گجرات کا پایۂ تخت چونکہ محمد آباد جنانیر تھا اور تمام شاہان گجرات نے اسی جگہ تخت بادشاہت پر جلوس کیا تھا، اس لیے سلطان بہادر نے بھی اس مقام پر تخت نشینی کی رسم ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ نجومیوں نے مبارک ساعت تجویز کی اور اس کے مطابق ۹۳۲ھ میں دریائے شرقی کے قریب مرصع تخت رکھ کر یہ رسم عمل میں آئی۔ تمام امراء اکابر اور مشائخ نے بادشاہ کو مبارک باد دی تقریباً ایک ہزار درباریوں کو خلعت عطا کیے گئے۔

عضد الملک کی سرگرمیاں

تمام امراء کو خطابات سے نوازا گیا۔ غازی خاں کے اعزاز و جاگیر میں اضافہ کیا گیا اور ندربار سلطان پور کی حکومت اسے عطا کی گئی۔ اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ عضد الملک، محافظ خاں کی ترغیب سے ندربار سلطان پور کے نواح میں کوہ اداسن میں ہنگامہ آرائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، بادشاہ نے غازی خاں کی نگرانی میں ایک لشکر کو اس فتنے کے فرد کرنے کے لیے نامزد کیا۔

گجرات میں قحط

اسی زمانے میں گجرات میں زبردست قحط پڑا، بادشاہ نے ہوشیار الملک کو جو خازنِ رکاب تھا، حکم دیا کہ سواری کے وقت جو شخص سوال کرے اسے

کو اچھی طرح ٹھکانے لگا سکوں گا۔"

تاج خاں کی نامزدگی

سلطان بہادر نے فوراً تاج خاں کو خلعت عطا فرمایا اور اسے ایک لاکھ سواروں کے ساتھ رائے سنگھ کی گوشمالی کے لیے نامزد کیا۔ تاج خاں اس لشکرِ جرار کے ہمراہ ملک بال میں پہنچا اور تباہی و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ رائے سنگھ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر بڑی انکساری کا اظہار کیا اور عہد مظفری کے ایک مشہور امیر شرف الملک کے نام ایک عریضہ روانہ کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔

تاج خاں اور رائے سنگھ میں معرکہ

رائے سنگھ کا جرم ایسا نہ تھا کہ اسے معاف کر دیا جاتا اس لیے تاج خاں نے اس کے علاقے میں اور زیادہ تباہی و بربادی کی اور رائے سنگھ کو سزا دینے کی پوری پوری کوشش کی۔ رائے سنگھ نے جب یہ دیکھا کہ سوائے لڑائی کے کوئی صورت باقی نہیں رہی تو وہ مجبوراً لڑائی کے لیے تیار ہوا۔ اس نے ایک تنگ مقام کو جنگ کے لیے منتخب کیا۔ تاج خاں اسی جگہ آیا۔ فریقین میں لڑائی ہوئی رائے سنگھ کے سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد ماری گئی۔ تاج خاں کا ایک آدمی قتل ہوا۔ کچھ عرصہ تک تاج خاں بال ہی میں رہا، آخر بادشاہ کے بلانے پر واپس چلا آیا۔

عامل کنبایت کی معزولی

اسی سال ربیع الاول کے مہینے میں سلطان بہادر سیر و شکار کی غرض سے پایۂ تخت سے باہر نکلا۔ بندر کنبایت کے باشندوں کی ایک جماعت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے عامل کے ظلم و ستم کی روداد بیان کی، بادشاہ نے اسی وقت کنبایت کے داروغہ کی معزولی کا حکم صادر کیا اور تاج خاں کو اس خدمت پر مقرر کیا۔
اسی سال رانا سانگا کا بیٹا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دن قیام کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔

ایدر اور باکر کی فتح

سلطان سکندر ۹۳۴ھ میں ایدر اور باکر کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا بہت ہی تھوڑے عرصے میں اس نے ان ولایتوں کو فتح کر لیا اور جنانیر واپس آ گیا۔

بندر دیب میں فرنگیوں کی گرفتاری

چند ماہ بعد بادشاہ نے قلعہ بھروچ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کنبایت میں آیا، ایک روز بادشاہ دریا کی سیر کر رہا تھا کہ بندر دیب سے ایک جہاز آیا، جہازیوں نے بادشاہ کو بتایا کہ

ہیں لیکن اس نے انسانی ہمدردی اور اخوت کے جذبات میں آکر حکم دیا کہ ان کی تنخواہ ادا کر دی جائے۔

شہزادہ لطیف کی گرفتاری

انھیں دنوں غازی خاں کا ایک عریضہ پہنچا، جس کا مضمون یہ تھا شہزادہ لطیف خاں ایک زبردست لشکر لے کر سلطان پور میں آیا ہے اور یہاں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا ہے۔ میں نے اس کی مفسدانہ حرکات پر کڑی نظر رکھی تو وہ مجھ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہُوا۔ میں نے بھی لشکر تیار کیا، زبردست لڑائی کے بعد عضد الملک اور محافظ خاں تو میدانِ جنگ سے بھاگ گئے، رائے بھیم مع اپنے بھائیوں کے مارا گیا اور شہزادہ لطیف زخمی ہو کر گرفتار ہُوا۔

شہزادہ لطیف کی وفات

جونہی بادشاہ نے یہ عریضہ پڑھا، اس نے اسی وقت محب الملک کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ سلطان پور بھیجا اور حکم دیا کہ شہزادہ لطیف کے ساتھ انتہائی محبت اور ہمدردی کا سلوک کیا جائے۔ اس کے زخموں کا علاج کیا جائے اور اُسے بڑی عزت اور احترام سے بادشاہ کے حضور لایا جائے، حکم کی تعمیل کی گئی مگر کاری زخم لگنے کی وجہ سے شہزادہ لطیف نے راستے ہی میں انتقال کیا، اسے جنانیر کے ضلع بالول میں سلطان سکندر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

نصیر خاں معروف بہ محمود شاہ کی وفات

اسی سال سلطان سکندر کے دوسرے بھائی نصیر خاں (جو سلطان محمود کے لقب سے تختِ گجرات پر بیٹھا تھا) نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، بادشاہ نے اپنے بھائیوں کی قبروں پر ایک گروہ کو وظیفہ دے کر متعین کیا اور کھانا اور خیرات کی تقسیم کا حکم دیا۔

رائے سنگھ کا فتنہ

اسی سال یہ خبر ملی کہ رائے سنگھ راجہ بال نے قیصر خاں کے قتل کی اطلاع پانے کے بعد قصبۂ دھور کو تباہ اور برباد کیا اور بہت سا مال قیصر خاں کے لڑکے ضیاء الملک سے زبردستی چھین کر لے گیا اور اب رائے سنگھ پورے ملک کو تباہ و برباد کرنے پر تُلا ہُوا ہے، یہ خبر سُن کر سلطان بہادر کو بہت تشویش ہوئی اور اس نے بذاتِ خود اس علاقے کا سفر کرنے کا ارادہ کیا، تاج خاں کو جب بادشاہ کے اس ارادے کا علم ہُوا تو اُس نے عرض کیا۔

"حکومت کو ابتداء میں اس قسم کے واقعات پیش آتے ہی رہتے ہیں۔ حضور کو قطعاً پریشان نہیں ہونا چاہیئے، اگر اس خدمت پر بندۂ حقیر کو نامزد کیا جائے تو یقین ہے کہ میں فتنہ پردازوں

اس کا موروثی ملک مغلوں کے پنجے سے نکال کر اس کے حوالے کر دے گا۔ سلطان بہادر کی عظمت و شوکت کی شہرت دُور دُور پھیلنے لگی۔ اس سفر میں دور و نزدیک کے تمام راجے اور حاکم بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بہی خواہی کا یقین دلایا۔

سلطان بہادر کی ہر دلعزیزی

پوربیہ سے راجہ گوالیار کا بھتیجا مع اپنے گروہ کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور ملازمینِ خاص کے زمرے میں داخل ہو گیا، رانا سانگا کا بھتیجا بھرون پسر پرتھی راج بھی چند راجپوتوں کے ساتھ بادشاہ کے ملازموں میں داخل ہوئے۔ دکن کے بعض سرداروں نے بھی شاہی ملازمت حاصل کی۔ ان سب لوگوں کو بادشاہ نے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

عماد شاہ کا پیغام

سلطان بہادر کو ایک عرصے تک محمد آباد چنانیر میں قیام کرنا پڑا۔ عماد شاہ چاہتا تھا کہ بادشاہ جلد از جلد اس کی مدد کے لیے آئے، اس نے جب دیکھا کہ سلطان بہادر کی آمد میں تاخیر ہو رہی ہے تو اس نے اپنے بیٹے خضر خاں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور کہلوایا "برہان نظام شاہ بحری اس قدر مغرور و سرکش ہے کہ وہ اپنے برابر کسی دوسرے کو سمجھتا ہی نہیں۔ میں نے کئی بار صلح کی بات چیت کی کوشش کی ہے لیکن وہ مانتا ہی نہیں، اس لیے آپ دکن تشریف لے آئیں تو خاکسار کا مقصد حل ہو جائے گا۔"

سلطان بہادر برہان پور میں

سلطان بہادر نے عماد شاہ کی درخواست قبول کی اور دکن کی طرف روانہ ہُوا۔ جب وہ دریائے نربدا کے کنارے پہنچا تو اس کے استقبال کے لیے میراں محمد شاہ فاروقی آیا اور اپنے ساتھ برہان پور لے گیا، وہاں سلطان بہادر کی شاندار ضیافت کی گئی، اس جگہ عماد الملک بھی کاویل سے پہنچ گیا اور اس نے بہت سے گھوڑے اور تحائف بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔

برار میں

اس کے بعد بادشاہ برار کی طرف روانہ ہُوا۔ جب سلطان بہادر جالنہ پہنچا تو اس نے شہر میں چند روز قیام کیا اور اس شہر پر قبضہ کرنے کی سوچنے لگا۔ عماد الملک کو جب یہ معلوم ہُوا تو وہ بہت پریشان ہُوا۔ مگر مرتا کیا نہ کرتا، اس نے برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا۔ عماد الملک نے میراں محمد فاروقی کے ذریعے سلطان بہادر کو برار سے آگے چلنے پر آمادہ کیا اور برار سے رخصت ہُوا۔

عماد شاہ کا فرار

سلطان بہادر جب احمد نگر پہنچا تو وہاں اس نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا

مخالف ہواؤں اور طوفان کی وجہ سے فرنگیوں کا ایک جہاز بندر دیب میں آگیا تھا، قوام الملک نے اس جہاز کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے اور تمام جہازی فرنگیوں کو قید کر لیا ہے۔ سلطان بہادر یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا، اس نے فوراً خشکی کے راستے سے بندر دیب کا سفر اختیار کیا اور قوام الملک کے پاس پہنچا۔ قوام الملک نے فرنگیوں کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا، بادشاہ نے ان کافروں کی ایک بڑی تعداد کو مسلمان کیا اور واپس ہوا۔

میراں محمد شاہ کا عریضہ

اسی سال حاکم اسیر میراں محمد شاہ (جو سلطان بہادر کا بھانجہ تھا) کا ایک خط آیا، جس میں اس نے لکھا تھا کہ "علاؤ الدین عماد شاہ نے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ یہ درخواست کی تھی کہ برہان نظام شاہ بحری اور قاسم ترک بیدری ملک برار میں زبردستی مدافعت کر رہے ہیں اس لیے میں اس کی (عماد شاہ کی) مدد کروں، اس درخواست کو میں نے منظور کر لیا اور عماد شاہ کی مدد کے لیے گیا، فریقین میں زبردست جنگ ہوئی میرے مقابلے پر بھی ایک لشکر آیا اور میں نے اس کو شکست دی۔

اسی اثناء میں نظام شاہ بحری جو ایک جگہ چھپا ہوا تھا، اس نے علاؤ الدین عماد شاہ پر حملہ کیا اور اسے شکست دے کر میرے چند ہاتھی بھی بطور مالِ غنیمت کے اپنے ساتھ لے گیا، نظام الملک نے قلعۂ ماہور پر جو ملک برار کا بہترین حصّہ ہے، قبضہ کر لیا ہے اس صورتِ حال کے پیش نظر آپ جو حکم دیں گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔"

بادشاہ کا جواب

بادشاہ نے میراں محمد شاہ کے عریضے کا یہ جواب دیا "پچھلے سال بھی علاؤ الدین نے اسی قسم کی درخواست کی تھی اور حاکم نہروالہ ملک عین الملک نے جا کر فریقین میں صلح کرا دی تھی، چونکہ پہل نظام الملک کی جانب سے ہوئی ہے، اس لیے مظلوم کی حمایت کرنا ہمارا فرضِ اوّلین ہے۔"

دکن پر لشکر کشی کا ارادہ

ماہ محرم ۹۳۵ھ میں سلطان بہادر نے نظام شاہ کے ملک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے دکن کی جانب روانہ ہوا، بادشاہ نے لشکر اور سامانِ ضرورت کی فراہمی کے لیے کچھ عرصہ تک بڑودہ میں قیام کیا۔

حاکم ٹھٹھہ کی آمد

اسی سال ٹھٹھہ کا حاکم جام فیروز مغلوں کی چیرہ دستیوں سے پریشان ہو کر جلا وطن ہوا اور سلطان بہادر کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ سلطان بہادر نے اس کی حالت پر رحم کھایا اور اسے اخراجات کے لیے بارہ لاکھ تنگے مرحمت کئے نیز یہ وعدہ بھی کیا کہ

نقد عطا کیے۔

مہرابہ کا سفر

ان امیروں کی خاطر داری کے بعد بادشاہ مہرابہ روانہ ہوا۔ جب بادشاہ وہاں پہنچا تو خداوند خاں اور دوسرے امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سلطان بہادر مہرابہ سے پاکر آیا اور اس علاقے کا عمدہ انتظام کیا، ہر جگہ تھانیدار مقرر کیے۔

پاکر کا راجہ بادشاہ کی خدمت میں

پاکر کا راجہ پرس رام مجبوری سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے بیٹے نے بادشاہ کے سامنے مذہب اسلام قبول کیا اور بادشاہ کے مقربین کی جماعت میں شامل ہو گیا۔

پرس رام کے بھائی کی جان بخشی

پرس رام کا بھائی اپنی جان کے خوف سے جنگلوں اور پہاڑوں میں مارا مارا پھرتا تھا، آخر کار وہ رانا سنگا کے بیٹے برتنسی کے پاس پہنچا اور اس کے ذریعے سلطان بہادر کی ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اتفاق سے ان دنوں سلطان بہادر شکار کے لیے بانسوالہ آیا ہوا تھا، برتنسی نے بادشاہ کے پاس اپنے قاصد بھیجے اور بڑی عاجزی اور انکساری سے چکا کا قصور معاف کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے برتنسی کی درخواست منظور کی اور چکا کو اپنے پاس بلا کر اس کا قصور معاف کیا۔

گھاٹ کرجی میں بادشاہ نے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی اور اس موضع کو پرتھی راج کی جاگیر میں دے دیا، پاکر کا باقی علاقہ پرتھی اور چکا کو برابر تقسیم کر دیا گیا۔

چیتور کے قصبات کی بربادی

بادشاہ نے کچھ دنوں سیر و شکار کے لیے اس جگہ قیام کیا اس دوران میں شاہی جاسوسوں نے یہ خبر دی کہ سلطان محمود خلجی نے جس پر سلطان مظفر کے بے شمار احسانات ہیں۔ مندو کے حاکم شرزہ خاں کو حکم دے کر چیتور کے بعض قصبے بالکل تباہ و برباد کروا دیے ہیں، لیکن اب شرزہ خاں اجین میں مقیم ہے سلطان محمود خلجی کی حکم عدولی کر رہا ہے، بلکہ بغاوت پر آمادہ ہے اور اس سے برسر مقابلہ ہے۔

برتنسی کا پیغام

انھیں دنوں رانا سانگا کے بیٹے برتنسی کے قاصد سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ "آپ سلطان محمود خلجی کو بے وجہ مخالفت اور بے مقصد عداوات سے منع فرمائیں"۔ قاصدوں کے آنے کے بعد یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی، سلہدری پوربیہ کو قتل کرنے کے لیے اجین سے سارنگ پور آیا ہوا ہے، سلہدری جو بادشاہ کے ساتھ تھا، اسے سلطان محمود کا ارادہ معلوم ہو گیا، لہٰذا وہ بھی

یہاں سے وہ دولت آباد آگیا اور جیسا کہ نظام شاہیوں کے حالات میں لکھا جا چکا ہے، دولت آباد میں سلطان بہادر نے حوض قتلو کے کنارے قیام کیا۔ اس نے عماد الملک کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ کے محاصرے پر نامزد کیا، کچھ دنوں بعد علاؤ الدین عماد شاہ نے دکنیوں سے سازش کر لی۔ اسے اس امر پر ندامت ہوئی کہ اس نے کیوں سلطان بہادر کو یہاں مدعو کیا۔ رات کے وقت عماد شاہ اپنا سب سامان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

سلطان بہادر کی واپسی

دکنیوں نے گجرات کا راستہ مسدود کر دیا تھا، اس لیے غلہ اور دیگر سامان ضرورت کی ترسیل بند ہو گئی۔ برہان نظام شاہ گجراتی لشکر کے مقابلے پر آیا اور کچھ فاصلے پر مقیم ہوا۔ برہان نے سلطان بہادر سے یہ وعدہ کیا کہ وہ میراں محمد فاروقی کے ہاتھیوں کو واپس کر دے گا اور احمد نگر میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ سلطان بہادر نے ان شرائط کو منظور کیا اور ۹۳۶ھ میں وہ گجرات واپس آگیا۔ برسات کے دن اس نے محمد آباد میں گزارے۔

ایدر کا سفر

سلطان بہادر نے ۹۳۷ھ میں ایدر کا سفر اختیار کیا، اس نے موضع جان پور میں خداوند خاں اور رفیع الملک المخاطب بہ عماد الملک کو ایک زبردست لشکر اور ان گنت ہاتھیوں کے ساتھ باگر کی مہم پر بھیجا اور خود بندر کنبایت میں آیا، یہاں بادشاہ نے ایک روز قیام کیا اور اس کے بعد بذریعہ جہاز بندر دیب کا ارادہ کیا۔ بندر دیب پہنچ کر بادشاہ نے دیکھا کہ مختلف بندرگاہوں سے بہت سے جہاز وہاں آئے ہوئے ہیں اور ان جہازوں میں انواع و اقسام کا سامان بھرا ہوا ہے، بادشاہ نے بہت سی اشیاء خریدیں، ان خرید کردہ اشیاء میں سولہ سو (۱۶۰۰) من پستہ بھی تھا۔

بانسوالہ اور ڈونگر پور کی تباہی

مصطفیٰ خاں رومی کے ساتھ رومیوں کی ایک جماعت بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لیے آئی، بادشاہ ان لوگوں سے بہت خوش ہوا اور ان کے قیام کے لیے ایک موزوں مکان تجویز کیا، اس کے بعد بادشاہ نے ملک ایاز سے غرباء کی سفارش کی اور خود بانسوالہ اور ڈونگر پور کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان بہادر نے ان علاقوں کو خوب اچھی طرح تباہ و برباد کیا اور یہاں کے راجاؤں سے پیش کش وصول کی۔ اس کے بعد بادشاہ محمد آباد جنانیر واپس آگیا۔

لودھی اُمراء کی آمد

اسی اثناء میں سلطان ابراہیم لودھی کے امیر عمر خاں اور قطب خاں وغیرہ ظہیر الدین بابر کے خوف سے فرار ہو کر گجرات میں پناہ گزیں ہوئے سلطان بہادر نے پہلے روز ان امیروں کو تین سو (۳۰۰) زربفت کی قبائیں، پچاس گھوڑے اور چند لاکھ تنگے

اور اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اس لیے وہ اب یہاں آنے سے معذور ہے۔" یہ سن کر سلطان بہادر نے قاصد سے کہا۔ "سلطان محمود کئی بار مجھ سے ملاقات کا وعدہ کر چکا ہے لیکن اب تک کوئی وعدہ پورا نہیں ہوا اگر وہ میرے پاس آنا مناسب نہ سمجھتا ہو تو میں اس کے ملک میں آنے کے لیے تیار ہوں۔" اس پر دریا خاں نے بادشاہ سے کہا: "سلطان محمود کے یہاں نہ آنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ چاند خاں بن مظفر گجراتی اس کے دربار میں ہے، اگر سلطان محمود یہاں آیا اور آپ نے چاند خاں کو طلب فرمایا تو بڑی مشکل پڑ جائے گی، نہ تو چاند خاں کو آپ کے حوالے کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے آپ سے بچایا جا سکتا ہے۔" یہ سن کر سلطان بہادر نے کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں کہ چاند خاں کو طلب نہیں کروں گا لہٰذا اب تم جلد از جلد سلطان محمود کو مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے بلواؤ۔"

سلطان محمود کا ارادہ

سلطان محمود کے قاصد کی رخصت کے بعد سلطان بہادر بھی سفر کی منزلیں طے کرنے لگا اور سلطان محمود کی آمد کا منتظر رہا۔ جب بادشاہ دیبال پور پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اپنے بڑے لڑکے کو سلطان غیاث الدین کا خطاب دے کر اسے قلعہ مندو میں مقیم رکھے اور خود قلعے سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جائے اور سلطان بہادر سے ملاقات کے لیے آئے۔

امراء کا معروضہ

انہی دوران میں بعض ایسے امیر، جو سلطان محمود خلجی کی بدسلوکی کی وجہ سے اس سے آزردہ تھے، سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا: "سلطان محمود خلجی ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے اور مختلف بہانے کر کے آپ سے ملاقات کرنے سے بچنا چاہتا ہے، جب تک آپ اسے مجبور نہ کریں گے وہ کبھی حاضر خدمت نہ ہوگا۔"

شادی آباد مندو کا محاصرہ

سلطان بہادر منازل سفر قطع کرتا ہوا شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ نعلچہ پہنچ کر بادشاہ نے اپنے لشکر کو شادی آباد مندو کے محاصرے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے محمد خاں اسیری کو مغربی جانب شاہ پول پر، لقمان کو جہل پول پر اور پوربیوں کی جماعت کو سہلوانہ پر متعین کیا اور خود محمود پول پہ مقیم ہوا۔

قلعے میں داخلہ

۲۶ر شعبان ۹۳۷ھ کی رات کو سلطان بہادر نے بہادروں کی جماعت کو ساتھ لیا اور دو مندوی جاسوسوں کی راہنمائی میں قلعہ میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ قلعے کی فصیل پر اتنی دیر تک ٹھہرا رہا کہ اس کے لشکر کا بڑا حصہ قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

اہل مالوہ کی پریشانی

سلطان بہادر صبح کی نماز کے وقت سلطان محمود خلجی کے محل کی طرف روانہ

سکندر خاں میواتی کے بیٹے کے ساتھ جیتور میں چلا گیا اور اس نے برتنسی پر حملہ کیا۔

سکندر خاں اور بھوپت

کچھ دنوں کے بعد سکندر خاں اور بھوپت پسر سلہدی سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاہی ملازمین میں داخل ہو گئے بادشاہ نے ان کو سات سو (۷۰۰) خلعت زربفت اور ستر (۷۰) گھوڑے انعام دیے۔ اسی دوران میں سلطان محمود خلجی کا خط بھی آیا جس میں اس نے لکھا تھا "ایک عرصے سے میں حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کا خواہاں ہوں، لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر ایسا نہ کر سکا، اب انشاءاللہ جلد از جلد آپ کی خدمت میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

سلطان محمود کی آمد کی اطلاع

سلطان محمود خلجی کا خط پڑھ کر سلطان بہادر نے دریا خاں[1] سے کہا "میں نے سلطان محمود کی آمد کی اطلاع پائی ہے اگر ایسا ہوا تو پھر میں اس کے مغرور ملازمین کو پناہ نہ دوں گا۔ سلطان بہادر، سلطان محمود کے قاصدوں سے بہت مہر و محبت سے پیش آیا اور ان کو واپس جانے کی اجازت دی، اس کے بعد وہ خود بانسوالہ آ گیا۔

برتنسی اور سلہدی کی آمد

بادشاہ جب دریائے کرجی کے کنارے پہنچا تو برتنسی اور سلہدی شاہی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ پہلے دن بادشاہ نے ان دونوں کو تیس (۳۰) ہاتھی، بہت سے گھوڑے اور پندرہ سو (۱۵۰۰) خلعت زربفت عطا کیے کچھ دنوں کے بعد برتنسی نے جیتور واپس جانے کی اجازت چاہی، سلہدی پوربیہ نے بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی اور وہیں رہ گیا۔

سنبلہ کی طرف روانگی

سلطان بہادر اس خیال سے کہ ممکن ہے سلطان محمود خلجی ملاقات کے لیے آئے۔ سنبلہ کی جانب روانہ ہوا اور یہ ارادہ کیا کہ اگر محمود آیا تو اس کی دعوت اور مہمانداری سے فارغ ہو کر وہ محمود کو رخصت کرنے کے لیے گھاٹ دیپالہ تک جائے گا اور پھر اپنے پایہ تخت کو واپس جائے گا۔

سلطان محمود کے قاصد کی آمد

سنبلہ پہنچ کر سلطان بہادر نے دس روز تک سلطان محمود خلجی کا انتظار کیا، لیکن وہ نہ آیا، اس کے بعد سلطان محمود کا قاصد دریا خاں آیا اور اس نے بتایا "سلطان محمود شکار کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر پڑا ہے

[1] سلطان محمود خلجی کا قاصد

نے اسمٰعیل عادل شاہ کے برخلاف لفظ "شاہ" کو اپنے نام میں داخل کر لیا تھا۔ اس لیے وہ نظام اپنے
محمد شاہ فاروقی کے کہنے سے برہان پور آیا اور شاہ طاہر جنیدی کی معرفت سلطان بہادر سے ملا۔ سلطان بہادر
نے اس کو چتر سفید، آفتاب گیر اور سراپردہ، سرخ جو سلطان محمود خلجی سے چھینا گیا تھا عطا کیا اور کہا۔ میں
تمھیں "نظام شاہ بحری" کا خطاب دیتا ہوں، میں نے دشمنوں کو بادشاہت کے مرتبے سے معزول
کیا اور دوستوں کو اس مرتبے پر فائز کیا۔

برہان نظام شاہ کی احسان فراموشی

سلطان بہادر نے برہان نظام شاہ کا جو اس قدر خیال کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ بہادر یہ چاہتا تھا کہ جب آئندہ
بادشاہ دہلی کے ساتھ اس کی جنگ ہو تو احمد نگر اور برہان پور کے حاکم اس کا ساتھ دیں لیکن حقیقت
یہ ہے کہ اس کی یہ توقع پوری نہ ہوئی۔ برہان نظام شاہ نے نہ صرف یہ کہ مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں کا ساتھ دیا
بلکہ چند سال قبل اس نے ہمایوں کے پاس اپنا حاجب بھیج کر گجرات کو فتح کرنے کی دعوت بھی دی تھی۔

شاہ طاہر جنیدی

کہا جاتا ہے کہ سلطان بہادر، شاہ طاہر جنیدی (جنھیں گجرات، برہان پور، مندو اور اہل دہلی وغیرہ کے علماء فضلاء نے ایک زبردست عالم تسلیم کیا ہے) کا
بہت احترام کرتا تھا اس سلسلے میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہ کبھی شاہ صاحب کے سامنے تخت پر
نہیں بیٹھتا تھا اور کبھی بیٹھتا بھی تھا تو انھیں اپنے سامنے ایک مرصع کرسی پر بٹھاتا تھا۔ اس سے
اندازہ ہو سکتا ہے کہ سلطان بہادر کو شاہ صاحب سے کس قدر عقیدت تھی۔

شاہ صاحب کا کارنامہ

سلطان بہادر نے برہان پور قیام کے دوران میں بے حد کوشش کی کہ وہ شاہ طاہر کو نظام شاہ سے حاصل کرے اور انھیں اپنا وکیل السلطنت
بنا لے لیکن شاہ صاحب نے یہ کہہ کر کہ ان کا مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ہے اس خدمت سے انکار کر دیا
شاہ صاحب نے احمد نگر پہنچ کر تھوڑے سے عرصے ہی میں اسے شیعہ مذہب کی طرف راغب کر لیا
اور احمد نگر میں اس مذہب کی بہت ترویج و اشاعت کی۔ انھوں نے چتر و سرپردہ کا رنگ سبز کروا دیا
کیونکہ یہ بارہ اماموں کا نشان ہے۔ اس سلسلے کی تمام تفصیلات نظام شاہی خاندان کے حالات میں قلمبند
کی جا چکی ہیں۔ ہمارے قارئین کرام اس باب میں ان واقعات کو پڑھ سکتے ہیں۔

سلہدی پوربیہ کی ناشائستہ حرکت

نظام شاہ سے ملاقات کرکے اور اسے احمد نگر کے لیے رخصت کرکے سلطان بہادر بہت ہی خوش خوش شادی آباد
مندو سے دھار آیا۔ انھیں دنوں بادشاہ کو یہ خبر ملی کہ سلہدی پوربیہ نے سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت

ہُوا۔ اس نے لشکروں کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔ بات دراصل یہ تھی کہ اہلِ قلعہ یہ سمجھتے تھے کہ جس جانب سے قلعہ کی فصیل بہت اونچی ہے اس طرف سے کبھی کوئی غیر لشکر اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ مالویوں کو گجراتی لشکر کی آمد کی اطلاع اس وقت ملی جب کہ سارا قلعہ غیروں سے بھر چکا تھا، اہلِ قلعہ سخت پریشان ہوئے۔ چاند خاں بن سلطان مظفر قلعے سے نکل کر بھاگ گیا، سلطان محمود خلجی اپنے تھوڑے بہت لشکر کو لے کر سلطان بہادر کے مقابلے پر آیا، لیکن جب اُس نے یہ دیکھا کہ گجراتیوں کے مقابلے میں لڑنا کوئی آسان بات نہیں ہے تو وہ شہر سے باہر چلا گیا۔

شاہی محل کا محاصرہ

تھوڑی دیر بعد سلطان محمود خلجی اپنے امراء اور اراکینِ سلطنت کے مشورے سے اپنے متعلقین کی حفاظت کے لیے واپس لوٹا اور محل کی طرف چلا۔ سلطان بہادر کے لشکر نے محل کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ سلطان بہادر نے سب کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ شاہی محل، حرم اور امیروں کو اماں حاصل ہے اور کوئی شخص ان کی عزت، جان اور مال پر بُری نظر نہ ڈالے۔

سلطان محمود خلجی کی گرفتاری

اسی دوران میں سلطان بہادر شاہی محل کے کوٹھے پر گیا اور ایک معتبر شخص کو سلطان محمود خلجی کے بلانے کے واسطے روانہ کیا سلطان محمود خلجی اپنے سات امیروں کے ہمراہ سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ نے یہ سوچ رکھا تھا کہ وہ سلطان محمود کا قصور معاف کر دے گا، لیکن ایسا نہ ہو سکا، اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب سلطان محمود، سلطان بہادر کے سامنے آیا تو ثانی الذکر نے پوچھا۔ تم اب تک مجھ سے کس لیے منہ چھپاتے رہے ہو اور مجھ سے ملنے سے انکار کیوں کرتے رہے ہو؟" محمود نے اس کے جواب میں کچھ سخت باتیں کہیں، جن کی وجہ سے سلطان بہادر کو اس پر بہت غصہ آیا، اس غصے کے عالم میں بادشاہ نے محمود کو مع اس کے بیٹوں کے گرفتار کر لیا اور قیدیوں کو آصف خاں کے ہمراہ محمد آباد چانپانیر روانہ کر دیا۔ بادشاہ نے فی الحال خود مندو ہی میں قیام کرنا مناسب سمجھا۔

اُمراء پر لُطف و کرم

سلطان بہادر نے گجرات کے امیروں کو مالوہ میں اور مالوہ کے امیروں کو گجرات میں جاگیریں عطا فرمائیں اور میراں محمد شاہ کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ بُرہان پور کی طرف روانہ کیا۔

نظام شاہ بحری کی عزت افزائی

۹۳۸ھ میں برسات کے موسم کے بعد بادشاہ اسیر اور بُرہان پور کی طرف سیر کے لیے روانہ ہوا۔ بُرہان نظام شاہ بحری

اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضور کی اطاعت کرنے پر تیار نہیں ہے اس کو میں یہاں بڑے فریب سے لایا ہوں کنپایت کا علاقہ اور ایک کروڑ تنگہ نقد دینے کا وعدہ کیا تب کہیں یہ میرے ساتھ چلنے پر تیار ہوا ورنہ اس نے قلعے کو چھوڑ کر میوات چلے جانے کا طے کر لیا تھا، اب بہتر یہی ہے کہ اس کو یہاں سے جانے کا موقع نہ دیا جائے ورنہ اب اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اس کا ملنا دشوار ہوگا۔"

سلہدی کی گرفتاری

سلطان بہادر سعدل پور سے دھار کی جانب روانہ ہوا اور اس نے اپنے امیروں اور ارکینِ سلطنت سے سلہدی پوربیہ کو گرفتار کرنے کے بارے میں بات چیت کی۔ لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو تو لشکر گاہ ہی میں چھوڑ دیا اور خود مع سلہدی کے قلعہ دھار میں داخل ہو گیا، جس وقت سلطان بہادر قلعے کے اندر داخل ہوا گجراتی موکلوں نے سلہدی کو مع اس کے ۱۰ ملازموں کے گرفتار کر لیا۔

سلہدی کے ایک ملازم کی وفاداری

اسی دوران میں سلہدی پوربیہ کے خاص ملازم نے واویلا کیا اور ہاتھ میں خنجر لے کر چیخنے لگا، سلہدی نے اس ملازم سے سوال کیا۔ "کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں قتل کیا جاؤں؟" ملازم نے جواب دیا۔ "میں نے یہ سب کچھ تمھارے ہی لیے کیا ہے، اگر میرے اس فعل سے تمھارا کچھ نقصان ہوتا ہے تو پھر میں اس خنجر سے اپنا خاتمہ آپ ہی کر لیتا ہوں تاکہ میں تمھیں مقتول نہ دیکھ سکوں۔ یہ کہہ کر اس شخص نے اپنے پیٹ میں خنجر بھونک کر خودکشی کر لی۔

لوٹ مار

سلہدی کی گرفتاری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی۔ عوام نے سلہدی کا کچھ سامان لوٹ لیا اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ جو بچ گئے، انھوں نے راہِ فرار اختیار کی اور سلہدی کے بیٹے بھوپت کے پاس پہنچ گئے سلہدی کا سارا سامان اور ہاتھی بادشاہ نے اپنے قبضے میں کر لیے۔

بادشاہ اجین میں

بادشاہ نے رفیع الملک المخاطب بہ عماد الملک کو بھوپت کے دفیعے کے لیے متعین کیا اور خداوند خاں کو فوج کے ساتھ قلعے میں چھوڑ کر خود دوسرے روز اجین کی طرف روانہ ہو گیا، وہاں پہنچ کر سلطان بہادر نے شہر کی حکومت دریا خاں مالوی کے سپرد کی؛ اس کے بعد بادشاہ سارنگ پور کی طرف روانہ ہو گیا۔ سارنگ پور پہنچ کر اس شہر کی حکومت بادشاہ نے ملو خاں کو سونپی۔ ملو خاں سلطان مظفر کے عہدِ حکومت میں مندو سے آگرہ بادشاہ کا ملازم ہوا تھا، شیر شاہ سوری کے عہدِ حکومت میں اس نے قادر شاہ کے لقب سے اپنے نام کا خطبہ و سکہ

میں بہت سی مسلمان عورتوں کو جن میں سلطان ناصر الدین کے حرم بھی شامل تھے، اپنے محل میں داخل کر لیا تھا یہ خواتین اب بھی سلہدی کے محل ہی میں ہیں اور اسی وجہ سے وہ سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہونے سے کتراتا ہے۔

سلہدی کی سرزنش کا ارادہ

یہ اطلاعات ملنے کے بعد سلطان بہادر نے کہا "اب مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ سلہدی پوربیہ میرے دربار میں حاضر ہوتا ہے کہ نہیں، اب میرا فرض یہی ہے کہ میں ان مسلمان خواتین کو جنھیں اس نے اپنے محل میں مقید کر کے ذلّت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر رکھا ہے نجات دلاؤں اور اسے اس نازیبا حرکت کی معقول سزا دوں۔"

اختیار خاں کی آمد

سلطان بہادر نے مقبل خاں کو محمد آباد جبانیر جانے کا حکم دیا اور وہاں جا کر قلعے کی حفاظت کرنے کی ہدایت کی۔ محمد آباد سے اختیار خاں کو لشکر، توپ خانہ اور خزانے کے ساتھ اپنے پاس بلوا بھیجا۔ مقبل خاں نے محمد آباد پہنچ کر اختیار خاں کو سلطان بہادر کی خدمت میں بھیج دیا، اختیار خاں بہت سا لشکر لے کر ۲۱ ربیع الآخر ۹۳۸ھ کو قصبۂ دھار میں سلطان بہادر کی خدمت میں پہنچ گیا۔

عزم شادی آباد

سلطان بہادر نے چاروں طرف یہ خبر مشہور کر دی کہ وہ گجرات واپس جا رہا ہے، لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور جلد از جلد شادی آباد مندو پہنچ گیا اور یہاں کی حکومت اختیار خاں کے سپرد کر دی۔ ۵ جمادی الاوّل کو بادشاہ قصبۂ نعلچہ میں پہنچا اور وہاں اپنے خیمے گاڑ دیئے سلہدی پوربیہ کا لڑکا بھوپت جو بادشاہ کے ساتھ تھا اس نے بادشاہ سے عرض کیا "جب حضور پایۂ تخت گجرات کی طرف روانگی کا ارادہ فرمائیں تو اس وقت خادم کو اجین جانے کی اجازت دیں تاکہ میں سلہدی کو آپ کی خدمت میں لے کر آؤں۔"

بھوپت کا اپنے باپ کے پاس جانا

بادشاہ نے انتہائی دُور اندیشی سے کام لے کر بھوپت کو سفر کی اجازت دے دی خود بھی سفر کرتا ہوا اجین کی طرف روانہ ہوا۔ قصبۂ دھار میں پہنچ کر بادشاہ نے لشکر کو تو یہیں چھوڑا اور خود شکار کھیلنے کے لیے دیپالپور اور سعدل پور کی طرف روانہ ہوا۔

سلہدی پوربیہ کی آمد

سلہدی پوربیہ کو جب سلطان بہادر کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اپنے بیٹے بھوپت کو تو اجین ہی میں چھوڑا اور خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا امیر نصیر نے، جو سلہدی کو بلانے کے لیے گیا تھا، بادشاہ سے تنہائی میں کہا۔ "وہ سلہدی کے اطوار سے"

اور گجراتی لشکر کی مستعدی دیکھی تو اس نے بادشاہ کو پیغام بھجوایا۔ "میری خواہش ہے کہ پہلے تو مسلمان ہو جاؤں اور پھر قلعے کو خالی کر کے حضور کے ملازموں کے سپرد کر دوں۔" یہ پیغام سُن کر سلطان بہادر بہت خوش ہُوا، اُس نے اسی وقت سلہدی کو اپنے پاس بُلایا اور کلمۂ توحید کی تلقین کی۔ سلہدی جب مشرف بہ اسلام ہو گیا تو بادشاہ نے اسے خلعت خاص عطا کیا اور اپنے مطبخ سے انواع و اقسام کے کھانے منگوا کر اسے کھلوائے اور اپنے ساتھ قلعہ کے نیچے لے گیا۔

سلہدی اور لکھمن کی سازش

سلہدی نے جب اپنے بھائی لکھمن کو بلایا اور اس سے کہا "میں نے چونکہ مذہب اسلام قبول کر لیا ہے، اس لیے مجھے اُمید ہے کہ سلطان بہادر شاہ میرے ساتھ اب اچھی طرح پیش آئے گا اور مجھے بلند مرتبے پر پہنچا دے گا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ قلعے کو خالی کر کے بادشاہ کے ملازمین کے سپرد کر دوں اور خود بادشاہ کی خدمت میں رہوں۔" لکھمن نے چپکے سے اپنے بھائی کو کہا "چلو اچھا ہُوا اب مذہب اسلام کی رُو سے مسلمان تمھیں قتل نہیں کر سکتے، ادھر ہم نے بھی انتظام کر لیا ہے بھوپت، راجہ چیتوڑ کو مع چالیس ہزار سپاہیوں کے یہاں لے کر آ رہا ہے، لہٰذا تم ایسی کوئی تدبیر کرو کہ چند روز تک قلعے کو خالی نہ کیا جا سکے۔" سلہدی نے بھائی کی بات مان لی۔

ایفائے عہد میں تاخیر

سلہدی نے واپس آکر بادشاہ سے عرض کیا۔ "آج کے دن کی مہلت عطا کی جائے، میں کل قلعے کو خالی کر کے شاہی ملازموں کے سپرد کر دوں گا۔" بادشاہ نے سلہدی کی درخواست منظور کی اور قلعہ سے اپنی لشکر گاہ میں آ گیا۔ دوسرے روز دوپہر تک بادشاہ نے ایفائے وعدہ کا انتظار کیا لیکن جب میعاد سے ایک گھڑی زیادہ گزر گئی تو سلہدی پھر بادشاہ کے پاس آیا اور عرض کیا۔ "اگر حضور اجازت دیں تو میں خود قلعے کے نزدیک جاؤں اور صحیح صورتِ حال کا پتہ لگاؤں اور پھر آپ کو اطلاع دُوں۔"

سلہدی کی مکاری

بادشاہ نے اپنے معتمد امراء کو سلہدی کے ساتھ کیا اور یہ سب لوگ قلعے کے نزدیک پہنچے۔ سلہدی ٹوٹے ہوئے بُرج کے قریب آیا اور اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو نصیحت کی۔ "اے بدبختو! اے غافلو! اے جاہل راجپوتو! تمھیں مسلمانوں سے ڈرنا چاہیئے۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ سلطان بہادر اسی مورچل سے داخل ہو کر تم سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دے گا۔" اس نصیحت سے سلہدی کا مقصد یہ تھا کہ اہلِ قلعہ اصل حالات سے واقف ہو جائیں اور اپنے بچاؤ کے لیے مستعد رہیں اور اس ٹوٹے ہوئے بُرج کو بھی

بھی جاری کیا تھا، اس شخص کے حالات بعد میں درج کیے جائیں گے۔

سلطان بہادر بھیلسہ میں

سلطان بہادر نے آشتہ کے والی حبیب خاں کو اس کے وطن رخصت کیا اور خود بھیلسہ اور رائسین کی جانب روانہ ہوا، حبیب خاں نے آشتہ پہنچ کر بہت سے پوربیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور آشتہ پر قبضہ کر لیا۔ سلطان بہادر جب بھیلسہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ تقریباً اٹھارہ سال سے اس علاقے میں بے دینی فروغ پا رہی ہے اور مذہب اسلام کے آثار و نقوش مٹ چکے ہیں۔

مخالفوں کی سرگرمیاں

اسی مقام پر شاہی مخبروں نے بادشاہ کو یہ اطلاع دی کہ بھوپت اپنے باپ کی گرفتاری اور رفیع الملک کے تقرر کی خبر سن کر چیتور چلا گیا ہے تاکہ راجہ سے مدد کی درخواست کرے، یہ اطلاع بھی ملی کہ سلہدی کا بھائی لکھمن قلعہ رائسین کو مستحکم کر کے راجہ چیتور کی مدد کا منتظر ہے۔

قلعہ رائسین پر حملہ

سلطان بہادر نے دو تین روز تک تو بھیلسہ ہی میں قیام کیا کیونکہ وہ مسجدوں اور دوسری عمارتوں کی تعمیر کے سلسلے میں مصروف تھا۔ ۶ ر جمادی الاول کو یہاں سے روانہ ہوا اور رائسین پہنچا۔ گجراتی لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی راجپوت دو حصوں میں منقسم ہو کر قلعے سے نیچے اتر آئے، سلطان بہادر نے سپاہیوں کی ایک قلیل تعداد کے ساتھ قلعے پر حملہ کیا اور اہل قلعہ کے دو تین آدمیوں کو قتل کیا۔

دشمنوں کا قتل

اسی دوران میں گجراتی سپاہی پیچھے کی طرف پہنچے اور انھوں نے بے شمار دشمنوں کو قتل کر ڈالا۔ پوربی راجپوتوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بھاگ کر قلعے میں پناہ گزیں ہو گئے۔ بادشاہ نے اس دن تو جنگ بند کر دی اور دوسرے روز کے لیے تیار ہو گیا۔

ساباط کی تیاری

دوسرے روز بادشاہ نے قلعے کا مرکزدار محاصرہ کر لیا اور مورچل تقسیم کر کے ساباط کی تیاری کا حکم دیا، تھوڑی سی مدت میں ساباط قلعے کی دیوار کے برابر تیار ہو گئی، سلطان بہادر نے رومی خاں کو توپ خانے کے ساتھ ساباط پر مقرر کیا اور خود لشکرگاہ میں واپس آ گیا۔ رومی خاں نے توپ کی ضرب سے قلعے کے دو برج گرا دیے۔ دوسری جانب سے نقب کو آگ لگا دی۔ جس کی وجہ سے قلعہ کی چند گز دیوار مسمار ہو گئی۔

سلہدی کا قبول اسلام

سلہدی نے جب قلعہ کی حالت، پوربی راجپوتوں کی تباہی و بربادی

مل گیا ہے، راجہ بھی قریب آ پہنچا ہے، اگرچہ اس کے لشکر کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، تاہم ہمیں خداوند تعالےٰ کے فضل و کرم اور حضور کے اقبال پر پورا پورا اعتماد ہے، اس لیے ہم کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔"

بادشاہ کھیرا میں

بادشاہ نے یہ عرض داشت پڑھی تو اس نے فوراً اختیار خاں اور دوسرے امیروں کو محاصرے پر چھوڑا اور خود کھیرا کی طرف روانہ ہوا، بادشاہ بجلی کی طرح سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا جلد از جلد ستر کوس کا فاصلہ طے کر کے کھیرا پہنچ گیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی والیٔ برہان پور بادشاہ کے استقبال کے لیے آیا اور اسے اپنے ساتھ اپنی قیام گاہ پر لے گیا۔

راجہ کی پریشانی

راجہ چیتور اور بھوپت کو ان کے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ سلطان بہادر رات کے وقت کھیرا پہنچ کر اپنے لشکر سے مل چکا ہے، نیز بے شمار سپاہی چیونٹیوں اور کیڑوں مکوڑوں کی طرح چلے آ رہے ہیں، راجہ یہ اطلاع پا کر ایک منزل پیچھے ہٹ کر فروکش ہو گیا اور سلطان بہادر کھیرا سے ایک منزل آگے بڑھ کر مقیم ہوا۔

راجہ کا پیغام

اس منزل میں راجہ کے دو قاصد تحقیق حالات کے لیے سلطان بہادر کی لشکر گاہ میں آئے اور انھوں نے بادشاہ کو راجہ کا یہ پیغام دیا "میں حضور کی بارگاہ کا ایک حقیر غلام ہوں، میرے یہاں آنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضور سے سلہدی کی سفارش کروں تاکہ اس کی جان بخشی کی جائے" سلطان نے اس کے جواب میں کہا "چونکہ تمھاری شان و شوکت اس وقت ہم سے زیادہ ہے اس لیے اگر تم پہلے سے لڑائی نہ کرنے کا معروضہ پیش کرتے تو اس وقت اس پر غور کیا جا سکتا تھا، مگر اب یہ امر دشوار ہے۔"

بھوپت اور راجہ چیتور کی بزدلی

دونوں قاصد اپنا مقصد حاصل کیے بغیر ہی واپس چلے گئے، انھوں نے راجہ کے پاس پہنچ کر اسے سلطان بہادر کا جواب سنایا۔ اگرچہ راجہ کے پاس بے شمار سپاہی تھے اور اس کی شان و شوکت بھی بہت زیادہ تھی، لیکن پھر بھی اس نے حوصلہ ہار دیا۔ راجہ اور بھوپت دونوں ہی ہمت ہار بیٹھے اور بادشاہ کے سامنے سے بھاگ گئے۔

راجہ کا تعاقب

اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ الغ خاں تیس ہزار سواروں اور توپ خانے کے ساتھ گجرات کے قریب آ پہنچا ہے۔ سلطان بہادر نے بڑی بہادری کا

از سرِ نو تعمیر کر لیں۔ لکھمن نے سلہدی کی نصیحت کا کوئی جواب نہ دیا لیکن وہ اپنے بھائی کا مدعا سمجھ گیا۔

سلہدی کے چھوٹے بیٹے کا قتل

سلہدی واپس آ گیا اور لکھمن نے تھانے کے استحکام کا کام تیز سے تیز کر دیا۔ رات کے وقت اس نے سلہدی کے چھوٹے بیٹے کو دو ہزار پوربیوں کے ساتھ بھوپت کو بلانے کے لیے روانہ کیا۔ سلہدی کا بیٹا باہر نکلا، چونکہ اس کا آخری وقت آ چکا تھا اس لیے گجراتی لشکر سے اس کا سامنا ہو گیا۔ سلہدی کا بیٹا لڑائی پر آمادہ ہوا۔ گجراتیوں نے بھی کمی نہ کی انھوں نے بے شمار راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ سلہدی کا بیٹا بھی مارا گیا۔ گجراتیوں نے اس کا سر اور دوسرے راجپوت سرداروں کے سر سلطان بہادر کی خدمت میں روانہ کیے۔

سلہدی کی نظر بندی

سلہدی کو جب اپنے بیٹے کے قتل کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوا، اس کے اوسان خطا ہو گئے، سلطان بہادر پر یہ راز کھل گیا کہ سلہدی درپردہ اپنے ہم قوموں سے ملا ہوا ہے، لہٰذا اس نے برہان الملک کو حکم دیا کہ سلہدی کو شادی آباد مندو کے قلعے میں قید کر دیا جائے۔

بھوپت کی آمد کی خبر

اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ بھوپت (یہ جان کر کہ سلطان بہادر تنہا ہے اس لیے اسے مغلوب کرنا آسان ہے) رانا کو ساتھ لیکر جلد از جلد اس طرف آ رہا ہے۔ بادشاہ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور اس نے کہا: "یہ صحیح ہے کہ میں تنہا ہوں لیکن فرمانِ خداوندی کے بموجب ایک مسلمان دس کافروں کے لیے کافی ہوتا ہے اس لیے میں بھوپت کو سمجھ لوں گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

بھوپت کی سرزنش کے لیے امراء کی روانگی

سلطان بہادر نے فوراً میراں محمد شاہ اور رفیع الملک عرف عماد الملک کو بھوپت اور رانا کی سرزنش کا حکم دیا، ان دونوں نے اپنی فوج کو جلد از جلد مرتب و منظم کیا اور روانہ ہوئے۔ جب یہ دونوں امراء کھیرار کے قریب پہنچے تو سلہدی کا بیٹا پورن مل دو ہزار راجپوتوں کا لشکر لے کر ان کے مقابلے پر آیا۔

عماد الملک کی عرض داشت

میراں محمد شاہ فاروقی اور عماد الملک نے بادشاہ کو اس مضمون کی عرض داشت لکھی کہ "سلہدی کا بیٹا پورن مل راجہ سے

کے میری جاگیر میں مقرر کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ بادشاہ مجھ پر اور زیادہ لطف و کرم کرے گا۔"
رانی درگاوتی، لکھمن اور تاج خاں نے سلہدی سے کہا۔"یہ صحیح ہے کہ سلطان بہادر ہمارے حال پر بہت مہربانی کرے گا، لیکن ہمیں یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے کہ ہم نے اس سرزمین پر ایک عرصے تک حکمرانی کی ہے، اب زمانے کی گردش نے ہم بچھڑے ہوؤں کو ملا دیا ہے اس لیے ہمارا اوّلین فرض یہ ہے کہ ہم اپنے بال بچّوں کو اپنے ہاتھوں قتل کرکے خود بھی جان کی بازی لگادیں تاکہ ہماری بہادری کا سکّہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ جائے۔

موت کی خواہش

رانی درگاوتی کے اکسانے سے سلہدی ایک بار پھر بادشاہ سے باغی ہوگیا۔ ملک علی شیر نے اگرچہ اسے بہت سمجھایا بجھایا لیکن سلہدی پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے یہ کہا۔"میرے حرم میں روزانہ ایک کروڑ پان اور چند سیر کافور صرف ہوتا ہے، ہر روز تین سو (۳۰۰) عورتیں نیا لباس پہنتی ہیں، مجھے توقع نہیں ہے کہ یہ عیش و عشرت کے سامان مجھے دوبارہ میسّر ہوسکیں، اس لیے میں بہت کچھ غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ عزّت و آبرو سے مرجانا ہی بہتر ہے۔"

سات سو پری پیکر عورتوں کا جل مرنا

اس کے بعد قلعے میں "جوہر" کی رسم ادا کی گئی اور رانی درگاوتی سات سو خوبصورت عورتوں کے ساتھ جلتی ہوئی آگ میں کود پڑی اور اس طرح یہ عورتیں ہلاک ہوگئیں، اس کے بعد لکھمن، تاج خاں اور سلہدی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو تعداد میں ایک سو (۱۰۰) تھے ہتھیار بند ہوکر قلعے سے باہر نکلے اور ان مسلمان پیادہ سپاہیوں سے جو قلعہ کے اوپر مقیم تھے، معرکہ آرا ہوا۔

راجپوتوں کا قتل

یہ خبر جب سلطان بہادر کے لشکر میں پہنچی تو گجراتی سپاہی جلد از جلد قلعہ کی طرف بھاگے۔ انھوں نے تھوڑی سی دیر میں تمام راجپوتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس ہنگامے میں سلطان بہادر کے چند سپاہیوں نے بھی جام شہادت پیا۔

حاکم کالپی کی آمد

انھیں دنوں کالپی کا حاکم سلطان عالم مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں سے شکست کھاکر سلطان بہادر کی پناہ میں آگیا سلطان بہادر نے سلطان عالم کو قلعۂ رائسین اور قلعۂ چندیری مع مضافات کا نگران مقرر کیا۔

کاکرون کی تسخیر کا خیال

کاکرون کا قلعہ سلطان محمود خلجی کے زمانے ہی سے راجہ کے قبضے میں تھا۔ سلطان بہادر نے میراں محمد فاروقی کو اس قلعے کی تسخیر کے لیے نامزد کیا اور خود ہاتھیوں کا شکار کھیلنے میں مصروف ہوا۔ بادشاہ نے کوہ کالو کے باغیوں کی سرزنش کی

مظاہرہ کیا اور الغ خاں کے آنے کا انتظار نہ کیا اور اپنے موجودہ لشکر ہی پر قناعت کر کے ستر (۷۰) کوس تک راجہ کا تعاقب کیا۔ راجہ چیتور میں پناہ گزیں ہو گیا۔ سلطان بہادر نے اس کی سرزنش کا ارادہ فی الحال ملتوی کیا اور اس کام کو آئندہ سال کے لیے اٹھا رکھا، اس کے بعد بادشاہ رائسین میں واپس آگیا اور قلعے کے محاصرے میں پہلے سے زیادہ سختی شروع کی۔

لکھمن کی مایوسی

لکھمن کو جب اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اب اسے کسی طرح مدد نہیں پہنچ سکتی تو وہ سخت مایوس ہوا، موت کا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا آخر انتہائی مایوس ہو کر اس نے ماہِ رمضان سنہ مذکور کے آخر میں بڑی عاجزی اور انکساری سے بادشاہ کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی، جس کا مضمون یہ تھا:۔

لکھمن کی عرض داشت

اگر حضور سلہدی کو بلا کر اس کے قصور معاف کر دیں تو میں قلعہ خالی کر کے آپ کے ملازمین کے حوالے کر دینے کے لیے تیار ہوں"۔ بادشاہ نے اپنے طور پر سوچا کہ یہاں آنے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان خواتین کو ان ظالموں کے پنجے سے نکالا جائے، اگر میں نے اس وقت لکھمن کی درخواست منظور نہ کی تو ممکن ہے کہ وہ ان مظلوم عورتوں کو ہلاک کر دے اور اس طرح میرے آنے کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔

یہ سوچ کر سلطان بہادر نے لکھمن کی درخواست منظور کر لی اور سلہدی پوربیہ کو شادی آباد مندو سے اپنے پاس بلا بھیجا۔ برہان الملک سلہدی کو اپنے ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلہدی نے جاں بخشی کا فرمان حاصل کیا، اس کے بعد لکھمن تمام راجپوتوں کو مع ان کے متعلقین کے قلعے سے نیچے لایا اور اس نے بادشاہ کو بتایا کہ تقریباً چار سو (۴۰۰) عورتیں سلہدی کے متعلقین میں شامل ہیں۔

سلہدی قلعہ رائسین میں

رانی درگاوتی رہبوپت کی ماں اور سلہدی کی بیوی) نے بادشاہ سے کہلوایا: "اب سلہدی بادشاہ کے خاص ملازمین کے زمرے میں شامل ہو چکا ہے، اگر وہ خود قلعے میں آکر اپنے بیوی بچوں کو باہر نہ نکالے گا تو لوگ زندگی بھر اُسے طعنہ دیتے رہیں گے"۔ سلطان بہادر نے ملک علی شیر کے ساتھ سلہدی کو قلعے میں روانہ کیا، سلہدی جب قلعے میں پہنچا تو لکھمن اور تاج خاں نے پوچھا کہ بادشاہ کا یہاں آنے سے مقصد کیا ہے اور اس نے کس غرض سے قلعہ پر قبضہ کیا ہے"؟

پھر وہی سازش

سلہدی نے اس کے جواب میں کہا "فی الحال بادشاہ نے بردودہ کا قصبہ مع مضافات

ہوا۔ ہمایوں نے سلطان بہادر کے پاس ایک قاصد بھیج کر محمد زمان میرزا کو طلب کیا۔ سلطان بہادر نے غرور اور تکبر کی وجہ سے کوئی جواب ہی نہ دیا اور نصیر الدین ہمایوں کے قاصد کو بغیر کچھ کہے سنے لوٹا دیا۔

ہمایوں سے سلطان بہادر کا ناشائستہ سلوک

ہمایوں نے دوبارہ اس معاملے کی طرف توجہ کی اور سلطان بہادر کے نام ایک خط لکھا "اگر تم محمد زمان میرزا کو میرے پاس بھیجنا پسند نہیں کرتے تو پھر یہ کرو کہ اسے اپنے ملک سے نکال دو۔ مگر سلطان بہادر نے اس بار بھی ہمایوں کو مایوس کیا۔ چونکہ اسکے برے دن آچکے تھے اس لئے اس نے اصل معاملے کے بارے میں تو کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ شہنشاہ ہمایوں کے متعلق چند ناشائستہ باتیں زبان سے نکالیں۔

قلعۂ چیتور کا محاصرہ

سلطان بہادر، ہمایوں کے برخلاف محمد زمان میرزا کا بہت احترام کرتا تھا، اس کا یہی فعل آخرکار اس کی تباہی و بربادی کا سبب ہوا۔ انہیں دنوں سلطان بہادر چیتور پہنچا اور راجہ قلعے میں محصور ہو گیا، یہ محاصرہ تین ماہ تک جاری رہا، اس دوران میں طرفین کے گروہ اکثر ایک دوسرے سے لڑتے رہے، ان لڑائیوں میں عام طور پر گجراتیوں ہی کو فتح ہوتی۔

راجہ کی عاجزی

آخرکار راجہ بہت پریشان ہوا اور اس نے انتہائی عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا، اس نے پیش کش قبول کی اور ایک تاج اور مرصع کمر بند جو اس نے سلطان محمود خلجی سے حاصل کیا تھا۔ سلطان بہادر کی خدمت میں پیش کیا اس کے علاوہ راجہ نے چند گھوڑے اور ہاتھی اور بہت سے قیمتی تحفے بھی دیئے اور بادشاہ کو اس کے ملک واپس کیا۔

دہلی پر حکمرانی کا خیال

ان واقعات کے بعد سلطان بہادر کے غرور اور تکبر میں اور اضافہ ہوا۔ چیتور کی فتح۔ محمد زمان میرزا کی آمد اور بہلول لودھی کی اولاد کا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا ایسے امور تھے جنھیں سلطان بہادر کے غرور کی بنیاد کہا جا سکتا ہے، اس غرور کی وجہ سے اس کے دل میں دہلی پر حکومت کرنے کا خیال پیدا ہوا اور اسی مقصد سے اس نے ہمایوں سے جنگ کرنے کی کوشش کی۔

عملی کوشش

سلطان بہادر نے بہلول لودھی کے ایک بیٹے علاؤالدین کا بہت احترام کیا اور تاتار خاں بن علاؤالدین کو اپنے امیروں کی جماعت میں داخل کیا۔ سلطان بہادر نے دہلی کو فتح کرنے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تاتار خاں (جو اپنی بہادری اور جرأت کی وجہ سے

اور یہ علاقہ الغ خاں کے سپرد کر دیا، اس کے بعد سلطان بہادر نے اسلام آباد، ہوشنگ آباد اور مالوہ کے تمام شہروں کو جن پر زمین دار قابض ہو گئے تھے اپنے قبضے میں کیا اور یہ علاقے اپنے خاص امیروں کو جاگیر میں دیئے۔

فتح اور جشنِ مسرت

کاکرون کی تسخیر کے لیے جب میراں محمد شاہ فاروقی روانہ ہو گیا تو اس کے بعد سلطان بہادر خود بھی اس طرف روانہ ہوا۔ کاکرون کے راجہ نے رام جی نامی ایک شخص کو اس قلعے کا حاکم بنا رکھا تھا، جونہی بادشاہ اس علاقے میں پہنچا رام جی قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا، بادشاہ نے چار دن تک اس قلعے میں جشنِ عیش و عشرت منعقد کیا اور تمام امراء اور مقربین کو خلعت اور انعام عطا کیا۔

قلعہ رسور کی فتح

بادشاہ نے اس کے بعد رفیع الملک عرف عماد الملک اور اختیار خاں کو (یہ دونوں نہایت ہی قابل اور بہادر امیر تھے) رسور کے قلعے کی فتح کا حکم دیا اور خود شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ اس قلعے کا حاکم بھی راجہ کا ماتحت تھا، اسے جب معلوم ہوا کہ گجراتی لشکر قلعے کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے تو وہ حواس باختہ ہو کر قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا۔ الغرض اس طرح ایک ہی مہینے میں کاکرون اور رسور دونوں قلعے فتح ہو گئے۔

فرنگیوں کی سرکوبی

شادی آباد مندو پہنچ کر سلطان بہادر نے فرنگیوں کی سرکوبی کی طرف توجہ کی اور اس مقصد سے بندر دیب کے قریب پہنچا۔ فرنگیوں کو جب بادشاہ کی آمد کی خبر ملی تو وہ خوف کے مارے بھاگ گئے۔ فرنگیوں کی ایک بہت بڑی توپ بادشاہ کے ہاتھ لگی۔ ایسی توپ سارے ہندوستان میں کسی بادشاہ کے پاس نہ تھی، سلطان بہادر نے جرِ ثقیل کے ذریعہ اس توپ کو محمد آباد چنپانیر بھجوا دیا۔

چیتور کو روانگی

چیتور کو فتح کرنے کے خیال سے سلطان بہادر بندر دیب سے کنپایت میں آیا اور اپنے بزرگوں اور صوفیائے کرام کے مزاروں کی زیارت کی، اس کے بعد بادشاہ نے فراہمی لشکر کی طرف توجہ کی اور بے شمار سپاہی جمع کر کے مع توپ خانے کے چیتور کی طرف روانہ ہوا۔

محمد زمان میرزا کی آمد

محمد زمان میرزا، قلعہ بیانہ میں نظر بند تھا، ۹۴۰ھ میں وہ نصیر الدین ہمایوں کے خوف سے بھاگ نکلا اور سلطان بہادر کے پاس پناہ گزین

موقع پر بادشاہ سے عرض کیا "ہم اس وقت کافروں سے لڑائی کر رہے ہیں اور ہم نے ان کا محاصرہ کر رکھا ہے، ایسے عالم میں اگر کوئی مسلمان بادشاہ ہم پر حملہ کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے صریحاً کافروں کی مدد کی۔ ایسے حملہ آور کو ہمیشہ بُرے الفاظ میں یاد کیا جائے گا، اس لیے میری ناچیز رائے یہ ہے کہ ہم قلعے کے محاصرے سے دستبردار نہ ہوں مجھے توقع ہے کہ ہمایوں ہم پر حملہ کرنے سے باز رہے گا تاکہ بعد میں اسے تمام مسلمان بُرے لفظوں سے یاد نہ کریں۔"

ہمایوں کی دانشمندی

کہا جاتا ہے کہ ہمایوں سارنگ پور تک آیا تو اسے حیدر خاں کی کہی ہوئی بات کا علم ہوا، ہمایوں نے غور کیا تو یہ بات دل کو لگی اور اس نے محسوس کیا کہ واقعی ایسے عالم میں گجرات پر حملہ کرنا، جب کہ سلطان بہادر کافروں سے معرکہ آرا ہے، اسلامی اخوت کے منافی ہے، ہمایوں چند روز تک سارنگ پور ہی میں مقیم رہا اور اس نے سلطان بہادر کے ملک میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی، اس واقعہ سے ہمایوں کے تدبر اور دانشمندی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

سلطان بہادر نے ساباط تیار کر کے کسی نہ کسی طرح قلعہ فتح کر لیا، اس معرکے میں بے شمار راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر سلطان بہادر ہمایوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے اپنے فوجیوں میں بے شمار روپیہ تقسیم کیا تاکہ وہ پوری جانفشانی سے لڑائی کریں۔

ہمایوں اور سلطان بہادر کی جنگ

ہمایوں بھی پوری طرح تیار ہو کر آیا اور مندسور کے قلعہ کے قریب فریقین میں آمنا سامنا ہوا۔ سلطان بہادر کے ہراول سید علی خراسانی نے غداری کی اور وہ گجراتی فوج سے علٰحدہ ہو کر ہمایوں سے مل گیا، اس واقعہ سے گجراتیوں کو سخت پریشانی ہوئی۔

اُمراء سے مشورہ

سلطان بہادر نے اس موقعے پر اپنے امیروں سے جنگ کے بارے میں مشورہ کیا۔ حیدر خاں نے رائے دی "بہتر یہی ہے کہ ہم کل جنگ کریں، کیونکہ اس وقت چیتوڑ کی فتح سے ہماری فوج میں خود اعتمادی بدرجۂ اتم موجود ہے اور ابھی اس پر مغل لشکر کا رُعب نہیں بیٹھا۔" توپ خانے کے افسر رومی خاں نے کہا "ہمارے پاس توپ و تفنگ کا ذخیرہ اس قدر جمع ہو گیا ہے کہ اس سلسلے میں قیصر روم کے علاوہ شاید ہی کوئی ہماری ہمسری کر سکے، میری ناچیز رائے یہ ہے کہ ہمیں اپنے لشکر کے گرد خندق کھود لینی چاہیئے اور ہر روز جنگ کرنی چاہیئے تاکہ توپ و تفنگ سے روزانہ مغل سپاہیوں کو ہلاک کیا جا سکے۔"

اپنے ہم عصروں میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا) مدد کی اور حاکم اسیر برہان الملک کو تین کروڑ مظفری اس غرض سے دیں کہ وہ تاتار کے مشورے سے لشکر فراہم کرے۔

تاتار خاں کی تگ و دو

کچھ عرصے میں تاتار خاں نے چالیس ہزار سوار فراہم کر لیے اور ان کو ساتھ لے کر ہمایوں کی سلطنت کے اطراف میں ہنگامہ خیزی کرنے لگا ۹۴۱ھ میں تاتار خاں نے قلعہ بیانہ پر جو آگرہ کے قریب واقع ہے، قبضہ کر لیا۔

ہندال کا بیانہ میں پہنچنا

نصیر الدین ہمایوں نے تاتار خاں کی سرکوبی کے لیے اپنے چھوٹے بھائی ہندال میرزا کو نامزد کیا۔ ہندال بیانہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ بیانہ کی حدود میں پہنچا تو تاتار خاں کے افغان ساتھی مارے ڈر کے اِدھر اُدھر بھاگ نکلے تاتار خاں کا سارا لشکر پراگندہ ہو گیا اور اس کے پاس بمشکل دو ہزار سپاہی رہے۔

افغانوں کی بے وفائی

تاتار خاں کے افغان ساتھی دولت کے یار تھے، تاتار خاں نے ان پر بہت سا روپیہ صرف کیا تھا۔ جب تک حالات ٹھیک رہے یہ افغان اس کے ساتھ رہے اور جب مصیبت پڑی تو بھاگ نکلے، افغانوں کی بے وفائی کی وجہ سے تاتار خاں کی حالت بہت نازک ہو گئی، وہ نہ تو سلطان بہادر کے پاس جا سکتا تھا اور نہ ہی اس سے مدد طلب کر سکتا تھا، آخر کار مجبور ہو کر وہ دانیال سے لڑائی کرنے پر تیار ہوا۔

تاتار خاں کی ہلاکت

تاتار خاں اور دانیال کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے تاتار خاں نے ہندال کے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں تاتار خاں مع تین سو (۳۰۰) افغانوں کے میدانِ جنگ میں کام آیا اور اس طرح بیانہ پر ہندال میرزا کا قبضہ ہو گیا۔

گجرات پر ہمایوں کا حملہ

ہمایوں نے اس فتح کو فالِ نیک سمجھا اور اس کے بعد سلطان بہادر کی طرف متوجہ ہوا۔ جن دنوں ہمایوں نے گجرات پر حملہ کیا اس زمانے میں سلطان بہادر راجہ پر لشکر کشی کیے ہوئے تھا اور قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا بہادر کو جب تاتار خاں کی ہلاکت اور ہمایوں کے حملے کی خبریں ملیں تو وہ تلملا اٹھا اور اس سلسلے میں اپنے امیروں سے مشورہ کرنے لگا۔

اُمراء سے مشورہ

اکثر امیروں نے یہ مشورہ دیا کہ قلعے کا محاصرہ ترک کر دینا چاہیے اور ہمایوں کے مقابلے کے لیے جانا چاہیے، ایک نامی گرامی امیر حیدر خاں نے اس

وہ محمد آباد جبنا نیر جا پہنچا۔

سلطان عالم کا قتل

حیدر خان اور سلطان عالم حاکم رائسین قلعہ سونگر میں پناہ گزین ہوئے۔ دو روز بعد انھوں نے امان طلب کر کے ہمایوں کی خدمت میں حاضری دی۔ ہمایوں نے حیدر خاں کو جو زخمی تھا، اپنے ملازموں میں داخل کیا لیکن سلطان عالم کو قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس سے کئی ناشائستہ حرکات سرزد ہو چکی تھیں۔

محمد آباد میں لوٹ مار

سلطان بہادر کو جب یہ خبریں پہنچیں تو اس نے محمد آباد جبنا نیر سے تمام خزانہ اور جواہرات بندر دیب میں بھجوا دیے اور خود کنبایت کی طرف روانہ ہو گیا، ہمایوں نے مندو کو اپنے امراء کے سپرد کیا اور خود محمد آباد جبنا نیر کی طرف روانہ ہوا محمد آباد کو لوٹ لیا گیا۔ مغلوں نے اس لوٹ مار میں خوب ہاتھ رنگے اور بے شمار چیزیں اپنے قبضے میں کیں، اس کے بعد ہمایوں جلد از جلد کنبایت کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان بہادر دیب کی طرف بھاگ گیا۔

قلعۂ محمد آباد پر ہمایوں کا قبضہ

جب ہمایوں کنبایت پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان بہادر وہاں موجود نہیں ہے تب وہ محمد آباد جبنا نیر واپس آگیا، ہمایوں نے قلعے کا محاصرہ کر کے اس کو اپنے قبضے میں کر لیا، اس معرکے کی تمام روداد ہمایوں کے حالات میں بیان کی جا چکی ہے اس لیے یہاں اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اختیار خاں سے ہمایوں کا سلوک

محمد آباد جبنا نیر کے قلعے کا حاکم اختیار خاں بھاگ گیا اور قلعۂ ارک میں جو مولیا کے نام سے موسوم ہے، پناہ گزیں ہوا لیکن بعد میں اس نے امان طلب کر کے ہمایوں کی خدمت میں حاضری دی۔ اختیار خاں چونکہ اپنے ذاتی کمالات اور علم و فضل کی وجہ سے باقی تمام گجراتی امیروں کی جماعت میں نمایاں مقام رکھتا تھا اس لیے اپنے امراء میں داخل کیا۔

گجراتیوں کے خطوط سلطان بہادر کے نام

ہمایوں نے گجراتی بادشاہوں کے خزانوں کو جن میں سال ہا سال کی جمع کردہ دولت موجود تھی، اپنے قبضے میں کر لیا اور اپنے سپاہیوں میں تقسیم کر دیا ۹۴۳ھ میں اگرچہ ہمایوں محمد آباد ہی میں مقیم تھا، لیکن رعایا ابھی تک سلطان بہادر ہی کو حکمران سمجھتی تھی۔ اور اسی وجہ سے بہت سے لوگوں نے سلطان بہادر کے نام خطوط لکھے کہ اگر وہ اپنے کسی آدمی کو مالگذاری جمع کرنے کے لیے

سلطان عالم کی آمد

یہ مشورہ سلطان بہادر کو پسند آیا اور اس نے لشکر کے گرد خندق کھدوادی ابھی دوران میں سلطان عالم جسے سلطان بہادر نے رائسین اور چندیری کے قلعے عنایت کیے تھے، ایک زبردست لشکر کے ساتھ آن پہنچا اور سلطان بہادر کے لشکر سے مل گیا۔

ہمایوں اور سلطان بہادر کی فوجیں پورے دو ماہ تک ایک دوسرے کے سامنے جمی رہیں فریقین کے بہادر سپاہی اکثر اوقات ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے۔ لیکن ہمایوں نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کے سپاہی توپ و تفنگ کے سامنے جانے سے احتراز کریں۔

گجراتی لشکر میں قحط کے آثار

تین چار ہزار مغل تیر اندازوں نے گجراتی لشکر کے اطراف پر حملہ کر کے غلہ اور دیگر ضروری سامان کی ترسیل کی راہیں مسدود کر دیں۔ چند روز جب اسی عالم میں گزر گئے تو گجراتیوں کی فوج میں قحط کے آثار پیدا ہونے شروع ہوئے۔ مغل تیر انداز پوری طرح غالب تھے، اس لیے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ وہ غلہ وغیرہ لا سکے۔

سلطان بہادر کا فرار

یہ صورتِ حال دیکھ کر سلطان بہادر بہت پریشان ہُوا اور وہ سمجھ گیا کہ اب اگر اس نے زیادہ دیر اس جگہ قیام کر لیا تو اس کی گرفتاری ناگزیر ہے، اس نے اپنے پانچ امرائے مقرب کو جن میں مالوہ اور برہان پور کے حاکم بھی شامل تھے، ساتھ لیا اور سر پردہ شاہی کے پیچھے سے نکل کر شادی آباد مندو کی طرف بھاگ گیا۔

تعاقب

ہمایوں نے شادی آباد مندو کے قلعے تک سلطان بہادر کا تعاقب کیا اور راستے میں اَن گنت گجراتی سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ حیدر خاں ایک جرار لشکر کے ساتھ اپنے آقا کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا، اس میں اور مغل سپاہیوں میں آمنا سامنا ہو گیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ حیدر خاں زخمی ہُوا اور اُس نے بھی راہِ فرار اختیار کی۔

قلعۂ مندو میں قیام اور فرار

سلطان بہادر قلعہ مندو میں پناہ گزیں ہُوا۔ مغلوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا، تھوڑی مدت میں کئی مغل اُمرا جن میں بندو بیگ بھی شامل تھا، سات سو سپاہیوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گئے، اس وقت سلطان بہادر سو رہا تھا، شور سُن کر وُہ اُٹھا تو اُس نے دیکھا کہ گجراتی بدحواس ہو کر بھاگ رہے ہیں۔ ایسے عالم میں اس نے قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور وہ بھی بھاگ نکلا۔ پانچ یا چھ سواروں کے ہمراہ

وہ محمد آباد چینا نیر جا پہنچا۔

سلطان عالم کا قتل

حیدر خاں اور سلطان عالم حاکم رائسین قلعہ سونگر میں پناہ گزین ہوئے دو روز بعد انھوں نے امان طلب کر کے ہمایوں کی خدمت میں حاضری دی۔ ہمایوں نے حیدر خاں کو جو زخمی تھا، اپنے ملازموں میں داخل کیا لیکن سلطان عالم کو قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس سے کئی ناشائستہ حرکات سرزد ہو چکی تھیں۔

محمد آباد میں لوٹ مار

سلطان بہادر کو جب یہ خبریں پہنچیں تو اس نے محمد آباد جنانیر سے تمام خزانہ اور جواہرات بندر دیب میں بھجوا دیے اور خود کنبایت کی طرف روانہ ہو گیا، ہمایوں نے مندو کو اپنے امراء کے سپرد کیا اور خود محمد آباد جنانیر کی طرف روانہ ہوا محمد آباد کو لوٹ لیا گیا، مغلوں نے اس لوٹ مار میں خوب ہاتھ رنگے اور بے شمار چیزیں اپنے قبضے میں کیں، اس کے بعد ہمایوں جلد از جلد کنبایت کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان بہادر دیب کی طرف بھاگ گیا۔

قلعۂ محمد آباد پر ہمایوں کا قبضہ

جب ہمایوں کنبایت پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان بہادر وہاں موجود نہیں ہے تب وہ محمد آباد جنانیر واپس آگیا، ہمایوں نے قلعے کا محاصرہ کر کے اس کو اپنے قبضے میں کر لیا، اس معرکے کی تمام روداد ہمایوں کے حالات میں بیان کی جا چکی ہے اس لیے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اختیار خاں سے ہمایوں کا سلوک

محمد آباد جنانیر کے قلعے کا حاکم اختیار خاں بھاگ گیا اور قلعۂ ارک میں جو مولیا کے نام سے موسوم ہے، پناہ گزیں ہوا لیکن بعد میں اس نے امان طلب کر کے ہمایوں کی خدمت میں حاضری دی۔ اختیار خاں چونکہ اپنے ذاتی کمالات اور علم و فضل کی وجہ سے باقی تمام گجراتی امیروں کی جماعت میں نمایاں مقام رکھتا تھا اس لئے اپنے امراء میں داخل کیا۔

گجراتیوں کے خطوط سلطان بہادر کے نام

ہمایوں نے گجراتی بادشاہوں کے خزانوں کو جن میں سال ہا سال کی جمع کردہ دولت موجود تھی، اپنے قبضے میں کر لیا اور اپنے سپاہیوں میں تقسیم کر دیا ۹۴۲ھ میں اگرچہ ہمایوں محمد آباد ہی میں مقیم تھا، لیکن رعایا ابھی تک سلطان بہادر ہی کو حکمران سمجھتی تھی۔ اور اسی وجہ سے بہت سے لوگوں نے سلطان بہادر کے نام خطوط لکھے کہ اگر وہ اپنے کسی آدمی کو مالگذاری جمع کرنے کے لیے

سلطان عالم کی آمد

یہ مشورہ سلطان بہادر کو پسند آیا اور اس نے لشکر کے گرد خندق کھدوادی اسی دوران میں سلطان عالم جسے سلطان بہادر نے رائسین اور چندیری کے قلعے عنایت کیے تھے، ایک زبردست لشکر کے ساتھ آن پہنچا اور سلطان بہادر کے لشکر سے مل گیا۔

ہمایوں اور سلطان بہادر کی فوجیں پورے دو ماہ تک ایک دوسرے کے سامنے جمی رہیں فریقین کے بہادر سپاہی اکثر اوقات ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے۔ لیکن ہمایوں نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کے سپاہی توپ و تفنگ کے سامنے جانے سے احتراز کریں۔

گجراتی لشکر میں قحط کے آثار

تین چار ہزار مغل تیر اندازوں نے گجراتی لشکر کے اطراف پر حملہ کر کے غلہ اور دیگر ضروری سامان کی ترسیل کی راہیں مسدود کر دیں۔ چند روز جب اسی عالم میں گزر گئے تو گجراتیوں کی فوج میں قحط کے آثار پیدا ہونے شروع ہوئے۔ مغل تیر انداز پوری طرح غالب تھے، اس لیے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ وہ غلہ وغیرہ لا سکے۔

سلطان بہادر کا فرار

یہ صورتِ حال دیکھ کر سلطان بہادر بہت پریشان ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ اب اگر اس نے زیادہ دیر اس جگہ قیام کر لیا تو اس کی گرفتاری ناگزیر ہے، اس نے اپنے پانچ امرائے مقرب کو جن میں مالوہ اور برہان پور کے حاکم بھی شامل تھے، ساتھ لیا اور سرپردہ شاہی کے پیچھے سے نکل کر شادی آباد مندو کی طرف بھاگ گیا۔

تعاقب

ہمایوں نے شادی آباد مندو کے قلعے تک سلطان بہادر کا تعاقب کیا اور راستے میں اَن گنت گجراتی سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ حیدر خاں ایک جرار لشکر کے ساتھ اپنے آقا کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا، اس میں اور مغل سپاہیوں میں آمنا سامنا ہوگیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ حیدر خاں زخمی ہوا اور اُس نے بھی راہِ فرار اختیار کی۔

قلعۂ مندو میں قیام اور فرار

سلطان بہادر قلعہ مندو میں پناہ گزیں ہوا۔ مغلوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا، تھوڑی مدت میں کئی مغل اُمرا جن میں بندو بیگ بھی شامل تھا، سات سو سپاہیوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گئے، اس وقت سلطان بہادر سو رہا تھا، شور سُن کر وہ اُٹھا تو اُس نے دیکھا کہ گجراتی بدحواس ہو کر بھاگ رہے ہیں۔ ایسے عالم میں اس نے قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور وہ بھی بھاگ نکلا۔ پانچ یا چھ سواروں کے ہمراہ

مغل امیروں کا فیصلہ

سوائے نیر دوئے بیگ خاں کے بقیہ تمام مغل امیر احمد آباد میں جمع ہوئے سلطان بہادر اپنا لشکر تیار کر کے گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ عسکری میرزا اور مغل امیروں نے آپس میں طے کیا کہ چونکہ سلطان بہادر کا مقابلہ کرنا دشوار ہے اور ہمایوں شادی آباد مندو میں مقیم ہے اور بنگالے میں شیر خاں افغان نے آفت مچا رکھی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ محمد آباد جنانیر کا خزانہ اپنے ساتھ لے کر آگرہ کا رُخ کیا جائے اور اس علاقے پر قابض ہو کر عسکری میرزا کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور مندو بیگ کو وزیر بنا دیا جائے۔ یہ سب امیر اس رائے پر متفق ہو گئے۔

میرزا عسکری کے حواریوں کی عاقبت نااندیشی

ان باغی امیروں نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ باقی مغل اُمراء اپنی مرضی کے مطابق جاگیروں پر قبضہ کریں۔ الغرض گجرات کا علاقہ جو بہت محنت و مشقت سے فتح ہوا تھا، اسے میرزا عسکری کے حواریوں نے اس طرح تباہ و برباد کر دیا اور پھر محمد آباد جنانیر میں آئے۔

مغل اُمراء کی روانگی

نیر دوئے بیگ خاں کو باغی امیروں کے ارادے کا علم ہو گیا تھا، اس نے اپنے قلعے کو مضبوط کرنا شروع کر دیا، نتیجہ یہ نکلا کہ مغل اُمراء بڑی ذلت اور خواری سے آگرہ کی طرف روانہ ہوئے، سلطان بہادر نے جب یہ دیکھا کہ گجرات دشمن کے قدموں سے خالی ہو چکا ہے تو اس نے نیر دوئے بیگ کے دفینے کے لیے محمد آباد جنانیر کی طرف قدم بڑھایا۔

سلطان بہادر محمد آباد جنانیر میں

نیر دوے بیگ کو جب سلطان بہادر کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے جلد از جلد جس قدر خزانہ وہ سمیٹ سکا، اپنے ساتھ لے کر آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ سلطان بہادر نے چند روز تک محمد آباد جنانیر میں قیام کیا اور ملکی انتظامات کی طرف متوجہ ہوا۔

فرنگیوں سے خطرہ

جن دنوں ہمایوں نے گجرات میں غلبہ حاصل کر لیا تھا، ان دنوں سلطان بہادر نے انتہائی کس مپرسی کے عالم میں بندر گوہ، بندر چیول، بیگ اور بندہ کے فرنگیوں سے امداد طلب کی تھی، لیکن اب اس کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ فرنگی گجرات پر، جو مغلوں سے خالی ہو چکا تھا، قبضہ کرنے کی فکر میں تھے، اس وجہ سے سلطان بہادر جلد از جلد سورت اور جونا گڑھ کی طرف روانہ ہوا تاکہ ان کو (جب وہ اس طرف آئیں) واپس لوٹا دے، چند روز تک سلطان بہادر اس علاقے میں سیر و شکار میں مصروف رہا۔ ایک روز پانچ چھ ہزار فرنگی کشتیوں کے ذریعے بندر دیب میں آگئے

فرنگیوں کی چال

فرنگیوں کو جب ہمایوں کی واپسی اور سلطان بہادر کے عزم و استقلال کا پتہ چلا تو

متعین کر دے تو مال گزاری سرکاری خزانے میں جمع کر دی جائے۔

تحصیل مالگذاری

سلطان بہادر نے عماد الملک نامی اپنے ایک غلام کو جو عقل و دانش میں اپنی مثال آپ تھا، اس کام کے لیے مقرر کیا اور اسے ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالگذاری وصول کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عماد الملک نے بہت سا لشکر فراہم کیا اور چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ احمد آباد اور یہاں سے اپنے عاملوں کو ملک کے مختلف حصوں میں بھیج کر مالگذاری وصول کرنی شروع کر دی۔

میرزا عسکری اور عماد الملک میں جنگ

ہمایوں کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے خزانوں کی حفاظت پر اپنے ایک امیر نیر دے بیگ خاں کو متعین کیا اور خود محمد آباد سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوا، اس نے میرزا عسکری، یادگار ناصر میرزا ہندو بیگ کو اپنے سے ایک منزل آگے روانہ کیا۔ عسکری میرزا اور عماد الملک محمد آباد میں جو کہ احمد آباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے ایک دوسرے کے سامنے آئے اور ان میں زبردست لڑائی ہوئی، عماد الملک اپنے بے شمار سپاہیوں کے ہمراہ مارا گیا۔

حکومتوں کی تقسیم

اس واقعہ کے بعد ہمایوں احمد آباد میں آیا اور یہاں کی حکومت میرزا عسکری کے حوالے کی۔ پٹن گجرات کا حاکم یادگار ناصر میرزا کو اور بھروچ کا حاکم قاسم حسین میرزا کو بنایا۔ محمد آباد جنپانیر کی حکومت نیر دے بیگ خاں کو عطا کی اس کے بعد ہمایوں برہان پور آیا اس نے اس جگہ قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہاں سے شادی آباد مندو کی طرف چلا گیا۔

گجراتی امراء کی سرگرمیاں

اسی اثناء میں سلطان بہادر کے ایک امیر خان جہاں شیرازی نے ایک فوج فراہم کر کے قصبہ نوساری پر قبضہ کر لیا؛ رومی خاں جو بندر سورت میں تھا وہ بھی نوساری میں آگیا اور خان جہاں شیرازی سے مل گیا۔ یہ دونوں امیر باہمی اتفاق سے بھروچ پر حملہ آور ہوئے۔ حاکم بھروچ قاسم حسین میرزا نے ان دونوں کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور نیر دے بیگ خاں کے پاس محمد آباد جنپانیر میں چلا گیا۔

مغلوں کے اقتدار میں کمی

اس صورت حال کا یہ نتیجہ نکلا کہ تمام گجرات میں انتشار پھیل گیا مغلوں کے قدم اکھڑنے لگے ان کے تھانے اٹھ گئے اور جیسا کہ مناسب مقام پر تحریر کیا جا چکا ہے۔ عسکری میرزا کا ایک امیر غضنفر بیگ بھاگ کر سلطان بہادر کے پاس آگیا اور اسے احمد آباد آنے کی دعوت دی۔

میراں محمد شاہ فاروقی

محمد زمان میرزا احمد آباد میں

سلطان بہادر کی وفات کے بعد گجرات کے امیر مع سلطان بہادر کی والدہ مخدومہ جہاں کے بندر دیپ سے گجرات آئے، راستے میں مخدومہ جہاں کو معلوم ہوا کہ محمد زمان میرزا احمد آباد آیا ہوا ہے۔ واضح رہے کہ محمد زمان میرزا کو سلطان بہادر نے مغلوں کو پریشان کرنے کے لیے ایک لشکر جرّار کے ساتھ دہلی اور لاہور کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہ ہندوستان کی مملکت میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرے۔

سلطان بہادر کا ماتم

یہ اطلاع بھی مخدومہ جہاں اور امرائے گجرات کو ملی کہ محمد زمان میرزا کے آنے کا سبب سلطان بہادر کی وفات ہے، جب اس کو لاہور میں سلطان بہادر کی ہلاکت کی خبر ملی تو وہ اسی وقت روتا پیٹتا ہوا وہاں سے روانہ ہوگیا اور ماتمی لباس پہن کر احمد آباد آپہنچا۔ کچھ دنوں بعد محمد زمان مخدومہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہوا، ملکہ نے ہر ممکن طریقے سے اس کی مہمان داری کی، اس ماتمی لباس کو تبدیل کروایا اور اس کی دلجوئی کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔

محمد زمان میرزا کی کم ظرفی

محمد زمان نے مخدومہ جہاں کی تمام خوش خلقی اور مروّت کے جواب میں بڑی کم ظرفی کا مظاہرہ کیا، اس نے اپنے ملازمین کی ایک جماعت کے ساتھ گجرات کے خزانے پر حملہ کر دیا اور سات سو (۷۰۰) سونے سے بھرے ہوئے صندوق نکال کر اپنے قبضے میں کر لیے اور خود روپوش ہوگیا۔ اس کے بعد محمد زمان میرزا نے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) مغل اور ہندوستانی سپاہیوں کا لشکر جرّار فراہم کیا اور گجرات کا فرماں روا بننے کے خواب دیکھنے لگا۔

میراں محمد شاہ کے نام کا خطبہ و سکّہ

گجراتی امرا اس نئی ہنگامہ آرائی سے سخت پریشان ہوئے اور بادشاہ کی نامزدگی کے بارے آپس میں مشورے کرنے لگے۔ میراں محمد شاہ فاروقی سلطان بہادر کا بھانجا تھا اور آخر الذکر نے اپنی زندگی میں کئی بار اس امر کا اشارہ

اُنھیں اپنے آنے پر ندامت ہوئی، انھوں نے آپس میں طے کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے بندر دیپ پر قبضہ کر لیا جائے۔ فرنگیوں کے سردار نے ایک چال چلی اُس نے اپنے آپ کو بیمار مشہور کر دیا۔ سلطان بہادر نے اپنا قاصد سردار کے پاس بھیجا لیکن اُس نے جواب دیا کہ بیماری کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہُوں اس لئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔

سلطان بہادر کا قتل

سلطان بہادر نے سوچا کہ فرنگی جب اس کا اتنا ادب و احترام کرتے ہیں تو اُسے بھی ان کا خیال کرنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر بادشاہ فرنگیوں کو تسلی دینے کے واسطے کشتی میں سوار ہو کر اس جگہ پہنچا کہ جہاں فرنگیوں کی کشتیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ بادشاہ ان کی ایک بڑی کشتی میں داخل ہو گیا، وہاں اسے یہ احساس ہُوا کہ جیسے فرنگی اس کے خلاف کچھ کرنے والے ہوں، یہ خیال آتے ہی بادشاہ اُن کی کشتی سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب وہ اپنی کشتی میں واپس جانے لگا تو فرنگیوں نے بیچ کی کشتی کو ہٹا دیا اور بادشاہ پانی میں گر گیا، اس نے غوطہ کھایا لیکن جلد ہی اُبھر آیا، اُدھر سے ایک فرنگی نے بادشاہ کے سر پر نیزہ مارا، وہ ایسا زخمی ہُوا کہ پھر نہ اُبھر سکا۔

بندر دیپ پر فرنگیوں کا قبضہ

گجراتی لشکر نے جب یہ صورت دیکھی تو وُہ احمد آباد واپس آگیا اس طرح ۹۴۳ھ میں رمضان کے مہینے میں بندر دیپ پر فرنگی دوبارہ قابض ہو گئے۔

سلطان بہادر نے پندرہ سال تین ماہ تک حکومت کی۔ "تاریخ بہادر شاہی" اسی بادشاہ کے نام سے معنون کی گئی ہے، لیکن اس کتاب میں مؤلف نے اس قدر غلطیاں کی ہیں کہ اس کے واقعات کی صحت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

سُلطان محمود شاہ ثانی بن لطیف بن سُلطان مُظفّر گجراتی

قرعۂ فال

جب میراں محمد شاہ فاروقی کا انتقال ہوگیا تو پھر سوائے محمود خاں کے کوئی اور وارث تخت باقی نہ رہا۔ محمود شہزادہ لطیف کا بیٹا اور سلطان مظفر کا پوتا تھا۔ چونکہ محمود خاں نے سلطان بہادر کے عہدِ حکومت میں حکومت کا دعویٰ کیا تھا اس لیے اس کو برہان پور میں میراں محمد شاہ کے پاس قید کر دیا گیا تھا، میراں محمد شاہ کے انتقال کے بعد اُمرائے سلطنت نے اختیار خاں کو بُلانے کے لیے روانہ کیا۔

تخت نشینی

میراں محمد شاہ کے بھائی میراں مُبارک نے محمود خاں کو روانہ کرنے میں حیل و حجت سے کام لیا۔ گجراتی امیروں کو جب اس کا علم ہوا تو انھوں نے فوج مرتب کر کے برہان پور پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ میراں مبارک کو جب یہ معلوم ہُوا تو اس نے ڈر کر محمود خاں کو گجرات روانہ کر دیا۔ جب محمود خاں گجرات پہنچا تو امراء نے ۱۰ ذی الحجہ ۹۴۴ھ کو اسے تخت پر بٹھا دیا اور اسے سلطان محمود کے نام سے مشہور کیا۔ اختیار خاں نے ملکی معاملات کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور وہ اپنے نام کی رعایت سے صاحب اختیار ہُوا۔

اُمرا میں خانہ جنگی

سلطان محمود کی تخت نشینی کے چند ماہ بعد ۹۴۵ھ میں امراء میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ دریا خاں اور عماد الملک نے آپس میں مل کر اختیار خاں کو قتل کر دیا۔ اس کے نتیجے میں دریا خاں وزیر اور عماد الملک امیر الامراء مقرر ہُوا اسی سال کے آخر میں ان دونوں امیروں میں بھی پھوٹ پڑ گئی۔

عماد الملک اور دریا خاں کی مخالفت

شکار کے بہانے سے دریا خاں نے سلطان محمود کو اپنے ساتھ لیا اور محمد آباد جنانیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے جواب میں عماد الملک نے بھی لشکر جمع کیا اور محمد آباد کی طرف چل دیا۔ جب وہ

بھی کیا تھا کہ اوّل الذکر اس کا ولی عہد ہے ۔ مخدومہ جہاں نے میراں محمد شاہ کو بادشاہ بنانے کی تجویز پیش کی ، تمام امراء نے اس تجویز کی تائید کی ، اس کے بعد میراں محمد شاہ کی عدم موجودگی میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا گیا ۔

گجراتی امیروں نے پہلے تو اپنے تیز رفتار قاصد میراں محمد شاہ فاروقی کو بلانے کے لیے روانہ کیے اور پھر محمد زمان میرزا کے دفیعے کے لیے عماد الملک کو بے شمار سپاہیوں کے لشکر کے ساتھ نامزد کیا، محمد زمان میرزا بنیادی طور پر شیر قالین تھا ، جنگ جوئی سے اس کی طبیعت کچھ زیادہ مناسبت نہ رکھتی تھی، بہر حال اس نے عماد الملک کے ساتھ تھوڑی بہت جنگ کی ، لیکن آخر کار میدانِ جنگ سے فرار ہو کر سندھ کی طرف بھاگ گیا اور پھر اس کے بعد اس نے کبھی کسی جنگ میں حصہ نہ لیا ۔

محمد شاہ فاروقی کی وفات

میراں محمد شاہ فاروقی ان دنوں مالوہ میں تھا اسے وہاں سلطان بہادر نے مغلوں کے لشکر کے تعاقب میں بھیجا تھا ۔ گجرات میں فاروقی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہونے کے ڈیڑھ ماہ بعد مالوہ میں ہی اس نے طبعی موت سے دنیا کو خیر باد کہا اور اس طرح صحیح معنوں میں اسے گجرات پر حکومت کرنے کا موقع ہی نہ ملا ۔

نکلا جاتا ہے تو اس نے محافظ اور دوسرے اُمراء کے مشورے سے ایک لڑکے کو جس کے نسب کا صحیح طور پر کچھ علم نہ تھا، مظفر شاہ کے نام سے موسوم کر کے تخت پر بٹھا دیا اور تمام امیروں کو جاگیریں اور خطابات دے کر اپنا ہم خیال بنا لیا۔

دریا خاں اور عالم خاں لودھی میں جنگ

عالم خاں لودھی نے سلطان محمود کو تو ایک زبردست لشکر کے ساتھ وہیں چھوڑا اور خود دشمن کے مقابلہ میں جنگ کرنے کے لیے آگے بڑھا، دریا خاں بھی اپنا لشکر لے کر آیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی عالم خاں لودھی امیر نے پہلے ہی حملہ میں دریا خاں کو شکست دی اور اس کے لشکر خاصہ پر دھاوا کر دیا۔ اس موقعے پر بھی لودھی امیر نے جرأت و بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا اور میدانِ جنگ سے صحیح و سلامت نکل آیا۔

اُمید و بیم

اس معرکے کے بعد عالم خاں لودھی کے ساتھ صرف پانچ سو (۵۰۰) سوار باقی رہ گئے اور اسے اپنے انجام کی طرف سے سخت تشویش ہوئی، لیکن دوسرے ہی لمحے اسے خیال آیا کہ پہلے حملے میں دریا خاں کے مقدمہ لشکر کے سپاہی احمد آباد کی طرف فرار ہو گئے تھے اس لیے ممکن ہے کہ تمام شہر میں دریا خاں کی شکست کی خبر مشہور ہو گئی ہو۔ یہ سوچ کر دریا خاں نے جلد از جلد شہر میں پہنچنے کا ارادہ کیا۔

عالم خاں شہر میں

عالم خاں لودھی شہر میں داخل ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو فتحیاب مشہور کیا اور شاہی محل میں داخل ہو گیا، احمد آباد کے باشندے کچھ دیر پہلے ہی دریا خاں کے مقدمہ لشکر کے سپاہیوں کو پریشان و درماندہ دیکھ چکے تھے، اس لیے انھیں دریا خاں کی شکست اور عالم خاں لودھی کی فتح کا یقین آ گیا۔

دریا خاں کی پریشانی

اس کے بعد عالم خاں لودھی نے دریا خاں کے گھر کو لوٹنے اور شہر کے دروازوں کو مستحکم کرنے کا حکم دیا نیز ایک قاصد بھیج کر سلطان محمود کو اپنے پاس بلا لیا۔ دریا خاں لودھی معرکہ آرائی کے بعد اپنی جگہ پر ہی ٹھہرا ہوا تھا۔ اسی دوران میں احمد آباد کے جاسوسوں نے آ کر اسے اصل حالات سے مطلع کیا۔ یہ سنتے ہی دریا خاں شہر کی طرف روانہ ہُوا۔

فرار

امیروں میں سے اکثر کے بال بچے شہر میں تھے اس لیے انھوں نے اپنی خیریت عالم خاں لودھی سے مل جانے ہی میں دیکھی، لہٰذا وہ دریا خاں کا ساتھ چھوڑ کر عالم خاں کے پاس چلے گئے دریا خاں کے شہر میں پہنچنے کے بعد ہی سلطان محمود بھی وہاں آ گیا۔ دریا خاں کو جب یہ خبر ملی تو وہ حواس باختہ

سفر کی دو تین منزلیں طے کر چکا تو گجراتی لشکر جو عماد الملک سے بڑی بڑی رقمیں وصول کر چکے تھے اس سے منحرف ہو گئے اور بادشاہ سے مل گئے، اس سے عماد الملک بہت پریشان ہوا اور اس نے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ خود تو اپنی جاگیر سرم گاؤں اور سورت کی طرف چلا جائے اور بادشاہ واپس احمد آباد جائے۔

معرکہ آرائی

۹۴۷ھ میں دریا خاں نے عماد الملک کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے بادشاہ کو لیکر مع ایک لشکر جرار کے سورت کی طرف روانہ ہوا۔ عماد الملک مقابلے پر آیا، طرفین میں لڑائی ہوئی، شاہی لشکر کا پلہ بھاری رہا اور عماد الملک میدانِ جنگ سے فرار ہو کر میراں مبارک حاکم اسیر کے پاس پناہ گزیں ہوا، میراں مبارک نے عماد الملک کی مدد کا وعدہ کیا اور شاہی لشکر سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا۔

سلطان محمود اور میراں مبارک کی جنگ

میراں مبارک نے گجراتی لشکر سے جنگ کی لیکن شکست کھا کر واپس اسیر آگیا، اس کے بعد عماد الملک حاکم مالوہ ملو خاں عرف قادر شاہ کے پاس چلا گیا۔ سلطان محمود نے خاندیش میں آکر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر میراں مبارک نے اس عہد کے بارسوخ لوگوں کو بیچ میں ڈالا اور صلح کر کے سلطان محمود کے ملازموں میں شامل ہو گیا۔

سلطان محمود محض ایک شطرنج کا بادشاہ

عماد الملک کے چلے جانے کے بعد دریا خاں کو اطمینان ہو گیا اور اس نے تمام ملکی و مالی معاملات کو خوب اچھی طرح اپنے ہاتھ میں لے لیا اور باقی تمام امیروں کو ان امور سے علیٰحدہ رکھا، رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سلطان محمود کی حیثیت محض شاہ شطرنج کی سی رہ گئی اور اصل قوت عماد الملک کے ہاتھ میں آگئی اور صحیح معنوں میں ملک کا حکمران وہی ہوا۔

سلطان محمود اور عالم خاں لودھی کا اتحاد

ایک رات سلطان محمود جر جیبہ کھیتے ہانکے ساتھ قلعہ ارک سے باہر آیا اور عالم خاں لودھی سے جو دولقہ اور دندوقہ کا جاگیردار تھا، ملاقات کی، عالم خاں بادشاہ سے بڑی نیاز مندی سے ملا اور بے حد تعظیم و تکریم کی، لودھی نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور تھوڑی سی دیر میں ان سے چار ہزار سپاہی فراہم کر لیے۔

مظفر شاہ — ایک نیا بادشاہ

دریا خاں نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ اس کے ہاتھ سے

ہے، جہاں خندق بنی ہوئی ہے، خندق بیس گز چوڑی ہے اور دونوں جانب سے پانی سے بھری رہتی ہے اس خندق کی دیواریں پتھر اور چونے سے بنائی گئی ہیں ان دیواروں کی چوڑائی پچیس گز اور بلندی بیس زرع ہے۔ قلعے کی مضبوطی کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ پتھروں کو لوہے کے کڑوں سے جوڑ کر چُنا گیا ہے اور بعد میں سوراخوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال کر تمام درزوں کو بند کر دیا گیا۔ الغرض یہ سب کچھ بہت اعلیٰ طریقے سے کیا گیا ہے۔

عیسائیوں کی کوششیں

کہا جاتا ہے کہ جب عیسائیوں کو معرکہ آرائی سے اپنا مقصد حاصل نہ ہوا تو انھوں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور نہایت نرمی اور ملائمت سے پیش آنے لگے، انھوں نے خداوند خاں کو ایک خاصی رقم بطور رشوت پیش کرنے کی کوشش بھی کی تا کہ انھیں کھیل کھیلنے کا موقع مل سکے۔ لیکن ان کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی۔

رشوت دینے کی کوشش

فرنگیوں نے گجراتیوں سے کہا۔ اگر تم ہماری بات نہیں مانتے تو صرف اس قدر مان لو کہ چند کنڈی کو پرتگال کی طرح تعمیر نہ کرو، ہم نے تمھیں جو رقم قلعہ تعمیر نہ کرنے کے لیے دی تھی، وہی اب ہم پھر تم کو دیں گے، اگر تم ہماری التماس قبول کر لو" خداوند خاں نے اس کے جواب میں کہا "اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بادشاہ کی عنایات کی وجہ سے مجھے تمھارے روپے کی ضرورت نہیں ہے، میں چند کنڈی بناؤں گا اور ضرور بناؤں گا۔ اس کے بعد خداوند خاں نے جونا گڑھ سے اَن گنت توپیں اور ضرب زن (جو رومیوں نے وہاں جمع کر رکھی تھیں اور جن کو سلیمانی کہا جاتا ہے)۔ منگوائیں اور انھیں سورت کے قلعے میں جگہ جگہ نصب کر کے قلعے کو مضبوط سے مضبوط تر کیا۔

بادشاہ کو قتل کرنے کی کوشش

ابتدائے ۹۹۱ھ تک سلطان محمود بڑے امن و اطمینان سے حکومت کرتا رہا اور کسی طرف اس کا کوئی دشمن نہ رہا۔ اسی سال بادشاہ کے خاص ملازم برہان نامی نے (جو اپنے آپ کو بڑا نیک اور پارسا ظاہر کرتا تھا، اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا، شکار میں بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا اور اس دوران میں نماز میں امامت کرتا تھا) بادشاہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

برہان کا واقعہ

ایک مرتبہ سلطان محمود نے کسی غلطی کی وجہ سے برہان کو دیوار میں چنوا دیا لیکن اس طرح سے کہ اس کا چہرہ کھلا تھا، اس واقعے کے تھوڑے دنوں کے بعد سلطان محمود اس طرف سے گزرا، جہاں سے برہان کا چہرہ نظر آتا تھا، بادشاہ نے اس کے چہرے پر جب

ہو کر برہان پور کی طرف بھاگ گیا، لیکن برہان پور میں وہ زیادہ دیر قیام نہ کر سکا اور شیر شاہ کے پاس چلا گیا۔ شیر شاہ نے اس کی بہت آؤ بھگت کی۔

عالم خاں کی پریشانی

اس کے بعد میدانِ جنگ چونکہ حریف سے خالی ہو گیا تھا اس لیے سلطان محمود نے عالم خاں کو اپنا وزیر بنایا۔ عالم خاں چاہتا تھا کہ دریا خاں کی طرح بادشاہ پر چھا جائے اور تمام ملکی و مالی معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لے۔ سلطان محمود کو عالم خاں کے اس ارادے کا علم ہو گیا، اس نے دوسرے امیروں کو اپنے ساتھ ملا کر عالم خاں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ دریا خاں کی طرح وہ بھی شیر شاہ کے پاس چلا گیا۔ شیر شاہ اس سے بھی بڑی مہربانی سے پیش آیا۔

انتظامِ سلطنت

سلطان محمود نے ایک ایک کر کے جب تمام بدنیت امیروں سے نجات حاصل کر لی تو وہ رعایا کی فلاح و بہبود کے کاموں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے انتظام سلطنت میں کئی بنیادی تبدیلیاں کیں اور تمام کام پہلے سے بہتر ہونے لگے۔ زراعت کی طرف توجہ کی اور زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کے سامان فراہم کیے۔ سپاہیوں کو انعامات و تنخواہ کی بروقت ادائیگی سے خوش کیا اور ان کے دلوں کو اپنے قابو میں لیا۔

محمود آباد کی تعمیر

الغرض سلطان محمود کی مستعدی سے بہت تھوڑے سے عرصے میں گجرات کی حالت بدل گئی۔ بادشاہ نے اپنے تمام امیروں، اراکین سلطنت اور اکابر شہر کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا اور انھیں انعامات سے نوازا۔ احمد آباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر ایک نیا شہر "محمود آباد" بھی تعمیر کروانا شروع کیا لیکن اس کی تکمیل محمود کی حیات میں نہ ہو سکی۔

سورت میں ایک نئے قلعے کی تعمیر

سلطان محمود کے عہدِ حکومت میں ۹۴۹ھ میں بحر عمان کے ساحل پر ایک قلعہ تعمیر کیا گیا، اس کی تکمیل غضنفر آقا ترک عرف خداوند خاں کے اہتمام سے ہوئی، اس قلعے کی تعمیر سے پہلے فرنگیوں کا یہ شیوہ تھا کہ وہ سورت کے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے رہتے تھے یہ صورت حال دیکھ کر سلطان محمود نے خداوند خاں کو یہاں کی حکومت پر متعین کیا اور اسے حکم دیا کہ سورت میں ایک قلعہ تعمیر کیا جائے۔ خداوند خان نے حکم کی تعمیل میں قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروا دیا، اس دوران میں فرنگیوں نے دوبارہ حملہ کر کے قلعے کی تعمیر کو رکوانا چاہا، لیکن ہر دو بار انھیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

قلعۂ سورت کا استحکام

سورت کا قلعہ بہت ہی مضبوط اور مستحکم ہے، اس کی دو اطراف میں خشکی

کر دیا جائے تو سلطنت بآسانی اس کے ہاتھ میں آجائے گی۔ اس سلسلے میں پہلا قدم اس نے یہ اُٹھایا کہ بادشاہ کے کمرے سے باہر آکر یونہیں جھوٹ موٹ بادشاہ کی طرف سے مختلف احکامات صادر کرنے لگا پہلا حکم اُس نے یہ دیا کہ مغنی بلند آواز سے گائیں اور دوسرا حکم یہ دیا کہ دس "شیر کش" بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہیں۔

اُمراء کا قتل

دولت نے شیر کش چوکیداروں کو بلا کر انھیں ہتھیار دیئے اور مناسب جگہوں پر متعین کر دیا۔ آدھی رات کے وقت غضنفر آقا المعروف بہ خداوند خاں اور آصف خاں، وزیر بادشاہ سے ملنے کے لیے آئے۔ دولت ان دونوں کو خلوت میں لے گیا اور قتل کر دیا، اس کے بعد دو دوسرے امیروں کو بھی دولت نے بلا کر قتل کر دیا۔

اعتماد خاں کی دُور اندیشی

اس کے بعد دولت نے اپنے قاصد کو اعتماد خاں کے پاس بھیجا اور اسے طلب کیا، اعتماد خاں نے سوچا کہ بادشاہ کا یہ معمول نہیں ہے کہ وہ اتنی رات گئے مجھ جیسے مقتدر امیر کو زحمت دے، اس لیے ضرور کوئی خاص بات ہے وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں دولت کا بھیجا ہُوا ایک قاصد آگیا، اب تو اعتماد خاں کا شک یقین میں بدل گیا اور اس نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔

عبد الصمد شیرازی کی طلبی

برہان نے مشہور و معروف گجراتی امیر عبد الصمد شیرازی عرف افضل خاں کو بلایا اور اس سے کہا: "بادشاہ خداوند خاں سے کسی وجہ سے ناراض ہو گیا ہے اور اسے معزول کر دیا گیا ہے، اب وہ چاہتا ہے کہ تجھے اس کی جگہ پر مقرر کرے لہٰذا بادشاہ نے تیرے لیے یہ خلعتِ وزارت بھیجا ہے۔" عبد الصمد نے اس کے جواب میں کہا "جب تک میں بادشاہ کو نہ دیکھوں گا یہ خلعت ہرگز نہ پہنوں گا۔" دولت نے بہت اصرار کیا کہ عبد الصمد اس خلعت کو پہن لے، لیکن عبد الصمد نے اپنا ایک ہاتھ تو خلعت کی آستین میں ڈال لیا اور قسم کھا کر کہا "میں دوسرا ہاتھ آستین میں اس وقت تک نہ ڈالوں گا جب تک بادشاہ کو دیکھ نہ لوں گا۔"

عبد الصمد کا قتل

دولت، عبد الصمد شیرازی کو اس جگہ لے آیا جہاں سلطان محمود کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ دولت نے عبد الصمد سے کہا۔ میں نے بادشاہ اور تمام امیروں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ہے، اب میں تجھے اپنا وزیر مقرر کرتا ہوں اور تمام اُمورِ سلطنت تیرے ہاتھ میں دیتا ہوں۔" بادشاہ کی لاش دیکھ کر عبد الصمد کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس نے دولت کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ دولت نے اُسی وقت اس امیر کو جو ستر سالہ بوڑھا تھا، تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

نظر ڈالی تو اس نے آنکھوں کے اشارے سے سلام کیا بادشاہ کو اس پر رحم آگیا اور اس کا قصور معاف کر دیا، برہان کا سارا جسم گل سڑ گیا تھا، اس لیے دیر تک اس کا علاج ہوتا رہا آخر کار وہ شفایاب ہوا اور دوبارہ مقربین میں شامل ہوگیا۔ تجدید تعلقات کے بعد بھی برہان کا دل بادشاہ کی طرف سے صاف نہ ہوا۔

برہان سے بدسلوکی

ایک بار پھر برہان بادشاہ کے ساتھ شکارگاہ میں گیا اور اس سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی، بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے برہان کو بہت گالیاں دیں اور سخت سست کہا، شکار سے واپسی کے بعد شام کے وقت بادشاہ نشہ آور اشیاء بہت زیادہ استعمال کیں اور آرام کے لیے بستر پر لیٹ گیا۔

سازباز

سلطان محمود کی شکاری جماعت کے بیس آدمی "شیرکش" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے، کیونکہ انھوں نے ایک بار شیر سے مقابلہ کر کے اسے ہلاک کیا تھا، یہ بیس آدمی برہان کی نگرانی میں رہتے تھے تاکہ وہ انھیں شکارگاہ میں نازک مقامات پر تیار رکھے، برہان نے ان آدمیوں کو امارت اور بڑے بڑے عہدوں کا لالچ دے کر اپنے ساتھ کر لیا اور بادشاہ کو قتل کرنے کے موقع کا منتظر رہا

برہان کو کسی نہ کسی طرح علم ہوگیا کہ شکار سے واپسی کے بعد بادشاہ نے نشہ آور اشیاء کے استعمال میں بہت زیادہ بے اعتدالی کی ہے، اس نے اپنے بھانجے کو، جس کا نام دولت تھا اور جو بادشاہ کی خدمت پر مامور تھا۔ سلطان محمود کو قتل کرنے پر آمادہ کر لیا۔

سلطان محمود کا قتل

دولت، بادشاہ کے سر کے بالوں کو جو بہت بڑھے ہوئے تھے خشک کرنے کے بہانے سے بادشاہ کے پاس گیا۔ سلطان محمود اس وقت نشے میں دھت تھا، اسے کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہونے والا ہے۔ دولت نے بادشاہ کے لمبے لمبے بالوں کو پلنگ کی لکڑی کے ساتھ خوب کس کر باندھ دیا، اس کے بعد بادشاہ کی تلوار کو نیام سے نکالا اور سلطان محمود کی گردن پر رکھ دیا۔ اب بادشاہ کو احساس ہوا کہ معاملہ دگرگوں ہے بادشاہ نے اپنے بچاؤ کے لیے اپنے دونوں ہاتھ تلوار کی باڑھ پر رکھ دیئے۔ دولت نے گردن کے ساتھ بادشاہ کے ہاتھ بھی کاٹ دیے۔

دولت کی مکاری

جب دولت اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو برہان نے مکاری اور چالاکی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ بادشاہ کے کمرے کے دروازے کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا، فوراً اندر چلا گیا۔ برہان نے سوچا اگر بادشاہ کی طرح امیروں کو بھی ایک ایک کر کے قتل

عورتوں سے دلچسپی

سلطان محمود شاہ ثانی کو عورتوں کی صحبت میں رہنے کا بہت زیادہ شوق تھا، شکار اور چوگان بازی کھیلنے کے وقت وہ اپنے حرم کی تمام عورتوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا، شکار گاہ کے اندر جو درخت تھے ان پر سبز اور سرخ مخمل لپیٹ دی جاتی تھی تاکہ فضا کی زیب و زینت دوبالا ہو جائے۔

اعتماد خاں پر اعتماد

اس بادشاہ کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ اس وجہ سے سلطان محمود نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کے حرم میں کوئی عورت حاملہ ہو تو اس کا حمل ساقط کر دیا جائے۔ اعتماد خاں، سلطان محمود ثانی کا ہندی غلام تھا، بادشاہ کو اس پر بہت اعتماد تھا، بادشاہ نے اسے حرم میں داخل ہونے کی اجازت دے رکھی تھی کہ وہ محلات کی آرائش کا انتظام کر سکے۔ اعتماد خاں نے اس خیال سے کہ کہیں بادشاہ کو کبھی شک کا موقع نہ ملے، کافور کھا کر اپنی قوتِ مردانگی کو زائل کر لیا تھا۔

بدکاری کا انسداد

سلطان محمود کے عہدِ حکومت میں، معاشرہ طرح طرح کی خرابیوں سے دوچار ہو گیا تھا۔ عورتیں مزاروں اور لوگوں کے گھروں پر اکثر جمع رہتی تھیں، اور اس طرح بدکاریوں کے دروازے کھل گئے تھے، اس قسم کی رسوم کا اس قدر رواج ہو گیا تھا کہ فسق و فجور لوگوں کی عادت بن گیا تھا۔ سلطان محمود نے اس قسم کی تمام رسموں کا سختی سے انسداد کیا اس قسم کے لوگوں کو سزائیں دی گئیں۔ جاسوسوں اور مخبروں کو مقرر کر کے بد اطوار لوگوں کو بادشاہ اپنے حضور میں طلب کرتا اور سزا دیتا۔ اس قسم کے لوگوں کو انتظامی و سیاسی معاملات سے قطعاً بے تعلق کر دیا گیا۔ الغرض اس طرح سلطان محمود ثانی نے برائیوں کا بڑی اچھی طرح قلع قمع کیا۔

بُرہان کی تخت نشینی

دولت نے اسی رات ان تمام بدمعاشوں اور سرکشوں کو جو اس کے گرد جمع ہو گئے تھے، خطاب دے کر امارت کا امیدوار بنایا اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ صبح تک وہ لوگوں میں زر و جواہر تقسیم کر کے انھیں اپنا حلیف بناتا رہے۔ برہان نے بدمعاشوں اور دیگر آوارہ مشرب لوگوں کو گھوڑے اور ہاتھی بھی عطا کیے اور اس طرح اپنی قوت میں خاطر خواہ اضافہ کر لیا۔

بُرہان کا قتل

سلطان محمود کے قتل کی خبر چھپی نہ رہ سکی اور بہت جلد مشتہر ہو گئی عماد الملک تُرک پدر چنگیز خاں، الغ خاں حبشی اور دوسرے امیروں نے باہمی اتحاد سے بُرہان پر حملہ کر دیا۔ برہان نے چتر شاہی سر پر سایہ فگن کیا اور اپنے لشکر کو لے کر ان امیروں کے مقابلے پر آیا، پہلے ہی حملے میں بُرہان کا لشکر پراگندہ ہو گیا۔ شیروان خاں نے بُرہان کو قتل کر دیا اور اس کی لاش کو رسّی سے باندھ کر گلی کوچوں میں پھرایا گیا۔

سلطان محمود کی مدّت حکومت

سلطان محمود شاہ ثانی نے اٹھارہ (۱۸) سال دو مہینے اور چند روز تک حکومت کی۔ اتفاق سے اسی زمانے میں (یعنی سنہ ۹۶۱ھ میں) اسلیم شاہ بن شیر شاہ حاکم دہلی اور حاکم احمد نگر نظام الملک بحری نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

عادات و کردار

سلطان محمود شاہ ثانی نہایت عمدہ عادات کا انسان تھا۔ اس کا زیادہ وقت عالموں اور فاضلوں کی صحبت میں گزرتا تھا۔ خاص خاص موقعوں پر مثلاً آنحضرت صلعم کے روز مولود اور اپنے بزرگوں کے ایام وفات وغیرہ میں غریبوں اور محتاجوں وغیرہ میں کھانا تقسیم کرتا تھا اور طشت و آفتابہ لے کر مہمانوں کے ہاتھ دھلانے کی خدمت خود انجام دیتا تھا، جو کپڑا وہ اپنے لباس کے لیے خریدتا تھا اس میں سے پہلے فقیروں اور محتاجوں کے لیے دستار و جامہ بنوا دیتا تھا۔

آہو خانے کی تعمیر

سلطان محمود ثانی نے ندی کے کنارے ایک عظیم الشان آہو خانہ بنوایا جس کی دیوار سات کوس طویل تھی۔ اس آہو خانے کی عمارتیں اور باغات نہایت ہی خوبصورت اور دلکش تھے، باغبانی کی خدمت پر صاحبِ جمال اور پری چہرہ عورتوں کو متعین کیا گیا۔ بادشاہ نے ہر طرح کے جانور اس آہو خانے میں جمع کیے۔ توالد و تناسل کی وجہ سے ان جانوروں کی تعداد میں بہت اضافہ ہُوا۔ یہ آہو خانہ سلطان محمود کے دَور کا ایک اہم کارنامہ ہے۔

عورتوں سے دلچسپی

سلطان محمود شاہ ثانی کو عورتوں کی صحبت میں رہنے کا بہت زیادہ شوق تھا، شکار اور چوگان بازی کھیلنے کے وقت وہ اپنے حرم کی تمام عورتوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ شکار گاہ کے اندر جو درخت تھے ان پر سبز اور سرخ مخمل لپیٹ دی جاتی تھی تاکہ فضا کی زیب و زینت دوبالا ہو جائے۔

اعتماد خاں پر اعتماد

اس بادشاہ کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ اس وجہ سے سلطان محمود نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کے حرم میں کوئی عورت حاملہ ہو تو اس کا حمل ساقط کر دیا جائے۔ اعتماد خاں، سلطان محمود ثانی کا ہندی غلام تھا، بادشاہ کو اس پر بہت اعتماد تھا، بادشاہ نے اسے حرم میں داخل ہونے کی اجازت دے رکھی تھی کہ وہ محلات کی آرائش کا انتظام کر سکے۔ اعتماد خاں نے اس خیال سے کہ کہیں بادشاہ کو کبھی شک کا موقع نہ ملے، کافور کھا کر اپنی قوتِ مردانگی کو زائل کر لیا تھا۔

بدکاری کا انسداد

سلطان محمود کے عہدِ حکومت میں، معاشرہ طرح طرح کی خرابیوں سے دوچار ہو گیا تھا۔ عورتیں مزاروں اور لوگوں کے گھروں پر اکثر جمع رہتی تھیں، اور اس طرح بدکاریوں کے دروازے کھل گئے تھے، اس قسم کی رسوم کا اس قدر رواج ہو گیا تھا کہ فسق و فجور لوگوں کی عادت بن گیا تھا۔ سلطان محمود نے اس قسم کی تمام رسموں کا سختی سے انسداد کیا اس قسم کے لوگوں کو سزائیں دی گئیں۔ جاسوسوں اور مخبروں کو مقرر کر کے بداطوار لوگوں کو بادشاہ اپنے حضور میں طلب کرتا اور سزا دیتا۔ اس قسم کے لوگوں کو انتظامی و سیاسی معاملات سے قطعاً بے تعلق کر دیا گیا۔ الغرض اس طرح سلطان محمود ثانی نے برائیوں کا بڑی اچھی طرح قلع قمع کیا۔

بُرہان کی تخت نشینی

دولت نے اسی رات ان تمام بدمعاشوں اور سرکشوں کو جو اس کے گرد جمع ہوگئے تھے، خطاب دے کر امارت کا امیدوار بنایا اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ صبح تک وہ لوگوں میں زر و جواہر تقسیم کرکے انھیں اپنا حلیف بناتا رہے۔ برہان نے بدمعاشوں اور دیگر آوارہ مشرب لوگوں کو گھوڑے اور ہاتھی بھی عطا کیے اور اس طرح اپنی قوت میں خاطر خواہ اضافہ کر لیا۔

بُرہان کا قتل

سلطان محمود کے قتل کی خبر چھپی نہ رہ سکی اور بہت جلد مشتہر ہوگئی عماد الملک تُرک پدر چنگیز خاں، الغ خاں حبشی اور دوسرے امیروں نے باہمی اتحاد سے بُرہان پر حملہ کر دیا۔ برہان نے چتر شاہی سر پر سایہ فگن کیا اور اپنے لشکر کو لے کر ان امیروں کے مقابلے پر آیا، پہلے ہی حملے میں بُرہان کا لشکر پراگندہ ہوگیا۔ شیر دان خاں نے بُرہان کو قتل کر دیا اور اس کی لاش کو رسّی سے باندھ کر گلی کوچوں میں پھرایا گیا۔

سلطان محمود کی مدّت حکومت

سلطان محمود شاہ ثانی نے اٹھارہ (۱۸) سال دو مہینے اور چند روز تک حکومت کی۔ اتفاق سے اسی زمانے میں (یعنی ۹۶۱ھ میں) سلیم شاہ بن شیر شاہ حاکم دہلی اور حاکم احمد نگر نظام الملک بحری نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

عادات و کردار

سلطان محمود شاہ ثانی نہایت عمدہ عادات کا انسان تھا۔ اس کا زیادہ وقت عالموں اور فاضلوں کی صحبت میں گزرتا تھا۔ خاص خاص موقعوں پر مثلاً آنحضرت صلعم کے روز مولود اور اپنے بزرگوں کے ایام وفات وغیرہ میں غریبوں اور محتاجوں وغیرہ میں کھانا تقسیم کرتا تھا اور طشت و آفتابہ لے کر مہمانوں کے ہاتھ دھلانے کی خدمت خود انجام دیتا تھا، جو کپڑا وہ اپنے لباس کے لیے خریدتا تھا اس میں سے پہلے فقیروں اور محتاجوں کے لیے دستار و جامہ بنوا دیتا تھا۔

آہو خانے کی تعمیر

سلطان محمود ثانی نے ندی کے کنارے ایک عظیم الشان آہو خانہ بنوایا جس کی دیوار سات کوس طویل تھی۔ اس آہو خانے کی عمارتیں اور باغات نہایت ہی خوبصورت اور دلکش تھے، باغبانی کی خدمت پر صاحبِ جمال اور پری چہرہ عورتوں کو متعین کیا گیا۔ بادشاہ نے ہر طرح کے جانور اس آہو خانے میں جمع کیے۔ توالد و تناسل کی وجہ سے ان جانوروں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا۔ یہ آہو خانہ سلطان محمود کے دَور کا ایک اہم کارنامہ ہے۔

دریائے مہندری اور نربدا کے درمیان واقع ہیں ، اعتماد خاں کی جاگیر میں دیئے گئے ۔ احمد شاہ ثانی کے لیے بھی جاگیر خاصہ مقرر کی گئی ۔ سلطان احمد شاہ ثانی کم عقلی اور نادانی کی وجہ سے اکثر اوقات کھلے بندوں اپنے ساتھیوں سے اعتماد خاں کے قتل کے بارے میں مشورہ کرتا رہتا تھا ، بعض اوقات وہ کیلے کے درخت کو اپنی تلوار کی ضرب سے دو ٹکڑے کر کے کہا کرتا تھا ”میں اسی طرح اعتماد خاں کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا ۔“

احمد شاہ کا قتل

اعتماد خاں کو ان تمام حالات کی اطلاع ہو گئی اور اس نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ بادشاہ کوئی وار کرے اسے خود ہی کچھ کر گزرنا چاہیئے ۔ اعتماد خاں بادشاہ کے خون کا پیاسا ہو گیا اور اسے قتل کرنے کے منصوبے باندھنے لگا ، آخر کار وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو گیا اور ایک رات اس نے سلطان احمد شاہ ثانی کو قتل کر دیا ۔

قتل کے بعد اعتماد خاں نے بادشاہ کی لاش کو وجیہہ الملک کے گھر کے سامنے دریا کی طرف پھینکوا دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ ایک لونڈی کو حاصل کرنے کے لیئے گیا نادانستہ طور پر اسے قتل کر دیا گیا ۔

سلطان احمد شاہ ثانی نے آٹھ (۸) سال حکومت کی

سلطان احمد شاہ ثانی

تخت نشینی

جب سلطان محمود شاہ ثانی کا قتل ہوا تو اس کا کوئی بیٹا نہ تھا، جسے تخت پر بٹھایا جاتا۔ اعتماد خاں نے فتنہ و فساد کو رفع کرنے کی غرض سے سلطان شاہ کی اولاد میں سے ایک کم عمر لڑکے کو سید مبارک بخاری اور دوسرے امیروں کے مشورے سے تخت پر بٹھا دیا۔ اس لڑکے کا نام رضی الملک تھا اور سلطان احمد شاہ کے لقب سے اسے تخت پر بٹھایا گیا۔

بادشاہ کی بے کسی

اعتماد خاں نے تمام ملکی معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور احمد شاہ ثانی کو صرف نام کا بادشاہ رہنے دیا۔ پانچ سال اسی عالم میں گزر گئے، احمد شاہ دیکھتا رہتا تھا کہ وہ کس طرح بے دست و پا ہے اور ہر کام اعتماد خاں کے حکم سے سرانجام پاتا ہے، اور اصل حاکم وہی ہے، آخر کار سلطان احمد شاہ زیادہ صبر نہ کر سکا اور وہ سید مبارک بخاری کے پاس گیا اور تمام ماجرا اس سے بیان کیا۔ سید مبارک بخاری نے بادشاہ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا اسی کے ایماء پر دوسرے مشہور گجراتی اُمراء مساوات خاں، موسیٰ خاں فولادی اور عالم خاں لودھی وغیرہ بھی بادشاہ کے ساتھ ہو گئے۔

اعتماد خاں کا فرار

اسی دوران میں عماد الملک اور تاتار خاں غوری نے اعتماد خاں کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور توپیں لگا کر سر کرنی شروع کر دیں۔ اعتماد خاں ان لوگوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور پال نامی مقام کی طرف جو محمد آباد جنانیر کے قریب واقع ہے، فرار ہو گیا۔

اعتماد خاں کی واپسی اور اُمراء میں صلح

اس کے بعد اعتماد خاں نے لشکر جمع کیا اور اپنے مخالفین سے لڑنے کے لیے آیا، دوسرے فریق نے بھی لڑائی کی تیاری کی، لیکن اس کی نوبت نہ آئی اور چند مخلص لوگوں نے بیچ بچاؤ کر کے فریقین میں صلح کروا دی۔ وکالت کا عہدہ بدستور اعتماد خاں کے پاس رہا۔

سلطان احمد شاہ ثانی کی کم عقلی

بہروچ، محمد آباد جنانیر، نادوت اور دوسرے کئی پرگنے جو

فولادی مبارک باد دینے کے لیے احمد آباد آئے، اس واقعہ کے ایک سال بعد فتح خاں اور شیر خاں فولادی میں (جن کی جاگیریں ایک دوسرے سے پیوستہ تھیں) باہمی مخالفت پیدا ہوگئی، نوبت معرکہ آرائی تک پہنچی۔ فتح خاں نے شیر خاں فولادی سے شکست کھائی اور میدانِ جنگ سے فرار ہو کر اعتماد خاں کے پاس آگیا۔

فولادیوں پر حملہ

اعتماد خاں کو شیر خاں فولادی پر سخت غصہ آیا، اس نے لشکر جمع کرکے فولادیوں پر حملہ کر دیا۔ فولادی اس حملے کی تاب نہ لاسکے اور قلعۂ پٹن میں محصور ہو گئے فولادیوں نے بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا لیکن اعتماد خاں نے ان کا کوئی خیال نہ کیا، اور قلعے کے محاصرے کی کوشش کرنے لگا۔

فولادی جوانوں کا عزم

فولادی افغان بہت ہی مجبور اور پریشان ہو کر رہ گئے، آخر کار فولادی نوجوانوں کا ایک گروہ موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کے پاس آیا، ان جوانوں نے اپنے امیروں سے کہا "ہم نے بے حد عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرکے دیکھ لیا لیکن حریف کا دل بالکل نہیں پسیجا، لہٰذا اب سوائے جنگ کرنے اور جان دے دینے کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔"

مقابلہ

اس کے بعد تقریباً پانچ سو (۵۰۰) فولادی سپاہی قلعے سے باہر نکل آئے، یہ دیکھ کر موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کو بھی اپنے لشکر کے ساتھ، جو تین ہزار سواروں پر مشتمل تھا، قلعے سے باہر نکلنا پڑا۔ اعتماد خاں ان لوگوں کے مقابلے پر آیا۔ اس کا گجراتی لشکر تعداد میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) سے زیادہ تھا۔ فریقین میں معرکہ آرائی ہونے لگی۔

حاجی خاں کی اعتماد خاں کے لشکر سے علیحدگی

فولادیوں نے اعتماد خاں کے خاصہ کے لشکر پر حملہ کیا اور غالب آئے، حاجی خاں (جو سلیم شاہ بن شیر شاہ کا غلام اور اعتماد خاں کے لشکر کا ایک بہترین فوجی سردار تھا) فولادیوں سے مل گیا۔ فولادیوں نے اعتماد خاں کو یہ پیغام دیا۔ "حاجی خاں ہمارے پاس چلا آیا ہے، لہٰذا اس کی جاگیر اس کے حوالے کر دو۔" اعتماد خاں نے فولادیوں کا یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا، اور یہ جواب دیا کہ "حاجی خاں میرا ملازم تھا اور اسی وجہ سے اسے جاگیر عطا کی گئی تھی، اب جب کہ وہ میرا ساتھ چھوڑ کر چلا گیا ہے اس لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ اسے اس کی جاگیر دے دی جائے۔"

سلطان مظفر شاہ ثانی گجراتی بن محمود شاہ ثانی گجراتی

اعتماد خاں کا حلفیہ بیان

۹۶۹ھ کے آخر میں اعتماد خاں گجراتی امیروں کی مجلس میں ایک لڑکے کو لے کر آیا اور قسم کھا کر کہنے لگا "یہ لڑکا سلطان محمود شاہ ثانی کا حقیقی بیٹا ہے، جن دنوں اس لڑکے کی ماں حاملہ ہوئی تھی، سلطان محمود ثانی نے اس خاتون کو میرے حوالے کر دیا تاکہ میں اس کا حمل ساقط کرا دوں، اس وقت پانچ ماہ کا حمل ہو چکا تھا، اس لیے میں نے گوارا نہ کیا کہ اس کا اسقاط کیا جائے، اعتماد خاں نے اتنی قسمیں کھائیں کہ امرا نے اعتماد خاں کے بیان کو تسلیم کر لیا اور اس لڑکے کو بادشاہ بنا دیا گیا۔ یہ بادشاہ سلطان مظفر شاہ ثانی کے نام سے مشہور ہُوا۔

مملکت کی تقسیم

امرا نے تمام مملکت کو آپس میں اس طور پر تقسیم کیا کہ پٹن سے پرگنہ کدلی تک کا علاقہ موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کو ملا، رادھن پور، ترادرہ، ہور، چھپور اور دوسرے پرگنوں پر فتح خاں بلوچ نے قبضہ کر لیا۔ دریائے سابرمتی اور مھندری کے درمیان کے پرگنے اعتماد خاں کے پاس رہے، عماد الملک کے بیٹے چنگیز خاں نے نادوت اور محمد آباد جنانیر پر قبضہ کر لیا۔ بھروچ چنگیز خاں کے بھانجے رستم خاں کو جاگیر میں ملا۔ سید میراں ولد سید بخاری نے دونقہ اور دَندوقہ کو سنبھالا، سورت میں امین خاں غوری نے قبضہ کر لیا۔

اعتماد خاں کا اقتدار

امین خاں غوری نے گجراتی امیروں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اعتماد خاں نے سلطان مظفر کو اپنا قیدی بنا رکھا تھا۔ دربار کے دن اُسے برائے نام تخت پر بٹھایا جاتا، اعتماد خاں خود تخت پر بادشاہ کے پیچھے بیٹھتا، اسی عالم میں تمام امرا سلام کے لیے حاضر ہوتے۔

فتح خاں اور شیر خاں فولادی میں جنگ

کچھ عرصہ اسی طرح گذر گیا، چنگیز خاں اور شیر خاں

وقعت زیادہ تھی، تو اس زمانے میں طفلِ نوخیز تھا۔ تیرا باپ عماد الملک اگر اس وقت زندہ ہوتا تو وہ تجھے بتاتا کہ مرحوم بادشاہ کے حضور میں میرا کیا مرتبہ تھا۔ سلطان مظفر شاہ میرا اور تمہارا دونوں کا بادشاہ ہے۔ تیری بہتری اس میں ہے کہ تو بادشاہ کی خدمت گزاری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے تاکہ تو دین دنیا دونوں میں سُرخرو ہو۔"

شیر خاں فولادی کا خط چنگیز خاں کے نام

شیر خاں فولادی کو چنگیز خاں اور اعتماد خاں کی اس مراسلت کا علم ہو گیا اس نے چنگیز خاں کے نام ایک خط لکھا، جس کا خلاصہ یہ ہے: "حالات کا اقتضا ہے کہ تم ذرا چند روز تک صبر کرو، اور صلح کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ مسند عالی سے بلا وجہ مخالفت کا اظہار کرنا سود مند نہ ہوگا۔"

قصبۂ بردورہ پر چنگیز خاں کی نظر

چنگیز خاں نے شیر خاں فولادی کے مشورے کو قابل اعتنا نہ سمجھا، وہ چونکہ قصبہ بردورہ کو اپنی جاگیر میں شامل کرنا چاہتا تھا، اس لیے اس نے اعتماد خاں کو ایک اور پیغام بھجوایا: "اگرچہ میرا لشکر کافی بڑا ہے لیکن دشمن کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہے لہٰذا آپ مجھے بتائیں کہ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

اعتماد خاں کا مشورہ

اعتماد خاں یہ چاہتا تھا کہ چنگیز خاں اور حکام میں پھوٹ پڑ جائے تاکہ وہ بُرہان پور پر قبضہ کرنے کے خیال سے اور باقی تمام خیالات سے بے تعلق ہو جائے۔ متذکرہ خط کے جواب میں اعتماد خاں نے چنگیز خاں کو لکھا: "قصبہ ندربار ہمیشہ گجراتی امیروں کے قبضے میں رہا ہے، جس زمانے میں سلطان محمود شاہ ثانی، میراں مبارک کے زیرِ نگرانی قلعہ اسیر میں مقیم تھا تو اس نے میراں مبارک سے وعدہ کیا تھا کہ: "اگر خداوند تعالیٰ نے گجرات کی حکومت مجھے عطا کر دی تو میں اس کے صلہ میں تجھے قصبہ ندربار دُوں گا۔"

ندربار پر چنگیز خاں کا قبضہ

چنگیز خاں، اعتماد خاں کے فریب میں آگیا، اس نے لشکر جمع کیا، اور ۹۷۴ھ میں ندربار کی طرف روانہ ہو گیا۔ چنگیز خاں نے ندربار کا قصبہ فتح کرنے کے بعد آگے قدم بڑھایا اور تھانیسر تک بڑھتا چلا گیا۔

محمد شاہ اور تفال خاں کی آمد کی خبر

اتفاق سے اُنھیں دنوں یہ خبر مشہور ہوئی کہ میراں شاہ حاکم برار تفال خاں کو ساتھ لے کر جنگ کے لیے آرہا ہے، یہ خبر سُن کر چنگیز خاں مع اپنے لشکر کے ایک ایسی جگہ مقیم ہو گیا کہ جو بہت ہی ناہموار اور خراب تھی، جس طرف زمین ذرا ہموار تھی، چنگیز خاں نے اس طرف اپنے ارابوں کو زنجیر سے

اعتماد خاں کی شکست اور فرار

موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی نے لشکر جمع کیا اور حاجی خاں کی جاگیر میں داخل ہو کر قصبہ جبر تھانہ میں مقیم ہوئے اعتماد خاں نے بھی لشکر جمع کر کے ان دونوں کا مقابلہ کیا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے، آخر کار چار مہینے بعد معرکہ آرائی کی نوبت آئی۔ اعتماد خاں کو اس مرتبہ بھی شکست کا مُنہ دیکھنا پڑا اور وہ میدانِ جنگ سے فرار ہو کر بھروچ میں چنگیز خاں کے پاس چلا گیا۔

اعتماد خاں اور فولادیوں میں صلح

بھروچ پہنچ کر اعتماد خاں نے چنگیز خاں کو اپنی مدد کیلئے آمادہ کیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر فولادیوں کے لشکر کے مقابلے پر آیا، لیکن اعتماد خاں کا لڑنے کو جی نہ چاہا کیونکہ وہ دو بارہ فولادیوں سے شکست کھا چکا تھا، اعتماد خاں نے صُلح کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گیا اس نے حاجی خاں کی جاگیر اس کے حوالے کی اور خود احمد آباد واپس آگیا۔

چنگیز خاں کا پیغام اعتماد خاں کے نام

چنگیز خاں حالات کا بغور جائزہ لیتا رہا وہ ملک گجرات کی موجودہ حالت اور اعتماد خاں کی روش سے مطمئن نہ تھا، اس نے بہت سوچ بچار کے بعد اعتماد خاں کو پیغام بھیجا۔" میں بھی شاہان گجرات کے خاندان کا خانہ زاد اور سلطانی حرم کے تمام امور سے اچھی طرح واقف ہوں مجھے خوب معلوم ہے کہ محمود شاہ ثانی کے کوئی بیٹا نہ تھا، تو نے اس لڑکے کو یعنی منظفر شاہ ثانی کو مرحوم بادشاہ کا بیٹا بنا کر تخت پر بٹھا دیا ہے، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ تُو تو اس کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور اور تیرے ملازم اس کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں۔ جب تک تُو موجود نہیں ہوتا تو کوئی شخص بادشاہ کو سلام کرنے کے لیے اس کے پاس نہیں جا سکتا، اگر سلطان منظفر واقعی سلطان محمود کا بیٹا ہے تو پھر تجھے بھی چاہیئے کہ تو بھی باقی امیروں اور ارا کین سلطنت کی طرح اس کی خدمت کرے اور جس وقت تمام امرا دربار میں بیٹھیں تو تُو بھی ان کا اتباع کرے۔"

اعتماد خاں کا جواب

اعتماد خاں نے اس کے جواب میں کہا۔" مَیں نے تخت نشینی کے روز تمام اکابر امرا کے سامنے قسم کھا کر یہ بیان کیا تھا کہ سلطان منظفر سلطان محمود کا بیٹا ہے، تمام امرا نے میرے قول کا اعتبار کیا اور اتفاق رائے سے منظفر کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور اس کی بیعت کی۔ حیرت ہے کہ تو عوام کی طرح مجھ سے بیکار سوال کرتا ہے۔ تجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ سلطان محمود ثانی کے زمانے میں دوسرے امیروں سے میری عزت و

جب یہ پیغام پہنچا تو وہ سمجھ گیا کہ چنگیز خاں کا مقصد کیا ہے، اعتماد خاں سلطان مظفر شاہ کو مع چتر کے شہر کے باہر لایا۔ اس کے ہمراہ سادات خاں بخاری، اختیار الملک، ملک شرف، الغ خاں، جھاز خاں سیف الملک اور دوسرے اکابر امراء بھی تھے۔

دشمن سے سامنا اور اعتماد خاں کا فرار

محمود آباد سے چھ کوس کے فاصلے پر موضع کا ویری میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے، اعتماد خاں نے جونہی چنگیز خاں کے لشکر پر نظر ڈالی، اس کا دل دہل گیا، چونکہ وہ میرزاؤں کی شجاعت و بہادری کے بہت سے قصے سن چکا تھا، اس لیے چنگیز خاں کے لشکر سے جنگ کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اس سے پہلے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے سے جنگ کرتے، اعتماد خاں حواس باختہ ہو کر دونگر پور کی طرف بھاگ گیا۔

سلطان مظفر کی احمد آباد کو واپسی

دوسرے امیروں نے بھی اعتماد خاں کی تقلید کی اور جس کا منہ جس طرف اٹھا ادھر روانہ ہو گیا۔ سادات خاں بخاری نے وندو قہ اور اختیار الملک نے محمود آباد کا رخ کیا، الغ خاں، جھاز خاں اور دوسرے حبشی امیروں نے سلطان مظفر شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے احمد آباد واپس آئے۔

چنگیز خاں احمد آباد میں

چنگیز خاں اپنی اس اتفاقی فتح سے بے انتہا خوش ہوا اور اس نے میرہ میں قیام کیا، اس کے بعد چنگیز خاں احمد آباد آیا اور اعتماد خاں کے مکان میں فروکش ہوا، شیر خاں فولادی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ اس وقت قصبہ کری کے نواح میں تھا، اس نے وہیں سے چنگیز خاں کو پیغام بھجوایا "تم نے اعتماد خاں کی جاگیر پر قبضہ کر لیا ہے، یہ مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ جاگیر بادشاہ کے مصارف کے لیے ہے، اس پر تیرا تنہا قبضہ نازیبا ہے" اس کے بعد شیر خاں فولادی بہت سا لشکر لے کر احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

چنگیز خاں اور شیر خاں فولادی میں مصالحت

چنگیز خاں نے محسوس کیا کہ موجودہ صورت حال میں شیر خاں فولادی کی دشمنی مول لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اس نے شیر خاں سے مصالحت کر لی، فریقین میں طے پایا کہ دریائے سابرمتی کے اسی طرف کا تمام علاقہ شیر خاں کے قبضے میں رہے، اس وجہ سے احمد آباد کے کئی دیہات عثمان پورہ اور خان پور وغیرہ شیر خاں کے قبضے میں آ گئے۔

باندھ دیا۔

چنگیز خاں کا فرار

محمد شاہ اور تفال خاں، چنگیز خاں سے لڑنے کے لیے آئے اور شام تک اپنے حریف کے سامنے کھڑے رہے۔ چنگیز خاں اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا۔ رات ہوئی تو اس نے سوچا کہ دو قوی دشمنوں سے مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے، لہٰذا چپکے سے اس نے راہِ فرار اختیار کی اور بھروچ میں چلا گیا۔ محمد شاہ فاروقی نے بہت سامالِ غنیمت اپنے قبضے میں کیا اور چنگیز خاں کا دور تک تعاقب کر کے قصبہ نندر بار پر قبضہ کر لیا۔

سلطان محمد میرزا کے بیٹوں کی آمد

انھیں دنوں سلطان محمد میرزا کے چھ بیٹے (۱) محمد حسین، (۲) میرزا الغ (۳) میرزا حسین (۴) میرزا مسعود (۵) حسین میرزا (۶) شاہ میرزا، مغل بادشاہ اکبر کے خوف سے بھاگ کر سنبھل سے مالوہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ ۹۷۵ھ میں اکبری لشکر مالوہ میں آیا۔ متذکرہ شہزادے پریشان ہو کر چنگیز خاں کے پاس چلے گئے اور اس سے پناہ مانگی۔

قصبہ بردورہ پر چنگیز خاں کا قبضہ

چنگیز خاں نے ان شہزادوں کی آمد کو اپنے لیے فالِ نیک سمجھا اور ان کی موجودگی کو اپنی تقویت کا باعث گردانا۔ غائبانہ طور پر چنگیز خاں نے ان شہزادوں کو سلطان مظفر کے امرا میں شامل کیا اور اپنی جاگیر سے چند پرگنے ان کو عنایت کیے۔ اسی سال چنگیز خاں نے شہزادوں کی مدد سے اعتماد خاں پر حملہ کیا اور بغیر جنگ کے قصبہ بردورہ پر قبضہ کر لیا۔

اعتماد خاں کے نام چنگیز خاں کا پیغام

اس کے بعد چنگیز خاں محمود آباد آیا اور یہاں سے اعتماد خاں کو یہ پیغام بھیجا: "ساری دنیا اس بات کو اچھی طرح جانتی ہے کہ شکست تھانیسر کا اصل سبب تمھاری کج روی ہے، اگر تم اپنے لشکر کو میری مدد کے لیے روانہ کرتے تو مجھے ہرگز میدانِ جنگ سے فرار نہ ہونا پڑتا اور میرے دامن پر بزدلی کا یہ دھبہ کبھی نہ لگتا۔ اب میں بادشاہ کو مبارک باد دینے کے لیے احمد آباد آنا چاہتا ہوں۔ اس دوران میں اگر تم شہر میں موجود ہوئے تو دشمنی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم شہر سے باہر چلے جاؤ اور دوسرے امیروں کی طرح اپنی جاگیر میں قیام کرو۔ بادشاہ کی پاسبانی کا کام اب ختم کر دو اور اسے آزاد کر دو تاکہ وہ آزادی کے ساتھ ملکی معاملات کو اپنی مرضی کے مطابق انتظام کرے۔"

اعتماد خاں کی تیاری

اعتماد خاں اس پیغام کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنا لشکر جمع کر چکا تھا، اور

رکھ لیا اور جو پختہ عمر کے تھے ان کی ناک میں تیر پھنسا کر ہاتھوں کو پیچھے کی طرف باندھ کر اور گردن میں مدور لکڑیاں ڈال کر چھوڑ دیا۔

میرزا شہزادے مالوہ و برہان پور میں

میرزاؤں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ چنگیز خاں کو جب اپنے سپاہیوں کی حالت معلوم ہوگئی تو وہ خود جنگ کرنے کے لیے آئے گا، اس خیال سے وہ برہان پور کی طرف چلے گئے اور اس مملکت میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا بعد ازاں مالوہ آئے، اس ملک میں جو واقعات پیش آئے ان کو مغل بادشاہ اکبر کے حالات میں ضمناً بیان کیا جا چکا ہے۔

سلطان مظفر دونگر پور میں

الغ خاں اور جہاز خاں وغیرہ سلطان مظفر کو لے کر دریائے مھندری کے قصبہ کانبتہ میں مقیم تھے، ان کا خیال تھا کہ شاید اعتماد خاں کبھی اس طرف آئے یا شیر خاں فولادی اپنے بیٹے کو بھیج کر بادشاہ کو اپنے پاس بلالے، لیکن جب انھوں نے یہ دیکھا کہ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک بھی عمل میں نہیں آئی تو انھوں نے اس جگہ زیادہ ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور سلطان مظفر کو لے کر دونگر پور آگئے اور بادشاہ کو اعتماد خاں کے حوالے کر دیا۔

اعتماد خاں سے حبشی امیروں کی ناراضگی

اس واقعے کے کچھ دنوں بعد الغ خاں وغیرہ نے اعتماد خاں سے اپنی فوج کے اخراجات کے لیے روپیہ طلب کیا اعتماد خاں نے اس کے جواب میں کہا "روپیہ تو جاگیر سے ملتا تھا، سو اب اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا میں تم کو کسی سے قرض لے دیتا، لیکن یہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جس سے قرض مانگا جا سکے اس لیے میں مجبور ہوں" یہ جواب پاکر الغ خاں اور دوسرے تمام حبشی آزردہ خاطر ہوئے۔

حبشی امیروں کی احمد آباد کو روانگی

چنگیز خاں کو اس واقعے کا علم ہو گیا، اس نے الغ خاں اور دوسرے حبشی امیروں کے نام دوستی اور محبت کے خطوط لکھے اور انھیں اپنے پاس واپس بلا لیا، الغ خاں، جہاز خاں اور سیف الملک وغیرہ اعتماد خاں کی اجازت کے بغیر ہی معمورآباد کی طرف روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر انھوں نے اختیار الملک گجراتی سے ملاقات کی اور پھر اسے ساتھ لے کر احمد آباد کی طرف چل دیئے۔ احمد آباد کے قریب حوض کاکریہ پر پہنچ کر یہ لوگ سلطان محمود کے باغ میں لباس تبدیل کرنے کی غرض سے داخل ہوئے۔

استقبال

چنگیز خاں ان سب لوگوں کے استقبال کے لیے آیا، ان لوگوں سے ملاقات کر کے چنگیز خاں نے بہت سی محبت آمیز باتیں کیں اور پھر کہا "یہ حقیقت سب لوگوں

میراں محمد شاہ کا حملہ گجرات پر

میراں محمد شاہ ولد میراں مبارک شاہ اپنی پہلی فتح کی وجہ سے بہت دلیر ہو چکا تھا، اس نے جب یہ دیکھا کہ گجراتی امراء خانہ جنگی میں مبتلا ہیں تو اس نے گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس خیال سے لشکر لے کر روانہ ہوا، اس نے احمد آباد تک کسی مقام پر قیام نہ کیا بلکہ بغیر توقف کیے آگے بڑھتا رہا۔

میراں محمد شاہ کی شکست

چنگیز خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے بھی جنگ کی تیاریاں کیں اور میرزاؤں کو جن کا وہ بہت احترام کرتا تھا، اپنے ساتھ لے کر شہر سے باہر آیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی، میراں محمد شاہ مغلوب ہوا اور اس کا بہت سا سامان چنگیز خاں کے ہاتھ آیا۔ محمد شاہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

میرزاؤں کی دلجوئی

اس فتح کا سہرا چونکہ میرزاؤں کے سر رہا تھا، اس لیے چنگیز خاں نے ان کی بہت دلجوئی کی اور معمور آباد اور بھروچ کے چند پرگنے ان کی جاگیر میں دیے اور انھیں ان کی جاگیر کی طرف روانہ کر دیا۔

میرزاؤں کا اقدام

جب یہ میرزا شہزادے اپنی جاگیر میں آئے تو بہت سے اوباش اور فتنہ پرداز ان کے گرد جمع ہو گئے۔ شرف الدین حسین میرزا، جو خواجہ عبداللہ احرار کی اولاد میں سے تھا اور نصیر الدین ہمایوں کا داماد تھا، اکبر کا ساتھ چھوڑ کر میرزاؤں سے آکر مل گیا، ان اسباب کی بنا پر میرزاؤں کے اخراجات بہت بڑھ گئے: ان کی موجودہ جاگیر ان اخراجات کی متحمل نہ ہو سکی تو میرزاؤں نے چنگیز خاں کی اجازت کے بغیر ہی بہت سے دوسرے پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔

چنگیز خاں کی میرزاؤں سے جنگ

چنگیز خاں کو جب میرزاؤں کے اس اقدام کی خبر ہوئی تو اُسے بہت بُرا معلوم ہوا اور اس نے یہ خیال کیا کہ اگر اس وقت میرزاؤں کو روکا نہ گیا تو وہ پھر رفتہ رفتہ بہت زیادہ قوت حاصل کر لیں گے، یہ سوچ کر اس نے تین ہزار حبشیوں اور پانچ چھ ہزار گجراتیوں کو میرزاؤں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا، میرزاؤں نے اس لشکر کا مقابلہ کیا اور غالب آئے، انھوں نے چنگیزی لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ باقی ماندہ سپاہی بھاگ نکلے۔

گجراتی اسیروں سے سلوک

میرزاؤں نے گجراتیوں کے بہت سے سپاہیوں کو گرفتار بھی کیا ان قیدیوں میں سے جو کم سن تھے، ان کو تو اپنے پاس ملازم

پاتے ہی وہ مکان سے باہر آیا اور اکیلا ہی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

چنگیز کا قتل

الغ خاں، چنگیز خاں کی داہنی طرف تھا اور جہاز خاں بائیں طرف، دونوں اسی طرح کچھ دیر تک چنگیز خاں کے ساتھ چلتے رہے، جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو جہاز خاں نے الغ خاں کے اشارے پر تلوار نکالی اور چنگیز خاں پر ایک بھرپور وار کیا۔ چنگیز خاں کا سر اور ایک ہاتھ اسی وقت بدن سے علاحدہ ہو گیا۔

جنگ کی تیاریاں

اس کے بعد یہ دونوں امیر اپنے اپنے مکانوں پر واپس آئے اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ اختیار الملک بھی ان دونوں کی حمایت کے لیے اُٹھا، چنگیز خاں کا بھانجا رستم خاں اپنے لشکر کے ساتھ شہر کی طرف آ رہا تھا، راستے میں جو اسے اپنے ماموں کی لاش ملی تو اس نے لاش کو ایک ہاتھی پر رکھا اور بھروچ کی طرف روانہ ہو گیا۔

حبشی اُمراء قلعۂ ارک میں

شہر کے اوباشوں اور لچّوں نے موقعے کو غنیمت سمجھا اور چنگیز خاں کے ملازموں کا مال و اسباب لُوٹنے لگے، جب اس بات کی تحقیق ہو گئی کہ رستم خاں بھروچ کی طرف چلا گیا ہے تو الغ خاں، جہاز خاں اور دُوسرے حبشی اُمراء قلعۂ ارک میں جو بھدر کے نام سے مشہور ہے، داخل ہوئے۔

اعتماد خاں کے نام خط

حبشی امیروں نے اعتماد خاں کے نام ایک خط لکھا اور اُسے تمام واقعات سے مطلع کر کے احمد آباد آنے کی دعوت دی، اسی روز شیر خاں فولادی کے بیٹے بدر خاں اور محمد خاں بھی مبارک باد دینے کے لیے شہر میں داخل ہوئے انھوں نے تمام امرائے لشکر کو ایک ایک ہاتھی بطور پیشکش کے دیا۔ الغ خاں اور جہاز خاں نے اس روز تمام جاگیریں از سرِ نو تقسیم کیں اور تمام امراء اپنے مکانات کو واپس آئے۔

قلعۂ بھدر پر شیر خاں کا قبضہ

دوسرے دن شیر خاں فولادی کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امراء کے ملازمین میں سے کوئی شخص بھدر کی حفاظت کے لیے موجود نہیں ہے۔ چنگیز خاں کے قتل کے تیسرے روز شیر خاں نے اپنے ایک امیر سادات خاں کو معہ تین سو سپاہی قلعۂ بھدر کی طرف روانہ کیا۔ سادات خاں نے خان پور کی جانب سے قلعہ کی دیوار کو توڑ کر قبضہ کر لیا۔

سلطان مظفّر اور اعتماد خاں احمد پور میں

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد اعتماد خاں سلطان مظفر کو لے کر احمد آباد آ گیا، چونکہ قلعہ بھدر شیر خاں کے

پر واضح ہے کہ ہم لوگ سلطان محمود ثانی کے خانہ زاد غلام ہیں۔ اس لحاظ سے ہم سب آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں اور اگر ہم میں سے کسی ایک کو حکومت مل جائے تو تب بھی اس تعلق میں کوئی نہیں آسکتا ہم لوگوں کو چاہیے کہ جب کبھی ایک دوسرے سے ملنے جائیں تو حاجبان دروازہ ہمارے مانع نہ ہوں"

الغ خاں اور جہاز خاں کے قتل کی سازش

اس کے بعد چنگیز خاں ان تمام امیروں کو اپنے ساتھ لے کر شہر میں آیا اور کچھ مکانات خالی کروا کے ان کے سپرد کیے۔ کچھ عرصے بعد الغ خاں کو ایک جاسوس نے یہ اطلاع دی۔ "چنگیز خاں تمہارا اور جہاز خاں کا سخت دشمن ہے، اس نے یہ طے کیا ہے کہ کل صبح تمہیں اور جہاز خاں کو چوگان بازی کے لیے میدان میں بلا کر عالم بے خبری میں قتل کر ڈالے۔ اگر کل چنگیز خاں تمہیں اپنے ساتھ لے کر چوگان بازی کے لیے کاکریہ کے حرم کی طرف جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں ہے کیونکہ اس مقام پر بہت بڑا جنگل ہے اور انسان جس طرف چاہے بچ کر نکل سکتا ہے لیکن اگر وہ تم لوگوں کو لے کر بھدر کے میدان میں گیا تو پھر جان بچانا سخت مشکل ہے کیونکہ یہ میدان قلعے کے اندر واقع ہے۔

چوگان بازی کی دعوت

جاسوس یہ اطلاع دے کر ابھی گیا ہی تھا کہ الغ خاں کے پاس چنگیز خاں کا قاصد آیا اور اس نے کہا "کہ چنگیز خاں نے سلام دعا کے بعد یہ پیغام دیا ہے کہ میں کل چوگان بازی کے لیے بھدر کے میدان میں جاؤں گا۔ آپ لوگ بھی میرے ساتھ چلیں اور اس مقصد سے صبح سویرے میرے پاس پہنچ جائیں"

حبشی امیروں کا مشورہ

یہ دعوت پاکر الغ خاں بہت پریشان ہوا اور اسی وقت سیف الملک کے مکان پر پہنچا۔ جہاز خاں، رشیدی بدر شاہی، محل دار خاں اور خورشید خاں کو بھی وہیں بلا لیا گیا اور ان لوگوں نے اس معاملے پر غور و خوض کرنا شروع کیا، بہت سوچ بچار کے بعد ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ اس سے پہلے کہ چنگیز خاں وار کرے، اسی کو تلوار کے گھاٹ اتار دینا چاہیے

چنگیز کے قتل کی سازش

دوسرے روز صبح سویرے الغ خاں اور جہاز خاں اپنے دوستوں کے ہمراہ چنگیز خاں کے دربار میں پہنچے، اس وقت چنگیز خاں کے لشکری حاضر نہیں ہوئے تھے، حبشیوں نے ایک آدمی بھیج کر چنگیز خاں کو پیغام دیا کہ آپ کے حکم کے مطابق ہم لوگ حاضر ہیں، اگر آپ جلد از جلد چوگان بازی کے لیے روانہ ہوں تو اچھا ہے چنگیز خاں اس وقت شراب کے نشے میں دھت تھا۔ اسے کچھ ہوش نہ تھا۔ حبشی امیروں کا پیغام

حبشی اُمراء کی روانگی

ان معاملات کے طے ہونے کے بعد حبشی امراء الغ خاں، سیف الملک اور جہاز خاں وغیرہ روانہ ہو گئے اور سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے محمود آباد جا پہنچے، قرارداد کے مطابق اعتماد خاں بھی اپنے لشکر کو لے کر شہر سے باہر نکلا، لیکن کچھ دُور جا کر اس کی نیت بدل گئی اور اس نے آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اعتماد خاں کی ناشائستہ حرکت

الغ خاں اور اس کے ساتھیوں کو جب اعتماد خاں کی اس ناشائستہ حرکت کا علم ہُوا تو وہ بہت افسوس کرنے لگے۔ انھوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ ہم نے تو اعتماد خاں کے ساتھ ہر طرح بھلائی کی ہے، لیکن اس نے ہمیں دھوکہ دیا ہے، ہم نے تو چنگیز خاں جیسے شخص کو جو اس کا بہت بڑا دشمن تھا تلوار کے گھاٹ اتارا ہے، لیکن وہ ہمیں کو فریب دیتا ہے۔ لہٰذا اب اس کی سزا یہی ہے کہ ہم اس کی جاگیر پر قبضہ کر کے اس کے پرگنوں کو آپس میں تقسیم کریں۔

جینا نیر، بندر سُورت اور بھروچ وغیرہ پر میرزاؤں کا قبضہ

اس کے بعد حبشی امیروں نے اعتماد خاں کی جاگیر کے پرگنے کنبایت اور جلاد وغیرہ پر قبضہ کر لیا، اس صورتِ حال سے میرزاؤں نے فائدہ اٹھایا اور انھوں نے قلعہ جینا نیر بندر سورت اور دیگر مقامات پر قبضہ کر لیا۔ رستم خاں قلعہ بیروچ میں محصور ہو گیا، اور اس نے میرزاؤں سے جنگ کی، لیکن آخر کار پریشان ہو کر امان طلب کی اور اس طرح قلعہ بھروچ پر بھی میرزاؤں کا قبضہ ہو گیا۔

الغ خاں اور جہاز خاں میں مخالفت

گجرات کے باشندے پریشان حال ہو کر شہر سے نکلے اور الغ خاں سے مل گئے۔ الغ خاں نے جہاز خاں سے کہا۔ چونکہ لشکر شہر سے باہر آ گئے اور ہم سے مل گئے ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ اعتماد خاں کی جاگیر میں سے ایک پرگنہ ان کے حوالے بھی کر دینا چاہیئے۔ جہاز خاں نے اس کے جواب میں کہا "جو علاقہ تم ان لوگوں کو دینا چاہیئے وہ میرے حوالے کر دو اور جو توقع تم ان سے رکھتے ہو وہ میں پوری کر دوں گا۔" اس وجہ سے الغ خاں اور جہاز خاں میں مخالفت پیدا ہو گئی۔

شیر خاں کی قوت میں اضافہ

اعتماد خاں نے موقع سے فائدہ اُٹھایا اور جہاز خاں کو سبز باغ دکھا کر اپنے پاس بُلا لیا، اس صورت حال سے حبشیوں کی قوت منتشر ہو گئی۔ الغ خاں حبشی اور سادات خاں بخاری شیر خاں فولادی سے۔ اس طرح شیر خاں فولادی

قبضے میں تھا اس لیے اعتماد خاں نے بادشاہ کو فی الحال اپنے گھر ہی میں رکھا اور قلعہ خالی کروانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس سلسلے میں اس نے شیر خاں کے نام ایک خط لکھا "قلعہ بھدر بادشاہوں کی ملکیت ہے جب بادشاہ یہاں نہ ہوں تو ان کے ملازموں کا یہ فرض ہے کہ وہ قلعے کی حفاظت کریں نہ یہ کہ قبضہ کر کے مالکانہ حقوق جتائیں۔ اب چونکہ سلطان مظفر شاہ شہر میں آگیا ہے اس لیے تم سادات خاں سے کہہ کر قلعہ خالی کروا دو۔"

میرزا شہزادے بھروچ و سورت میں

اعتماد خاں کی بات چونکہ معقول تھی، اس لیے شیر خاں نے فوراً قلعہ خالی کروا دیا۔ سلطان مظفر اعتماد خاں کے گھر سے اٹھ آیا اور اپنے محل میں مقیم ہوا۔ اسی اثناء میں مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ میرزا شہزادے فرار ہو کر مالوہ سے باہر نکل گئے تھے، لیکن جب انھیں چنگیز خاں کے قتل کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوئے، اب ان امیروں نے بھروچ اور سورت کا رُخ کیا ہے تاکہ ان علاقوں پر قبضہ کریں۔

گجراتی امراء کے باہمی مشورے

اختیار الملک اور الغ خاں، اعتماد خاں کے پاس آئے اور اس سے کہا "میرزاؤں نے بھروچ کا رُخ کیا ہے اور اس وقت ہمارا کوئی حاکم وہاں موجود نہیں ہے اس لیے ان کا بھروچ پر قابض ہو جانا یقینی ہے۔ اس فتنے کے سدِ باب کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ہم لوگ جلد از جلد بھروچ پہنچ جائیں اور میرزاؤں کو جلد وہاں سے نکال باہر کریں، ورنہ اگر انھوں نے ایک بار بھروچ پر قبضہ کر لیا تو پھر انھیں وہاں سے نکالنے کے لیے بڑی محنت کرنی پڑے گی۔"

بھروچ کی روانگی کا مسئلہ

اعتماد خاں نے ایک قاصد شیر خاں کے پاس بھیجا اور اس سے اس معاملے میں مشورہ طلب کیا۔ شیر خاں نے کہا "میرے خیال میں صورت حال پر قابو پانے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ بھروچ کا سفر اختیار کیا جائے۔ اس کے بعد امراء نے آپس میں مزید بات چیت کر کے روانگی کا فیصلہ کر لیا۔

لشکر کی تنظیم

یہ قرار پایا کہ فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، ایک حصہ تو الغ خاں اور دوسرے حبشی امیروں کے لشکر پر مشتمل ہو اور یہ حصہ سب سے پہلے روانہ ہو، دوسرا حصہ اعتماد خاں۔ اختیار الملک اور دوسرے امیروں کے لشکر پر مشتمل ہو اور تیسرا حصہ شیر خاں اور دیگر امراء پر مشتمل ہو۔ جب پہلا حصہ روانہ ہو جائے تو ایک منزل کے فاصلے سے دوسرا حصہ روانہ ہو اور اس کے بعد اسی قدر فاصلے سے تیسرا حصہ روانہ ہو۔

بادشاہ اکبر کے نام اعتماد خاں کا خط

اعتماد خاں نے جب یہ دیکھا کہ اس طریقے سے مقصد حل نہیں ہوتا تو اس نے جلال الدین اکبر کو ایک خط لکھا اور اسے گجرات پر قبضہ کرنے کے لیے اُکسایا۔ اس زمانے میں یعنی سنہ ۹۸۰ھ میں اکبر ناگور میں تھا، اور اس نے پیر محمد خاں عزت خاں کلاں کو بڑے بڑے امیروں کے ساتھ سروہی کی فتح کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ جب پیر محمد خاں سروہی کے راجہ کے قاصد کے ہاتھوں زخمی ہو گیا تو اکبر بذاتِ خود لشکر گاہ میں پہنچا، اس وقت اکبر کو اعتماد خاں کا خط ملا۔

بادشاہ اکبر کا عزم گجرات

اکبر ناگور سے گجرات کی طرف روانہ ہوا (اس سلسلے کے تمام واقعات اکبر کے حالات میں بہ تفصیل بیان کیے جا چکے ہیں) جب اکبری فوج پٹن گجرات میں پہنچی تو شیر خاں فولادی جو احمد آباد کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، بدحواس ہو کر ایک طرف بھاگ گیا، ابراہیم حسین میرزا اور اس کے بھائی برودرہ اور بھروچ کی طرف چلے گئے، اعتماد خاں، میرزا ابو تراب شیرازی، الغ خاں حبشی، جہانز خاں اور اختیار الملک احرام باندھ کر اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مغل بادشاہ کے بہی خواہوں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

سلطان مظفر، بادشاہ اکبر کی خدمت میں

سلطان مظفر نے بھی موقع کی نزاکت کو بھانپ لیا اور شیر خاں فولادی کا ساتھ چھوڑ کر اکبر بادشاہ کی خدمت میں ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہانِ گجرات کے عہدِ حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور گجرات اکبر کے ممالک محروسہ میں شامل ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۴ رجب سنہ ۹۸۱ھ کا ہے۔

بندر سُورت پر بادشاہ اکبر کا قبضہ

انہیں دنوں اکبر بادشاہ نے بندر سورت کے قلعے کو بھی محمد حسین میرزا کے آدمیوں کے قبضے سے نکال کر اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ واپسی پر جب اکبر بھروچ میں آیا تو وہاں چنگیز خاں کی والدہ روتی ہوئی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ "میرے بیٹے چنگیز خاں کو جہانز خاں نے بغیر کسی قصور کے قتل کیا ہے۔ لہٰذا اس معاملے میں انصاف کیا جائے۔

سلطان مظفر آگرہ اور بنگالہ میں

جہانز خاں اکبر کے ساتھ تھا۔ بادشاہ نے اس پر حکم قصاص صادر فرمایا اور سلطان مظفر کو اپنے ساتھ لے کر آگرہ چلا آیا، ان دنوں منعم خاں بنگالہ کی طرف جا رہا تھا۔ اکبر نے سلطان مظفر کو اس کے حوالے کر دیا اور اس طرح منعم خان سلطان مظفر کو اپنے ساتھ بنگالہ لے گیا۔ وہاں اس نے اپنی بیٹی شہزادی خانم کی شادی مظفر کے ساتھ

کی قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا۔

سلطان مظفر کا فرار

سلطان مظفر سخت پریشان تھا، اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے، ایک دن اس نے موقع پاکر بھاگ نکلنے کی ٹھانی اور مغرب کے وقت سے ذرا پہلے کھڑکی کے راستے سے اپنی قیام گاہ سے باہر نکل کر عنایت پور میں جو قصبہ سرکیچ میں واقع ہے، جا پہنچا۔ وہ سیدھا الغ خاں کے مکان پر گیا، لیکن الغ خاں نے ملاقات سے انکار کر دیا۔

الغ خاں کا رویہ

الغ خاں شیر خاں کے پاس گیا اور اسے بتایا۔ سلطان مظفر مجھے پہلے سے اطلاع دیئے بغیر میرے مکان پر آیا ہے، لیکن میں نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ شیر خاں فولادی نے الغ خاں کو سمجھایا اور کہا "سلطان مظفر تمہارا مہمان ہے اس لیے اس کی خدمت کرنا تمہارا فرض ہے لہٰذا تم واپس جاؤ اور اس کی خاطر و مدارات کرو۔"

مغلوں کی طلبی

دوسرے روز شیر خاں فولادی کے نام اعتماد خاں کا ایک خط آیا، جس کا مضمون یہ تھا "سلطان مظفر سلطان محمود کا بیٹا نہیں ہے، اس لیے میں نے اسے ملک سے باہر نکال دیا ہے اور مغلوں کو گجرات میں آنے کی دعوت دی ہے تاکہ ملک ان کے حوالے کر دیا جائے۔

سیّد حامد کا بیان

شیر خاں فولادی نے یہ خط پڑھا اور اسی وقت سیّد حامد کے گھر پہنچا اور اس سے پوچھا کہ جس روز سلطان مظفر کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی تھی اس روز اعتماد خاں نے امراء کی جماعت کے سامنے سلطان مظفر کے بارے میں کہا تھا۔ سید حامد اور دوسرے سادات نے جواب دیا "اعتماد خاں نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا کہ یہ لڑکا سلطان محمود کا بیٹا ہے" لہٰذا اب وہ جو کچھ کہتا ہے وہ محض بربنائے عداوت ہے۔

شیر خاں اور سلطان مظفر میں ملاقات

سیّد حامد کے مکان سے اٹھ کر شیر خاں فولادی، الغ خاں کی قیام گاہ پر گیا اور سلطان مظفر سے ملاقات۔ وہ کمان اپنے ہاتھ میں لے کر جس طرح ملازم اپنے آقا کے سامنے جاتا ہے، سلطان مظفر سے ملا اور اسے الغ خاں کے گھر سے لے کر اپنے گھر میں آگیا اور اس کی خدمت گذاری میں مصروف ہو گیا۔

مغلوں کی آمد اور حبشیوں سے لڑائی

اعتماد خاں نے مغلوں کو حدود بھروچ سے بلا لیا مغل امراء پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ احمد آباد میں پہنچے، اعتماد خاں نے مغلوں کو سیف الملک کے لشکر کے ہمراہ حبشیوں سے لڑنے کے لیے روانہ کرنا شروع کر دیا، اس کارروائی سے رفتہ رفتہ حالات بگڑنے شروع ہو گئے اور فیصلہ کن امر ظہور میں نہ آیا۔

شاہان

مالوہ و مندو

کر دی۔

سلطان مظفر دوبارہ گجرات میں

کچھ دنوں بعد منعم خاں، سلطان مظفر سے بدگمان ہو گیا اور اسے نظر بند کر دیا، ایک روز سلطان مظفر موقع پاکر قید خانے سے بھاگ نکلا اور کسی نہ کسی طرح ۹۸۱ھ میں گجرات پہنچ گیا۔

سلطان مظفر کی حکومت گجرات میں

یہاں پہنچ کر سلطان مظفر نے ایک بہت بڑا لشکر فراہم کیا اور گجرات کے حاکم قطب الدین خاں سے جنگ کرکے اسے قتل کیا۔ اس طرح سلطان مظفر نے نو سال کے بعد گجرات میں دوبارہ اپنی حکومت قائم کی اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

گجرات پر (دوبارہ) اکبر بادشاہ کا قبضہ

کچھ دنوں تک سلطان مظفر امن و اطمینان سے حکومت کرتا رہا، لیکن یہ امن و اطمینان زیادہ دیر تک اس کی قسمت میں نہ رہا۔ ۹۹۱ھ میں اکبر بادشاہ نے بیرم خان کے بیٹے عبدالرحیم کو گجرات روانہ کیا، سلطان مظفر کو جب اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ جونا گڑھ کی طرف بھاگ گیا، اس واقعہ کے بعد گجرات پر اکبر کا دوبارہ قبضہ ہو گیا اور جب تک کہ یہ بلند مرتبت بادشاہ حکمران رہا انہی کی عملداری میں رہا۔

سلطان مظفر نے تخت نشینی سے لے کر معزولی حکومت تک سترہ سال اور چند ماہ تک حکومت کی۔

دِلاور خاں غوری ؒ

مالوہ کی عظمت

قارئین کرام اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ مالوہ ایک وسیع سلطنت ہے اور اس پر بڑے بڑے ذی شان فرماں رواؤں نے فرماں روائی کی ہے بڑے بڑے راجہ مثلاً بکرماجیت اور راجہ بھوج وغیرہ جو ہندوستان کی تاریخ میں اہم مقام رکھتے ہیں مالوہ ہی کے حاکم تھے۔

دِلاور خاں غوری کی خود مختاری

سلطان محمود غزنوی کی مبارک کوششوں سے ہندوستان مذہب اسلام کی اشاعت و ترویج کو فروغ ہوا، اور سلاطین دہلی نے سلطان محمد بن فیروز شاہ تک مالوہ پر حکومت کی، سلطان محمد فیروز شاہ کے قتل کے بعد دلاور خاں غوری جس کا اصلی نام حسین تھا، مالوہ کی حکومت پر فائز ہوا اور رفتہ رفتہ یہاں کا مستقل بادشاہ بن گیا۔

شاہانِ مالوہ

دلاور خاں غوری کی خود مختاری کے بعد مالوہ کی سلطنت دہلی کی حکومت کی اطاعت سے آزاد ہو گئی۔ مالوہ پر اس خود مختاری کے بعد یکے بعد دیگرے گیارہ بادشاہوں نے حکومت کی، ان کے علاوہ کچھ عرصے کے لیے نصیر الدین ہمایوں اور سلطان بہادر نے بھی اس مملکت کو اپنے قبضے میں رکھا۔

محمد شاہی اُمراء

کہا جاتا ہے کہ محمد شاہ بن فیروز شاہ نے اپنے تخت نشینی کے بعد اپنے امیروں پر بے حد نوازشات کیں، جنھوں نے آوارہ گردی کے زمانے میں بادشاہ کا ساتھ دیا تھا۔ محمد شاہ نے خواجہ سرور کو خواجہ جہاں کا خطاب دے کر وزیر کل بنایا۔ گجرات، ، ملتان، اور مالوہ کی حکومتیں بالترتیب ظفر خاں بن وجیہہ الملک خضر خاں اور دلاور خاں کے سپرد کیں، یہ چاروں امیر بعد کو بادشاہی کے مرتبے تک پہنچے۔

دِلاور کی مستعدی

دلاور خاں غوری نے دھار میں قیام کیا اور اپنی فہم و فراست اور انتظامی صلاحیتوں

شاہی ملازمت حاصل کر کے نام پیدا کیا، اس شخص کا بیٹا ترقی کرتے کرتے امارت کے درجے تک پہنچا اور اس کا پوتا دِلاور خاں فیروز شاہ کے عہدِ حکومت میں مقتدر امیر ہُوا۔

دِلاور کا انتقال

دلاور خاں نے کئی سال تک بڑے تزک و احتشام سے حکومت کی۔ ۸۰۸ھ میں اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ دلاور کی مدتِ حکومت بیس[2] سال ہے اور اس میں اس کی بادشاہت کے چار سال بھی شامل ہیں۔ بعض تاریخی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ دلاور کی ہلاکت زہر سے ہوئی۔ اس کا الزام اس کے بیٹے ہوشنگ کو دیا جاتا ہے۔

سے مالوہ کا معقول اور مناسب انتظام کیا۔ اس علاقے کو ہر قسم کے فتنہ و فساد سے پاک کر کے غیروں کو یہاں سے باہر نکال دیا۔ دلاور خاں شادی آباد مندو کو اپنا دارالحکومت بنانا چاہتا تھا اور اس غرض سے وہ کبھی کبھار اس شہر میں جاتا رہتا تھا اور تعمیرات کی نگرانی کر کے واپس دھار آجاتا تھا۔

سلطان محمود مالوہ میں

۸۰۱ھ میں امیر تیمور کے خوف سے دہلی کا بادشاہ سلطان محمود بھاگ کر گجرات آیا۔ والیٔ گجرات سلطان مظفر نے سلطان محمود کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہ کیا اس لیے وہ کبیدہ خاطر ہو کر دھار کی طرف روانہ ہوا۔ دلاور کو جب اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے امیروں کو سلطان محمود کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔

استقبال

دلاور خاں کے امیروں نے بڑے شاہانہ طریقے سے سلطان محمود کی آؤ بھگت کی اور جب یہ فرماں روا دھار سے آٹھ کوس کے فاصلے پر پہنچا تو دلاور خاں خود بھی اس کے استقبال کے لیے گیا۔ دلاور خاں کا بیٹا ہوشنگ اپنے باپ کے اس اقدام سے ناراض ہوا اور وہ مالوہ کے لشکر کا ایک بڑا حصہ اپنے ساتھ لے کر شادی آباد مندو چلا گیا۔

عزت و احترام

دلاور خاں نے بڑی اچھی طرح سلطان محمود بادشاہ دہلی کا استقبال کیا اور اسے بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ شہر میں لایا۔ دلاور خاں کے پاس جس قدر نقدی اور جواہرات تھے، وہ سب اس نے سلطان محمود کی خدمت میں پیش کر دیے اور کہا "میں آپ کا غلام ہوں اور تمام اہلِ حرم آپ کی کنیزیں ہیں"۔ سلطان محمود نے دلاور خاں کے حق میں دعائے خیر کی اور نقدی اور جواہرات میں سے اپنی ضرورت کے مطابق رکھ کر باقی سب کچھ دلاور خاں کو واپس کر دیا۔

سلطان محمود کی واپسی

۸۰۴ھ میں سلطان محمود، دلاور خاں سے علیحدہ ہوا اور دہلی کے امیروں کی درخواست پر دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ ہوشنگ کو جب یہ پتہ چلا کہ سلطان محمود دھار سے چلا گیا ہے تو وہ اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہوشنگ نے تین سال کے عرصے میں مندو میں ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کروایا، یہ قلعہ چونے اور پتھر سے تعمیر کیا گیا تھا اور بہت زیادہ مستحکم تھا۔ شہرِ مندو کے بارے میں تفصیلات آئندہ سطور میں لکھی جائیں گی۔

دِلاور خاں کا اعلانِ بادشاہت

سلطان ناصر الدین کے انتقال کے بعد دہلی کی سلطنت میں سخت انتشار پھیلا۔ دلاور خاں نے مالوہ میں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی۔ اپنے نام کا خطبہ جاری کیا اور چتر اور سرپردہ سُرخ تیار کروایا۔

دلاور کا خاندان

کہا جاتا ہے کہ دلاور کے بزرگوں میں سے ایک شخص غور سے دہلی میں آیا، اور

نصرت خاں کی دھار سے بے دخلی

نصرت خاں ایک ناتجربہ کار انسان تھا، اس نے پہلے ہی سال رعایا سے بڑا بھاری محصول طلب کیا، رعایا میں اتنی استطاعت نہ تھی کہ وہ اتنا محصول ادا کرتی۔ لوگوں نے ادائیگی میں تاخیر کی تو نصرت خاں طرح طرح کی سختیاں کرنے لگا۔ لوگوں میں بددلی کی عام فضا پائی گئی۔ مالوے کا لشکر بھی خاموش نہ رہ سکا۔ سپاہیوں نے جب دیکھا کہ سلطان مظفر گجرات چلا گیا ہے تو انھوں نے نصرت خاں کو دھار سے نکال دیا۔

نصرت خاں قلعۂ مندو میں

نصرت خاں مالوہ کے نواحی علاقے میں ٹھہرا رہا۔ مالوی لشکر نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے ساتھیوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ سلطان مظفر کے خوف سے نصرت خاں کی یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ وہ گجرات واپس جاتا، البتہ اس نے شادی آباد مندو کی راہ لی اور وہاں کے قلعے میں جو اپنے استحکام کی وجہ سے بہت مشہور تھا، مقیم ہوا۔

ہوشنگ کا عریضہ مظفر گجراتی کے نام

اس کے بعد مالوہ کی رعایا نے سلطان ہوشنگ کے چچازاد بھائی موسیٰ خاں کو اپنا حکمران بنانے کے لیے چُنا۔ ہوشنگ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے سلطان مظفر گجراتی کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "جنابِ والا! میرے باپ کے برابر ہیں اور میں آپ کی بے انتہا عزّت کرتا ہوں، میرے متعلق فتنہ پردازوں نے آپ سے جو کچھ کہا ہے وُہ بالکل غلط ہے، میں نے سُنا ہے کہ ان دِنوں مالوہ کے امیر خانِ اعظم کے ساتھ گستاخی کے ساتھ پیش آئے ہیں اور اس سے ناروا سلوک کیا ہے نیز اہلِ مالوہ نے موسیٰ خاں کو اپنا سردار منتخب کر لیا ہے اور وہ اس ملک پر قابض ہو گیا ہے، اگر حضور مجھے رہا کر دیں تو ممکن ہے میں دوبارہ مالوہ پر قابض ہو جاؤں۔"

ہوشنگ کی رہائی

ایک سال بعد سلطان مظفر نے ہوشنگ کو رہا کر دیا اور اس سے عہد لے کر ۸۲۱ھ میں احمد شاہ کو اس کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ احمد شاہ نے دھار اور اس کے نواحی علاقوں کو باغی امیروں کے قبضے سے نکال کر ہوشنگ کے سپرد کر دیا اور خود واپس گجرات آ گیا۔

اُمرائے مندو کی طلبی

سلطان ہوشنگ نے کچھ دِنوں دھار میں قیام کیا۔ خاصہ خیل کے تمام سپاہی بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے اور اُس نے شادی آباد مندو کے امیروں کے پاس اپنا ایک قاصد بھیج کر انھیں اپنے پاس بُلایا۔ تمام امیر بادشاہ کے اس اقدام

سُلطان ہوشنگ بن دلاور خاں غوری

مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی

دلاور خاں کے بعد اس کا بیٹا الپ خاں سلطان ہوشنگ کے لقب سے تخت پر بیٹھا اور تمام امیروں اور ارکینِ سلطنت نے اس کی بیعت کی اور اطاعت گذاری کا وعدہ کیا۔ ہوشنگ کو عنانِ حکومت ہاتھ میں لیے ہوئے ابھی کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ اس کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ شاہ مظفر گجراتی اپنا لشکر لے کر حدودِ مالوہ کی طرف بڑھ رہا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ سلطان مظفر گجراتی اور دلاور خاں غوری میں بہترین دوستانہ مراسم تھے اور دونوں ایک دوسرے کو بھائی کہتے تھے مظفر گجراتی کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہوشنگ نے اپنے باپ کو زہر دے کر حکومت اپنے قبضے میں کر لی ہے تو اس نے مالوہ پر لشکر کشی کی ٹھان لی تاکہ ہوشنگ کو اس کے جرم کی سزا دے سکے۔

معرکہ آرائی

یہ اطلاع پاتے ہی ہوشنگ نے اپنا لشکر تیار کیا اور سلطان گجراتی کا مقابلہ کرنے کے لیے قلعہ دھار سے باہر نکلا ۸۱۰ھ میں گجراتی اور مالوی حکمران ایک دوسرے کے سامنے آئے اور زبردست جنگ ہوئی، دونوں لشکروں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا، سلطان مظفر زخمی ہوا اور ہوشنگ لڑتے لڑتے اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اس کے باوجود بھی جنگ ہوتی رہی آخر کار سلطان مظفر کی خوش قسمتی کام آئی اور اسے کامیابی نصیب ہوئی اور سلطان ہوشنگ شکست کھا کر قلعہ دھار میں پناہ گزیں ہو گیا۔

سلطان ہوشنگ کی گرفتاری

سلطان ہوشنگ نے جب یہ دیکھا کہ اب سلطان مظفر کے ہاتھوں بچ نکلنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا تو اس نے اماں طلب کی، اور مظفر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ مظفر نے ہوشنگ کو مع اس کے امیروں کے قید کر لیا اور اپنے موکلوں کے حوالے کر دیا، اس کے بعد سلطان مظفر نے اپنے بھائی خانِ اعظم نصرت خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ قلعہ دھار کی حفاظت پر متعین کیا اور خود واپس گجرات آیا۔

کے ہاتھ آئی ۔ مظفر شاہ کے بیٹوں فیروز خاں ، ہیبت خاں نے بھروچ میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا اور سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست کی ۔ ہوشنگ نے مظفر شاہ مرحوم اور احمد شاہ کے تمام احسانات کو بالائے طاق رکھا اور ملک گجرات میں داخل ہو کر بدامنی پھیلانے کا ارادہ کیا ۔ سلطان احمد شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک زبردست لشکر لے کر بھروچ میں آیا ۔

قلعۂ بھروچ کا محاصرہ

سلطان احمد شاہ نے قلعۂ بھروچ کا محاصرہ کر لیا ۔ فیروز خاں اور ہیبت خاں کے پاس احمد شاہ کے مقابلے کے لیے فوج بہت کم تھی ، اس لیے وہ دونوں بہت پریشان ہوئے ، آخرکار انھوں نے امان طلب کی اور احمد شاہ سے مل گئے ۔ سلطان ہوشنگ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ راستے ہی سے واپس آگیا ۔ اس سلسلے میں سلطان ہوشنگ نے جو کچھ کیا ، وہ اس کی ایک بڑی غلطی تھی ، اس کے بعد اس نے ایک اور غلطی کی جس کی تفصیل یہ ہے ۔

راجہ جالوارہ کی مدد

۸۲۲ھ میں سلطان ہوشنگ کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے راجہ جالوارہ پر لشکر کشی کی ہے ۔ راجہ نے سلطان ہوشنگ کو مدد کے لیے لکھا ۔ ہوشنگ نے تمام قدیم واقعات کو فراموش کر کے لشکر تیار کیا اور راجہ کی مدد کے لیے گجرات کی طرف روانہ ہو گیا اور گجراتی علاقے کو بہت نقصان پہنچایا ۔

ہوشنگ کی واپسی

سلطان احمد شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ سلطان ہوشنگ کی مدافعت کے لیے کمربستہ ہوا ۔ اس سے پہلے کہ ہوشنگ راجہ جالوارہ کی مدد کرتا ، سلطان احمد شاہ اس کے (ہوشنگ کے) سر پر پہنچ گیا اور ہوشنگ پریشان ہو کر اپنے ملک کی طرف بھاگ گیا ۔

نصیر خاں کی مدد

انھیں دنوں نصیر خاں فاروقی نے قلعہ تھالیز کو اپنے قبضے میں کرنا چاہا ، یہ قلعہ اس کے چھوٹے بھائی ملک افتخار کی تحویل میں تھا جو اسے اس کے باپ نے دیا تھا ۔ نصیر خاں فاروقی نے سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست کی ۔ ہوشنگ نے اس کی درخواست قبول کی اور اپنے بیٹے غزنین خاں کو پندرہ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ نصیر خاں کی مدد کے لیے روانہ کر دیا ۔ نصیر خاں نے غزنین خاں کی مدد سے قلعۂ کالینر پر قبضہ کر لیا اور سلطان پور کے نواح میں چلا آیا ۔

زمینداران گجرات کی عرض داشتیں

سلطان احمد شاہ گجراتی نے نصیر خاں کی سرزنش کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے روانہ ہوا ۔ گجرات کے زمینداروں

سے خوش ہوئے، مگر وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے کیونکہ ان کے تمام بال بچے قلعے ہی میں تھے انھیں چھوڑ کر بادشاہ کے پاس جانا کچھ مناسب نہ تھا۔

جنگ

سلطان ہوشنگ نے امرا کے نہ آنے کو بغاوت و سرکشی کے مترادف سمجھا۔ ہوشنگ نے اپنا لشکر تیار کیا اور دھار سے قصبہ مہر میں آیا اور جنگ کرنی شروع کی، ہوشنگ کے سپاہی روزانہ زخمی ہوتے، لیکن کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوتا، آخر کار اس نے یہی طے کیا کہ یہاں سے فوراً ہی چلا جانا چاہیئے اور اپنی مملکت میں ٹھہرنے کا بندوبست کیا جائے۔

ملک خضر اور ملک مغیث کا مشورہ

ہوشنگ نے اپنے امیروں کو قصبوں اور پرگنوں پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا، اسی دوران میں ہوشنگ کے پھوپھی زاد بھائی ملک مغیث نے ملک خضر عرف میاں خان سے یہ کہا کہ "اگر موسیٰ خاں ایک نیک سیرت جوان ہے اور میرا چچازاد بھائی ہے، لیکن سلطان ہوشنگ اس کے مقابلے میں حکمرانی کے لیے کہیں بہتر ہے۔ ہوشنگ نہ صرف یہ کہ عقل مند اور بہادر ہے بلکہ وہ سلطنت کا حقیقی وارث بھی ہے۔ نیز اس کی پرورش و تربیت میری ماں کی آغوش میں ہوئی ہے، اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ حکومت جو کہ اس کا حق ہے اس کو سونپ دی جائے"۔ ملک خضر نے مغیث کی تائید کی اور اسی رات یہ دونوں امیر قلعے سے نیچے اترے اور ہوشنگ سے جا کر مل گئے۔

قلعۂ مندو پر قبضہ

سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث سے وعدہ کیا کہ وہ اسے اپنا نائب بنائے گا، اس وعدہ سے ملک مغیث بہت خوش ہوا، موسیٰ خاں کو جب ان امور کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا، اس کے خوابوں کے تمام شیش محل چکنا چور ہو گئے، اس نے یہ اچھی طرح جان لیا کہ اب عنانِ اقتدار کو ہاتھ میں لینا ناممکن ہے۔ تو وہ قلعہ خالی کر کے باہر چلا گیا۔

ملک مغیث کی عزت افزائی

اس کے بعد ہوشنگ نے قلعہ مندو پر قبضہ کر لیا وہ قلعے میں داخل ہوا اور دارالامارت میں قیام پذیر ہوا، ہوشنگ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ملک مغیث کو "ملک شرف"، کا خطاب دے کر وزارت کے عہدے پر فائز کیا اور تمام امور میں اس کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا۔

گجرات میں مظفر شاہ کے بیٹوں کا ہنگامہ

۸۱۰ھ میں سلطان مظفر کا انتقال ہوا، اور حکومت احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ

نے قلعے کے دروازے تک ہوشنگ کا تعاقب کیا اور مغرور فوج کا بہت سا سامان اپنے قبضے میں کیا۔

سلطان احمد گجراتی کی واپسی

سلطان احمد گجراتی نے اپنے امیروں کو اطراف مالوہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ چونکہ شادی آباد مندو کا قلعہ بہت مضبوط تھا، اس لیے احمد گجراتی نے اسے فتح کرنے کا خیال ترک کردیا اور دھار میں آگیا۔ یہاں سے اس کا ارادہ چین کی طرف جانے کا تھا، لیکن اسی زمانے میں بارشیں شروع ہوگئیں۔ گجراتی امیروں نے سلطان احمد کو مشورہ دیا۔ "اس سال بہتر یہی ہے کہ حضور اپنے پایۂ تخت کو واپس تشریف لے چلیں اور ان فتنہ پردازوں کو سزا دیں کہ جو اس ہنگامے کا باعث ہیں۔ مالوہ کی فتح کو اگلے سال کے لیے اٹھا رکھیں۔" احمد نے اس مشورے کو قبول کیا اور گجرات کی طرف روانہ ہوگیا۔

محمود بن ملک مغیث کا اعزاز

اسی سال سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث کے بیٹے ملک محمود کو جو بہت ہی نیک اور شریف الطبع تھا۔ محمود خاں کا خطاب عطا کیا اور اسے اس کے باپ کے ہمراہ مہمات ملکی میں شریک کردیا۔ سلطان جب کبھی کہیں جاتا تو وہ ملک مغیث کو قلعے میں چھوڑ جاتا، تاکہ وہ ملکی معاملات کو طے کرے اور محمود خاں کو بادشاہ اپنے ساتھ لے جاتا۔

سلطان احمد اور ہوشنگ میں صلح

اسی سال کے آخر میں سلطان احمد گجراتی نے یہ ارادہ کیا کہ وہ مملکت مالوہ میں داخل ہوکر فتنہ و فساد کا بازار گرم کرے سلطان ہوشنگ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے قاصدوں کو بہت سے گراں قدر تحفے تحائف دے کر سلطان احمد گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح کی درخواست کی۔ سلطان احمد نے ہوشنگ کے ارسال کردہ تحفے قبول کیے اور صلح کی درخواست منظور کرکے ارادہ لشکرکشی ترک کردیا۔

کھیرالہ پر حملہ اور فتح

۸۲۳ھ میں سلطان ہوشنگ نے قصبہ کھیرالہ پر، جو برار کی سرحد پر واقع ہے، لشکرکشی کی۔ کھیرالہ کا حاکم پچاس ہزار سوار اور پیادے لے کر ہوشنگ کے مقابلے پر آیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی، حاکم کھیرالہ نرسنگ رائے مارا گیا اور میدان جنگ ہوشنگ کے ہاتھ رہا۔ اس کے بعد ہوشنگ نے نرسنگ رائے کا قلعہ سانگ گڑھ فتح کیا اور چوراسی ہاتھیوں اور خزانے پر قبضہ کرلیا۔ نرسنگ کے بیٹے کو جو کھیرالہ کے قلعے میں مقیم تھا ہوشنگ نے اپنا مطیع و باج گزار بنا لیا اور خود شادی آباد مندو میں واپس آیا۔

خاص طور پر راجہ بیالورہ، راجہ محمد آباد چینانیر، راجہ نادوت اور ایدر نے موقع پا کر سلطان ہوشنگ کی خدمت میں عرض داشتیں روانہ کیں جن کا مضمون یہ تھا: "اگرچہ پہلی مرتبہ آپ کی خدمت گذاری میں کوتاہی ہوئی لیکن اس بار ہم آپ کی جاں نثاری میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھیں گے۔ اگر آپ گجرات پر لشکر کشی کریں تو یہ امر موقع و محل کے لحاظ سے انتہائی مناسب ہوگا۔ اگر آپ فرمائیں تو ہم چند آدمی راستہ دکھانے کے لیے آپ کی خدمت میں بھیج دیں جو آپ کو ایسے راستے سے گجرات لے جائیں کہ جب تک آپ کا لشکر گجرات میں پہنچ نہ جائے، سلطان احمد شاہ کو بالکل اس کا علم نہ ہو۔"

ہوشنگ کا عزمِ گجرات

یہ خطوط پا کر سلطان ہوشنگ نے لشکر تیار کرنا شروع کر دیا اور ۸۲۱ھ میں مہراسہ کے راستے سے گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے انہیں دِنوں سلطان احمد شاہ سلطان پور ندربار کے نواحی میں آیا ہوا تھا۔ عزیز خاں مالوہ کی طرف بھاگ گیا اور نصیر خاں آسیر چلا گیا۔

سلطان احمد مہراسہ میں

سلطان احمد شاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ مہراسہ میں آگیا ہے تو اس نے ہوشنگ کی مدافعت کو تمام امور پر مقدم سمجھا اور جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مہراسہ پہنچا۔ مخبروں نے ہوشنگ کو سلطان احمد کی آمد کی اطلاع دی۔ ہوشنگ بہت پریشان ہوا اور اس نے ان تمام زمینداروں کو جنھوں نے اسے عرض داشتیں لکھ کر بلایا تھا، اپنے حضور طلب کیا

ہوشنگ کی واپسی

سلطان ہوشنگ کو معلوم ہو گیا کہ اسے بلانے میں زمینداروں کی بدنیتی کارفرما تھی، لہٰذا اس نے تمام زمینداروں کو لعنت ملامت کی اور جس راستے سے یہاں آیا تھا اسی راستے سے واپس چلا گیا۔

سلطان احمد گجراتی کا عزمِ مالوہ

سلطان احمد گجراتی نے چند روز تک مہراسہ میں قیام کیا تاکہ اس کا لشکر اس سے یہاں آکر مل جائے۔ جب لشکر آگیا تو اس نے ماہ صفر ۸۲۲ھ میں مالوہ کی فتح کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے دن رات سفر کرتا ہوا جلد از جلد کالیادہ کے نواح میں پہنچ کر قیام پذیر ہوا۔

ہوشنگ کی شکست

سلطان ہوشنگ نے لشکر تیار کیا اور جنگ کے ارادے سے گجراتی لشکر کے سامنے آیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ اس معرکے میں سلطان احمد غالب آیا اور ہوشنگ شکست کھا کر قلعہ شادی آباد مندو میں محصور ہو گیا۔ سلطان احمد

راجہ نے یہ پیغام بھجوایا "تم لوگ اپنا تمام سامان زمین پر ترتیب سے سجا دو اور گھوڑوں کو تیار رکھو ہم خریداری کے لیے آرہا ہوں"۔ ہوشنگ نے عذر کیا کہ آج بارش کا امکان ہے، ایسا نہ ہو کہ ہمارا سامان ضائع ہو جائے، لیکن راجہ کے ملازموں نے ہوشنگ کی بات نہ مانی اور اس کا تمام سامان زبردستی سے کھلوا دیا۔

بارش سے سامانِ تجارت کی تباہی

اسی دوران میں راجہ پانچ سو (۵۰۰) آدمیوں کے ہمراہ قافلے میں آیا اور سامان دیکھنے میں مصروف ہو گیا، ہوشنگ کا خیال صحیح ثابت ہوا، اور بہت زور کی بارش ہونے لگی۔ بجلی چمکنے لگی اور بادل گرجنے لگا۔ اس فضا سے ہاتھی قابو سے نکل گئے، بادل کی گرج اور بجلی کی چمک سے ہراساں ہو کر وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے، تمام سامانِ تجارت ان کے پاؤں کے نیچے آکر خراب ہو گیا۔ تمام مالوی سپاہی یعنی سوداگر شور و غل مچانے لگے۔

ہوشنگ کا ارادۂ جنگ

سوداگروں کی رسم کے مطابق سلطان ہوشنگ نے اپنی داڑھی کے کچھ بال اُکھیڑے اور کہا: "جب میرا تمام سامان ضائع ہو گیا تو اب میرا زندہ رہنا بھی بے کار ہے۔ اس کے بعد ہوشنگ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اور راجہ کے سامنے آیا۔ راجہ پریشان ہوا اور مجبوراً لڑنے کے لیے تیار ہوا۔

راجہ جاج نگر کی شکست اور گرفتاری

پہلے ہی حملے میں راجہ کو شکست ہوئی اس کے کئی ساتھی مارے گئے اور جو بچے وہ شہر کی طرف بھاگ گئے راجہ زندہ گرفتار ہوا۔ سلطان ہوشنگ نے راجہ سے کہا: "میں مالوہ کا حکمران ہوشنگ ہوں اور یہاں ہاتھیوں کی خریداری کے لیے آیا ہوں۔ میں تجھے گرفتار نہ کرتا مگر چونکہ میرا تمام سامان تجارت تباہ ہو گیا ہے اس لیے مجبوراً مجھے ایسا قدم اٹھانا پڑا۔

ہوشنگ کی واپسی

راجہ نے ہوشنگ کی ہمت و جرأت پر تعجب کا اظہار کیا اور ایک شخص کو اپنے امیروں کے پاس بھیج کر یہ پیغام دیا کہ وہ تمام بہترین ہاتھیوں کو یہاں بھجوا دیں۔ راجہ کے امیروں نے پچھتر (۷۵) ہاتھی سلطان ہوشنگ کی خدمت میں روانہ کیے اور معذرت کا اظہار کیا۔ ہوشنگ نے ہاتھیوں اور راجہ جاج نگر کو اپنے ہمراہ لیا

جاج نگر کا سفر

سلطان ہوشنگ ۸۲۵ھ میں ایک ہزار سواروں کے ہمراہ بھیس بدل کر سوداگروں کے لباس میں جاج نگر کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے سفید گھوڑوں کو جنھیں جاج نگر کا راجہ بہت پسند کرتا تھا اور دوسری بہت سی چیزوں کو جنھیں یہاں کے لوگ خوشی خوشی خریدتے تھے، اپنے ساتھ لیا۔ اس سفر سے سلطان ہوشنگ کا مقصد یہ تھا کہ وہ گھوڑوں اور دوسرے سامان کو بیچ کر جاج نگر سے ہاتھی خریدے اور اس طرح اپنی قوت میں خاطر خواہ اضافہ کر کے سلطان احمد شاہ گجراتی سے انتقام لے۔

راجہ جاج نگر کو اطلاع

سلطان ہوشنگ نے جاج نگر پہنچ کر ایک شخص کو راجہ کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ ایک سوداگر آیا ہے جو ہاتھی خریدنا چاہتا ہے۔ اس کے پاس بہت سے سفید اور دوسری قسم کے گھوڑے اور دیگر سامان ہے، جسے وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔" راجہ نے اس شخص سے پوچھا۔ "یہ سوداگر شہر سے اتنی دُور کیوں ٹھہرا ہے شہر کے اندر کیوں نہیں آیا؟" اس شخص نے جواب دیا۔ "چونکہ اس سوداگر کے ساتھ اور بھی بہت سے سوداگر ہیں اس لیے اس نے اہلِ شہر کو زحمت دینا مناسب نہیں سمجھا اور ایسی جگہ جہاں پانی بآسانی دستیاب ہو سکتا ہو، قیام کیا ہے۔"

جاج نگر کا دستورِ تجارت

اس شہر کا دستور تھا کہ جب کوئی بڑا سوداگر یہاں آتا تو اپنے آدمیوں کے ذریعے اسے یہ حکم دیتا کہ وہ گھوڑوں پر زین کسے اور سامان کو زمین پر ترتیب سے رکھ دے۔ اس کے بعد راجہ گھوڑے پر سوار ہو کر بکاؤ مال اور گھوڑوں کا معائنہ کرتا اور جو چیز یا گھوڑا پسند آتا اس کو خرید لیتا۔ معاوضے میں وہ ہاتھی یا نقد روپیہ ادا کر دیتا۔

راجہ کا پیغام ہوشنگ کے نام

اس دستور کے مطابق جاج نگر کے راجہ نے ہوشنگ کو یہ پیغام دیا۔ "میں فلاں روز تمھارے قافلے میں آؤں گا، تم اپنے سوداگروں سے کہہ دو کہ وہ گھوڑوں کو تیار رکھیں اور تمام دوسرے سامان کو ترتیب سے زمین پر سجا دیں، جو چیز مجھے پسند آئے گی اُسے خرید لوں گا، اس کی قیمت ہاتھیوں میں یا نقدی کی صورت میں جو بھی تم لوگوں کو پسند ہو، ادا کر دی جائے گی۔" راجہ کا قاصد جب واپس چلا گیا تو ہوشنگ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ راجہ جو کچھ کہے اس کے برخلاف کچھ نہ کیا جائے، اور اس کی ہر بات مانی جائے۔ راجہ نے جس روز آنے کے لیے کہا تھا، ہوشنگ بڑی بے تابی سے اُس روز کا انتظار کرنے لگا۔

راجہ کا پیغام

جس روز راجہ کو آنا تھا، اس نے اپنے آنے سے پہلے چالیس ہاتھی سوداگروں کے قافلے میں بھجوا دیئے تاکہ سوداگر انھیں اچھی طرح دیکھ لیں۔ اس کے بعد

کیا جائے تو راستے کی طوالت اور بیچ میں پہاڑیاں ہونے کی وجہ سے سپاہی ایک دوسرے کے حال سے باخبر نہیں رہ سکتے۔ اس قلعے کا وہ دروازہ جو دہلی کے راستے کی طرف ہے، بقیہ تمام دروازوں کے راستوں سے آسان ہے۔

سلطان ہوشنگ کا عزم سارنگ پور

قصہ مختصر یہ کہ احمد شاہ گجراتی نے قلعہ شادی آباد مندو کے محاصرہ میں کوئی فائدہ نہ دیکھا، اس نے مجبوراً محاصرہ اٹھایا اور ملک کی تباہی و بربادی کی طرف توجہ کی وہ اجین سے ہوتا ہوا سارنگ پور آیا، سلطان ہوشنگ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ جلدی سے ایک دوسرے راستے سے سارنگ پور پہنچ گیا۔

ہوشنگ کی عیاری

سلطان ہوشنگ نے ایک چال چلی اور یہ پیغام سلطان احمد کو بھجوایا کہ چونکہ ہم دونوں مذہب اسلام کے پیرو ہیں، اس لیے ہمیں ایک دوسرے کے ملک کو تباہ کرنا اور خون ریزی کرنا مناسب نہیں ہے، یہ امر شرع اسلام کی رُو سے ناجائز ہے، بہتر یہی ہے کہ آپ اپنے ملک واپس تشریف لے جائیں، آپ کے جانے کے بعد میں اپنا قاصد آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا اور پیش کش بھجواؤں گا"

گجراتی لشکر پر شبخون

سلطان احمد شاہ گجراتی نے ہوشنگ کی بات کا اعتبار کر لیا اور اُس رات اپنے لشکر کی حفاظت سے بے پروا ہو کر سو رہا، ہوشنگ تو اسی بات کا منتظر تھا، اس نے ۸۲۶ھ میں محرم کی بارہویں رات کو گجراتی لشکر پر شب خون مارا، اہلِ گجرات بالکل بے خبر تھے، انھیں اس حملے کی توقع نہ تھی، اس لیے ان کا بہت نقصان ہوا، اور بے شمار گجراتی مارے گئے۔

تباہی و بربادی

اس ہنگامے میں دندہ کا راجہ رائے سامت[1] مع پانچ سو راجپوتوں کے سلطان احمد گجراتی کی بارگاہ کے سامنے مارا گیا۔ سلطان احمد کو جب اس ناگہانی آفت کا علم ہوا تو وہ سراپردہ شاہی سے باہر نکل آیا اور جنگل میں آکر کھڑا ہو گیا اس وقت اس کے ساتھ صرف ایک آدمی تھا۔

ہوشنگ کے لشکر پر حملہ

صبح ہوئی تو سارا بچا کھچا گجراتی لشکر سلطان احمد کے گرد جمع ہو گیا، احمد گجراتی نے جلد از جلد اس لشکر کو مرتب کیا اور ہوشنگ کے لشکر پر حملہ

ص[1] اس راجہ کو عوام "کری" کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہی نام زیادہ مشہور رہی ہے۔

اور واپس روانہ ہوا ۔ جاج نگر کی سرحد سے باہر آ کر ہوشنگ نے راجہ کو رخصت کر دیا، راجہ اپنے شہر میں واپس آیا ۔ وہ ہوشنگ کی جرأت اور بہادری سے بہت متاثر ہوا، اس نے شہر پہنچ کر چند اور عمدہ ہاتھی ہوشنگ کی خدمت میں بھجوائے اور معذرت طلب کی۔

احمد گجراتی کا مالوہ پر حملہ

راستے میں سلطان ہوشنگ کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے یہ دیکھ کر کہ حاکم مالوہ اپنے ملک سے باہر ہے مالوہ پر حملہ کر دیا۔

قلعۂ کھیرالہ پر قبضہ

سلطان ہوشنگ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا کھیرالہ پہنچا اور بطور حفظِ ماتقدم یہاں کے راجہ کو نظر بند کر دیا اور قلعۂ کھیرالہ پر قبضہ کر لیا ہوشنگ نے اس قلعے کو اپنے امیروں کے سپرد کیا اور اس لشکر کے ہمراہ جو مالوہ سے آیا تھا شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

ہوشنگ شادی آباد مندو میں

جب سلطان ہوشنگ شادی آباد مندو کے قریب پہنچا، تو سلطان احمد گجراتی نے اپنے امیروں کو مورچل سے طلب کر لیا اور جنگ کی تیاری کرنے لگا ۔ ہوشنگ نے جنگ کی قطعاً پروا نہ کی اور تارا پور دروازے کی طرف سے قلعہ کے اندر داخل ہو گیا۔

کچھ قلعۂ شادی آباد مندو کے بارے میں

شادی آباد مندو کا قلعہ عجائباتِ روزگار میں سے ہے، راقم الحروف مؤرخ فرشتہ اپنی واقفیت کے مطابق اس قلعے کے بارے میں چند باتیں لکھنا اپنا فرض سمجھتا ہے، یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ کے اوپر واقع ہے۔ جس کا دور اُنیس کوس سے بھی زیادہ ہے، اس دور پر خندق کی بجائے ایک بہت بڑا غار ہے، اس وجہ سے اس قلعے کا محاصرہ کر کے جنگ کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ قلعے کے اندر پانی اور دیگر اشیائے ضرورت بکثرت ہیں، ایسی زمین بھی ہے جس پر کاشت بآسانی ہو سکتی ہے۔ اس قلعے کو چاروں طرف سے محصور کر لینا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

اس قلعے کے اکثر مقامات ایسے ہیں کہ جہاں سکونت اختیار نہیں کی جا سکتی، اس تک پہنچنے کا راستہ بہت دشوار گزار ہے، اس کا دروازہ دکن کی طرف کھلتا ہے اور یہ مقام تارا پور کے نام سے مشہور ہے۔ اگر لوگ چاروں طرف سے قلعے میں داخل ہونا چاہیں تو ان کو ایک بلند پشتہ طے کرنا پڑے گا اور یہ کام انتہائی مشکل اور محنت طلب ہے، اگر راستے کی حفاظت کے لیے لشکر مقرر

نے قلعہ گوالیار کو دوبارہ فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے سفر کرتا ہُوا قلعے کے قریب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

قلعۂ گوالیار کا محاصرہ

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد سلطان مبارک شاہ بن خضر خاں بیانہ کے راستے سے گوالیار کے راجہ کی مدد کے لیے آیا۔ جب سلطان ہوشنگ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے قلعے کے محاصرے سے ہاتھ اُٹھا لیا اور یہاں سے روانہ ہو کر دبل پُور کے تالاب پر پہنچا، جس کا انجام مسرت انگیز ہُوا۔ دونوں بادشاہوں نے ایک دوسرے کو تحفے پیش کیے اور آئندہ دوستی اور محبت کا برتاؤ رکھنے کے وعدے کیے، اس کے بعد دونوں حکمران اپنے پایۂ تخت کو واپس ہوئے۔

کھیرالہ پر احمد بہمنی کا حملہ

۸۳۲ھ میں سلطان احمد شاہ بہمنی نے قلعہ کھیرالہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے لشکر تیار کر کے کھیرالہ پہنچ گیا، یہاں کا حاکم نرسنگ رائے کا بیٹا تھا، جسے سلطان ہوشنگ نے مقرر کیا تھا۔ اس نے ہوشنگ کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیج کر مدد کی درخواست کی۔

دکنی لشکر کا تعاقب

سلطان ہوشنگ نے اپنا لشکر جمع کیا اور کھیرالہ کی طرف روانہ ہُوا جب وہ وہاں پہنچا تو دکنی اس کے خوف سے بھاگ نکلے اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہوشنگ نے اس بات سے یہ نتیجہ نکالا کہ دکنی بہت کمزور ہیں۔ کھیرالہ کے حاکم نے ہوشنگ کے اس خیال کی تائید کی اور اسے دکنی لشکر کے تعاقب کے لیے اُکسایا، ہوشنگ نے اس کے مشورے پر عمل کیا اور ان کے تعاقب میں مصروف ہُوا۔

حریف کی چال

سلطان احمد شاہ بہمنی اپنے امیروں اور خاصے کے لشکر کے ہمراہ کمین گاہ میں چھُپ گیا اور بقیہ لشکر کو اس نے سلطان ہوشنگ کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا، ہوشنگ لشکر دکن کے تعاقب میں سرگرم تھا اور اسے قطعاً خبر نہ تھی کہ کیا چال چل رہا ہے، راستے میں اسے دکنیوں کی فوج ملی جو لڑائی کے لیے تیار تھی، مگر تعداد میں کم نہ تھی۔ ہوشنگ نے اپنے اس لشکر کا انتظار نہ کیا کہ جو اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور لڑائی شروع کر دی۔

ہوشنگ کی نئی شکست

سلطان احمد شاہ بہمنی نے جب یہ دیکھا کہ اس کی تدبیر، تقدیر کے موافق ہے تو وہ کمین گاہ سے نکل کر سلطان ہوشنگ کے پیچھے آیا اور اُس نے لشکر پر حملہ کر دیا۔ ہوشنگ دشمن کی اس چال سے قطعاً بے خبر تھا۔ جب حملہ ہوا تو بڑا پریشان ہُوا۔ مرتا کیا

کر دیا۔ فریقین میں ایسی زبردست جنگ ہوئی کہ الامان والحفیظ۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں بادشاہ بذاتِ خود لڑائی میں شریک ہوئے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے آخر کار اس معرکے میں سلطان ہوشنگ کو شکست ہوئی اور اس نے میدانِ جنگ سے فرار ہو کر قلعہ سارنگ پور میں پناہ لی، گجراتیوں نے مالویوں کا بہت سا سامان مع سات ہاتھیوں کے اپنے قبضے میں کیا۔

سلطان احمد کی فتح اور واپسی

۱۴ ربیع الثانی کو سلطان احمد گجراتی نے سامانِ سفر درست کیا اور فتح و شادمانی کے شادیانے بجاتے ہوئے اپنے ملک کی طرف روانہ ہوا۔ ہوشنگ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بڑے غرور و تکبر سے قلعہ سارنگ پور سے باہر نکلا اور گجراتیوں کا تعاقب کرنے لگا۔

معرکہ آرائی

سلطان ہوشنگ نے اُن گجراتی سپاہیوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے، موت کے گھاٹ اتارا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر سلطان احمد گجراتی واپس لوٹا اور اس طرح ایک بار پھر دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی۔ ہوشنگ نے پہلے ہی حملے میں دشمن کے مقدمۂ لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ سلطان احمد گجراتی نے یہ حالت دیکھی تو بہت پریشان ہوا۔ بہت سوچ بچار کے بعد وہ بذاتِ خود میدان میں آیا اور حریف پر غالب آنے کی کوشش کرنے لگا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کی کامیابی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

احمد گجراتی کی واپسی

سلطان ہوشنگ آخر کہاں تک لڑتا، آخر کار وہ سخت محنت کی وجہ سے تھک گیا اور قلعہ سارنگ پور میں پناہ گزین ہو گیا، اس روز ہوشنگ کے چار ہزار (۴۰۰۰) سپاہی میدانِ جنگ میں اور دورانِ فرار میں مارے گئے اور ہوشنگ کے تمام سامان پر گجراتیوں نے قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سلطان احمد شاہ گجراتی اپنے ملک کی طرف اور سلطان ہوشنگ شادی آباد مندو کی طرف چلا گیا۔

ایک دوسری روایت

سلطان ہوشنگ کے جاج نگر جانے اور شادی آباد مندو میں واپس آنے کے متعلق ایک اور روایت بھی ہے، یہ روایت راقم الحروف مؤرخ فرشتہ کے نزدیک ضعیف ہے، پھر بھی ہم نے یہ روایت سلاطین گجرات کے حالات لکھتے ہوئے ضمناً بیان کر دی ہے، اس لیے اس کو اس جگہ دوبارہ لکھنا مناسب نہیں ہے۔

قلعۂ کاکرون کی فتح

اسی سال سلطان ہوشنگ نے قلعہ کاکرون کو فتح کرنے کی تیاری کی اور تھوڑی سی مدت میں اس قلعے پر قبضہ بھی کر لیا۔ انھیں دنوں ہوشنگ

واپس مالوہ کی طرف روانہ ہوا۔

سرکشوں کی حرکات

راستے میں سلطان ہوشنگ کو تھانیداروں کے اس مضمون کے عریضے ملے کہ "کچھ باغیوں اور فتنہ پردازوں نے کوہ جا بیہ کی طرف سے مالوہ میں داخل ہو کر بعض قصبوں اور دیہاتوں پر حملہ کر دیا اور یہ لوگ حوض بھیم میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

حوض بھیم

اس جگہ حوض بھیم کے بارے میں بھی کچھ بتا دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ یہ حوض رائے بھیم نے اپنے عہد حکومت میں بنوایا تھا، اس راجہ نے اپنے ملک کے درمیان اس حصے کو جو پہاڑوں کے بیچ واقع تھا، پتھروں کو تراش کر بند باندھ دیا تھا اس بند کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اگر اس کی ایک طرف کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو دوسری سمت نظر نہیں آتی۔ اس حوض کی گہرائی بھی بہت زیادہ ہے۔

ہوشنگ کی اولاد میں لڑائی

جن دنوں ہوشنگ کے تھانیداروں کے عریضے موصول ہوئے انھیں دنوں ہوشنگ کی اولاد کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ سلطان ہوشنگ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ تین بیٹے عالم خاں حاکم اسیر کی بیٹی کے بطن سے تھے، ان کے نام یہ ہیں (۱) عثمان خاں (۲) فتح خاں اور (۳) ہیبت خاں، باقی بیٹوں کے نام یہ ہیں (۴) غزنین خاں (۵) احمد خاں (۶) عمر خاں (۷) ابو اسحاق۔ غزنین خاں سب سے بڑا تھا۔

عثمان اور غزنین کا اختلاف

فتح خاں، ہیبت خاں، احمد خاں، عمر خاں اور ابو اسحاق کو غزنین خاں سے بے حد خلوص تھا اور یہ سب شہزادے اپنے بڑے بھائی کے فرماں بردار تھے، لیکن عثمان خاں کی غزنین خاں سے نہ بنتی تھی، ان دونوں میں زبردست مخالفت تھی اس وجہ سے امراء اور سپاہی بھی دو جماعتوں میں بٹ گئے، ایک جماعت غزنین خاں کے ساتھ تھی اور ایک عثمان خاں کے ساتھ۔

محمود خاں کی عقلمندی

سلطان ہوشنگ نے جب اپنے بیٹوں کی یہ حالت دیکھی تو اسے بہت افسوس ہوا۔ ملک مغیث اور اس کا بیٹا محمود خاں دونوں باپ بیٹے بہت ہی دانشمند اور ذی فہم تھے وہ دونوں عام طور پر یہ کوشش کرتے رہتے تھے کہ کسی طرح سلطان ہوشنگ کی پریشانی ختم ہو۔ سلطان ہوشنگ محمود سے بہت خوش تھا اور اکثر کہا کرتا تھا کہ "یہ نوجوان اس قابل ہے کہ میرا ولی عہد ہو" اس پر مغیث کہتا تھا۔ "خدا شہزادوں کی عمر دراز کرے ہم تو محض بندگان در دولت ہیں۔

نہ کرتا کے مصداق اس نے جنگ کی۔ لیکن شکست کھائی، ہوشنگ نے اپنے تمام عزیزوں اور سامان وغیرہ کو یہیں چھوڑا اور خوف سے بھاگ نکلا۔

سلطان احمد بہمنی کا قیدیوں سے سلوک

دکنیوں نے ہوشنگ کی بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا سلطان احمد شاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اسے ان بے گناہوں پر بہت ترس آیا۔ اس نے از رہ کرم ان لوگوں کی مہمانداری کی اور ان سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور کوئی ایسی بات نہ کی جس سے ان لوگوں کو یہ محسوس ہو کہ وہ دشمن کے قیدی ہیں۔ اس کے بعد احمد دکنی نے ان لوگوں کو ایک ایک اعلیٰ درجے کا لباس عنایت کیا اور پانچ سو (۵۰۰) سپاہیوں کے ہمراہ حفاظت سے ہوشنگ کے پاس روانہ کر دیا۔

فتح کالپی کا ارادہ

۸۳۰ھ میں سلطان ہوشنگ نے کالپی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ علاقہ عبدالقادر نامی ایک امیر جو شاہِ دہلی سلطان مبارک شاہ کا ملازم تھا کے زیرِ نگین تھا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے سلطان ہوشنگ مندو سے روانہ ہوا اور کالپی کے نواح میں پہنچا یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ جونپور سے سلطان ابراہیم شرقی بھی کالپی کے فتح کرنے کے ارادے سے اس طرف آ رہا ہے۔

سلطان ابراہیم شرقی کی آمد

سلطان ہوشنگ نے طے کیا کہ سلطان ابراہیم شرقی کی مدافعت، کالپی کی فتح سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اس لیے پہلے اسی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ سلطان شرقی کی آمد کے بعد ہوشنگ نے اس سے جنگ کرنے کی تیاری کی اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل آ گئے۔

سلطان شرقی کی واپسی

فریقین میں لڑائی کی نوبت نہ آئی اور یہ معاملہ آج کل پر ٹلتا رہا۔ اسی دوران میں سلطان ابراہیم شرقی کو یہ اطلاع ملی کہ دہلی کے بادشاہ، سلطان مبارک شاہ نے موقع پا کر جونپور پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے، یہ خبر سنتے ہی سلطان شرقی کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے اور وہ پاؤں سر پر رکھ کر اپنے پایۂ تخت کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس طرح مالویوں اور جونپوریوں میں جنگ کی نوبت ہی نہ آئی۔

کالپی پر ہوشنگ کا قبضہ

سلطان شرقی کے جانے کے بعد سلطان ہوشنگ نے جنگ و جدال کے بغیر ہی کالپی پر قبضہ کر لیا اور شہر میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا ہوشنگ نے کچھ کالپی میں قیام کیا اور پھر وہاں کی حکومت سابق حاکم عبدالقادر ہی کے سپرد کر کے خود

ایک روز باہر نکلا۔ اتفاق سے اس کے تاج سے بدخشانی لعل نکل کر گر پڑا۔ تین روز بعد یہ لعل ایک سپاہی کو ملا اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے اس سپاہی کو پانچ سو (۵۰۰) تنگے انعام میں دیئے۔

زندگی سے مایوسی

اس موقع پر سلطان ہوشنگ نے ایک حکایت بھی بیان کی کہ۔ ایک بار سلطان فیروز شاہ کے تاج سے ایک لعل گر پڑا تھا، ایک سپاہی اس کو ڈھونڈھ کر لے آیا، بادشاہ نے اسے انعام دیا اور کہا کہ اس لعل کا گم ہو جانا اس امر کی دلیل ہے کہ اب میری زندگی کا پیمانہ بھر چکا ہے، چنانچہ کچھ دنوں کے بعد سلطان فیروز شاہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اب ایسا ہی واقعہ میرے ساتھ بھی گزرا ہے اس لیے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میری زندگی کا آفتاب بھی غروب ہونے والا ہے۔

موت کا خیال

یہ حکایت سُن کر اہل مجلس نے عرض کیا۔ سلطان فیروز شاہ کے ساتھ جب ایسا واقعہ پیش آیا تھا تو تب اس کی عمر نوّے (۹۰) سال کی ہو چکی تھی، لیکن حضور تو ابھی جوان اور بادشاہت کے قابل ہیں۔ اس لیے آپ کو ایسا خیال دل میں نہیں لانا چاہیئے، اس کا جواب بادشاہ نے یہ دیا "موت کے لیے عمر کی کمی یا بیشی کی قید نہیں ہوتی وہ بڑھاپا ہو یا جوانی، ہر زمانے میں آسکتی ہے"۔

ہوشنگ کی بیماری

اتفاق سے اس واقعے کے چند روز بعد بادشاہ بیمار پڑ گیا اور موت کا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ اسی عالم میں بادشاہ ہوشنگ آباد سے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہؤا۔ راستے میں بادشاہ نے دربار عام منعقد کیا اور امراء و اراکین سلطنت کی موجودگی میں شہزادہ غزنین کو مہر سلطنت عطا کی۔

امیروں کو بادشاہ کی نصیحت

سلطان ہوشنگ نے شہزادہ غزنین کا ہاتھ ملک محمود عرف محمود خاں کے ہاتھ میں دیا۔ محمود آداب بجالایا اور اس نے عرض کیا۔ "جب تک میرے جسم میں جان ہے، میں ہر ممکن طریقے سے خدمت گزاری اور جاں نثاری کروں گا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے امیروں وزیروں کو نصیحت کی کہ آپس کی مخالفت کو ترک کر دیا جائے کیونکہ یہی وہ امر ہے جس سے سلطنتیں تباہ ہو جاتی ہیں"۔

محمود خاں کو نصیحت

سلطان ہوشنگ کو یہ محسوس ہؤا تھا کہ محمود خاں چاہتا ہے کہ حکومت اس کے ہاتھ آئے اس لیے بادشاہ نے اس کو خاص طور پر مخاطب کر کے کہا۔ سلطان احمد شاہ گجراتی ایک زبردست حکمران ہے اور وہ ایک عرصے سے ملک مالوہ کو حریص نگاہوں سے

ولی عہدی ہمارا منصب نہیں۔"

عثمان کی حماقت

ایک روز کالپی کے راستے میں عثمان خاں نے اپنے بڑے بھائی غزنین خاں کے ساتھ بڑی بے ادبی کی۔ عثمان نے اپنے ایک ملازم کو غزنین کے حرم میں بھیجا اور اس ملازم نے غزنین کو گالیاں دیں، اگرچہ غزنین کے ملازموں اور خواجہ سراؤں نے عثمان کے ملازم کو بہت منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا، آخرکار نوبت مار پیٹ تک پہنچی، شہزادہ عثمان اور غزنین کے ملازم آپس میں خوب لڑے۔ سلطان ہوشنگ کو بھی اس جھگڑے کا علم ہوگیا۔ عثمان باپ کے خوف سے لشکرگاہ سے باہر چلا گیا، اس سے چند اور ناشائستہ حرکات بھی سرزد ہوئیں۔

لشکرگاہ سے علیحدگی

شہزادہ عثمان نے چند عاقبت نااندیش امیروں کو اپنے ساتھ ملالیا، ان سے دل خوش کن وعدے کیے اور ان امیروں کے بھروسے بادشاہ سے بے وفائی کرنے لگا۔ سلطان ہوشنگ کو جب ان باتوں کا علم ہوا تھا اسے سخت غصہ آیا اور اس نے ملک مغیث سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ مغیث نے بادشاہ سے کہا "چونکہ عثمان سے اس قسم کی حرکتیں پہلے بھی سرزد ہوچکی ہیں اور آپ نے اسے معاف کردیا ہے لہٰذا اس بار بھی درگذر سے کام لیا جائے تاکہ شہزادہ دوبارہ لشکر میں آجائے۔" سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث کے مشورے پر عمل کیا اور شہزادے کے اعمال سے چشم پوشی کی۔

عثمان کی گرفتاری

آخرکار شہزادہ عثمان لشکرگاہ میں واپس آگیا۔ اجین پہنچ کر بادشاہ نے دربار منعقد کیا اور اس موقع پر عثمان، فتح خاں اور ہیبت خاں کو بہت برا بھلا کہا اور انھیں مؤکلوں کے سپرد کردیا، اس واقعے کے تیسرے روز ان تینوں بھائیوں کو پابہ زنجیر کرکے ملک مغیث کے حوالے کیا گیا اور اس نے انھیں شادی آباد مندو کے قلعے میں قید کردیا۔

کوہ جابیہ پر لشکرکشی

اس کے بعد سلطان ہوشنگ نے کوہِ جابیہ کے باغیوں اور مفسدوں کی سرکوبی کی طرف توجہ کی اور وہاں پہنچ کر حوض بھیم کے بند کو توڑ ڈالا اور اس علاقے کے بدمعاشوں کو سخت سزا دی، یہاں کا راجہ خوفزدہ ہوکر جنگل کی طرف بھاگ گیا، اس کا تمام مال اور اہل و عیال سلطان ہوشنگ کے ہاتھ آئے، بادشاہ نے شہر کو تباہ و برباد کیا اور رعایا سے بہت سوں کو قید کیا۔

لعل بدخشانی کی گمشدگی

بادشاہ پھر قلعہ ہوشنگ آباد میں آیا اور موسم برسات کے اختتام تک یہیں مقیم رہا۔ برسات کے دنوں میں بادشاہ سیر کے لیے

معلوم ہے کہ منصب وزارت کے لیے آپ سے زیادہ موزوں شخص کا ملنا ناممکن ہے، آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے اس عہدے کے لیے موزوں ترین ہستی ہیں، لیکن ہمیں تعجب ہے کہ آپ نے ولی عہدی کے معاملے میں غزنین خاں کا ساتھ کس طرح دیا حالانکہ شہزادہ عثمان اپنی بہادری، رعیت نوازی اور بلند کرداری کی وجہ سے سلطنت کا صحیح حق دار ہے۔"

"اس کے علاوہ شہزادہ عثمان، ملک مغیث کا داماد بھی ہے اور اس طرح اس کے بیٹے ملک مغیث کے بیٹوں کے برابر ہیں۔ شہزادے سے جو کچھ ہوا اس کی وجہ محض یہ تھی کہ سلطان بیمار پڑ گیا تھا ورنہ وہ کبھی ایسی حرکت نہ کرتا، اب تمام امرا آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ شہزادہ عثمان کی طرفداری کریں اور اپنا دستِ شفقت اس کے سر پر رکھیں۔"

محمود خاں کا جواب

محمود خاں یہ چاہتا تھا کہ شہزادہ عثمان ولی عہدی کے سلسلے میں درمیان میں نہ پڑے اس لیے کہا "ان معاملات سے مجھے کیا تعلق۔ میں تو بندہ ہوں اور میرا کام بندگی ہے۔ خواجگی کے معاملات وہ جانیں، جنھیں خدا نے اس کا مستحق کیا ہے، میں نے کبھی اپنی زندگی میں ایسے امور کو قابلِ غور نہیں سمجھا۔"

غزنین کی آگاہی

اس کے بعد ملک مبارک غازی خاں اور ملک خاں جلال رخصت ہو گئے محمود خاں نے عمدۃ الملک کو باہر بلایا اور اس سے کہا، تم نے اس وقت جو کچھ سنا ہے یہ سب کچھ ابھی جا کر شہزادہ غزنین کو بتا دو۔" عمدۃ الملک غزنین کے پاس گیا اور تمام روداد اس کو سنا دی۔

شہزادہ عثمان کی رہائی کی کوشش

یہ واقعہ سن کر شہزادہ غزنین بہت خوش ہوا اور اسے محمود خاں کی وفاداری اور جاں نثاری کا یقین آگیا۔ سلطان ہوشنگ کی بیماری طول پکڑ گئی۔ ملک عثمان خاں جلال کے وکیل مظفر خاں نے یہ ارادہ کیا کہ شہزادہ عثمان کے محافظوں سے ساز باز کر کے شہزادے کو قید سے نکال لیا جائے، اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وہ لشکر گاہ سے فرار ہو گیا۔

حفاظتی تدابیر

محمود خاں کو اس کی اطلاع ہو گئی اس نے فوراً شہزادہ غزنین کو آگاہ کر دیا۔ غزنین فوراً حفاظتی تدابیر کو عمل میں لایا۔ اس نے ملک احسن اور ملک برخوردار کو حکم دیا کہ اصطبل سے گھوڑے مہیا کیے جائیں۔ میر آخور شہزادہ عثمان کا طرفدار تھا اس نے گھوڑے دینے سے انکار کر دیا اور کہا، ابھی سلطان ہوشنگ زندہ ہے اس لیے میں اس کے حکم کے بغیر ایک گھوڑا بھی نہ دوں گا۔

دیکھ رہا ہے، اگر ملک کے نظم ونسق میں باقاعدگی کو روا نہ رکھا گیا اور فوج اور رعایا کی مناسب تربیت نہ کی گئی، نیز شہزادے کے حقوق کا خیال نہ رکھا گیا تو پھر سلطان احمد شاہ گجراتی کو کھیل کھیلنے کا موقع ملے گا اور مالوہ کو فتح کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

عزنین کا پیغام محمود خاں کے نام

اس کے بعد شہزادہ عزنین نے اپنے ایک امیر عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور یہ کہلوایا کہ اگر آپ اپنی بیعت کو ایمان وقسم سے مؤکد کریں، تو بڑا احسان ہو۔ مجھے اس طرح دلی اطمینان ہو جائے گا۔ محمود خاں نے شہزادے کی درخواست قبول کی اور اپنے عہد وپیمان کو قسم کھا کر مستحکم کر دیا۔

عثمان کی رہائی کی کوشش

بعض امیروں نے سلطان ہوشنگ سے کہا: "خدا کے فضل وکرم سے شہزادہ عثمان بھی عقلمند اور شائستہ نوجوان ہے، اس لیے اگر اسے رہا کر دیا جائے اور مالوہ کا ایک حصہ اس کی جاگیر مقرر کر دیا جائے تو مناسب ہوگا، سلطان ہوشنگ نے اس کے جواب میں کہا: "میرے دل میں بھی یہ خیال کئی بار آچکا ہے۔ لیکن افسوس کہ میں ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر میں نے اس کو آزاد کر دیا تو اس طرح ملک میں زبردست انتشار پیدا ہو جائے گا۔"

عہد وپیمان کی تجدید

شہزادہ عزنین کو جب یہ معلوم ہوا کہ بعض امراء شہزادہ عثمان کی رہائی کے لیے کوشاں ہیں تو اس نے دوبارہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور اس سے یہ کہلوایا۔ اگر تم میرے سامنے آکر اپنے عہد وپیمان کی دوبارہ تجدید کرو تو مجھے اطمینان کلی ہو جائے۔ محمود خاں نے شہزادے کی خواہش پوری کی اور اس کے سامنے جا کر وفادار رہنے کی قسمیں کھائیں۔

ملک عثمان خاں جلال کا محمود خاں کے پاس آنا

امراء کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے ایک مقتدر امیر ملک عثمان خاں جلال کو ملک مبارک غازی کے ہمراہ محمود خاں کے پاس بھیجا۔ اتفاق سے اس وقت عمدۃ الملک بھی محمود خاں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ محمود خاں نے عمدۃ الملک کو خیمے کے اندر ہی چھوڑا اور خود باہر آکر ملک عثمان خاں جلال اور مبارک غازی سے باتیں کرنے لگا۔ محمود خاں کا اس اقدام سے مطلب یہ تھا کہ اندر بیٹھا ہوا عمدۃ الملک بھی تمام باتیں سن سکے۔

عثمان کے طرف دار امراء کا پیغام

ملک مبارک غازی نے گفتگو شروع کی اور دعا کے بعد شہزادہ عثمان اور امراء کی جانب سے یہ پیغام دیا: "ہمیں یہ اچھی طرح

مقرر کیا ہے، چونکہ اس وقت بادشاہ کی حالت بہت خراب ہوگئی ہے اور زندگی کی امید باقی نہیں رہی، اس لیے آپ شہزادہ عثمان پر کڑی نگرانی رکھیں۔ عمدۃ الملک نے واپس آکر شہزادہ غزنین کو سب حال بتایا شہزادہ بہت خوش ہوا اور اسی وقت لشکر گاہ میں واپس آگیا۔

عثمان کے طرف داروں کی سازش

خواجہ سراؤں اور خان جہاں، عارض الملک نے جو شہزادہ عثمان کے طرف دار تھے، جب یہ دیکھا کہ بادشاہ کی زندگی اب بہت کم رہ گئی ہے تو انھوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ دوسرے روز صبح کے وقت محمود خاں کو اطلاع کیے بغیر ہی سلطان ہوشنگ کو پالکی میں سوار کر کے جلد از جلد شادی آباد مندو کی طرف روانہ کر دینا چاہیے، تاکہ شہزادہ عثمان کو قید خانے سے نکال کر تخت پر بٹھایا جا سکے۔

ہوشنگ کا انتقال

دوسرے روز عثمان کے بہی خواہوں نے اپنے کل کے فیصلے پر عمل کیا اور محمود کو بتائے بغیر ہی بادشاہ کو پالکی میں بٹھا کر روانہ ہوئے۔ لیکن بادشاہ ابھی تھوڑا سا راستہ ہی طے کر پایا تھا کہ اس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

محمود کو اطلاع

محمود خاں کو کسی نہ کسی طرح اس کی اطلاع ہوگئی، اس نے اپنے کچھ ملازمین کو اسی وقت روانہ کیا تاکہ وہ خواجہ سراؤں اور امراء کو لعنت ملامت کر کے بادشاہ کی پالکی کو روک لیں۔ شہزادہ غزنین اور محمود خاں بذاتِ خود بھی اس جگہ گئے اور انھوں نے خواجہ سراؤں کو سخت سست کہا۔

خواجہ سراؤں نے اس کے جواب میں کہا "بادشاہ اپنی زندگی ہی میں شادی آباد مندو جانے کے لیے بے تاب تھے اور اس سلسلے میں تعمیل کا حکم دیا تھا۔ ہم لوگ انھیں کے حکم کے مطابق روانہ ہوئے تھے۔" یہ سُن کر شہزادہ غزنین اور محمود خاں خاموش ہو گئے۔

محمود خاں کا اعلان

اس کے بعد محمود خاں نے بارگاہِ سلطانی اُسی جگہ نصب کی اور مرحوم بادشاہ کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا۔ دوسرے تمام امیروں نے اس معاملے میں علٰحدگی اختیار کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر محمود خاں نے بلند آواز سے کہا، خداوند تعالٰی کے حکم سے سلطان ہوشنگ کا انتقال ہوگیا ہے۔ بادشاہ نے اپنی زندگی ہی میں شہزادہ غزنین کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ اس لیے جو شخص شہزادے کا حامی ہو وہ اس کی بیعت کرے اور جو اس کا مخالف ہو وہ لشکر سے علٰحدہ ہو جائے۔

اُمراء کی بیعت

سب سے پہلے خود محمود خاں نے شہزادہ غزنین کی بیعت کی اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، اس کے بعد باری باری دوسرے امراء شہزادے کے پاس

شہزادہ عزنین کی شکایت میر آخور نے یہ بات ایک خواجہ سرا کو بتائی - یہ خواجہ سرا بھی شہزادہ عثمان کا بہی خواہ تھا، اس نے میر آخور کو مشورہ دیا "تم سلطان ہوشنگ کے پلنگ کے قریب جاؤ اور بلند آواز سے تمام واقعہ بادشاہ کے گوش گزار کردو تاکہ بادشاہ کو یہ معلوم ہو کہ شہزادہ عزنین اس کی زندگی ہی میں شاہی اشیاء پر قبضہ کرنا چاہتا ہے" میر آخور نے خواجہ سرا کے مشورے پر عمل کیا اور بادشاہ کو شہزادہ عزنین کے خلاف بھڑکایا۔

عزنین کا کاکردن کو فرار بادشاہ کی طبیعت جب ذرا بحال ہوئی تو اس نے اپنا ترکش منگوایا اور پھر تمام امیروں کو حاضری کا حکم دیا - امیروں نے یہ خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کا انتقال ہو چکا ہو اور ہمیں شہزادہ عزنین نے بہانے سے قتل کرنے کے لیے بلایا ہو، لہٰذا انھوں نے انکار کردیا اور بادشاہ کے پاس نہ گئے، جب شہزادہ عزنین کو اس کا علم ہوا تو وہ ڈر کر کاکردن میں میں جو لشکر گاہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا، چلا گیا۔

عزنین کا پیغام محمود کے نام عزنین نے عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا اس وقت تمام امراء شہزادہ عثمان کو بادشاہ بنانے کے حق میں ہیں اور میرا طرف دار تمھارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے تمھیں معلوم ہے کہ بادشاہ نے ترکش منگوایا تھا، میں اس خوف سے کہ کہیں بادشاہ مجھے گرفتار کر کے دوسرے شہزادوں کے ساتھ قید میں نہ ڈال دے یہاں چلا آیا ہوں"

محمود کا جواب محمود خاں نے اس کے جواب میں شہزادہ عزنین کو کہلوایا "تم نے ہرگز کوئی ایسی بات نہیں کی جو سلطان ہوشنگ کی مرضی کے خلاف ہو۔ حریفوں نے بادشاہ کو ورغلایا ہے، میں انشاء اللہ بادشاہ سے مل کر سب معاملات درست کردوں گا اور پچاس (۵۰) گھوڑوں والے واقعے کی اصل حقیقت سے اسے آگاہ کر دوں گا"

عزنین خاں نے دوبارہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور یہ کہلوا دیا "اگرچہ تم ہر طرح میرا ساتھ دے رہے ہو، لیکن اس کا کیا علاج کہ خواجہ سراؤں نے بادشاہ سے میری جھوٹی شکائتیں کی ہیں، اس لیے میں بہت خوف زدہ ہوں۔ محمود خاں نے اس کے جواب میں کہا "آپ بالکل بے فکر رہیں اور جلد از جلد، لشکر گاہ میں چلے آئیں۔ میں سب معاملات سلجھا لوں گا"

محمود کا خط ملک مغیث کے نام عمدۃ الملک کے سامنے ہی محمود خاں نے ملک مغیث کے نام اس مضمون کا ایک خط روانہ کیا "بادشاہ نے شہزادہ عزنین کو اپنا ولی عہد

سُلطان غزنین المخاطب بہ محمّد شاہ بن سُلطان ہوشنگ غوری

تخت نشینی
سُلطان ہوشنگ غوری کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا غزنین خاں ۸۳۸ھ میں ملک مغیث المخاطب ملک شرف اور اہتمام الملک المخاطب بہ محمود خاں کی کوششوں سے تخت نشین ہوا۔ اس نے تخت نشینی کے بعد سلطان محمد شاہ کا لقب اختیار کیا۔ تمام امیروں اور اراکین سلطنت نے نئے بادشاہ کی بیعت کی اور ان کا سابقہ وظیفہ اور جاگیرات بحال رہیں اس سلسلے میں کسی قسم کی تبدیلی عمل میں نہ آئی۔

مغیث اور محمود کی عزت افزائی
ملک مغیث عرف ملک شرف اور محمود خاں کی مخلصانہ حکمت عملی سے ملک میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی اور رعایا نے محمد شاہ کو دل وجان سے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا، بادشاہ نے ملک مغیث کو مسندِ عالی کے خطاب سے نوازا اور عہدۂ وزارت پر فائز کیا۔ مغیث کے بیٹے محمود خاں کو امیر الامراء نامزد کیا۔

بھائیوں کا قتل
تخت نشینی کے چند روز بعد سلطان غزنین نے اپنے بھائیوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا اور انھیں تلوار کے گھاٹ اُتار دیا، اس کے علاوہ بادشاہ نے اپنے بھتیجے اور داماد نظام خاں اور اس کے تینوں بیٹوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھروادیں، یہ ظلم وستم دیکھ کر لوگ غزنین سے نفرت کرنے لگے اور اس کے خلاف ہو گئے۔

ملک میں فتنہ وفساد
بھائیوں کا یہ قتل سلطان غزنین کے حق میں بہت بُرا ثابت ہوا۔ اس خونریزی کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ سارا ملک فتنہ وفساد کی آماجگاہ بن گیا۔ ولایت نادونی کے راجپوتوں نے موقع پاکر علم بغاوت سر بلند کیا اور ملک کے ایک حصہ پر لشکر کشی کر دی۔ بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے خان جہان کو دس ہاتھی اور ایک خلعت عطا کر کے ۱۵ ربیع الاوّل ۸۳۸ھ کو باغیوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔

غزنین کی شراب نوشی
محمد شاہ نے بڑی عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے ملکی انتظامات

آئے اور اس کے قدموں کو بوسہ دینے لگے۔ یہ سب لوگ بوسہ دیتے اور بیعت کرتے وقت بے اختیار روتے رہے، امیروں کی بیعت سے عزنین کی قدرت میں بہت اضافہ ہوا اور اس کی سلطنت مستحکم ہوتی گئی اس کے بعد سلطان ہوشنگ کی لاش شادی آباد مندو میں لے جائی گئی اور ۹ ذی الحجہ کو دفنا دی گئی۔

سلطان ہوشنگ کو دفنانے کے بعد شاہی محل میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں تمام امراء ملک مغیث عرف ملک شرف اور خان جہان وغیرہ نے عزنین خاں کی بیعت کی۔

سلطان ہوشنگ کی کرامت

سلطان ہوشنگ نے تیس (۳۰) سال حکومت کی۔ مندو میں بادشاہ کو ایک خطیرہ کے اندر دفن کیا گیا جو چونہ اور پتھر سے بنایا گیا ہے اس خطیرہ میں سے ہر وقت پانی ٹپکتا رہتا ہے۔ راقم الحروف مؤرخ فرشتہ نے اس خطیرہ کو دیکھا ہے اس میں سوراخ ہیں، ہوا ان سوراخوں میں داخل ہوتی ہے اور پھر پانی بن کر ٹپکتی ہے، لیکن ہندوستانیوں کا خیال ہے کہ یہ سلطان ہوشنگ کی کرامت ہے۔

کے تمام اُمور بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے اس کے حوالے کرتا ہوں۔"

اپنی صفائی میں محمود کا بیان

اس کے جواب میں محمود خاں نے بادشاہ سے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ میرے قول و قرار کو بھول چکے ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کبھی ایسی گفتگو نہ کرتے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی مفسد نے آپ کو میرے خلاف بھڑکا دیا ہو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہوگا۔ اگر آپ کو میری طرف سے کوئی خطرہ ہے تو اس کا سدِ باب کر لیجیے۔ میں یہاں تنہا ہوں اور میرا کوئی ساتھی یہاں موجود نہیں ہے۔ آپ جو چاہیں کریں۔

بادشاہ کی کم عقلی

محمود خاں کی زبان سے یہ کلمات سُن کر بادشاہ بہت نادم ہوا اور اس نے معذرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد دونوں نے ایک دُوسرے سے "محبت اور خلوص" کی باتیں کیں۔ چونکہ سلطان محمد میں عقل کی کمی تھی اور وہ ہر وقت شکوک و شبہات میں مبتلا رہتا تھا، اس لیے وہ اکثر ایسی حرکتیں کرتا رہتا تھا جن سے محمود خاں کی مخالفت کی بُو آتی تھی۔

سلطان محمد کی ہلاکت

یہ صورتِ حال دیکھ کر محمود خاں نے اپنی کوششیں تیز سے تیز کر دیں۔ محمود بادشاہ کو ہلاک کرنے کے منصوبے بنانے لگا۔ اس نے بادشاہ کے ساقی سے ساز باز کی اور اسے بادشاہ کو ہلاک کرنے پر آمادہ کر لیا۔ ساقی نے شراب میں زہر ملا کر بادشاہ کو دوسرے جہاں میں پہنچا دیا۔

شہزادہ مسعود کی تخت نشینی

امیروں کو بادشاہ کی ہلاکت کی اطلاع ہوگئی۔ خواجہ نصر اللہ وزیر مشیر الملک، لطیف زکریا اور دوسرے امیروں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ بادشاہ کے انتقال کی خبر فی الحال مخفی رکھی جائے۔ یہ امرا مرحوم بادشاہ کے بیٹے شہزادہ مسعود خاں کو، جس کی عمر تیرہ سال تھی، حرم سرا سے باہر لائے اور اسے تخت پر بٹھا دیا۔

اُمرا کی سازش

اس کے بعد امیروں نے یہ طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے محمود خاں کا کام تمام کر دیا جائے۔ امیروں نے بایزید شیخا کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا "سلطان محمد تمھیں جلد از جلد آنے کے لیے کہہ رہا ہے۔ تاکہ تمھیں قاصد بنا کر گجرات روانہ کرے۔" محمود خاں نے اس کا جواب کہلوایا "میں اب دنیا کے تمام کاموں سے کنارہ کش ہو چکا ہوں اور اپنے تمام مشاغل کو ترک کر چکا ہوں۔ اب میرا ارادہ ہے کہ باقی تمام عمر سلطان ہوشنگ کے مزار کی جاروب کشی میں ہی گزاروں، لیکن اس ارادے کے باوجود، چونکہ میں سلطان ہوشنگ کا پروردہ و پرداختہ ہوں اس لیے اس امر پر تیار ہوں کہ آپ حضرات میرے غریب خانے پر تشریف لائیں اور مجھ سے جو کچھ کہنا سننا ہے

سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرلی اور اپنے آپ کو شراب نوشی اور عیش کوشی کے حوالے کردیا، اس سلسلے میں اس نے انتہا پسندی کو اپنا شعار بنایا اور ایسا مدہوش ہوا کہ اسے سوائے شیشہ و ساغر اور ساقی کے اور کچھ یاد نہ رہا۔

محمود خاں کا اقتدار

محمود خاں کے ملازمین اپنی ثروت و مقدرت کے لحاظ سے نمایاں حیثیت رکھتے تھے اور ان کی جاگیریں نہایت اعلیٰ درجے کی تھیں وہ تمام امراء اور اکابر جو کسی لحاظ سے محمود خاں کی برابری کا دعویٰ کرسکتے تھے، خان جہان کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے چلے گئے تھے اور پایۂ تخت میں محمود خاں سے زیادہ کوئی مقتدر امیر باقی نہ رہا تھا۔

محمود خاں کی بادشاہ سے شکایت

پایۂ تخت میں ایک گروہ ایسا تھا کہ جسے بادشاہ سے بہت زیادہ ہمدردی تھی، اس گروہ کے افراد خاندانِ غوری سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، ان لوگوں نے محمود خاں کے اقتدار کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا اور یہ اندازہ کیا کہ محمود، غزنین خاں کو معزول کرکے بادشاہت کرنے کا خواہاں ہے، ان لوگوں نے ایک شاہی حرم کے ذریعے بادشاہ کو یہ پیغام بھجوایا: "اپنے اثر و اقتدار کی وجہ سے محمود خاں بہت زیادہ مغرور ہوگیا ہے اور اب آپ کو معزول کرکے اپنی بادشاہت کے خواب دیکھ رہا ہے"

محمود کے قتل کا منصوبہ

بادشاہ نے یہ اطلاع پاکر اپنے بہی خواہوں سے مشورہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اس سے قبل کہ محمود خاں کوئی قدم اُٹھائے اس کو قتل کردینا چاہیئے۔ محمود خاں کو بھی کسی نہ کسی طرح بادشاہ کے اس ارادے کی اطلاع ہوگئی اور اس نے کہا "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے عہد شکنی نہیں کی"

بادشاہ کی پریشانی

اس کے بعد محمود خاں بہت محتاط ہوگیا اور لشکر فراہم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ محمود نے خفیہ طور پر بہت قوت فراہم کرلی، لیکن ظاہری طور پر بادشاہ کے ہاں اپنی آمد و رفت جاری رکھی، وہ بادشاہ کے ہاں جب بھی کبھی جاتا بڑی احتیاط برتتا، محمود کی اس احتیاط سے بادشاہ اور زیادہ پریشان ہوا۔

بادشاہ اور محمود کی گفتگو

بادشاہ، محمود خاں سے بہت خائف تھا؛ ایک روز اس کا خوف یہاں تک بڑھا کہ اس نے محمود خاں کا ہاتھ پکڑا اور اسے حرم سرا کے اندر لے گیا، وہاں اس نے اپنی بیگم محمدی بیگم کو جو محمود خاں کی بہن تھی، بلایا اور اس سے کہا "میں تمہارے سامنے محمود خاں سے کہتا ہوں کہ یہ میرا قصور معاف کردے اور مجھے جانی نقصان نہ پہنچائے میں سلطنت

کے تمام اُمور بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے اس کے حوالے کرتا ہوں۔"

اپنی صفائی میں محمود کا بیان

اس کے جواب میں محمود خاں نے بادشاہ سے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ میرے قول و قرار کو بھول چکے ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کبھی ایسی گفتگو نہ کرتے، کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی مفسد نے آپ کو میرے خلاف بھڑکا دیا ہو، مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہوگا۔ اگر آپ کو میری طرف سے کوئی خطرہ ہے تو اس کا سدباب کر لیجیے۔ میں یہاں تنہا ہوں اور میرا کوئی ساتھی یہاں موجود نہیں ہے۔ آپ جو چاہیں کریں۔

بادشاہ کی کم عقلی

محمود خاں کی زبان سے یہ کلمات سُن کر بادشاہ بہت نادم ہوا اور اس نے معذرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد دونوں نے ایک دُوسرے سے "محبت اور خلوص" کی باتیں کیں، چونکہ سلطان محمد میں عقل کی کمی تھی اور وہ ہر وقت شکوک و شبہات میں مبتلا رہتا تھا، اس لیے وہ اکثر ایسی حرکتیں کرتا رہتا تھا جن سے محمود خاں کی مخالفت کی بُو آتی تھی۔

سلطان محمد کی ہلاکت

یہ صورتِ حال دیکھ کر محمود خاں نے اپنی کوششیں تیز سے تیز کر دیں محمود بادشاہ کو ہلاک کرنے کے منصوبے بنانے لگا۔ اس نے بادشاہ کے ساقی سے ساز باز کی اور اسے بادشاہ کو ہلاک کرنے پر آمادہ کر لیا۔ ساقی نے شراب میں زہر ملا کر بادشاہ کو دوسرے جہاں میں پہنچا دیا۔

شہزادہ مسعود کی تخت نشینی

امیروں کو بادشاہ کی ہلاکت کی اطلاع ہو گئی۔ خواجہ نصر اللہ وزیر مشیر الملک، لطیف زکریا اور دوسرے امیروں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ بادشاہ کے انتقال کی خبر فی الحال مخفی رکھی جائے، یہ امرا مرحوم بادشاہ کے بیٹے شہزادہ مسعود خاں کو، جس کی عمر تیرہ سال تھی، حرم سرا سے باہر لائے اور اسے تخت پر بٹھا دیا۔

اُمرا کی سازش

اس کے بعد امیروں نے یہ طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے محمود خاں کا کام تمام کر دیا جائے۔ امیروں نے بایزید شیخا کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا "سلطان محمد تمہیں جلد از جلد آنے کے لیے کہہ رہا ہے۔ تاکہ تمہیں قاصد بنا کر گجرات روانہ کرے۔" محمود خاں نے اس کا جواب کہلوایا "میں اب دنیا کے تمام کاموں سے کنارہ کش ہو چکا ہوں اور اپنے تمام مشاغل کو ترک کر چکا ہوں۔ اب میرا ارادہ ہے کہ باقی تمام عمر سلطان ہوشنگ کے مزار کی جاروب کشی میں ہی گزاروں، لیکن اس ارادے کے باوجود، چونکہ میں سلطان ہوشنگ کا پروردہ و پرداختہ ہوں اس لیے اس امر پر تیار ہوں کہ آپ حضرات میرے غریب خانے پر تشریف لائیں اور مجھ سے جو کچھ کہنا سننا ہے

سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے آپ کو شراب نوشی اور عیش کوشی کے حوالے کر دیا، اس سلسلے میں اس نے انتہا پسندی کو اپنا شعار بنایا اور ایسا مدہوش ہوا کہ اسے سوائے شیشہ و ساغر اور ساقی کے اور کچھ یاد نہ رہا۔

محمود خاں کا اقتدار

محمود خاں کے ملازمین اپنی ثروت و مقدرت کے لحاظ سے نمایاں حیثیت رکھتے تھے اور ان کی جاگیریں نہایت اعلیٰ درجے کی تھیں وہ تمام امراء اور اکابر جو کسی لحاظ سے محمود خاں کی برابری کا دعویٰ کر سکتے تھے، خان جہان کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے چلے گئے تھے اور پایۂ تخت میں محمود خاں سے زیادہ کوئی مقتدر امیر باقی نہ رہا تھا۔

محمود خاں کی بادشاہ سے شکایت

پایۂ تخت میں ایک گروہ ایسا تھا کہ جسے بادشاہ سے بہت زیادہ ہمدردی تھی، اس گروہ کے افراد خاندانِ غوری سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، ان لوگوں نے محمود خاں کے اقتدار کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا اور یہ اندازہ کیا کہ محمود، غزنین خاں کو معزول کر کے بادشاہت کرنے کا خواہاں ہے، ان لوگوں نے ایک شاہی حرم کے ذریعے بادشاہ کو یہ پیغام بھجوایا "اپنے اثر و اقتدار کی وجہ سے محمود خاں بہت زیادہ مغرور ہو گیا ہے اور اب آپ کو معزول کر کے اپنی بادشاہت کے خواب دیکھ رہا ہے"

محمود کے قتل کا منصوبہ

بادشاہ نے یہ اطلاع پا کر اپنے بہی خواہوں سے مشورہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اس سے قبل کہ محمود خاں کوئی قدم اُٹھائے اس کو قتل کر دینا چاہیئے۔ محمود خاں کو بھی کسی نہ کسی طرح بادشاہ کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی اور اس نے کہا "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے عہد شکنی نہیں کی"

بادشاہ کی پریشانی

اس کے بعد محمود خاں بہت محتاط ہو گیا اور لشکر فراہم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ محمود نے خفیہ طور پر بہت قوت فراہم کر لی، لیکن ظاہری طور پر بادشاہ کے ہاں اپنی آمد و رفت جاری رکھی، وہ بادشاہ کے ہاں جب بھی کبھی جاتا بڑی احتیاط برتتا، محمود کی اس احتیاط سے بادشاہ اور زیادہ پریشان ہوا۔

بادشاہ اور محمود کی گفتگو

بادشاہ، محمود خاں سے بہت خائف تھا، ایک روز اس کا خوف یہاں تک بڑھا کہ اس نے محمود خاں کا ہاتھ پکڑا اور اسے حرم سرا کے اندر لے گیا، وہاں اس نے اپنی بیگم محمدی بیگم کو جو محمود خاں کی بہن تھی، بلایا اور اس سے کہا "میں تمہارے سامنے محمود خاں سے کہتا ہوں کہ یہ میرا قصور معاف کر دے اور مجھے جانی نقصان نہ پہنچائے میں سلطنت

بادشاہت آپ ہی کا حق ہے۔ آپ جلد از جلد تشریف لائیں، کیونکہ شاہی تخت کا زیادہ دیر تک خالی رہنا فتنہ و فساد کا باعث ہے، آپ جانتے ہیں کہ مالوہ ایک وسیع سلطنت ہے، اگر یہاں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑک اُٹھے تو پھر انھیں بجھانا بہت مشکل ہو جائے گا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس وقت تک فتنہ پرداز غافل ہیں اور انھیں ہنگامہ آرائی کا موقع نہیں ملا ہے"

محمود خاں کی تخت نشینی

خان جہاں نے اس کے جواب میں محمود خاں کو لکھا "خدا کے فضل وکرم سے تم میں بھی فرماں روائی کی اہلیت بدرجۂ اتم موجود ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم ہی تخت پر بیٹھو" اس رائے کی محمود خاں کے امراء نے بھی تائید کی۔ محمود خاں نجومیوں کی بتائی ہوئی مبارک گھڑی میں تختِ شاہی پر بیٹھ گیا اور تمام امیروں اور ارکینِ سلطنت نے اس کی بیعت کی۔

سلطان محمد شاہ غوری نے ایک سال اور چند ماہ تک حکومت کی۔

کہہ سن لیں اور پھر سلطان محمد کو مطلع کر دیں۔"

ملک شیخا کی رائے

ملک بایزید شیخا یہ جواب لے کر امراء کے پاس واپس آیا اور ان سے کہا "محمود خاں کو اس وقت تک سلطان محمد کے انتقال کی اطلاع نہیں ہے اور وہ یہی سمجھ رہا ہے کہ بادشاہ زندہ ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ سب لوگ مل کر محمود کے مکان پر جائیں، اس کے بعد آپ اسے بآسانی سلطانی بارگاہ میں لا کر اس کا کام تمام کر سکتے ہیں۔

امراء کی گرفتاری

امیروں نے ملک شیخا کا مشورہ قبول کیا اور سب مل کر محمود خاں کے مکان پر گئے۔ محمود نے پہلے ہی سے اپنے ملازموں کو مکان کے گوشوں میں چھپا رکھا تھا، جس وقت امراء محمود کے مکان میں داخل ہوئے اس وقت محمود نے ان سے سوال کیا "بادشاہ ہوشیار ہے یا مست پڑا ہے؟" امراء اس سوال کا مطلب سمجھ گئے اور ٹھٹک گئے، لیکن محمود کے ملازموں نے انھیں سوچنے کی مہلت ہی نہ دی، انھوں نے گوشوں سے نکل کر ان تمام امیروں کو گرفتار کر لیا اور موکلوں کے سپرد کر دیا۔

شہزادہ مسعود کے حامیوں کی تیاری

امیروں کی گرفتاری کی خبر جب عام ہو گئی تو شہزادہ مسعود کے حامیوں کو سخت غصہ آیا، انھوں نے اپنا نیز شاہی لشکر تیار کیا اور سلطان ہوشنگ کے مزار سے چتر شاہی اتار کر شہزادہ مسعود کے سر پر سایہ افگن کر دیا۔

محمود اور مسعود کے حامیوں میں جنگ

محمود خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے بھی اپنے لشکر کو تیار کیا اور شہزادہ مسعود کو گرفتار کرنے کے لیے شاہی محل کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ محل کے قریب پہنچا تو شہزادہ کے طرفداروں نے مزاحمت کی اور دونوں طرف سے تیر اندازی اور نیزہ بازی ہونے لگی، شام تک لڑائی ہوتی رہی، غروب آفتاب کے بعد شہزادہ عمر قلعے سے نکل کر بھاگ گیا اور شہزادہ مسعود نے شیخ جا بلاہ کے ہاں پناہ لی، اس طرح تمام امیر بھی اپنی جان بچانے کی خاطر اِدھر اُدھر چھپ گئے۔

محمود شاہی محل میں

صبح تک محمود خاں اپنا لشکر لے کر شاہی محل کے قریب کھڑا رہا۔ جب سورج نکلا تو اسے معلوم ہوا کہ شاہی محل خالی ہو چکا ہے اور اب وہاں کوئی نہیں ہے اور تمام مخالفین اِدھر اُدھر چھپ گئے ہیں۔ محمود شاہی محل میں داخل ہو گیا اور اس نے اسی وقت اپنے باپ خانِ جہان کے نام ایک خط لکھا کہ جلد از جلد یہاں تشریف لائیے اور حکومت سنبھالیے،

حصّهٔ دوم

سلاطین خلجیه

سُلطان محمود خلجی

تخت نشینی

قارئینِ کرام اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ہندوستان کی تاریخی کتابوں میں عموماً اور ملا احمد تتوی کی تالیف "تاریخ الفی" میں خصوصاً یہ لکھا ہے کہ سلاطین غوری کی حکومت کے اختتام کے بعد ۲۹ رشوال ۸۳۹ھ بروز دوشنبہ محمود خلجی نے مالوہ کی بادشاہت اختیار کی۔ اس وقت اس کی عمر چونتیس (۳۴) سال تھی سارے ملک میں محمود کے نام کا خطبہ وسکہ جاری ہوگیا۔

اُمراء سے سلوک

سلطان محمود اپنے امیروں پر طرح طرح کی عنایات کرنے لگا ہر ایک کے منصب اور جاگیر میں اضافہ کیا۔ بہت سوں کو خطابات سے نوازا۔ مشیر الملک کو "نظام الملک" کا خطاب دے کر عہدۂ وزارت پر فائز کیا۔ ملک برخوردار کو عارض ممالک کا عہدہ "تاج خاں" کا خطاب دیا۔ امیر الامرائی کے منصب پر خانِ جہان کو فائز کیا اور مالوہ کے بہترین حصے اس کی تحویل میں دیئے نیز "اعظم ہمایوں" کا خطاب، چتر اور سفید ترکش مرحمت کیے کہ جو اس وقت بادشاہوں کی شان سمجھے جاتے تھے۔

خان جہان کا احترام

سلطان محمود نے خان جہان کے احترام کو پوری طرح ملحوظِ خاطر رکھا، اور اس کی سواری کو بادشاہوں کے برابر بنا لیا، اس کے نقیب دیسا ول، سونے چاندی کے عصا ہاتھ میں رکھتے تھے اور جس وقت خانِ جہان سوار ہوتا تھا تو وہ بلند آواز سے "بسم اللہ الرحمن الرحیم ؐ" کہتے تھے۔

علم پرستی

جب سلطان محمود کی سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہوگئیں تو اس نے اہل علم وفضل کی طرف توجہ کی اور ملک کے تمام عالموں فاضلوں کو مالا مال کر کے اپنے گرد جمع کر لیا، سارے ملک میں جگہ جگہ مدرسے قائم کیئے، علماء فضلاء اور طلباء کے وظیفے مقرر کیے، الغرض بادشاہ کی علم پرستی کی وجہ سے مالوہ کا ملک، شیراز اور سمرقند کا ہم پلّہ ہوگیا۔

کی لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا ۔ آخر کار مجبور ہو کر سلطان محمود خلجی نے تاج خاں کو شہزادہ احمد کی شورش کے دفیعے کے لیے نامزد کیا۔

قلعہ اسلام آباد کا محاصرہ

تاج خاں نے اسلام آباد کے قلعے کا محاصرہ کر دیا ، یہ محاصرہ ایک عرصے تک قائم رہا ۔ لیکن اس کا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوا ۔ آخر کار تاج خاں نے سلطان محمود کی خدمت میں ایک عریضہ لکھ کر مدد کی درخواست کی ۔

ملک جہاد اور نصرت خاں کی بغاوت

انھیں دنوں سرکاری مخبروں اور جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ ملک جہاد نے ہوشنگ آباد میں اور نصرت خاں نے چندیری میں بادشاہ کے خلاف آواز اُٹھائی ہے ، سلطان محمود خلجی نے ان باغیوں کی سرکوبی کے لیے ملک مغیث عرف اعظم ہمایوں کو روانہ کیا ۔

اعظم ہمایوں کی لشکر کشی

اعظم ہمایوں اپنا لشکر لے کر روانہ ہوا ، اور اس نے قلعہ اسلام آباد سے دو کوس کے فاصلے پر قیام کیا ۔ تاج خاں اور دوسرے اُمراء اعظم ہمایوں سے ملاقات کرنے کے لیے آئے اور اس کو تمام حالات سے آگاہ کیا دوسرے روز اعظم ہمایوں نے اس مقام سے کوچ کر کے اسلام آباد کے اطراف کا محاصرہ کر لیا ، اور مورچلوں کو تقسیم کیا ۔

شہزادہ احمد کو راہ راست پر لانے کی کوشش

اعظم ہمایوں نے علماء اور مشائخ کی جماعت کو شہزادہ احمد کے پاس روانہ کیا تاکہ یہ مقدس لوگ بدبخت شہزادے کو صحیح راستے پر چلنے کی نصیحت کریں اور اسے یہ سمجھائیں کہ عہد شکنی بہت بڑا گناہ ہے ، نیز اس سے یہ عہد لیں کہ وہ آئندہ اپنے دل میں بغاوت کا خیال نہ لائے گا ، لیکن احمد خاں نے ان علماء اور شیوخ کی باتوں پر توجہ نہ کی اور ان سے الٹی سیدھی باتیں کر کے ان کو قلعے سے باہر نکال دیا ۔

شہزادہ احمد کی ہلاکت

قوام خاں بھی ایک مقتدر امیر تھا ، اس نے جب شہزادہ احمد کو مصیبت میں گھرے ہوئے دیکھا تو اُس نے اعظم ہمایوں کی مخالفت کی وجہ سے شہزادے کو کچھ اسباب اور اسلحہ بطور امداد کے بھجوایا اور آئندہ مدد دینے کا وعدہ کیا شہزادہ احمد خاں کے ایک مطرب نے اعظم ہمایوں کے اثر یا کسی دوسری وجہ سے شہزادے کو شراب میں زہر ملا کر پلا دیا ۔ اس سے شہزادے کا انتقال ہو گیا ۔ اس کے بعد ہمایوں اعظم نے

اُمراء کی بغاوت

سلطان محمود کے پاؤں اچھی طرح جم گئے تو سلطان ہوشنگ مرحوم کے امیروں کی ایک جماعت نے جن میں ملک قطب الدین سمنانی اور ملک نصیر الدین دبیر جرجانی بھی شامل تھے، رشک و حسد سے بغاوت کا ارادہ کیا۔ ان باغی امیروں نے ایک روز بڑی ناشائستہ حرکت کی، شاہی محل سے متصل ایک مسجد تھی، یہ امراء سیڑھیاں لگا کر اس مسجد کے بام پر چڑھ گئے اور وہاں سے محل سرا کے صحن میں اتر آئے۔ اس جگہ پہنچ کر امیروں کو کچھ اور نہ سوجھا اور وہ یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔

بادشاہ کی دلیری

باغی اُمراء ابھی سوچ بچار ہی میں تھے کہ سلطان محمود کسی کام سے اس طرف آیا اس نے جوان امیروں کو اپنے محل سرا کے سامنے صحن میں دیکھا تو بہت حیران ہوا اور سمجھ گیا کہ امیروں کا مقصد کیا ہے۔ بادشاہ اس وقت صرف ترکش لگائے ہوئے تھا، اس نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا اور تمام امیروں پر اکیلے ہی حملہ کر دیا اور تیر اندازی کر کے چند باغیوں کو زخمی کیا

باغیوں کا فرار

اسی اثناء میں مشیر الملک المخاطب بہ نظام الملک اور ملک محمد خضر کو اس امر کی اطلاع ہوئی اور وہ سلاحداروں کی ایک مسلح جماعت کے ہمراہ موقع واردات پر پہنچے، باغی امیروں نے جب مصیبت کو سر پر دیکھا تو وہ جس راہ سے آئے تھے، اسی راہ سے واپس چلے گئے، البتہ ایک شخص جو بہت زیادہ زخمی ہوا تھا، بھاگ نہ سکا، اسے گرفتار کر لیا گیا، اس شخص نے ان تمام لوگوں کے نام بتا دیئے کہ جنھوں نے اس حرکتِ ناشائستہ کا ارتکاب کیا تھا۔

باغیوں کو سزائیں

سلطان محمود خلجی نے باغیوں کو بلا کر انھیں مناسب سزائیں دیں اگرچہ اس بغاوت میں شہزادہ احمد خاں بن ہوشنگ، ملک یوسف قوام الملک اور ملک نصیر دبیر نے بھی حصّہ لیا تھا لیکن اعظم ہمایوں نے سفارش کر کے ان تینوں کو بچا لیا شہزادہ احمد خاں جو برہان پور سے آیا تھا، قلعہ اسلام آباد کی حکومت پر متعین کیا گیا، ملک یوسف قوام الملک کو "قوام خاں" کا خطاب دے کر بھیلسہ کی جاگیر عطا کی گئی۔ ملک نصیر الدین کو "نصرت خاں" کا خطاب اور چندیری کی جاگیر بخشی گئی۔ ان تینوں کو ان کی جاگیروں پر جانے کی اجازت بھی مل گئی۔

شہزادہ احمد کی بغاوت

اسلام آباد پہنچ کر شہزادہ احمد خاں نے باغیانہ حرکتوں کا ارتکاب کیا، اور اس کی طاقت روز بروز بڑھتی چلی گئی، اور وہ اپنے علاقے میں ہنگامے بپا کرتا رہا۔ سلطان محمود کے کہنے سے اعظم ہمایوں نے شہزادہ احمد کو نصیحت

پر آنے کی ہدایت کی، لیکن اس کوشش کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور قوام الملک اپنے موقف پر ڈٹا رہا، اس کے بعد اعظم ہمایوں نے سختی شروع کی، قوام الملک ڈر کر بھاگ گیا۔ اعظم ہمایوں نے چند روز بھیلسہ میں قیام کیا اور یہاں کے انتظامات ٹھیک کر کے اور اس علاقے میں امن بحال کر کے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان احمد گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی

راستے میں اعظم ہمایوں کو معلوم ہوا کہ حاکم گجرات سلطان احمد، مالوہ کو فتح کرنے کے لیے ایک زبردست لشکر لے کر آ رہا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ شہزادہ مسعود خاں جو سلطان محمود خلجی سے امان حاصل کر کے گجرات چلا گیا تھا، ایک زبردست لشکر اور بیس (۲۰) ہاتھیوں کے ہمراہ سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ اعظم ہمایوں نے سفر کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کرنا شروع کر دیں اور سلطان احمد گجراتی کو چھ کوس پیچھے چھوڑ کر دروازہ تاراپور سے قلعہ مندو میں داخل ہو گیا۔

قلعۂ مندو کا محاصرہ

سلطان احمد گجراتی نے قلعۂ مندو کے نیچے آ کر حصار کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان محمود خلجی اپنے باپ اعظم ہمایوں کی آمد سے بہت خوش ہوا۔ بادشاہ نے ہر روز اپنے لشکر کو گجراتی فوج سے لڑنے کے لیے قلعے سے باہر بھیجنا شروع کر دیا، محمود خلجی قلعے سے باہر نکل کر خود بھی جنگ میں حصہ لینا چاہتا تھا، لیکن وہ ایسا نہ کر سکا، کیونکہ اسے ہوشنگ شاہی امراء پر اعتماد نہ تھا اور یہ شک تھا کہیں یہ اُمراء موقع پا کر عَلم بغاوت بلند نہ کر دیں، حالات کا بادشاہ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ اپنے دوستوں کو بھی دشمن سمجھنے لگا۔

محمود خلجی کی دریا دلی

سلطان محمود خلجی بہت ہی سخی اور فراخ دل انسان تھا، اس محاصرے کے زمانے میں بھی اس نے رعایا کو ہر طرح سے خوش رکھا۔ سرکاری گودام سے وہ غریبوں اور محتاجوں کو غلّہ تقسیم کرواتا تھا، اس نے لنگر خانے بھی قائم کیے، جہاں غریبوں کو پکا ہوا کھانا ملتا تھا، بادشاہ کی اس دریا دلی کی وجہ سے رعایا سلطان محمود خلجی سے بے پناہ محبت کرنے لگی۔

گجراتی اُمراء کی اپنے بادشاہ سے علیحدگی

محمود خلجی کی سخاوت کی وجہ سے قلعہ مندو میں سلطان احمد گجراتی کے لشکر کی نسبت غلّہ بہت سستا تھا۔ محمود نے بعض گجراتی امیروں مثلاً سید احمد، صوفی خاں ولد عماد الملک، ملک شرف ملک محمود بن احمد سلحدار، ملک قاسم اور ملک نظام الدین وغیرہ کو جو سلطان احمد شاہ گجراتی کے

بآسانی قلعے کو فتح کر لیا۔

قوام کا فرار

اسلام آباد کے قلعے کی فتح کے بعد اعظم ہمایوں ہوشنگ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ قوام خاں، جس نے شہزادہ احمد کی مدد کی تھی۔ دل ہی دل میں اپنے قصور کی وجہ سے خائف تھا۔ اس لیے اس نے راستے ہی سے لشکر سے علیحدگی اختیار کی اور بھینسہ کی طرف بھاگ گیا۔ اعظم ہمایوں نے قوام خاں کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور ملک جہاد کی سرزنش کو اس امر پر ترجیح دی۔

ملک جہاد کا قتل

اعظم ہمایوں جب ہوشنگ آباد پہنچا تو ملک جہاد سخت پریشان ہوا۔ اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ اعظم ہمایوں کا مقابلہ کرتا، لہٰذا حواس باختہ ہو کر وہ اپنا تمام مال واسباب چھوڑ کر کوہ پایۂ گونڈواڑہ کی طرف بھاگ گیا۔ گونڈواڑہ کے لوگوں کو یہ علم تھا کہ ملک جہاد باغی امیر ہے اس لیے انھوں نے پکڑ کر قتل کر دیا۔

اعظم ہمایوں کی چندیری کو روانگی

اعظم ہمایوں کو جب ملک جہاد کے قتل کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا اور ہوشنگ آباد کے قلعے میں داخل ہوا شہر کا انتظام اعظم ہمایوں نے اپنے ایک معتمد امیر کے سپرد کیا اور خود نصرت خاں کو راہِ راست پر لانے کے لیے چندیری کی طرف روانہ ہوا۔

نصرت خاں کی معزولی

چندیری پہنچ کر اعظم ہمایوں نے نصرت خاں کی طرف توجہ کی، نصرت خاں نے جب یہ دیکھا کہ اعظم ہمایوں کے سامنے اس کا کچھ بس نہیں چل سکتا تو اس نے خوشامد کا راستہ اختیار کیا اور اعظم ہمایوں کے استقبال کے لیے آیا اور اِدھر اُدھر کی باتیں بنانے لگا تاکہ اعظم ہمایوں اسے بادشاہ کا بہی خواہ سمجھے اور اس کی بدکرداری سے چشم پوشی کرے، لیکن اعظم ہمایوں کوئی بچّہ تو تھا نہیں جو اس کی باتوں میں آ جاتا، اس نے شہر کے اکابر کو جمع کر کے نصرت کے حالات کی تحقیق کی۔ اس تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نصرت نے اپنے غرور کی وجہ سے اس علاقے میں باغیانہ حرکتوں کا ارتکاب کیا ہے۔ اعظم ہمایوں نے اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ حاجی کالو کو چندیری کا حاکم مقرّر کیا۔

قوام الملک کی سرزنش

اس کے بعد اعظم ہمایوں بھینسہ کی طرف روانہ ہوا اور اپنے چند آدمیوں کو قوام الملک کے پاس بھیج کر اس کو راہِ راست

کی طرف چلا گیا ہے۔ سلطان احمد گجراتی نے فوراً شہزادہ محمد خاں کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ تاکہ شہزادہ سلطان محمود کے سارنگ پور پہنچنے سے پہلے اجین آجائے۔ شہزادہ محمد کے پاس قاصد بروقت پہنچ گیا۔ اور شہزادہ جلد از جلد اجین میں سلطان احمد گجراتی سے جا ملا۔

ملک اسحاق کا خط محمود خلجی کے نام

سارنگ پور کے حاکم ملک اسحاق بن قطب الملک نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کرکے اپنے قصور کی معافی طلب کی۔ اس نے اس عریضے میں یہ بھی لکھا کہ "شہزادہ محمد آپ کے آنے کی اطلاع پاکر یہاں سے اجین چلا گیا ہے۔ لیکن شہزادہ عمر نے سارنگ پور کو فتح کرنے کی غرض سے اپنا لشکر پہلے ہی سے روانہ کر رکھا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے وہ خود بھی آرہا ہے۔" الغرض ملک اسحاق بن قطب الملک نے اپنے تمام حالات بالتفصیل مرقوم کیے۔

محمود خلجی سارنگ پور میں

یہ خط پڑھ کر سلطان محمود بہت خوش ہوا اور اس نے ملک اسحاق کا قصور معاف کر دیا۔ بادشاہ نے اپنی روانگی سے پہلے تاج خاں کو ملک اسحاق کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ اور پھر خود بھی روانہ ہوا۔ ملک اسحاق نے اکابر شہر اور امراء کے ہمراہ سلطان محمود خلجی کا استقبال کیا۔ بادشاہ نے ملک اسحاق کو دولت خاں کے خطاب اور علم و مورچل سے نوازا۔ نیز ایک خلعت خاص اور دس ہزار تنگے عطا کیے۔ اس کے علاوہ دوسرے امیروں کو بھی انعامات دیئے۔

شہزادہ عمر کی مداخلت

سلطان محمود کے سارنگ پور پہنچنے کے بعد سلطان احمد شاہ بھی اجین سے سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ تیس ہزار (۳۰) سواروں اور تین سو ہاتھیوں کا ایک زبردست لشکر تھا۔ سلطان محمود خلجی نے پہلے عمر خاں کی مدافعت کی طرف توجہ کی اور رات کے پچھلے پہر روانہ ہوا۔ جب دونوں لشکروں میں چھ کوس کا فاصلہ رہ گیا تو بادشاہ نے اپنے کچھ سپاہیوں کو دشمن کی قوت کا اندازہ اور جنگ کا وقت مقرر کرنے کے لیے روانہ کیا۔

اس کے بعد محمود خلجی نے نظام الملک، ملک احمد اور دوسرے امیروں کو میدان جنگ کے انتخاب اور معائنہ کے لیے روانہ کیا۔ اور صبح ہوتے ہی چار لشکروں کو مرتب و منظم کرکے شہزادہ عمر سے جنگ کے لیے چل پڑا۔

جنگ کی تیاریاں

شہزادہ عمر خاں کو بھی سلطان محمود خلجی کی روانگی کی اطلاع ملی اور وہ جنگ کی تیاری کرکے مقابلے کے لیے آگے بڑھا۔ شہزادے نے اپنے لشکر

سخت مخالف تھے۔ جاگیر اور دولت کا لالچ دے کر توڑ لیا اور اپنے پاس بلا لیا۔ اس واقعے سے سلطان محمود خلجی کے تدبر اور دانش مندی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

گجراتی لشکر میں انتشار

گجراتی امیروں کی علیحدگی کی وجہ سے سلطان احمد گجراتی کے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا، محمود خلجی نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر گجراتی لشکر پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ لیکن سلطان ہوشنگ مرحوم کے ایک امیر نصیر الدین نے سلطان احمد گجراتی کو سلطان محمود کے اس منصوبے سے آگاہ کر دیا۔

شب خون

منصوبے کے مطابق سلطان محمود خلجی کا لشکر قلعے سے نیچے اترا۔ لیکن گجراتی لشکر نظر نہ آیا۔ نیز تمام راستے بھی بند تھے، اس کے باوجود بھی فریقین میں مقابلہ ہو گیا اور لڑائی شروع ہوئی۔ صبح ہونے تک دونوں لشکر ایک دوسرے سے لڑتے رہے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ صبح ہوئی تو سلطان محمود خلجی قلعے میں واپس آیا۔

چندیری اور سارنگ پور میں ہنگامے

کچھ دنوں بعد شاہی جاسوسوں نے چندیری سے یہ اطلاع دی کہ شہزادہ عمر خاں مالوہ کے موجودہ ہنگاموں کی خبر سُن کر چندیری پر حملہ آور ہوا ہے اور وہاں کے لشکر اور رعایا نے حاجی کالو کے خلاف بغاوت کر کے شہزادہ عمر کو اپنا حاکم بنا لیا ہے، اس کے علاوہ یہ اطلاع بھی ملی کہ سلطان احمد شاہ گجراتی کا بیٹا شہزادہ محمود خاں پانچ ہزار سواروں اور تین سو ہاتھیوں کا لشکر لے کر سارنگ پور میں آیا ہے اور اس نے حاکم شہر سے جنگ کر کے اسے قتل کر ڈالا ہے۔

سلطان محمود خلجی نے ان خبروں کو سنا اور اپنے امیروں اور اراکین دولت سے مشورہ کیا بہت سوچ بچار کے بعد یہ طے کیا گیا کہ اعظم ہمایوں تو قلعہ مندو میں قیام کر کے شہر کی حفاظت کرے، اور سلطان محمود خلجی قلعہ سے باہر آ کر ملک کے درمیانی حصے کی حفاظت کرے۔

محمود خلجی کی سارنگ پور کو روانگی

اس کے بعد سلطان محمود خلجی سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا اس نے تاج خاں اور منصور خاں کو اپنی روانگی سے پیشتر ہی روانہ کر دیا۔ کیونکہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے ملک حاجی علی کے راستے کی حفاظت کے لیے اس جگہ متعین کر دیا تھا۔ تاج اور منصور نے اس جگہ پہنچ کر ملک حاجی علی سے جنگ کی اور وہ بھاگ گیا۔

احمد گجراتی کی حفاظتی تدابیر

ملک حاجی علی نے سلطان احمد شاہ گجراتی کے پاس پہنچ کر اس کو یہ بتایا کہ سلطان محمود خلجی مندو سے روانہ ہو کر سارنگ پور

کا نتیجہ یہ ہوا کہ گجراتی لشکر میں وبائی امراض پھیل گئے۔ اور لشکری دھڑادھڑ مرنے لگے۔ اموات اس قدر کثرت سے ہوئیں کہ مرنے والوں کو دفن کے لیے قبریں کھودنا مشکل ہوگیا۔ آخر پریشان ہوکر احمد گجراتی نے اپنے ملک کی راہ لی۔

چندیری کو روانگی

سلطان احمد گجراتی نے شہزادہ مسعود سے یہ وعدہ کیا کہ میں اگلے سال یہ ملک فتح کر کے تمہارے حوالے کر دوں گا۔" سلطان محمود خلجی بھی مندو کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر اس نے سات دن تک اپنے لشکر کو درست کیا اور اہل چندیری کی بغاوت کو دبانے کے لیے روانہ ہوا۔

شہاب الدین کی وفات

ملک سلیمان المخاطب بہ سلطان شہاب الدین قلعے سے باہر آیا اس نے سلطان محمود خلجی سے بڑی جرات و بہادری سے جنگ کی محمود خلجی کی قوت، شہاب الدین سے کہیں زیادہ تھی اس لیے آخرالذکر کے قدم میدان میں جم نہ سکے اور وہ پریشان ہو کر قلعے کی طرف بھاگ گیا اور وہاں پناہ گزین ہوا۔ تین دن کے بعد شہاب الدین اپنی طبعی اجل سے قلعے کے اندر وفات پاگیا۔

اہل چندیری کی معرکہ آرائی

اہل قلعہ نے ایک دوسرے شخص کو سلطان شہاب الدین کے لقب سے اپنا بادشاہ چن لیا اور اس کی نگرانی میں جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ چندیری کے امرا موقع پاکر قلعے سے باہر آئے اور سلطان محمود خلجی سے معرکہ آرا ہوئے لیکن پہلے کی طرح میدان جنگ سے فرار ہو کر پھر قلعے میں پناہ گزین ہوگئے۔

محمود کا قلعہ چندیری میں داخلہ

سلطان محمود نے قلعے کا محاصرہ جاری رکھا۔ یہ محاصرہ تقریباً آٹھ ماہ تک جاری رہا۔ لیکن کامیابی کی صورت کوئی نظر نہ آئی، محمود خلجی اس تمام عرصے میں قلعے کے اندر داخل ہونے کا موقع ڈھونڈتا رہا۔ آخر کار بہت کوششوں کے بعد اسے یہ موقع مل ہی گیا۔ اور ایک رات چپکے سے وہ قلعے کے اندر داخل ہوگیا، اس کے پیچھے پیچھے اس کے لشکری بھی قلعے کے اندر چلے آئے۔ ان لوگوں نے اہل قلعہ کی ایک بڑی جماعت کو قتل کیا، جو لوگ بچ گئے۔ وہ پہاڑ کے ایک حصہ میں پناہ گزین ہوگئے۔

اہل قلعہ کی امان طلبی

پناہ گزین زیادہ دیر تک محمود کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہ سکے۔ بادشاہ نے ان کا پتہ لگا ہی لیا۔ اہل قلعہ نے جب دیکھا کہ اب بچاؤ کی صورت نہیں رہی ہے، تو انھوں نے سلطان محمود خلجی سے جان کی امان طلب کی۔ سلطان محمود نے ان کی یہ

کو تو محمود خلجی سے جنگ کے لیے بھیج دیا۔ اور خود فوج کے ایک دستے کے ساتھ پہاڑ کے پیچھے کمین گاہ میں مقیم ہوا اور سلطان محمود خلجی کی فوج کا انتظار کرنے لگا۔

شہزادہ عمر کا عزم

اتفاق سے ایک شخص نے سلطان محمود خلجی کو بتایا کہ شہزادہ عمر اپنی فوج کے ایک حصے کے ساتھ پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ محمود خلجی اپنے لشکر کو لے کر شہزادہ کی جانب بڑھا۔ شہزادے کو جب اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا "محمود ایک طازم ہے اور اس کے سامنے سے بھاگنا ہماری شان کے خلاف ہے۔ میدان میں ثابت قدمی سے لڑتے ہوئے جان دے دینا ہی بہادری کا تقاضا ہے۔"

شہزادے کا قتل

اس کے بعد شہزادے نے سلطان محمود خلجی کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور عین لڑائی کے دوران میں دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ محمود خلجی کے حکم سے شہزادے کو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر ایک نیزے پر لٹکا کر اس کے لشکر کو دکھایا گیا۔ شہزادے کے لشکر کے سردار، شہزادے کا سر دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ انھوں نے سلطان محمود خلجی کو پیغام دیا۔ "آپ آج ازراہ کرم جنگ ملتوی کر دیں۔ ہم انشاء اللہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کریں گے۔"

شہزادے کے لشکر کی اپنے ملک کو روانگی

اس کے بعد فریقین کے لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں میں چلے آئے اور جنگ ملتوی کر دی گئی۔ رات کے وقت مقتول شہزادے کا لشکر اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا اور اہل لشکر نے، ملک سلیمان بن مشیر الملک غوری کو، جو شہزادہ عمر کا رشتہ دار تھا، اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔ ملک سلیمان نے، "سلطان شہاب الدین"، کا لقب اختیار کیا۔

سلطان احمد سے مقابلے کا ارادہ

سلطان محمود خلجی نے فوج کے ایک حصے کو سلطان شہاب الدین کی مدافعت کے لیے نامزد کیا اور خود سلطان احمد شاہ گجراتی سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ ابھی فریقین کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے بھی نہ آئے تھے، کہ سلطان احمد گجراتی کے لشکر کے کچھ پاک باطن لوگوں نے حضرت محمد صلعم کو خواب میں دیکھا کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں "آسمانی بلا نازل ہو چکی ہے اس لیے سلطان احمد کو کہو کہ اپنے ملک کی طرف روانہ ہو جائے۔"

گجراتی لشکر میں وبا اور سلطان احمد کی واپسی

یہ خواب سلطان احمد گجراتی سے بیان کیا گیا لیکن اس نے کوئی توجہ نہ کی اس بے ادبی

ان کا پرسان حال نہیں ہے۔ چونکہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو بادشاہت کی تمام صفات عطا کی ہیں، اس لیے آپ ہماری طرف توجہ فرمائیں۔ اس ملک کی رعایا آپ کو بادشاہ تسلیم کرنے کے لیے جان و دل سے تیار ہے۔

دہلی فتح کرنے کا ارادہ

اسی سال کے آخر میں، سلطان محمود نے لشکر تیار کر کے دہلی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے روانہ ہوا۔ جب بادشاہ قصبہ بندون کے نواح میں پہنچا۔ تو یوسف خاں بندونی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس مقام سے کوچ کر کے سلطان محمود خلجی آگے بڑھا تو سامنے کی طرف سے مبارک شاہ بھی فوج لے کر مقابلے کے لیے آیا۔

سلطان مبارک شاہ کی پست ہمتی

سلطان مبارک شاہ کا لشکر، سلطان محمود خلجی کی فوج سے کہیں زیادہ تھا۔ لیکن جب مبارک، محمود کے قریب پہنچا تو کچھ پریشان سا ہو گیا۔ اس کو معرکہ آرائی کی ہمت نہ ہوئی۔ اور اس نے جنگ کا خیال ترک کر کے، اور دہلی کو خیرباد کہہ کر پنجاب کی طرف چلے جانے کا ارادہ کیا۔

سلطان مبارک کا احساس ندامت

سلطان مبارک کا یہ ارادہ پست ہمتی کی ایک بہت بڑی مثال تھا۔ اس نے اپنے اس ارادے پر جب غور کیا تو اسے احساس ہوا کہ اگر اس نے ایسا کوئی قدم اٹھایا تو اس کی سخت بدنامی ہوگی۔ نیز اپنے امیروں سے بھی اسے شرم آئی۔ لہٰذا اس نے اپنے ارادے میں ترمیم کی اور یہ فیصلہ کیا کہ بادشاہ کو سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور امراء کو شہزادے کے ہمراہ میدان جنگ میں جانا چاہیئے۔

جنگ کی تیاریاں

دہلوی امراء اپنے بادشاہ کے حکم کے مطابق سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لیے دہلی سے باہر نکلے، ملک بہلول لودھی جو اس زمانے میں سلطان مبارک کا ملازم اور تیراندازوں کے بہترین لشکر کا سردار تھا، مقدمہ لشکر کے ساتھ ساتھ چلا۔ محمود خلجی کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان مبارک دہلوی لشکر کے ساتھ نہیں ہے تو اس نے بھی فوج کا کچھ حصہ اپنے ساتھ رکھ کر باقی لشکر اپنے دو بیٹوں غیاث الدین اور قدیر خاں کی ماتحتی میں روانہ کر دیا۔

جنگ

دو لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اور ظہر کے وقت سے رات تک لڑائی جاری رہی، دونوں طرف کے بہادر داد شجاعت دیتے رہے اور اپنی جانوں کی

درخواست اس شرط پر منظور کی۔ کہ تمام اہل قلعہ اپنے بال بچوں اور مال واسباب کے ساتھ اُردو کے بازار سے گزریں۔ تاکہ عام لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ بادشاہ خوش کردار اور اپنے عہد کا پابند ہے۔

دونگر سین کی بغاوت

اہل قلعہ نے یہ شرط منظور کرلی اور اپنے بال بچوں اور مال واسباب کے ہمراہ قلعے سے باہر نکل آئے۔ سلطان محمود خلجی نے چندیری کی حکومت کا نیا انتظام کیا۔ اور مندو واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ ابھی وہ اس سلسلے میں تیاری کر ہی رہا تھا کہ جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ دونگر سین نے راجہ گوالیار کے تعاون سے محاصرہ کرلیا ہے یہ خبر سنتے ہی سلطان محمود خلجی نے مندو جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

محمود خلجی گوالیار میں

ان دنوں سخت بارشیں ہو رہی تھیں۔ دوسرے چندیری کے طویل محاصرے کی وجہ سے سلطان محمود کا لشکر بہت تنگ گیا تھا۔ لیکن سلطان محمود نے ان باتوں کی پرواہ نہ کی اور گوالیار کی جانب روانہ ہوگیا۔ گوالیار پہنچ کر بادشاہ نے اس علاقے میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا

راجپوتوں سے جنگ

راجپوتوں کا ایک لشکر سلطان محمود سے جنگ کرنے کے لیے قلعے سے باہر آیا۔ سلطان محمود کی فوج راجپوتوں کی فوج سے کہیں زیادہ تھی، اس لیے راجپوت زیادہ دیر تک میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکے اور موقع پاکر واپس قلعے میں چلے گئے۔ دونگر سین کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ اطرافِ شہر سے روانہ ہوا۔ اور گوالیار کی طرف آیا۔ اس کے بعد سلطان محمود خلجی نے مندو کی طرف رخ کیا اور گوالیار کو فتح کرنے کی کوشش نہ کی۔ کیونکہ اس کا مقصد شہر نو کو دونگر سین کے قبضے سے نکالنا تھا اور یہ مقصد بخوبی پورا ہوگیا تھا۔

جامع مسجد اور مقبرۂ سلطان ہوشنگ کی تعمیر

سلطان محمود خلجی نے ۸۴۲ھ میں سلطان ہوشنگ مرحوم کے مقبرے اور جامع مسجد کو، جو رامپوری دروازہ کے قریب ہے اور اٹھائیس (۲۸) ستونوں پر مشتمل ہے، تعمیر کروانا شروع کیا۔ تھوڑی سی مدت میں یہ عمارتیں مکمل ہوگئیں۔

دہلی کے امراء واکابر کے خطوط

۸۴۴ھ میں سلطان محمود خلجی کے نام میوات کے امراء اور دہلی کے اکابر کے بہت سے خطوط وصول ہوئے، جن میں یہ لکھا تھا "سلطان مبارک شاہ بادشاہت کے قابل نہیں ہے اور وہ امور سلطنت کو بخوبی انجام نہیں دے سکتا۔ ملک ظلم وفساد کا مرکز بنا ہوا ہے، غریبوں پر شب و روز ظلم ہوتے ہیں اور کوئی

کہ جن میں نصیر شاہ کی بدعنوانیوں کی شکایت کی گئی تھی۔ اور بادشاہ سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس ظالم شخص کو راہ پہ لائے۔

محمود کی کالپی کو روانگی

سلطان محمود نے چیتور جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ اور نصیر شاہ کی سرزنش کی طرف توجہ کی، اور اس مقصد سے وہ کالپی کی طرف روانہ ہُوا۔ نصیر شاہ کو جب بادشاہ کی آمد کی خبر ملی۔ تو اس نے اپنے معلم علی خاں کو بہت سے تحفے تحائف دے کر سلطان محمود کی خدمت میں بھیجا۔ اور یہ گذارش کی۔ "میرے مخالفوں نے آپ سے میرے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ سراسر جھوٹ ہے، آپ اپنے کسی معتمد امیر کو بھیج کر اصل حالات کی تحقیق فرما سکتے ہیں، اگر آپ میری ذراسی بھی کوئی بدعنوانی دیکھیں تو مجھے جو سزا چاہیں دیں"۔ سلطان محمود چند روز تک نصیر شاہ کے قاصد سے ملنے سے انکار کرتا رہا۔ اور بلا توقف سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔

نصیر خاں کی معافی

شاہی لشکر جب سارنگ پور کے نواح میں پہنچا تو اعظم ہمایوں اور دوسرے ارکین نے بادشاہ سے نصیر شاہ کی سفارش کی۔ اس وجہ سے سلطان محمود نے، نصیر شاہ کا قصور معاف کردیا اور اس کے قاصد علی خاں کو باریابی کا شرف بخشا، بادشاہ نے نصیر شاہ کے ارسال کردہ تحفے قبول کیے اور اس کے نام ایک نصیحت آمیز خط لکھا اور آئندہ راہ راست پہ چلنے کی ہدایت کی۔

سلطان محمود چیتور میں

اس کے بعد سلطان محمود نے سارنگ پور سے چیتور کا رخ کیا۔ اور دریائے بھیم کو پار کرکے چیتور کے علاقے کو تباہ و برباد کرنا شروع کیا۔ بادشاہ ہر روز اپنے لشکر کو دشمن کے علاقے میں بھیجتا اور فتنہ و فساد کا بازار گرم کرتا۔ اس نے چیتور کی رعایا کو بہت تنگ کیا۔ بہت سوں کو قتل کیا اور بہت سوں کو قید کیا۔ مندر مسمار کروا دیئے اور ان کی جگہوں پر مسجدیں تعمیر کروائیں، بادشاہ ہر منزل میں تین تین چار چار دن قیام کرتا۔ آخر کار اس نے چیتور کے سب سے بڑے قلعے کو سلمیر کے قریب قیام کیا۔

قلعے کا محاصرہ

سلطان محمود نے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ راجہ کونبھا محصور ہوکر جنگ کرنے لگا۔ راجپوتوں نے قلعے کے سامنے ایک مندر بنوا رکھا تھا۔ اس مندر سے دور ایک حصار بھی تھا، جس میں راجپوتوں نے سامان جنگ جمع کر رکھا تھا۔ سلطان محمود نے پہلے اسی بت خانے کو فتح کرنے کی کوشش کی اور ایک ہفتے کی محنت کے بعد آخر کار اس مندر کو فتح کرلیا بہت سے راجپوت مارے گئے۔ اور ان کی بھاری تعداد گرفتار ہوئی۔

بازی لگاتے رہے۔ اس کے بعد دونوں اطراف سے طبل بازگشت کی آواز آئی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں پر چلے گئے۔

محمود خلجی کا پریشان کُن خواب

اتفاق سے سلطان محمود خلجی نے اسی رات کو خواب میں دیکھا، کہ چندیری کے چند مفسدوں اور بدمعاشوں نے قلعہ شادی آباد مندو پر حملہ کیا ہے اور سلطان ہوشنگ کے مزار سے چتر اتار کر ایک مجہول النسب شخص کے سر پر سایہ فگن کر دیا ہے صبح کو جب سلطان محمود بیدار ہوا تو اس کے چہرے سے فکر اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

سلطان مبارک سے صلح اور محمود کی واپسی

سلطان محمود پریشانی کے عالم میں دیر تک یہ سوچتا رہا کہ ایسی کیا تدبیر اختیار کی جائے کہ وہ محفوظ و سلامت مالوہ پہنچ جائے۔ سلطان محمود ابھی اسی سوچ بچار ہی میں مستغرق تھا کہ سلطان محمد مبارک شاہ نے بھی جو بہت ڈرپوک اور بے عقل تھا، پریشانی کا اظہار کیا اور علماء کی ایک جماعت کو صلح کی گفتگو کرنے کے لیے سلطان محمود خلجی کے پاس بھیجا۔ اندھا کیا چاہے، دو آنکھیں! سلطان محمود نے فوراً صلح کی شرائط تسلیم کیں، اور ظاہری طور پر سلطان مبارک شاہ کو ممنونِ احسان کر کے مالوہ کی طرف روانہ ہُوا۔

محمود خلجی مندو میں

راستے میں سلطان محمود خلجی کو یہ اطلاع ملی کہ جس رات اس نے خواب دیکھا تھا۔ اسی رات شادی آباد مندو میں چند فتنہ پردازوں نے ہنگامہ و فساد برپا کیا تھا، لیکن اعظم ہمایوں نے اپنی دانشمندی سے اس فتنے کو دبا دیا۔ بعض تاریخی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے، کہ سلطان محمود خلجی اس وجہ سے مالوہ کی طرف روانہ ہوا تھا کہ اسے سلطان احمد گجراتی کی مالوہ پر لشکرکشی کی اطلاع ملی تھی۔ یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ سلطان محمود خلجی نے مندو پہنچ کر امیروں اور اراکین سلطنت وغیرہ کو اعزاز و انعام سے نوازا۔

ظفر آباد کا سفر

اسی سال سلطان محمود ظفر آباد نعلچہ میں آیا۔ اور اس نے اس جگہ ایک عظیم الشان باغ کی بنیاد ڈالی۔ اور اس باغ میں ایک گنبد اور چند بہترین عمارتیں تعمیر کروائیں، کچھ مدت کے بعد بادشاہ نے اپنے لشکر کو نئے سرے سے مرتب و منظم کیا اور ۸۴۶ھ میں راجپوتوں کی سرزنش کے لیے چیتور کی طرف روانہ ہُوا۔

حاکم کالپی کی بدعنوانیاں

سلطان محمود خلجی کو کالپی کے حاکم نصیر ولد عبدالقادر کی مفسدانہ حرکتوں کی اطلاع ہوئی۔ یہ امیر اپنی حد سے تجاوز کر کے نصیر شاہ کا لقب اختیار کر کے مستقل بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ کالپی کی رعایا اور اکابر نے بادشاہ کے نام بہت سے خطوط روانہ کیے

باپ کی لاش کو مالوہ روانہ کر دیا۔

تاج خاں کا اعزاز

سلطان محمود نے اپنے داماد اور عارض لشکر تاج خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب عطا کیا۔ اور وہ لشکر جو مرحوم اعظم ہمایوں کی ماتحتی میں تھا۔ وہ اس جدید اعظم ہمایوں کی ماتحتی میں دے دیا اور پھر بادشاہ لشکرگاہ میں واپس آگیا۔ اس زمانے میں بارشیں شروع ہوگئی تھیں۔ اس لیے سلطان محمود نے ارادہ کیا کہ یہ زمانہ کسی اونچی جگہ پر گزار لیا جائے اور جب برسات کا موسم ختم ہو جائے۔ تو پھر قلعہ جیسور کا دوبارہ محاصرہ کرلیا جائے۔

محمود کے لشکر پر شب خون

راجہ کونبھا نے اس سے قبل کہ سلطان محمود اس پر حملہ کرے، خود ہی سلطان محمود پر ۸۴۶ھ میں جمعے کی رات کو شب خون مارا اس کے ساتھ بارہ ہزار سواروں اور چھ ہزار پیادوں کا ایک جرار لشکر تھا۔ سلطان محمود نے بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے اپنے لشکر کی حفاظت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی اور الٹا اسی کا نقصان ہوا۔ اور بہت سے راجپوت مارے گئے۔

راجہ کے لشکر پر شب خون، فتح اور واپسی

دوسرے روز سلطان محمود خلجی نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ، راجہ کونبھا کے لشکر پر شب خون مارا، راجہ کونبھا زخمی ہو کر بھاگ گیا۔ اور اس کے بے شمار راجپوت سپاہی تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ سلطان محمود نے راجہ کا بہت سا سامان اپنے قبضے میں کرلیا اور اس کامیابی پر خداوند تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔ بادشاہ نے اس کامیابی پر اکتفا کی اور قلعہ جیسور کی فتح کو آئندہ سال پر اٹھا رکھا۔ اس کے بعد بادشاہ مندو میں واپس آگیا اور وہاں مذکور بالا سال میں ماہ ذی الحجہ کے آخر میں ایک مدرسہ اور ہوشنگ شاہ کی جامع مسجد کے سامنے ایک ہفت منزلی مینار تعمیر کروایا۔

ابراہیم شرقی کے سفیر کی آمد

۸۴۷ھ میں سلطان ابراہیم شرقی کا سفیر بہت سے تحفے اور ہدیے لے کر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ گراں قدر اشیاء بادشاہ کے حضور میں پیش کرکے ابراہیم شرقی کا یہ پیغام زبانی دیا۔ "نصیر شاہ بن عبدالقادر مذہب اسلام سے کنارہ کش ہو کر زندیق و ملحد ہو گیا ہے اس نے نماز و روزہ اور دیگر ارکان اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ مسلمان عورتوں کو وہ ہندو سازندوں کے حوالے کر دیتا ہے تاکہ انھیں رقص و سرود کی تعلیم دی جائے۔"

ایک مندر کی تباہی

سلطان محمود خلجی نے یہ حکم دیا کہ مندر کے اندر لکڑیوں کا ڈھیر کر کے اسے آگ لگائی اور اس کی دیواروں پر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ عظیم الشان عمارت جسے راجپوتوں نے سالہا سال کی محنتوں سے تعمیر کروایا، ٹوٹ ٹوٹ کر گر گئی، بتوں کو توڑ توڑ کر قصابوں میں تقسیم کیا گیا تاکہ وہ گوشت تراز و بنا لیں ایک بڑا بت جو سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا، اسے پیس کر چونا بنایا گیا اور پھر یہ چونا پانوں میں ڈال کر راجپوتوں کو کھلایا گیا۔ گویا راجپوت اپنے معبود کو نوش کر گئے۔

سلطان محمود کی خوشی

سلطان محمود اپنی اس کامیابی پر بے انتہا خوش ہوا۔ اس نے ایک ایسے عظیم الشان مندر کو مسمار کیا تھا کہ سلاطین گجرات ایک عرصے کی کوششوں کے باوجود بھی جس کا محاصرہ تک نہ کر سکے تھے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ اصل شہر چیتوڑ کی جانب روانہ ہوا۔

راجہ کونبھا کا فرار

سلطان محمود چیتوڑ کے نواح میں آیا۔ اور اس نے اس قلعے کو جو پہاڑ کے دامن میں واقع تھا، جنگ کر کے فتح کر لیا۔ اور بہت سے راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا، بادشاہ چیتوڑ کے محاصرے کی تیاریاں کر ہی رہا تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ راجہ کونبھا قلعے میں موجود نہیں ہے اور آج ہی قلعے سے نکل کر کوہ پایہ کی جانب بھاگ گیا ہے۔

راجہ کی قلعۂ چیتوڑ میں واپسی

سلطان محمود نے راجہ کونبھا کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنی فوج کے ایک حصے کو اس مقصد کے لیے روانہ کیا۔ شاہی فوج نے راجہ کو جا لیا۔ راجہ کے ساتھ بھی اچھا خاصہ لشکر تھا۔ لہٰذا فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی، راجہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو کر دوبارہ قلعہ چیتوڑ میں پناہ گزین ہو گیا۔

قلعۂ چیتوڑ کا محاصرہ

سلطان محمود نے اپنے لشکر کے حصے کو قلعہ چیتوڑ کے محاصرے پر متعین کیا اور خود ملک کی سرحد پر قیام پذیر ہوا۔ اور وہاں سے روزانہ اپنے لشکر کے مختلف حصوں کو تباہی و بربادی کا بازار گرم کرنے کے لیے روانہ کرنے لگا۔ محمود خلجی نے اعظم ہمایوں کو طلب کیا۔ اور اسے چیتونا کے علاقے پر جو مندسور میں واقع ہے، قبضہ کرنے کے لیے کہا۔

اعظم ہمایوں کا انتقال

بادشاہ کے حکم کے مطابق اعظم ہمایوں مندسور پہنچا، وہاں وہ بیمار پڑ گیا۔ اور اسی بیماری کے سبب اس کا انتقال ہو گیا۔ سلطان محمود کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت غمگین ہوا، اور گریہ و زاری کرتا ہوا مندسور پہنچا، یہاں اس نے اپنے

ہوں اور آپ ہی کو اپنا ملجیٰ و ماویٰ سمجھتا ہوں۔ ان دنوں میں حدود چندیری میں قیام پذیر ہوں۔ میرے بارے میں جو حکم ہو، صادر فرمایا جائے۔ انشاء اللہ اس پر عمل کروں گا۔"

محمود شرقی کے نام محمود خلجی کا پیغام

یہ عریضہ پڑھ کر سلطان محمود خلجی نے سلطان محمود بن ابراہیم شرقی کی خدمت میں اپنا قاصد علی خاں مع بہترین تحفوں کے بھیجا۔ اور یہ پیغام دیا "آپ کی بہترین کوششوں سے نصیر بن عبدالقادر راہ راست پر آگیا ہے اور وہ اپنی بری حرکتوں سے تائب ہوکر آیندہ سلامت روی اور دیانت داری سے کام کرنے کا وعدہ کر رہا ہے نیز اس نے مذہب اسلام کا پابند رہنے کا وعدہ کیا ہے، لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کو معاف کر دیں اور اس کے جو علاقے آپ نے اپنے قبضے میں کیے ہیں اسے واپس کر دیں۔"

محمود خلجی کا عزم چندیری

علی خاں نے جونپور پہنچ کر سلطان محمود شرقی سے ملاقات کی اور سلطان محمود خلجی کے تحفے اس کی خدمت میں پیش کر کے اس کا مذکورہ پیغام بھی سنایا۔ محمود شرقی، علی خاں کو ٹالتا رہا اور اس نے محمود خلجی کے پیغام کا کوئی معقول جواب نہ دیا، محمود خلجی کو اس پر بہت غصہ آیا اور اس نے نصیر خاں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھا۔ اور اس مقصد سے چندیری کی طرف روانہ ہوا۔ یہ واقعہ ماہ شوال سنہ ۸۴۸ھ کا ہے۔

محمود شرقی کی حفاظتی تدابیر

چندیری کی حدود میں نصیر شاہ، سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا، سلطان محمود شرقی کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ شہر سے باہر نکل کر ایرچ میں مقیم ہوا۔ محمود شرقی نے اس علاقے کے خاندان حاکم مبارک ولد جنید خاں کو گرفتار کر لیا۔ اور پھر یہاں سے "جرل" نامی مقام پر پہنچا، اس مقام کو جو راستہ جاتا تھا وہ بہت دشوار گزار اور تنگ تھا، اس لیے کسی دشمن کو ادھر آنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، سلطان شرقی نے اس جگہ اپنے لشکر کے ساتھ قیام کر کے اپنی اطراف کو مستحکم کیا۔

خلجیوں اور شرقیوں میں جنگ

سلطان محمود خلجی نے، محمود شرقی سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کی اور سیدھا کالپی کی طرف روانہ ہوگیا۔ محمود شرقی بھی اس کے تعاقب میں روانہ ہوا، خلجی لشکر نے جب شرقی لشکر کا یہ انداز دیکھا تو انھوں نے شرقیوں پر حملہ کر دیا، اور دشمن کا بہت سا سامان لوٹ کر اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس کے بعد فریقین میں باقاعدہ جنگ ہونے لگی، شام تک جنگ ہوتی رہی۔ اس کے بعد دونوں لشکر میدان جنگ سے اپنی اپنی قیام گاہوں پر واپس آ گئے۔

نصیر شاہ کی شکایت

"کالپی کے حاکم چونکہ سلطان ہوشنگ کے عہد حکومت تک شاہان مالوہ کے مطیع و باج گذار رہے ہیں۔ اس لیے میں نے آپ کو اصل حالات سے آگاہ کر دینا اپنا فرض سمجھا ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ نصیر شاہ کو راہ راست پر لائیے اگر آپ کو اس کی فرصت نہ ہو تو پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی سرکوبی کروں اور اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کروں کہ دوسروں کو عبرت ہو۔"

سلطان محمد کا پیغام سلطان شرقی کے نام

سلطان محمود خلجی نے تحفوں کے ارسال کرنے پہ سلطان ابراہیم شرقی کا شکریہ ادا کیا اور اس کے پیغام کے جواب میں یہ کہلوایا۔" آج کل میرے لشکر کا ایک بڑا حصہ مندسور کے مفسدوں اور بدمعاشوں کی سرزنش کے لیے گیا ہوا ہے۔ اس لیے مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کہ میں نصیر شاہ کی طرف توجہ کروں۔ چونکہ نصیر شاہ کی بدعنوانیوں کو مذہب سے تعلق ہے اس لیے اس معاملہ میں ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ کو بھی دخل دینے کا پورا پورا حق ہے۔ لہذا آپ بڑی خوشی سے نصیر شاہ کو راہ راست پہ لائیں۔ میری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں اور خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اس کار خیر کی جزا دے" اس کے بعد سلطان محمود نے سلطان شرقی کے قاصد کو خلعت و انعام دے کر رخصت کیا۔

سلطان محمود کے بیٹوں کی شادیاں

اس واقعے کے کچھ عرصے بعد سلطان محمود نے اپنے بیٹوں کی شادیاں رچائیں۔ اور اس سلسلے میں ایک عظیم الشان جشنِ مُسرت منعقد کیا اور بارہ۱۲ ہزار قبائیں لشکر کے سرداروں میں تقسیم کیں۔

سلطان شرقی کی کالپی پر لشکر کشی

سلطان شرقی کے قاصد نے جونپور پہنچ کر اپنے بادشاہ کو سلطان محمود خلجی کے جواب سے آگاہ کیا۔ سلطان شرقی بہت خوش ہوا اور اس نے بیس۲۰ ہاتھی اور دوسری گراں قدر اشیاء بطور ہدیہ تشکر سلطان خلجی کی خدمت میں بھجوائیں اور خود ایک زبردست لشکر لے کر کالپی کی طرف روانہ ہُوا۔

نصیر کا عریضہ سلطان محمود کے نام

سلطان شرقی نے نصیر بن عبدالقادر کو کالپی سے نکال دیا۔ نصیر نے سلطان محمود خلجی کے نام ایک عریضہ ارسال کیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔" میں سلطان ہوشنگ کے زمانے سے لے کر اب تک شاہانِ مالوہ کا مطیع و باج گذار رہا ہوں۔ میں نے کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کی جو شاہان مالوہ کے خلاف ہو۔ لیکن اب سلطان ابراہیم شرقی نے مجھے کالپی سے نکال کر خود سارے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں ابتدا سے آپ کا بہی خواہ

قلعۂ منڈل گڑھ پر لشکر کشی

۸۴۸ھ میں بادشاہ نے قلعہ منڈل گڑھ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہُوا۔ سلطان محمود بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دریائے بیاس کے کنارے پہنچا۔ راجہ کونبھا میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ خلجی فرماں روا کا مقابلہ کرتا۔ اس لیے وہ قلعہ منڈل گڑھ میں محصور ہوگیا۔

راجپوتوں سے لڑائی

اس واقعہ کے دو تین روز بعد راجپوتوں کا ایک لشکر قلعے سے باہر نکلا۔ اور سلطان خلجی کے لشکر سے لڑا اگرچہ ان راجپوتوں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ لیکن سلطان محمود کے سامنے ان کا چراغ نہ جلا۔ آخر کار راجپوتوں نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی، اور پیش کش دینا قبول کیا۔ سلطان محمود نے مصلحت وقت کے لحاظ سے اس درخواست کو منظور کیا، اور اپنے پایہ تخت کو واپس آگیا۔

قلعۂ بیانہ پر لشکر کشی

کچھ مدت بعد بادشاہ نے پھر اپنے لشکر کو تیار کیا اور قلعہ بیانہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ بیانہ سے دو کوس کے فاصلے پر قیام کیا۔ اس قلعے کے حاکم محمد خاں نے اپنے بیٹے واحد خاں کو ایک سو گھوڑوں اور ایک لاکھ تنکوں کے ساتھ سلطان خلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس کی اطاعت و وفاداری کا وعدہ کیا۔

حاکم بیانہ کی اطاعت

سلطان محمود خلجی نے محمد خاں کی پیش کش قبول کی اور واحد خاں کو خلعت خاص عطا کیا اور واپسی کی اجازت دی۔ اس کے بعد سلطان محمود نے محمد خاں کے لیے ایک زردوزی قبا اور دوسری اشیاء بھجوائیں۔ محمد خاں نے اس قبا کو زیب تن کیا۔ اور سلطان محمود خلجی کی بے حد تعریف کی۔ بیانہ میں دہلی کے بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری تھا، محمد خاں نے اس کو منسوخ کیا اور اس کی جگہ سلطان محمود خلجی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

قصبۂ بنور کی فتح اور واپسی

اس کے بعد بادشاہ نے مراجعت کی۔ راستے میں بادشاہ نے قصبہ بنور کو جو رنتھنبور کے قریب واقع ہے، فتح کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے تاج خاں سپہ سالار کو آٹھ ہزار سواروں اور پچیس ہاتھیوں کے ساتھ قلعہ چیتور کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ سلطان محمود نے راجہ کوٹہ سے ایک لاکھ پچیس ہزار تنکے بطور پیش کش وصول کیے اور شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہُوا۔

راجہ گنگ داس کا معروضہ

۸۶۵ھ میں قلعہ چینانیر کے حاکم راجہ گنگ داس نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں پیش کش ارسال کی اور یہ معروضہ پیش

ظفر آباد کو محمود خلجی کی واپسی

اس واقعے کے دو تین روز بعد بارشیں شروع ہوگئیں، سلطان محمود خلجی نے یہ محسوس کیا کہ برسات کے زمانے میں معرکہ آرائی سے کچھ حاصل نہ ہوگا، لہٰذا وہ کالپی کے بعض موضعوں کو تباہ و برباد کرکے۔ فتح آباد کی طرف واپس آیا اور یہاں "قصر ہفت طبقہ" کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔

ملک اشرف کی ایرجہ پر لشکر کشی

انھیں دنوں ایرجہ کے باشندوں نے سلطان محمود خلجی سے اس قصبہ کے حاکم مبارک خاں کے ظلم و تشدد کی شکایت کی اور بادشاہ سے اس ظلم و ستم کے سدِباب کی درخواست کی۔ سلطان محمود خلجی نے چندیری کے حاکم ملک اشرف مظفر ابراہیم کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ایرجہ کی طرف روانہ کیا۔ جب اشرف ملک ایرجہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود شرقی نے اس کے مقابلے کے لیے ملک کالو کو اس طرف روانہ کر دیا ہے۔

معرکہ آرائی

ملک اشرف، ملک کالو کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ فریقین قصبہ راتبہ میں ایک دوسرے کے سامنے آئے، دونوں میں زبردست لڑائی ہوئی اور ملک کالو شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ اس کے بعد سلطان شرقی لڑائی کرنے کے لیے آگیا۔ اس لڑائی نے بہت طول کھینچا اور اس سبب سے دونوں طرف کے بہت سے مسلمان مارے گئے۔

شرقی اور خلجی سلاطین میں صلح اور محمود خلجی کی واپسی

شیخ جاپلدہ اپنے زمانے کے ایک مانے ہوئے بزرگ تھے، انھوں نے جب مسلمانوں کے خون کی یہ ارزانی دیکھی تو بڑے پریشان ہوئے، انھوں نے سلطان محمود خلجی اور سلطان محمود شرقی میں ان شرائط پر صلح کروادی کہ سلطان شرقی قصبہ راتبہ اور مہوجہ فوراً نصیر خاں کے حوالے کر دے اور سلطان محمود خلجی اپنے پایۂ تخت کو واپس چلا جائے۔ جب اس واقعہ کو چار ماہ گزر جائیں تو محمود شرقی کالپی سے بھی دست بردار ہوجائے۔ اس سلسلے میں چار ماہ کی مدت اس لیے رکھی گئی کہ اس دوران میں نصیر خاں کی اسلام دشمنی کی حقیقت ظاہر ہوجائے۔ اس کے بعد سلطان محمود خلجی مندو کی طرف روانہ ہوا۔

ایک عظیم الشان شفاخانے کا قیام

۸۴۵ھ میں سلطان محمود خلجی نے ایک شفاخانہ قائم کیا اور اس میں اس زمانے کے بہترین حکیم مولانا فضل اللہ کو مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے متعین کیا۔ اس شفاخانے کے اخراجات کے لیے چند قصبے وقف کیے گئے۔

پر اس نے انسانی ہمدردی سے کام لیا اور سلطان قطب الدین کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں اس کو تخت نشینی کی مبارک باد دی گئی تھی۔ اور سلطان محمد شاہ گجراتی کے انتقال پر اظہارِ افسوس کیا گیا تھا۔

قصبہ برودرہ کی تباہی

اس کے بعد سلطان خلجی نے قصبہ برودرہ میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور کئی ہزار ہندوؤں اور مسلمانوں کو گرفتار کر کے چند روز اسی جگہ قیام کیا۔ محمود خلجی نے اس قصبے کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور خوب جی بھر کے لوٹ مار کی۔ اس کے بعد وہ احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

علاؤالدین سہراب کی غداری

بادشاہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔ علاؤالدین سہراب موقع و محل کا منتظر تھا۔ اور اپنے قدیم آقا سے ملنے کے لیے بے قرار تھا۔ آخر کار اس نے سلطان محمود خلجی سے غداری کی اور سلطان قطب الدین گجراتی کے پاس چلا گیا۔

گجراتی اور مالوی لشکر کی تیاری

سلطان محمود خلجی احمد آباد سے پانچ کوس کے فاصلے پر قصبہ سرکچ میں مقیم ہوا۔ قطب الدین گجراتی نے بھی جنگ کی تیاری کی اور اپنا لشکر لے کر قصبہ سرکچ سے تین کوس کے فاصلے پر قیام پذیر ہوا۔ چند روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ڈٹے رہے، اور کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔

گجراتی لشکر پر شب خون کی ناکام کوشش

یکم صفر ۸۵۵ھ کو سلطان محمود خلجی نے دشمن کی فوج پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ اور اپنی لشکر گاہ سے باہر نکلا۔ جو شخص راستہ بتانے پر متعین تھا وہ خود ہی راستہ بھول گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان محمود کو ساری رات ایک بہت بڑے جنگل میں گزارنی پڑی۔

مالوی لشکر کی تنظیم

دوسرے دن صبح کو سلطان محمود خلجی نے اپنے میمنہ کو سارنگ پور کے لشکر سے تنظیم کیا۔ اور اسے اپنے بڑے بیٹے غیاث الدین کی نگرانی میں دیا میسرہ پر چندیری کے امراء کو مقرر کیا اور اس حصہ لشکر کا نگران اپنے چھوٹے بیٹے فدائی خان کو بنایا بادشاہ نے خود قلب لشکر میں قیام کیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔

معرکہ آرائی

سلطان قطب الدین نے بھی گجراتی لشکر کو مرتب و منظم کیا اور معرکہ آرائی کے لیے میدان کی طرف روانہ ہوا۔ گجراتی اور مالوی لشکروں کے مقدمے ایک دوسرے کے مقابل آئے، گجراتی مقدمہ لشکر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ چندیری کے مقدر امیر ملک اشرف

کیا۔ ان دنوں سلطان محمد شاہ بن احمد گجراتی نے قلعہ جینا نیر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ چونکہ میں ہمیشہ آپ ہی سے امداد طلب کرتا ہوں۔ لہٰذا اس بار بھی ملتمس ہوں کہ میری مدد کی جائے۔

جینا نیر کو روانگی

سلطان محمود نے گنگ داس کی مدد کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے لشکر جمع کر کے جینا نیر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں محمود خلجی کو یہ خبر ملی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی پیش کش وصول کرنے کے لیے ایدر کی طرف چلا گیا ہے۔ اس وجہ سے محمود خلجی واپس لوٹا اور دریائے مہندری کے کنارے قیام پذیر ہوا۔

واپسی

راجہ گنگ داس تیرہ لاکھ تنگے اور چند گھوڑے لے کر مہندری دریا کے کنارے پر آیا اور اس نے سلطان محمود سے ملاقات کر کے پیش کش نذر کی۔ بادشاہ نے راجہ کو خلعت فاخرہ عطا کی اور پھر وہاں سے شادی آباد مندو میں واپس آیا۔ راستے میں بادشاہ نے ایدر کے راجہ کو تین لاکھ تنگے، پانچ ہاتھی اور اکیس گھوڑے انعام میں دیئے۔ اور اسے رخصت کیا۔ اس کے بعد سلطان خلجی ایک عرصے تک مندو ہی میں مقیم رہا اور ملکی انتظامات میں مشغول رہا۔

فتح گجرات کا ارادہ

۸۵۵ھ میں سلطان محمود نے گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کا لشکر تیار کر کے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قصبہ کاتی نوالہ سے گزر کر سلطان پور کا محاصرہ کر لیا۔ اس علاقے میں سلطان محمد شاہ گجراتی کا گماشتہ، ملک علاؤ الدین سہراب تھا، اس نے پہلے تو چند روز تک قلعے سے باہر نکل کر سلطان خلجی کے لشکر سے جنگ کی، لیکن جب اسے اپنے گجراتی فرماں روا کی طرف سے امداد ملنے کی توقع نہ رہی تو اس نے سلطان محمود خلجی سے امان طلب کی۔ اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی۔

احمد آباد کو روانگی

سلطان محمود خلجی نے علاؤ الدین سہراب کے بال بچوں کو تو شادی آباد مندو روانہ کر دیا اور اسے وفاداری کا وعدہ لے کر اپنے مقدمہ لشکر پر نامزد کیا بادشاہ نے سہراب کو "مبارز خاں" کا خطاب دیا۔ اس کے بعد بادشاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

محمد شاہ گجراتی کا انتقال

راستے ہی میں سلطان محمود خلجی کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور اس کا بیٹا سلطان قطب الدین اپنے باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا ہے۔ سلطان محمود خلجی اگرچہ گجرات پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس موقعے

اس شکست کے علاوہ کبھی کسی جنگ میں ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔ اس نے جب بھی کبھی کسی سے لڑائی کی ہمیشہ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران رہا۔ البتہ گجراتیوں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ شکست کیا ہوتی ہے۔

باغیوں کو سزائیں

شادی آباد مندو پہنچ کر سلطان محمود خلجی نے اپنے لشکر کی ترتیب و تنظیم، اور سپاہیوں کی ترتیب کی طرف توجہ کی، اسی دوران میں شہزادہ غیاث الدین بندر سورت کے چند مقامات پر حملہ کر کے واپس مندو آیا۔ انھیں دنوں مشیر الملک المخاطب بہ نظام الملک اور اس کے بیٹوں کے بارے میں بادشاہ کو اطلاعات ملیں کہ یہ لوگ علم بغاوت بلند کرنے کے منتظر ہیں اور کئی مفسدانہ حرکات کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ بادشاہ نے ان باغیوں کو مناسب سزائیں دیں۔

گجراتی بادشاہ سے صلح کا خیال

۸۵۶ھ میں سلطان محمود خلجی نے مارواڑ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کو سلطان قطب الدین گجراتی کی طرف سے خطرہ تھا۔ اس لیے اس نے طے کیا کہ مارواڑ پر حملہ کرنے سے پہلے سلطان قطب الدین سے صلح کرنا ضروری ہے۔ بادشاہ نے اپنے اس خیال کا کسی سے اظہار نہ کیا اور لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور مندو سے قصبہ دھار میں پہنچا۔ یہاں سے تاج خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ گجراتی سرحد کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ صلح کی گفتگو کرے۔

گجراتی وزیروں کے نام تاج خاں کے خطوط

تاج خاں نے قطب الدین گجراتی کے وزیروں کے نام خطوط لکھے اور اپنے قاصدوں کو گجرات کی طرف روانہ کیا۔ اس نے ان خطوط میں یہ لکھا "سلطان گجرات اور سلطان مالوہ کی باہمی عداوت خداوند تعالیٰ کی مخلوق کے لیے ایک بہت بڑا عذاب ہے اس لیے فریقین میں صلح کا ہونا بہت ضروری ہے۔ لہٰذا میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش کریں، تاکہ یہ نیک امر جلد عمل میں آئے۔"

گجراتیوں اور مالویوں میں صلح

سلطان قطب الدین نے بھی اس سلسلے میں وسیع المشربی کا ثبوت دیا۔ اور صلح کی بات چیت شروع کرنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد دونوں طرف کے اکابر یکجا ہوئے اور انھوں نے صلح کے لیے یہ شرط قرار دی: "راجہ کرنپال کے وہ شہر جو گجرات کی سرحد سے متصل ہیں ان پر اہل گجرات قبضہ کریں۔" اس شرط کو طرفین نے تسلیم کر لیا اور ایک دوسرے کی مدد کا وعدہ کیا۔

مہوڑی کے راجپوتوں کا قتل

ہاروتی کے نواح میں بہت سے باغی راجپوتوں نے فتنہ و

مظفر ابراہیم نے مالوی لشکر کے میسرہ سے علیحدہ ہوکر گجراتی لشکر کے میمنہ پر حملہ کیا، گجراتی میمنہ اس حملے کی تاب نہ لا سکا اور میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

ملک اشرف کی بہادری

ملک اشرف نے سلطان قطب الدین گجراتی کی بارگاہ تک گجراتی میمنہ کا تعاقب کیا۔ اس نے دشمن کی فوج کو بڑی بری طرح تباہ و برباد کیا۔ نیز سلطان قطب الدین کے خزانے پر قبضہ کر لیا۔ ملک اشرف کے پاس جس قدر ہاتھی تھے ان پر جتنا بھی خزانہ لادا جا سکا، لادا گیا۔ اور یہ خزانہ وہ مالوی لشکر میں چھوڑ آیا۔ وہ دوبارہ اپنے ہاتھیوں کو دشمن کا بقیہ خزانہ لادنے کے لیے لانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ کیونکہ یہ خبر ملی کہ گجرات کی فوج کے ایک حصے نے شہزادہ فدائی خاں پر شدید حملہ کر کے اسے پریشان کر رکھا ہے۔ شہزادہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

سلطان خلجی کی دلاوری

ملک اشرف نے اپنے ہاتھیوں اور فوج کو ساتھ لیا اور ایک گوشے میں مقیم ہو گیا۔ سلطان محمود خلجی اپنے لشکر کی پراگندگی اور میسرہ کی شکست پر بہت متعجب ہوا۔ لیکن اس صورت حال سے وہ قطعاً شکستہ خاطر نہ ہوا اور صرف چالیس سواروں کے ساتھ نہایت استقلال اور جواں ہمتی سے دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔ جب تک سلطان محمود خلجی کے ترکش میں تیر رہے اس نے اپنی فوج کی کمان داری میں کوتاہی نہ کی۔

محمود خلجی کا شاندار کارنامہ

سلطان قطب الدین گجراتی مع ایک زبردست لشکر کے ایک گوشے میں چھپا ہوا تھا، اس نے جب صورت حال کو اپنے موافق پایا تو وہ اس گوشے سے باہر نکلا اور سلطان محمود خلجی کی طرف بڑھا۔ اس موقعے پر سلطان محمود نے بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اس کے ساتھ تیرہ سوار تھے۔ وہ ان کو لے کر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ میدان جنگ سے نکل گیا اور سلطان قطب الدین کے لشکر گاہ میں، جو میدان جنگ کے پیچھے تھی، جا پہنچا۔ اس نے دشمن کے سراپردہ خاص میں داخل ہو کر شاہی تاج اور کمر بند مرصع کو حاصل کیا۔ اور جلد از جلد اپنے لشکر میں واپس آ گیا۔

مندو کو واپسی

سلطان محمود کے ارد گرد تقریباً پانچ چھ ہزار سوار جمع ہو گئے۔ اور اس نے یہ مشہور کر دیا کہ آج رات وہ دشمن پر شب خون مارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو سلطان محمود شب خون کے بہانے سے روانہ ہوا اور شادی آباد مندو کی طرف چل دیا۔

محمود خلجی کی شکست

گجراتیوں نے سلطان محمود کو یقیناً شکست فاش دی۔ اس کا فرماں روا خلجی کو بہت افسوس ہوا۔ واضح رہے کہ سلطان محمود نے اپنے عہد حکومت میں

لشکر لے کر آخرالذکر کے مقابلے پر آیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ فاروقی فرماں روا زیادہ دیر میدان جنگ میں ٹھہر نہ سکا اور اسیر کی طرف بھاگ گیا۔ محمود خلجی نے اسیر کے بعض نواحی مقامات کو تباہ و برباد کیا۔ اور شادی آباد مندو کی طرف واپس آیا۔

میراں مبارک فاروقی کا بگلانہ میں داخلہ

اسی سال سلطان محمود خلجی کو یہ معلوم ہوا کہ راجہ بگلانہ رائے بالو کا لڑکا بادشاہ کے حضور میں آنے کا خواہاں ہے۔ لیکن میراں مبارک فاروقی اس امر کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس کو روکنے کے لیے وہ بگلانہ میں داخل ہو گیا ہے، سلطان محمود خلجی نے فوراً شہزادہ غیاث الدین کو میراں مبارک فاروقی کی مدافعت کے لیے نامزد کیا۔

راجہ بگلانہ کا لڑکا سلطان محمود کی خدمت میں

میراں مبارک کو جب شہزادہ غیاث الدین کی آمد کی خبر ملی تو وہ خوفزدہ ہو کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ اس کے بعد راجہ بگلانہ کا لڑکا پیش کش لے کر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا بادشاہ نے اس پر بڑی نوازش کی اور اسے اعزاز و اکرام سے نوازا اور واپسی کی اجازت دی۔

چیتور پر لشکر کشی

شہزادہ غیاث الدین رہتور میں آیا، انھیں دنوں سلطان محمود خلجی چیتور میں گیا۔ چیتور کا راجہ بادشاہ سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔ اور اس کی بہت خاطر و مدارات کی۔ راجہ کونبھا نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے تھوڑے سے روپے اور اشرفیاں بھی بھیجیں - ان سکوں پر راجہ کونبھا کی مہر لگی ہوئی تھی، یہ دیکھ کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے راجہ کی پیش کش اسی وقت واپس کر دی۔ اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ چیتور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے۔ شاہی لشکر نے خوب لوٹ مار مچائی: اور بے شمار لوگوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اس قتل و غارت گری کا یہ نتیجہ ہوا کہ دُور دُور تک آبادی کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

راجہ کونبھا کی انکساری

سلطان محمود خلجی نے منصور الملک کو مندسور پر حملہ کرنے کا حکم دیا تاکہ اس مملکت میں تھانیداروں کو متعین کیا جا سکے۔ اس ملک کے بیچ میں سلطان محمود خلجی نے "خلجی پور" کے نام سے ایک شہر آباد کرنے کا ارادہ کیا۔ راجہ کونبھا کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بادشاہ کو پیغام بھجوایا "آپ جس قدر پیش کش چاہیں، یں دینے کو تیار ہوں۔ میں کبھی آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کروں گا اور ہمیشہ آپ کا بہی خواہ رہوں گا۔ آپ سے اس قدر درخواست ہے کہ آپ "خلجی پور" کے نام سے جو شہر آباد کرنا چاہتے ہیں اس کا خیال دل سے نکال دیں۔"

فساد کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ۸۵۸ھ میں سلطان محمود ان باغیوں کی سرزنش کے لیے روانہ ہوا بادشاہ نے قصبہ مھونی میں بہت سے راجپوتوں کو قتل کیا اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر کے مندو بھجوا دیا۔

محمود خلجی بیانہ میں

اس کے بعد سلطان محمود گوالیار سے ہوتا ہوا بیانہ کی طرف روانہ ہوا جب بادشاہ بیانہ کے قریب پہنچا، تو وہاں کے حاکم داؤد خاں نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کش بھیج کر اپنی وفاداری اور اطاعت کا یقین دلایا۔ بادشاہ نے داؤد خاں کو بیانہ کی حکومت پر بحال رکھا۔ داؤد خاں اور یوسف خاں ہندونی میں ایک عرصے سے مخالفت چلی آرہی تھی۔ سلطان محمود خلجی نے ان دونوں کو بلا کر سمجھایا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے بہترین دوست بن گئے۔ بادشاہ نے ہارونی، شہر نوا، اور اجمیر کی حکومت پر شہزادہ فدائی کو متعین کیا، اور خود مندو واپس آگیا۔

ماہور کی فتح کا خیال

اسی سال سلطان علاؤالدین بہمنی کے دو ممتاز امیروں سکندر خاں، اور جلال خاں بخاری نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں عریضے روانہ کیے اور اسے قلعہ ماہور، جو برار کا بہترین حصہ ہے، فتح کرنے کی ترغیب دی، سلطان محمود ایک زبردست لشکر لے کر ہوشنگ آباد کے راستے سے ماہور کی طرف روانہ ہوا۔ محمود آباد کے نواح میں سکندر خاں سلطان محمود خلجی سے آملا۔ اور اس کی ملازمت حاصل کی۔

قلعۂ ماہور کا محاصرہ

سلطان محمود خلجی نے قلعہ ماہور کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان علاؤالدین بہمنی ایک عظیم الشان لشکر لے کر اہل قلعہ کی مدد کے لیے آیا۔ سلطان محمود نے جب یہ دیکھا کہ بہمنی بادشاہ کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے تو اس نے ملک عالی شان، تاج خاں اور سکندر خاں بخاری کو قلعے کے محاصرے پر متعین کیا اور خود واپس ہوا۔[۱]

محمود خلجی کی بگلانہ کو روانگی

سلطان محمود خلجی کو راستے میں یہ اطلاع ملی کہ اسیر کے حاکم مبارک خاں نے بگلانہ کی ولایت پر جو گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہے حملہ کر دیا۔ بگلانہ کا راجہ سلطان محمود خلجی کا مطیع و باج گزار تھا۔ اس لیے سلطان محمود نے اس کی مدد کرنا ضروری سمجھا اور راستے ہی سے بگلانہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ نے اپنی روانگی سے پہلے اقبال خاں اور یوسف خاں کو روانہ کیا۔

میراں مُبارک سے مُقابلہ اور محمُود کی فتح

میراں مبارک فاروقی کو جب سلطان محمود خلجی کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک زبردست

---

[۱] اس واقعہ کی تفصیلات بہمنی فرماں رواؤں کے حالات میں بیان کی جا چکی ہیں۔

دیا اور اجمیر کی حکومت اس کے حوالے کی۔ بادشاہ نے خواجہ اجمیریؒ کے مزار کے مجاوروں کو انعام سے نوازا اور پھر منڈل گڑھ کی طرف روانہ ہوا۔

راجہ کونبھا سے جنگ

بادشاہ نے بیاس ندی کے کنارے قیام کر کے اپنے امیروں کو قلعے کی اطراف پر متعین کیا، راجہ کونبھا نے بھی اپنے لشکر کو تیار کر کے سلطان محمود سے لڑائی کرنے کے لیے قلعے سے باہر بھیجا۔ دونوں لشکروں میں بڑی زبردست لڑائی ہوئی سلطان محمود کے لشکر کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ بہت سے راجپوت بھی کام آئے۔ رات کو لڑائی ختم کر دی گئی۔ اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں پہ آ گئے۔

مندو کو واپسی

دوسرے روز صبح کے وقت تمام امراء اور اراکین سلطنت سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور یہ عرض کیا۔ اسی سال دوسری بار لشکر کشی کی گئی ہے۔ اس لیے لشکر بہت تھکا ہوا ہے، دوسرے برسات کا موسم شروع ہو گیا ہے، اس لیے یہ بہتر ہے کہ حضور اب پایہ تخت کو واپس تشریف لے چلیں، جب بارشیں ختم ہو جائیں، تو پھر اس قلعے کو فتح کرنے کے لیے نکلنا چاہیئے"۔ بادشاہ نے امیروں کا معروضہ قبول کیا اور مندو کی طرف روانہ ہوا۔

منڈل گڑھ پر لشکر کشی

سلطان محمود خلجی نے منڈل گڑھ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد سے بادشاہ ۲۶ محرم ۸۶۱ھ کو روانہ ہوا۔ اس نے ملک کے ہر مندر کو مسمار کروا دیا اور اس طرح ملک سے کفر کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ منڈل گڑھ پہنچ کر سلطان محمود نے یہ حکم دیا کہ تمام درختوں کو جڑ سے کاٹ ڈالا جائے، اور عمارتوں کو ڈھایا جائے۔ نیز آبادی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہنے دیا جائے۔ لشکر نے شاہی حکم کی تعمیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

قلعے کی فتح

بادشاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اور مورچل کو خندق سے پار کر کے قلعہ کے متصل کر دیا بہت معمولی مدت میں بادشاہ نے قلعے کو فتح کر لیا۔ اور راجپوتوں کی ایک بڑی تعداد کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ باقی ماندہ راجپوت ایک دوسرے قلعے میں چلے گئے، جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا۔

راجپوتوں کی امان طلبی

اوپر جا کر راجپوت یہ سمجھے کہ اب وہ دشمن کے چنگل سے نکل آئے ہیں۔ اس وجہ سے انتہائی غرور و تکبر کا مظاہرہ کرنے لگے، اوپر کے قلعے میں پانی کم تھا۔ کچھ دنوں میں ختم ہو گیا۔ اور وہاں کے تمام تالاب خشک ہو گئے۔ اس بلائے ناگہانی کی وجہ سے راجپوت بہت پریشان ہوئے، آخر کار مجبور ہو کر انھوں نے سلطان محمود سے امان طلب کی،

بادشاہ کی مندو کو واپسی

ان دنوں چونکہ برسات کا موسم شروع ہو گیا اور مالوی لشکر کا غیر ملک میں ٹھہرنا مناسب نہ تھا، اس لیے سلطان محمود خلجی نے مہاجہ کونبھا کی درخواست منظور کی اور اس سے حسب خواہش پیش کش وصول کر کے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

مندسور کی فتح کا ارادہ

۸۵۹ھ میں سلطان محمود خلجی نے دوبارہ مندسور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اس مقصد سے ایک زبردست لشکر لے کر روانہ ہوا اس نے اپنے لشکر کو تو مختلف اطراف کی طرف بھیجا۔ اور خود وسط ولایت میں قیام کیا۔ روزانہ بادشاہ کو تازہ ترین خبریں پہنچتی رہتی تھیں، اور وہ اس طرح حالات سے پوری طرح باخبر رہتا

اجمیر کی حالت

شاہی لشکر کا وہ حصہ جو ہارمنی کے نواح میں مقیم تھا، اس کا ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ جس میں یہ لکھا تھا "ہندوستان میں مذہب اسلام کی ترویج و اشاعت کی ابتداء اجمیر سے ہوئی، یہ شہر خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خواب گاہ ہے۔ لیکن آجکل یہاں کفر کا دور دورہ ہے۔ ہر طرف کفار ہی کفار نظر آتے ہیں۔ مذہب اسلام کا اب کوئی اثر یہاں نظر نہیں آتا۔

محمود خلجی اجمیر میں

جس روز سلطان محمود خلجی نے یہ عریضہ پڑھا، اسی روز وہ اجمیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جلد از جلد سفر طے کر کے بادشاہ اجمیر پہنچا اور حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے روضے کے سامنے قیام پذیر ہوا۔ بادشاہ خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح سے امداد طلب کی۔ اور اہل لشکر کو حکم دیا کہ قلعے کو اچھی طرح دیکھ کر مورچل تقسیم کر لیں۔

قلعہ اجمیر پر محمود خلجی کا قبضہ

قلعے کا حاکم گجادھر، راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا اور مسلمانوں کے لشکر سے جنگ کرنے لگا۔ سلطان خلجی کی فوج نے جرأت اور بہادری کا بڑا شاندار مظاہرہ کیا۔ راجپوتوں کے چھکے چھوٹ گئے، اور وہ حواس باختہ ہو کر پھر قلعے کے اندر چلے گئے؛ چار روز تک راجپوت مسلمانوں سے لڑتے رہے، پانچویں روز پھر گجادھر اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا۔ اس بار مسلمانوں نے اپنی ساری قوت صرف کر دی۔ گجادھر مارا گیا اور قلعہ اجمیر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

خواجہ نعمت اللہ کا تقرر

اس عظیم الشان فتح پر سلطان محمود خلجی نے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کے روضے کی زیارت کی بادشاہ نے اجمیر میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی۔ خواجہ نعمت اللہ کو سلطان محمود خلجی نے "سیف خاں" کا لقب

کوتمبر کے نواح میں پہنچ کر قیام کیا۔

دونگر پور پر حملہ

ایک روز بادشاہ قلعے سے ایک کوس کے فاصلے پر مشرق کی جانب سوار ہو کر نکلا۔ اور اس نے شہر کو دیکھ کر کہا "اس قلعے کو آسانی سے فتح کرنا مشکل ہے، جب تک چند سال تک اس کا محاصرہ جاری نہ رکھا جائے، تب تک مقصد پورا کرنا مشکل ہے" ظاہر ہے، بادشاہ کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ کئی سال اس قلعے کی فتح میں صرف کرتا۔ لہٰذا دوسرے روز اس نے اس مقام سے کوچ کیا اور دونگر پور پہنچ گیا۔ اس مقام کا راجہ فرار ہو کر کوہ بیاشہ میں پناہ گزین ہوا۔ راجہ نے بڑی عاجزی اور انکساری سے دو لاکھ تنگے اور بیس گھوڑے بادشاہ کی خدمت میں بطورِ نذرانہ پیش کیے، بادشاہ نے یہ پیش کش قبول کی اور شادی آباد مندو کی طرف چل دیا۔

محمود خلجی دکن میں

ماہ محرم ۸۶۶ھ میں دکن کے تخت پر ایک کمسن لڑکا نظام شاہ جلوہ افروز ہوا۔ چونکہ بادشاہ کمسن تھا اس لیے دکنی امیر پوری طرح بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے تھے۔ نظام الملک غوری کی ترغیب سے سلطان محمود خلجی لشکر تیار کر کے دکن میں گیا جب بادشاہ نے دریائے نربدہ کو پار کر لیا۔ تو اس کے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ اسیر کے حاکم مبارک خاں کا انتقال ہو گیا ہے، اور اس کا بیٹا غازی خاں "عادل خاں" کے لقب سے باپ کا جانشین ہوا ہے۔

عادل خاں والیٔ اسیر کی ستم شعاری

عادل خاں نے تخت پر بیٹھتے ہی ظلم وستم کو اپنا شعار بنایا۔ اور سید کمال الدین اور سید سلطان جیسے امیروں کو بغیر کسی قصور کے قتل کر کے ان کے مکانوں کو تباہ کر دیا۔ اس خبر کے پہنچنے کے چند روز بعد سید جلال (سید کمال الدین، اور سید سلطان کا بھائی) سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے بھائیوں کے قتل کی دکھ بھری داستان سنا کر بادشاہ کو عادل خاں کے ظلم وستم سے آگاہ کیا۔

عادل خاں کی معافی

سلطان محمود کو عادل خاں کی ناشائستہ حرکتوں پر بہت غصہ آیا اور اس نے عادل خاں کو سزا دینے کا پورا ارادہ کر لیا اور اس مقصد سے اسیر کی طرف روانہ ہوا۔ عادل خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اس نے حضرت شکر گنج کے نواسے کو مع پیش کش کے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنے گناہوں سے توبہ کی، محمود خلجی اچھی طرح جانتا تھا کہ قلعہ اسیر کو فتح کرنا مشکل کام ہے، دوسرے اس کے اس سفر کا اصل مقصد دکن کو فتح کرنا تھا، لہٰذا اس نے عادل خاں کا قصور معاف کر دیا اور اس کو آئندہ کے لیے سلامت روی سے کام لینے کی نصیحت کر کے سلطان محمود برار اور ایلچپور کی طرف روانہ ہو گیا۔

راجپوتوں نے دس لاکھ روپیہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور قلعہ خالی کر دیا۔

کفر کی بیخ کنی

یہ واقعہ ۲۵ ذی الحجہ ۸۶۳ھ کا ہے۔ سلطان محمود خلجی نے اس روز خداوند تعالےٰ کا شکر ادا کیا اور دوسرے روز قلعے میں داخل ہوگیا۔ بادشاہ نے تمام مندروں کو مسمار کر کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کروائیں۔ اور قاضیوں، محتسبوں اور خطیبوں، اور مؤذنوں کا تقرر کیا۔

بھیلوارہ کی تباہی

۱۵ محرم ۸۶۳ھ کو سلطان محمود خلجی نے چیتور کو فتح کرنے کے ارادے سے سفر اختیار کیا۔ چیتور کے نواح میں پہنچ کر بادشاہ نے شہزادہ غیاث الدین کو ولایت بھیلوارہ کی تباہی و بربادی کے لیے روانہ کیا۔ شہزادے نے اس ولایت کو خوب جی کھول کر تباہ و برباد کیا اور بہت سے لوگوں کو قید کر کے اپنے ساتھ لایا۔

قلعہ کوندی کی فتح

اس کے کچھ دنوں بعد بادشاہ نے تاج خاں اور فدائی خاں کو قلعہ کوندی کی تسخیر کے لیے نامزد کیا۔ شہزادہ فدائی خاں ایک زبردست لشکر لے کر قلعہ کوندی کے نواح میں پہنچا۔ دوسری طرف سے راجپوت بھی قلعے سے باہر نکلے۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ جس کے نتیجے میں راجپوتوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ بے شمار راجپوت مارے گئے راجپوتوں کی ایک جماعت جو اپنی جان بچانے کی خاطر خندق میں اتر گئی تھی۔ شہزادہ فدائی نے اسے گرفتار کر لیا۔ الغرض شہزادے نے اپنی جرأت و بہادری کی وجہ سے پہلے ہی دن قلعے کو فتح کر لیا۔ اس نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اس فتح کا شکرانہ ادا کیا اور اپنے ایک معتمد امیر کو قلعے کا نگران بنا کر خوشی خوشی اپنے شہر شادی آباد مندو میں آیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی۔

راجپوتوں کی مزید گوشمالی

۸۶۶ھ میں سلطان محمود خلجی نے ایک بار پھر راجپوتوں کی سرزنش کے لیے لشکر تیار کیا۔ اور اپنے پایۂ تخت سے باہر نکلا۔ اور موضع ابار میں قیام پذیر ہوا۔ بادشاہ نے شہزادہ غیاث الدین کو ان شہروں کی تباہی و بربادی کے لیے مقرر کیا۔ شہزادے نے شاہی حکم کی تعمیل کی۔ اور اس ولایت میں قیامت بپا کر کے نواح کوتلمیر پر بھی حملہ کر دیا۔

کوتلمیر کی فتح کے لیے روانگی

اس کے بعد شہزادہ غیاث الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے بادشاہ سے قلعہ کوتلمیر کی بہت تعریف کی، دوسرے ہی روز بادشاہ کوتلمیر کی طرف روانہ ہوگیا۔ راستے میں جتنے بھی مندر ملے انھیں مسمار کر دیا گیا، بادشاہ نے

امداد طلب کی۔ محمود خلجی نے نظام شاہی لشکر کا تعاقب کیا۔ اور شہر بیدر کا محاصرہ کرلیا وہ نظام شاہی سپاہی جو میدان جنگ سے فرار ہوگئے تھے، جوق در جوق فیروز آباد میں بادشاہ کے گرد جمع ہونے لگے۔ یہ اطلاع ملی کہ ملک التجار ایک لشکر جرار لے کر نظام شاہ کی مدد کے لیے آرہا ہے۔ اور یہ توقع ہے کہ وہ جلد اپنے بادشاہ کے پاس پہنچ جائے۔

سُلطان محمُود کی واپسی

یہ صورتِ حال دیکھ کر سلطان محمود خلجی نے اپنے امیروں سے مشورہ کیا۔ کافی سوچ بچار کے بعد آخر یہ طے کیا گیا کہ چونکہ موسم گرما شروع ہوچکا ہے اور رمضان کا مہینہ بھی آنے والا ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ تسخیر دکن کے معاملے کو آئندہ سال تک کے لیے ملتوی کیا جائے، اس کے بعد سلطان محمود خلجی اپنے ملک کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں جو واقعات پیش آئے وہ پہلے بیان کیے جاچکے ہیں۔

دکن پر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری

دکن کو فتح کرنے کا خیال سلطان محمود خلجی کو رہ رہ کر ستاتا تھا۔ ملک التجار کے ہاتھوں بادشاہ کو جس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس کا انتقام لینے کے لیے بھی محمود خلجی کا دل مچلتا تھا۔ ۸۶۷ھ میں بادشاہ نے دوبارہ لشکر تیار کیا۔ اور دکن کو فتح کرنے کے خیال سے روانہ ہوکر ظفر آباد نعلچہ میں قیام پذیر ہوا۔

تھانیدار کھیرلہ کا عریضہ

سلطان محمود ابھی ظفر آباد ہی میں مقیم تھا کہ سراج الملک تھانیدار کا عریضہ آیا جس میں یہ مرقوم تھا کہ" نظام شاہ بہمنی نے نظام الملک کو ایک لشکر جرار کے ساتھ کھیرلہ فتح کرنے کے لیے نامزد کیا ہے۔ اور چند دنوں کے اندر اندر یہاں پہنچنے والا ہے۔

کھیرلہ کو روانگی

یہ عریضہ وصول کرتے ہی سلطان محمود تھانیدار کھیرلہ کی مدد کے لیے روانہ ہُوا۔ راستے میں اسے یہ اطلاع ملی کہ نظام الملک نے ایسے وقت میں جبکہ سراج الملک غریقِ دریائے مئے ناب تھا، کھیرلہ پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کرلیا ہے۔

نظام الملک کا قلعۂ کھیرلہ پر قبضہ

سراج الملک کا بیٹا قلعے سے باہر آیا اور نظام الملک سے معرکہ آرا ہوا۔ لیکن وہ زیادہ دیر تک میدان میں نہ ٹھہر سکا۔ اور حواس باختہ ہوکر قلعے میں واپس چلا گیا۔ نظام الملک بھی قلعے میں داخل ہوا اور قلعے پر قابض ہوگیا۔ اتفاق سے اسی روز راجپوت پیادوں نے موقع پاکر نظام الملک کا کام تمام کردیا۔

دکنی امیروں کی تیاری

سلطان سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مالا پور پہنچا۔ یہاں شاہی جاسوسوں نے بادشاہ کو یہ اطلاع دی کہ نظام شاہی امراء اپنے لشکر کو سرحدی مقامات سے طلب کرکے ایک جگہ جمع کر رہے ہیں۔ نیز شاہی خزانہ سے دو کروڑ تنکے نکال کر اہل لشکر میں تقسیم کیے گئے ہیں اور وہ ڈیڑھ سو (۱۵۰) قوی ہیکل ہاتھیوں کو لے کر شہر کے باہر مقیم ہیں۔

محمود خلجی نظام شاہی لشکر کے مقابلے میں

سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سُنا، اور اس نے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور نظام شاہ بہمنی کے مقابلے پر آیا۔ دکنی وزیروں نے آٹھ سالہ نظام شاہ کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا۔ خواجہ جہاں ملک شہ ترک کو بادشاہ کا مشیر مقرر کیا۔ میمنہ، محمود گیلانی ملک التجار کی نگرانی میں اور میسرہ، ملک نظام الملک ترک کی نگرانی میں دیا۔

لشکر مالوہ کی شکست

ملک التجار نے پیش دستی کی اور سلطان محمود خلجی کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ محمود کے میمنہ کے سردار مہابت خاں حاکم چندیری اور ظہیر الملک وزیر مارے گئے اس وجہ سے مالوی میمنہ منتشر ہو گیا، اور مالویوں کو زبردست شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

نظام شاہ پر محمود خلجی کا حملہ

نظام شاہی لشکر نے دس کوس تک مالویوں کا تعاقب کیا، اور سلطان محمود خلجی کی لشکر گاہ کو بالکل تباہ کر دیا۔ محمود خلجی ایک گوشے میں چھپ گیا اور موقع کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ نظام شاہی سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد اس وقت لوٹ مار میں مصروف ہے اور نظام شاہ چند سپاہیوں کے ساتھ میدان میں کھڑا ہوا ہے، محمود خلجی نے دو ہزار سواروں کو لے کر نظام شاہ پر پیچھے کی طرف سے حملہ کر دیا۔

نظام شاہی لشکر کی تباہی

نظام شاہی قلب لشکر کے سردار خواجہ جہاں نے بڑی مستعدی اور ہوشیاری سے کام لیا اور نظام شاہ کو ساتھ لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہو گیا۔ محمود خلجی کے اس حملے سے صورت حال بالکل برعکس ہو گئی، بے شمار نظام شاہی سپاہی جو لوٹ مار میں مصروف تھے، تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ نظام شاہ کی والدہ ملکہ جہاں اپنے امیروں کی عیاری سے اچھی طرح واقف تھی، لہٰذا اس نے ملّو خاں کو شہر بیدر کی حفاظت کے لیے مقرر کیا۔ اور خود نظام شاہ کو لے کر فیروز آباد میں قیام پذیر ہوئی۔

بیدر کا محاصرہ

ملکہ جہاں نے فیروز آباد سے سلطان محمود گجراتی کے نام ایک خط لکھا اور اس سے

قاسم خاں کو شکست ہوئی، اور وہ ایلچپور کی طرف بھاگ گیا۔ مقبول خاں نے بیس ۲۰ معتبر سرداروں کو قتل، اور تیس (۳۰) سرداروں کو گرفتار کیا۔ اس کے بعد مقبول خاں واپس لوٹا۔ اور کامیاب و کامران محمود آباد پہنچا۔

شاہانِ دکن و مالوہ میں صلح

ماہ جمادی الاول ۸۷۱ھ میں مالوہ اور دکن کے فرماں رواؤں نے ایک دوسرے کے دربار میں اپنے اپنے قاصد روانہ کیے، اور صلح کی بات چیت شروع کی۔ آخرکار بہت حیل و حجت کے بعد اس شرط پر صلح کی، کہ دکنی فرماں روا ایلچپور اور کونڈوارہ یعنی کھیرلہ تک کا علاقہ سلطان محمود خلجی کے حوالے کر دے اور سلطان محمود خلجی آیندہ کبھی پھر دکن پر حملہ نہ کرے اور دکنیوں کے لیے باعثِ زحمت نہ ہو۔ سلطان محمود نے یہ شرط بھی منوائی کہ دکن میں دفتری حساب تاریخ قمری کے اعتبار سے مندرج ہوں اور شمسی تاریخ کا رواج موقوف کر دیا جائے۔

شیخ علاؤالدین کی آمد

اسی سال ماہ ربیع الاول میں ایک مشہور اور زبردست عالم، شیخ علاؤالدین شادی آباد مندو میں آئے، محمود خلجی نے بڑے شاہانہ طریقے سے ان کا استقبال کیا اور بوقتِ ملاقات بغل گیری کی۔

مولانا عمادالدین کی آمد

ماہ ذی الحجہ ۸۷۱ھ میں سید نور محمد بخشی کے قاصد مولانا عمادالدین، سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا نے شیخ کا خرقہ جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے، سلطان محمود کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ مولانا عمادالدین سے بہت محبت سے پیش آیا۔ ایک خاص تقریب منعقد کر کے بادشاہ نے اس خرقہ کو زیب تن کیا اور ملک کے تمام عالموں فاضلوں کو انعامات دیئے۔

محمود آباد میں مسلمانوں کا قتل

ماہ محرم ۸۷۲ھ میں مخبروں نے بادشاہ کو یہ اطلاع دی کہ "مقبول خاں نے محمود آباد کو جو اس وقت کھیرلہ کے نام سے مشہور ہے، تباہ و برباد کیا ہے اور اب فرماں روائے دکن سے امداد کا طالب ہوا ہے، مقبول خاں نے چند ہاتھی، جو اس کے ساتھ تھے کھیرلہ کے رائے زادہ کے حوالے کیے اور رائے زادہ نے قصبہ محمود آباد پر حملہ کر کے ان تمام مسلمانوں کو جو قلعے میں مقیم تھے، قتل کر دیا ہے اور تمام راستے مسدود کر دیئے ہیں۔

محمود خلجی ظفر آباد میں

سلطان محمود خلجی نے یہ خبر سنی اور تاج خاں اور احمد خاں کو اس صورتِ حال کی اصلاح کے لیے محمود آباد روانہ کیا اور خود بھی، اسی سال

محمود کی دولت آباد کو روانگی

یہ خبر جب سلطان محمود کو پہنچی تو اس نے مقبول خاں کو چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ کھیرلہ کی طرف روانہ کیا اور خود انتقام لینے کے لیے دولت آباد کی طرف چل دیا۔ راستے میں راجہ سرکھ اور راجہ جاج نگر کے ملازمین پانچ سو پینتیس (۵۳۰) ہاتھی لے کر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور یہ ہاتھی بطور پیش کش بادشاہ کے حوالے کیے۔ اُن ملازموں کو بادشاہ نے انعام دے کر رخصت کیا۔

خلیفہ عباسی کی طرف سے فرمان و خلعت

اسی زمانے میں جبکہ سلطان محمود خلجی موضع خلیفہ آباد میں مقیم تھا۔ مصر سے امیر المومنین یوسف بن محمد عباسی کا ایک قاصد فرمان سلطنت اور خلعت لے کر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے انتہائی مسرت سے فرمان اور خلعت کا استقبال کیا۔ اور خلیفہ کے قاصد کی بہت عزت کی، اور اسے طرح طرح کے انعام و اکرام سے نوازا۔

محمود خلجی کی واپسی

جب سلطان محمود خلجی دولت آباد کے قریب پہنچا، تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود گجراتی، دکنی فرماں روا کی مدد کے لیے آ رہا ہے، محمود خلجی یہ سن کر بالکندہ کی طرف روانہ ہوا۔ چند علاقوں پر اس نے حملہ کیا۔ اور گونڈوارہ کے راستے سے شادی آباد مندو میں واپس آیا۔

مقبول خاں کا ایلچپور پر حملہ

ماہ ربیع الاول ۸۶۶ھ میں سلطان محمود خلجی نے مقبول خاں کو ایک لشکر کے ہمراہ ایلچپور پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ مقبول خاں نے ایلچپور کے نواح پر قبضہ کر کے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ ایک روز رات کے وقت ایلچپور کے حاکم نے اپنے ہمسایہ حاکموں قاضی خاں اور پیر خاں کو ساتھ لیا اور پندرہ سو (۱۵۰۰) سواروں اور بے شمار پیادوں کے ہمراہ جنگ کے ارادے کے لیے آیا۔

مقبول اور قاضی خاں کی جنگ

مقبول خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے مال غنیمت اور دوسرے سامان کو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ روانہ کر دیا اور خود اپنی فوج کے چیدہ سپاہیوں کے ساتھ وہیں رہا مقبول نے اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت دشمن کے مقابلے پر بھیجی، اور خود بقیہ سپاہیوں کے ساتھ کمین گاہ میں چھپ گیا۔

مقبول کی فتح

جب فریقین میں جنگ شروع ہو گئی تو مقبول خاں نے کمین گاہ سے نکل کر دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ دشمن اس ناگہانی مصیبت کا مقابلہ نہ کر سکا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

دیا۔ اس کے علاوہ شاہ ایران کی مدح میں ایک ہندی قصیدہ بھی لکھ کر خواجہ صاحب کو دیا۔ شاہ ایران اس قصیدے کو پڑھ کر بہت خوش ہوا۔

کھپوارہ کے زمینداروں کی بغاوت

۸۷۳ھ میں سلطان محمود خلجی کی خدمت میں غازی خاں نے اس مضمون کی ایک عرضداشت روانہ کی، کہ۔ "کھپوارہ کے زمیندار حضور کی اطاعت سے منحرف ہیں۔ اور باغیانہ حرکتوں کا ارتکاب کر رہے ہیں۔"

جلال پور — ایک نیا حصار

یہ عریضے پہنچتے ہی سلطان محمود نے ان زمینداروں کی سرکوبی کا انتظام کیا اور ایک زبردست لشکر کھپوارہ کی جانب روانہ کیا۔ بادشاہ خود بھی اس مملکت کے وسط میں مقیم ہوا۔ اس مقام پر محمود خلجی نے ایک حصار کی بنیاد رکھی، جو چھ روز میں بن کر تیار ہو گیا۔ اس حصار کا نام "جلال پور" رکھا گیا اور میرزا خاں کو اس کی حکومت پر متعین کیا گیا۔

شاہِ دہلی کے سفیروں کی آمد

۷ شعبان ۸۷۳ھ میں شیخ محمد عربی اور راجہ گوالیار کپور چند کا بیٹا، دہلی کے بادشاہ سلطان بہلول لودھی کے سفیر بن کر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے، سفیروں نے بہت سے تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور یہ پیغام دیا۔ "سلطان محمود شرقی ہر دم مائل بہ فتنہ و فساد رہتا ہے اور ہمیں تکلیف پہنچانے میں بڑا مستعد رہتا ہے۔ اگر آپ اس سلسلے میں ہماری مدد کریں، دہلی کے نواح میں تشریف لا کر محمود شرقی کو راہ راست پر لے آئیں۔ تو ہم قلعہ بیانہ مع اس کے مضافات کے آپ کی خدمت میں پیش کریں گے، اور جب آپ اپنے پایہ تخت کو جانے لگیں گے تو چھ ہزار گھوڑے بھی ہم آپ کی نذر کریں گے۔"

اس کے جواب میں محمود خلجی نے کہا۔ "جب سلطان حسین دہلی کی طرف روانہ ہو گا۔ میں بھی جلد از جلد تمہاری مدد کے لیے پہنچ جاؤں گا۔" محمود نے ان سفیروں پر طرح طرح کی مہربانیاں کیں، اور انعام و اکرام دے کر رخصت کیا۔

محمود خلجی کی وفات

اس کے بعد سلطان محمود خلجی شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کی ہوا بہت گرم تھی۔ بادشاہ کا مزاج ٹھکانے پر نہ رہا۔ اور وہ بیمار پڑ گیا۔ یہ بیماری رفتہ رفتہ بڑھتی ہی چلی گئی۔ اور آخر کار وہ وقت آ ہی گیا کہ جب انسان اور

ربیع الآخر کے مہینے میں ظفر آباد نعلچہ میں قیام پذیر ہُوا۔

تاج خاں محمود آباد میں

چند دنوں کے بعد سلطان محمود خلجی بھی محمود آباد کی طرف روانہ ہُوا، راستے میں بادشاہ کو تاج خاں کے حالات سے آگاہی ہوئی۔ تاج خاں جب محمود آباد پہنچا تو وہ دسہرہ کا دن تھا۔ راجہ کا بیٹا اس وقت کھانا کھانے میں مصروف تھا۔ اور تاج خاں کی آمد سے بالکل بے خبر تھا۔ تاج خاں چاہتا تو وہ اس وقت رائے زادہ پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر سکتا تھا۔ لیکن تاج۔۔نے دشمن کی غفلت سے فائدہ اٹھانے کو مردانگی کے خلاف سمجھا، اور اپنے ایک ملازم کو بھیج کر رائے زادہ کو اپنے ارادے سے مطلع کر دیا۔

محمود آباد پر تاج خاں کا حملہ

رائے زادہ اسی وقت کھانے سے اٹھ پڑا اور اپنے ملازمین کے ہمراہ میدان جنگ میں آیا۔ تاج خاں اور رائے زادہ کے لشکروں میں جنگ شروع ہوئی، فریقین نے ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن فتح تاج خاں کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی، اس لیے وہی غالب آیا، بے شمار راجپوت مارے گئے اور رائے زادہ ننگے سر اور ننگے پاؤں میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ تاج خاں نے مقبول خاں کے ہاتھیوں اور دیگر سامان پر قبضہ کر لیا۔ محمود آباد بھی تاج خاں کے قبضے میں آگیا۔

گروہ گونداں کی سرزنش

اسی دوران میں تاج خاں کا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچا، جس میں تمام حالات مرقوم تھے، سلطان محمود خلجی یہ عریضہ پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ اور اس نے ملک الامراء، ملک داور کو گروہ گونداں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ جب گروہ گونداں کو یہ خبر ملی تو انھوں نے رائے زادہ کو جو ان کے پاس آگیا تھا۔ گرفتار کر کے تاج خاں کے پاس روانہ کر دیا۔

خواجہ جمال الدین کی آمد

اس کے بعد سلطان محمود خلجی، محمود آباد کی طرف روانہ ہُوا، اور ۸ رجب کو سارنگ پور میں فروکش ہوا۔ کچھ دنوں بعد خواجہ جمال الدین استر آبادی میرزا سلطان ابو سعید کے سفیر کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور سلطان محمود خلجی سے انھوں نے ملاقات کی۔ محمود خلجی خواجہ جمال الدین سے ملاقات کر کے بہت خوش ہُوا۔

خواجہ کی عزّت افزائی

بادشاہ نے خواجہ جمال الدین کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا ان کے ساتھ ہندوستان کے بہت سے تحفے دکپڑا، کنیزیں، ہاتھی اور دیگر سامان ایران کے بادشاہ کے لیے بھجوائے۔ راستے کے اخراجات کے لیے نقد روپیہ بھی

کی تباہی و بربادی اور زوال کا باعث ہوئے اور پھر اپنے اعمال و اطوار میں ان تمام خطرناک اُمور سے پرہیز کرتا تھا۔ یہ امر اس کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ ہے۔

امن وامان

محمود خلجی کے عہد میں چوری اور ڈاکہ زنی بالکل بند ہو تی تھی۔ اگر کہیں اس قسم کی واردات ہوتی تو بادشاہ بعد تحقیق جو مال چوری جاتا اس کی قیمت شاہی خزانے سے ادا کر دیتا۔ اور اس مال کو مقامی حکام سے وصول کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ بلا خوف و خطر زندگی بسر کرتے تھے۔ تاجر اور بیوپاری جنگلوں میں بھی اپنے سامان کو اتنا ہی محفوظ سمجھتے تھے جتنا کہ اپنے گھروں پر۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو ایک شیر نے مار ڈالا۔ اس شخص کی عورت بادشاہ کے پاس فریاد لے کر آئی، بادشاہ نے حکم دیا کہ جب کوئی شیر کہیں نظر آئے اس کو مار ڈالا جائے۔ اس حکم کے بعد بیشمار شیروں کو مارا گیا۔ یہاں تک کہ مالوہ میں اس موذی جانور کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

اس دنیا کا باہمی تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ سلطان محمود خلجی نے ولایت کھوارہ میں ۱۹؍ ذیقعدہ ۸۷۳ھ کو وفات پائی۔

مدّتِ حکومت

سلطان محمود خلجی نے چوبیس سال تک حکومت کی، جب وہ تخت نشین ہوا تھا، اس وقت اس کی عمر بھی چوبیس سال تھی، یہ مطابقت ایک تعجب خیز امر ہے۔ امیر تیمور کے ساتھ بھی یہی اتفاق پیش آیا تھا۔ وہ چھتیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا، اور چھتیس سال ہی تخت نشینی کی تھی۔

کردار

سلطان محمود خلجی کی اور بہت سی فتوحات بھی ہیں لیکن راقم الحروف مؤرخ فرشتہ نے طوالت کے خوف سے انھیں نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ نہایت ہی بہادر اور بلند اخلاق انسان تھا۔ اس کے عہدِ حکومت میں رعایا کا ہر طبقہ خوشحال تھا۔ ہندو اور مسلمان سبھی بادشاہ پر جان چھڑکتے تھے، بادشاہ بھی اپنی رعایا سے اپنے بچوں جیسا سلوک کرتا تھا۔

ذوقِ جنگ و جدل

سلطان محمود خلجی نے دوسرے فرماں رواؤں کی طرح شراب نوشی اور عیش کو اپنی زندگی کا مقصد نہ بنایا۔ اس نے زندگی بھر توسیع سلطنت اور باغیوں کی سرزنش کی کوشش کی۔ اس کا حقیقی عیش اگر کچھ تھا تو وہ یہی ذوقِ جنگ و جدل تھا۔ اس کے آغازِ حکومت سے لے کر وفات کے زمانہ تک شاید ہی کوئی ایسا سال گزرا ہو کہ جس میں کسی نہ کسی مقام پر لشکر کشی نہ کی ہو۔ اس نے ہمیشہ اپنی راحت و آسائش کو میدان کارزار ہی میں پایا اور زندگی بھر اسی روش پر چلتا رہا۔

تاریخ سے دلچسپی

سلطان محمود خلجی میں ایک یہ عادت بہت ہی اچھی تھی کہ وہ تجربہ کار مؤرخوں اور جہاں دیدہ سیاحوں سے گذشتہ زمانے کے حالات سنا کرتا تھا۔ وہ مختلف بادشاہوں اور حکومتوں کے آغاز و انجام کے اسباب و اثرات پر اکثر غور کیا کرتا تھا۔ اور پھر ان کی روشنی میں اپنے لیے صحیح راستے کا تعین کیا کرتا تھا۔ وہ عہد ماضی کے بادشاہوں کے واقعات سے مفید نتائج اخذ کر کے اپنے لیے بادشاہت کے قواعد وضع کیا کرتا تھا۔ اور پھر حتی الامکان ان پر عمل کیا کرتا تھا۔

عاقبت اندیشی

گذشتہ بادشاہوں کے عبرت انگیز اور مفید مطلب واقعات کو وہ ہمیشہ یاد رکھتا تھا۔ اور اپنی مجلسوں میں اکثر اپنے امیروں سے یہ واقعات بیان کیا کرتا تھا۔ سلطان محمود خلجی کا یہ دستور تھا کہ وہ ان اسباب و علل پر گہری نظر رکھتا کہ جو شاہانِ سلف

عورتوں میں عہدوں کی تقسیم

بادشاہ نے راجاؤں اور امیروں کی بیٹیوں کو عہدے عطا کیے، جس طرح شاہی حرم کے باہر امرا میں عہدے تقسیم کیے جاتے ہیں، اسی طرح حرم کے اندر بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ ان عورتوں میں سے کسی کو وکیل، وزیر، دبیر، مشرف، خیردار، نویسندہ اور منجم مقرر کیا۔ اور کسی کو صدر، مدرس، حکم، ندیم، محتسب، مفتی، حافظ اور موذن بنایا، اسی طور سے کنیزوں کو ہنر اور صنعتی تعلیم دلوائی، یہ کنیزیں مختلف کاموں مثلاً آہن گری، مخمل بافی، زرگری، تبرگری، کمان گری، کوزہ گری، جامہ بافی، ترکش دوزی، کفش دوزی، نجاری اور شعبدہ بازی میں ماہر تھیں اور شاہی حرم میں یہ اس قسم کے کاموں میں مصروف رہتی تھیں۔

عورتیں لشکر میں

سلطان غیاث الدین نے پانچ سو (۵۰۰) ترکی کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر تیر اندازی اور نیزہ بازی کی تعلیم دلوائی، اس جماعت کو "سپاہ ترک" کا لقب دیا گیا اور شاہی لشکر کے میمنہ میں داخل کیا۔ اسی طرح پانچ سو (۵۰۰) حبشی کنیزوں کو بھی شمشیر بازی اور تفنگ اندازی کی تعلیم دی گئی اور میسرہ میں داخل کیا گیا۔

حرم سرا میں بازار کا قیام

بادشاہ نے اپنے حرم سرا میں ایک بازار بھی تعمیر کیا اور حکم دیا، کہ اس بازار میں تمام چیزیں انھیں قیمتوں پر فروخت کی جائیں، جن قیمتوں پر شہر میں فروخت ہوتی ہیں، بوڑھی اور بدشکل عورتوں کو شاہی حرم سرا میں داخل نہ کیا جاتا تھا اور نہ ہی وہ کسی خدمت پر فائز رہ سکتی تھیں، اگر اتفاق سے اس قسم کی کوئی عورت شاہی حرم میں آجاتی تو اسے بادشاہ کے سامنے جانے کی اجازت نہ تھی۔

مساوات

یہ ایک تعجب خیز امر ہے کہ شاہی حرم کی تمام عورتوں کو ایک ہی جتنا غلہ اور یکساں جیب خرچ دیا جاتا تھا۔ ہر عورت خواہ وہ بہت خوبصورت ہو یا محض قبول صورت منصب دار ہو یا غیر منصب دار، اسے دو تنگے اور دو من غلہ دیا جاتا تھا۔ بقیہ جانداروں سے بھی، جو حرم سرا میں موجود تھے، یہی سلوک کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ طوطوں، بیناؤں اور کبوتروں کا روزینہ بھی یہی مقرر تھا۔

چوہے کا روزینہ

اس سلسلے میں ایک دلچسپ روایت بیان کی جاتی ہے۔ کہ ایک بار بادشاہ کو شاہی حرم میں ایک چوہا نظر آیا۔ بادشاہ نے اسی وقت اس چوہے کا روزینہ دو تنگے اور دو من غلہ مقرر کر دیا۔ اور ایک کنیز کو یہ حکم دیا کہ روزانہ وہ چوہے کی بل کے پاس غلہ رکھ دیا کرے۔

سُلطان غیاث الدین بن سُلطان محمود خلجی

تخت نشینی

سلطان محمود خلجی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا سلطان غیاث الدین تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ نے رعایا کو خوش کرنے کی ہر ممکن تدبیر کی۔ اس کے چتر پر جو رقم نثار کی گئی تھی۔ بادشاہ نے وہ رقم مستحقین میں تقسیم کر دی۔ بادشاہ کا چھوٹا بھائی فدائی خاں، سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت سے شہر نوا اور دوسرے پرگنوں پر قابض تھا۔ بادشاہ نے اسے بحال و برقرار رکھا۔ اور اس سلسلے میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کیا۔

شہزادہ عبدالقادر کی ولی عہدی

سلطان غیاث الدین نے اپنے بڑے بیٹے عبدالقادر کو ناصر الدین کا خطاب دے کر اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اور اسے عہدۂ وزارت عطا کیا۔ نیز چتر اور بارہ ہزار سواروں کی جاگیر مرحمت فرمائی۔

عیش پرستی

تخت نشینی کی رسم کے بعد سلطان غیاث الدین نے تمام عہدے اپنے تجربہ کار امیروں میں تقسیم کیے اور ان سے کہا کہ میں نے سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں پورے چوبیس سال تک لشکر کشی کی ہے، اُس زمانے میں میرا بہت سا وقت میدان جنگ میں ہی گزرا ہے لہٰذا اب میری آسایش کا وقت آیا ہے۔ مجھے یہ سلطنت جو اپنے باپ سے ترکے میں ملی ہے، میں اس میں مزید توسیع کی خواہش نہیں کرتا۔ اسی پر قانع رہوں گا اور اس کی حفاظت کروں گا۔ اس کے بعد بادشاہ عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ عیش و عشرت کا جو سامان بھی مہیا ہو سکے فراہم کیا جائے۔

عورتوں سے دلچسپی

اس کے بعد بادشاہ کے حرم میں بہت سی خوبصورت اور پری چہرہ کنیزیں جمع ہو گئیں، کوئی ان میں ساز بجانے میں مہارت رکھتی تھی اور کوئی فن رقص میں اپنی مثال آپ تھی۔ ان کنیزوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں بادشاہ کے حرم میں دس ہزار کے قریب کنیزیں اور راجاؤں کی بیٹیاں جمع ہو گئیں۔

دواؤں میں ایک نشہ آور دوا بھی تھی۔ جونہی بادشاہ نے اس کا نام سنا تو یہ حکم دیا۔ "اس معجون کو آگ میں ڈال کر ضائع کر دیا جائے۔" ایک مقرب نے عرض کیا۔ "چونکہ اس پر بہت صرفہ آیا ہے اس لیے یہ بہتر ہوگا کہ حضور یہ معجون کسی اور شخص کو عنایت فرما دیں۔ تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔" بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا۔ "جو چیز میں اپنے لیے ناجائز سمجھتا ہوں وہ میں کسی دوسرے کے لیے کیسے جائز سمجھ سکتا ہوں۔"

انسانی ہمدردی

ایک بار ایک شخص سلطان غیاث الدین کے حاجب شیخ لقمان کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ "میں بادشاہ کی سخاوت اور دریا دلی کی داستان سن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ تاکہ تمہارے ذریعے سے بادشاہ تک پہنچوں، اور اس سے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے مدد مانگوں۔" شیخ لقمان نے اس شخص سے کہا۔ "میں تیری ضرورت کو اپنے ذاتی مال سے پورا کر سکتا ہوں، اس لیے بادشاہ سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس شخص نے کہا۔ "میں تم سے کسی قسم کی مدد لینا نہیں چاہتا، میری خواہش ہے کہ بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے مجھے عطیہ دے کر میری عزت افزائی کرے۔" شیخ نے اس شخص کو بہت سمجھایا اور کہا۔ "میں دوسرے لوگوں کو تو بادشاہ تک اس وجہ سے پہنچا دیتا ہوں کہ ان میں ذاتی قابلیت یا خاندانی بلند نامی ہوتی ہے۔ لیکن تجھ میں یہ دونوں باتیں ہی نہیں ہیں۔ پھر بھلا میں کس طرح تجھے بادشاہ تک پہنچاؤں۔" اس شخص نے جواب دیا۔ "میں نے اپنے آپ کو تجھ تک پہنچا دیا ہے۔ اب یہ تیرا کام ہے کہ تو مجھ کو بادشاہ تک پہنچا دے۔"

آخر کار مجبور ہو کر شیخ لقمان اس شخص کو شاہی دربار میں لے گیا اور اس کو ہدایت کر دی۔ کہ وہ گیہوں کے اس ذخیرے میں سے جو فقیروں کے لیے تولا جا رہا ہے، ایک مٹھی گیہوں لے کر اپنے پاس محفوظ رکھے۔ شیخ لقمان اور وہ سائل دونوں بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ بادشاہ نے لقمان سے پوچھا کہ "یہ شخص کون ہے؟" لقمان نے جواب دیا۔ "یہ اہل استحقاق میں سے ہے اور آپ کے لیے ایک ہدیہ لے کر آیا ہے۔" اس پر بادشاہ نے کہا تو اسے یہاں کیوں لے آیا۔ یہ تو میرا فرض تھا کہ میں اس کے پاس خود جاتا اور ملاقات کرتا۔" اس کے جواب میں لقمان نے عرض کیا۔ اس شخص میں اتنی لیاقت اور قابلیت نہیں ہے کہ حضور اس سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔"

بادشاہ نے کہا۔ "اگر یہ شخص اس قابل نہ تھا تو اس کا ہدیہ تو ضرور اس قابل تھا کہ میں اس کے پاس خود جاتا۔" اس کے بعد بادشاہ نے ہدیہ پیش کرنے کے لیے اصرار کیا۔ اس پر حاجب نے کہا۔ "یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنا ہدیہ جمعہ کے روز مسجد میں آپ کی خدمت میں پیش کرے۔ جمعہ کے روز اس شخص نے بادشاہ کے

حسینوں سے رعایت جن عورتوں اور کنیزوں کو بادشاہ بہت پسند کرتا تھا۔ ان کو بھی روزینہ دوسری عورتوں کے برابر ہی دیا جاتا تھا۔ لیکن ان سے دوسری قسم کی مراعات برتی جاتی تھیں، مثلاً یہ کہ انھیں طلائی اور مرصع زیورات اور دیگر گراں قدر اشیاء مرحمت کی جاتی تھیں۔

سخاوت و دریا دلی بادشاہ کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر رات اپنے تکیے کے نیچے ایک سو اشرفیاں رکھ کر سوتا تھا۔ اور صبح ہوتے ہی ان اشرفیوں کو محتاجوں اور مستحقوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ بادشاہ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ جب کبھی وہ اپنے بیوی بچوں کو دیکھ کر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو لفظ "شکر" جونہی زبان سے نکلے اسی وقت غریبوں میں پچاس ٥٠ تنکے تقسیم کر دیئے جائیں۔ اس کے علاوہ بادشاہ کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی وہ دربار کرتا یا سوار ہوتا تو اس وقت جس کسی سے گفتگو ہوتی اس کو ایک ہزار تنکے مرحمت کیے جاتے۔

خوفِ خدا شاہی حرم میں ایک ہزار کنیزیں ایسی تھیں کہ جنھوں نے قرآن حفظ کر رکھا تھا۔ بادشاہ نے یہ حکم کر رکھا تھا کہ جب وہ لباس تبدیل کرے، اس وقت تمام کنیزیں قرآن مجید ختم کرکے شاہی لباس پر دم کریں۔ جب ایک گھڑی رات باقی رہ جاتی تھی تو بادشاہ بیدار ہوکر ذکر الٰہی میں مصروف ہوجاتا تھا۔ اس نے اہل حرم کو تاکید کر رکھی تھی کہ تہجد کی نماز کے لیے اسے ہر قیمت جگایا کریں، اگر ضرورت ہو تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دیا کریں۔ اگر وہ گہری نیند میں مستغرق ہو تو اسے زور سے جھنجوڑا کریں۔ اور اگر اس سے بھی اس کی نیند نہ کھلے تو اس کا بازو پکڑ کر اٹھا دیا کریں۔ الغرض عیش پرستی کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے دل میں خدا کا خوف بھی جاگزیں تھا۔

آخرت کا خیال بادشاہ نے یہ بھی حکم دے رکھا تھا کہ جب وہ عیش پرستی میں مشغول ہو یا دنیاوی امور میں مصروف ہو تو اس کے سامنے ہر ایسی چیز لائی جائے کہ جس پر کفن کا اطلاق ہو سکے۔ تاکہ وہ اپنے انجام سے بے خبر نہ رہے اور اسی وقت مجلس سے اٹھ کر وضو کرے اور خداوند تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔

نشہ آور چیزوں سے نفرت شاہی مجلس میں غیر شرعی باتوں اور غیر اخلاقی امور پر گفتگو کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ سلطان غیاث الدین نشہ آور چیزوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔ ایک بار بادشاہ کے لیے معجون تیار کی گئی، جس پر ایک لاکھ تنکہ خرچ ہوا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس معجون کے اجزاء کی تفصیل بتائی جائے۔ اس میں تین ۳۰۰ سو سے زیادہ ادویات شامل تھیں۔ ان

حسن و جمال اور درباری کی نظر انتخاب کی بے حد تعریف کی۔ درباری نے بادشاہ سے کہا کہ میں نے اس لڑکی کو کئی ہزار تنکوں میں خریدا ہے۔

لڑکی کے والدین کی فریاد

درباری اس لڑکی کو چوری چھپے اغوا کر کے لایا تھا۔ لڑکی کے ماں باپ بڑے پریشان تھے، اور اس کی تلاش میں سرگرداں تھے، آخر کار انھوں نے پتہ چلا لیا کہ لڑکی کہاں ہے۔ لڑکی کے والدین بادشاہ سے فریاد کرنے کے لیے آئے۔ ایک روز جب کہ سلطان غیاث الدین کی سواری گزر رہی تھی تو ان لوگوں نے راستے میں کھڑے ہو کر فریاد کی، بادشاہ نے اسی وقت اپنی سواری روک لی، اور اسی مقام پر بیٹھ کر علماء کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔

سلطان غیاث الدین کا انصاف

علماء جب آ گئے تو سلطان غیاث الدین نے ان سے کہا "مجھ پر شرعی حکم جاری کیا جائے۔" داد خواہوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انھوں نے کہا "ہمارا منشا یہ تھا کہ لڑکی اگر اغوا کرنے والے کے پاس ہوتی، تو اسے سزا دی جاتی، لیکن اب جب کہ لڑکی آپ کے پاس ہے تو ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے، بلکہ یہ امر ہمارے لیے باعث فخر ہے، اور ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے ہمیں اس قابل سمجھا۔"

یہ سن کر بادشاہ نے علماء سے کہا "اگرچہ لڑکی کے والدین کے اس بیان کے بعد وہ لڑکی مجھ پر مباح ہو گئی ہے۔ لیکن ایام گذشتہ کی تلافی میں جو حکم شرعی ہو اسے پورا کرو، خواہ اس سلسلے میں مجھ کو قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔" علماء نے کہا "جو کام نادانستہ طور پر عمل میں آئے، وہ معافی کے قابل ہوتا ہے، اور کفارہ سے اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔" اس واقعے سے بادشاہ بہت شرمندہ ہوا، اور اس نے حکم دے دیا کہ آئندہ سے تمام اشخاص عورتوں کی فراہمی کا کام بالکل بند کر دیں۔

بادشاہ کی سادہ لوحی

سلطان غیاث الدین کی سادہ لوحی اور حسن اعتقاد کے بارے میں یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز ایک شخص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور گدھے کا ایک سُم بادشاہ کو دکھا کر کہنے لگا: "یہ سُم حضرت عیسےٰؑ کے گدھے کا ہے"۔ بادشاہ نے اسی وقت اپنے عاملوں کو حکم دیا کہ پچاس ہزار تنکہ سیاہ دے کر اس سُم کو خرید لیا جائے۔

خوش اعتقادی

اس کے بعد تین دوسرے اشخاص بھی حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا سُم لے کر آئے، اور بادشاہ نے ان تینوں سے پچاس پچاس ہزار تنکے پر وہ سُم

حکم سے منبر پر چڑھ کر وہی گیہوں بادشاہ کے دامن میں ڈال دیئے۔ یہ اس کا ہدیہ تھا، اس کے عوض بادشاہ نے اس شخص کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا۔

خوب سے خوب تر کی تلاش

ایک روز سلطان غیاث الدین نے اپنے مقربین سے کہا۔ "میرے حرم میں کئی ہزار عورتیں ہیں۔ اگرچہ ان میں حسن و جمال کی کمی نہیں، اور ایک سے ایک عورت میرے سامنے رہتی ہے۔ لیکن جس حسن کو میری نگاہیں ڈھونڈتی ہیں، وہ مجھے آج تک نہیں ملا۔ کاش! مجھے کوئی ایسی صورت مل جاتی جس سے میرے دل و نگاہ مطمئن ہو جاتے"۔

حسن کا معیار

اس موقعے پر ایک مقرب نے بادشاہ سے عرض کیا: "جو لوگ عورتوں کی فراہمی پر مامور ہیں، وہ عقل کے کچے ہیں۔ انھیں یہ علم نہیں ہے کہ حسن کیا ہے؟ اسی وجہ سے اب تک وہ آپ کو مطمئن کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اگر یہ خدمت میرے سپرد کی جائے تو ممکن ہے کہ آپ کی پسند کے موافق کوئی عورت مجھے مل جائے۔ بادشاہ نے اس درباری سے پوچھا "تمہارے نزدیک حسن کا معیار کیا ہے؟" درباری نے جواب دیا۔ "میرے نزدیک کمال یہ ہے کہ اگر کسی حسین کے جسم کا ایک حصہ نظر آجائے، تو دیکھنے والا اس حصے کے حسن میں اتنا محو ہو جائے کہ اس کو دوسرے حصوں کو دیکھنے کی تمنا نہ رہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی حسین کا قامت دیکھے تو اس پر اس حد تک فریفتہ ہو جائے کہ پھر حسین کا چہرہ دیکھنے سے بے نیاز ہو جائے"۔ بادشاہ کو حسن کی یہ تعریف بہت پسند آئی اور اس نے اپنے اس درباری کے ذوق جمال کو سراہا اور اجازت دی۔ کہ وہ حسن کو تلاش کرے۔

ایک مثالی حسین کی تلاش

اس درباری نے تمام ملک محروسہ کا سفر کیا اور سارے ملک کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن اسے کوئی عورت حسب خواہش دستیاب نہ ہو سکی۔ آخر کار وہ درباری مایوس ہو کر واپس آگیا۔ اتفاق سے ایک روز اس درباری نے ایک لڑکی کو دیکھا جو خراماں خراماں جا رہی تھی، اس لڑکی کا قامت اور طرز رفتار، بڑی دلکش تھی، درباری نے اسے دیکھا اور بہت خوش ہوا۔ اور جب لڑکی سے اس کا سامنا ہوا، تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ جس صورت کا تصور کیے ہوئے تھا اس سے یہ لڑکی ہزار گنا زیادہ خوبصورت تھی۔

گوہر مراد

درباری نے جس طرح بھی ہو سکا۔ اس لڑکی کو حاصل کر لیا۔ اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ اس لڑکی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے لڑکی کے

سمجھنے لگا ہے، اور اس نے قصبہ پالن پور میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کر رکھا ہے۔"

بہلول کی مدافعت

یہ سنتے ہی سلطان غیاث الدین نے چندیری کے حاکم شیر خاں بن مظفر خاں کو لکھا: "بھیلسہ اور سارنگ پور کا لشکر لے کر سلطان بہلول لودھی کی تادیب کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ جب شیر خاں کے پاس شاہی فرمان پہنچا تو وہ لشکر تیار کر کے بیانہ کی طرف روانہ ہوا۔

بہلول کا فرار

سلطان بہلول لودھی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ شیر خاں کا مقابلہ کرتا۔ اس لیے وہ بیانہ سے کوچ کر کے دہلی کی طرف چلا گیا۔ شیر خاں بھی اس کے تعاقب میں دہلی کی طرف چل دیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر بہلول لودھی نے صلح کا ہاتھ بڑھایا اور شیر خاں کو پیش کش دے کر واپس کر دیا۔ شیر خاں نے پالن پور کو از سر نو آباد کیا اور پھر چندیری چلا آیا۔

نحوست کا اثر

نظام الدین احمد بخشی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ۸۸۷ھ میں زحل اور مشتری برج عقرب میں ایک ہی درجہ و دقیقہ میں یک جا ہوئے اور پانچوں کواکب بھی ایک ہی برج میں جمع ہو گئے۔ اس وجہ سے نحوست کا اثر بہت سے ملکوں پر پڑا، خاص طور پر خلجی ممالک میں توڑ بہ دست انتشار پیدا ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان بہلول لودھی کی آمد اور پالن پور کی تباہی کا سبب یہی نحوست ہے۔

شیخ سعد اللہ لاری کا انتقال

۱۱ رجمادی الآخر ۹۰۲ھ میں اس کے عہد کے مشہور محدث، مفسر اور محقق شیخ سعد اللہ لاری المشہور بہ مندوی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انھیں سلطان محمود خلجی کے گنبد میں دفن کیا گیا۔

شہزادوں کی مخالفت

۹۰۳ھ میں سلطان غیاث الدین کی صحت جواب دے چکی تھی، بڑھاپے کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو چکا تھا۔ باپ کی یہ حالت دیکھ کر شہزادوں میں سخت مخالفت ہو گئی۔ ایک طرف شہزادہ ناصر الدین تھا اور دوسری طرف شجاعت خاں، المعروف بہ علاؤ الدین، ان دونوں کی والدہ رانی خورشید (جو راجہ بگلانہ کی بیٹی تھی) نے اپنے بیٹے، شہزادہ شجاعت خاں کا ساتھ دیا۔ اور تمام امیروں کو شجاعت خاں کا بہی خواہ بنا دیا۔

شہزادہ ناصر الدین کا فرار

ملکہ خورشید نے سلطان غیاث الدین کو شہزادہ ناصر الدین سے سخت بدظن کر دیا۔ بادشاہ نے شہزادے کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ یہ خبر جب شہزادے کو معلوم ہوئی تو ۹۰۵ھ میں مندو سے بھاگ گیا۔

خرید لیے۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا۔ اس کے پاس بھی ایک سُم تھا۔ بادشاہ نے وہ سُم بھی اسی قیمت پر خرید لیا۔ اس پر ایک درباری نے بادشاہ سے کہا۔ کیا حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کے پانچ سُم تھے جو آپ نے پانچواں سم بھی پچاس ہزار تنکوں کے عوض خرید لیا اس کے جواب میں بادشاہ نے کہا "ہوسکتا ہے یہ سچ بول رہا ہو۔ اور اس سے کسی اور نے کذب بیانی کی ہو۔"

شکار کا شوق

سلطان غیاث الدین کو شکار سے بہت دلچسپی تھی، اس نے بہت سے آہو خانے بنوائے اور ان میں انواع و اقسام کے جانور اور پرندے جمع کیے، بادشاہ عورتوں کو ہمراہ لے کر سوار ہوتا اور آہو خانے میں شکار کھیلتا تھا۔

عیش و عشرت میں انہماک

بادشاہ کو خوبصورت اور پری چہرہ عورتوں کی صحبت اور نغمہ و رقص سے بے انتہا انسیت تھی۔ اسی وجہ سے اس کا زیادہ وقت حرم سرا کے اندر ہی گزرتا تھا۔ عام طور پر یہی ہوتا تھا کہ بادشاہ تھوڑی سی دیر کے لیے دربار میں آتا، تخت پر بیٹھتا، امراء و اراکین سلطنت کا سلام لیتا۔ اور چند بہت ہی ضروری اور اہم امور کا تصفیہ کر کے فوراً حرم سرا کے اندر چلا جاتا۔ باقی تمام امور وکیلوں اور وزیروں کے سپرد کر دیئے جاتے، اور یہی لوگ ان کا تصفیہ کرتے، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بادشاہ کئی کئی ہفتوں تک حرم سرا سے باہر نہ نکلتا۔ ایسے ایام میں یہ حکم تھا کہ اگر کوئی بہت اہم، ضروری کام آپڑے یا سرحدی مقامات سے کوئی عرضداشت آئے تو اس سے بادشاہ کو مطلع کیا جائے۔ اس کے علاوہ، دیگر امور وزیر خود ہی انجام دے لیا کریں۔ اس طرح بادشاہ کے عیش و عشرت میں سلطنت کی ذمہ داریاں دخل انداز نہیں ہوتی تھیں۔

پالن پور میں بہلول لودھی کا ہنگامہ

سلطان غیاث الدین کا عہد حکومت بہت ہی پُرامن تھا۔ اس زمانے میں کسی قسم کا انتشار پیدا نہ ہُوا۔ اس قسم کا صرف ایک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یعنی ۸۸۹ھ میں دہلی کے بادشاہ سلطان بہلول لودھی نے پالن پور کے مضافات رنتھنبور یعنی شہر نو میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ یہ خبر مندو میں پہنچی لیکن کسی شخص کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ سلطان غیاث الدین کو اس بدنظمی سے آگاہ کرتا۔

سُلطان غیاثُ الدّین کا مُطلّع ہونا

آخر کار احسن خاں نے جرأت کی اور ایک روز موقع پاکر بادشاہ سے عرض کیا "سلطان بہلول لودھی سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں پیش کش کی ایک بھاری رقم بھجوایا کرتا تھا۔ لیکن اب وہ اپنے آپ کو کچھ

سلطان ناصر الدّین بن سلطان غیاث الدّین خلجی

ولادت

ناصر الدین جن دنوں پیدا ہوا تھا، ان دنوں سلطان محمود خلجی بقید حیات تھا۔ اس کی پیدائش کی محمود خلجی کو بہت خوشی ہوئی تھی اور اس نے ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا تھا، جو ایک مہینے تک جاری رہا تھا۔ محمود نے چہیتے پوتے کی ولادت کو خداوند تعالیٰ کا ایک گرانقدر عطیہ سمجھا اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس نے تمام رعیت کو اور خاص طور پہ عالموں اور فاضلوں کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا۔

ابتدائی حالات

نجومیوں نے نومولود شہزادے کے مستقبل کے حالات وضاحت سے بیان کیے اور ساتویں روز سلطان محمود خلجی نے اس کو گود میں لیا اور بزرگانِ دین کی خدمت میں آیا۔ شہزادے کا نام اس وقت عبدالقادر رکھا گیا۔ جب ناصر الدین سنِ بلوغ کو پہنچا تو سلطان غیاث الدین نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا اور وزارت کا عہدہ اس کے حوالے کیا۔ الغرض بچپن سے جوانی تک ناصر الدین کی تربیت بڑے عمدہ طریقے سے ہوئی۔

شجاعت خاں کی مخالفت

ناصر الدین کا چھوٹا بھائی شجاعت خاں (المشہور بہ علاؤ الدین) اگرچہ ظاہری طور پہ تو اپنے بڑے بھائی کا حامی اور فرمانبردار تھا، لیکن باطنی طور پہ وہ ناصر الدین کے بہت خلاف تھا۔ اور اس سلسلے میں وہ ہمیشہ موقع و محل کا منتظر رہتا تھا تاکہ کسی وقت بھی اپنے بھائی کی مخالفت سے غافل نہ ہو۔

غیاث الدین سے شکایت

سلطان غیاث الدین خلجی کے عہدِ حکومت کے آخر میں ایک روز شہزادہ شجاعت خاں نے بادشاہ سے کہا، "ناصر الدین آج کل کسی اور ہی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ اس نے بدمعاشوں اور لفنگوں کی ایک جماعت جمع کر رکھی ہے۔ اور ابھی سے حکومت کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے ہیں۔ وہ آپ کو معزول کر کے خود بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ اگر آپ نے اس وقت اس کو درست نہ کیا، تو

ناصر الدین کے قتل کی سازش

شہزادہ ناصر الدین کے تمام مال و اسباب پر شہزادہ شجاعت خاں نے قبضہ کر لیا اور پھر آخر الذکر ناصر الدین کو قتل کرنے کے خواب دیکھنے لگا۔ ناصر الدین کو جب اس سے آگاہی ہوئی تو وہ وسط مملکت میں چلا گیا۔ وہاں آس پاس کے تمام امراء اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے بہت قوت حاصل کر لی۔

ناصر الدین مندو میں

ناصر الدین نے لشکر تیار کیا اور مندو میں آکر شہر کا محاصرہ کر لیا یہ شہزادہ چونکہ ایک عرصے تک وزارت کے منصب پہ فائز رہ چکا تھا۔ اس لیے بہت سے لوگ اس کے بہی خواہ بن گئے۔ ان لوگوں نے ایک دم قلعے کا دروازہ کھول دیا اور ناصر الدین قلعے میں داخل ہو گیا۔

شجاعت خاں اور اس کے بیٹوں کا قتل

شجاعت خاں قلعے کی حفاظت پر متعین تھا، اس نے فرار ہو کر سلطان غیاث الدین کے محل میں پناہ لی۔ ناصر الدین نے بڑی بے ادبی کا مظاہرہ کیا اور ایک جماعت کو رانی خورشید، اور شہزادہ شجاعت خاں کی گرفتاری کے لیے نامزد کیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی، اور شجاعت خاں اور اس کے بیٹوں کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ناصر الدین نے باقاعدہ بادشاہت شروع کر دی۔

سلطان غیاث الدین کی وفات

سلطان غیاث الدین امور سلطنت سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشین ہو چکا تھا، بیماری اور بڑھاپے کے بعد اس نئے غم نے اس کو ختم کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ناصر الدین نے غیاث الدین کو زہر دے کر ہلاک کیا۔ اس وجہ سے ناصر الدین ساری دنیا میں بدنام ہے۔

سلطان غیاث الدین نے تینتیس (۳۳) سال تک حکومت کی۔

مولی خاں بقال کا قتل

شیخ حبیب اللہ اور سہیل خواجہ سرا نے جب یہ دیکھا کہ مولی خاں بقال کا وجود فتنہ و فساد کی جڑ ہے تو انھوں نے اس جڑ ہی کو کاٹ دیا۔ ان دونوں نے مولی خاں کو شاہی حرم سرا کے اندر سے جا کر مار ڈالا۔ ملکہ خورشید نے بادشاہ سے اس واقعے کو خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا۔ بادشاہ نے مکھن خاں کو حکم دیا کہ وہ شہزادہ ناصر خاں کے مکان سے شیخ حبیب اللہ اور سہیل خواجہ سرا کو گرفتار کر کے لائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ "ناصرالدین کی عزت کا پورا پورا خیال رکھنا۔ اس کی شان میں کسی قسم کی گستاخی نہ کرنا۔ ورنہ شہزادہ یہ کہے گا۔ کہ بادشاہ اپنے ملازموں سے ولی عہد کی بے عزتی کرواتا ہے۔"

شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل کا فرار

کسی نہ کسی طرح شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل کو اس واقعے کی اطلاع ہوگئی۔ وہ ناصرالدین کے مکان سے نکل کر جنگل کی طرف چلے گئے۔ راستے میں یہ دونوں بلند آواز سے کہتے جاتے تھے۔ "ہم قاضی کے مکان کی طرف جا رہے ہیں۔ جس کو مولی خاں کے خون کا دعویٰ ہو، وہ قاضی کے مکان پر آئے۔"

ناصرالدین سے قاتلوں کی طلبی

مکھن خاں، ناصرالدین کے مکان پر آیا اور یہ پیغام بھجوایا "مولی خاں کے قاتلوں کو میرے حوالے کر دیا جائے۔" ناصر خاں نے جواب دیا۔ خواجہ سہیل اور شیخ حبیب اللہ نے میرے حکم یا ارشاد سے مولی خاں کو قتل نہیں کیا ہے۔ مجھے قطعاً معلوم نہیں ہے کہ یہ دونوں اشخاص کس طرف بھاگ گئے ہیں۔

ناصرالدین کے مکان کا محاصرہ

بادشاہ نے اگرچہ مکھن خاں کو کہہ دیا تھا کہ ناصرالدین سے کسی قسم کی بے ادبی نہ کی جائے لیکن مکھن خاں بقال نے ملکہ خورشید کے کہنے پر ناصرالدین کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ تین[۳] روز تک جاری رہا۔

ناصرالدین کے نام سلطان غیاث الدین کا پیغام

انھیں دنوں سلطان غیاث الدین اپنی بیماری کی وجہ سے زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ اس نے ناصرالدین کو یہ پیغام دیا "اگر تمھیں میری ذات سے کوئی تکلیف پہنچی ہو، تو اسے فراموش کر دو۔ میں بہرحال تمہارا باپ ہوں، اور ہم دونوں میں جو رشتہ ہے، وہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ میرے دل میں تمہاری بڑی محبت ہے۔ اس لیے میں زیادہ دیر تک تمہاری مفارقت برداشت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا تم پہلے کی طرح میرے پاس آ جاؤ۔"

باپ بیٹے میں صلح

ناصرالدین کو اچھی طرح معلوم تھا کہ موجودہ حالات میں شاہی محل میں جانا خطرے

پھر نتائج بڑے خطرناک ہوں گے۔"

غیاث الدین کا اقدام

یہ سن کر سلطان غیاث الدین کو بہت غصہ آیا۔ اور اس نے شہزادہ ناصر الدین کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن شہزادے کی خوش قسمتی سے اس کی نوبت نہ آئی۔ اور غیاث الدین نے یہ ارادہ ترک کر کے شہزادے کو لطف و کرم سے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی۔ بادشاہ نے ناصر الدین کے منصب اور جاگیر میں گراں قدر اضافہ کیا۔ اور عارض ممالک کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر صبح کو تمام امیروں اور لشکر کے سرداروں کے ساتھ ناصر الدین کی قیام گاہ میں آیا کرے۔

ناصر الدین کی قوت میں اضافہ

اس صورتِ حال سے شہزادے کی قوت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی اور وہ بڑی ثابت قدمی سے ملکی و مالی امور کا تصفیہ کرنے لگا۔ اس نے ہر مقام پر اپنے گماشتے مقرر کیے۔ خاصہ کے پرگنوں کے عمال مولی خاں اور لکھن خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل کو نامزد کیا۔

ملکہ خورشید کی روش

ملکہ خورشید کو اپنے چھوٹے بیٹے شہزادہ شجاعت خاں سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اور بڑے بیٹے یعنی ناصر الدین سے کبیدہ خاطر تھی۔ ایک روز رانی خورشید نے شجاعت خاں کے مشورے سے سلطان غیاث الدین سے کہا: "ملک محمود کوتوال اور سونداس بقال بڑے دون فطرت اور غدار ہیں۔ اور یہ دونوں شہزادہ ناصر الدین سے مل گئے ہیں۔ ان کے ارادے بڑے خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔"

محمود کوتوال کا قتل

سلطان غیاث الدین چونکہ عورتوں میں زیادہ وقت بسر کرتا تھا۔ لہذا ان کی ہر بات کو صحیح سمجھ لیا کرتا تھا۔ ملکہ خورشید کے بیان کو بھی اس نے صحیح سمجھا، اور فوراً محمود کوتوال اور سونداس بقال کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ ان دونوں کے گھروں کو تباہ و برباد کرنے کا حکم بھی دیا۔ اس واقعے سے ناصر الدین کو بہت تکلیف پہنچی اور اس نے شاہی محل میں آنا جانا ختم کر دیا۔ یہاں تک کہ دربار میں بادشاہ کے سلام کے لیے بھی نہ جاتا۔

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت کی نئی چال

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت خاں نے اس کے بعد ایک چال چلی اور معزول شدہ عمال لکھن خاں اور مولی خاں سے سازباز کی اور ان دونوں کے ذریعے بادشاہ کے کان بھرے۔ ملکہ اور شجاعت نے ملکی و مالی معاملات میں دخل دینا شروع کر دیا اور خزانے پر بھی قبضہ کر لیا۔

ناصر الدین کی مدافعت کرے۔

تاتار خاں کی پریشانی

تاتار خاں یہ حکم پاکر بڑا پریشان ہوا۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا۔ وہ قلعے سے نیچے اتر کر کمباپور میں آیا۔ یہاں پہنچ کر وہ سوچنے لگا کہ اگر اس نے ناصر الدین سے جنگ کی، تو ناصر الدین بادشاہ ہو کر اس سے سخت انتقام لے گا۔ اگر وہ بغیر جنگ کے واپس لوٹ گیا تو ملکہ خورشید اس سے باز پرس کرے گی، تاتار خاں ابھی انھیں خیالات میں کھویا ہوا تھا، کہ سلطان غیاث الدین کے دو مقتدر امراء ملک مہتہ اور ملک ہیبت ناصر الدین سے مل گئے اور اس کی قوت و شوکت پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی۔

ناصر الدین قصبہ حادیہ میں

ناصر الدین نے اپنا لشکر مرتب و منظم کیا اور قصبہ حادیہ میں آیا۔ مولانا عماد الدین، افضل خاں اور کئی زمینداروں نے ناصر الدین کا ساتھ دیا۔ اور اس نے عید کا دن اسی قصبے میں گذارا۔ ناصر الدین نے چترشاہی کو اپنے سر پر سایہ فگن کیا اور اپنے امیروں کو خلعت سے نوازا۔

ملک محمود اور شہزادہ شجاعت کے لشکر میں جنگ

اسی اثناء میں یہ خبر آئی، کہ شہزادہ شجاعت خاں کا لشکر جنگ کرنے کے لیے آرہا ہے اور وہ قصبہ کنکانہ سے بڑھ کر قصبہ کندور تک آگیا ہے۔ ناصر الدین نے ملک محمود کو ایک فوج کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ ملک محمود نے بڑی جانفشانی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اُسے شکست دی، دشمن کا لشکر شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ محمود بہت سا مال غنیمت لے کر قصبہ حادیہ میں ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ناصر الدین اجین میں

۱۶ر شوال ۹۰۵ھ میں ناصر الدین نے قصبہ حادیہ سے کوچ کیا اور اجین کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بہت سے امیر اور حاکم شہزادے سے آکر ملتے گئے۔ جب ناصر الدین اجین میں پہنچا، تو اس کے پاس سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔

سلطان غیاث الدین کا پیغام ناصر الدین کے نام

شہزادہ شجاعت خاں اور ملکہ خورشید کو جب یہ خبریں ملیں تو انھوں نے سلطان غیاث الدین سے کہا۔" ہم کو یہ اطلاع ملی ہے کہ ناصر الدین نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے، اور وہ عنقریب مندو میں آکر قلعے کا محاصرہ کرنے والا ہے۔" غیاث الدین نے اپنے زمانے کے مشہود متقبل بندگان دین، شیخ اولیاء، اور شیخ برہان کو اپنا پیغامبر بنا کر ناصر الدین کے پاس روانہ کیا، اور

سے خالی نہیں ہے۔ لیکن اس نے اپنے باپ کو مایوس نہ کیا۔ اور اس کی قدم بوسی کے لیے محل میں گیا دونوں باپ بیٹے ایک دوسرے سے ملے۔ اِدھر اُدھر کی بہت سی باتیں ہوئیں اور اس طرح دونوں نے ایکدوسرے کے خلاف جو کچھ کہہ سن رکھا تھا اسے فراموش کر دیا۔ ناصرالدین دوبارہ اپنی قدیم خدمت پر بحال ہوا اور ملکی و مالی مہمات کو انجام دینے لگا۔ اور سلطان غیاث الدین بھی پہلے کی طرح اسے شاہی عنایات کا سب سے بڑا مستحق سمجھنے لگا۔

ملکہ خورشید کی ایک اور چال

ناصرالدین نے شاہی محل سرا کے قریب ہی ایک عمارت بنوائی تاکہ وہ جب بھی چاہے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔ ملکہ خورشید اس عمارت کو دیکھ کر جل گئی، اور اس نے بادشاہ سے کہا "ناصرالدین نے اپنے مکان کو کوشک جہاں نما کی چھت سے ملا دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ غداری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

ناصرالدین اور غیاث الدین میں دوبارہ ناراضگی

سلطان غیاث الدین بڑھاپے کی وجہ سے ایک بڑی حد تک مخبوط الحواس ہو چکا تھا۔ اس نے پھر ملکہ کی بات کو مبنی بر صداقت سمجھ لیا اور ۹۰۵ھ میں غالب خاں کوتوال کو حکم دیا کہ وہ ناصرالدین کے مکان کو مسمار کروا دے۔ ناصرالدین کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بہت آزردہ خاطر ہوا۔ اس نے اپنے بال بچوں اور ساتھیوں کو ہمراہ لیا اور دھار (جو ایک جنگل میں واقع ہے) کی طرف روانہ ہو گیا۔ شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل بھی دھار پہنچ کر ناصرالدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حریفوں کا ایک نیا حربہ

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت خاں نے شہزادہ ناصرالدین کو پایہ تخت سے نکلوانے پر ہی اکتفا نہ کی اور ناصرالدین کے خلاف ایک اور قدم اٹھایا۔ انھوں نے غیاث الدین کو بتائے بغیر ہی تاتار خاں کو یہ حکم دیا کہ وہ ناصرالدین کی دلجوئی کر کے اسے شہر میں لے آئے۔ تاتار خاں نے اپنے لشکر کو کمین گاہ میں چھپا دیا اور ملک فضل اللہ میر لشکر کو ساتھ لے کر ناصرالدین کے پاس پہنچا۔

ناصرالدین کی مدافعت کے لیے تاتار خاں کی نامزدگی

ناصرالدین نے سلطان غیاث الدین کے نام ایک خط لکھ کر تاتار خاں کو دیا اور اس سے یہ کہا کہ وہ یہ خط لے جائے، اور خود بادشاہ کو پڑھ کر سنائے۔ تاتار خاں یہ خط لے کر جلد از جلد شادی آباد مندو کی طرف پہنچا اور بادشاہ کو یہ خط سنایا۔ بادشاہ نے ابھی اس خط کا کوئی جواب بھی نہ دیا تھا کہ ملکہ خورشید نے جو بادشاہ پر بہت حاوی تھی، بادشاہ سے یہ حکم صادر کروا دیا کہ تاتار خاں

ملکہ کی ناراضگی

ملکہ خورشید کو جب بادشاہ کی واپسی کا علم ہوا تو وہ بہت جز بز ہوئی اس نے خدمتگاروں کو بلا کر انھیں بہت ڈانٹا اور بادشاہ کی واپسی کا سبب پوچھا۔ خدمتگاروں نے بتایا۔ "بادشاہ اپنی مرضی سے واپس ہوا" یہ واقعہ کسی اور شخص کی مرضی سے ظہور پذیر نہیں ہوا۔ لیکن ملکہ یہی سمجھتی رہی کہ ناصرالدین کے حامیوں نے بادشاہ کو واپس بھیج دیا ہے۔

قلعے کا محاصرہ

شہزادہ شجاعت اور ملکہ خورشید نے قلعے کی مرمت کروائی اور مورچل تقسیم کیے۔ ناصرالدین نے آگے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔ اور دونوں طرف کے لشکر دادِ شجاعت دینے لگے۔ روزانہ اہل قلعہ کا ایک لشکر باہر آتا اور ناصرالدین سے لڑائی کرتا اور اس طرح ہر روز دونوں طرف کے سپاہی مارے جاتے۔

اہل قلعہ کی پریشانی

محاصرہ طویل ہوتا گیا۔ لیکن کوئی واضح نتیجہ نہ نکلا۔ قلعے میں غلہ اور دیگر سامانِ ضرورت ختم ہوگیا۔ اس وجہ سے اہل قلعہ سخت پریشان ہوئے بعض بڑے بڑے امیروں (مثلاً موافق خاں اور ملک فضل اللہ میر شکار وغیرہ) نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو انھوں نے ناصرالدین کا ساتھ دینا ہی مناسب سمجھا۔ اور موقع پاکر قلعے سے باہر نکل آئے۔ اور ناصرالدین سے مل گئے۔

ملکہ کا ظلم وستم

ملکہ خورشید جب امیروں کی اس روش سے مطلع ہوئی تو اس نے علی خاں کو قلعے کی حکومت سے معزول کر دیا۔ اور اس کی جگہ ملک بیارہ کو "علی خان" کا خطاب دے کر شہر اور قلعے کی حفاظت پر متعین کیا، اس کے علاوہ ملکہ نے محافظ خاں اور سورج مل کو قتل کروا ڈالا۔ کیونکہ ان دونوں پر اسے ناصرالدین سے سانہ باز کرنے کا شک تھا۔ اہل شہر اور امراء نے جب ملکہ کے ظلم وستم کا یہ حال دیکھا تو وہ بہت آزردہ خاطر ہوئے اور انھوں نے ناصرالدین سے درخواست کی کہ اس فتنے کا جلد از جلد سدِ باب کیا جائے۔ ناصرالدین نے امیروں کے نام تسلی آمیز خط لکھے۔ جنہیں پڑھ کر یہ امراء بہت متاثر ہوئے اور ناصرالدین سے مل گئے۔

قلعے کو فتح کرنے کی کوشش

۱۷ر صفر ۹۰۶ھ میں ناصرالدین نے قلعہ کو فتح کرنے کے لیے بے انتہا کوشش کی۔ اہل قلعہ بھی ہوشیار ہوگئے۔ اور انھوں نے ناصرالدین کے لشکر پر تیر اور تفنگیں چلائیں۔ اس وجہ سے ناصرالدین کے لشکر کے بہت سے تجربہ کار سپاہی زخمی ہوگئے۔ لیکن اس کے باوجود ناصرالدین نے ہمت نہ ہاری اور ساتٹ سوزینے مورچل کی جانب آگے بڑھا کر قلعے میں داخل ہوگیا۔ اسی دوران میں شجاعت خاں بہادروں کا ایک لشکر لے کر قلعے

اسے یہ پیغام دیا۔" میں ایک مدت سے امورِ سلطنت سے علیحدہ ہو چکا ہوں اور تمام معاملات کی باگ ڈور تمہارے ہاتھ میں دے رکھی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے گرد بدمعاشوں اور لفنگوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا ہے۔ اگر تم ان لوگوں کو رخصت کر کے میرے پاس آ جاؤ۔ تو میں تمام اختیارات دوبارہ تمہیں سونپ دوں گا۔"

ناصر الدین کی مکھن خاں سے جنگ

ناصر الدین نے سلطان غیاث الدین کو کوئی جواب نہ بھجوایا۔ اور اسی سال ذیقعدہ کے مہینے میں اجین سے قصبہ دھار میں آیا۔ اس نے چند روز تک اس قصبے میں قیام کیا۔ ناصر الدین کو اسی مقام پر یہ اطلاع ملی، کہ مکھن خاں جو فتنہ و فساد کا اصل بانی ہے، تین ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ ناصر الدین نے ملک عطا کو پانچ سو (۵۰۰) سپاہیوں کے ہمراہ مکھن خاں کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ موضع ہانس پور میں فریقین میں لڑائی ہوئی۔ ملک عطا نے مکھن خاں کو شکست دی اور اس کے ایک سَو سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ مکھن خاں شکست کھا کر مندو کی طرف بھاگ گیا۔

مکھن خاں سے دُوسری جنگ

ملکہ خورشید نے دوبارہ مکھن خاں کو ایک زبردست لشکر دے کر ناصر الدین سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس بار بھی ناصر الدین کے لشکر نے مکھن خاں کو شکست فاش دی، اور واپس قلعہ مندو میں چلا گیا۔

ناصر الدین کو شک جہاں نما میں

اسی سال ۲۲، ذی الحجہ کو ناصر الدین کوشک جہاں نما میں قیام پذیر ہُوا۔ اسے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ سلطان غیاث الدین بذاتِ خود اس کے پاس آ کر صلح کی بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ ناصر الدین یہ سن کر بہت خوش ہُوا۔ اور اپنے باپ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ ملکہ خورشید اور شجاعت خاں معانہ اٹھا کر ظفر آباد نعلچہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ناصر الدین اپنے باپ سے ملاقات کرنے کے بہانے سے قلعے میں داخل ہو تو اس کا کام تمام کر دیا جائے۔

بادشاہ کی واپسی

سلطان غیاث الدین دہلی دروازے کے قریب پہنچا۔ چونکہ بادشاہ بہت ہی کمزور تھا۔ اس لیے اس نے اپنے مقربین سے یہ پوچھا کہ مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟" کچھ لوگوں نے بادشاہ کو اصل واقعہ بتا دیا۔ اس پر بادشاہ نے کہا۔" آج رہنے دو، میں کل چلوں گا۔ اس وقت شاہی محل میں واپس چلو۔" خدمتگاروں کو سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا لہٰذا وہ بادشاہ کو لے کر واپس آ گئے۔

دوسرے لوگوں نے بادشاہ پر جس قدر بھی زر وجواہر اور نقد و دولت نثار کی وہ سب کی سب غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کردی گئی۔

مخالفین کی سزائیں

ناصرالدین نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے مخالف امیروں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اور اس طرح مکھن خاں بقال، محافظ خاں اور مفرح حبشی وغیرہ اپنی سزا کو پہنچے۔ انھیں دنوں شہزادہ شجاعت کو بھی قتل کیا گیا۔ سلطان ناصرالدین نے ملکہ خورشید کو موکلوں کے سپرد کر دیا۔

ولی عہد کا تقرر اور انعامات کی تقسیم

جب سلطان ناصرالدین کو مخالفین کی طرف سے اچھی طرح اطمینان ہوگیا تو اس نے اپنے منجھلے بیٹے کو جو منجھلے میاں کے نام سے مشہور تھا، اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اسے "شہاب الدین" کا خطاب دیا۔ شیخ حبیب اللہ کو "عالم خاں" کا خطاب دیا گیا۔ اور اسے امراء کی جماعت میں داخل کیا گیا۔ خواجہ سہیل خواجہ سرا کو سپہ سالار بنایا گیا۔ بادشاہ نے اپنے دوسرے بہی خواہوں کو بھی انعامات و جاگیرات سے نوازا۔

باپ بیٹے کی ملاقات

۱۳ر جمادی الثانی کو سلطان ناصرالدین اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان غیاث الدین نے بیٹے کو آغوش میں لے لیا اور اس کے سر اور چہرے کو بوسہ دے کر دیر تک روتا رہا۔ اس کے بعد سلطان غیاث الدین نے سلطان ناصرالدین کو سید محمد نور بخشی کی عطا کردہ قبا، جو دربار عام اور اس قسم کی دوسری اہم تقریبات پر پہنی جاتی تھی، مرحمت کی۔ تاج سلطنت اس کے سر پر رکھا اور خزانے کی چابیاں اس کے ہاتھ میں دیں، اس کے بعد غیاث الدین نے بیٹے کو تخت نشینی کی مبارکباد دی اور محل سرا میں جانے کی اجازت دی۔

ولی عہد پر شاہانہ عنایات

اسی سال ۱۶ر رجب کو سلطان غیاث الدین نے ایک قبائے خاص کلاہ دولت، بیس ہاتھی، سو گھوڑے گیارہ چتر، دو پالکیاں، نقارہ، سراپردہ سرخ، اور بیس لاکھ تنگے نقد اپنے ولی عہد شہاب الدین کو مرحمت فرمائے۔

حاکم مندسور کی بغاوت

اسی سال یہ اطلاع ملی کہ مندسور کا حاکم مقبل خاں بغاوت پر آمادہ ہے، اور مخالفانہ حرکتوں کا ارتکاب کر رہا ہے

ئے برج پر آ گیا۔ اور جنگ آزمائی میں مشغول ہوا۔ ناصرالدین نے بڑی ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور تیراندازی میں مشغول رہا۔ اور اس نے دشمن کے بہت سے بہادروں کو مار گرایا۔ شجاعت خاں کو ہر لمحہ تازہ کمک پہنچ رہی تھی، اس لیے ناصرالدین نے زیادہ دیر قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا، اور اپنی لشکرگاہ میں واپس چلا آیا۔ جن لوگوں نے اس معرکے میں بہادری کا ثبوت دیا تھا۔ انھیں ناصرالدین نے انعام و اکرام سے نوازا۔

لشکر چندیری کی آمد

کچھ دنوں کے بعد، حاکم چندیری منظفرخاں کا لڑکا شیرخاں ایک ہزار سواروں اور گیارہ ہاتھیوں کی جمعیت کے ساتھ ناصرخاں سے آ ملا۔ اس لشکر کے آ جانے کی وجہ سے ناصرالدین بہت خوش ہوا۔ اور اس کے سپاہیوں کی ہمتیں بڑھ گئیں، اس موقعے پر ناصرالدین نے اپنے بڑے بیٹے "شیرخاں" کو منظفرخاں اور چھوٹے بیٹے کو "سعید خاں" کا خطاب دیا۔

محافظان دروازہ بالاپور کی اطاعت

اہل قلعہ میں بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی ناصرالدین کی بہی خواہی کا اعلان کیا۔ دروازۂ بالاپور کے محافظوں نے بھی اپنی اطاعت کا یقین دلایا۔ اور ناصرالدین کو پیغام بھیج کر اس دروازے کی طرف بلایا۔ ناصرالدین نے ۲۴، ربیع الثانی کو شیخ حبیب اللہ، موافق خاں اور خواجہ سہیل کو دروازہ بالاپور کی جانب روانہ کیا۔ شہزادہ شجاعت کو اس کا علم ہوگیا۔ وہ اپنا تھوڑا بہت لشکر لے کر بالادروازے کی طرف آیا۔ لیکن شکست کھا کر سلطان غیاث الدین کے محل میں پناہ گزین ہوگیا۔

ناصرالدین کا قلعے میں داخلہ

جب شیخ حبیب اللہ وغیرہ قلعے کے اندر داخل ہوگئے۔ تو انھوں نے بادشاہ کو بھی وہیں بلالیا۔ اس کے بعد تمام امراء ناصرالدین کو مبارک باد دینے کے لیے اس کے گرد جمع ہوگئے، اسی دوران میں لوگوں نے شہر کی تباہی و بربادی کی طرف بھی توجہ کی۔ بہت کچھ لوٹ مار کی گئی، یہاں تک کہ شاہی عمارتوں کو بھی نذر آتش کر دیا۔

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت خاں کو ناصرالدین کے حکم سے سلطانی محل سرا سے نکالا گیا۔ اور سلطان غیاث الدین بھی ایک دوسرے محل میں جو اس نے عیش و عشرت کے لیے بنایا تھا۔ منتقل ہوگیا۔

ناصرالدین کی تخت نشینی

۲۷، ربیع الثانی بروز جمعہ، ناصرالدین تخت سلطنت پر بیٹھا اور ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہوا۔ امیروں اور

یہ کہنا کہ سلطان غیاث الدین کا قاتل وہی ہے ، ایک نا قابل یقین امر ہے ۔ اگر ناصر الدین اس ناشائستہ حرکت کا ارتکاب کرتا تو یقیناً اس پر وبال پڑتا ۔ لیکن ایسا نہیں ہوا ۔ اس لیے اس سلسلے میں سلطان ناصر الدین کو مجرم قرار دینا محض ایک تہمت ہے ۔ یہ محض ایک رائے ہے ۔ اصل حقیقت تو خدا ہی جانتا ہے ۔

شیر خاں کی مدافعت

سلطان ناصر الدین اپنے باپ کی وفات حسرت آیات پر بہت رویا تین روز تک اس نے تعزیت کی رسم ادا کی اور اس کے بعد چندیری کی طرف روانہ ہوا تاکہ شیر خاں کا مزاج درست کرے ۔ عین الملک اور دوسرے سرداروں نے شیر خاں کا ساتھ چھوڑ دیا ۔ اور بادشاہ سے آملے ، شیر خاں ، سلطان ناصر الدین کے خوف سے سارنگ پور کی طرف بھاگ گیا ۔ بادشاہ نے اس کا تعاقب کیا ۔ آخر کار دونوں میں جنگ ہوئی اور شیر خاں شکست کھا کر ایرجہ کی طرف چلا گیا ۔ بادشاہ چندیری پہنچا ، اور چند روز تک اسی جگہ مقیم رہا ۔

چندیری کے شیخ زادوں کا خط شیر خاں کے نام

چندیری کے شیخ زادوں نے شیر خاں کے نام ایک خط لکھا کہ "بادشاہ کے اکثر سپاہی اور امراء اپنی جاگیروں پر چلے گئے ہیں ۔ آج کل بارشیں ہو رہی ہیں ، اس وجہ سے بادشاہ بہ عجلت لشکر فراہم نہیں کر سکتا ۔ اگر تم چندیری چلے آؤ ۔ تو ہم یہاں کے عوام کو اپنے ساتھ ملا کر بادشاہ کو بڑی آسانی سے قید کر سکتے ہیں ۔ اگر آنا ہے تو جلد آؤ ۔ ورنہ یہ کام پورا نہ ہو سکے گا ۔"

معرکہ آرائی اور شیر خاں کی وفات

سلطان ناصر الدین کو شیخ زادوں کی سازش کی اطلاع ہو گئی ، اس نے اقبال خاں اور ملو خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ شیر خاں کی مدافعت کے لیے روانہ کیا ۔ ان دونوں سرداروں نے چندیری سے دو کوس کے فاصلے پر شیر خاں سے معرکہ آرائی کی ۔ دوران جنگ میں شیر خاں زخمی ہوا ۔ اور اس کا بہترین ساتھی سکندر خاں مارا گیا ۔ اس کے بعد مہابت خاں نے ہاتھی کی عماری پر زخمی شیر خاں کو ڈالا اور فرار ہو گیا ۔ راستے میں شیر خاں فوت ہو گیا ۔ مہابت خاں نے اس کی لاش کو دفن کیا اور خود اطراف ممالک کی طرف چلا گیا ۔

بادشاہ سعد الپور میں

سلطان ناصر الدین میدان جنگ میں آیا اور اس نے شیر خاں کی لاش کو قبر سے نکلوا کر چندیری بھجوا دیا تاکہ اس کو وہاں پھانسی پر لٹکا دیا جائے

سلطان ناصر الدین نے مہابت خاں کو مقبل خاں کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ مہابت خاں مندسور پہنچا، لیکن مقبل خاں ہاتھ نہ آیا۔ اور چندیری کے حاکم شیر خاں کے پاس چلا گیا۔ دوسرے کئی امراء (مثلاً علی خاں وغیرہ) جو اپنی سابقہ بداعمالیوں کی وجہ سے سلطان ناصر الدین سے خائف تھے وہ بھی شیر خاں کے پاس چلے گئے۔

شیر خاں کا اعلان بغاوت

شیر خاں اچھی طرح جانتا تھا کہ ناصر الدین شراب کے نشے میں دھت ہو کر ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے اور پھر اس عالم میں اپنے باپ کے عہد حکومت کے امیروں اور اکابر کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس قسم کا ظلم و ستم ناصر الدین ہر روز ہی کرتا ہے۔ اس وجہ سے شیر خاں بھی بادشاہ سے سخت خائف تھا۔ اور اس وجہ سے اس نے اپنی مخالفت کا اعلان بھی کر دیا۔

شورش انگیزی

سلطان ناصر الدین نے مبارک خاں اور شیخ حبیب اللہ المخاطب بہ عالم خاں کو چندیری بھیجا تاکہ یہ دونوں امیر، شیر خاں کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لائیں مگر شیر خاں راہ راست پر نہ آیا۔ بلکہ اور زیادہ شورش انگیزی کرنے لگا۔ اس نے مبارک خاں، اور عالم خاں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا۔ عالم خاں تو اس کے ہاتھ نہ آیا۔ البتہ مبارک خاں کو شیر خاں نے گرفتار کر لیا۔

بادشاہ کا غصّہ

عالم خاں واپس پایہ تخت میں آیا اور اس نے سلطان ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ سنایا۔ بادشاہ کو شیر خاں کی نازیبا حرکت پر سخت غصہ آیا۔ اسی سال بادشاہ کوشک جہاں نما میں قیام پذیر ہوا۔ شیر خاں اجین چلا گیا اور پھر مہابت خاں کے اغوا سے واپس ہو کر دیپال پور پہنچا۔ اس نے قصبہ ہدیہ میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ سلطان ناصر الدین کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ فوراً کوچ کر کے کوشک دھار میں مقیم ہوا۔

غیاث الدین کا قاتل؟

اسی اثناء میں سلطان غیاث الدین نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ چونکہ تمام مقتدر اُمراء سلطان غیاث الدین کے بہی خواہ اور سلطان ناصر الدین کے مخالف تھے، اس لیے ان کو یقین ہو گیا کہ ناصر الدین نے زہر دے کر اپنے باپ کو ہلاک کیا ہے اس بارے میں راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال یہ ہے کہ جو بادشاہ اپنے باپ کو قتل کرتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ ایک سال زندہ رہتا ہے۔ اور اس دوران میں بھی وہ کامیابی سے حکومت نہیں کرتا۔ لیکن سلطان ناصر الدین اس کے بعد ایک عرصے تک زندہ رہا اور حکومت کرتا رہا۔ اس لیے

کھیوارہ پر لشکر کشی

۹۰۸ھ میں سلطان ناصر الدین نے کھیوارہ پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اس مقصد سے قصبہ نعلچہ میں آیا۔ یہاں سے بادشاہ قصبہ آگرہ پہنچا۔ اس مقام کی آب و ہوا سلطان ناصر الدین کو بہت پسند آئی، اور اس نے یہاں ایک عظیم الشان محل تعمیر کیا۔ جو فن تعمیر کے نقطہ نظر سے اپنی مثال آپ ہے، اس کے بعد بادشاہ نے ولایت کھیوارہ میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ اور کچھ دنوں بعد واپس لوٹا۔

چیتور کا سفر

۹۰۹ھ میں سلطان ناصر الدین نے چیتور کا سفر کیا۔ راجہ رنمل اور تمام زمینداروں سے پیش کش وصول کی۔ راجہ رنمل کے ایک رشتہ دار جیون مل نے بادشاہ کی خدمت میں اپنی بیٹی پیش کی۔ بادشاہ نے اس لڑکی کا نام رانی چیتوری رکھا اور واپس لوٹا۔

احمد نظام شاہ کا برہان پور پر حملہ

راستے میں سلطان ناصر الدین کو یہ اطلاع ملی کہ احمد نظام شاہ بحری نے کچھ واقعات سے برافروختہ ہو کر برہان پور پر حملہ کر دیا ہے۔ اور اس مملکت کو تباہ و برباد کر رہا ہے، حاکم برہان پور داؤد خاں فاروقی قلعہ اسیر میں محصور ہے، کیونکہ وہ احمد نظام شاہ بحری کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

داؤد خاں فاروقی کی مدد

داؤد خاں فاروقی حاکم اسیر سے سلطان ناصر الدین کے بہت خوشگوار تعلقات تھے، داؤد خاں کو جب بھی کبھی ضرورت پڑتی تھی، وہ ناصر الدین سے امداد حاصل کیا کرتا تھا۔ اس بار بھی سلطان ناصر الدین نے دوستی کا حق ادا کیا، اور اقبال خاں اور ملو خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ برہان پور روانہ کیا۔ احمد نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ لشکر مالوہ کے خوف سے اپنے پایہ تخت احمد نگر کو واپس چلا گیا۔ اقبال خاں نے برہان پور میں سلطان ناصر الدین کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ اور مندو واپس آگیا۔

شہزادہ شہاب الدین کی ناصر الدین سے ناراضگی

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سلطان ناصر الدین نے اپنے باپ غیاث الدین کے خلاف سرکشی کی تھی۔ اس وجہ سے اسے اپنے بیٹے شہاب الدین سے خطرہ رہتا تھا کہ کہیں وہ بغاوت نہ کر بیٹھے، شہاب الدین بھی اپنے باپ کی اس احتیاط سے واقف ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ شاہی بارگاہ میں ذرا کم ہی جاتا تھا۔ وہ اپنے باپ کے ظلم و ستم سے بھی بخوبی واقف تھا۔ اور اس وجہ سے اس سے ناخوش تھا۔ اس طرح دوسرے اراکین سلطنت بھی بادشاہ

اس کے بعد بادشاہ نے چندیری کی حکومت بہجت خاں کے حوالے کی اور خود سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سعدالپور میں پہنچا۔

عالم خاں کی گرفتاری

سلطان ناصرالدین کو یہ اطلاع ملی کہ شیخ حبیب اللہ المخاطب عالم خاں کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ اور وہ بغاوت کا ارادہ کیے ہوئے ہے بادشاہ نے عالم خاں کو قید کر لیا۔ اور اپنی روانگی سے پہلے ہی اس کو مندو کی طرف بھجوا دیا۔ اس کے بعد بادشاہ خود بھی واپس مندو میں آیا۔

سلطان ناصرالدین کی عاقبت نااندیشی

سلطان ناصرالدین کو اپنے باپ کے قدیم ملازمین سے ہمیشہ بوئے بغاوت آتی تھی اس لیے وہ ان سے کچھ خوش نہ تھا اور اسی وجہ سے اپنے خاص ملازمین کی طرف توجہ کی اور ان کو ہر طرح سے لطف و کرم کا سزاوار سمجھا۔ بادشاہ نے اپنی والدہ ملکہ خورشید کے ساتھ بھی بڑی بے ادبی کی اور اپنے باپ کا خزانہ جو ملکہ کے پاس تھا۔ بہ جبر اس سے چھین لیا۔

بادشاہ کی مے نوشی اور خون ریزی

اس واقعہ کے بعد بادشاہ کا سارا وقت شراب نوشی اور خون ریزی میں گزرتا تھا۔ وہ اکثر اوقات شراب کے نشے میں کھویا رہتا۔ یا اپنے باپ کے پرانے ملازموں کو شراب پلاکر دھوکے سے قتل کرتا رہتا تھا۔ بادشاہ کی ان بری عادتوں کی وجہ سے ملک میں سخت انتشار پھیل گیا اور رعایا سلطان ناصرالدین سے نفرت کرنے لگی۔

ناصرالدین کے ظلم وستم کا ایک واقعہ

ایک روز بادشاہ نے حرم سرا کے اندر حوض، کالیادہ کے کنارے محفل عیش و عشرت بپا کی، اس محفل میں اس نے اس قدر شراب نوشی کی کہ وہ اپنے آپ سے بالکل بے خبر ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ اسی جگہ سو گیا۔ سوتے میں اس نے کروٹ لی اور حوض میں جا گرا، اس وقت چار کنیزیں وہاں موجود تھیں، انھوں نے بادشاہ کو بڑی مشکلوں سے پانی سے باہر نکالا۔ اور اس کا لباس جو گیلا ہو گیا تھا، اتار کر دوسرا خشک لباس اسے پہنایا۔ جب بادشاہ کو ہوش آیا۔ تو اس نے دردِ سر کی شکایت کی کنیزوں نے اسے حوض میں گرنے کا واقعہ سنایا۔ بادشاہ کے جی میں خدا جانے کیا آیا کہ اس نے اسی وقت تلوار نکال کر ان چاروں بے گناہوں کو قتل کر دیا۔ اس واقعے سے ناصرالدین کے ظلم وستم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

کیا اور ان کی موجودگی میں اپنے تیسرے بیٹے سلطان محمود کو موضع بہشت پور میں اپنا ولی عہد نامزد کیا۔ اس واقعے کے بعد بادشاہ نے اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ اور دوسرے ہی لمحے اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

ناصر الدین خلجی گیارہ سال چار مہینے اور تین دن تک حکمران رہا۔

سے سخت تنگ آئے ہوئے تھے، اور ہر وقت اس کی موت کی دعائیں مانگتے رہتے تھے۔

ناصر الدین کی مخالفت

۹۱۶ھ میں بعض مالوی امیروں نے سلطان شہاب الدین سے بات چیت کر کے اسے بادشاہ کی مخالفت کی ترغیب دلائی۔ وہ تو پہلے ہی سے اپنے باپ کے خلاف بھرا بیٹھا تھا۔ اب جو اسے امراء کی تائید حاصل ہوئی، تو اس کے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ پایہ تخت سے کوچ کر کے وسط مملکت میں چلا آیا۔ اور اس نے باپ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ لوگ تو ناصر الدین کے ظلم و ستم سے تنگ آئے ہی ہوئے تھے، لہٰذا وہ سب شہاب الدین کے گرد جمع ہو گئے۔

باپ بیٹے میں جنگ

سلطان ناصر الدین کو جب اپنے بیٹے کی بغاوت کا حال معلوم ہوا، تو وہ لشکر تیار کر کے اس سے جنگ کرنے کے لیے نکلا۔ باپ بیٹوں میں ایک خون ریز جنگ ہوئی، اگرچہ سلطان ناصر الدین کے پاس بہت کم لشکر تھا۔ مگر اس نے شہاب الدین کو شکست دے دی۔ شہاب الدین شکست کھا کر دہلی کی طرف فرار ہو گیا۔ ناصر الدین اگر چاہتا تو شہاب الدین کا تعاقب کر کے اسے گرفتار کر سکتا تھا۔ لیکن محبت پدری نے اسے ایسا نہ کرنے دیا اور وہ واپس آ گیا۔

باپ کا بُلاوا، بیٹے کا انکار

سلطان ناصر الدین نے اپنے چند قابل اعتبار آدمیوں کو شہاب الدین کے پاس بھیجا۔ تاکہ اسے نصیحت کر کے واپس لائیں، شہاب الدین نے باپ کے اس پیغام کو فریب اور مکاری پر محمول کیا اور جان کے خوف سے آنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ کو جب بیٹے کا یہ جواب ملا، تو بے اختیار اس کی زبان سے نکلا ؎

تخمے کہ در ہوائے تو کشتیم، خاک خورد

ناصر الدین کی بیماری

شراب نوشی بادشاہ کے جسم کو گھن کی طرح کھائے جا رہی تھی، آخر کار اس بُری عادت کا بُرا نتیجہ نکلا۔ اور وہ تپ محرقہ میں مبتلا ہو گیا۔ ایک روز بخار بہت تیز ہو گیا۔ بادشاہ کو بے حد گرمی محسوس ہوئی، باوجود اس کے ان دنوں سردی کا موسم تھا، بادشاہ نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا۔ اس وجہ سے اس کی حالت بہت بگڑ گئی۔ اور جان کے لالے پڑ گئے۔

وفات

حکیموں اور طبیبوں نے بہت علاج کیا۔ لیکن بادشاہ کا مرض بڑھتا ہی گیا۔ اسی حالت میں ایک روز بادشاہ نے اپنے تمام امراء اور ارکین سلطنت کو جمع

بسنت رائے کا پیرو ہے۔ وہ بھی بہت ہی چالاک اور مکار ہے، اس لیے اس کا وجود بھی مملکت کے لیے ایک مستقل خطرے کی حیثیت رکھتا ہے، بہتر ہے کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے۔" سلطان محمود نے مجبور ہو کر نقدالملک کو امیروں کے پاس بھیج دیا۔ اور کہا۔" اسے قتل نہ کیا جائے۔ بلکہ خارج البلد کر دیا جائے۔ امیروں نے نقدالملک کو شہر سے باہر نکال دیا۔ امیروں کے اس طرزِ عمل سے بادشاہ کو بہت تکلیف پہنچی۔

محافظ خاں خواجہ سرا کی فتنہ انگیزی

شہر کا حاکم محافظ خاں خواجہ سرا بڑا اددں فطرت انسان تھا۔ اس نے جب مہات سلطنت کو اس حالت میں دیکھا، تو اس نے پر نکالے اور اپنا اقتدار بڑھانے کی کوشش کی۔ ایک روز محافظ خاں نے موقع پا کر بادشاہ سے کہا۔" آپ کے دو بھائی قلعہ میں نظر بند ہیں اور یہ دونوں ہی موقع و محل کے منتظر ہیں تاکہ رہائی حاصل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیں۔ اگر آپ کو سلطنت کرنا مقصود ہے تو بہتر یہی ہے کہ آپ ان دونوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں۔ ورنہ بعد میں آپ کو پچھتانا پڑے۔"

بادشاہ کے حضور محافظ خاں کی گستاخی

محافظ خاں خواجہ سرا کا یہ طرزِ تکلم بادشاہ کو قطعاً پسند نہ آیا۔ اور وہ محافظ خاں کی اس بے ادبی سے سخت آزردہ ہوا اور یہ کہا۔" تم اپنی حقیقت کو سمجھو۔ تم جیسے معمولی اشخاص کا یہ کام نہیں ہے کہ شاہی خاندان کے افراد کو قتل کرنے کا مشورہ دیں۔ اور شاہی بارگاہ میں اس گستاخی اور بے ادبی سے گفتگو کریں۔" اس کے جواب میں محافظ خاں نے کچھ ناشائستہ کلمات زبان سے نکالے۔

محافظ خاں پر بادشاہ کا حملہ

یہ دیکھ کر سلطان محمود کو سخت غصہ آیا اور اس سے ایک ملازم کی گستاخی برداشت نہ ہو سکی، اس نے محافظ خاں کے ہاتھ سے اسی کی تلوار چھین کر اس پر حملہ کر دیا۔ محمود نے محافظ خاں کے سر پہ ایک وار کیا؛ اسے اچھا خاصہ زخم آیا اور اس کے سر میں سے خون کا فوارہ نکل پڑا، محافظ خاں اسی عالم میں باہر چلا گیا۔

بادشاہ کے قتل کی سازش

محافظ خاں نے اپنے بہی خواہوں اور دوستوں کو اکٹھا کیا۔ اور بادشاہ کو قتل کرنے کے ارادے سے شاہی قیام گاہ کی طرف آیا۔ بڑے بڑے امیروں نے اس موقع پر غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیا۔ اور خاموش تماشائیوں کی حیثیت سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے، سلطان محمود نے اپنے لشکر خاصہ کی ایک جماعت (جس میں عراقی، خراسانی اور حبشی سپاہی شامل تھے) اور اپنے مقربین کو تیار کیا۔ اور محافظ خاں سے جنگ کرنے

سُلطان محمود ثانی بِن ناصر الدّین خلجی

شہاب الدّین کی تگ و دَو

سلطان ناصر الدین کے انتقال کی خبر جب عام ہوئی تو شہاب الدین جو دہلی کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اور راستے ہی میں سے لوٹ آیا۔ شہاب الدین جلد از جلد مندو آیا۔ اور سلطان محمود ثانی کے پہنچنے سے پہلے ہی ظفر آباد نعلچہ میں پہنچ گیا۔ محافظ خاں خواجہ سرا اور خواص خاں نے قلعے کا دروازہ بند کر دیا اور شہاب الدین کو راستہ نہ دیا۔ اسی دوران میں سلطان محمود بھی شہاب الدین کے قریب پہنچ گیا۔ اب تو آخر الذکر بڑا خوف زدہ ہوا۔ اور اسیر کی طرف بھاگ گیا۔

محمُود کی تخت نشینی

سلطان محمود ثانی بغیر کسی روک ٹوک کے قلعے میں داخل ہوا۔ اور تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ اسی روز محمود کی تخت نشینی عمل میں آئی۔ سات سَو ہاتھی دربار میں لائے گئے۔ کہ جن پر مخمل اور زربفت کی جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔ تمام امراء اور اکابر جمع ہوئے۔ اور شاہی چتر پر سے بے شمار زر و جواہر نچھاور کیے گئے۔ بادشاہ نے یہ رقم غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دی۔

بسنت رائے کا قتل

بسنت رائے، سلطان محمود کا منہ چڑھا امیر تھا۔ اسے بادشاہ کے مزاج میں بہت دخل تھا۔ اور وہ محمود کی خدمت میں اس وقت سے تھا۔ جب کہ بادشاہ بہت کم سِن تھا۔ امیروں نے بسنت رائے کے اس اقتدار کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا، اور اسے قتل کر دیا۔ پھر بادشاہ سے آ کر کہا۔ "بسنت رائے باغیانہ خیالات رکھتا تھا۔ وہ امیروں اور سپاہیوں کو ورغلا کر ملک میں انتشار پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے ہم نے اسے قتل کر دیا۔

امیروں کا ناروا طرزِ عمل

اگرچہ بادشاہ نے اس امر کو پسند نہ کیا۔ لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہا۔ اس کے بعد امیروں نے بادشاہ سے عرض کیا۔ "نعقد الملک

قلعے کا محاصرہ

صاحب خاں قلعے کی مضبوطی اور استحکام پر نازاں تھا۔ اس نے سلطان محمود کے پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اور اپنے ارادے پر ڈٹا رہا۔ سلطان محمود نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ پر طرح طرح کی سختیاں کرنے لگا۔

محافظ خاں کا فرار

قلعے کے اندر بعض امیر ایسے بھی تھے جو محافظ خاں کے خلاف تھے اور اس کے اقتدار کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ انھوں نے سلطان محمود کو پیغام بھجوایا کہ "اگر آپ قلعے میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو آپ فلاں راستے سے آئیے۔ ہم ہر ممکن طریقے سے خدمت کے لیے تیار رہیں" محافظ خاں کو اس کا علم ہو گیا۔ اور اس نے سمجھ لیا کہ اب معاملہ نازک ہے۔ لہٰذا اس نے بہت سامال و دولت، زر و جواہر وغیرہ ساتھ لیے اور صاحب خاں کو تنہا چھوڑ کر گجرات کی طرف بھاگ گیا۔

محافظ خاں کی آوارہ گردی

گجرات پہنچ کر محافظ خاں کی فتنہ انگیزی نے ایک نیا گل کھلایا۔ اور وہاں اس نے شاہ اسمٰعیل بادشاہ ایران کے سفیر سے لڑائی کر لی۔ اس وجہ سے گجرات میں بھی اس کا رہنا مشکل ہو گیا۔ اور وہاں سے سلطان مظفر کی اجازت کے بغیر ہی اسیر چلا گیا۔ اسیر سے محافظ خاں نے تین سو سواروں کے ہمراہ کادیل کا رُخ کیا اور عماد الملک کے پاس جا پہنچا۔ اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ عماد الملک نے چند دیہات اس کو اخراجات کے لیے عطا کیے اور مدد کا وعدہ کیا۔

اقبال خاں اور مخصوص خاں کی مندو کی طرف آمد

سلطان محمود نے صاحب خاں کے فرار کے بعد قلعہ شادی آباد مندو میں داخل ہو کر امور سلطنت کی طرف توجہ کی، اقبال خاں اور مخصوص خاں کسی وجہ سے مذکورہ بالا واقعے سے پہلے ہی اسیر چلے گئے، انھیں جب صاحب خاں کے ہنگامے کی اطلاع ہوئی، تو انھوں نے شہاب الدین کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا اور گرمیوں کے موسم میں جبکہ بڑی سخت گرمی پڑ رہی تھی برہان پور اسیر سے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

شہاب الدین کا انتقال

ان دونوں نے بڑی تیزی سے سفر طے کیا اور ایک دن، ایک رات میں تیس ۳۰ کوس کی مسافت طے کی، ان دونوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ صاحب خاں اور محافظ خاں سلطان محمود کے مقابلے کی تاب نہ لا کر مندو سے فرار ہو چکے ہیں اس وجہ سے اقبال خاں اور مخصوص خاں نے توقف کیے بغیر ہی سفر کی منزلیں طے کیں،

کے لیے اپنی قیام گاہ سے باہر نکلا۔

صاحب خاں کی بادشاہت

محافظ خاں نے سلطان محمود خلجی ثانی کے بھائی صاحب خاں کو قید سے باہر نکالا اور اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ محمود خلجی نے وسط مملکت میں قیام کیا اور لشکر فراہم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ سب سے پہلے امراء میں سے میدنی رائے بادشاہ کے ساتھ آ کر ملا۔ اس کی قوم اور رشتہ داروں نے بھی بادشاہ کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد حاکم چندیری بہجت خاں کا لڑکا شرزہ خاں بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ اس کے بعد اور بہت سے امیر بادشاہ کے پاس آ گئے۔ اور اس طرح سلطان محمود کی قوت میں بہت اضافہ ہو گیا۔

صاحب خاں اور سلطان محمود میں جنگ

صاحب خاں اور محافظ خاں نے بھی بہت کوشش کی۔ اور بے شمار دولت صرف کر کے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا۔ سلطان محمود اپنے لشکر جرار کے ساتھ دولت آباد مندو آیا۔ فریقین میں جنگ شروع ہو گئی۔ بڑا گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں لشکروں نے میدان مارنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

صاحب خاں کا قلعۂ مندو میں محصور ہونا

صاحب خاں نے بڑی جرات سے سلطان محمود کے لشکر پر پے در پے کئی حملے کیے، اسی دوران میں صاحب خاں کا ایک ہاتھی سلطان محمود کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ سلطان محمود نے، مہاوت کے سینہ کا نشانہ باندھ کر تیر پھینکا۔ اور وہ مہاوت اور ہاتھی دونوں کی پشت پر سے گزر گیا۔ اسی دوران میں میدنی رائے نے راجپوتوں کے گروہ کے ہمراہ جو برچھا اور جمدھر کے استعمال میں اپنی مثال آپ تھا، دشمن پر شدید حملہ کیا۔ صاحب خاں اس حملے کی تاب نہ لا سکا۔ اور پریشان ہو کر قلعہ مندو میں پناہ گزین ہو گیا۔

صاحب خاں کے نام سلطان محمود کا پیام

سلطان محمود نے حوض حسین تک صاحب خاں کا تعاقب کیا۔ اور پھر اسی مقام پر قیام پذیر ہو گیا۔ سلطان محمود نے اپنے بھائی کے نام یہ پیغام بھجوایا۔ "کچھ ہوش کرو اور سوچو کہ تم کس قدر نازیبا حرکت کا ارتکاب کر رہے ہو، تمھیں جس قدر دولت چاہیئے۔ میں دینے کو تیار ہوں، اور جو مقام تمھیں پسند ہے اسے تیرے حوالے کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں، لیکن بادشاہت کا خیال دل سے نکال دو۔"

ملک میں بغاوت کا علم بلند کیے ہوئے تھا۔ اور اس نے گندوبر سے شہاب آباد تک کے علاقے پر قبضہ کر رکھا تھا، سکندر خاں کو جب منصور خاں کی اطلاع ہوئی تو اس نے بہت سا لشکر جمع کر لیا۔ نیز گوندوانہ کے راجے بھی اس کی مدد کے لیے آ گئے۔ اس وجہ سے منصور خاں میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ سکندر کا مقابلہ کرتا۔

سکندر کی مدافعت

منصور خاں نے بادشاہ کو حقیقتِ حال کی اطلاع دی اور کہا کہ موجودہ صورت حال میں سکندر خاں کا مقابلہ کرنا مشکل ہے، میدنی رائے رجو قدیم ملازموں کی تباہی و بربادی کا دل وجان سے خواہاں تھا، نے منصور کو پیغام بھجوا دیا "تمہیں دشمن کی کثرت کا قطعاً خیال نہ کرنا چاہیئے، بادشاہ کا اقبال دشمن کی تباہی کے لیے کافی ہے، لہٰذا تم قدم آگے بڑھاؤ اور دشمن سے جنگ کرو۔"

منصور خاں کا فرار

یہ جواب پا کر منصور خاں بہت پریشان ہوا۔ اور اس نے جہاز خاں، جو ایک مقتدر امیر تھا، سے مشورہ کیا، ان دونوں امیروں نے کافی غور و فکر کے بعد بہجت خاں کے پاس جانے کا فیصلہ کیا اور جلد ہی چندیری کی طرف روانہ ہو گئے۔

سکندر خاں کی امان طلبی

سلطان محمود کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ لشکر تیار کر کے دھار کی طرف روانہ ہو گیا اور میدنی رائے کو ایک زبردست لشکر اور پچاس ہاتھیوں کے ساتھ سکندر خاں کی مدافعت کے لیے نامزد کیا۔ میدنی رائے کے ساتھ تقریباً دس ہزار راجپوت سپاہی تھے، اس نے سکندر خاں کو ناک چنے چبوا دیے۔ آخر کار اس نے مجبور ہو کر امان طلب کی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔ میدنی رائے نے اس کی خطا معاف کی اور اسے قدیم جاگیر پر بحال کر دیا۔

ایک نیا فتنہ

رفتہ رفتہ نوبت یہ پہنچی کہ میدنی رائے کا اقتدار اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ انہیں دنوں جبکہ سلطان محمود شادی آباد مندو سے باہر تھا۔ مفسدوں اور فتنہ انگیزوں کی ایک جماعت نے ایک مجہول النسب شخص کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اور سلطان غیاث الدین کی قبر سے چتر شاہی اتار کر اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا۔ داروغہ شہر نے اس موقع پر بڑی بہادری کا ثبوت دیا اور مفسدوں کو مار بھگایا۔

بہجت خاں کا اقدام

بہجت خاں کو میدنی رائے کے اقتدار اور سلطان محمود کی بے کسی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے چند آدمیوں کو کاویل بھیج کر صاحب خاں کو طلب کیا اور سلطان سکندر لودھی بادشاہ دہلی کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔ "مالوہ میں راجپوت کافروں نے مسلمانوں پر پوری طرح غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ میدنی رائے جو ان کافروں کا سردار ہے بہت ہی صاحب اقتدار ہو گیا ہے جو

شہاب الدین شدید گرمی کی وجہ سے بیمار پڑ گیا اور کچھ ہی عرصے میں اس نے انتقال کیا۔

اقبال اور مخصوص کا فرار

شہاب الدین کے انتقال کے بعد مخصوص خاں اور اقبال خاں نے شہاب الدین کے بیٹے کے سر پر چترِ شاہی سایہ فگن کیا اور اسے سلطان ہوشنگ کا خطاب دے کر اسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ یہ دونوں امیر سلطان ہوشنگ کو لے کر مالوہ میں آئے۔ سلطان محمود نے ان دونوں کا مقابلہ کیا۔ طرفین میں زبردست جنگ ہوئی، اقبال خاں اور مخصوص خاں زیادہ دیر تک سلطان محمود کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے، اور پہاڑیوں میں چھپ گئے۔

اقبال اور مخصوص خاں کی معافی

کچھ دنوں بعد ان دونوں امیروں نے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی اور سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ کی بہی خواہی اور وفاداری کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے ان کی خطا معاف کی اور انعام و اکرام سے نوازا۔

افضل خاں اور اقبال کا قتل

میدنی رائے اقبال خاں اور افضل خاں کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ اور ان کے وجود کو اپنی ترقی کے راستے کا سنگ گراں سمجھتا تھا اس نے سلطان محمود کو ان دونوں امیروں کے خلاف بھڑکایا اور کہا۔ "یہ دونوں امیر صاحب خاں کے بہی خواہ ہیں، اور انھوں نے اس کے نام خطوط لکھ کر اسے مندو پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے"۔ سلطان محمود یہ سن کر بہت غصے میں آیا اور اس نے حکم دیا کہ جب یہ امیر بادشاہ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوں تو ان کو قتل کر دیا جائے، شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور اس طرح ان دونوں امیروں کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

حاکم چندیری کی طلبی

میدنی رائے نے اس کے بعد بادشاہ کو چندیری کے حاکم بہجت خاں، کے خلاف بھڑکایا۔ بادشاہ نے بہجت خاں کو پایہ تخت میں طلب کیا۔ بہجت خاں کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ میدنی رائے اس کا دشمن ہے اور ضرور اس نے کوئی چال چل ہو گی، لہذا بہجت نے برسات کا بہانہ کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذوری کا اظہار کیا۔

سکندر خاں کی بغاوت

سلطان محمود نے حاکم بھیلسا منصور خاں کو سکندر خاں کی مدافعت کے لیے نامزد کیا۔ سکندر خاں ان دنوں مندو سے بھاگ کر

سلطان مظفر کی واپسی

میدنی رائے سلطان محمود کو قلعے سے باہر لایا اور راجپوتوں کا ایک لشکر گجراتی فوج کے مقابلے پر روانہ کیا۔ حاکم کھندوفی ملک لودہ کو سکندر خاں کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔ اتفاق سے گجراتی لشکر کے ایک حصے کو راجپوتوں نے شکست دی، سلطان مظفر گجراتی نے اس امر کو فال بد سمجھا اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

سکندر اور ملک لودہ کی جنگ

ملک لودہ نے سکندر خاں سے جنگ کی اور اسے شکست دی، جس وقت ملک لودہ دشمن کے لشکر کو تباہ و برباد کر رہا تھا، اس وقت سکندر خاں کا ایک سپاہی جس کے بال بچوں کو ملک لودہ کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا تھا، ملک لودہ کے پاس آیا۔ قدم بوسی کے بہانے سے یہ سپاہی آگے بڑھا اور خنجر سے ملک لودہ پر حملہ کر دیا، ملک لودہ کے پہلو میں شدید زخم آیا اور وہ وہیں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد سکندر خاں نے شاہی لشکر کو خوب پراگندہ کیا اور چند قوی ہیکل ہاتھیوں کو بطور مال غنیمت کے اپنے ساتھ لے کر سواس چلا گیا۔

دہلی کے لشکر اور صاحب خاں کی آمد

سلطان محمود نے میدنی رائے کے مشورے سے، اس مہم کو فی الحال موقوف کیا اور خود بہجت خاں کی سرکوبی کے لیے چندیری کی جانب روانہ ہوا، راستے میں سلطان محمود خلجی کو یہ معلوم ہوا کہ صاحب خاں قریب آ پہنچا ہے۔ منصور خاں نے اس کا استقبال کر کے چتر شاہی اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ لشکر دہلی سعید خاں، محافظ خاں اور عماد الملک لودھی کی نگرانی میں صاحب خاں کی مدد کے لیے قریب پہنچ چکا ہے۔

صدر خاں اور مخصوص خاں کی علیحدگی

یہ تمام خبریں سن کر سلطان محمود خلجی سخت پریشان ہوا۔ اور سوچنے لگا، کہ آخر وہ کون سی تدابیر اختیار کی جائیں کہ ان مصیبتوں سے نجات ملے، اسی اثنا میں اس کے دو نمایاں امیر صدر خاں اور مخصوص خاں اس کے لشکر سے علیحدہ ہو کر صاحب خاں کے پاس چلے گئے اور اس کی ملازمت کر لی۔

لشکر دہلی کی واپسی

عماد الملک اور سعید خاں نے محافظ خاں کے مشورے سے بہجت خاں کو یہ پیغام دیا: "تم ملک میں سلطان سکندر کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرو۔" بہجت خاں نے اس پیغام کا کوئی جواب نہ دیا۔ عماد الملک وغیرہ نے اس امر کو بہانہ بنایا۔ اور روانہ ہوئے، اور چندیری سے چودہ (۱۴) کوس کے فاصلے پر مقیم ہوئے، اس کے بعد کسی جنگ کی نوبت نہ آئی، کیونکہ سلطان سکندر نے دہلی سے فرمان بھیج کر اپنے لشکر کو واپس

اب تک اَن گنت قدیم ملازموں کو قتل کرا چکا ہے، اور جو لوگ اس کی زد سے بچے ہوئے ہیں وہ ملک کے اطراف و جوانب میں پریشان حال ہیں۔"

سلطان محمود کی بے دست و پائی

"سلطان محمود میدانی رائے کو ہر طرح کے اختیارات سونپ کر خود بے دست و پا ہو چکا ہے اور وہ اپنی اس عاقبت نااندیشی سے اب بہت نادم ہے۔ اس کے باوجود وہ عجیب گومگو حالت میں ہے، ہم قدیم جاں نثاروں پر اسے قطعاً اعتماد نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے ابھی تک میدانی رائے کا دست نگر ہو کر اس کی ہر رائے پر عمل کرتا ہے۔

بے دینی کا دَور دَورہ

سلطان محمود میدانی رائے کے کہنے سے قدیم ملازمین بارگاہ کے خون کا پیاسا ہے، اور ان کو تلوار کے گھاٹ اتارنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔ سارے ملک میں سخت انتشار پھیلا ہوا ہے۔ مذہبی احکامات کی سخت توہین ہو رہی ہے۔ مسجدوں اور مدرسوں میں نمازی اور طالب علم نام کو بھی نہیں رہے، اور یہ مقدس مقامات بے دینوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں۔

بادشاہ دہلی سے مدد کی درخواست

اس وقت میدانی رائے اتنا اقتدار حاصل کر چکا ہے، کہ وہ بآسانی سلطان محمود کو معزول کر کے خود بادشاہ بن سکتا ہے ایسے موقعے پر آپ کی مدد کی ضرورت ہے، آپ اپنے لشکر کو اس طرف بھیجیے تاکہ صاحب خاں کو تخت نشین کیا جا سکے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ چندیری وغیرہ میں آپ کے نام کا خطبہ جاری کر دیا جائے گا۔"

محافظ خاں دہلی میں

صاحب خاں اور محافظ خاں دونوں گجرات سے دکن کی طرف جا رہے تھے، راستے میں محافظ خاں نے اپنے ساتھی سے علیٰحدگی اختیار کی، اور دہلی جا پہنچا، اس نے بادشاہ دہلی سلطان سکندر لودھی سے تعلقات پیدا کیے، بادشاہ دہلی نے اُسے "سلطان محمد" کا خطاب عطا کیا اور عماد الملک اور سعید خاں لودھی کی نگرانی میں بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) سپاہیوں کا ایک لشکر مالوہ کی مہم کے لیے نامزد کیا۔

مالوہ میں بدامنی

انھیں دنوں سلطان گجراتی بھی زبردست لشکر اور بہت سے ہاتھی لے کر دھار میں آیا، اس کے علاوہ سکندر خاں نے بھی دوبارہ عَلَم بغاوت بلند کیا۔ ان وجوہ کی بنا پر سارے ملک میں سخت بدامنی پھیل گئی، میدانی رائے نے اس بدامنی کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور فتنہ پردازوں کی مدافعت پر کمر باندھی۔

دوسرے تمام امیر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اور سلطان محمود ہنسی خوشی اپنے پایۂ تخت کو واپس آیا ۔

سلطان محمود کی ستم کشی

میدنی رائے کا اقتدار بدستور قائم تھا ، اور سلطان محمود اس کے اشارے سے حسبِ معمول امیروں اور لشکر کے سرداروں پر ظلم کرتا تھا ۔ تقریباً ہر روز کوئی نہ کوئی بے گناہ کسی ناکردہ جرم کی پاداش میں تلوار کے گھاٹ اتارا جاتا ۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ سلطان محمود تمام امیروں ، بلکہ تمام مسلمانوں سے نفرت کرنے لگا ۔

ہندو نوازی

بادشاہ نے ان تمام مسلمان عمّالوں کو جو سلطان غیاث الدین اور سلطان ناصر الدین کے وقت سے دیوانی کی خدمات بجالاتے رہے تھے ، معزول کر دیا اور ان کی جگہ میدنی رائے کے ہم مذہبوں اور رشتہ داروں کو مقرر کیا ۔ بادشاہ کا یہ اقدام تمام امیروں کے لیے انتہائی مایوس کُن تھا ۔ لہذا انھوں نے اپنے بال بچوں کو ساتھ لے کر ترک وطن کرنا شروع کر دیا ۔

مُسلم آزار حرکات

ایک وقت وہ تھا کہ شادی آباد مندو علم و فن کا گہوارہ تھا ۔ یہاں ایسے علمار اور فضلار تھے ، کہ جنہیں بجا طور پر انتخاب روزگار کہا جا سکتا ہے ، لیکن سلطان محمود کی عاقبت نا اندیشی کی وجہ سے یہ لوگ اس جگہ سے کوچ کر کے دوسرے مقامات پر چلے گئے ، اور یہ شہر پوری طرح ہندوؤں کے قبضے میں آگیا ۔ ہندوؤں کا اقتدار یہاں تک بڑھا کہ دربانی اور فیل بانی کی خدمت بھی انھیں کو سونپ دی گئی ، ہندوں نے موقع پا کر مسلمانوں کو خوب ذلیل و خوار کیا ۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کرنے لگے ۔

قلعہ مندو پر علی خاں کا قبضہ

علی خاں ایک پرانا امیر اور شہر کا حاکم تھا ۔ اس سے یہ مسلم آزار حرکتیں نہ دیکھی گئیں ۔ لہذا اس نے بادشاہ کی مخالفت شروع کر دی ۔ ایک روز سلطان محمود خلجی ثانی شکار کے لیے شہر سے باہر گیا ہوا تھا ، علی خاں نے اس موقعے کو غنیمت سمجھا اور قلعہ مندو پر قبضہ کر لیا شہر کے وہ تمام لوگ جو راجپوتوں کے غلبے کی وجہ سے سخت پریشان تھے ، انھوں نے علی خاں کا ساتھ دیا ۔

علی خاں کا فرار اور قتل

سلطان محمود کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ جلد از جلد واپس

بلا لیا۔

ایک دُوسری روایت

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے، کہ چندیری میں سلطان سکندر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ لیکن سلطان سکندر نے اپنے لشکر کو چندیری میں زیادہ دیر ٹھہرنے نہ دیا، کیونکہ سلطان سکندر کے لشکر میں چالیس ہزار راجپوت تھے اور ان کی بہادری اپنی مثال آپ تھی۔

محافظ خاں کی آمد

لشکر دہلی کی واپسی پر سلطان محمود نے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس مصیبت سے چھٹکارا پاکر دل بہلاوے کے لیے شکار میں معروف ہوا۔ چند روز تک یہی مشغولیت رہی۔ اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ محافظ خاں بہجت خاں کے کہنے پر ایک لشکر جرار لے کر دہلی سے شادی آباد مندو کی طرف آ رہا ہے، بادشاہ نے حبیب خاں اور فخر الملک کو امیروں کی ایک جماعت کے ہمراہ جو سب راجپوت تھے، محافظ خاں کی مدافعت پر نامزد کیا۔

لڑائی اور محافظ خاں کی ہلاکت

ظفر آباد کے نواح میں محمود شاہی لشکر اور محافظ خاں کی فوج میں مقابلہ ہوا۔ فریقین میں بڑے زور کی جنگ ہوئی محمود کا اقبال کام آیا۔ اور دشمن کو شکست فاش ہوئی، محافظ خاں مارا گیا۔ اس وجہ سے بہجت خاں اور مخصوص خاں بہت پریشان ہوئے، اور انھوں نے صاحب خاں سے مشورہ کرکے بادشاہ سے صلح کی درخواست کی۔

صُلح

صاحب خاں نے سلطان محمود کے پاس شیخ اولیا، نامی ایک عالم کو روانہ کیا۔ اور صلح کی بات چیت کی۔ سلطان محمود تو اس امر کا دل وجان سے خواہاں تھا۔ اس نے شیخ اولیا، کی آمد کو خداوند تعالےٰ کا کرم خیال کیا، اور اسی وقت فرمانِ امان بہجت خاں کے نام روانہ کیا اس کے بعد وہ قلعہ رائسین، قصبہ بھیلسا اور ہاموتی بھی ان کو دیدیے۔ نیز دس لاکھ تنکے اور بارہ ہاتھی بھی ان کو عنایت کیے۔ محافظ نے تمام ہاتھی اور دو لاکھ تنکے لے لیے اور باقی سب کچھ صاحب خاں کے حوالے کردیا۔

سُلطان محمُود کی واپسی

کچھ مفسدوں اور فتنہ پردازوں نے صاحب خاں کو بہجت خاں کے خلاف بھڑکایا اور اس سے کہا کہ بہجت خاں تجھے قید کرنا چاہتا ہے صاحب خاں یہ سن کر ڈر گیا اور چپکے سے سلطان سکندر لودھی کے پاس بھاگ گیا۔ بہجت خاں اور

میدنی رائے کی خطاؤں کی معافی

میدنی رائے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی خطاؤں کی معافی طلب کی۔ بادشاہ نے مجبور ہو کر اس کو ان شرائط پر معاف کر دیا۔ (۱) ان تمام کاموں پر پہلے کی طرح مسلمانوں کو متعین کیا جائے۔ جن پر اب تک راجپوت کام کرتے رہے ہیں (۲) میدنی رائے ملکی مہمات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرے (۳) تمام ہندو، مسلمان عورتوں کو اپنے گھروں سے نکال دیں اور بے گناہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے باز آجائیں۔

سالباہن کی مخالفانہ روش

میدنی رائے نے ان شرائط کو مان لیا اور سلطان محمود خلجی کو اپنی اطاعت و وفاداری کا یقین دلایا۔ سالباہن پوربیہ ایک صاحب اقتدار امیر تھا۔ اس نے ان شرائط کو ماننے سے انکار کر دیا اور بادشاہ کی اطاعت سے منحرف ہو کر حسب سابق بُرے کاموں میں مشغول رہا۔

بادشاہ کی بلند ہمتی

بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس کو سخت غصہ آیا اور اس نے میدنی رائے اور سالباہن کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اگرچہ بادشاہ کے پاس صرف دو سو سوار تھے۔ لیکن اس نے ہمت نہ ہاری، اور اپنے چند معتمد سواروں کو یہ حکم دیا کہ جب بادشاہ شکار کے لیے جائے، اور واپسی پر سالباہن اور میدنی رائے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوں، تو انھیں قتل کر دیا جائے۔

سالباہن کا قتل

دوسرے روز قرارداد کے مطابق بادشاہ شکار پر روانہ ہُوا۔ میدنی رائے اور سالباہن اس کے ساتھ تھے۔ واپسی پر بادشاہ ان دونوں امیروں کو رخصت کر کے خود اپنے محل میں چلا گیا۔ منصوبے کے مطابق بادشاہ کے خاص آدمی ان دونوں امیروں کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے، جب یہ دونوں جا رہے تھے، تو پیچھے سے بادشاہ کے آدمیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ سالباہن تو اسی وقت واصل بہ جہنم ہوا۔ البتہ میدنی رائے صرف زخمی ہوا، اسے اس کے ملازموں نے بچا لیا اور اس کے گھر پر لے آئے۔

راجپوتوں کا اشتعال

راجپوتوں کو جب اس حادثے کا علم ہُوا تو وہ جوق در جوق میدنی رائے کے مکان پر جمع ہونے لگے، انھوں نے سمجھ لیا کہ یہ حادثہ بادشاہ کے اشارے سے عمل میں آیا۔ لہٰذا انھوں نے میدنی رائے کو بتائے بغیر ہی جنگ کا ارادہ کر لیا اور شاہی دربار کی طرف روانہ ہوئے۔

راجپوتوں سے بادشاہ کی جنگ

سُلطان محمود خلجی اگرچہ عقل کا کچا تھا۔ لیکن بہادری اور

آیا اور اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ بادشاہ نے محصورین کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ علی خان ان تکالیف کو برداشت نہ کر سکا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعے سے نیچے اتر کر فرار ہو گیا۔ بادشاہ قلعے میں داخل ہو گیا اور اس نے راجپوتوں کے ایک لشکر کو علی خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ راجپوتوں نے علی خاں کو گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

سلطان محمود کی پریشانی

اس واقعے کے بعد میدنی رائے کے اقتدار میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ اور اس نے مالوہ کے تمام امیروں اور منصب داروں کو اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ بادشاہی بارگاہ کے ملازمین بارگاہ میں صرف دو سو (۲۰۰) باقی رہ گئے اور باقی تمام ہندو تھے۔ سلطان محمود نے جب راجپوتوں کا یہ اقتدار دیکھا تو اس کی آنکھیں کھلیں۔ اور وہ کچھ پریشان ہوا اور میدنی رائے کے اقتدار کو ختم کرنے اور راجپوتوں کے غلبے سے نجات پانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

میدنی رائے کی ملازمت سے برطرفی

اہل ہند کا یہ دستور ہے کہ جب وہ اپنے ملازمین یا مہمانوں کو رخصت کرتے ہیں، انھیں پان پیش کرتے ہیں، سلطان محمود نے بھی میدنی رائے سے چھٹکارا پانے کے لیے یہی انداز اختیار کیا۔ اس نے آرائش خاں کے ہاتھ میدنی رائے کو پان کا بیڑہ بھجوایا۔ اور یہ پیغام دیا "میں تمہیں اپنی ملازمت سے علیحدہ کرتا ہوں، لہٰذا تم میری مملکت سے باہر چلے جاؤ۔"

راجپوتوں کا پیغام بادشاہ کے نام

راجپوتوں نے اس کے جواب میں بادشاہ کو پیغام بھیجا۔ کہ "ہم راجپوت سپاہی تعداد میں چالیس ہزار ہیں اور ہم سب نے ہر ممکن طریقے سے حضور کی خدمت کی ہے۔ اور بڑی جانفشانی سے اپنے فرائض ادا کیے ہیں۔ ہم نے کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کی جو حضور کے مزاج کے خلاف ہو آخر ہمارا قصور کیا ہے جو ہمیں اتنی بڑی سزا دی جا رہی ہے۔

میدنی رائے کی دُور اندیشی

راجپوتوں نے آپس میں طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سلطان محمود خلجی کو قتل کر دیا جائے اور اس کی برائے نام بادشاہت کو ختم کر کے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی جائے، میدنی رائے بہت ہی چال باز اور ہوشیار آدمی تھا۔ اس کی دُور رس نظریں مستقبل پر لگی ہوئی تھیں، اس لیے اس نے راجپوتوں کو اس ارادے سے روکا اور کہا "ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ ورنہ گجراتی بادشاہ ہم پر حملہ کر دے گا۔ جس طرح بھی ہو، ہمیں سلطان محمود کو خوش رکھنا چاہیئے۔ تاکہ اقتدار بدستور ہمارے ہاتھ میں رہے۔

شکر ہے کہ سالباہن جو انتہائی مغرور اور بدمزاج انسان تھا، مارا گیا۔ اب توقع ہے کہ تمام امورِ سلطنت اچھی طرح انجام پائیں گے اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے گا۔

میدنی رائے کی احتیاطی تدابیر

اس کے بعد میدنی رائے نے ظاہری طور پر بادشاہ کی اطاعت و وفاداری کا دم بھرنا شروع کیا۔ وہ کبھی گذشتہ واقعات کے بارے میں ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہ نکالتا۔ جب بھی وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو بطورِ احتیاط کے پانچ سو (۵۰۰) مسلح سپاہیوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ کیونکہ اسے یہ خطرہ تھا کہ نہ جانے کب، کیا واقعہ پیش آجائے۔

سلطان محمود گجرات میں

بادشاہ میدنی رائے کی اس حرکت سے اور زیادہ پریشان ہوا، ایک روز اس نے شکار کے بہانے سے راجپوتوں کو بہت ڈرایا بھگایا۔ اور پھر اسی رات کو اپنی پیاری رانی کنیا کے ساتھ ایک سوار اور چند پیادوں کو لے کر قلعے سے باہر نکلا، اور گجرات کی سرحد کی طرف چلا گیا۔ گجراتی حکام سلطان محمود کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آئے، اور اس کو بہت سی ضرورت کی چیزیں بطور تحفہ پیش کیں، ان حاکموں نے بعد ازاں سلطان مظفر گجراتی کو سلطان محمود کی آمد سے مطلع کیا۔

سلطان مظفر اور سلطان محمود کی ملاقات

سلطان مظفر، سلطان محمود کی آمد سے بہت خوش ہوا اور اس نے قیصر خاں، تاج خاں قوام الملک اور دوسرے نامی گرامی امیروں کو فرماں روائے مالوہ کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ اور وہ تمام سامان (مثلاً عربی گھوڑے، چند ہاتھی توشک خانے کا سامان، سراپردہ سرخ وغیرہ) جو بادشاہوں کے لیے ضروری ہوتا ہے، روانہ کیا۔ سلطان مظفر خود بھی چند منزل تک بادشاہ کے استقبال کے لیے آیا۔ دونوں بادشاہوں نے آپس میں ملاقات کی اور مجلس میں ایک ہی تخت پر بیٹھ کر بات چیت کی۔

سلطان محمود کی مدد کا وعدہ

سلطان مظفر، سلطان محمود سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔ اور اس سے پرسشِ حالات کی، سلطان محمود نے گجراتی فرماں روا کو تمام حالات سے آگاہ نہ کیا اور اس مقصد سے لشکر کی فراہمی کے لیے کوشاں ہوا۔

سلطان مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی

۹۲۳ھ میں سلطان مظفر گجراتی، سلطان محمود خلجی کے ہمراہ مالوہ کی طرف روانہ ہوا۔ میدنی رائے

جرأت میں اپنی مثال آپ تھا۔ اسے جب راجپوتوں کی آمد کی اطلاع ہوئی، تو وہ چند مسلمان پیادوں اور سولہ[16] سواروں کے ساتھ جذبۂ شہادت سے سرشار ہو کر اپنے خلوت خانے سے باہر آیا اور کئی ہزار راجپوتوں سے جنگ کرنے میں مشغول ہو گیا۔

بادشاہ کی بہادری

ایک راجپوت سپاہی جو اپنی بہادری کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ سب سے پہلے میدان میں آیا اور اس نے بادشاہ پر تلوار کا وار کیا۔ بادشاہ نے بڑی پھرتی سے اس کے وار کو روکا اور حریف پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ وہ وہیں دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا راجپوت بادشاہ کے مقابلے پر آیا۔ اور حملہ آور ہوا۔ بادشاہ نے اس کے وار کو بھی روکا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

راجپوتوں کو میدنی رائے کا مشورہ

راجپوتوں نے جب بادشاہ کو اس جرأت اور دلاوری سے لڑتا دیکھا تو انھوں نے جنگ مغلوبہ کیے بغیر ہی واپسی کی ٹھان لی اور میدنی رائے کے مکان کے وسیع احاطے میں آکر جمع ہو گئے، راجپوتوں نے دوبارہ فوج تیار کی اور میدنی رائے سے جنگ کی اجازت طلب کی اس موقع پر میدنی رائے نے کہا "سلطان محمود نے اگرچہ مجھے قتل کروانے کی کوشش کی، لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ میرا آقا اور ولی نعمت ہے اور اس کا ہر فعل عین حق ہے۔ لہٰذا تم لوگ اس معاملے میں قطعاً مشتعل نہ ہو۔ میری حمایت تمھیں ترک کر دینا چاہیئے۔ بہتر یہی ہے کہ تم جنگ کا خیال دل سے نکال کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔"

میدنی رائے کا پیغام بادشاہ کے نام

میدنی رائے کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر سلطان محمود خلجی مارا گیا، تو گجرات، خاندیش اور برار وغیرہ کے فرماں روا انتقام کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ میدنی رائے نے ایک طرف تو راجپوتوں کو سمجھایا۔ اور دوسری طرف سلطان محمود کو پیغام بھیجا" چونکہ میں نے اب تک حضور کی نمک حرامی نہ کی تھی۔ اس لیے باوجود ان زخموں کے زندہ رہا۔ اگر میری ہلاکت سے سلطنت کو کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو میں اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔"

بادشاہ کا مصالحانہ جواب

سلطان محمود کو بخوبی علم تھا کہ میدنی رائے کو جو زخم آئے ہیں وہ ایسے کاری نہیں ہیں کہ وہ ہلاک ہو سکے۔ اس لیے اس نے بھی صلح و نرمی کی روش اختیار کی اور اسے پیغام بھیجا۔" اب میں نے اچھی طرح جان لیا ہے کہ تو ہر طرح سے میرا خیر خواہ اور وفادار ہے، تو نے اپنی نیک چلنی سے راجپوتوں کو فتنہ و فساد سے باز رکھا۔ خدا کا

اس کے پاس آیا۔ اور اسے ایک دن کے لیے مندو چلنے کی دعوت دی۔ سلطان مظفر نے اس دعوت کو قبول کیا اور اپنے لشکر کو اسی جگہ چھوڑ کر خود قلعہ مندو میں واپس آیا۔ محمود نے بڑے پرتپاک انداز سے مظفر گجراتی کا خیر مقدم کیا۔ اور اس کے اعزاز میں ایک شاندار تقریب منعقد کی۔ بہت سے گراں قدر تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے اور جب وہ رخصت ہونے لگا۔ تو اس کو کچھ دور تک چھوڑنے گیا۔

سلطان مظفر کی گجرات کو روانگی

سلطان مظفر گجراتی نے اپنے جاں باز اور معتمد امیر آصف خاں گجراتی کو چند ہزار سواروں کے ہمراہ سلطان محمود کی مدد کے لیے مندو ہی میں چھوڑا اور خود اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا۔

کاکرون پر محمود کا حملہ

چندیری اور کاکرون پر میدنی رائے کا قبضہ تھا۔ اور قلعہ رائسین، بھیلسہ اور سارنگ پور سلہدی پوربیہ کی تحویل میں تھے۔ ان مقامات کو سلطان محمود خلجی نے اپنے قبضے میں کرنے کا ارادہ کیا۔ سب سے پہلے اس نے قلعہ کاکرون پر حملہ کیا۔ میدنی رائے نے اس بار بھی رانا سنگا سے مدد طلب کی، رانا سنگا ایک لشکر جرار لے کر اس کی مدد کو آ گیا۔

رانا سنگا کی تیاریاں

سلطان محمود سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا، دشمن کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ جب وہ رانا سنگا کے لشکر سے ساٹھ کوس کے فاصلے پر رہ گیا، تو وہاں اس نے قیام کرنے کے ارادے سے اپنے خیمے لگا دیے۔ رانا سنگا کو جب اس کی خبر پہنچی تو اس نے اپنے سرداران لشکر کو جمع کر کے ان سے کہا۔ "اس وقت ہمارا دشمن سفر کی تھکان سے چور ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم فوراً اس پر حملہ کر دیں۔ تاکہ اسے تازہ دم ہونے اور اپنے لشکر کو منظم و مرتب کرنے کا موقع نہ ملے۔ تمام سرداران لشکر نے رانا سنگا کی اس رائے کی تائید کی اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

رانا سنگا، سلطان محمود کے مقابلے پر

رانا سنگا نے اپنا لشکر تیار کیا اور سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا اور مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچ گیا۔ سلطان محمود کو رانا سنگا کی آمد کی قطعاً اطلاع نہ تھی۔ لیکن بعض امیروں کو اس کا علم ہو گیا، انھوں نے بادشاہ کو مطلع کیا۔ بادشاہ نے دشمن سے جنگ کرنے کی ٹھان لی۔ اگرچہ آصف خاں گجراتی اور دوسرے امیروں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ "آج کے دن جنگ کرنا

کو جب ان دونوں بادشاہوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے قلعہ شادی آباد مندو کو اپنے بیٹے نتھو رائے کے سپرد کیا۔ اور بارہ ہزار سپاہیوں اور بے شمار پیادوں کو اس کے ساتھ رہنے دیا۔ میدنی رائے خود قلعہ دھار میں چلا آیا۔ اور اس قلعے کے استحکام و مضبوطی کی کوشش کرنے لگا۔

میدنی رائے کا فرار

سلطان مظفر کا لشکر جب قریب پہنچا تو میدنی رائے سخت پریشان ہوا۔ اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ اس عظیم الشان لشکر کا مقابلہ کرتا۔ اس نے اپنے لشکر کا ایک بڑا حصہ تو نتھو رائے کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ اور خود رانا سنگا کے پاس جے پور چلا گیا۔

دھار کی فتح اور مندو کا محاصرہ

سلطان مظفر قلعہ دھار کے سامنے مقیم ہوا اور اس نے تھوڑی سی مدت میں اس قلعے کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد مظفر گجراتی نے شادی آباد مندو میں داخل ہو کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے اسیر کے حاکم عادل خاں کو بہت سے گجراتی امیروں کے ہمراہ رانا سنگا اور میدنی رائے کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔

قلعۂ مندو کی فتح

جیسا کہ سلاطین گجرات کے تذکرے میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ۹۲۴ھ میں سلطان مظفر گجراتی نے قلعۂ مندو کو فتح کر لیا فتح کے روز نوّے (۹۰) ہزار راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتار گیا۔ اس کے علاوہ بہت سے راجپوتوں نے جوہر کی رسم ادا کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

قلعۂ مندو سلطان محمود کی تحویل میں

سلطان محمود خلجی پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ عین فتح کے وقت مندو میں پہنچا، اور اس نے سلطان مظفر کو اس عظیم الشان کامیابی پر مبارک باد دی۔ اور بڑے اشتیاق سے یہ سوال کیا "اب میرے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟" سلطان مظفر نے بڑی منصف مزاجی کا ثبوت دیا اور کہا "مالوہ کی حکومت تم کو مبارک ہو۔" اس کے بعد سلطان مظفر نے قلعہ سلطان محمود کے سپرد کر دیا اور خود اپنے لشکر میں آ گیا۔

سُلطان مظفّر دھار میں

سلطان مظفر میدنی رائے اور رانا سنگا کی سرزنش کے لیے مندو سے روانہ ہوا۔ بادشاہ جب دھار میں پہنچا تو جاسوسوں نے یہ اطلاع دی۔ کہ "عادل خاں اور گجراتی امرا ابھی دیپالپور سے آگے بھی نہ بڑھے تھے کہ دشمنوں نے فتح کی خبر سُن لی اور وہ چندیری کی طرف بھاگ گئے۔

سُلطان مظفّر کی مندو میں واپسی

ایک روز جب کہ سُلطان مظفر دھار ہی تھا سُلطان محمود

تو اسے چھ ہزار راجپوتوں کے ہمراہ بہت ہی عزت سے شادی آباد مندو کی طرف روانہ کر دیا۔

مالوہ میں بدامنی اور انتشار

سلطان محمود خلجی اب تیسری بار مالوہ کے تخت پر بیٹھا اور اس نے حکومت کے انتظامات کی طرف توجہ کی۔ ان دنوں ملک میں سخت بدامنی اور انتشار پھیلا ہوا تھا۔ اکثر شہروں پر باغی امیروں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ رعایا بہت نڈر اور بے خوف ہو گئی تھی اور بادشاہ کی وفاداری نہ کی جاتی تھی۔

اُمراء کی سرکشی

امراء کی بغاوت اور سرکشی اپنے شباب پر تھی۔ سکندر خاں سیواجی نے بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر کے اپنی مستقل حکومت قائم کر رکھی تھی میدنی رائے چندیری کا کرون اور دوسرے بہت سے پرگنوں کا مالک بنا بیٹھا تھا۔ اور بادشاہ کے خلاف مختلف حرکتیں کرتا رہتا تھا۔ اس طرح دوسرے امراء بھی من مانی کر رہے تھے۔ جس کی سمجھ میں جو آتا کرتا۔ جس علاقے پر جس کی نظر پڑتی۔ اسی کو اپنے قبضے میں کر لیتا۔

زوال کے آثار

امراء کی بغاوت سے ملک میں جو بدامنی اور انتشار پیدا ہوا اس نے سلطنت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا۔ اور زوال کے آثار جا بجا نظر آنے لگے۔ اس صورت حال کا اصل سبب یہ تھا کہ سلطان محمود ثانی نے سلطان محمود اول کی طرح دوراندیشی اور معاملہ فہمی کو کبھی اپنا شعار نہ بنایا۔ اور ہمیشہ ہر کام کو بہ نوکِ شمشیر پورا کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق کار کسی طرح بھی مستحسن نہیں۔

سلطان محمود کا سلہدی پوربیہ پر حملہ

۹۲۶ھ میں سلطان محمود نے سلہدی پوربیہ کی سرزنش کا ارادہ کیا۔ اور اس مقصد سے لشکر تیار کر کے روانہ ہوا۔ سلہدی پوربیہ نے ان گنت راجپوتوں کو اپنے گرد جمع کر لیا اور میدنی رائے سے بھی مدد طلب کر کے اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کیا اور سارنگ پور میں بادشاہ سے لڑنے کے لیے مقیم ہوا۔

سلہدی پوربیہ کی شکست

فریقین میں جنگ شروع ہوئی۔ پہلے تو راجپوتوں نے مسلمانوں کو شکست دی۔ اور لوٹ مار میں مشغول ہو گئے۔ سلطان محمود، اس شکست سے ہراساں نہ ہوا اور چٹان کی طرح اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ جب بادشاہ نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ دشمن لوٹ مار میں مشغول ہے تو اس نے راجپوتوں پر بڑے زور شور سے حملہ کر دیا۔ سلہدی کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ بادشاہ نے سلہدی کے چوبیس ۲۴، ہاتھی گرفتار کیے اور سارنگ پور کو اس کے قبضے سے نکال لیا۔ سلہدی پوربیہ نے اپنی قدیم جاگیر پر قناعت کی اور سلطان محمود کی اطاعت قبول کی۔ سلطان محمود نے اس امر کو خدا کی۔

مناسب نہیں ہے کیونکہ ہمارا لشکر غیر منظم ہے" لیکن کم عقل بادشاہ کی سمجھ میں یہ موٹی سی بات بھی نہ آئی اور اس نے دشمن سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مالوی لشکر کی تباہی

فریقین میں جنگ شروع ہوگئی۔ تھوڑی سی دیر میں سلطان محمود خلجی کے لشکر کا صفایا ہوگیا۔ اور اس کی فوج کے بتیس (۳۲) نامی گرامی سردار ایک ایک کرکے مارے گئے۔ آصف خاں گجراتی بھی اس جنگ میں مع پانچسو گجراتی سپاہیوں کے ہلاک کر دیا گیا۔ الغرض مالوی لشکر پر ایسی تباہی آئی کہ الاماں والحفیظ۔ سارے لشکر میں سے صرف گیارہ آدمی زندہ بچے۔ ایک سلطان محمود اور دس سوار۔ باقی سارا لشکر ہندوؤں کی تلوار کا نشانہ بن گیا۔ یہ ایسی زبردست تباہی تھی کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

دشمن پر سلطان محمود کا حملہ

سلطان محمود نے دیکھا کہ اب اس کے سپاہیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ لیکن پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری۔ اور اس موقع پر لاجواب بہادری کا ثبوت دیا اور اپنے سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ دشمن کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ اور حملہ آور صرف گیارہ۔ اس تفاوت کے باوجود بادشاہ کی ہمت ہر لحظہ جوان ہوتی چلی گئی۔

محمود کی عدیم المثال بہادری

سلطان محمود کے ساتھی تو فوراً ہی دشمن کے ہاتھوں مارے گئے۔ لیکن سلطان اپنی بہادری کی وجہ سے دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا۔ بادشاہ نے اپنے گھوڑے کو بڑھایا اور دشمن کی صفیں چیرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس نے بجلی کی سی تیز رفتاری کے ساتھ بے شمار راجپوتوں کو قتل کیا۔ راجپوت سلطان محمود کی بہادری پر عش عش کر اٹھے۔ جب تک بادشاہ کے جسم میں طاقت رہی، وہ لڑتا رہا۔ اس کے جسم پر بے شمار زخم آئے لیکن اس نے ان کی پروا نہ کی اور برابر تیغ آزمائی کرتا رہا۔ آخرکار راجپوتوں نے اس کو گھیر کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ وہ لوگ بادشاہ کی بہادری سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسے قتل نہ کیا اور زندہ گرفتار کرکے رانا سنگا کے پاس لے آئے۔

رانا سنگا کا سلطان محمود سے اچھا برتاؤ

راجپوت لشکریوں نے اپنے سردار اعلیٰ رانا سنگا سے سلطان محمود کی بے انتہا تعریف کی اور اس کی بہادری کو بہت سراہا۔ رانا نے بھی بادشاہ کی بڑی تعظیم کی اور اسے ایک مناسب جگہ پر بٹھا کر خود اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا۔ رانا سنگا نے بادشاہ کا علاج کروایا جب اس کے زخم مندمل ہوگئے

کے بعض پرگنوں پر حملہ کر کے انھیں تباہ و برباد کیا۔

محمود خلجی سارنگپور میں

رتنسی کو سلطان بہادر گجراتی اور سلطان محمود خلجی کی ناراضگی کا علم ہو چکا تھا اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا اول الذکر اپنے ملک سے کوچ کر کے مالوہ کی طرف چل دیا ہے رتنسی نے اپنا لشکر فراہم کیا اور وہ بھی مالوہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ سلطان محمود نے سلطان بہادر گجراتی کے استقبال کا ارادہ کیا اور سارنگ پور پہنچ گیا، ان دنوں سکندر خاں میواتی کا انتقال ہو چکا تھا۔ محمود خلجی نے اس کے منہ بولے بیٹے معین خاں کو (جو حقیقت میں ایک روغن فروش کا بیٹا تھا) کو سیواس سے بلوایا۔ اسے مسند عالی کا خطاب اور سرا پردہ سُرخ (جو بادشاہوں کے لیے مخصوص ہوتا ہے) عطا کیا۔

محمود خلجی کی بہادر گجراتی سے شکایت

سلطان محمود نے سلہدی پور بیہ کو بھی بلوایا اور اس کی جاگیر میں چند پرگنوں کا اضافہ کیا۔ سلہدی پوربیہ کو بادشاہ کی نیت پر شک گزرا اور وہ معین خاں کو ساتھ لے کر رتنسی کے پاس چلا گیا وہاں سے اس نے اپنے بیٹے بھوپت کو ساتھ لیا اور سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے سلطان محمود خلجی کی شکایت کی۔

محمود خلجی کا پیغام بہادر گجراتی کے نام

سلطان محمود خلجی کو جب ان حالات کا علم ہُوا تو وُہ بہت پریشان ہُوا، اس نے دریا خاں لودھی کو سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ پیغام بھجوایا۔ "آپ کے خاندان کے مجھ پر بہت زیادہ احسانات ہیں، چونکہ آپ اس طرف تشریف لا رہے ہیں اور اب مسافت بہت کم باقی رہ گئی ہے اس لیے میرا ارادہ ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطنت کی مبارک باد پیش کروں۔"

سلطان بہادر کی شرافت

سلطان بہادر نے جیسا کہ اس کے حالات میں لکھا جا چکا ہے اس پیغام کا نہایت ہی معقول اور مخلصانہ جواب دیا اور وہ دریائے کرخی کے کنارے فروکش ہو کر سلطان محمود کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ اس جگہ سے رتنسی تو اپنے مکان کو واپس چلا گیا البتہ سلہدی پوربیہ سلطان بہادر کی لشکر گاہ ہی میں ٹھہرا رہا۔

سُلطان محمود کی کم عقلی کا ایک اور مظاہرہ

سلطان محمود کی کم عقلی نے ایک اور گُل کھلایا اور اس نے سلطان بہادر سے ملاقات کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور سکندر خاں کے ملازموں کی سرزنش کا بہانہ کر کے سیواس کی طرف چلا گیا۔

نعمت تصور کیا اور شادی آباد مندو میں واپس آگیا۔

شہزادہ چاند خاں گجراتی مندو میں

۹۳۲ھ میں گجرات کی حکومت سلطان بہادر شاہ کے قبضے میں آئی تو شہزادہ چاند خاں بن مظفر شاہ گجراتی فرار ہو کر شادی آباد مندو میں آگیا چونکہ سلطان محمود پر مظفر گجراتی کے بے شمار احسانات تھے اس لیے مرحوم گجراتی فرماں روا کے بیٹے چاند خاں کا شایان شان استقبال کیا اور اس سے بہت خلوص و محبت سے پیش آیا۔

رضی الملک گجراتی کی کوششیں

انھیں دنوں ایک مشہور و معروف گجراتی امیر سلطان بہادر شاہ گجراتی کے خوف سے ظہیر الدین بابر کے پاس چلا گیا، اس امیر نے سلطان بہادر کو معزول کر کے شہزادہ چاند خاں کو گجرات کے تخت پر بٹھانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس مقصد سے وہ ایک بار آگرہ سے شادی آباد مندو میں بھی آیا اور اس نے شہزادہ چاند خاں سے مشورہ کیا اور پھر واپس گجرات چلا گیا۔

سلطان بہادر کا خط محمود کے نام

سلطان بہادر گجراتی کو اس واقعے کا علم ہو گیا، اس نے سلطان محمود کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا "آپ میں اور مجھ میں جو مخلصانہ تعلقات ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ آپ میرے دشمنوں کی سرپرستی نہ کریں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ نے رضی الملک جیسے نمک حرام کو کیونکر شادی آباد مندو میں آنے کی اجازت دی، نیز اسے شہزادہ چاند خاں سے ساز باز کرنے کا موقع دیا مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ اس سلسلے میں احتیاط برتیں گے تاکہ آپ کے اور میرے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہیں۔

بہادر گجراتی کی مالوہ پر حملے کی تیاریاں

اتفاق سے انھیں دنوں رضی الملک نے بابر کے اُمراء سے کچھ بات چیت کی اور دوبارہ شادی آباد مندو میں آکر شہزادہ چاند خاں سے آملا۔ اس مرتبہ پھر سلطان بہادر کو پتہ چل گیا، اسے بہت غصہ آیا، اب کی بار اس نے سلطان محمود سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہ کی اور مالوہ پر لشکر کشی کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ چونکہ مالوہ میں خلجی حکومت کے خاتمے کا وقت آچکا تھا اس لیے سلطان محمود نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس سلسلے میں کسی قسم کی تگ و دو نہ کی اور آنے والے فتنے کے تدارک کے لیے کچھ سوچ بچار نہ کی۔

چیتپور کے بعض پرگنوں پر لشکر کشی

اسی اثنا میں سلطان محمود خلجی کو رانا سنگا کے انتقال کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ اس کی جگہ اس کا بیٹا رتنسی تخت نشین ہوا ہے۔ بادشاہ نے شرزہ خاں کو رتنسی پر لشکر کشی کرنے کے لیے روانہ کیا۔ شرزہ خاں نے چیتپور

دونوں بادشاہوں کی ملاقات

بادشاہ اور اس کے ساتھیوں میں یہ بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ سلطان بہادر گجراتی بھی اس طرف آگیا۔ وہ لعل محل کے بام پر گیا اور وہاں سلطان محمود خلجی کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔ محمود خلجی نے اپنے تمام ساتھیوں کو اسی جگہ چھوڑا اور خود سات (۷) سواروں کے ہمراہ سلطان بہادر گجراتی کے پاس آیا۔ گجراتی فرماں روا، محمود سے بہت اچھی طرح پیش آیا، بغل گیر ہونے کے بعد اسے اپنے پاس بٹھایا۔

تغیرِ مزاج

اس کے بعد سلطان بہادر گجراتی نے اپنے حریف بادشاہ سے کچھ گفتگو بڑے سخت اور درشت لہجے میں کی۔ اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا لیکن اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا دل سخت مضطرب ہے، اور وہ نہ جانے کیا کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس غصے اور پریشانی کے عالم میں سلطان بہادر گجراتی نے کہا "میں تمام مالوی امیروں کو جان کی امان دیتا ہوں لہٰذا وہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں"۔

محمود خلجی کی گرفتاری

بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ گفتگو میں سلطان محمود خلجی نے سختی اور درشتی سے کام لیا اور سلطان بہادر گجراتی جو اپنے حریف بادشاہ کو معاف کر دینے کا ارادہ رکھتا تھا، اس سے مشتعل ہو گیا اور اس نے سلطان محمود کی گرفتاری کا حکم دیدیا جمعہ کے روز شادی آباد مندو کی تمام مسجدوں میں سلطان بہادر گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا سلطان محمود کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور اسے مع اس کے ساتوں بیٹوں کے آصف خاں کے حوالے کیا گیا تاکہ ان کو قلعہ چینیا نیر میں نظر بند کر دیا جائے۔

محمود خلجی کا قتل

راستے میں کول اور بھیل قوم کے دو ہزار افراد نے آصف خاں کے لشکر پر شب خون مارا۔ سلطان محمود اس وقت نماز سے فارغ ہو کر سونے کے لیے لیٹا ہی تھا کہ اس کے کانوں میں شور و غل کی آواز آئی۔ اس نے جلدی سے فرار ہونے کا ارادہ کیا اور اپنے پاؤں کی زنجیر کو توڑا۔ پاسبانوں کو اس کی اطلاع ہو گئی اور انھوں نے اس خیال سے کہ کہیں یہ شب خون سلطان محمود کے بہی خواہوں نے مارا ہو۔ بادشاہ کو قتل کر دیا۔

سلطنتِ خلجیہ کا خاتمہ

صبح ہوئی تو آصف خاں نے سلطان محمود کو حوضِ دہوہ کے کنارے دفن کر دیا اور اس کے لڑکوں کو چینیا نیر لے جا کر قید کر دیا، کچھ عرصے بعد اس خاندان کا سوائے محمد شاہ بن سلطان ناصر الدین کے (جو بابر بادشاہ کا ملازم تھا) کوئی وارث نہ رہا، الغرض اس طرح خلجی خاندان کی بادشاہت ختم ہو گئی اور مالوہ کی حکومت گجراتی

راستے میں اس نے شکار کھیلنے کا ارادہ کیا اور اسی مشغولیت میں وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کا داہنا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اس واقعے کو بادشاہ نے فال بد سمجھا اور اپنا ارادہ ترک کر کے قلعہ مندو میں واپس آگیا اور قلعے کے استحکام کی طرف متوجہ ہوا۔

قلعۂ مندو کا محاصرہ

سلطان بہادر گجراتی نے بھی سلطان محمود کا انتظار ترک کر دیا اور شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان محمود کے بہت سے ملازمین، گجراتی فرمانروا سے آ آکر ملتے رہے، یہاں تک کہ دھار کا حاکم شرزہ خاں بھی سلطان بہادر سے مل گیا۔ سلطان بہادر گجراتی نے مظفر آباد نعلچہ میں آکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور مورچل تقسیم کیے۔

دمِ واپسیں

سلطان محمود خلجی تین ہزار (۳۰۰۰) سپاہیوں کے ساتھ قلعے میں محصور ہو گیا وہ ہر رات کو تمام مورچوں کا معائنہ کرتا اور سلطان غیاث الدین کے مدرسے میں آرام کرتا جب بادشاہ کو اہلِ قلعہ کے باہمی نفاق کا علم ہو گیا تو وہ مدرسہ کی بجائے اپنے محلات میں رہنے لگا اور عیش و عشرت میں غرق ہو گیا۔ بعض دُور اندیش اور معاملہ فہم لوگوں نے اشارۃً بادشاہ سے کہا کہ یہ موقع عیش و عشرت کا نہیں ہے، بادشاہ نے جواب دیا "اب میرا آخری وقت آ پہنچا ہے اس لیے جو لمحہ بھی عیش و عشرت میں گزرے وہ غنیمت ہے"۔

قلعۂ مندو پر بہادر گجراتی کا قبضہ

۹ شعبان ۹۳۷ھ کی صبح کو سلطان بہادر گجراتی نے قلعہ مندو کو فتح کر لیا اور شہزادہ چاند خاں جو تمام جھگڑے کی بنیاد تھا، قلعے سے نکل کر دکن کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان محمود خلجی نے تھوڑے سے لشکر کو ہمراہ لیا اور سلطان بہادر سے لڑائی کرنے کے لیے باہر نکلا، لیکن اس میں گجراتی فرماں روا کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور وہ واپس لوٹ آیا۔

محمود کا اپنے اہل و عیال کو قتل کرنے کا ارادہ

سلطان محمود اگر اس موقعے پر چاہتا تو قلعے سے نکل کر وسط مملکت میں جا سکتا تھا، لیکن اس کی کم عقلی نے اسے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ اس نے ایک ہزار (۱۰۰۰) سواروں کو ساتھ لیا اور اپنے بال بچوں کو قتل کرنے کے ارادے سے شاہی حرم کی طرف بڑھا۔ مگر کچھ لوگوں نے بادشاہ کو اس ارادے سے باز رکھا اور یہ کہا "سلطان بہادر گجراتی ایسا شخص نہیں ہے کہ آپ کے اہل و عیال کے ساتھ بُرا سلوک کرے اس لیے آپ اس خیال کو دل سے نکال دیں، اس وقت بہتر یہی ہے کہ ہم قلعہ سے باہر نکل کر لشکر فراہم کریں اور دشمن کی مدافعت کریں"۔

سلاطینِ خلجیہ کے بعد مالوہ کی حالت

سلطان بہادر گجراتی کا غلبہ

بعض تاریخی کتابوں میں یہ امر پوری تحقیق کے بعد لکھا گیا ہے کہ سلطان محمود خلجی کے بعد مالوہ پر سلطان بہادر گجراتی کا مکمل قبضہ ہو گیا اور تمام مالوی امیروں نے گجراتی فرماں روا کی اطاعت قبول کر لی۔ بادشاہ نے بھی ان امیروں کو انعامات و اکرام سے نوازا اور انھیں ہر طرح سے اپنا بہی خواہ اور اطاعت گزار بنانے کی کوشش کی۔

سلہدی پوربیہ کا حشر

سلہدی پوربیہ، مالوہ کے امیروں میں پہلا شخص تھا جو سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وجہ سے سلطان بہادر اس سے بہت خوش تھا، لہٰذا اسے اجین، سارنگ پور اور رائسین کے پرگنے عطا کیے، لیکن سلطان بہادر اس امیر سے زیادہ خوش نہ رہ سکا، جیساکہ سلاطین گجرات کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے سلہدی پوربیہ نے سلطان بہادر کے خوف سے قلعہ رائسین میں خودکشی کر لی اور اس کا بیٹا بھوپت فرار ہو گیا، اس واقعے کی تفصیل چونکہ پہلے بیان کی جا چکی ہے اس لیے اسے اس جگہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔

سلطان بہادر کی جینانیر کو واپسی

اس کے بعد سلطان بہادر گجراتی نے دریا خاں لودھی کو اجین کا حاکم بنایا، رائسین کی حکومت عالم خاں حاکم کالپی کے سپرد کی اور شادی آباد مندو پر اختیار خاں کو نامزد کیا۔ سلطان بہادر خود جینانیر واپس آ گیا۔

مندو پر ہمایوں کا قبضہ

ان واقعات کے بعد نصیر الدین ہمایوں نے گجرات کو فتح کر لیا۔ اور سلطان بہادر گجراتی بندر دیب کی طرف بھاگ گیا، اس کے بعد ہمایوں شادی آباد مندو میں بھی آیا اور یہاں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ ہمایوں نے مندو کو اپنے معتمد امیروں کے سپرد کیا اور خود واپس آگرہ چلا گیا۔

فرماں رواؤں کے ہاتھ میں آگئی۔

گجراتیوں نے ۹۴۱ھ تک مالوہ پر حکمرانی کی۔ اس کے بعد زمانے کے دستور کے مطابق یہ حکومت دست بدست منتقل ہوتی رہی، یہاں تک کہ ۹۶۸ھ میں جلال الدین اکبر نے اس پر قبضہ کر لیا اور ہر شخص نے دنیا کی بے وفائی اور زمانے کے انقلاب کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

کا بادشاہ ہے تو میں بھی مالوہ کا فرماں روا ہوں۔ جب وہ میرا ادب نہیں کرتا تو میں کیوں اس کا احترام کروں الغرض عبدالقادر نے شیر شاہ کو جواب میں فرمان ہی بھجوا دیا، جب یہ فرمان شیر شاہ کو ملا تو اُس کو بھی سخت غصہ آیا اور اس نے کہا کبھی موقع ملا تو عبدالقادر کو اس گستاخی کا مزہ چکھا دوں گا۔"

شیر شاہ کا مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ

شیر شاہ سوری جب بادشاہ دہلی ہو گیا اور اس نے ہندوستان کو فتح کر لیا۔ ۹۴۹ھ میں اس نے مالوہ کو فتح کرنے کے ارادے سے کوچ کیا۔ جب شیر شاہ سارنگ پور کے قریب پہنچا تو سلطان عبدالقادر بہت پریشان ہوا، اسے خوف تھا کہ کہیں شیر شاہ اس سے اس کی گستاخی کا انتقام نہ لے۔ اس موقعے پر سیف خاں دہلوی نے عبدالقادر کو یہ مشورہ دیا: "ہم شیر شاہ کے مقابلے کی ہمت قطعاً نہیں رکھتے لہٰذا اب یہی بہتر ہے کہ آپ جلد از جلد سارنگ پور پہنچ کر شیر شاہ سے ملاقات کریں۔"

شیر شاہ سوری اور عبدالقادر کی ملاقات

سلطان عبدالقادر کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اسی وقت روانہ ہو گیا اور سارنگ پور پہنچ کر شیر شاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ شیر شاہ کے ملازموں نے اپنے آقا کو عبدالقادر کے آنے کی اطلاع دی۔ بادشاہ نے عبدالقادر کو اپنے حضور طلب کیا۔ شیر شاہ، عبدالقادر سے نہایت مہربانی سے پیش آیا اور اس کو خلعت خاص سے نوازا۔ دوسرے روز شیر شاہ اجین کی طرف روانہ ہو گیا، اور اس نے شجاع خاں کو یہ تاکید کر دی کہ وہ عبدالقادر کے آرام و آسائش کا خیال رکھے۔

شیر شاہ کا اجیّن پر قبضہ کرنے کا ارادہ

اجین پہنچ کر شیر شاہ نے اس مملکت پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا، عبدالقادر کو اس کی توقع نہ تھی۔ شیر شاہ نے وقتی مصلحتوں کا خیال کر کے عبدالقادر کو لکھنوتی کی حکومت پر نامزد کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو وہاں بھیج کر خود بادشاہ کی خدمت میں رہے۔

عبدالقادر کا سارنگ پور میں قیام

عبدالقادر نے جب سارا معاملہ دگرگوں دیکھا تو اُس نے اپنے بال بچوں کو اجین سے بلا لیا اور ایک باغ میں جو قصبہ سارنگ پور اور لشکر گاہ کے درمیان واقع تھا، مقیم ہو گیا۔ انھیں دنوں سکندر خاں میواتی کا منہ بولا بیٹا معین خاں بھی شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، شیر شاہ نے اسے سکندر خاں کا خطاب دیا اور عمدہ جاگیر سے نوازا۔

شیر شاہ کی رفاقت ـــــ ایک مہنگا سودا

ایک روز عبدالقادر اپنی قیام گاہ سے شیر شاہ

سُلطان عبدالقادر

ملو خاں، نصیر الدین ہمایوں کا ایک خلجی غلام تھا اس نے اپنی محنت سے بہت اقتدار حاصل کر لیا۔ اس نے مالوہ میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی اور اپنا نام سلطان عبدالقادر رکھا، اس نے بھیلسہ سے دریائے نربدہ تک کے علاقے پر قبضہ کر کے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا سلہدی پور بیہ کے بیٹوں بھوپت اور پُورن مل نے قلعہ جے پور سے نکل کر رائسین پر قبضہ کر لیا اور سلطان عبدالقادر کی اطاعت کر کے اس کی خدمت میں پیش کش روانہ کی۔

شیر شاہ سوری کا پیغام عبدالقادر کے نام

کچھ ہی عرصے میں سلطان عبدالقادر کا اقتدار اس حد تک بڑھ گیا کہ شیر شاہ سوری نے اس زمانے میں جب کہ بنگالہ میں نصیر الدین ہمایوں سے اس کی معرکہ آرائی ہو رہی تھی، عبدالقادر کو یہ پیغام بھیجا ”مغلیہ لشکر بنگالہ میں داخل ہو گیا ہے، اس لیے تم آگرہ کی طرف توجہ کرو یا اس نواح میں اپنا لشکر بھیج کر کچھ فتنہ و فساد برپا کرو تاکہ مغل بے چین ہو کر آگرہ کی طرف واپس چلے جائیں اور میں بنگالہ میں اطمینان سے حکومت کر سکوں۔“

عبدالقادر کی خفگی

یہ پیغام شیر شاہ سوری نے ایک فرمان کی صورت میں روانہ کیا تھا، اور اس پر اپنی مُہر بھی ثبت کی تھی۔ عبدالقادر نے جب اس فرمان کو دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا۔ اس نے اپنے منشی کو حکم دیا کہ اس فرمان کے جواب میں فرمان ہی بھیجا جائے اور اس پر عبدالقادر کی مُہر ثبت کی جائے اس موقعے پر عبدالقادر کے ایک مقرب سیف خاں دہلوی نے اس سے کہا ”شیر شاہ جونپور کا بادشاہ ہے اور اس کے پاس اس قدر لشکر موجود ہے کہ وہ بادشاہ دہلی کا مقابلہ کر سکتا ہے، اس لیے اگر اس نے آپ کے نام فرمان بھیجا تو اس میں غصے کی کوئی بات نہیں ہے۔“

شیر شاہ کے نام جوابی فرمان

عبدالقادر نے اس کے جواب میں کہا ”اگر شیر شاہ بنگالہ جونپور

شجاع خاں

عبدالقادر کے فرار کے بعد شیر شاہ نے چند روز تک اجین میں قیام کیا اور مالوہ کو اپنے امیروں میں تقسیم کر دیا۔ اجین، سارنگ پور اور دوسرے کئی پرگنے شجاع خاں کی جاگیر میں دیے گئے اور اس کو اس مملکت کا سپہ سالار مقرر کیا۔ شیر شاہ خود رنتھنبور چلا گیا، اس نے اس خیال سے کہ کہیں سکندر خاں بھاگ نہ جائے، اسے قید کر دیا۔

نصیر خاں کا شجاع پر حملہ

سکندر خاں کے بیٹے نصیر خاں کو جب اپنے باپ کی گرفتاری کا علم ہوا تو اس نے سیواس میں لشکر فراہم کرنا شروع کر دیا اور ایک بھاری جمعیت لے کر شجاع خاں سے جنگ کرنے کے لیے آیا۔ نصیر خاں نے اپنے ساتھیوں سے یہ کہا کہ "شجاع خاں کو زندہ گرفتار کرنا چاہیے تاکہ میں اسے اپنے باپ کے معاوضے میں اپنے پاس رکھوں اور اس طرح سکندر خاں کو دشمن کی قید سے رہائی دلاؤں"۔

معرکہ آرائی

فریقین میں جب جنگ شروع ہو گئی تو نصیر خاں اور اس کے بعض ساتھی کسی نہ کسی طرح شجاع خاں کے پاس پہنچ گئے اور اسے بالوں اور گریبان سے پکڑ کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ مبارک خاں شیروانی نے جب شجاع خاں کو اس حالت میں دیکھا تو وہ اس کے بچاؤ کے لیے آیا اور بڑی بہادری سے جنگ کر کے شجاع خاں کو دشمن کے پنجے سے نکال لیا۔

اس لڑائی میں مبارک خاں کا ایک پاؤں کٹ گیا اور وہ کمزوری کی وجہ سے اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ نصیر خاں کے سپاہی فوراً اس کی طرف لپکے اور اسے قتل کرنا چاہا، لیکن راجہ گرالیا رنے عین موقعے پر اس کو بچا لیا۔

نصیر خاں کی شکست

نصیر خاں نے اس معرکے میں بے پناہ جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا مگر قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور اپنے دشمن کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ نصیر خاں میدان جنگ سے فرار ہو کر کوانداره میں پناہ گزیں ہوا۔ شجاع کے چہرے اور

کے دربار کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اس نے دیکھا کہ مغل قوم کے بہت سے افراد، جنہیں افغانیوں نے گرفتار کر رکھا تھا بیلداری اور گل کاری میں مشغول تھے۔ یہ لوگ ہمیشہ لشکرگاہ کے گرد خندق کھودنے کا کام کرتے رہتے تھے، جب عبدالقادر ان لوگوں کے قریب سے گزرا تو ایک مغل نے یہ مصرعہ بآواز بلند پڑھا ؎

"مرا می بیں بدیں احوال وفکر خویشتن می کن"

یہ مصرعہ سُن کر عبدالقادر چوکنا ہو گیا اور فوراً اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر میں شیر شاہ کے ساتھ رہا تو وہ یقیناً گلکاری کا حکم دے گا۔

شیر شاہ کی معاملہ فہمی

عبدالقادر نے شیر شاہ سے علیحدہ ہونے کا ارادہ کر لیا اور فرار ہونے کے ذرائع پر غور کرنے لگا۔ شیر شاہ بہت ہی فہیم و دانشمند انسان تھا اس نے عبدالقادر کی نیت بھانپ لی اور شجاع خاں سے کہا "میں عبدالقادر کی مشتبہ حرکات سے پوری طرح باخبر ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ میرے ساتھ وفاداری نہ کرے گا، کیونکہ میرے بُلائے بغیر ہی یہ میری خدمت میں حاضر ہُوا ہے میں فی الحال اسے سزا نہیں دینا چاہتا، ورنہ یہ بھاگ جائیگا کچھ عرصے بعد اسے گرفتار کر کے معقول سزا دُوں گا۔"

عبدالقادر کا فرار

اِدھر عبدالقادر اپنی کوششوں میں پُوری سرگرمی سے منہمک تھا، ایک روز اُسے موقع مل گیا اور اس نے راہِ فرار اختیار کی۔ شیر شاہ نے اپنے کچھ پیادوں کو عبدالقادر کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ یہ سپاہی عبدالقادر کے پیچھے بھاگے، لیکن اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے اور ناکام و نامراد واپس لوٹے۔ اس موقعے پر شیر شاہ نے فی البدیہہ یہ مصرعہ پڑھا ؎

"با جاچہ کرد دیدی ۔ ملّو غلام گیری"

اس مجلس میں شیخ جمال شاعر کا بیٹا شیخ عبدالحیٔ (جو بادشاہ کا مصاحب تھا) بھی موجود تھا اس نے فوراً دوسرا مصرعہ موزوں کر دیا ؎

"قولیست مصطفیٰ را لا خیر فی العبیدی"

نشے کے عالم میں دیوان خانے میں آیا تیسرے یہ کہ فراش کو مارا۔ اس لیے اس کی سزا یہی ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔"

سلیم شاہ سے شجاع کی شکایت

شجاع خاں کے حکم کی تعمیل کی گئی اور عثمان خاں کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے، یہ عبرت ناک سزا پانے کے بعد عثمان خاں زندہ رہا اور سلطان سلیم شاہ کے پایۂ تخت گوالیار پہنچا۔ وہاں اس نے بادشاہ سے شکایت کی اور اُسے تمام ماجرا سنایا، سلیم شاہ نے فریادی سے کہا "جو سلوک شجاع خاں نے تجھ سے کیا ہے، تو بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کر۔"

شجاع خاں پر حملہ

سلیم شاہ کا یہ جواب، شجاع خاں کو بُرا معلوم ہُوا اور اسے سخت غصہ آیا، اس غصے کے عالم میں اس نے سلیم شاہ کو بُرا بھلا بھی کہا۔ ایک روز شجاع خاں، سلیم شاہ کو سلام کرنے کے لیے قلعہ گوالیار کی جانب روانہ ہُوا۔ جب اس کی پالکی دروازہ ہتیاپول کے قریب پہنچی تو اس نے عثمان خاں (شرابی) کو ایک دکان پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ عثمان نے اپنے آپ کو پُرانی بکتر سے چھپا رکھا تھا۔ شجاع خاں نے عثمان کو تسلی دینے اور اس کا حال پوچھنے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں عثمان بجلی کی سی تیزی کے ساتھ شجاع کی پالکی پر چڑھ آیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ شجاع خاں کے محافظوں نے اُسی وقت عثمان خاں کو پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔

شجاع خاں کا زخمی ہونا

عثمان خاں کے جسم کو شجاع خاں کے محافظوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہُوا کہ اس نے اپنا ایک ہاتھ لوہے کا بنوا رکھا ہے اور اسی مصنوعی ہاتھ سے اُس نے شجاع خاں پر حملہ کیا تھا، اس کے بعد شجاع خاں بادشاہ سے ملے بغیر ہی اپنے گھر واپس آ گیا۔ شجاع کے متعلقین نے اس کا لباس اتار کر دیکھا تو معلوم ہُوا کہ عثمان خاں کے حملے سے شجاع کا ایک پہلو زخمی ہو گیا ہے، سب لوگوں نے اشاروں کنایوں میں سلیم شاہ کو بُرا بھلا کہا؛ کیونکہ یہ حملہ اسی کی ترغیب سے ہُوا تھا۔

پُرسش حال

سلیم شاہ کو جب شجاع خاں کے زخمی ہونے کی خبر ملی تو اس نے اپنے امیروں اور ارکینِ دولت کو شجاع خاں کی پرسش حال کے لیے روانہ کیا اور خود بھی اُس کی عیادت کے لیے اس کے مکان پر جانے کا ارادہ کیا لیکن شجاع خاں نے بادشاہ کو منع کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شجاع خاں کے ملازم اور مقربین سبھی عثمان خاں کے حملے کو سلیم شاہ کی درپردہ شہ کا نتیجہ سمجھتے تھے اس لیے اس امر کا امکان تھا کہ اگر سلیم شاہ شجاع خاں کے گھر آتا تو ضرور کوئی نہ کوئی فساد پیدا ہو جاتا۔

بازو پر پانچ چھ زخم آئے تھے، اس کے بہی خواہ اسے اٹھا کر اپنی لشکر گاہ میں لے گئے۔

سلطان عبدالقادر کا دھار پر حملہ

شجاع خاں کے زخم ابھی اچھے بھی نہ ہوئے تھے کہ دھار کے جاگیردار حاجی خاں کا خط اس مضمون کا آیا: "سلطان عبدالقادر ایک زبردست لشکر لے کر میرے مقابلے پر آگیا ہے اور آج کل ہی میں جنگ ہونے والی ہے"۔ یہ خط ملتے ہی شجاع خاں اسی بیماری کی حالت میں پالکی میں سوار ہوا اور دھار کی طرف روانہ ہو گیا، رات کے آخری حصہ میں وہ ڈیڑھ سو (۱۵۰) سواروں کے ہمراہ دھار پہنچ گیا۔

عبدالقادر کی شکست

جس وقت شجاع خاں حاجی خان کی لشکر گاہ میں پہنچا تو حاجی خاں سو رہا تھا۔ شجاع نے اسے جگایا اور اس وقت جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ تھوڑی سی دیر میں جب لشکر تیار ہو گیا تو سلطان عبدالقادر پر حملہ کر دیا گیا۔ فریقین میں بڑی خونریزی ہوئی، جس کے نتیجے میں عبدالقادر شکست کھا کر گجرات کی طرف بھاگ گیا، اس واقعے سے وہ ایسا تباہ حال ہوا کہ پھر اسے کبھی سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

شجاع خاں کے اقتدار میں اضافہ

اس واقعے کے بعد شجاع خاں کی قوت اور شوکت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ تمام مملکت مالوہ پر اس کا پرچم لہرانے لگا اور کوئی حریف باقی نہ رہا۔ انھیں دنوں کالنجر میں شیر شاہ سوری نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا سلیم شاہ تخت نشین ہوا۔

سلیم شاہ اور شجاع خاں کے تعلقات

سلیم شاہ، شجاع خاں کو سخت ناپسند کرتا تھا، لیکن ظاہری طور پر وہ التفات و خلوص کا مظاہرہ کرتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ شجاع خاں کا منہ بولا بیٹا دولت خاں، سلیم شاہ کے مقربین خاص میں شامل تھا، سلیم شاہ نے باوجود شجاع خاں سے نفرت کرنے کے اپنے باپ کی طرح مالوہ کی حکومت شجاع خاں کے ہاتھوں ہی میں رہنے دی۔

ایک شرابی کا واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عثمان خاں نامی ایک شخص شراب پی کر شجاع خاں کے دیوان خانہ میں آگیا۔ عثمان نے اس قدر شراب چڑھا رکھی تھی کہ اس کے منہ سے لعاب گرتا جا رہا تھا اور دیوان خانے کا فرش خراب ہو رہا تھا۔ فراش نے عثمان کو ٹوکا۔ عثمان نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فراش کے منہ پر بڑے زور سے ایک گھونسہ رسید کیا۔ شجاع خاں کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا: "عثمان خاں سے تین جرم سرزد ہوئے ہیں اوّل یہ کہ اس نے شراب پی دوسرے یہ کہ

محسوس کیا کہ بادشاہ کے اس خلوص کے پسِ پردہ نفرت کا جذبہ کارفرما ہے، وہ کچھ دیر وہاں ٹھہرا اور پھر اُٹھ کر اپنے مکان پر چلا آیا۔ اس نے اسی روز اپنے مقربین کو یہاں سے کوچ کی تیاری کا حکم دیا اور کہا کہ یہ جگہ بہت غلیظ ہو گئی ہے، اس لیے یہاں رہنا مناسب نہیں۔ اس کے بعد شجاع خاں اپنے تمام سامان اور ملازمین کے ہمراہ سارنگ پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

شجاع خاں کا تعاقب

سلیم شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت برہم ہوا، اس نے شجاع خان کے اس اقدام کو گستاخی اور بے ادبی سمجھ کر اپنے لشکر کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا اور پھر خود بھی اپنے لشکر کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ سارنگ پور پہنچ کر شجاع خاں نے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ جب اسے سلیم شاہ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی قیام گاہ کو بدل دینے کا ارادہ کیا۔ بعض لوگوں نے اُسے سلیم شاہ سے جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس کے جواب میں شجاع خاں نے کہا: "سلیم شاہ میرے آقا کا بیٹا ہے۔ میں کسی طرح بھی اس سے جنگ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ اس کے باپ کے مجھ پر بہت احسانات ہیں، میں اس قسم کا کوئی مشورہ سننے کے لیے تیار نہیں ہوں، لہٰذا آئندہ مجھ سے ایسی بات نہ کی جائے۔"

شجاع کی بانسوالہ کو روانگی

شجاع خاں شہر سے باہر آگیا۔ پہلے تو اس نے اپنے اہل و عیال کو روانہ کیا اور پھر خود بھی بانسوالہ کی طرف چل دیا۔ سلیم شاہ نے مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے عیسیٰ خاں سوری کو دو ہزار (۲۰۰۰) سواروں اور بیس ہاتھیوں کے ساتھ اجین کی حکومت پر نامزد کیا اور خود گوالیار میں آیا۔

شجاع کی معافی اور بحالی

شجاع خاں کے پاس لشکر بھی تھا اور اقتدار بھی، وہ چاہتا تو بہت کچھ کر سکتا تھا، مگر اس نے اپنی وضع داری کا خیال کیا، اور مملکتِ مالوہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا۔ اسی دوران میں دولت خاں نے سلیم شاہ سے شجاع خاں کی سفارش کی اور اس کی خطا معاف کرنے کے لیے کہا۔ سلیم شاہ نے دولت خاں کی درخواست منظور کی، شجاع خاں، سلیم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے اسے معاف کر دیا۔ بادشاہ نے شجاع کو ایک سو گھوڑے اور بے شمار ریشمی کپڑے عنایت کیے، رائسین، سارنگ پور، اور بعض دوسرے پرگنے اس کی جاگیر میں دیے اور اسے مالوہ کا سپہ سالار مقرر کر کے مالوہ جانے کی اجازت دی۔

سلیم شاہ کا انتقال

انھیں دنوں سلیم شاہ سوری نے اپنی طبعی اجل سے اپنی جان، جان آفرین

شجاع کا پیغام، سلیم شاہ کے نام

شجاع خاں نے بادشاہ کے نام یہ پیغام بھجوایا "میں حضور کا خانہ زاد غلام ہوں۔ میں نے آپ کی خدمت کرنے میں کبھی کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی کبھی اپنی زندگی اور موت کے بارے میں کچھ سوچا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ میں نے صرف چھتیس سواروں کو ساتھ لے کر آپ کی سلطنت قائم کی ہے اور اگر اب بھی میں زندہ رہ گیا تو ایک نہ ایک دن آپ پر اپنی جان نثار ہی کردوں گا۔ آپ غریب خانے پر تشریف لانے کی زحمت نہ کریں۔ صحت کے بعد میں خود ہی حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

سلیم شاہ کا شجاع کے گھر جانا

شجاع خاں نے واقعی سلیم شاہ کی بہت خدمت کی تھی اور سلیم شاہ پر اس کے بہت زیادہ احسانات تھے۔ سلیم شاہ نے شجاع خاں کے پیغام اور امراء کی گفتگو سے جان لیا کہ اصل معاملہ کیا ہے اور شجاع خاں کسی وجہ سے اس سے ناراض ہے، دوسرے روز بادشاہ شجاع خاں کی عیادت کے لیے اس کے گھر گیا۔

بادشاہ کے قتل کی ناکام سازش

شجاع خاں کا ہم زلف فتح خاں اپنی جسمانی قوت اور پنجہ کشی کے لحاظ سے تمام لوگوں میں ممتاز و نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ سلیم شاہ اکیلا ہی شجاع خاں کے سراپردہ میں داخل ہو گیا ہے تو اس نے بادشاہ کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کیا، اس نے اس معاملے میں شجاع خاں کے بیٹے بایزید کو جو باز بہادر کے نام سے مشہور تھا، اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ شجاع خاں کو اس کا پتہ چل گیا، اس نے اسی وقت فتح خاں کو اس بہانے سے کہ وہ پیش کش کے گھوڑوں کو تیار رکھے باہر بھیج دیا اور اس طرح فتح خاں کی سازش ناکام ہو گئی۔

صاف گوئی

اس کے بعد شجاع خاں نے سلیم شاہ سے کہا "آپ آئندہ کبھی میرے غریب خانے پر تشریف لانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرے مقربین کوئی ایسی ناشائستہ حرکت نہ کر بیٹھیں جس کے دور رس نتائج آپ کی سلطنت کے لیے نقصان دہ ہوں۔"

شجاع خاں کی سارنگ پور کو روانگی

اس واقعے کے چند روز بعد شجاع خاں نے غسل صحت کیا اور سلیم شاہ کی خدمت میں سلام کے لیے گیا بادشاہ نے شجاع خاں کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے طرح طرح کے انعام و اکرام سے نوازا۔ ایک سو گھوڑے اور ریشمی کپڑوں کی اتنی ہی گٹھڑیاں شجاع خاں کو بطور تحفہ دی گئیں۔ شجاع خاں نے

باز بہادر

دولت خاں سے جنگ اور صلح

شجاع خاں کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا بایزید ہندویہ سے سارنگ پور آیا اور اس نے اپنے باپ کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ دولت خاں جو سلطان سلیم شاہ کے دربار کا ایک معزز امیر تھا، اس نے بایزید کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور جنگ کا ارادہ کیا۔ مالوہ کے سارے لشکر نے دولت خاں کا ساتھ دیا۔ بایزید نے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے اپنی والدہ کو معزز امرا کی ایک جماعت کے ساتھ دولت خاں کے پاس بھیجا اور یہ طے پایا کہ اجین، مندو اور بعض دوسرے علاقوں پر دولت خاں قابض ہو جائے، سارنگ پور، سیواس سروہی، براہمہ اور بھلوارہ وغیرہ ملک بایزید کے قبضے میں رہیں، رائسین اور بھیلسہ وغیرہ ملک مصطفےٰ کی جاگیر میں دیئے جائیں۔

دولت خاں کا قتل

اس صلح کے بعد بایزید نے ایک نہایت ہی مکارانہ چال چلی اور اجین کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے سب میں تو یہی مشورہ کیا کہ وہ دولت خاں کے پاس شجاع خاں کی تعزیت کے لیے جا رہا ہے، لیکن اصل معاملہ کچھ اور ہی تھا وہ دولت خاں کو قتل کر کے اس کے پرگنوں اور علاقوں پر بھی قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ دولت خاں کو بایزید کی مکاری کا علم نہ ہوا اور وہ بے خبری اور غفلت کے عالم میں اس کے ہاتھوں مارا گیا۔ ملک بایزید نے دولت خاں کا سر علٰحدہ کر کے سارنگ پور روانہ کیا جو شہر کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ اس کے بعد بایزید مالوہ کے بیشتر حصوں پر قابض ہو گیا۔

بادشاہت

سنہ ۹۶۳ھ میں ملک بایزید نے چتر شاہی اپنے سر پر سایہ فگن کیا اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ جاری کیا، اس نے اپنا نام بدل کر "باز بہادر" رکھ لیا اپنے علاقوں کے انتظام کے بعد باز بہادر نے رائسین کی طرف نظریں ڈالیں۔ اس کے چھوٹے بھائی ملک مصطفےٰ نے جو اس علاقے کا جاگیردار تھا، باز بہادر کا مقابلہ کیا۔

کے پیروی کی اور حکومت مبازرخاں عدلی کے ہاتھ آئی۔ عدلی نے اپنے بزرگوں کی پیروی کی اور شجاع خاں کو مالوہ کی حکومت پر بحال رکھا۔

مملکت کی تقسیم

شجاع خاں نے مملکت مالوہ کو اپنے بیٹوں اور بہی خواہوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ اجین اور نواحی کی حکومت دولت خاں کو دی۔ اپنے چھوٹے بیٹے ملک مصطفیٰ کو رائسین اور بھیلسہ کا حاکم بنایا اور خود سارنگ پور میں مقیم ہوا۔ سالہا سال تک وہ اسی طرح ہنسی خوشی دن بسر کرتا رہا۔

بادشاہت کے خواب

جس زمانے میں دہلی کی سلطنت میں انتشار پیدا ہوا اور چاروں طرف بدامنی کا دور دورا ہوا تو ہر شخص خود مختاری اور بادشاہت کے خواب دیکھنے لگا۔ شجاع خاں نے بھی موقع سے فائدہ اٹھا کر مالوہ میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرنا چاہا، لیکن موت کے ظالم ہاتھوں نے اُسے مہلت نہ دی۔

وفات

۹۶۲ھ میں شجاع خاں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اس نے بارہ سال تک مالوہ پر حکومت کی۔ اجین کے قریب شجاعولپور نام کا قصبہ اسی کا آباد کیا ہوا ہے مالوہ میں اس قصبہ کے علاوہ شجاع خاں کے اور بھی بہت سے آثار ہیں۔

شجاع خاں کے بعد اس کا بیٹا بایزید، باز بہادر، کے نام سے اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

مالوہ پر اکبر کی نظریں

باز بہادر جب امورِ سلطنت سے بیگانہ ہُوا تو مالوہ کے لشکر میں بھی کچھ ترتیب و تنظیم باقی نہ رہی۔ اس کی خبر جب جلال الدین اکبر کو ملی تو اس نے مالوہ کو فتح کرنے کی ٹھان لی۔ اکبر نے ۹۶۸ھ میں اپنے امیروں کی ایک جماعت کو ادھم خاں کی نگرانی میں مالوہ فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔

مغل فوج مالوہ میں

باز بہادر تو عشق و عاشقی اور موسیقی کے اشغال میں اس قدر گم تھا کہ اسے کچھ معلوم ہی نہ ہُوا کہ اکبر بادشاہ کے کیا ارادے ہیں۔ اس کی آنکھیں تو اس وقت کھلیں کہ جب مغلوں کا لشکر مالوہ میں پہنچ چکا تھا۔ باز بہادر نے جلدی جلدی جو کچھ ہو سکتا تھا، کیا۔ بے سروسامان لشکر کو فراہم کیا اور عورتوں کی صحبت سے اٹھ کر انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں دشمن کی طرف روانہ ہُوا، جو سارنگ پور سے ایک کوس کے فاصلے پر تھا۔

باز بہادر کا فرار

باز بہادر نے جنگ کا ارادہ تو کر لیا، لیکن طاقت ور حریف کے سامنے ٹھہرنا کوئی معمولی بات نہ تھی، وہ مغلوں کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور مالوہ کے ایک انتہائی دور دراز گوشے میں چلا گیا۔ باز بہادر کی زندگی بھر کا سرمایہ یہی گانے بجانے والی عورتیں تھیں جنھیں ہندوؤں کی اصطلاح میں پاتر کہا جاتا ہے، باز بہادر نے اپنے آدمیوں کے ایک گروہ کو اس کام پر متعین کیا تھا کہ اگر اسے مغلوں کے مقابلے پر شکست ہو جائے تو ان گانے والیوں کو فوراً قتل کر دیا جائے۔

گانے والیوں کا حشر

جب باز بہادر کو شکست ہو گئی تو مقررہ آدمیوں نے اپنے آقا کے حسبِ ہدایت اُن گانے والیوں پر تلواریں اُٹھائیں، اُن قاتلوں نے رُوپ متی اور دوسری گانے والیوں کو پریشانی کے عالم میں زخمی کیا۔ چونکہ ان عورتوں نے رُوپ متی اور اس کی سہیلیوں کا حشر دیکھ لیا تھا اس لیے وہ قاتلوں سے ڈر کر اِدھر اُدھر بھاگ گئیں۔ قاتلوں کو اتنی فرصت کہاں تھی وہ یہ تحقیق کرتے کہ کون عورت زندہ ہے اور کون قتل ہوئی۔ جو عورتیں زندہ تھیں وہ ایک ٹولی کی صورت میں باز بہادر کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئیں۔

رُوپ متی کی تلاش

مغل سپہ سالار ادھم خاں شہر میں داخل ہُوا تو اس نے تمام مفرور عورتوں کو اپنی تحویل میں لے لیا اور ان سے پُوچھا کہ رُوپ متی کہاں ہے؟ ان عورتوں نے بتایا کہ رُوپ متی فلاں محل میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ قتل کر دی گئی ہے۔ ادھم خاں نے اس بیان کی تصدیق کے لیے چند آدمیوں کو رُوپ متی کے محل میں بھیجا۔ ان آدمیوں نے جا کر دیکھا، تو انھیں معلوم ہُوا کہ رُوپ متی اور اس کی سہیلیاں زخمی ہو گئی ہیں اور تا حال زندہ ہیں۔

رائسین اور بھیلسہ پر قبضہ

دونوں بھائیوں میں زبردست جنگ چھڑ گئی۔ اگرچہ ملک مصطفیٰ بہت ہی دلیر اور جانباز نوجوان تھا لیکن متعدد معرکہ آرائیوں کی وجہ سے وہ ہمت ہار بیٹھا مصطفیٰ کو شکست ہوئی اور اس طرح رائسین اور بھیلسہ پر باز بہادر کا قبضہ ہو گیا۔

کدوالہ کی فتح

اس کے بعد باز بہادر نے کدوالہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ باز بہادر کے کئی قومی سردار اس کے ساتھ بے ادبی سے پیش آیا کرتے تھے، باز بہادر نے ان سب کو گرفتار کر کے کنوئیں میں پھینکوا دیا اس طرح یہ لوگ اپنی موت آپ مر گئے۔ حریف سے دیر تک جنگ کرنے کے بعد باز بہادر نے کدوالہ کو فتح کر لیا۔ اسی زمانے میں دوران جنگ باز بہادر کے خالو فتح خاں کو ایک گولہ لگا اور وہ مر گیا۔ باز بہادر نے فتح خاں کی جگہ اس کے بیٹے کو نامزد کیا اور واپس سارنگپور آیا۔

رانی درگا وتی سے جنگ

کچھ دنوں کے بعد باز بہادر نے راجہ کھنبکہ کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور لشکر کو مرتب کر کے روانہ ہو گیا۔ جب باز بہادر وہاں پہنچا تو رانی درگا وتی نے (جس نے اپنے شوہر کے انتقال کے بعد عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی) کونڈوں کو جمع کیا اور گھاٹی پر باز بہادر کا مقابلہ کیا۔ رانی کے پیادے تعداد میں بہت زیادہ تھے، ان پیادوں نے باز بہادر کی فوج کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

باز بہادر کی شکست

باز بہادر اس صورتِ حال سے سخت پریشان ہوا اور میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا۔ اس کے لشکر کا ایک حصہ اس لڑائی میں مارا گیا۔ باز بہادر بڑی مشکلوں سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سارنگ پور پہنچا۔ اس نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی طرف مطلق دھیان نہ دیا اور اپنی تھکن دور کرنے کے لیے عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔

موسیقی سے دلچسپی

باز بہادر کو فن موسیقی سے بے انتہا دلچسپی تھی، اس نے بہت سی گانے والی عورتوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا تھا۔ اس دلچسپی کی وجہ باز بہادر امورِ سلطنت سے بالکل بیگانہ ہو گیا اور اس کا تمام وقت موسیقی کے شغل میں ہی گزرنے لگا۔

روپ متی سے عشق

ایک گانے والی عورت جس کا نام روپ متی تھا۔ باز بہادر کی نظروں میں سما گئی۔ اس عورت نے اپنے حسن اور موسیقی میں کمال کی وجہ سے باز بہادر کے دل کو لبھا لیا۔ باز بہادر کو اس عورت سے بے پناہ محبت تھی، روپ متی بھی اپنے عاشق سے سچی محبت کرتی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے سے ایک لمحے کے لیے بھی جدا نہ ہوتے تھے ان دونوں کے عشق کی سارے ہندوستان میں شہرت پھیل گئی۔

لے آئیں تو یہ امر میری عزت افزائی کا باعث ہوگا۔"

اُدھم خاں رُوپ متی کے مکان پر

اُدھم خاں کا قاصد یہ جواب پا کر اپنے آقا کے پاس واپس آیا اور اسے روپ متی کا جواب سُنایا۔ یہ سُن کر اُدھم خاں جو ایک ہوس کار نوجوان تھا بہت خوش ہوا اور روپ متی سے ملاقات کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اُدھم خاں کو یہ خوف تھا کہ اس کی اس حرکت کا کہیں بادشاہ کو علم نہ ہو جائے لہٰذا وہ اپنا حلیہ بدل کر صرف دو تین ساتھیوں کے ہمراہ رُوپ متی کے مکان پر پہنچا۔

عشق و ہوس کا فرق

اُدھم خاں نے کنیزوں سے دریافت کیا کہ رُوپ متی کہاں ہے، جواب ملا کہ وُہ سو رہی ہے۔ ادھم خاں اس کے پلنگ کے قریب گیا اور چادر کو اس کے منہ سے ہٹایا۔ اس وقت رُوپ متی ان گنت خوشبوؤں میں بسی ہوئی تھی، اس کے گلے میں پھولوں کے ہار تھے اور وہ بڑی تمکنت سے بستر خواب پر دراز تھی۔ اُدھم خاں نے روپ متی کے جسم کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کا جسم بے جان ہے۔

کشتۂ عشق

رُوپ متی کو اُس حالت میں دیکھ کر اُدھم خاں سخت حیران ہوا اور اس نے خدمتگاروں سے اس بارے میں استفسار کیا۔ ملازموں نے بتایا۔ آپ کا قاصد رُوپ متی کو بلانے کے لیے آیا تو اس نے جواب دے کر قاصد کو رخصت کر دیا۔ بعد ازاں وہ باز بہادر کو یاد کر کے روتی رہی اور اسی رنج و الم کی حالت میں اس نے کافور اور روغن کنجد کھا لیا۔ جب اس کی حالت بگڑنے لگی تو وہ پلنگ پر جا لیٹی، اور اب وہ جیسی ہے آپ کے سامنے پڑی ہے۔"

اُدھم خاں کی معزولی

یہ سُن کر ادھم خاں روپ متی کے عشقِ صادق اور ایفائے عہد سے سخت متاثر ہوا اور مرحومہ کی ہمت پر آفرین کہا۔ اسی دوران میں ادھم خاں معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ پیر محمد خاں شیروانی کو مالوہ کی حکومت پر مقرر کیا گیا۔

باز بہادر کے استیصال کی کوشش

۹۶۹ھ میں پیر محمد خاں شیروانی نے باز بہادر کے استیصال کے لیے جو سرحد مالوہ میں مقیم تھا، لشکر کشی کی۔ باز بہادر نے حاکم برار تفال خاں اور والیٔ برہان پور میراں مبارک فاروقی سے مدد طلب کی۔ ان دونوں فرماں رواؤں نے باز بہادر کی درخواست منظور کی اور اس کی مدد کے لیے لشکر فراہم کرنے میں مصروف ہوئے۔

مالوی، برادی اور برہان پوری فرماں رواؤں کا اتحاد

پیر محمد خاں شیروانی کو باز بہادر، میراں مبارک شاہ فاروقی اور

اُدھم خاں کا پیغام رُوپ متی کے نام

ادھم خاں کو جب یہ خبر ملی تو وہ بہت خوش ہُوا۔ اس نے بہت پہلے سے روپ متی کا نام سُن رکھا تھا اور اسی وجہ سے وہ اس میں دلچسپی لے رہا تھا۔ ادھم خاں نے رُوپ متی کو سبز باغ دکھایا اور اسے پیغام دیا "تم اچھی طرح اپنا علاج کرواؤ۔ جب تم کو کامل صحت ہو جائے گی تو میں تمہیں باز بہادر کے پاس پہنچا دُوں گا۔"

رُوپ متی کی صحت یابی

یہ مژدہ جاں فزا سن کر رُوپ متی کی جان میں جان آگئی اور اس نے ادہم خاں کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد رُوپ متی اپنی صحت کی طرف متوجہ ہوئی اور اس نے نہایت تندہی سے اپنا علاج کروایا۔ جب اس کے زخم اچھے ہو گئے تو رُوپ متی نے ادھم خاں کو مطلع کیا کہ میں اب خدا کے فضل و کرم سے صحت یاب ہو گئی ہوں، لہٰذا آپ اپنا وعدہ پورا کیجیے اور مجھے باز بہادر کے پاس بھجوا دیجیے۔ میں آپ کا احسان زندگی بھر نہ بھولوں گی اور تا عمر دُعاگو رہوں گی۔

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا

ادھم خاں کے سر پر تو ہوس کا بھُوت سوار تھا، اس نے وعدہ ہی کون سے سچے دل سے کیا تھا جو اُسے ایفا کرتا۔ اُس نے رُوپ متی کو یہ جواب بھجوایا "باز بہادر بادشاہ کا باغی ہے اگر وہ اطاعت گذاری کرتا اور شاہی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگتا تو میں فوراً تجھ کو اس کے پاس بھجوا دیتا، لیکن اب معاملہ دوسرا ہے، اگر اس وقت میں نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر تجھے باز بہادر کے پاس روانہ کر دیا تو بادشاہ مجھ سے ناراض ہو گا اور پھر مجھ پر شاہی عتاب نازل ہو گا۔"

پیت کی ماری رُوپ متی

اس کے بعد ادھم خاں نے اپنے ایک رازدار مقرب کو رُوپ متی کے پاس آدھی رات کے وقت بھیجا اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ رُوپ متی بڑی ذہین عورت تھی وہ فوراً ادھم خاں کی نیت کو بھانپ گئی اور اس نے سوچا کہ اگر اس نے ادھم خاں سے ملنے سے انکار کیا تو وہ زبردستی تصرف میں لائے گا اور اگر اقرار کیا تو اس کے عشق کی آبرو جائے گی۔ رُوپ متی باز بہادر کو دل و جان سے چاہتی تھی اور اس سے وعدہ کر چکی تھی کہ وہ زندگی بھر کسی دوسرے سے کوئی تعلق پیدا نہ کرے گی اور کسی اور سے محبت نہ کرے گی۔

اُدھم خاں کو رُوپ متی کا جواب

بہت سوچ بچار کے بعد روپ متی نے یہ فیصلہ کیا کہ کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہیے کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یہ سوچ کر اس نے ادھم خاں کے قاصد سے کہا میں تو ادھم خاں کی کنیز ہوں۔ وہ جو کہیں میں کرنے کو تیار ہوں، ان کے پاس جانے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن وہ اگر خود یہاں تشریف

بُرہان پُور کے فاروقی سلاطین

تغال خاں کی باہمی مشورت کا علم ہو گیا اور اس نے مملکت میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ اس نے برہان پور پہنچ کر بھی اسی قسم کا ہنگامہ بپا کیا۔ اسی دوران میں متذکرہ بالا تینوں فرماں رواؤں نے پیر محمد شیروانی کے دفیعے پر کمر باندھی اور اپنے زبردست لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے۔

مالوہ سے مغلوں کا اخراج

پیر محمد ان تینوں کی مجموعی قوت سے سخت پریشان ہوا اور جلد واپس لوٹا۔ تینوں فرماں رواؤں نے اس کا تعاقب کر کے اس کے لشکر کو بہت نقصان پہنچایا، جیسا کہ سلاطینِ دہلی کے تذکرے میں بیان کیا جا چکا ہے کہ پیر محمد خاں فرار کی حالت ہی میں دریائے نربدہ میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا، اس کے بعد مغل امیروں کے لیے مالوہ میں رہنا دوبھر ہو گیا اور وہ یہاں سے چلے گئے۔

باز بہادر کی دوبارہ تخت نشینی اور جلاوطنی

باز بہادر دوبارہ تخت نشین ہوا اور لشکر کی فراہمی کی طرف متوجہ ہوا۔ ابھی اس کی حالت پوری طرح سنبھلی بھی نہ تھی کہ جلال الدین اکبر کے ایک امیر عبداللہ خان نے ۹۷۰ھ میں ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالوہ پر حملہ کر دیا۔ باز بہادر عیش و آرام کا عادی تھا وہ مغلوں کے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکا اور بغیر کسی معرکہ آرائی کے مالوہ سے باہر چلا گیا۔

باز بہادر اکبری بارگاہ میں

ایک مدت تک باز بہادر، مالوہ، خاندیش اور دکن کے پہاڑوں اور جنگلوں میں آوارگی کی زندگی بسر کرتا رہا اور گاہے گاہے مغلوں سے معرکہ آرائیاں بھی کرتا رہا لیکن اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی آخر کار اس نے مجبور ہو کر اکبر بادشاہ سے امان طلب کی اور اس کے دربار میں حاضر ہوا۔ اکبر نے باز بہادر کو دو ہزاری (۲۰۰۰) منصب پر فائز کر کے اپنے امیروں کے گروہ میں داخل کر لیا۔ باز بہادر کی بقیہ عمر امارت میں عیش و عشرت سے گزری۔

باز بہادر کا چھوٹا بھائی ملک مصطفیٰ بھی اس کے ساتھ اکبر کے دربار میں حاضر ہوا جن دنوں حکیم ابوالفتح یوسف زئی افغانوں سے جنگ کرنے گیا تو ملک مصطفیٰ بھی اس کے ساتھ تھا اور وہ اس معرکے میں مارا گیا۔

باز بہادر نے ابتدائے حکومت سے لے کر معزولی کے زمانے تک کل سترہ (۱۷) سال حکومت کی ۹۵۳ھ سے لے کر ۱۰۱۸ھ ہجری تک مالوہ کا ملک بادشاہ دہلی کی سلطنت میں شامل ہے۔

ملک راجہ فاروقی

خاندانی حالات

خاندیش پر جس شخص نے سب سے پہلے اپنی حکومت قائم کی وہ ملک راجہ فاروقی تھا، اس کے باپ کا نام خان جہان فاروقی تھا، اس کے بزرگ علاؤ الدین خلجی اور سلطان محمد تغلق کے درباروں میں نامی گرامی امیر تھے، زمانے کی گردش کے ہاتھوں، ملک راجہ فاروقی اپنے اسلاف کی طرح درجۂ امارت پر فائز نہ ہو سکا اور بڑی پریشانی اور مفلسی کی حالت میں اپنی زندگی کے دن گزارتا رہا۔ اس کو شکار سے بہت دلچسپی تھی، باوجود مفلسی اور بے سروسامانی کے وہ کبھی کبھی اس شغل سے دِل بہلا ہی لیتا تھا۔

سُلطان فیروز شاہ کا ایک واقعہ

ایک بار سلطان فیروز شاہ مندو کے راستہ سے گجرات آیا اور اپنے چند خاص ساتھیوں کے ہمراہ شکار کی تلاش میں چودہ پندرہ کوس تک بھاگتا چلا گیا۔ اسی دوران میں بادشاہ کو بھُوک نے خوب ستایا، لیکن نہ تو اس کے ساتھیوں کے پاس ہی کچھ تھا اور نہ ہی کوئی آبادی نزدیک تھی کہ کھانے کی اشیاء منگوائی جائیں بھُوک سے نڈھال ہو کر سلطان فیروز شاہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا۔

فیروز شاہ اور ملک راجہ میں ملاقات

سلطان فیروز اسی پریشانی کے عالم میں بیٹھا ہُوا تھا کہ معًا اس کی نظر ایک سوار پر پڑی جس کے ساتھ دو شکاری کتے اور کچھ دوسرے جانور تھے اور جو ایک شکار کے پیچھے چلا جا رہا تھا۔ بادشاہ نے اشارے سے اس سوار کو بُلایا اور اس سے پوچھا کہ تمھارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؛ اس سوار کے پاس روکھا سوکھا جو کچھ بھی تھا وہ اس نے بادشاہ کے سامنے رکھ دیا اور خود بادشاہ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

لُطفِ شاہانہ

جب بادشاہ نے کھانا کھا لیا تو وہ اس سوار کے حسنِ خدمت اور اندازِ گفتگو سے بہت متاثر ہُوا اور اس سے سوال کیا "تُو کون ہے اور کہاں رہتا ہے"؟

فاروقی کی قسمت کا ستارہ عروج پر پہنچتا گیا اور اس نے کچھ ہی عرصے میں بارہ ہزار سواروں کا ایک لشکر جمع کیا۔ چونکہ ولایت خاندیش کا محصول اس لشکر کے اخراجات کے لیے کافی نہ تھا اس لیے ملک راجہ فاروقی گوندوارہ اور آس پاس کے دوسرے راجاؤں پر لشکر کشی کر کے ان سے پیش کش وصول کرتا رہتا تھا۔

مرتبۂ بادشاہت

تھوڑے سے عرصے میں ملک راجہ نے یہاں تک اپنی قوت کو بڑھایا اور اپنے اقتدار کو ترقی دی کہ جاج نگر کے راجہ نے بھی باوجود بہت دُور ہونے کے دوستی اور محبت کا ہاتھ بڑھایا۔ الغرض ملک راجہ فاروقی نے اپنی محنت اور دانشمندی سے رفتہ رفتہ اپنے آپ کو مرتبۂ بادشاہت تک پہنچا دیا۔

ملک راجہ اور دلاور خان میں برادرانہ تعلقات

سلطان فیروز شاہ کے انتقال کے بعد مالوہ کی حکومت دلاور خان غوری کے ہاتھ آئی۔ یہ دونوں فرماں روا ایک دوسرے کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ان میں بھائیوں جیسے تعلقات تھے آخر میں رشتہ داری بھی ہو گئی وہ اس طرح کہ ملک راجہ کی بیٹی ہوشنگ کے ساتھ بیاہی گئی اور دلاور خاں غوری کی بیٹی کی شادی نصیر خاں ولد ملک راجہ فاروقی سے کر دی گئی۔

سلطان پور اور اندربار پر حملہ

انھیں دنوں گجرات میں سلطان مظفر نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی، اس وجہ سے ملک راجہ فاروقی کی مملکت میں کسی قدر انتشار پیدا ہوا، ملک راجہ فاروقی نے موقع پا کر دلاور خاں غوری کی مدد سے سلطان پور اور اندربار پر لشکر کشی کر دی اور سلطان مظفر گجراتی کے مقرر کردہ حاکموں کو معزول کر دیا۔

ملک راجہ اور مظفر گجراتی میں صلح

سلطان مظفر گجراتی ان دنوں ہندوؤں سے معرکہ آرا تھا اس نے فوراً اس جنگ کو ملتوی کر دیا اور جلد از جلد سلطان پور کے نواح میں پہنچ گیا، ملک راجہ فاروقی گجراتی فرماں روا کا مقابلہ نہ کر سکا اور قلعہ تھالینر میں پناہ گزیں ہو گیا، ملک راجہ فاروقی نے چند عالموں اور مذہبی بزرگوں کے ذریعے سے سلطان مظفر سے صلح کی بات چیت کی۔ سلطان مظفر نے یہ درخواست منظور کر لی اور صلح کے بعد واپس چلا آیا۔

ان واقعات کے بعد ملک راجہ فاروقی نے مملکت اور رعایا کی فلاح و بہبود کی طرف توجہ کی اس نے تعمیرات اور زراعت کی ترقی کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا، اس نے اس کے بعد پھر کبھی کسی جانب سفر نہ کیا۔

سوار نے بڑے ادب کے ساتھ جواب دیا "میرا نام ملک راجہ فاروقی ہے اور میں خانِ جہاں فاروقی کا بیٹا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ بادشاہ کے ملازمین خاصہ میں داخل ہو کر سرفرازی حاصل کروں" بادشاہ خان جہان فاروقی کو اچھی طرح جانتا تھا، دوسرے ملک راجہ کے حُسنِ خدمت سے بھی فیروز شاہ بہت خوش ہوا تھا اس لیے اس نے اپنے ایک مقرب سے کہا "جس روز دربارِ عام منعقد ہو۔ ملک راجہ کو میری خدمت میں پیش کیا جائے۔"

ملک راجہ مرتبۂ امارت پر

ملک راجہ دربار عام میں بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ سلطان فیروز شاہ نے اپنے امیروں اور ارکینِ سلطنت کو مخاطب کر کے کہا "اس شخص کے مجھ پر دو حق ہیں، اوّل تو یہ کہ یہ میرے ایک واقف کار کا بیٹا ہے اور دوسرے یہ کہ اس نے ایک روز شکار گاہ میں میری خدمت کی تھی۔ اس مجلس میں سلطان فیروز شاہ نے ملک راجہ فاروقی کو دو ہزاری منصب داروں میں شامل کیا اور تھالینر اور کرونذ کی جاگیر جو مملکت خاندیش میں ہے اور دکن کی سرحد میں واقع ہے اسے عطا کی۔

راجہ بہارجی پر حملہ

۷۷۶ھ میں ملک راجہ فاروقی اپنی جاگیر پر گیا اور اس علاقے کے انتظامات اور دیکھ بھال میں معروف ہوا، اس نے راجہ بہارجی پر لشکر کشی کی کیونکہ یہ راجہ سلطان فیروز شاہ کے حلقہ اطاعت میں داخل نہ ہوا تھا۔ ملک راجہ نے راجہ بہارجی کو باجگزار بنایا اور اس سے پانچ قوی ہیکل ہاتھی، دس چھوٹے ہاتھی اور بہت سی دوسری گراں قدر چیزیں بطورِ پیش کش وصول کیں، اس کے علاوہ بہت سا نقد روپیہ بھی وصول کیا۔

ملک راجہ کی خوش اسلوبی

ملک راجہ نے اہلِ دکن کی تقلید میں ہاتھیوں کو سونے کی زنجیروں میں باندھا اور مخمل کی شاندار جھولیں ان پر ڈالیں، تمام اشیائے پیشکش اور روپے کو اونٹوں پر لادا اور ان اونٹوں کو بھی مخمل سے مزین کیا۔ ملک راجہ نے یہ اونٹ اور ہاتھی سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کیے۔ جب راجہ بہارجی کی پیش کش اس خوبصورت انداز سے بادشاہ کے سامنے آئی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے ملک راجہ فاروقی کی خوش اسلوبی کو بہت سراہا اور کہا "جو خدمت دکنی حکام کے سپرد تھی اس کو ملک راجہ فاروقی نے بحسن و خوبی انجام دیا ہے۔"

ملک راجہ کی ترقیٔ اقبال

سلطان فیروز شاہ نے ملک راجہ فاروقی کو سہ ہزاری منصب عطا کیا اور اسے خاندیش کا سپہ سالار بنا دیا، رفتہ رفتہ ملک راجہ

نصیر خاں فارُوقی بِن ملک راجہ فارُوقی

عِلم دوستی

نصیر خاں کے عہدِ حکومت میں فاروقی خاندان نے بڑی ترقی کی اور اس کی عزت و شان پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی۔ نصیر خاں نے دوسرے بادشاہوں کی طرح اپنے دربار میں بہترین لوگوں کو جمع کیا۔ اہلِ علم کی اس نے اس قدر عزت افزائی کی کہ خاندیش اہلِ علم و اربابِ کمال کا مرکز بن گیا۔ نصیر خاں نے ہر ایک کو حتی الامکان وظیفے اور جاگیر سے نوازا۔

خاندیش میں نصیر کے نام کا خُطبہ

نصیر خاں کو سلطان احمد گجراتی نے سلطنت کا اثاثہ اور نصیر خاں کا خطاب عطا کیا۔ نصیر نے خاندیش میں اپنے نام کا خطبہ جاری کیا اور اس طرح وہ آرزو جو ملک راجہ فاروقی کی زندگی میں پوری نہ ہو سکی، اس کے بیٹے نے پوری کر دی، اس طرح فاروقی خاندان کا شمار بھی بادشاہوں کے خاندانوں میں ہونے لگا۔

نصیر خاں نے سراپردہ سرخ تیار کروایا اور چتر اپنے سر پر سایہ فگن کیا۔ اس نے قلعہ اسیر کو آسا اہیر کے قبضے سے نکال کر شہر برہان پور کو آباد کیا، اس کا تفصیلی تذکرہ ذیل کی سطور میں دیا جاتا ہے۔

قلعۂ اسیر

آسا اہیر کے آباء و اجداد نے خاندیش کے پہاڑ پر پتھر اور مٹی کا ایک حصار تعمیر کیا تھا اور یہ خاندان جس کا پیشہ زمینداری تھا، ایک عرصے سے اسی قلعے میں آباد تھا، اس قلعے کی تعمیر کے ایک سو سال بعد آسا اہیر اپنے بزرگوں کا قائم مقام ہوا، اس نے بڑی ترقی کی اس کے پاس پانچ ہزار بھینسیں، پانچ ہزار گائیں، بیس ہزار بکریاں، در بھیڑیں اور ایک ہزار گھوڑیاں تھیں۔

آسا اہیر

اس کے ملازموں کی تعداد جو ان مویشیوں کی نگہداشت پر مقرر تھے، دو ہزار سے زیادہ تھی خاندیش اور گونڈوارہ کے لوگوں کو جب کبھی ضرورت پڑتی تھی وہ آسا اہیر سے نقد رقم بطور قرض لیتے تھے تاکہ غلّہ اور دیگر سامانِ ضرورت خرید سکیں۔ اُمراء کو بھی جب کبھی کسی عمدہ گھوڑے کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ آسا اہیر کے ذریعے ہی اپنی ضرورت پوری کرتے تھے، اگرچہ یہ

ملک راجہ فاروقی کا انتقال

آخرکار وہ دن بھی آگئے ،جب ملک راجہ فاروقی کی صحت خراب ہونے لگی اور وہ مرض الموت میں مبتلا ہوگیا ۔ اُس نے اپنے بڑے بیٹے ملک نصیر کو اپنا ولیعہد مقرر کیا اور وہ خرقۂ ارادت جو اسے اپنے مُرشد شیخ زین الدین سے ملا تھا ، ملک نصیر کے حوالے کر دیا ۔ ملک راجہ فاروقی نے اپنے چھوٹے بیٹے ملک افتخار کو قلعۂ تھالیز مع اس کے مضافات کے عطا کیا ۔ ۲۲ شوال بروز جمعہ ۸۰۱ھ میں ملک راجہ نے سفرِ آخرت اختیار کیا اور اسے تھالیز میں دفنایا ۔

مؤرّخ فرشتہ کی تحقیق

۱۰۱۳ھ میں راقم الحروف محمد قاسم فرشتہ مؤلف کتاب ہٰذا کو عادل شاہ کی بیٹی سلطان بیگم کی پالکی کے ساتھ بیجاپور جانے کا اتفاق ہوا تھا ۔ میں نے خواجہ میرزا علی اسفرائینی سے ملاقات کی ،جس نے قلعہ اسیر کی فتح کے بعد فاروقی سلاطین کے کتب خانے کا معائنہ کیا تھا ۔ میں نے خواجہ میرزا اسفرائینی سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا ، جس میں خاندانِ فاروقی کے حالات درج تھے ،خواجہ نے اس کتاب کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا ۔ مجھے وہ کتاب نظر آگئی ، اس کے ایک ورق پر ملک راجہ کا نسب مع تختِ نشینی اور وفات کی تاریخوں کے درج تھا ۔ میں نے اس کتاب کی نقل حاصل کرلی اور اس خاص ورق کو غور سے دیکھا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملک راجہ فاروقی اپنے آپ کو حضرت عمرؓ کی اولاد سے بتاتا ہے ۔

ملک راجہ فاروقی کا سلسلۂ نسب

مذکورہ کتاب میں وہ نسب نامہ یُوں درج ہے ، ملک راجہ بن خان جہاں بن علی خاں بن عثمان بن شمعون شاہ بن اشعث شاہ بن سکندر شاہ بن طلحہ شاہ بن دانیال شاہ بن اشعث شاہ بن ارمیانہ شاہ بن سلطان التارکین ، برہان العارفین ابراہیم شاہ بلخی بن ادہم شاہ بن محمود شاہ بن احمد شاہ بن محمد شاہ بن اعظم شاہ بن اصغر بن محمد احمد بن محمد بن عبد اللہ بن امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ ۔

شیخ زین سے ارادت

ملک راجہ فاروقی شیخ الاسلام شیخ زین دولت آبادی کا مرید تھا اور اس نے ان سے خرقۂ ارادت بھی حاصل کیا تھا ۔ یہی خرقہ اُس نے اپنے بیٹے نصیر خاں کو ولیعہدی کے وقت عطا کیا تھا دو سو (۲۰۰) سال تک اسی طرح یہ خرقہ ہر بادشاہ اپنے ولیعہد کو دیتا رہا ۔ یہاں تک کہ اس خاندان کے آخری بادشاہ بہادر خاں فاروقی نے یہ خرقہ اپنے باپ علی خاں سے وراثت میں پایا ۔ ملک راجہ فاروقی کی مدّتِ حکومت انتیس (۲۹) سال ہے ۔

رنتھمبور نے بہت سا لشکر جمع کر لیا ہے اور یہ دونوں راجے پہلے کی طرح ہمارے بہی خواہ نہیں رہے، بلکہ راجہ کھیرالہ کے اکسانے پر آمادۂ بغاوت ہو گئے ہیں اور انھوں نے میرے ملک پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے قلعہ تھالینر پر میرے باپ کی وصیت کے مطابق ملک افتخار قابض ہے اور قلعہ تلنگ کے استحکام پر مجھے بھروسہ نہیں ہے کیونکہ وہ دشمنوں سے قریب ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اپنے بال بچوں کو تمھارے پاس قلعۂ اسیر میں بھیج دوں تاکہ وہ وہاں امن و اطمینان سے رہ سکیں اور میں پوری توجہ کے ساتھ دشمن کی مدافعت کر سکوں"

تسخیر قلعہ کا پُر فریب طریقہ

آسا اہیر نے بڑی خوشی سے نصیر خاں کا پیغام قبول کیا اور اس کو اپنی اطاعت و وفاداری کا یقین دلایا، نیز قلعہ اسیر میں شاہی خاندان کے افراد کے لیے ایک مکان مخصوص کر دیا۔ نصیر خاں نے پہلے تو عورتوں کی چند ڈولیاں قلعہ اسیر کو روانہ کیں اور ان عورتوں کو یہ ہدایت کی کہ اگر آسا اہیر کی عورتیں تمھارے پاس آئیں تو تم ان سب سے بہت اچھی طرح پیش آنا اور ان کا بہت احترام کرنا۔

اس کے بعد نصیر خاں نے دوسرے روز کچھ اور ڈولیاں منگوائیں اور ان میں دو سو (۲۰۰) سواروں کو برقع پہنا کر سوار کر دیا گیا اور یہ خبر مشہور کر دی کہ نصیر خاں کی والدہ اور حرم کی دوسری معزز خواتین قلعہ اسیر کو جا رہی ہیں، جب یہ ڈولیاں قلعے کے پاس پہنچیں تو آسا اہیر نے حکم دیا کہ وہ دروازہ کھول کر دربان ایک طرف ہو جائیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور یہ سب ڈولیاں قلعے کے احاطے میں پہنچ گئیں۔

آسا اہیر کا قتل

ڈولیوں کے اندر جو مسلح نوجوان بیٹھے تھے، انھوں نے جب دیکھا کہ وہ منزلِ مقصود پر پہنچ گئے ہیں تو وہ تلواریں سونت کر ڈولیوں سے باہر نکل آئے اور آسا اہیر کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے اس وقت آسا اہیر اور اس کے سب بیٹے جنھیں اصل صورتِ حال کا قطعاً علم نہ تھا، مبارک باد دینے کے لیے آ رہے تھے، نصیر خاں کے سپاہیوں نے فوراً ان سب کو قتل کر دیا۔

قلعۂ اسیر کی فتح

اہلِ قلعہ نے جب آسا اہیر اور اس کے بیٹوں کو قتل ہوتے دیکھا تو وہ بہت پریشان ہوئے، انھوں نے نہایت عجز و انکساری سے امان طلب کی اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ قلعے کے باہر چلے گئے، اس طرح قلعہ اسیر فتح ہو گیا۔ اس فتح کی خبر نصیر خاں کو جب ملی تو وہ قلعۂ تلنگ میں تھا، وہ فوراً قلعۂ اسیر میں پہنچا اور اس قلعے کو از سرِ نو تعمیر کروانے کا حکم دیا۔

فاروقی عمال کی دیانت داری

واضح رہے کہ اس واقعے سے ایک سو تیس (۱۳۰) سال بیشتر

شخص (آسا) قوم کا اہیر تھا، لیکن اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی۔

آسا اہیر کا اقتدار آسا اہیر کا اقتدار اس حد تک بڑھ گیا کہ جب کبھی لوگوں میں جھگڑا ہو جاتا یا کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ اس کا فیصلہ کروانے یا اس کا حل تلاش کرنے کے لیے آسا اہیر ہی کے پاس آتے، کیونکہ انھیں اس کی دانش مندی اور فہم و فراست پر پورا پورا بھروسہ تھا۔

زبردست قحط ملک راجہ فاروقی کی آمد سے کچھ عرصہ پہلے خاندیش، مالوہ، برار اور سلطان پور ندربار میں زبردست قحط پڑا۔ خوراک نہ ملنے کی وجہ سے بہت سے انسان ہلاک ہو گئے گونڈوارہ وغیرہ میں تو ایسی تباہی مچی کہ ساری رعایا میں بمشکل دو تین ہزار کومی اور بھیل زندہ رہے۔ اسی طرح خاندیش کے باشندے بھی ہلاک ہوئے، ان میں جو بچے وہ آسا اہیر کے پاس چلے گئے۔

گونڈواڑہ میں آسا اہیر کے غلّے کے دو ہزار (۲۰۰۰) انبار موجود تھے، اس کے گماشتوں نے غلّہ بیچ بیچ کر رقم اپنے مالک کے پاس بھیجنی شروع کر دی، آسا اہیر کی بیوی بڑی نیک اور پارسا تھی۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا: "خدا نے ہم کو بہت کچھ دیا ہے، اس لیے دنیاوی مال کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ کہ ہمارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم لوگوں سے غلّے کی قیمت وصول کریں۔ ہمیں کوئی ایسا کام کرنا چاہیے کہ یادگار رہے۔" آسا اہیر نے اپنی بیوی سے اس اجمال کی تفصیل پوچھی، تو اس نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ اس پر ایک حصار چونے اور پتھر سے تعمیر کیا جائے اور ایک لنگر خانہ کھولا جائے، جس میں فقیروں اور محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے۔"

آسا اہیر نے اپنی بیوی کے مشورے پر عمل کیا اور خاندیش اور اس کے نواح میں لنگر خانے تعمیر کروائے۔ پرانی چار دیواری کو توڑ کر چونے اور پتھر کا ایک پختہ قلعہ تعمیر کروایا۔ پہلے پہل اس قلعے کا نام قلعۂ آسا اہیر رکھا گیا، لیکن رفتہ رفتہ کثرتِ استعمال سے اسے قلعۂ اسیر کہا جانے لگا۔

سلطان فیروز شاہ کو جب اس قلعے کی تعمیر کا علم ہوا تو اس نے حاکم اسیر کو ایک خط لکھا اور اس سے پوچھا کہ ایک اہیر کو ایسا مضبوط قلعہ تعمیر کرنے کی اجازت کیوں دی گئی۔ اس کے بعد ملک راجہ فاروقی جب خاندیش کا حاکم مقرر ہوا تو آسا اہیر نے ملک راجہ کی اطاعت گزاری کو اپنا شعار بنایا، اگرچہ ملک راجہ قلعہ اسیر کو فتح کرنا چاہتا تھا، لیکن قلعے کی مضبوطی دیکھ کر اس کی ہمت نہ پڑتی تھی۔

نصیر خاں کا ارادہ تسخیر قلعۂ اسیر جب خاندیش کی حکومت نصیر خاں فاروقی کے ہاتھ میں آئی تو اس نے قلعۂ اسیر کو تسخیر کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اس نے اپنے عہدِ حکومت کے ابتدائی زمانے میں ایک تدبیر سوچی اور آسا اہیر کو یہ پیغام دیا کہ راجہ بگلانہ

خوش ہوا اور اس نے اسی وقت اپنے اراکین سلطنت کو حکم دیا کہ برہان پور اور زین آباد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا جائے۔ شیخ صاحب دوسرے روز دولت آباد رخصت ہو گئے، یہ دونوں مقامات قلیل مدت میں تعمیر و آباد ہو گئے اور نصیر خاں نے برہان پور کو اپنا پایۂ تخت بنایا۔

ارادہ تسخیر قلعۂ تھالینر

وہ جو یہ کہا جاتا ہے کہ ایک گودڑی میں دو فقیر تو سما سکتے ہیں لیکن ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے، اس کے مصداق نصیر خاں نے اپنے بھائی کے قبضے سے قلعۂ تھالینر کو نکالنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ سارے ملک پر بلا شرکت غیرے حکمرانی کرے۔ اس مقصد سے نصیر خاں نے مالوہ کے فرماں روا سلطان ہوشنگ سے جو اس کا برادر نسبتی تھا، مدد طلب کی کیونکہ اکیلے طور پر قلعہ تھالینر کو فتح کرنا ذرا مشکل کام تھا۔

قلعۂ تھالینر کی فتح

۸۲۰ھ میں نصیر خاں نے قلعۂ تھالینر کا محاصرہ کر لیا، ملک افتخار نے سلطان احمد شاہ گجراتی سے مدد کی درخواست کی۔ گجراتی فرمانروا نے یہ درخواست منظور کی اور لشکر فراہم کر کے سفر کی تیاری کرنے لگا وہ روانہ ہونے ہی والا تھا کہ سلطان ہوشنگ کا لڑکا غزنین خاں پندرہ ہزار سواروں کو ساتھ لے کر نصیر خاں کی مدد کے لیے آ گیا، اور سلطان احمد گجراتی کے پہنچنے سے پہلے ہی غزنین خاں اور نصیر خاں نے قلعۂ تھالینر کو فتح کر لیا ملک افتخار کو قید کر کے قلعۂ اسیر میں روانہ کر دیا گیا۔

سلطان پور ندر بار پر لشکر کشی

اس کے بعد غزنین خاں اور نصیر خاں نے سلطان پور اور ندر بار کو گجراتی عمال کے قبضے سے نکال کر مملکتِ مالوہ میں شامل کرنے کا ارادہ کیا، یہ دونوں اس مقصد سے سلطان پور پہنچے۔ ملک حبیب جاگیردار نے فوراً سلطان احمد گجراتی کو اس صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔

سلطان احمد گجراتی کا اقدام

سلطان احمد گجراتی کو جب یہ خبر ملی تو وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا اس نے ایک عظیم الشان لشکر جمع کیا اور جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سلطان پور کی جانب روانہ ہوا۔ اس نے اپنے سے پہلے ملک محمود ترک کو ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ روانہ کر دیا، غزنین اور نصیر خاں کو جب ملک محمود ترک کی آمد کی خبر ملی تو اول الذکر اسی رات کو مندو کی طرف بھاگ گیا اور ثانی الذکر قلعۂ تھالینر میں پناہ گزیں ہو گیا۔

نصیر خاں کی معافی

ملک محمود نے تھالینر پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا اور سلطان احمد گجراتی سلطان پور میں قیام پذیر ہوا۔ نصیر خاں اس صورتِ حال سے سخت پریشان ہوا

شیر شاہ سوری نے قلعۂ رہتاس کو اسی طریقے سے فتح کیا تھا۔ یہ بات عام طور پر مشہور رہی ہے کہ فاروقی عمال نے آسا اہیر کے سامان و مال کو قطعاً ہاتھ نہ لگایا اور بطور امانت کے اسے ویسے ہی رہنے دیا کہ جیسا تھا، یہاں تک کہ ایک زمانے میں اکبر بادشاہ نے اس قلعے کو فتح کیا تو وہ تمام مال و اسباب کو اپنے تصرف میں لایا، اکبر نے تمام مشکوک اور غیر مشکوک چاندی سونا دار الضرب بھجوا کر حکم دیا کہ اس کو گلا کر اکبری سکہ تیار کیا جائے۔

شیخ زین الدین کی آمد

اس عظیم الشان فتح کی خوشخبری میں شیخ زین الدین دولت آباد سے خاندیش میں آئے تاکہ نصیر خاں کو مبارک باد دیں۔ نصیر خاں اپنے امیروں ارکین سلطنت اور لشکر کے ہمراہ شیخ صاحب کا استقبال کرنے کے لیے قلعے سے باہر آیا اور اس نے شیخ صاحب سے دریائے تپتی کے کنارے اس جگہ جہاں آج کل قصبہ زین آباد واقع ہے، ملاقات کی اور انھیں قلعۂ اسیر میں چلنے کی دعوت دی۔ شیخ صاحب نے فرمایا "مجھے دریائے تپتی کو عبور کرنے کا حکم نہیں ہے، ورنہ میں قلعہ اسیر میں ضرور چلتا۔"

فیضِ صحبت

نصیر خاں، شیخ صاحب سے اجازت لے کر واپس ہوا اور دریائے تپتی کے کنارے پر جہاں آج کل برہان پور آباد ہے، مع اپنے لشکر کے مقیم ہوا، وہ روزانہ شیخ صاحب سے پانچ بار ملاقات کرتا اور ان کی صحبت سے مستفید ہوتا۔ دو ہفتے اسی طرح سے گزر گئے اور پھر شیخ صاحب نے دولت آباد واپس جانے کا ارادہ کیا۔ نصیر خاں نے ہر ممکن طریقے سے شیخ صاحب کی خدمت کی اور ان سے التماس کی کہ وہ خانقاہ کے مصارف کے لئے کوئی قصبہ یا پرگنہ قبول فرمائیں۔ شیخ صاحب نے اس کے جواب میں کہا "فقیروں اور درویشوں کو قصبوں اور پرگنوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، یہ دنیاوی چیزیں اہل دنیا ہی کو زیب دیتی ہیں ہم فقیر بھلا ان تکلفات میں پھنس کر کیا کریں گے۔"

شیخ زین الدین کی خواہش

نصیر خاں نے دوبارہ یہی درخواست کی۔ اس پر شیخ صاحب نے فرمایا "میں اس مملکت میں صرف اپنے نام کی بقا چاہتا ہوں اس دریا کے کنارے پر جہاں تمھارا قیام ہے تم ایک شہر آباد کرو اور اس کا نام شیخ برہان الدین کے نام پر رکھو یہاں تم ایک عظیم الشان مسجد بھی بناؤ اور اس شہر کو اپنا پایۂ تخت قرار دو۔ دریا کے دوسرے کنارے پر کہ جہاں میں مقیم ہوں یہاں بھی ایک قصبہ آباد کرو اور اس کا نام زین آباد رکھو۔"

زین آباد اور برہان پور کی تعمیر

شیخ زین الدین کی زبان سے یہ الفاظ سن کر نصیر خاں بہت

آگیا اور فریقین میں جنگ شروع ہو گئی۔ بہمنی لشکر مغلوب ہوا اور اکثر دکنی سپاہی میدانِ جنگ سے فرار ہوتے ہوئے مارے گئے۔ اس معرکہ آرائی میں گجراتیوں کا پلہ بھاری رہا اور انھوں نے خوب دل کھول کر دکنیوں کو قتل کیا۔

دُوسری شکست

سلطان احمد شاہ بہمنی کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے لشکر کے اس نقصان کا انتقام لینے کا فیصلہ کیا اور اس غرض سے شہزادہ علاؤ الدین کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ شہزادہ دولت آباد میں آیا اور وہاں راجہ کانہا اور نصیر خاں فاروقی بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جیساکہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس بار بھی گجراتیوں نے بہمنیوں کو شکست دی اور راجہ کانہا میدانِ جنگ سے بھاگ کر کوہستان کلید میں پناہ گزیں ہو گیا۔ گجراتیوں نے بد اندیش کو خوب بُری طرح تباہ کیا اور اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ اس کے بعد نصیر خاں اپنے بُرہان پور واپس آگیا اور امورِ سلطنت میں مشغول ہوا۔

نصیر خاں کی بیٹی کی بے کسی

۸۴۰ھ ہجری میں نصیر خاں فاروقی کی بیٹی زینب نے اپنے شوہر سُلطان علاؤ الدین بہمنی کی بدسلوکی کی اپنے باپ سے شکایت کی اور یہ بتایا کہ وہ بے کسی کے عالم میں اپنی زندگی کے دن کاٹ رہی ہے، اس معاملے میں نصیر خاں نے جب علاؤ الدین سے پُوچھ گچھ کی تو دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔

نصیر خاں کا ارادۂ تسخیرِ بُرار

نصیر خاں فاروقی نے سلطان احمد شاہ گجراتی کے مشورے سے برار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، برار کے اُمراء اپنے بہمنی آقا سے کبیدۂ خاطر تھے۔ انھیں جب نصیر خاں کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور اسے پیغام بھجوایا "آپ حضرت عمر فاروق کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی خدمت کرنا ہمارے لیے باعثِ فخر ہو گا۔ خدا وُہ دن لائے کہ ہم آپ کی خدمت گزاری میں مرتبۂ شہادت حاصل کریں۔

برار میں نصیر خاں کے نام کا خُطبہ

خان جہاں، دکن اور برار کا سپہ سالار تھا اور بہمنی سلطنت کا رکن اعظم تھا، جب اسے براری اُمراء کی حکمت کا علم ہوا تو وہ قلعہ پرنالہ میں پناہ گزین ہو گیا اور اس نے سلطان علاؤ الدین کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ براری امیروں نے ملک میں نصیر خاں کے نام کا خطبہ جاری کر دیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

نصیر خاں کا برار سے اخراج

علاؤ الدین نے فوراً ملک التجار حاکم دولت آباد کو سپہ سالار مقرر کیا اور اسے مغل امیروں اور بہمنی سپاہیوں کے ایک لشکرِ جرار کے ساتھ

جب اسے رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اُس نے گجراتی امیروں کو نقد رقم دے انھیں سلطان احمد گجراتی کو شیشے میں اتارنے کے لیے کہا۔ گجراتی امیروں نے موقع و محل دیکھ کر اپنے بادشاہ سے نصیر خاں کی سفارش کی اور اس کی خطا معاف کرادی۔

عزت افزائی

نصیر خاں کو اس وقت تک ملک نصیر کہا جاتا تھا۔ "نصیر خاں" کا خطاب اسے سلطان احمد گجراتی نے دیا۔ اس کے علاوہ گجراتی فرماں روا نے نصیر خاں کو سُرخ سراپردہ شاہی اور چترشاہی بھی عطا کیا۔ نصیر خاں نے پانچ (۵) مست ہاتھی، چالیس (۴۰) عربی و عراقی گھوڑے اور دوسری بہت سی گراں قدر اشیاء احمد گجراتی کی خدمت میں پیش کیں اور اسے اس کے پایۂ تخت کو رخصت کیا۔

شہزادی زینب کا عقد

کچھ عرصے بعد دکنی فرماں روا احمد شاہ بہمنی نے اپنے چند نامی گرامی امیروں کو برہان پور روانہ کیا اور اپنے بیٹے کے لیے نصیر خاں کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ نصیر خاں نے اس امر کو اپنی تقویت اور عزت افزائی کا باعث سمجھ کر اس پیغام کو قبول کر لیا اور ایک عظیم الشان جشن منعقد کرنے کے بعد اپنی بیٹی زینب کی پالکی محمد آباد بیدر روانہ کر دی۔

راجہ کانہا پر احمد گجراتی کا حملہ

۸۲۲ھ میں جالوارہ کے راجہ کانہا پر گجراتی فرماں روا نے لشکر کشی کی۔ راجہ کانہا فرار ہو کر اسیر آیا اور اس نے نصیر خاں سے مدد کے لیے درخواست کی۔ نصیر خاں نے تنہائی میں راجہ سے کہا۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ بادشاہ گجرات کی دشمنی مول لوں۔ اگر تو دکنی فرماں روا احمد شاہ بہمنی کی بارگاہ میں یہ درخواست لے کر جائے تو مناسب ہے، وہ ضرور تیری مدد کرے گا اور تیرے ملک کو گجراتیوں کے قبضے سے نکال کر تیرے حوالے کر دے گا، اگر تو کہے تو اس بارے میں ایک سفارشی خط میں بھی بہمنی فرماں روا کے نام لکھ دوں" یہ جواب پا کر راجہ کانہا بظاہر نصیر خاں سے ناراض ہوا، لیکن کیا ہو سکتا تھا، نصیر خاں نے حقیقتِ حال بیان کی تھی، مکرو فریب سے کام نہ لیا تھا غیر راجہ کانہا سلطان احمد شاہ بہمنی کے پاس پہنچا اور اس سے مدد کی درخواست کی، احمد شاہ نے راجہ کی بہت دلجوئی کی اور اپنے چند امیروں کو مع لشکر کے راجہ کے ساتھ جالوارہ کی طرف روانہ کر دیا۔

دکنیوں اور گجراتیوں کی لڑائی

راجہ کانہا بہمنی امراء کو لے کر نندربار کے نواح میں پہنچا اور وہاں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ اسی دوران میں گجراتی لشکر بھی

میراں عادل خاں بن نصیر خاں فارُوقی

میراں عادل فاروقی سلطان ہوشنگ کی بہن کے بطن سے تھا۔ عادل اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا اور ملک التجار کی مدافعت میں مشغول ہوا۔ میراں عادل نے چند آدمی بھیج کر سلطان پور سے امدادی لشکر منگوایا۔ ملک التجار کو جب اس کا علم ہوا تو وہ واپس دکن چلا گیا۔ اس کے بعد عادل خاں سلطنت کے کاموں میں مشغول و منہمک ہو گیا۔ اس نے تین۳ سال چھ۶ ماہ تینتیس۳۳ دن حکومت کی۔ اس کا انتقال ۹ ذی الحجہ ۸۴۴ھ ہجری جمعہ کو ہوا۔

میراں عادل خاں فاروقی کے تفصیلی حالات راقم الحروف مؤرخ فرشتہ کو دستیاب نہ ہو سکے لہٰذا مختصر سے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ عادل خاں نے اپنے بیٹے مبارک خاں کو اپنا ولیعہد مقرر کیا، جو اس کے بعد تخت نشین ہوا۔ وفات کے بعد عادل خاں کی لاش تھالنیر روانہ کر دی گئی اور اسے اس کے باپ دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

برار روانہ کیا۔ نصیر خاں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ ملک التجار کا مقابلہ کرتا، لہٰذا وہ براری امراء کے ساتھ برار سے باہر نکل گیا، ملک التجار، نصیر خاں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ نصیر خاں نے چونکہ سلطان احمد شاہ گجراتی سے مدد طلب کی تھی، اس لیے اس نے قلعہ تلنگ کا رُخ کیا۔

ملک التجار کی آمد ملک التجار برہان پور میں آیا اور اس نے تمام اچھی اچھی عمارتوں کو جلا کر خاک کر دیا۔ اسے جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان پور اور نندر بار کا لشکر اور مالوہ کی فوج خاندیش میں آنے ہی والی ہے تو وہ فوراً قلعہ تلنگ کی جانب روانہ ہوگیا۔ تاکہ فوجی امداد ملنے سے پہلے ہی دشمن سے معرکہ آرائی کرے۔

ملک التجار اور نصیر خاں میں جنگ تین ہزار سواروں کے ساتھ ملک التجار نے طویل راستہ بہت کم وقت میں طے کر لیا اور بہت ہی تھکا ہوا قلعہ تلنگ کے نواح میں پہنچا۔ نصیر خاں فاروقی نے کمک کا انتظار نہ کیا اور ایک زبردست لشکر کے ہمراہ میدانِ جنگ میں آگیا۔ اس معرکہ آرائی میں نصیر خاں کو شکست ہوئی اور اس کا تمام سامان مع بیس ہاتھیوں کے دشمن کے قبضے میں آگیا۔ بڑی مشکلوں سے نصیر خاں نے جان بچائی اور قلعہ تلنگ میں پناہ گزیں ہوا

وفات نصیر خاں کو اس شکست کا اتنا غم ہوا کہ وہ آخر کار بیمار پڑ گیا۔ یہ بیماری چند ہی دنوں میں مرض الموت بن گئی اور اسی سال ۳ ربیع الاوّل کو نصیر خاں کا انتقال ہوگیا، نصیر خاں کے بیٹے عادل خاں نے باپ کی لاش تھالیز روانہ کی اور نصیر خاں کو ملک راجہ فاروقی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

نصیر خاں کی مدت حکومت چالیس (۴۰) سال چھ (۶) مہینے اور چھبیس (۲۶) روز ہے۔

میراں علینا عُرف عادل خاں فارُوقی بِن مُبارک خاں فارُوقی

اِستقلال اور شان و شکوہ میراں علینا المخاطب بہ عادل خاں فاروقی نے جس استقلال اور شان و شکوہ کے ساتھ حکومت کی، وُہ استقلال اور شان و شکوہ اس کے اسلاف میں کسی کو نصیب نہیں ہُوا، عادل خاں نے آس پاس کے تمام راجاؤں سے خراج وصول کیا اور گونڈ واڑہ اور گدھ کے مقاموں کو اپنا اطاعت گزار بنایا۔ اس بادشاہ کی احتیاط اور حسنِ تدبیر سے کولی اور بھیل جیسی بدنام اور جرائم پیشہ قومیں چوری اور ڈاکہ زنی جیسے غیر شریفانہ افعال سے تائب ہوگئیں۔

مالی گڑھ میراں علینا عُرف عادل خاں فاروقی نے اس حصار اجسے آسا اہیر نے بنوایا تھا کے دروازے کے مقابل ایک دوسرا قلعہ تعمیر کروایا اور دروازہ دوم بھی بنوایا، اور یہاں "مالی گڑھ" آباد کیا۔ یہ دوسرا دروازہ اس انداز سے بنوایا گیا کہ اس کی وجہ سے حصار کو کسی حملہ آور کے لیے تسخیر کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا تھا۔

سلطان جھاڑکھنڈی میراں علینا نے برہان پور میں دریائے تپتی کے کنارے پر ایک قلعہ اور عظیم الشان عمارتیں تعمیر کروائیں وُہ خود زیادہ تر اسی قلعے میں رہتا تھا عادل خاں نے اپنا لقب سلطان جھاڑکھنڈی یعنی شاہ کوہستان اختیار کیا، اہل ہند کی اصطلاح میں جھاڑ کھنڈی ایسے گھنے جنگل کو کہتے ہیں کہ جس سے اِنسان بمُشکل گزر سکے۔

غرور و تکبّر میراں علینا کی شوکت و حشمت اور شان و شکوہ اس کے اسلاف کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھا اس وجہ سے وہ قدرے مغرور اور متکبّر ہوگیا اور اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف عمل کرنے لگا۔ اِسی غرور و تکبّر کی وجہ سے اس نے گجراتی فرماں روا کی طرف اپنے حاجبوں کو پیش کش لانے کے لیے روانہ کیا۔

گجراتیوں کی لشکر کشی سلطان محمود بیکرا کو میراں علینا کی یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی اور اس نے

مُبارک خاں فارُوقی بِن عادل خاں فارُوقی

عادل خاں فاروقی کی وفات کے بعد مُبارک خاں خاندیش کا حکمران ہُوا۔ اس نے سترہ (۱۷) سال چھ (۶) ماہ اور نو (۹) دن تک حکومت کی۔ اس کا انتقال ۱۱ رجب ۸۶۱ھ ہجری کو جمعہ کے روز ہُوا اس کے بعد اس کا بیٹا میراں علینا عُرف عادل خاں فاروقی تخت نشین ہُوا۔ میراں علینا نے باپ کی لاش کو تھالیز روانہ کیا اور اس بادشاہ کو بھی اس کے اسلاف کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی

میراں ملینا کی وفات کے بعد اس کا بھائی داؤد خاں تخت نشین ہوا۔ اس کے عہدِ حکومت میں دریا علی اور حسام علی نامی دو بھائیوں نے بہت اقتدار حاصل کیا، حسام علی کو "ملک حسام" کا خطاب ملا اور حکومت کے تمام کام اسی کی نگرانی میں انجام پانے لگے اور اس طرح وہ بادشاہ کا معتمد علیہ بن گیا

احمد نظام شاہ بحری کا حملہ

داؤد خاں نے ۸۶۶ھ ہجری میں بعض سرحدی پرگنوں کو احمد نظام شاہ بحری کے قبضے سے نکال لینے کا ارادہ کیا، احمد نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک زبردست لشکر لے کر خاندیش کی طرف روانہ ہو گیا، داؤد خاں قلعہ اسیر میں پناہ گزیں ہو گیا اور احمد نظام شاہ نے خاندیش پہنچ کر لوٹ مار اور تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا۔ اس سلسلے میں دکنی فرماں رواؤں نے ہر ممکن طریقے سے خاندیش کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی داؤد خاں نے جب طاقت ور دشمن کے بہ خطرناک عزائم دیکھے تو اس نے سلطان ناصر الدین خلجی سے امداد طلب کی۔

مندوی لشکر کی آمد

سلطان ناصر الدین خلجی نے ہمسائیگی کا حق ادا کیا اور اپنے ایک امیر اقبال خاں کو ایک زبردست لشکر کے ہمراہ داؤد خاں کی مدد کے لیے روانہ کیا اقبال خاں اسیر کے نواح میں آیا، احمد نظام شاہ بحری کو مندوی لشکر کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ واپس احمد نگر چلا گیا۔

ناصر الدین خلجی کے نام کا خطبہ

اقبال خاں نے کچھ دنوں برہان پور میں قیام کیا اور داؤد خاں سے کہا کہ "سلطان ناصر الدین کے نام کا خطبہ جاری کیا جائے" داؤد خاں مجبور تھا، اگر وہ اقبال خاں کی یہ فرمائش پوری نہ کرتا تو یقیناً اسے ایک نئی مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا۔ لہٰذا اس نے اپنے ملک میں سلطان ناصر الدین خلجی کے نام کا خطبہ جاری کر کے اس آنے والی مصیبت سے نجات پائی اور اقبال خاں کو بہت سے گراں قدر تحفے تحائف اور دو ہاتھی دے کر

۹۹۴ھ ہجری میں ایک زبردست لشکر خاندیش روانہ کیا۔ خاندیش کے امیروں نے پہلے تو گجراتی لشکر کا مقابلہ کیا، لیکن بعدازاں دشمن کو اپنے سے زیادہ قوی پاکر قلعۂ تھالینر و اسیر میں پناہ گزین ہو گئے۔ گجراتیوں نے خاندیش میں بہت تباہی و بربادی مچائی اور ایسی لوٹ مار کی کہ الامان والحفیظ !!

داغ ندامت

میراں علینا عرف عادل خاں فاروقی ان دنوں قلعہ اسیر میں مقیم تھا اس نے جب گجراتیوں کے غلبے کو دیکھا تو وہ اپنی حرکات پر سخت نادم ہوا اسے یہ توقع نہ تھی کہ گجراتی اس انداز سے تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں، آخرکار اس نے مجبور ہو کر اپنے امیروں اور ارکین سلطنت کی ایک جماعت کو سلطان بیگڑا کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنی وفاداری اور اطاعت گزاری کا یقین دلایا۔ محمود بیگڑا نے اسکی درخواست کو قبول کر لیا اور چند سال کا خراج پیشگی لے کر خاندیش کو گجراتیوں سے خالی کر دیا۔

میراں علینا کی وفات

میراں علینا چھیالیس (۴۶) سال آٹھ ماہ اور بارہ (۱۲) روز تک انتہائی عیش و عشرت سے حکومت کرتا رہا ۳ ربیع الاول ۹۰۷ھ کو جمعہ کے روز اس کا انتقال ہوا۔ اسے اس کی وصیت کے مطابق بُرہان پور میں "محل دولت منداں" میں دفن کیا گیا۔

میراں علینا کے کوئی بیٹا نہ تھا اس لیے اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی داؤد خاں خاندیش کے تخت پر بیٹھا۔

اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے فوراً احمد نظام بحری اور فتح اللہ عماد شاہ کے پاس اپنے قاصد روانہ کیے اور ان سے بڑی عاجزی و انکساری کے ساتھ مدد کی درخواست کی ان دونوں فرماں رواؤں نے ملک حسام کی درخواست منظور کی اور اپنے اپنے لشکروں کو لے کر برُہان پور آ گئے۔

محمود بیکرا تھالیز میں

سلطان محمود بیکرا نے راستے ہی میں خانزادہ عالم خاں کی تخت نشینی اور ملک لادن کی بغاوت کی خبریں سُنیں اس نے رمضان کا مہینہ دریائے نربدا کے کنارے گزارا اور ماہِ شوال میں آگے بڑھا۔ محمود بیکرا جب تھالیز پہنچا تو قلعے کے تھانے دار عالم شاہ نے قلعۂ سلطان پور کے تھانے دار عزیز الملک کے توسط سے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی اور قلعہ خالی کر کے شاہی ملازموں کے سپرد کر دیا۔

نظام شاہ اور عماد الملک کی کاویل کو روانگی

احمد شاہ اور فتح اللہ عماد الملک نے خاندیش کے لشکر کے اس انتشار کو تشویش کی نظر سے دیکھا۔ دوسرے انھیں گجراتی لشکر کی کثرت وقوت کا بھی اندازہ تھا، لہٰذا یہ دونوں فرماں روا عالم خاں اور ملک حسام کی مدد کے لیے چار ہزار سواروں کو چھوڑ کر کاویل کی طرف روانہ ہو گئے۔

دکنی لشکر کا فرار

عالم خاں، تقریباً نصف مملکت خاندیش پر قابض تھا، سلطان محمود بیکرا نے آصف خاں اور عزیز الملک کو ملک حسام اور عالم خاں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ دکنی لشکر جو عالم خاں کی مدد کے لیے مقیم تھا، اسے جب گجراتی لشکر کی آمد کا علم ہوا تو وہ کسی کو بتائے بغیر ہی خاندیش کی طرف روانہ ہو گیا۔

ملک لادن اور حسام سلطان بیکرا کی خدمت میں

سب سے پہلے ملک لادن نے جو بقیہ نصف خاندیش پر قابض تھا، آصف خاں کا استقبال کیا اور اس کو اپنی حمایت کا یقین دلایا، آصف خاں اسے ساتھ لے کر، سلطان محمود بیکرا کی خدمت میں آیا ملک حسام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عالم خاں کو دکن روانہ کر دیا اور خود سلطان محمود بیکرا کی بارگاہ میں آ گیا۔ سلطان محمود نے ملک حسام اور ملک لادن کو اپنے لطف و کرم سے نوازا اور ان دونوں امیروں کو خلعت دیئے۔

عادل خاں کی تخت نشینی

عید الضحیٰ کے بعد سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں کو "اعظم ہمایوں" کا خطاب دیا۔ سلطان مظفر گجراتی کی بیٹی سے اس کی شادی کی اور اسے برُہان پور کے تخت پر بٹھا دیا۔ سلطان محمود نے ملک لادن کو "خانِ جہاں" کے خطاب سے

شادی آباد مندو کے لیے رخصت کیا۔

وفات

داؤد خاں نے یکم جمادی الاوّل ۹۱۴ھ ہجری کو سہ شنبہ کے دن انتقال پایا، اس کی مدت حکومت آٹھ (۸) سال ایک ماہ اور دو روز ہے۔

غزنین کی تخت نشینی اور ہلاکت

ملک حسام اور دوسرے اُمراء و اراکین سلطنت نے اتفاق سے داؤد خاں کے لڑکے غزنین خاں کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس بادشاہ نے صرف دس (۱۰) روز تک حکومت کی، اس کے بعد ملک حسام نے غزنین خاں کو کسی نامعلوم امر کی بنا پر زہر دے کر ہلاک کر دیا

عالم خاں کی تخت نشینی

داؤد خاں کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ غزنین خاں، جب وہ ہلاک ہو گیا تو ملک حسام کی نگہ انتخاب شہزادہ عالم خاں پر پڑی جو سلاطین فاروقیہ کے خاندان سے تھا۔ عالم خاں احمد نگر میں مقیم تھا، اس لیے ملک حسام نے اپنے چند قاصدوں کو احمد شاہ بحری کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ عالم خاں کو بُلا کر لائیں۔ عالم خاں بُرہان پور آیا اور ملک حسام نے احمد شاہ بحری اور فتح اللہ عماد شاہ کے مشورے سے اس کو برہان پور کا فرمان روا تسلیم کر لیا، ملک کے بیشتر امیروں اور اراکین سلطنت نے بھی عالم خاں کی اطاعت گزاری کو اپنا شعار بنایا۔

ملک لادن کی بغاوت

خاندیش کا نامی گرامی امیر ملک لادن عالم خاں کو پسند نہ کرتا تھا اس لیے اس نے علم بغاوت بلند کیا اور قلعۂ اسیر پر قبضہ کر کے ملک حسام (بادشاہ گر) کی مخالفت کرنے لگا۔ ملک لادن قلعے میں محصور ہو گیا۔

عادل بن نصیر کا خط شاہ گجرات کے نام

نصیر خاں فاروقی کا بیٹا عادل خاں جو سلطان محمود بیکرا کا نواسہ تھا۔ ان دنوں تھالینر کی سرحد پر مقیم تھا، اس نے اپنی والدہ کے مشورے سے سلطان محمود بیکرا کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھ کر گجرات روانہ کیا "جب سے داؤد خاں کا انتقال ہوا ہے، ملک کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے، ہر طرف ایک عجیب قسم کی پراگندگی اور انتشار کا عالم ہے، اس صورت حال کو درست کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ میں عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لوں۔ اگر آپ اس سلسلے میں میرے آبائی حقوق کو مدِنظر رکھتے ہوئے میری مدد کریں تو میں تا عمر ممنون رہوں گا۔"

سلطان محمود بیکرا کی روانگی

سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں کی درخواست منظور کی اور ایک لشکرِ جرار لے کر خاندیش کی طرف روانہ ہوا، ملک حسام کو جب اس کی

عادل خاں فاروقی المخاطب بہ اعظم ہمایوں بن نصیر خاں فاروقی

یہ بیان کیا جا چکا ہے، عادل خاں فاروقی نے اپنے نانا سلطان محمود بیگرا کی مدد سے خاندیش کی حکومت حاصل کی۔ محمود بیگرا کی واپسی کے بعد عادل خاں تھالیز سے برُہان پُور آیا اور سلطنت کے کاموں میں مشغول ہو گیا۔ ملک حسام الدین شہر یار جو ملک لادن کا دشمن تھا، وُہ برہان پُور سے تھالیز چلا گیا۔

ملک حسام کا ارادہ

کچھ دِنوں بعد یہ معلوم ہوا کہ ملک حسام دوبارہ نظام شاہ سے مل گیا ہے اور وُہ عالم خاں کو بُرہان پُور کا حکمران بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے، عادل خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک شخص کو ملک حسام کی طلبی کے لیے روانہ کیا۔ ملک حسام نے چار ہزار (۴۰۰۰) سواروں کا لشکر ہمراہ لیا اور بُرہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

ملک حسام بُرہان پُور میں

ملک حسام جب بُرہان پور کے قریب پہنچا تو عادل خاں نے تین ہزار گجراتی سواروں کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر شاہی محل سرا میں آ گیا اور خلعت دے کر رخصت کیا۔ اس کے بعد عادل خاں نے ملک حسام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اپنے خاص آدمیوں کو اس سے آگاہ کر دیا۔ درشایہ گجراتی جو تیغ زنی میں اپنی مثال آپ تھا اسے ملک حسام کو ٹھکانے لگانے پر متعین کیا۔

ملک حسام کا قتل

عادل خاں نے دوسرے روز پھر ملک حسام کو شاہی محل سرا میں طلب کیا، ملک اپنے غرور و تکبّر کی وجہ سے اپنے سارے لشکر کے ساتھ آیا، عادل خاں نے اس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کیں اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خانہ کی طرف لے گیا۔ وہاں دونوں نے کچھ اور باتیں کیں۔ اس کے بعد عادل خاں نے ملک حسام کو رُخصت کر دیا۔ درشایہ گجراتی جو پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گھات میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے بڑی پھُرتی سے ملک حسام پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ اس کا جسم دو ٹکڑے ہو گیا۔

باغیوں کا قلع قمع

عادل خاں کے وزیر اعظم ملک برہان عطاء اللہ گجراتی نے گجراتیوں کے ایک

نوازا اور موضع نباس (جو اس کا مولد تھا) جاگیر میں دیا۔ عماد الملک اسیری کے بیٹے ملک ماکھا "غازی خان" ملک عالم تھانیدار تھالینیر کو "قطب خاں" اور ملک یوسف کو "سیف خاں" کے خطابات دے کر عادل خاں الخاطب بہ اعظم ہمایوں کے ساتھ کیا۔

محمود بیکرا کی واپسی

سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں کو چار (۴) ہاتھی اور تیس لاکھ (۳۰۰۰۰۰۰) تنگے نقد بھی عطا کیے اور نصرۃ الملک اور مجاہد الملک کو اس کی مدد کے لیے چھوڑ کر خود سلطان پور اور نندربار کی طرف روانہ ہوا۔ پہلی منزل ہی میں بادشاہ نے ملک حسام کو "شہریار" کا خطاب دے کر واپسی کی اجازت دی۔

منڈو میں گیا اور وہاں کئی کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ چونکہ تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ گجراتی بادشاہوں کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔

انتقال

اسی سال عادل خاں بیمار پڑا اور ۱۰ رمضان المبارک بروز جمعہ اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کی مدت حکومت انیس (۱۹) سال ہے۔ عادل خاں کے بعد اس کا بیٹا میراں محمد شاہ فاروقی جو سلطان مظفر گجراتی کی بہن کے بطن سے تھا، تخت نشین ہوا۔

لشکر کو حکم دیا کہ ملک حسام کے ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے۔ گجراتیوں نے اشارہ پاتے ہی ایک ہنگامہ بپا کر دیا۔ ملک لاڈھا اور دوسرے امراء جو ملک حسام کے طرف دار تھے فوراً بھاگ گئے۔ گجراتیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ ملک لاڈھا، دیگر امراء اور بے شمار سپاہی مارے گئے۔ اور اس طرح ملک کا نصف جو باغیوں کے ہاتھ میں تھا عادل خاں کے قبضے میں آگیا اور ملک مخالفوں کے وجود سے پاک ہو گیا۔

عادل خاں کا خط محمود بیکرا کے نام

ان واقعات کے بعد ایک روز عادل خاں المخاطب بہ عظم ہمایوں قلعہ اسیر میں گیا۔ وہاں اسے اپنے مخالفوں کے ارادہ و عمل سے واقفیت ہوئی۔ واپسی پر اس نے سلطان محمود بیکرا کے نام خط لکھا "میں ایک بار قلعے کے معائنے کے لیے گیا تھا۔ وہاں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ سیف خاں اور خیر خاں میرے سخت مخالف ہیں ان دونوں امیروں نے احمد نظام شاہ بحری کے نام ایک خط لکھا ہے اور اسے خان زادہ عالم خاں کو ساتھ لے کر یہاں آنے کے لیے کہا۔ احمد نظام شاہ آج کل سرحدی علاقے میں ٹھہرا ہوا ہے میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ خانِ جہاں مجاہد الملک اور دوسرے امیروں کو ساتھ لے کر قلعہ اسیر کا محاصرہ کر لوں، اگر دورانِ محاصرہ میں احمد نظام شاہ بحری نے اس طرف کا رُخ کیا تو میں محاصرہ ترک کر کے اس کا مقابلہ کروں گا۔"

محمود بیکرا کا جواب

سلطان محمود بیکرا کو عادل خاں کا یہ خط ملا۔ اس نے فوراً بارہ لاکھ (۱۲۰۰۰۰۰) تنگے عادل خاں کو بھجوائے اور اس کے جواب میں یہ لکھا "تمہیں بالکل پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جس وقت بھی ضرورت پڑے گی میں خود تمہارے پاس چلا آؤں گا اور احمد نظام شاہ بحری کو سمجھ لوں گا۔ میرا خیال یہ ہے کہ احمد نظام چونکہ سلاطین دکن کا غلام زادہ ہے اس لیے اس کو اتنی ہمت نہیں ہو سکتی کہ وہ تمہیں اور تمہاری رعیت کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے یا تمہاری مملکت میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کرے۔

راجہ جالنہ پر حملہ

عادل خاں کے پاس جب گجراتی لشکر پہنچ گیا تو اس نے راجہ جالنہ پر (جو احمد نظام شاہ بحری کا اطاعت گزار تھا) حملہ کر دیا اور راجہ کے کئی موضعوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ راجہ اس صورتِ حال سے سخت پریشان ہوا اور اس نے اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار کر کے معذرت پیش کی، اس کے بعد عادل خاں فاروقی نے گجراتی لشکر کو واپس کر دیا اور خود اسیر آگیا۔

شادی آباد مندو کا سفر

۹۲۲ھ ہجری میں عادل خاں، سلطان مظفر گجراتی کے ساتھ شادی آباد

حملہ کیا کہ میراں محمد شاہ اور عماد الملک کو اپنی فوجیں مرتب و منظم کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور یہ دونوں میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔ نظام شاہ نے تقریباً چار کوس تک ان دونوں فرماں رواؤں کا تعاقب کیا اور ان کے توپ خانے پر قبضہ کر لیا۔ بہت سے براری اور خاندیشی سپاہی مارے گئے۔ عماد الملک اور میراں محمد شاہ بہت بری حالت میں اپنے پایۂ تخت کو واپس ہو گئے۔ الغرض برہان نظام شاہ نے اپنی مستعدی اور موقع شناسی سے اپنی شکست کو شاندار فتح میں تبدیل کر لیا۔

بہادر گجراتی کی آمد

اس واقعہ کے بعد میراں محمد شاہ اور عماد الملک نے سلطان بہادر گجراتی سے مدد کی درخواست کی گجراتی فرماں روا ایک زبردست لشکر لے کر برہان پور میں آیا اور میراں محمد شاہ فاروقی کو ساتھ لے کر برار میں داخل ہو گیا، جالنہ پہنچ کر بہادر گجراتی کی نیت میں فتور آ گیا اور اس نے ارادہ کیا کہ ملک برار، عماد الملک کے قبضے سے نکال کر اپنے ملازموں کے سپرد کر دے اور اس کے بعد احمد نگر پہنچ کر برہان نظام شاہ کے مقبوضات اپنے قبضے میں کر کے ان علاقوں میں اپنا خطبہ اور سکہ جاری کرے۔

عماد الملک کی پریشانی

عماد الملک جب سلطان بہادر گجراتی کے ارادوں سے آگاہ ہوا تو اسے بڑی پریشانی ہوئی اور اس نے میراں محمد شاہ فاروقی سے سلطان بہادر کی شکایت کی، میراں محمد شاہ فاروقی نے اس کے جواب میں کہا "بدقسمتی کا کوئی علاج نہیں ہے۔ غلطی ہماری ہی ہے جو ہم نے سلطان بہادر کو یہاں بلایا۔ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا، مگر اب سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں ہے اور حالات کو خدا پر چھوڑ دینا چاہیئے۔"

میراں محمد شاہ کی تدبیر

انھیں دنوں ایک روز موقع پا کر میراں محمد شاہ فاروقی نے سلطان بہادر گجراتی سے کہا۔ برار کا ملک تو آپ کے قبضے میں آ ہی چکا ہے، اس لیے اب یہاں زیادہ دیر قیام کرنا آپ کے لیے مناسب نہیں ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس ملک میں اپنے نام کا خطبہ جاری کریں اور عماد الملک کو اپنے ملازمین میں شامل کر لیں اور پھر احمد نگر پہنچ کر نظام شاہی مملکت کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

برار میں بہادر گجراتی کے نام کا خطبہ

سلطان بہادر گجراتی کو میراں محمد شاہ کی رائے بہت پسند آئی۔ اس نے برار میں اپنے نام کا خطبہ جاری کر کے عماد الملک کو اپنے امرا میں داخل کر لیا۔ اس کے بعد وہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ احمد نگر پہنچ کر سلطان بہادر نے دولت آباد کا رخ کیا (اس سلسلے کی تمام تفصیلات پہلے بیان کی جا چکی ہیں، اس لیے راقم الحروف

میراں محمد شاہ فاروقی بن عادل خاں فاروقی

مرتبۂ شاہی

عادل خاں فاروقی کی وفات کے بعد میراں محمد شاہ بُرہان پُور کا والی ہوا۔ چونکہ اس نے آخر میں گجرات پر بھی حکومت کی تھی، اس لیے "شاہ" کا لفظ اس کے نام کا جز و ہو گیا، میراں محمد شاہ فاروقی خاندان کا پہلا فرد ہے کہ جو شاہی کے مرتبے تک پہنچا۔

نظام شاہ اور عماد الملک میں جھگڑا

انھیں دنوں نظام شاہ اور عماد الملک میں قلعۂ ماہور اور چند دوسرے پرگنوں کی بابت جھگڑا پیدا ہو گیا۔ عماد الملک نے میراں محمد شاہ فاروقی کے توسط سے سلطان مظفر گجراتی سے مدد طلب کی، سُلطان بہادر گجراتی نے عین الملک (حاکم پٹن) کو دکنی سرحد کی طرف روانہ کیا تاکہ وُہ صورتِ حال کا صحیح اندازہ کرے اور نظام شاہ اور عماد الملک میں صُلح کر وا دے، نظام شاہ نے سلطان بہادر گجراتی کا خیال کر کے عماد الملک سے صُلح کر لی اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

نظام شاہ سے جنگ

دوسرے سال پھر بُرہان نظام شاہ نے ملک گیری کا خیال کیا اور برار کے چند پرگنوں اور قلعۂ ماہور پر قابض ہو گیا۔ عماد الملک نے پریشان ہو کر میراں محمد شاہ فاروقی سے مدد کی درخواست کی۔ ۹۳۴ھ ہجری میں میراں محمد شاہ اپنے ہاتھیوں اور لشکر کو لے کر عماد الملک کی مدد کے لیے دکن میں آیا اور اس کے ساتھ مِل کر دریائے گنگا کے کنارے بُرہان نظام شاہ سے معرکہ آراء ہوا، میراں محمد شاہ فاروقی نے نظام شاہی لشکر کو شکست دی اور بڑی بے فکری سے میدانِ جنگ میں کھڑا رہا۔ خاندیش اور برار کی فوجیں کچھ تو نظام شاہی لشکر کے تعاقب میں مصروف ہو گئیں اور کچھ لوٹ مار میں۔

میراں محمد شاہ کی فتح — اور شکست

بُرہان نظام شاہ شکست کے بعد ایک گاؤں میں پناہ گزین ہو گیا اور وہاں سے تین ہزار سواروں کے ہمراہ میدان جنگ میں واپس آیا، نظام شاہ نے ایسی چابک دستی سے حریف پر

نے پریشان ہوکر بُرہان نظام شاہ کو متعدد خطوط لکھے اور اسے سابقہ تعلقات کا واسطہ دے کر موجودہ مصیبت سے چھٹکارا دلانے کی درخواست کی۔

بُرہان نظام کا خط ہمایوں کے نام

بُرہان نظام شاہ نے نصیرالدین ہمایوں کے نام ایک عریضہ روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ انتہائی ادب سے میں حضور کی خدمت میں گزارش گذار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی ذات بابرکات ہم لوگوں کے لیے خداوند کریم کی ایک بہترین نعمت ہے، ہم پر آپ کے جو احسانات ہیں، ان کا شکریہ ادا کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ میں یہ سطور اس مقصد سے لکھ رہا ہوں کہ آپ سے بُرہان پور اور اسیر کے فرماں روا کی سفارش کروں، میراں محمد شاہ کو آپ کی ذات سے بے پناہ لگاؤ و محبت ہے، ان دنوں آپ نے خاندیش کو فتح کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے، میراں محمد شاہ چونکہ آپ کا بہی خواہ ہے اس لیے آپ اس سے ایسا سلوک نہ کریں اور ازراہ لطف و کرم اس کی مملکت سے اپنا تصرف اٹھائیں اور اس کے عوض اس کو اپنے الطاف کا سزاوار رکھیں۔

ہمایوں کی مندو کو روانگی

اس کے بعد بُرہان نظام شاہ، ابراہیم عادل شاہ، سلطان قلی قطب شاہ اور علاؤالدین، عمادالملک نے میراں محمد شاہ کی مدد کے لیے لشکر کشی کی۔ اتفاق سے انھیں دنوں میرزا اماں کی مخالفت اور شیر شاہ کی ہنگامہ آرائیوں نے زور پکڑا اور ہمایوں خاندیش پر حملہ کرکے اس ملک کو برباد و تاراج کرنے کے بعد شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوگیا۔

مغل اُمراء کا مالوہ سے اخراج

مالوہ میں بہت سے مغل امیر باقی تھے، سلطان بہادر گجراتی نے میراں محمد شاہ فاروقی کو ان امیروں کے اخراج پر متعین کیا، میراں محمد شاہ نے ملّو خاں کی مدد سے ان مغلوں کو شادی آباد مندو سے باہر کر دیا اور مندو کو ان کے قبضے سے نکال لیا۔

میراں محمد شاہ کی حکومت گجرات پر

میراں محمد شاہ ابھی مالوہ ہی میں تھا کہ فرنگیوں کے ہاتھوں سلطان بہادر گجراتی نے سفرِ آخرت اختیار کیا، سلطان بہادر گجراتی بے اولاد مرا تھا۔ اس لیے گجراتی امیروں نے متفقہ طور پر میراں محمد شاہ فاروقی کو اپنا فرمانروا منتخب کیا اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔ میراں محمد شاہ کے اصل نام محمد خاں میں لفظ "شاہ" کا اضافہ بھی کیا گیا۔ میراں محمد شاہ خاندان فاروقیہ کا پہلا شخص ہے جس نے "شاہ" کا خطاب حاصل کیا۔

انھیں اس جگہ دہرانا پسند نہیں کرتا) الغرض میراں محمد شاہ فاروقی کے حسن تدبیر سے سلطان بہادر گجراتی نظام شاہ اور عماد الملک کے ملکوں پر قبضہ کرنے سے باز رہا اور اپنے پایۂ تخت کی طرف روانہ ہو گیا۔

فتح مندو

سلطان بہادر گجراتی نے ۹۳۰ھ ہجری میں مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے میراں محمد شاہ فاروقی کو اپنے پاس بلایا۔ دونوں فرماں رواؤں نے مل کر مندو کو فتح کیا۔ فتح کے بعد میراں محمد شاہ فاروقی اسی سال برہان پور واپس آگیا۔

برہان نظام کی پریشانی

بُرہان نظام شاہ کو جب مالوہ کی فتح کی خبر معلوم ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے شاہ طاہر کو اپنا قاصد بنا کر برہان پور روانہ کیا، تاکہ فریقین میں باہمی خلوص و محبت پیدا ہو۔ ۹۳۰ھ میں سلطان بہادر گجراتی بُرہان پور آیا جیسا کہ اس سے پہلے گجرات اور دکن کے فرماں رواؤں کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ میراں محمد شاہ فاروقی کی خوش اسلوبی سے بُرہان نظام شاہ اور سلطان بہادر گجراتی میں دوستانہ مراسم قائم ہو گئے۔

برہان نظام شاہ اور بہادر گجراتی میں صلح

برہان نظام شاہ میراں محمد شاہ فاروقی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے بُرہان پور میں آیا اور سلطان گجراتی سے ملاقات کی، سلطان بہادر گجراتی دکنی فرماں روا سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور اسے نظام شاہی خطاب، چتر اور سرا پردہ سُرخ عنایت کیا اور یہ کہا "میں نے دشمنوں کو خاک میں ملا دیا اور دوست کو صاحبِ تخت و تاج بنایا"۔ اس کے بعد بہادر گجراتی نے بُرہان نظام شاہ کو رخصت کی اجازت دی۔

دوڑ دھوپ

سلطان بہادر دوسری بار مالوہ میں آیا، میراں محمد شاہ فاروقی بھی اس کے ساتھ تھا کچھ دنوں بعد محمد شاہ فاروقی برہان پور واپس آیا، اسی دوران میں سلطان بہادر گجراتی نے قلعۂ چیتوڑ پر حملہ کر دیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی بھی اپنا لشکر درست کر کے موقع واردات پر پہنچ گیا۔ مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں کے مقابلے میں سلطان بہادر گجراتی فرار ہوا اور مع محمد شاہ فاروقی کے مندو آیا۔ بہادر گجراتی خود تو مندو سے چینانیر کی طرف روانہ ہو گیا اور محمد شاہ فاروقی کو بُرہان پور جانے کی اجازت دے دی۔

نصیر الدین ہمایوں گجرات میں

انھیں دنوں نصیر الدین ہمایوں نے گجرات کو فتح کر لیا اور اپنے ایک معتمد امیر آصف خاں کو احمد نگر روانہ کر کے بُرہان نظام سے پیشکش طلب کی۔ اس کے بعد ہمایوں خاندیش کو فتح کرنے کے لیے خاندیش آیا، میراں محمد شاہ فاروقی

میراں مُبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی

تخت نشینی

جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ میراں محمد شاہ فاروقی کے بیٹوں میں کوئی اس قابل نہ تھا کہ اسے تخت نشین کیا جاتا، اس لیے تمام اُمراء اور ارکین سلطنت نے باہمی اتفاق سے میراں مُبارک شاہ کو تخت پر بٹھا دیا، میراں مُبارک شاہ نے عنانِ اقتدار اپنے ہاتھوں میں لی اور بڑی خوش اسلوبی سے حکومت کرنے لگا۔ اس نے تمام ارکینِ دربار اور امیروں کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا۔

اُمرائے گجرات کا فیصلہ

انھیں دنوں گجراتی امیروں نے محمود گجراتی بن شہزادہ لطیف خاں کو سلطنت گجرات کا صحیح وارث تسلیم کر لیا، اسے لانے کے لیے اختیار خاں کو بُرہان پور روانہ کیا۔ واضح رہے کہ سلطان بہادر گجراتی نے محمود گجراتی کو جبر اس کا بھتیجا تھا، میراں محمد شاہ فاروقی کے حوالے کر دیا تھا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے محمود گجراتی کو قلعے میں قید کر دیا تھا۔

محمود گجراتی کی رہائی

اختیار خاں بُرہان پور آیا اور اس نے میراں مبارک شاہ سے ملاقات کر کے محمود گجراتی کو طلب کیا، میراں مبارک شاہ کو یہ خدشہ تھا کہ اگر محمود کو آزاد کر دیا گیا تو گجراتی امیر اس کو بادشاہ تسلیم کریں گے، لہٰذا اُس نے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اختیار خاں کو ٹال دیا۔ گجراتی اُمراء کو یہ امر ناگوار گزرا، انھوں نے لشکر تیار کیا اور جنگ کے ارادے سے خاندیش کی طرف روانہ ہوئے، میراں مُبارک شاہ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر محمود گجراتی کو رہا کر دیا اور اسے اختیار خاں کے ہمراہ گجرات روانہ کر دیا۔

عماد الملک بُرہان پور میں

انھیں دنوں فرماں روایانِ گجرات کا ایک غلام جس کا نام عماد الملک تھا، فرار ہو کر بُرہان پور آیا، میراں مبارک شاہ نے اس توقع پر کہ سلطنتِ گجرات اس کے زیرِ نگیں آجائے گی، عماد الملک کی مدد کی۔ عماد الملک نے دس بارہ ہزار گجراتی

میراں محمد شاہ کی وفات

گجراتی امیروں نے سلطان بہادر گجراتی کا چتر اور تاج مرصع میراں محمد شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے گجرات آنے کی درخواست کی، میراں محمد شاہ نے یہ تاج سر پر رکھا اور گجرات جانے کی تیاریاں کیں۔ جب بادشاہ سفر کے لیے نکلنے ہی والا تھا کہ اس کی طبیعت ناساز ہو گئی، اس نے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ بیماری بڑھتی گئی یہاں تک کہ اس نے زندگی کا آخری سفر اختیار کیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے ۱۳ر ذی قعدہ ۹۴۴ھ ہجری کو انتقال کیا، ارکین سلطنت نے اس کی لاش کو برہان پور میں عادل خاں فاروقی کے مزار کے قریب دفن کیا۔

میراں محمد شاہ کی اولاد میں کوئی فرد ایسا نہ تھا کہ جو فرماں روائی کے اہل ہوتا، اس لیے ارکین سلطنت نے اس کے بھائی مبارک خاں کو خاندیش کا فرماں روا منتخب کیا۔

میں کر لیا اور غفلت و مدہوشی کے عالم میں عیش و عشرت میں مصروف ہو گئے ۔ ان لوگوں نے دشمن سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا، پیر محمد خاں نے اپنے سرداروں سے اس بارے میں مشورہ کیا، انھوں نے بھی یہی رائے دی لہٰذا پیر محمد خاں تمام مغل لشکر کو لے کر مالوہ کی طرف چل دیا۔

مغل لشکر گاہ پر حملہ اور پیر محمد کا فرار

تفال خاں، مبارک شاہ اور باز بہادر نے مغلوں کا تعاقب کیا۔ پیر محمد کا دھیان مالِ غنیمت میں لگا ہوا تھا، لیکن اس کے لشکریوں کو جان کی فکر تھی، لہٰذا وہ اپنے سپہ سالار کو پیچھے چھوڑ کر دریائے نربدا کو پہلے ہی عبور کر گئے۔ تفال خاں حاکم برار کو اِس صورتِ حال کی اطلاع ہو گئی۔ لہٰذا اس نے موقع پا کر دریائے نربدا کے اطراف میں مغل لشکر گاہ پر حملہ کر دیا۔ پیر محمد میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ طاقت ور اور تازہ دم حریف کا مقابلہ کرتا لہٰذا وہ تمام سامان چھوڑ کر فرار ہو گیا۔

پیر محمد کی ہلاکت

تفال خاں بڑی تیز رفتاری سے پیر محمد کا تعاقب کرنے لگا، دوسری طرف باز بہادر کے سپاہیوں نے کشتیوں کو دریائے نربدہ کے کنارے سے ہٹا دیا، تاکہ پیر محمد دریا کو عبور نہ کر سکے۔ پیر محمد جب دریا کے کنارے پہنچا تو وہ کشتیوں کو موجود نہ پا کر بہت پریشان ہُوا، اسی پریشانی کے عالم میں وہ اپنے گھوڑے سمیت دریا میں اُتر گیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، پیر محمد کو نربدا کی لہروں نے اپنی آغوش میں لے کر ہمیشہ کی نیند سلا دیا، مغلوں کا بقیہ لشکر دریا پار کر گیا اور ان کا تمام سامان لوٹ لیا گیا۔

اس کے بعد میراں مُبارک شاہ اور تفال خاں، باز بہادر کی مدد کے لیے مالوہ آئے اور تمام مغلوں کو انھوں نے یہاں سے نکال دیا، باز بہادر دوبارہ مالوہ کے تخت پر بیٹھا اور مبارک شاہ اور تفال خاں واپس آ گئے۔

میراں مبارک کی وفات

۶ رجمادی الثانی ۹۷۴ھ ہجری کو چہار شنبہ کے روز میراں مبارک کا انتقال ہُوا، اس کی مدت حکومت تیس (۳۲) سال ہے۔ میراں مبارک کے بعد اس کا بیٹا میراں محمد خاں باپ کا جانشین ہُوا۔

سپاہیوں کا لشکر جمع کر لیا۔ دوسری طرف دریا خاں نے سلطان محمود گجراتی کو آمادۂ جنگ کیا اور وہ ایک زبردست لشکر لے کر میراں محمد شاہ اور عماد الملک سے جنگ کرنے کے مقصد سے روانہ ہوا۔

سلطان محمود گجراتی سے جنگ

خاندیش اور گجرات کی سرحد پر دونوں لشکروں میں زبردست جنگ ہوئی، میراں مبارک شاہ کو شکست ہوئی اور وہ قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا، عماد الملک میدانِ جنگ سے بھاگ کر مندو چلا گیا اور قادر شاہ کے دامن میں پناہ لی، سلطان محمود گجراتی نے خاندیش کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر میراں مبارک شاہ پریشان ہوا اور اس نے پیش کش دے کر سلطان محمود گجراتی سے صلح کر لی، اس کے بعد سلطان محمود اپنے پایۂ تخت کو واپس آ گیا۔

سلطان پور اور ندربار مبارک شاہ کے قبضے میں

سلطان محمود گجراتی نے جب بہت اقتدار حاصل کر لیا اور اس کی سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں تو اس نے سلطان پور اور ندربار کا علاقہ میراں مبارک شاہ کو دے دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ جس زمانے میں سلطان محمود گجراتی اور میراں مبارک شاہ دونوں قلعۂ اسیر میں مقیم تھے، اوّل الذکر نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ کبھی گجرات کا بادشاہ بن گیا تو سلطان پور اور ندربار کا علاقہ میراں مبارک شاہ کو دے دوں گا۔

باز بہادر کی آمد اور پیر محمد کا حملہ

۹۶۹ھ میں جب مالوہ پر مغلوں نے قبضہ کر لیا تو وہاں کا حاکم باز بہادر برہان پور آ گیا اور میراں مبارک شاہ کے پاس پناہ گزیں ہوا، مالوہ کے مغل حاکم پیر محمد خاں نے باز بہادر کے استیصال کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لشکرِ جرار لے کر خاندیش میں آیا۔ پیر محمد خاں نے برہان پور تک تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور اس سلسلے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، خاندیش کے ہر طبقے کے لڑکوں اور لڑکیوں کو مغلوں نے گرفتار کر لیا اور ان سے طرح طرح کی وحشیانہ حرکتوں کا ارتکاب کیا۔

حاکم برار سے مدد کی طلب

میراں مبارک شاہ قلعۂ اسیر میں پناہ گزیں ہو گیا اور اس نے برار کے حاکم تفال خاں کو اپنی مدد کے لیے طلب کیا تفال خاں جلد از جلد لشکر جرار لے کر خاندیش میں آیا، میراں مبارک شاہ اور باز بہادر بھی اس سے جا ملے اور ان تینوں فرماں رواؤں نے پیر محمد خاں کے دفیعے کے لیے مشترکہ کوششیں شروع کر دیں۔

مغل لشکر کی مالوہ کو روانگی

مغل امیروں اور سپاہیوں نے بہت سامان اور اسباب اپنے قبضے

اور "میرزا برادران" اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ چنگیز خاں کو جب میراں محمد شاہ کی آمد کا علم ہُوا تو وہ سات (۷)، آٹھ (۸) ہزار سواروں کا لشکر لے کر اس کے مقابلے پر آیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہُوئی۔ اس جنگ میں میرزا برادران نے چنگیز خاں کا پُورا پُورا ساتھ دیا اس وجہ سے اسے فتح نصیب ہُوئی۔ میراں محمد شاہ اپنا تمام سامان اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ چھوڑ کر میدانِ جنگ سے بھاگ گیا چنگیز خاں نے اس تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس عظیم الشان فتح کی وجہ سے اس کی شان و شوکت اور اقتدار میں بہت اضافہ ہُوا۔

میرزاؤں کی شورش

کچھ عرصہ بعد میرزا برادران کے تعلقات چنگیز خاں سے اچھے نہ رہے اور وُہ گجرات سے فرار ہو کر خاندیش میں آگئے۔ خاندیش میں انھوں نے غلبہ حاصل کر کے خوب تباہی و بربادی مچائی۔ میراں محمد شاہ نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے لشکر جمع کر کے میرزاؤں کی سرکوبی کا ارادہ کیا، لیکن میرزاؤں نے اسے اتنا موقع ہی نہ دیا اور اپنا کام کر کے خاندیش سے چلے گئے۔

برار پر مرتضیٰ نظام کا قبضہ

احمد نگر کے فرماں روا مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے ۹۸۲ھ ہجری میں برار کو فتح کر کے حاکم برار کو قید کر لیا، اس کے بعد مرتضیٰ نظام اپنے ملک کو واپس روانہ ہو گیا۔ اسی دوران میں ایک شخص برار سے فرار ہو کر میراں محمد شاہ فاروقی کے پاس آیا اور اپنے آپ کو عماد شاہی خاندان کا فرد ظاہر کر کے میراں محمد شاہ سے مدد کی درخواست کی، فاروقی فرماں روا نے پانچ چھ ہزار سپاہیوں کا لشکر اس کے ہمراہ کر دیا اس وجہ سے مملکت برار میں سخت فتنہ پیدا ہُوا۔

مرتضیٰ نظام خاندیش میں

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ خواجہ میرک دبیر اصفہانی المخاطب بہ چنگیز خاں کے مشورے سے واپس ہُوا پہلے تو اس نے میراں محمد شاہ فاروقی کے لشکر کو تباہ و برباد کیا اور پھر برہان پور کی طرف بڑھا، میراں محمد شاہ فاروقی میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ فرماں روائے احمد نگر کا مقابلہ کرتا، لہٰذا وہ قلعۂ اسیر میں پناہ گزیں ہو گیا، مرتضیٰ نظام نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اس کا لشکر خاندیش کو تباہ و برباد کرنے لگا۔

مرتضیٰ نظام کی واپسی

میراں محمد شاہ فاروقی بہت پریشان ہُوا جیسا کہ پہلے تفصیل سے بتایا جا چکا ہے اس نے صلح کی کوشش شروع کی، اس نے چھ لاکھ مظفری (تین لاکھ تنکہ نقرہ) مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کے وکیل السلطنت چنگیز خاں کو دے کر مخالفوں کو راضی کر لیا۔

میراں محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی، مد

چنگیز خاں کا فتنہ میراں مبارک شاہ فاروقی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا میراں محمد شاہ، تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے سال ہی کا واقعہ ہے کہ چنگیز خاں گجراتی، اعتماد الملک وکیل السلطنت کے مشورے سے سلطان مظفر گجراتی کو اپنے ساتھ ندربار سے کر آیا چنگیز خاں نے میراں محمد شاہ کے تھانے کو اٹھا دیا، اس حرکت پر اسے کسی نے نہ ٹوکا، اس وجہ سے چنگیز خاں کی ہمت بڑھی اور پیش قدمی کر کے قلعہ تھانیسر کے نواح تک کے علاقے پر قابض ہو گیا۔

چنگیز خاں نے اپنی بساط کے مطابق میراں محمد شاہ کے ملک کو تباہ و برباد کیا۔ میراں محمد شاہ نے برار کے حاکم تفال خاں کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ تفال خاں ایک لشکر لے کر آ گیا، میراں محمد شاہ نے اسے ساتھ لے کر چنگیز خاں کا مقابلہ کیا، اگرچہ چنگیز خاں بہت بہادر اور باہمت انسان تھا، لیکن خدا جانے، اس کے دل میں کیا وہم سمایا کہ وہ خوف زدہ ہو کر ایک دشوار گزار مقام پر فروکش ہو گیا اس نے توپ و تفنگ کے ارابوں کو اپنے گرد فراہم کر لیا اور رات تک اسی جگہ مقیم رہا، اسی رات چنگیز خاں بھروچ کی طرف فرار ہو گیا۔

محمد شاہ کا عزم تسخیر گجرات تفال خاں اور میراں محمد شاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے چنگیز خاں کے تمام سامان اور آلات جنگ پر قبضہ کر کے اس کا تعاقب کیا۔ اس زمانے میں گجرات میں سخت انتشار پھیلا اور وہاں کی رعایا نے یہ یقین کر لیا کہ سلطان مظفر گجراتی، گجرات کے شاہی خاندان سے نہیں ہے، ادھر میراں محمد شاہ فاروقی بھی گجرات کو اپنی وراثت سمجھتا تھا، اس نے بہت سا روپیہ صرف کر کے ایک زبردست لشکر تیار کیا، گجراتی امیروں کی ایک جماعت نے بھی محمد شاہ کا ساتھ دیا اور وہ تیس ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر لے کر احمد آباد کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

چنگیز خاں سے جنگ اور محمود شاہ کی شکست ان دنوں چنگیز خاں نے احمد آباد پر قبضہ کر رکھا تھا

میراں راجہ علی خاں فاروقی

بن مبارک خاں بن اعظم ہمایوں بن عادل خاں بن حسن خاں بن نصیر خاں بن ملک راجہ بن خانجہان فاروقی

عاقبت اندیشی

جس زمانے میں راجہ علی خاں فاروقی تخت نشین ہوا۔ اُن دِنوں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے اور مشہور صُوبے بنگالہ سے لے کر سندھ تک اور مالوہ سے لیکر گجرات تک مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے زیرنگیں آچکے تھے، اس لیے راجہ علی خاں نے انتہائی عاقبت اندیشی سے کام لے کر اپنے نام میں سے "شاہ" کا لفظ نکال دیا اور جلال الدین اکبر کی باجگذاری اور اطاعت شعاری کو اپنا مقصد قرار دیا۔

راجہ علی خاں کا اعلیٰ کردار

راجہ علی خاں اکثر و بیشتر، جلال الدین اکبر کی خدمت میں تحفے تحائف بھیج کر اپنے خلوص اور وفاداری کا اظہار کرتا رہتا تھا، اسی طرح دکنی فرماں رواؤں کے ساتھ بھی اس نے نہایت خوشگوار تعلقات پیدا کیے، راجہ علی خاں نہایت منصف مزاج، معاملہ فہم اور بہادر انسان تھا، تمام بُری اور ناشائستہ عادات سے وہ کنارہ کش رہتا تھا، اسی طرح ملک و رعایا کی بہبود کا اسے ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ مذہب حنفی کے عالموں فاضلوں کی صحبت وہ پسند کرتا۔

سیدمرتضیٰ اور صلابت خاں میں جنگ

۹۹۲ھ ہجری میں جبکہ مرتضیٰ نظام شاہ بحری امورِ سلطنت سے بے تعلق ہو کر گوشہ نشین ہوچکا تھا، اس کے سپہ سالار برار سیدمرتضیٰ اور وکیل السلطنت صلابت خاں میں جھگڑا ہو گیا۔ احمدنگر سے چھ کوس کے مقام پر یہ دونوں امیر ایک دوسرے کے مقابلے پر آگئے۔ دونوں میں معرکہ آرائی ہوئی اور جس کے نتیجے میں صلابت خاں کامیاب ہوا اور سیدمرتضیٰ خاں بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ میدانِ جنگ سے فرار ہو کر برار میں آگیا، صلابت خاں کے بہی خواہوں نے یہاں بھی سیدمرتضیٰ کا پیچھا نہ چھوڑا، لہٰذا وہ پریشان ہو کر

اس کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ قلعے کے محاصرے سے دستبردار ہوگیا اور اپنے پایۂ تخت کو روانہ ہُوا۔

میراں محمّد شاہ کا انتقال

۹۸۴ھ میں میراں محمد شاہ بیمار ہُوا اور اُسی سال اس کا انتقال ہوگیا اس کا کم عمر بچہ حسن خاں فاروقی باپ کا جانشین ہُوا۔

حسن خاں کی تخت نشینی ـــــ اور ـــــ معزُولی

میراں محمد شاہ کا بھائی راجہ علی خاں فاروقی بن مُبارک ان دنوں جلال الدین اکبر مغل بادشاہ کے پاس تھا۔ اس نے میراں محمد شاہ کی علالت کی خبر سُنی۔ آگرہ سے روانہ ہوکر خاندیش میں آگیا۔ جب وُہ خاندیش پہنچا تو میراں محمد شاہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ راجہ علی خاں فاروقی نے حسن خاں کو معزول کر کے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ رعایا نے بھی علی خاں کو اپنا فرماں روا تسلیم کر لیا۔

روز پہلے مرتضیٰ نظام شاہ کا سگا بھائی بھی اکبری مدد حاصل کرنے کے لیے آگرہ پہنچ چکا تھا، اس لیے راجہ علی خاں کی کوشش کامیاب نہ ہوئی اور اس کی معذرت طلبی بے کار گئی۔

فتح دکن کا اکبری حکم

۱۰۰۳ھ میں جلال الدین اکبر نے برہان نظام شاہ ثانی، سید مرتضیٰ شاہ، خداوند خاں حبشی اور تمام دکنی امیروں کو حاکم مالوہ خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کے پاس روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر دکن کو فتح کرے۔ خان اعظم شادی آباد مندو سے باہر آیا اور اس نے مالوی اور دکنی اُمراء کو ساتھ لے کر برار کا رُخ کیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ نے میرزا محمد تقی نظیری کو جو سادات میں سے تھا، اپنا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے میرزا کوکہ کی مدافعت کے لیے سرحد خاندیش کی طرف روانہ کیا۔ میرزا عزیز کوکہ نے عضد الدولہ شاہ فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں فاروقی کے پاس بھیجا اور اسے جلال الدین اکبر کی وفاداری کی تلقین کی۔ انھیں دنوں میرزا محمد تقی نظیری بھی اسیر میں آیا ہوا تھا، اس نے راجہ علی فاروقی کو مرتضیٰ نظام شاہ کا بہی خواہ بنانے کی کوشش کی۔

راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی میں اتحاد

راجہ علی خاں فاروقی نے بہت سوچ بچار کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا، اور شاہ فتح اللہ شیرازی سے معذرت طلب کر لی، راجہ علی خاں فارُوقی اور میرزا محمد تقی تیس ہزار سواروں کا ایک زبردست لشکر اور بے شمار توپ خانہ لے کر مغل لشکرگاہ ہندیہ کی طرف بڑھے۔ ان دونوں نے مغل لشکرگاہ سے ایک کوس کے فاصلے پر قیام کیا، دوسرے روز جنگ شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

عزیز کوکہ کا جنگ سے اجتناب

خان اعظم میرزا کوکہ جب دشمن کی یہ کثرت دیکھ چکا تو اس نے فی الحال جنگ کا ارادہ ملتوی کر دیا، اسی رات اپنے خیموں اور مشعلوں کو لشکرگاہ ہی میں چھوڑ کر ایک دوسرے راستے سے برار کی طرف روانہ ہو گیا۔ مغل لشکر نے ایلچپور اور ایلچپور کو تباہ و برباد کر کے یہیں قیام کیا۔ راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی بھی مغلوں کا تعاقب کرتے ہوئے اس طرف آ نکلے، میرزا عزیز کوکہ نے اس بار بھی حریف سے معرکہ آرائی کرنے کا ارادہ نہ کیا اور ندربار کے راستے سے اپنی لشکرگاہ میں آ گیا۔

راجہ علی خاں کی خوشی

راجہ علی خاں فاروقی کو جب مغلوں کی طرف سے اچھی طرح اطمینان ہو گیا تو اس نے میرزا محمد تقی نظیری کو رخصت کر دیا اور خود

بُرہان پور میں چلا آیا۔

سیّد مرتضیٰ کی بُرہان پور میں آمد اور آگرہ کو روانگی

راجہ علی خاں کو اس کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ سید مرتضیٰ اور اس کے ساتھی دادخواہی کے لیے جلال الدین اکبر کے پاس جائیں گے اور وہاں سے مغل لشکر کو اپنے ساتھ لے کر آئیں گے، راجہ علی خاں کے نزدیک یہ امر کچھ بہتر نہ تھا کیونکہ اس کے دوررس نتائج ایک انقلاب عظیم برپا کر سکتے تھے لہٰذا اس نے سید مرتضیٰ کو آگرہ جانے سے روکا۔ سید مرتضیٰ نے راجہ علی خاں کا مشورہ قبول نہ کیا، ایک دن راجہ علی خاں کو بتائے بغیر ہی بُرہان پور سے آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

خاندیشی لشکر اور سید مرتضیٰ میں جنگ

راجہ علی خاں کو جب سید مرتضیٰ کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے ایک لشکر اس کے تعاقب میں روانہ کیا اور حکم دیا کہ جس طرح بھی ہو سکے خواہ بخوشی اور خواہ بجبر سید مرتضیٰ سبزواری کو آگرہ جانے سے روکا جائے اور اسے بُرہان پور واپس لائے۔ خاندیشی لشکر سید مرتضیٰ کے قریب پہنچا اور اس سے واپسی کے لیے کہا لیکن اس نے انکار کیا، اس پر فریقین میں جنگ شروع ہو گئی، خداوند خاں حبشی کی بہادری اور جانفشانی سے خاندیشی لشکر کو شکست ہوئی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندیشی لشکر، سید مرتضیٰ سبزواری کو آگرہ جانے سے نہ روک سکا، لیکن اس نے حریف کے سامان کو خوب جی کھول کے لوٹا اور تقریباً ایک سو ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا۔

سیّد مرتضیٰ ——— اکبر کے حضور میں

سید مرتضیٰ سبزواری اور خداوند خاں حبشی خاندیشی لشکر کو شکست دینے کے بعد کامیابی کے ساتھ دریائے نربدا کے پار اُتر گئے، یہ دونوں جلال الدین اکبر کے حضور میں پہنچے اور اس سے مدد کی درخواست کی۔

جلال الدین اکبر تو ایک عرصہ سے دکن کو فتح کرنے کے خیال میں تھا، اس نے سید مرتضیٰ اور خداوند خاں کی بڑی دلجوئی کی اور دوسرے دکنی امیروں سے بھی لطف و کرم سے پیش آیا۔ اکبر نے ان سب کو جاگیروں اور عہدوں سے نوازا اور حصولِ مقصد میں ان کا پورا پورا ساتھ دینے کا وعدہ کیا، راجہ علی خاں فاروقی کو جب اس صورتِ حال کا علم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اور اُس نے اُن ایک سو ہاتھیوں کو جو سید مرتضیٰ اور دوسرے دکنی امیروں سے چھینے گئے تھے اکبر کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنی وفاداری اور اطاعت گزاری کا یقین دلایا، نیز اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کر کے معافی چاہی، اس واقعہ سے چند

مُراد (جلال الدین اکبر کا بیٹا) اور میرزا عبدالرحیم خانِ خاناں (بیرم خاں کا بیٹا) نظام شاہی ملک کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ راجہ علی خاں فاروقی نے بھی ایک زبردست لشکر ساتھ لے کر جلال الدین اکبر کے حکم کے مطابق خان خاناں کا ساتھ دیا، شہزادہ مراد اور عبدالرحیم خانِ خاناں نے احمدنگر پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار فریقین میں اس شرط پر صُلح ہو گئی کہ برار پر اکبر کا قبضہ رہے اور احمدنگر پر نظام شاہ کا قبضہ رہے۔

مغلوں اور دکنی فوجوں میں جنگ

اس معاہدے کے مطابق شہزادہ مُراد اور خانِ خاناں نے برار پر قبضہ کر لیا اور راجہ علی خاں بُرہان پُور واسیر کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس واقعے کے کچھ عرصہ بعد دکنیوں نے باہمی اتفاق سے برار کو مغلوں کے قبضے سے نکالنے کا ارادہ کر لیا۔ دکنی سہیل خاں خواجہ سرا کی ماتحتی میں دریائے گنگا کے کنارے سون پت کے مقام پر جمع ہوئے۔ خانِ خاناں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اور شہزادہ مُراد مع راجہ علی خاں اور مغل امراء کے سہیل خاں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں خانِ خاناں کو فتح حاصل ہوئی

راجہ علی خاں کی ہلاکت

راجہ علی خاں میدانِ جنگ میں ایسی جگہ پر متعین تھا کہ جہاں دکنیوں کی آتش بازی اپنے شباب پر تھی۔ راجہ علی خاں اس آتش بازی سے مع بہت سے خاندیشی امیروں کے جل کر ہلاک ہو گیا۔ اس کی لاش بُرہان پُور لائی گئی اور وہاں اسے دفن کر دیا گیا۔

راجہ علی خاں کی مدتِ حکومت اکتیس (۲۱) سال ہے۔

برہان پور واپس آ گیا۔ راجہ علی خاں فاروقی اِس صورتِ حال سے بہت خوش تھا کیونکہ بغیر جنگ کے مقصد حل ہو گیا تھا۔ اس نے اس خوشی میں غریبوں اور محتاجوں میں بہت سارا روپیہ تقسیم کیا۔

برہان نظام شاہ ثانی کے عزائم

برہان نظام شاہ ثانی نے جب یہ دیکھا کہ اس کی تدبیر کارگر نہیں ہوئی تو مجبوراً بڑی خاموشی کے ساتھ اکبر بادشاہ کی خدمت میں اپنی زندگی بسر کرنے لگا، ۹۰۰ھ ہجری برہان نظام شاہ کا بیٹا اسمٰعیل نظام شاہ احمد نگر میں تخت نشین ہوا اس موقع پر برہان نظام شاہ ثانی (جیسا کہ اس کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے) کے دل میں پھر اپنے موروثی ملک کو حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ جلال الدین اکبر کے مشورے سے نظام شاہ ثانی منبدیہ میں (جو اس کی جاگیر تھی) آیا اور راجہ علی خاں فاروقی سے مدد کی درخواست کی۔

جمال خاں مہدوی کا عزم برہان پور

راجہ علی خاں فاروقی نے ابراہیم عادل شاہ کے مشورے سے برہان نظام شاہ ثانی سے مدد کرنے کا وعدہ کر لیا۔ ان دنوں احمد نگر میں عنانِ اقتدار جمال خاں مہدوی کے ہاتھ میں تھی۔ اُسے جب برہان نظام شاہ ثانی اور راجہ علی خاں کی ساز باز کا علم ہوا تو وہ اسمٰعیل نظام شاہ کو ساتھ لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہوا۔

راجہ علی خاں اور جمال خاں میں جنگ

راجہ علی خاں فاروقی نے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور برہان نظام شاہ ثانی کو ساتھ لے کر برار کی سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ راجہ علی خاں نے جمال مہدوی کے پہنچنے سے پہلے ہی براری امیروں کو انعام و اکرام کے وعدوں سے اپنا ہم خیال بنایا اور برہان نظام شاہ کے پاس آیا، اُنہیں دِنوں جمال خاں مہدوی نے گھاٹ روب نگر کو پار کیا اور فریقین ایک دوسرے کے قریب ہو گئے، دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی۔ فریقین بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے ایک دوسرے سے لڑتے رہے، اتفاق سے بندوق کی ایک گولی جمال خاں مہدوی کے جسم پر لگی اور اس کا کام تمام ہو گیا۔

راجہ علی خاں کی فتح

جمال خاں مہدوی کے مرتے ہی دشمن میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا، اس عظیم الشان کامیابی کے بعد راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ نے ایک جشنِ مسرت منعقد کیا، اس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ برہان نظام شاہ ثانی احمد نگر کی طرف چل دیا اور راجہ علی خاں برہان پور واپس آیا۔

احمد نگر پر اکبری حملہ

۱۰۰۴ھ ہجری میں برہان نظام شاہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور شہزادہ

کہ قلعہ جب فتح ہوا تو ہم نے اہلِ قلعہ کو شمار کیا، معلوم ہوا اسّی ہزار عورتیں اور مرد قلعے سے باہر نکلے۔ اس کے علاوہ چالیس ہزار افراد قلعے کے محاصرے کے دوران میں مارے گئے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قلعے میں جانور (ہاتھی، گائے، گھوڑے، بھینس وغیرہ) کتنی تعداد میں ہوں گے۔ الغرض بہادر خاں نے قلعے میں ایک دنیا آباد کر رکھی تھی۔

اکبر کی آمد اور قلعے کا محاصرہ

جلال الدین اکبر جب اپنے لشکر کے ساتھ برہان پور میں آیا تو اُسے بہادر خاں کے حالات کا علم ہوا، اُس نے خود احمد نگر کو جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور شہزادہ دانیال، خانِ خاناں کو احمد نگر کی مہم پر متعین کر کے خود برہان پور ہی میں قیام کیا اور اپنے امیروں کو قلعہ اسیر کا محاصرہ کر لینے کا حکم دیا۔ محاصرے نے طوالت کھینچی، دس ماہ گزر گئے اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ایسے میں خدا کی طرف سے بھی اہلِ قلعہ پر مصیبت نازل ہوئی، چونکہ قلعہ میں انسان اور جانور بہت زیادہ تعداد میں تھے، اس لیے قلعہ کی آب و ہوا متعفن ہو گئی اس تعفن کی وجہ سے اہلِ قلعہ بیمار ہو ہو کر مرنے لگے، یہ صورتِ حال اہلِ قلعہ کے لیے بہت زیادہ پریشان کُن ثابت ہوئی

افسوں و طلسمات

اسی دوران اہلِ قلعہ کو یہ خبر ملی کہ جلال الدین اکبر نے ایسے چند آدمیوں کو جو جادو اور ٹونے وغیرہ میں ماہر ہیں اس کام پر متعین کیا ہے کہ وہ ایسے عملیات سے کام لیں، جن کی وجہ سے قلعے کو بآسانی فتح کیا جا سکے، یہ بھی اطلاع ملی کہ اکبر بادشاہ خود ہر وقت تسبیح پڑھتا رہتا ہے اور قلعے کی فتح کی دعائیں مانگتا رہتا ہے، اہلِ قلعہ نے یہ سمجھ لیا کہ قلعہ میں جو وبا آئی ہے وہ بادشاہ ہی کے تسبیح پڑھنے کا نتیجہ ہے، اس خیال نے سب لوگوں کو بہت پریشان کیا۔

اہلِ قلعہ کی حالتِ زار

بہادر خان گجراتی اور اس کے مقربین خاص بھی اپنی پریشانی اور بے بسی کے ہاتھوں ہوش و حواس کھو بیٹھے، انھوں نے یہ نہ سوچا کہ وبا کا اصل سبب یہ ہے کہ انسانوں اور جانوروں کی تعداد قلعے کی وسعت و گنجائش کے مناسب نہیں ہے اور اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کی زحمت گوارا نہ کی۔ بلکہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے، قلعے کے محافظوں کی حالت بھی بہت خراب تھی انھوں نے بہادر خاں سے غلے کی کمی کی شکایت کی، بہادر خاں نے انھیں ٹال دیا، آخر کار ان محافظوں نے مجبور ہو قلعے کی حفاظت سے ہاتھ اُٹھا لیا، اکبر کے لشکر نے محاصرے میں شدت سے کام لیا اور قلعہ مالیگرہ پر جو قلعہ اسیر کے مقابل ہی واقع ہے قبضہ کر لیا۔

بہادر خاں کی مخالفت

قلعہ اسیر میں اس قدر غلہ اور دیگر سامان موجود تھا کہ وہ اہلِ قلعہ کی

بہادر خاں فاروقی

ناتجربہ کار فرماں روا

۱۰۰۵ھ میں راجہ علی خاں فاروقی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اس کی جگہ اس کا بیٹا بہادر خاں فاروقی تخت نشین ہوا۔ یہ تخت نشینی خانِ خاناں کی تجویز اور جلال الدین اکبر کے فرمان کے مطابق عمل میں آئی۔ بہادر خاں فاروقی عقل کا کچا اور ناتجربہ کار انسان تھا۔ اس وجہ سے بہت سی بُری عادتیں مثلاً شراب نوشی اور افیون خوری وغیرہ کی تھیں۔ اسے گانے سننے اور گانے والی عورتوں کی سرپرستی کرنے کا بھی بہت شوق تھا۔

بہادر آباد کی تعمیر

بہادر خاں نے دریائے تپتی کے کنارے ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام بہادر پور رکھا۔ اس نے اس شہر کی تعمیر اور ترقی میں بہت کوشش کی بہادر خاں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ایک عظیم الشان مغل لشکر اسکے ہمسایہ میں موجود ہے اور وہ کسی وقت بھی اس کی حکومت کو اپنے قبضے میں کر سکتا ہے، لیکن اس ناتجربہ کار فرماں روا نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی اور اپنا وقت عیش و عشرت میں بسر کرتا رہا۔ اس کے روز و شب مطربوں اور سازندوں کی صحبت میں گزرتے رہے۔

بہادر خاں کی کم عقلی

شہزادہ مراد کا جب انتقال ہوا تو اکبر نے اس کی جگہ اپنے دوسرے بیٹے شہزادہ دانیال کو دکن کا صوبہ دار مقرر کیا۔ شہزادہ دانیال جب دکن میں آیا تو اس موقعے پر بہادر خاں نے بڑی کم عقلی کا مظاہرہ کیا اور شہزادے سے ملاقات کرنے کے لیے نہ گیا۔ اسی طرح جب جلال الدین اکبر تسخیر دکن کے ارادے سے شادی آباد مندو میں آیا تو تب بھی بہادر خاں نے ایسا ہی کیا نہ تو بادشاہ کا استقبال کیا اور نہ ہی اس سے ملاقات کرنے کے لیے گیا، بلکہ الٹی حرکت یہ کی کہ قلعۂ اسیر میں داخل ہو کر قلعہ داری کا سامان مہیا کرنے میں مصروف ہو گیا اور ضروریات کا تمام سامان اور تمام اہم ملازمین کو مع رعایا کے اٹھارہ (۱۸) ہزار افراد کو قلعے میں لے گیا۔

قلعۂ اسیر کی معموری

راقم الحروف مورخ فرشتہ کو آصف خاں میرزا جعفر اور محمد شریف نے بتایا

قلعے میں داخل ہونے کا راستہ

اس قلعے میں داخل ہونے کا راستہ بہت ہی دشوار گذار ہے ایک پیادہ بہت مشکل اور محنت سے قلعے میں داخل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی سوار قلعے میں جانا چاہے تو اسے گھوڑے سے اُترنا پڑتا ہے، سوار اور گھوڑا دونوں آگے پیچھے چل کر ہی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ہاتھیوں کو رسّے سے باندھ کر بڑی احتیاط اور مشکل سے لے جایا جاسکتا ہے۔ قلعے کے اندر بہت ہی خوب صورت اور اعلیٰ درجے کی عمارتیں ہیں، باغات ہیں اور بہت سے حوض ہیں، ایک جامع مسجد بھی ہے اس کی تعمیر میں نہایت خوش اسلوبی سے کام کیا گیا ہے اس کو طرح طرح کے نقش و نگار سے آراستہ کیا گیا ہے، ایسی شاندار مسجد بڑے بڑے شہروں میں بھی نظر نہیں آتی۔

کہا جاتا ہے کہ اکبر قلعۂ اسیر کی فتح کے بعد آگرہ واپس چلا گیا۔ چونکہ وہ غیر اسلامی عقیدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے حکم دیا کہ اس مسجد کو مسمار کرکے اس کی جگہ ایک مندر بنا یا جائے۔ لیکن شہزادہ دانیال نے جو ان دنوں برُہان پور میں موجود تھا، اس پر عمل نہ کیا، راقم الحروف مؤرّخ فرشتہ نے ایک بار خواجہ حسن تربتی سے، جس نے ہندوستان کے بہت سے عالی شان قلعوں کو دیکھا تھا، یہ سوال کیا کہ "کیا تمھاری نظر سے قلعۂ اسیر کی مانند کوئی مستحکم قلعہ گزرا ہے؟" خواجہ حسن تربتی نے جواب دیا "ہاں! قلعۂ رہتاس جو مشرقی ہندوستان میں واقع ہے، اس سے زیادہ مستحکم قلعہ ہے، لیکن وسعت میں وہ قلعہ اسیر سے کم ہے۔"

قلعۂ مالیگر

فاروقی سلاطین نے قلعہ اسیر کے دروازے کے پاس ایک نیا قلعہ بھی تعمیر کروایا اور اس کا نام قلعہ "مالیگر" رکھا، جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے، جب قلعے کے محافظوں نے بہادرخاں فاروقی سے ناراض ہوکر قلعے کی حفاظت سے کنارہ کشی اختیار کی تو اکبری لشکر نے قلعۂ مالیگر پر قبضہ کرلیا۔ اگر اس قلعے میں چند برُج تعمیر کردیئے جائیں، اسے توپ اور ضرب زن سے آراستہ کردیا جائے اور اس کی حفاظت پر صرف دوسو (۲۰۰) سپاہیوں کو متعین کردیا جائے تو پھر اس قلعے کو فتح کرنا بھی بہت دشوار ہوجائے۔

فاروقی سلطنت کا خاتمہ اور بہادرخاں کا اِنتقال

الغرض قلعۂ اسیر جیسا مضبوط قلعہ اکبر بادشاہ کے قبضے میں آگیا اور اس طرح ۱۰۰۸ھ ہجری میں فاروقی سلاطین کی حکومت ختم ہوگئی۔ بہادر خاں کو اکبر نے اپنے ساتھ لیا اور اسے لاہور لے آیا اور پھر دوبارہ اس غریب کو (بہادر خاں کو) حکومت و سلطنت کا منہ دیکھنا نصیب

ضروریات کے لیے دس سال تک کافی ہو سکتا تھا، لیکن بہادر خاں فاروقی نے حماقت کی وجہ سے کسی کو کچھ بھی نہ دیا، اس پر اہل قلعہ بہادر خاں کے خلاف ہو گئے اور انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بہادر خاں کو اور اس کے مقربین کو گرفتار کر کے جلال الدین اکبر کے حوالے کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اہل قلعہ کو اپنی جان زیادہ عزیز تھی لہٰذا انھیں مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑا۔

بہادر خاں کے اُمراء کا مشورہ

بہادر خاں کو اہل قلعہ کے ارادے کی اطلاع ہو گئی اور اس نے اپنے اراکین حکومت آصف خاں، میرزا جعفر، اور کبیر خان وغیرہ سے مشورہ کیا۔ ان لوگوں نے بالاتفاق بہادر خاں سے یہ کہا "اس وقت صورت حال بہت نازک ہے، قلعے میں وبا شدت سے پھیلی ہوئی ہے، اموات دھڑا دھڑ ہو رہی ہیں اگر اس وقت ہم نے اہل قلعہ کو غلّہ اور دیگر سامانِ ضرورت دے بھی دیا، تو تب بھی ہماری مشکل حل نہیں ہو سکتی، کیونکہ غلّے وغیرہ سے بیماری اور موت کو رد کا نہیں جا سکتا، دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے لیے اکبر جیسے طاقتور بادشاہ کے ہاتھوں سے بچ نکلنا بھی ناممکن ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ اکبر سے جان و مال کی امان طلب کر کے اس کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور قلعہ اس کے حوالے کر دیں۔"

قلعہ اسیر پر اکبر کا قبضہ

بہادر خاں فاروقی نے امیروں کی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اس نے خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کے توسط سے اکبر سے جان کی امان طلب کی۔ اکبر نے اس درخواست کو قبول کیا۔ بہادر خاں نے خدا کا شکر ادا کیا اور فوراً قلعے سے باہر نکل کر عزیز کوکہ کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا بہادر خاں نے قلعہ اسیر (جس میں غلّہ اس کثرت سے جمع کیا ہوا تھا کہ وہ اہل قلعہ کے لیے دس (۱۰) سال تک کافی ہوتا اور جس قلعے کو آسانی کے ساتھ فتح کرنا دشوار تھا) اکبر بادشاہ کے ملازمین کے حوالے کر دیا۔

قلعہ اسیر کی کیفیت

راقم الحروف مؤرخ فرشتہ نے ۱۰۲۳ھ ہجری میں اس قلعے کو دیکھا ہے، میں شہزادہ دانیال کے دیوان دار خواجہ حسن تربتی کے ہمراہ اس قلعے میں گیا تھا، قلعہ ایک نہایت بلند پہاڑ پر واقع ہے، اس پہاڑ پر آدھا کوس یا اس سے کچھ زیادہ زمین ہموار اور مسطح ہے، یہاں چند چشمے ہیں اور کچھ حوض بھی بنائے گئے ہیں تاکہ پانی کا ذخیرہ کیا جا سکے۔ تاکہ خشک سالی یا چشموں کا پانی ختم ہونے کی وجہ میں ان کے ذخیرے کو کام میں لایا جا سکے، اس کی سطح زمین پہاڑ کی چوٹی پر ہے، یہ ایک نہایت ہی مضبوط اور مستحکم حصار بنایا گیا ہے۔

سلاطین شرقیہ اور سلاطین پوربیہ

کے

مکمّل حالات

نہ ہُوا ۔ بہادر خاں اور اس کے بیٹوں کی اکبر نے تنخواہیں مُقرر کر دیں ۔
بہادر خاں فارُوقی جہانگیر کے عہد حکومت تک زندہ رہا ۔
۱۰۲۳ سنہ ہجری میں اس نے آگرہ میں داعئ اجل کو لبیک کہا ۔
بہادر خاں فارُوقی کی مدّتِ حکومت تین (۳) سال ہے ۔

سلاطینِ پوربی ــــ یا ــــ والیانِ بنگالہ

محمّد بختیار خلجی

ابتدائی حالات اس ملک میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا سہرا محمد بختیار خلجی کے سر ہے۔ اسی فرماں روا نے مذہب اسلام کو اس خطّے میں رواج دیا۔ بختیار خلجی غُور کے اکابر کی نسل سے تھا، وہ سلطان غیاث الدین سامہ کے عہدِ حکومت میں غزنین اور اس کے کچھ عرصہ بعد ہندوستان پہنچا۔ یہاں وُہ شہاب الدین غوری بادشاہ کے ایک نامی گرامی امیر ملک معظم حسام الدین کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ ملک حسام الدین کی کوششوں سے محمد بختیار خلجی کو میانِ دوآب میں کئی پرگنے بطور جاگیر حاصل ہوئے۔ بعد میں اس کی جاگیر میں کنپلہ اور پٹیالی کا بھی اضافہ کیا گیا۔

بہادری محمد بختیار بہت ہی عقل مند، معاملہ فہم اور بہادر انسان تھا۔ اس کی ہیئت جسمانی بھی عجیب وغریب تھی۔ جب وہ اپنے ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوتا تھا تو اس کی انگلیاں اس کی پنڈلیوں کو چھونے لگتی تھیں، وہ ہمیشہ بہار کے علاقے پر لشکر کشی کر کے اس کے نواح کے سرکشوں اور باغیوں کو پامال کیا کرتا تھا اور اس علاقے کو لُوٹ کر بہت سا مالِ غنیمت حاصل کیا کرتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں محمد بختیار کی شان و شوکت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی اور چاروں طرف اس کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔ ہندوستان میں خراسان، غزنیں اور غور کے بہت سے باشندے اِدھر اُدھر پریشان حال مارے مارے پھرتے تھے، ان سب کو جب محمد بختیار کی سخاوت کا علم ہُوا تو وہ اس کے دامن میں پناہ گزیں ہو گئے۔

بہار کی فتح سلطان قطب الدین ایبک کو جب محمد بختیار خلجی کے احوال سے آگاہی ہوئی تو اس نے بختیار پر لطف و کرم کی نظر ڈالی اور لوازم شاہانہ اس کے پاس بہار روانہ کیئے فرماں روائے ہندوستان کی اس توجہ اور کرم سے بختیار خلجی کی ہمت افزائی ہوئی اس نے ملک بہار کو باغیوں اور سرکشوں سے پاک کر کے قلعہ بہار پر قبضہ کر لیا اور تمام برہمنوں کو جو داڑھی مونچھ منڈواتے

شرقی اور پُوربی دونوں ہم معنی الفاظ ہیں ، ایک عربی اور دوسرا ہندی حاجی پُور ترہت اور اس کے نواح کے دوسرے صاحب سکہ و خطبہ بادشاہوں کو "سلاطین شرقی" کہا جاتا ہے ، بنگالہ ، لکھنوتی ، ستارگاؤں ، بہار ، جاج نگر اور دوسرے شہروں کے فرماں رواؤں کو سلاطین پُوربی کہا جاتا ہے ۔

یہ امر واضح رہنا چاہیئے کہ ہندوستان کی قابل اعتبار تاریخوں میں سلاطین شرقی و پوربی کے تفصیلی حالات بیان نہیں کئے گئے ۔ راقم الحروف مؤرخ فرشتہ نے اس سلسلے میں "تاریخ العنی" کو اپنا ماخذ بنایا ہے جو البادی ملا احمد تنوی کی تالیف ہے ، میں نے تمام مواد اسی تاریخ سے لیا ہے اور دوسری روایتوں سے بحث نہیں کی ۔ اگر واقعات میں اختلاف یا کوئی غلطی نظر آئے تو قارئین کرام مجھے معاف فرمائیں ۔

رہ گئے۔ چاروں طرف سے نعرہ ہائے تحسین بلند ہونے لگے، سلطان قطب الدین ایبک بھی بختیار کی شجاعت و دلیری سے بہت متاثر ہوا، بادشاہ نے بختیار کی بہت عزت افزائی کی اور اسے ایک بہت بڑی رقم انعام اور بہت سی گراں قدر اشیاء تحفے میں دیں، محمد بختیار جب شاہی دربار سے باہر نکلا تو اس نے رقم اور اشیاء جو اسے بادشاہ سے ملی تھیں، غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں اور شاہی خلعت پہنے ہوئے اپنے گھر واپس آیا۔ یہ امر محمد بختیار کی دلیری کا مزید ثبوت ہے۔

لکھنوتی اور بنگالہ کی حکومت

دوسرے روز سلطان قطب الدین ایبک نے محمد بختیار کو بہار اور لکھنوتی کی حکومت عطا کی اور سراپردہ سرخ مع طبل و علم مرحمت فرمایا۔ بعضوں نے یہ لکھا ہے کہ لکھنوتی سے مراد ہندوستان کا وہ حصہ ہے جو کور اور بنگالہ سے لے کر دریائے گنگا تک پھیلا ہوا ہے، لیکن ایک دوسری روایت یہ ہے کہ کور سے لے کر بہار کی سرحد تک لکھنوتی ہے اور کور کی دوسری طرف بنارس اور دریائے گنگا تک کا علاقہ بنگالہ یا بنگ کہلاتا ہے۔

راجہ لکھمنہ

اس کے بعد محمد بختیار اس نواح میں پہنچا اور بنگالہ اور لکھنوتی کو فتح کرنے کی کوشش کرنے لگا، اس علاقے پر لکھمنہ (رائے لکھمن کا بیٹا) حکمران تھا، مؤرخین کا بیان ہے کہ رائے لکھمن کا پایۂ تخت لکھنوتی کا ایک شہر "نودیا" تھا۔ راجہ کی بیوی بہت ہی عقل مند اور صاحبِ دانش عورت تھی جب یہ رانی حاملہ ہوئی اور بچہ پیدا ہونے کا دن آیا تو نودیا کے برہمن نجومی پیدا ہونے والے بچے کا زائچہ تیار کرنے کے لیے راجہ کے محل میں آئے۔ انھوں نے بتایا کہ اگر بچہ اسی وقت پیدا ہو گیا تو وہ بہت ہی ظالم اور بد نصیب ہوگا، لیکن اگر اس کی ولادت دو گھڑی بعد ہوئی تو وہ صاحبِ اقبال اور نیک سیرت ہوگا اور دیر تک حکمرانی کرے گا۔"

لکھمنہ کی پیدائش اور تخت نشینی

یہ سن کر رانی کے دل میں خیال آیا کہ بہتر یہی ہے کہ اس کا بچہ دو گھڑی بعد پیدا ہو، لہٰذا اس نے حکم دیا کہ اس کے دونوں پاؤں باندھ کر اسے الٹا لٹکا دیا جائے، رانی کے حکم کی تعمیل کی گئی، اس طرح دو گھڑی تک بچہ پیدا نہ ہو سکا۔ بعد میں جب بچہ پیدا ہوا تو رانی اس کو جنم دے کر خود وفات پا گئی۔ راجہ لکھمن اور ارکین دولت نے نومولود کا نام لکھمنہ رکھا اور ایک دایہ کو اس کی پرورش و نگہداشت پر مقرر کیا، راجہ لکھمن کی وفات کے بعد لکھمنہ تخت نشین ہوا اور ایک عرصے تک حکومت کرتا رہا۔ راجہ لکھمنہ بہت ہی منصف مزاج، عالی ظرف اور سخی فرماں روا تھا، وہ کبھی کسی پر ظلم نہ کرتا اور جب کبھی کسی کو انعام دیتا تو وہ ایک لاکھ روپے سے کم نہ ہوتا۔

کے عادی تھے، قتل کر دیا۔

بہار کی وجہ تسمیہ بہار کی ہندوؤں کی بہت سی مذہبی کتابیں بختیار خلجی کے ہاتھ لگیں، لیکن ان کو پڑھنے اور سمجھانے والا کوئی نہ ملا۔ "بہار" کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس قلعے میں ہندوؤں کے مدرسے رہتے تھے، چونکہ ہندی میں بہار کے معنی مدرسہ ہیں، اس لیے اس قلعے کا نام بھی "بہار" پڑ گیا۔

محمد بختیار سلطان ایبک کی خدمت میں اس عظیم الشان فتح کے بعد محمد بختیار خلجی بے شمار مالِ غنیمت لے کر دہلی کی طرف روانہ ہوا اور یہ تمام سامان سلطان قطب الدین ایبک کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان ایبک محمد بختیار سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور اس پر شاہانہ نوازشیں کیں۔ دہلی میں محمد بختیار کی ایسی آؤ بھگت کی گئی کہ اس کے تمام معاصرین اس سے جلنے اور رشک کرنے لگے۔

آتشِ رشک و حسد ان حاسدوں نے آپس میں چوری چھپے محمد بختیار کے خلاف کانا پھوسی شروع کر دی اور ایک روز موقع پا کر سلطان قطب الدین ایبک سے یہ کہا کہ محمد بختیار کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ مست ہاتھی سے لڑائی کر سکتا ہے۔" سلطان ایبک نے پہلے تو محمد بختیار کی ہلاکت کے خوف سے اس کا امتحان لینے سے انکار کیا، لیکن آخرکار اپنے مقربین دربار کے اصرار پر راضی ہو گیا۔

محمد بختیار کی ہاتھی سے لڑائی ایک روز سلطان قطب الدین ایبک نے دربار عام منعقد کیا جس میں تمام امراء اور ارکینِ سلطنت نے شرکت کی، کچھ لوگوں نے بادشاہ کی خدمت میں ایک ہاتھی پیش کیا اور کہا "ہندوستان کا کوئی فرد اس ہاتھی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔" سلطان قطب الدین ایبک نے یہ سن کر محمد بختیار سے کہا "اگر تمھیں جوانمردی کا دعویٰ ہے تو اس کے سامنے آؤ، کیونکہ بہادری کے مظاہرہ کا یہ بہترین موقع ہے۔" محمد بختیار خلجی نے اپنی غیرت اور دلیری کی وجہ سے انکار مناسب نہ سمجھا۔ اس نے ایک گرز اپنے ہاتھ میں لیا اور ہاتھی کے سامنے آیا، بختیار نے اپنی پوری طاقت سے ہاتھی کی سونڈ پر، دونوں دانتوں کے درمیان گرز کی ایک ضرب لگائی جس سے ہاتھی کو شدید چوٹ آئی، اس کے بعد محمد بختیار دوسرا وار کرنے ہی والا تھا کہ ہاتھی چنگھاڑتا ہوا اس کے سامنے سے بھاگ گیا۔

دادِ شجاعت محمد بختیار نے اس وقت بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اپنے پرائے سب حیرت میں

اس کا نام "رنگ پور" رکھا۔ بختیار نے اس کو پایۂ تخت بنایا اور یہاں بہت سی نئی عمارتیں تعمیر کروائیں مسجدیں خانقاہیں اور مدرسے بنوائے۔ ہندو مذہب کی جگہ مذہب اسلام کے احکامات کو رائج کیا۔ ان دنوں بختیار کے ہاتھ میں جو مالِ غنیمت آیا، اس میں سے تمام اعلیٰ اور گراں قدر چیزیں الگ کرلی گئیں بختیار نے ان اشیاء کو سلطان قطب الدین ایبک کی خدمت میں بھجوایا اور اس طرح اپنی پاکیزہ نفسی اور نیک چلنی کو زمانے پر ظاہر کر دیا۔

تبت کو فتح کرنے کا ارادہ

چند سال کے اندر اندر سارا ملک بختیار کے قبضے میں آگیا اور بنگالہ کے تمام زمین دار اور راجگان اس کے اطاعت گزار اور بہی خواہ ہو گئے۔ اس کامیابی کے بعد محمد بختیار نے تبت اور ترکستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، اس نے اپنے سپہ سالار محمد شیر خاں خلجی کو جاج نگر، لکھنوتی اور دیگر ممالک کی حفاظت کے لیے اپنا نائب مقرر کیا اس کے بھائی کو جو ایک نامی گرامی امیر تھا اس کا معاون بنایا اور ایک دوسرے امیر علی مردان خلجی کو بارسول اور دیوکوٹ کا منتظم مقرر کیا، ان انتظامات کے بعد محمد بختیار بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) جنگجو سپاہیوں کا لشکر لے کر اس کوہستان کی طرف روانہ ہوا جو لکھنوتی اور تبت کے درمیان واقع ہے۔

بختیار —— ابروہن میں

اس کوہستان میں تین قومیں آباد ہیں اوّل منج دوم کونج اور سوم بہار، لیکن یہ تینوں قومیں شکل وصورت اور طرز معاشرت کے اعتبار سے ترک معلوم ہوتی ہیں، ان کی زبان بھی ترکی اور ہندی مخلوط صورت ہے، محمد بختیار نے راہبری کے لیے منج قوم کے ایک سردار کو اپنے ساتھ لیا جو سرحدی ہندوستان کا باشندہ تھا اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا، یہ راہبر محمد بختیار کو ایک شہر میں لے آیا جس کا نام ابردہن تھا۔

دریائے تیمکری

ابردہن شہر کے سامنے ایک دریا بہتا تھا جس کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی دریائے گنگا سے چار گنا زیادہ تھی۔ اس دریا کا نام تیمکری تھا، کہا جاتا ہے کہ جب گشتاسب نے ترکستان کے راستے سے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس نے شہر ابردہن آباد کیا تھا۔ دریائے تیمکری پر (جس کو عبور کرنے کے لیے دس (۱۰) روز لگتے ہیں) اس نے تختوں کا ایک پُل بنایا تھا اور اس کے ذریعے کامرود پہنچا تھا۔

راجہ کامرود کی بروقت تنبیہ

محمد بختیار نے اپنے رہبر (جس کا نام علی منج تھا) کی رائے سے پُل کے ذریعے دریا کو پار کر کے تبت پہنچنے کا ارادہ کیا اس مقصد

نجومیوں کی بروقت تنبیہ

قاضی منہاج السراج جرجانی نے لکھا ہے کہ نجومیوں اور برہمنوں نے راجہ لکھمنہ کو بتایا کہ پرانی کتابوں میں یہ درج ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ یہ ملک ترکوں کے قبضے میں چلا جائے گا، وہ زمانہ اب قریب آرہا ہے، بہتر یہی ہے کہ تم ہماری رائے پر عمل کرو تاکہ ہم سب ہندو اس ملک سے جلا وطن ہو کر کہیں اور چلے جائیں اور ترکوں کے دستِ تصرف سے محفوظ رہیں۔ اس پر راجہ نے برہمنوں سے پوچھا کہ "کیا قدیم کتابوں میں اس شخص کی کوئی نشانی بھی بتائی گئی ہے کہ جو ہمارے ملک کو فتح کرے گا؟" برہمنوں نے جواب دیا "ہاں! بعض قدیم کتابوں میں یہ آیا ہے کہ اس ملک کا فاتح جب کھڑا ہو کر اپنے ہاتھوں کو چھوڑے گا تو اس کی انگلیاں پنڈلیوں تک پہنچ جائیں گی۔"

راجہ اور برہمنوں کی پریشانی

راجہ لکھمنہ نے اپنے معتبر درباریوں کو ایسے آدمی کا سراغ لگانے کے لیے روانہ کیا۔ بہت تلاش و جستجو کے بعد راجہ لکھمنہ کے آدمیوں نے پتہ چلا لیا کہ محمد بختیار خلجی میں وہ علامت پائی جاتی ہے کہ جو برہمنوں نے بیان کی تھی، ان لوگوں نے راجہ کو اطلاع دی اس سے راجہ اور تمام برہمن پریشان ہوئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ کتابوں میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کے مطابق تباہی اور بربادی کا وقت آن پہنچا ہے

شہر نودیا پر بختیار کا حملہ

سارے برہمن ترجلد از جلد "جگنا تھ"، کامرود اور بنگالہ کے سرحدی مقامات کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن لکھمنہ نے اپنے موروثی ملک سے جُدا ہونا گوارا نہ کیا اور اسی وجہ سے اس نے برہمنوں کا ساتھ نہ دیا، اسی دوران میں محمد بختیار نے راجہ کے ملک پر حملہ کر دیا۔ محمد بختیار نے اس سلسلے میں اتنی عجلت سے کام لیا کہ اس سے پہلے کہ راجہ کو اس کی آمد کی خبر ملتی وہ خود ہی راجہ کے سر پر آن پہنچا۔ راجہ کو جس وقت محمد بختیار کی آمد کی اطلاع ملی وہ اس وقت کھانا کھانے کے لیے بیٹھا ہی تھا، یہ خبر سنتے ہی وہ فوراً محل کے پچھلے دروازے سے نکل کر بھاگ گیا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

بختیار کی فتوحات

شہر نودیا لکھنوتی اور بنگالہ کے درمیان واقع ہے، محمد بختیار نے اس میں بہت تباہی و بربادی مچائی کہ بستا ہوا شہر ویرانہ ہو گیا۔ بختیار نے لکھنوتی کے ساتھ ساتھ بنگالہ کے بہت سے پرگنوں پر بھی قبضہ کر لیا، اس کے علاوہ جاج نگر بہار دیوکوٹ اور بارسوئی میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

رنگ پور کی بنیاد

محمد بختیار نے بنگالہ کی سرحد پر شہر نودیا کی جگہ ایک دوسرا شہر آباد کیا اور

انتہائی پریشانی اور تباہ حالی کے عالم میں اپنے پراگندہ حال لشکر کے ساتھ کامرود پہنچا۔

مشکلیں ہی مشکلیں

کامرود پہنچ کر محمد بختیار کو ایک اور مصیبت سے سامنا کرنا پڑا، اس نے پل کی حفاظت کے لیے جن دو امیروں کو مقرر کیا تھا، وہ وہاں موجود نہ تھے تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ یہ دونوں آپس میں لڑ جھگڑ کر یہاں سے چلے گئے ہیں، یہاں کے باشندوں کو ان دونوں امیروں نے بہت تنگ کیا تھا اس لیے ان لوگوں نے غصے میں آکر پل کے دو طاقوں کو گرا دیا۔ ایسی صورت میں دریا کو عبور کرنا سخت مشکل تھا۔ محمد بختیار اس صورتِ حال سے سخت پریشان ہوا آخرکار یہ طے ہوا کہ لکڑی اور رسی تیار کی جائے اور اس کی مدد سے دریا کو پار کیا جائے۔ ان اشیا کی دستیابی کے لیے آدمی دوڑائے گئے۔ اس دوران میں سارا لشکر قریب کے ایک مندر میں جو بہت بلند اور مضبوط تھا، قیام پذیر ہوا۔

راجہ کامرود کا ارادہ

مسلمانوں کے لشکر کی پراگندہ حالی اور محمد بختیار کی پریشانی کی اطلاع جب کامرود کے راجہ کو ہوئی تو اس نے اس موقعے سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا اور اپنی فوج اور رعایا کو حکم دیا کہ چونکہ مسلمانوں سے میدان میں جنگ کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے اس لیے مندر پر ایک بار حملہ کر کے اس کے دروازے بند کر دیے جائیں اور کسی کو باہر نہ نکلنے دیا جائے اس طرح تمام مسلمان مندر کے اندر بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جائیں گے۔

دریا عبور کرنے کی تدبیر

محمد بختیار کو راجہ کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی اور وہ فوراً اپنے لشکر کے ساتھ مندر سے باہر نکل آیا اور دریا کے کنارے مقیم ہو کر دریا کو عبور کرنے کی تدبیر میں سوچنے لگا۔ اسی دوران میں ایک سوار دریا میں کود گیا اور دریا کو پار کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا، اس سے مسلمانوں نے یہ اندازہ کیا کہ دریا پایاب ہے اور اسے بغیر کسی پل کی مدد کے بھی بآسانی پار کیا جا سکتا ہے۔

لشکر کی غرقابی

مسلمان اس وقت عجیب پریشانی کے عالم میں تھے انھیں یہ بھی خوف تھا کہ دشمن ان کا تعاقب کر رہا ہے اور اگر وہ سر پر پہنچ گیا تو حالات نازک ہو جائیں گے یہ سوچ کر سارا لشکر دریا میں کود گیا۔ محمد بختیار مع ایک سو (۱۰۰) سپاہیوں کے صحیح سلامت دوسرے کنارے پر پہنچ گیا، لیکن باقی سارا لشکر دریا کی بے رحم موجوں کے ہاتھوں موت کی آغوش میں چلا گیا، یہ ایسا جانکاہ حادثہ تھا کہ اس پر جس قدر افسوس بھی کیا جائے کم ہے۔

محمد بختیار کی بیماری

محمد بختیار خلجی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دیوکوٹ پہنچا، اسے اپنی مہم کی

سے وہ دشوار گذار پہاڑی راستے کو طے کرتا ہوا پل کے پاس پہنچا۔ بختیار نے اپنے دو امیروں کو جن میں سے ایک خلجی اور دوسرا ترک تھا پل کی حفاظت پر مقرر کیا اور خود دریا کو پار کر کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ راجہ کامرود، بختیار خلجی کا ہمدرد اور بہی خواہ تھا، اسے جب معلوم ہوا کہ بختیار نے دریا پار کر لیا ہے تو اس نے بختیار کو یہ پیغام بھجوایا: تبت کے تمام راستے بہت ہی دشوار گذار اور خطرات سے پُر ہیں، تمام سرحدی قلعے بہت ہی مستحکم ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس سال آپ تسخیر تبت کا ارادہ ترک کر دیں، آئندہ سال میں خود آپ کے ساتھ اس مہم میں حصہ لوں گا اور آپ کی ہر ممکن مدد کروں گا۔"

شہر اور قلعے کا محاصرہ

محمد بختیار کے بُرے دن آچکے تھے اس لیے اس نے راجہ کے پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی اور جلد از جلد تبت کی طرف روانہ ہوا، پندرہ دن تک دشوار گذار راستہ طے کرنے کے بعد مسلمانوں کا لشکر ایک جنگل میں پہنچا اور پھر وہاں سے شہر کا رُخ کیا۔ محمد بختیار نے شہر اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے پوری قوت سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ صبح سے لے کر شام تک فریقین میں معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ اہل شہر نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو زخمی کیا اور انھیں شہر اور قلعے سے باہر نکال دیا۔

شہر کرسین کی کیفیت

اس شہر کے باشندے تیر اندازی میں بڑی مہارت رکھتے تھے، ان کی کمانیں بڑی بڑی اور خانہ دار تھیں، نیزوں کا استعمال یہ لوگ بہت کم کرتے تھے معرکہ آرائی کی رات کو محمد بختیار نے قلعے کے قریب ہی قیام کیا۔ اس ملک کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کیں، اسے معلوم ہوا کہ اس جگہ سے پندرہ کوس کے فاصلے پر کرسین نامی ایک شہر آباد ہے، جس میں پچاس (۵۰) ہزار جنگجو نیزہ باز ترک رہتے ہیں، اس شہر میں ہر روز ڈیڑھ ہزار (۱۵۰۰) گھوڑے فروخت ہوتے ہیں، بنگالہ اور لکھنوتی میں جس قدر گھوڑے بکنے کے لیے آتے ہیں وہ تاجر یہیں سے خریدے جاتے ہیں۔

محمد بختیار کی واپسی

راستے کی دشواری اور معرکہ آرائی کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت بہت خراب تھی، اب وہ اس قابل نہ تھے کہ زبردست دشمن سے مزید لڑائی کرتے لہٰذا انھوں نے واپسی ہی میں اپنی خیریت دیکھی، جب تھوڑی سی رات باقی رہ گئی تو مسلمانوں نے اس جگہ سے کوچ کیا اور واپس روانہ ہو گئے۔ تبت کے باشندوں نے راستے میں مسلمانوں کو طرح طرح سے پریشان کیا، اس پر غلے اور چارے کی کمی مسلمانوں کے حق میں مزید زحمت ثابت ہوئی الغرض محمد بختیار

سُلطان فخرالدّین

ملک فخرالدین بنگالہ کے حاکم قدرخاں کا سلحدار تھا اور اس کی تلوار اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ قدرخاں نے سنارگاؤں میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور ۷۳۹ھ ہجری میں فخرالدین نے قدرخاں کے تمام سامان جاہ و حشم پر قبضہ کر کے اپنے آپ کو سلطان فخرالدین کے نام سے مشہور کیا اور ملک میں اپنا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا۔

قدرخاں حاکم لکھنوتی کا حملہ اور فخرالدین کا فرار

سلطان محمد تغلق کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے حاکم لکھنوتی قدرخاں کو اعزالدین بخشی، امیر کوہ اور دوسرے نامی گرامی امیروں کے ساتھ فخرالدین کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا فریقین میں جنگ ہوئی، فخرالدین شکست کھا کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا اور دور دراز کے جنگلوں میں چلا گیا اس کے تمام گھوڑے اور ہاتھی قدرخاں کے قبضے میں آ گئے، قدرخاں نے یہیں قیام کیا اور دیگر امیر اپنی اپنی جاگیروں کو واپس چلے گئے۔

دوبارہ تخت نشینی

قدرخاں نے ہر ممکن طریقے سے روپیہ جمع کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ جب دہلی پہنچے تو بادشاہ کے سامنے روپے کا ڈھیر لگا دے اس طرح اپنی کارگذاری کا لوہا منوائے۔ ملک فخرالدین کو اس کی اطلاع ہو گئی اور اس نے خفیہ طور پر اپنے قاصدوں کو اہل لشکر کے پاس بھیجا اور ان سے سازباز کی، فخرالدین نے لشکریوں سے یہ وعدہ کیا کہ "جب میں قدرخاں کو مغلوب کر لوں گا تو وہ تمام روپیہ جو اس نے جمع کر رکھا ہے اہل لشکر میں تقسیم کر دوں گا، اس کے بعد فخرالدین، اپنے لشکر کے ساتھ جنگل سے نکلا اور سنارگاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر باغی امیروں نے قدرخاں کو قتل کر دیا اور تمام روپیہ اور خزانہ لے کر فخرالدین کے پاس پہنچ گئے۔ اسی طرح بنگالہ کی حکومت دوبارہ فخرالدین کے ہاتھوں میں آ گئی۔

سنارگاؤں ـــــ پایۂ تخت

فخرالدین نے اہلِ لشکر سے جو وعدہ کیا تھا، اُسے پورا کیا اور تمام روپیہ جو قدرخاں نے جمع کیا تھا لشکریوں میں تقسیم

ناکامی اور اپنے لشکر کی تباہی کا بہت زیادہ غم تھا، اس غم میں گُھل گُھل کر وہ سخت بیمار پڑ گیا، اتفاق سے انھیں دنوں سلطان معز الدین محمد سام کے قتل کا واقعہ پیش آیا تھا محمد بختیار بیماری کی حالت میں بار بار یہ کہتا تھا: "سلطان معز الدین محمد سام کے قتل کی وجہ سے زمانے نے مجھ سے بے وفائی کی ہے"

محمد بختیار کا انتقال

محمد بختیار کے لشکر کی تباہی کی خبر سارے ملک میں پھیل گئی، جن لوگوں کے عزیز دریا میں غرق ہوئے تھے وہ جوق در جوق دیوکوٹ میں آنے لگے اور بر سرِ عام محمد بختیار کو گالیاں دینے لگے، اس کا اثر بختیار کی صحت پر بہت بُرا ہوا اور آخر کار ۶۰۲ھ میں وہ غم و آلام کے ہاتھوں لقمۂ اجل ہو گیا۔

طبعی موت یا قتل

طبقاتِ ناصری میں لکھا ہے کہ محمد بختیار خود اپنی موت نہیں مرا بلکہ اسے قتل کیا گیا۔ جب علی مردان خلجی کو مذکورہ بالا حادثے کی اطلاع ملی تو وہ دیوکوٹ میں آیا اور محمد بختیار کے مکان پر پہنچا، بختیار اس وقت لیٹا ہوا تھا۔ علی مردان نے اس کے منہ سے چادر ہٹائی اور اس کے پیٹ میں خنجر بھونک دیا۔ بہرحال واقعہ جو کچھ بھی ہو، محمد بختیار کی وفات کے بعد اس کی لاش بہار میں لائی گئی اور اسے وہاں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

محمد بختیار کے بعد اس ملک پر دہلی کے سلاطین اور بادشاہوں نے حکومت کی۔ ان کا حال شاہانِ دہلی کے تذکرے میں رقم کیا جا چکا ہے۔

علی مبارک المشہور بہ سلطان علاؤ الدین ۱؎

سلطان فخر الدین کو قتل کرنے کے بعد علی مبارک نے لکھنوتی میں تھانے بٹھائے اور بنگالہ کی طرف بڑھا۔ کچھ دنوں بعد ملک حاجی الیاس نے (جس کا بسایا ہوا شہر حاجی پور اب تک موجود ہے) علی مبارک کے لشکر کو اپنے ساتھ ملا کر لکھنوتی اور بنگالہ پر قبضہ کر لیا حاجی الیاس نے علی مبارک کو قتل کر دیا اور اس کی جگہ سلطان شمس الدین کے نام سے خود تخت پر بیٹھا۔

علی مبارک کی مدتِ حکومت، ایک سال اور پانچ ماہ ہے۔

حاجی الیاس المشہور بہ سلطان شمس الدین

سلطان علاؤ الدین کے قتل کے بعد لکھنوتی اور بنگالہ پر حاجی الیاس نے اپنے امیروں کے مشورے سے اپنا نام "سلطان شمس الدین بھنگرہ" رکھا۔ لفظ بھنگرہ کی وجہِ تسمیہ کیا ہے، اس بارے میں راقم الحروف مؤرخ فرشتہ کو کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ اپنی تخت نشینی کے کچھ دنوں بعد شمس الدین نے جاج نگر کی طرف توجہ کی، یہ ملک محمد بختیار خلجی کے بعد مسلمانوں کے قبضے سے نکل گیا تھا، شمس الدین نے جاج نگر سے بڑے ہاتھی حاصل کیے اور واپس آیا۔

فیروز شاہ کا حملہ

سلطان شمس الدین بڑے اطمینان سے حکومت کرتا رہا اور شاہانِ دہلی نے کبھی اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی اور نہ ہی اس کے ملک کو فتح کرنے کی کوشش کی ۷۵۴ھ میں شوال کی دسویں تاریخ کو فیروز شاہ دہلی سے ایک لشکرِ جرار لے کر لکھنوتی پر حملہ آور ہوا۔ شمس الدین کو جب اس کی خبر ملی تو وہ قلعۂ اکنالہ میں پناہ گزین ہو گیا فیروز شاہ اکنالہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ قلعے کے قریب پہنچ گیا تو سلطان شمس الدین نے قلعے سے باہر نکل کر فیروز شاہ سے جنگ کی۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی اور دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے، آخر کار شمس الدین میں لڑنے کی ہمت نہ رہی اور وہ میدانِ جنگ سے بھاگ کر قلعے

کر دیا، فخر الدین نے سنار گاؤں کو اپنا پایہ تخت بنایا اور حکومت کے کاموں میں مشغول ہو گیا۔

لکھنوتی پر قبضے کی ناکام کوشش

فخر الدین نے مخلص نامی اپنے ایک غلام لکھنوتی پر قبضہ کرنے کے لیے مقرر کیا۔ مخلص ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا دوسری طرف سے قدر خاں کا سپہ سالار علی مبارک مقابلے پر آیا، اس نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مخلص سے جنگ کی۔ علی مبارک کو فتح حاصل ہوئی اور اس نے سلطان محمد تغلق کی خدمت میں فتح نامہ روانہ کیا اور ساتھ اس مضمون کا ایک عریضہ ارسال کیا کہ "اگر حکم ہو تو لکھنوتی کے انتظام کی ذمہ داری میں سنبھال لوں"۔ محمد تغلق کو علی مبارک سے واقفیت نہ تھی اس لیے اس نے اس عریضے کا کوئی جواب نہ دیا اور دہلی کے داروغہ یوسف کو لکھنوتی کا حاکم مقرر کر کے روانہ کر دیا۔

لکھنوتی میں انقلاب

یوسف جب لکھنوتی پہنچا تو وہاں اس کا انتقال ہو گیا اس طرح لکھنوتی کی حکومت خود بخود علی مبارک کے قبضے میں آگئی اس نے اپنے آپ کو "سلطان علاؤ الدین" کے نام سے مشہور کیا اسی دوران میں لکھنوتی کے نواح کے ایک امیر ملک الیاس نے تجربہ کار سپاہیوں کا ایک لشکر جمع کر کے لکھنوتی پر حملہ کر دیا۔ اس نے سلطان علاؤ الدین کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا اور سلطان شمس الدین کے نام سے حکومت کرنے لگا۔

فخر الدین کا قتل

۷۴۱ھ میں سلطان شمس الدین نے سنار گاؤں پر حملہ کیا اور سلطان فخر الدین کو زندہ گرفتار کر کے اپنے ساتھ لکھنوتی لے گیا وہاں اس نے سلطان فخر الدین کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

نظام الدین احمد بخشی کا بیان

نظام الدین احمد بخشی نے اپنی تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ ملک فخر الدین قدر خاں کا سلاح دار تھا، لکھنوتی میں اس نے اپنے آقا کو قتل کیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا فخر الدین نے مخلص نامی اپنے ایک غلام کو لکھنوتی کی فتح کے لیے نامزد کیا۔ قدر خاں کے سپہ سالار علی مبارک نے مخلص کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دی اور اس کے تمام اسباب شان و شکوہ پر قبضہ کر لیا۔ سلطان فخر الدین کو چونکہ حکومت نئی نئی ملی تھی اس لیے وہ اہل ملک کی طرف سے مطمئن نہ تھا، اس وجہ سے وہ علی مبارک پر حملہ کر کے اس کے فتنے کو ختم نہ کر سکا۔ ۷۴۱ھ میں فخر الدین نے لکھنوتی پر حملہ کیا، علی مبارک المشہور بہ سلطان علاؤ الدین نے اس کا مقابلہ کیا، دوران جنگ میں فخر الدین دشمن کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہو کر مارا گیا۔ فخر الدین کی مدت حکومت دو سال اور چند ماہ ہے۔

کرتا، اس لیے اس نے سالانہ پیش کش ادا کرتے رہنے کا وعدہ کرکے فیروزشاہ کے دستِ تصرف سے نجات پائی اور اسے اپنے ملک سے رخصت کیا۔

فیروزشاہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ سلطان سکندر نے سینتیس (۳۷) ہاتھی اور دوسرے بہت سے قیمتی تحائف اس کی خدمت میں ارسال کیے اور معذرت کا اظہار کیا، اس کے بعد سکندر نے اپنے باپ کی روش اختیار کی اور باقی تمام عمر عیش و عشرت سے گزاری۔

سکندر کی مدت حکومت نو (۹) سال اور چند مہینے ہے۔

غیاث الدین بن سکندر شاہ

سکندر کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا غیاث الدین باپ کا جانشین ہوا، اس نے بھی اپنے باپ دادا کی روش اختیار کی اور ساری زندگی عیش و عشرت میں گزاری۔ اس کا انتقال ۷۷۵ھ ہجری میں ہوا۔

غیاث الدین کی مدتِ حکومت سات (۷) سال اور چند ماہ ہے۔

سلطان السلاطین بن غیاث الدین

سلطان غیاث الدین کی وفات کے بعد اُمراء اور ارکین سلطنت نے اس کے بیٹے کو سلطان السلاطین کا خطاب دے کر تخت پر بٹھایا۔ یہ فرماں رواںہت ہی نیک طبیعت، بہادر اور رعایا پرور تھا، تمام اُمراء اور وزراء اس کی معاملہ فہمی اور دُور اندیشی کی وجہ سے ہر وقت محتاط رہتے تھے اور کبھی کوئی غلط کام نہیں کرتے تھے۔ سلطان السلاطین اپنی عادات اور اطوار کے لحاظ سے بھی پسندیدہ شخصیت رکھتا تھا اس نے زندگی بھر کبھی کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اخلاقی نقطۂ نظر سے قابل اعتراض ہو، آس پاس کے تمام راجہ بادشاہ کے اطاعت گزار تھے اور وقت مقرر پر مالگذاری کی رقم ادا کر دیتے تھے اس سلسلے میں انھوں نے کبھی تاخیر نہیں کی، سلطان السلاطین نے ۷۸۵ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اس نے دس سال حکومت کی۔

میں پناہ گزین ہوگیا۔ فیروزشاہ نے شمس الدین کے ان ہاتھیوں پر قبضہ کرلیا کہ جو وہ جاج نگر سے لایا تھا اس کے کچھ دنوں بعد برسات کا موسم شروع ہوگیا اور فیروزشاہ دہلی واپس روانہ ہوگیا۔

فیروزشاہ کی خدمت میں پیش کش

۷۵۵ھ میں سلطان شمس الدین نے اپنے شیریں زبان قاصدوں کے ہاتھ سلطان فیروزشاہ کی خدمت میں پیش کش روانہ کی۔ فیروزشاہ ان قاصدوں سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور انھیں انعام واکرام سے نوازا اور واپسی کی اجازت دی۔

انتقال

۷۵۹ھ ہجری میں سلطان شمس الدین نے دوبارہ ملک تاج الدین کو بہت قیمتی تحفے تحائف کے ساتھ دہلی روانہ کیا، فیروزشاہ نے اس بار بھی شمسی قاصد کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا اور کچھ دنوں کے بعد ملک سیف الدین شحنہ پیل کو تازی وترکی گھوڑوں اور دیگر گراں قدر تحفوں کے ساتھ شمس الدین کے پاس بھیجا، لیکن ملک سیف الدین اور ملک تاج الدین ابھی راستے ہی میں تھے کہ سلطان شمس الدین کا انتقال ہوگیا۔

سلطان شمس الدین کی مدت حکومت سولہ (۱۶) سال اور چند مہینے ہے۔

سکندر شاہ بن سلطان شمس الدین

سلطان شمس الدین کی وفات کے تیسرے روز تمام امیروں اور ارکانِ سلطنت کے باہمی مشورے سے مرحوم بادشاہ کا بڑا بیٹا سکندر شاہ تخت نشین ہوا۔ سکندر بہت ہی نیک اور منصف مزاج بادشاہ تھا اور وہ ہر معاملے میں سلطان فیروزشاہ کی رضا جوئی کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے تخت نشینی کے بعد پچاس (۵۰) ہاتھی اور دوسرے بہت سے قیمتی تحفے فیروزشاہ کی خدمت میں بطورِ نذرانہ عقیدت روانہ کیے۔

فیروزشاہ کی لشکرکشی

۷۶۰ھ میں سلطان فیروزشاہ نے بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک عظیم الشان لشکر لے کر لکھنوتی کی طرف روانہ ہوا، سلطان سکندر کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے قلعے کو مستحکم کیا۔ جب فیروز مظفر آباد پہنچا تو سکندر شاہ نے اپنے باپ کی تقلید کی، حصار اکدالہ میں پناہ گزیں ہوگیا۔ سکندر شاہ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ فیروزشاہ کا مقابلہ

منتخب کر لو ورنہ میرے چھوٹے بھائی کو تخت نشین کر دو۔" اس کے جواب میں امیروں نے کہا "ہم تو حضور کے خادم اور بہی خواہ ہیں، آپ جو مناسب سمجھتے ہیں کریں۔ تبدیلی مذہب آپ کا ذاتی معاملہ ہے، کیونکہ مذہب کو دنیاوی اُمور سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔" اس کے بعد چن مل نے لکھنوتی کے تمام عالموں اور فاضلوں کو بلایا اور ان کے سامنے کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہُوا۔

عدل و انصاف

چن مل نے اپنا نام بدل کر سلطان جلال الدین رکھا اور تخت نشینی کے بعد ایسی عمدگی سے حکومت کی کہ رعایا اس کو دل وجان سے چاہنے لگی۔ وُہ نہایت عادل اور منصف مزاج تھا اور اس وجہ سے اگر اسے نوشیرواں ثانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

جلال الدین نے سترہ (۱۷) سال اور چند ماہ حکومت کرنے کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

سُلطان احمد بن سُلطان جلال الدّین

سلطان جلال الدین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ تخت نشین ہُوا۔ احمد شاہ نے بھی اپنے باپ کی طرح رعایا کی خبر گیری اور نگہداشت کو اپنا مقصد بنایا اور اس طرح بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ سولہ (۱۶) برس تک حکومت کی۔ اس کا انتقال ۸۳۰ھ میں ہُوا۔

ناصر الدّین غلام

سلطان احمد کی وفات کے بعد ناصر الدین نام کے ایک غلام نے سلطنت و حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی نمک حرامی کو اپنا شعار بنایا اور ملک کے وارثوں کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرنے لگا اسی وجہ سے دین اور دنیا دونوں میں اس کا منہ کالا ہُوا۔

ناصر الدین نے سات (۷) دن تک حکومت کی۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس کی مدت حکومت صرف نصف دن ہے، بہر حال کچھ بھی ہو، خاندان بھنکرہ کے امیروں نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ناصر الدین

شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین

سلطان السلاطین کے انتقال کے بعد اُمراء اور ارکین سلطنت نے اس کے بیٹے کو شمس الدین ثانی کا خطاب دے کر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ شمس الدین کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے حکومت کے کاموں کو انجام دینے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا اس وجہ سے اس کے عہدِ حکومت میں کانس نامی ایک ہندو امیر نے بہت زیادہ اقتدار حاصل کر لیا اور ملک کا تمام انتظام اس نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ شمس الدین نے ۷۸۷ھ ہجری میں انتقال کیا تو اس کی جگہ کانس نے قبضہ کر لیا اور وُہ بنگالہ اور لکھنوتی کا فرمانروا بن بیٹھا۔

راجہ کانس

راجہ کانس اگرچہ مسلمان نہ تھا، لیکن وہ مسلمانوں سے بہت محبت کرتا تھا، اس وجہ سے اکثر امیروں نے راجہ کے مسلمان ہونے کی گواہی دی اور اس کے انتقال کے بعد امیروں نے یہ طے کیا کہ راجہ کو مسلمانوں کے طریقے کے مطابق دفن کیا جائے۔ راجہ کانس نے سات (۷) سال تک بڑے شان وشکوہ سے حکومت کی اور اس کا بیٹا مسلمان ہو کر تخت پر بیٹھا۔

سلطان جلال الدین جِتن مل ولد راجہ کانس

قبولِ اسلام

جب راجہ کانس کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے جتن مل نے تمام امیروں اور ارکین سلطنت کو جمع کیا اور ان سے کہا۔" مجھ پر یہ اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ سب سے اچھا اور بہتر مذہب اسلام ہے، لہٰذا میں علانیہ اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہوں اگر تمھیں یہ منظور رہے تو مجھے اپنا فرمانروا

حبشیوں پر نگاہِ التفات ڈالی اور انھیں اعلیٰ مراتب تک پہنچایا۔ اس نے اپنے دربار میں آٹھ ہزار حبشی جمع کیے اور انھیں حکومت کے اعلیٰ عہدے (وکالت، امارت اور وزارت وغیرہ) عطا کیے گجراتی اور دکنی فرماں رواؤں نے بھی باربک کی تقلید کی اور حبشیوں کی سرپرستی کی، باربک نے سترہ (۱۷) سال تک امن و امان اور عیش و عشرت سے حکومت کرنے کے بعد ۸۷۹ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔

یوسف شاہ بن باربک شاہ

باربک شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یوسف شاہ تخت نشین ہوا اور اس نے بھی عدل و انصاف کو اپنا شعار بنایا، علم و فضل اور انتظام سلطنت میں یہ فرماں روا اپنی مثال آپ تھا، اس کے عہدِ حکومت میں مذہبی احکام سختی سے نافذ تھے، کسی شخص کو علانیہ شراب خوری کی ہمت نہ تھی اور نہ ہی کوئی بادشاہ کے کسی حکم کی تعمیل میں تاخیر کرسکتا تھا، یوسف نے ایک روز علماء کو اپنی خدمت میں طلب کیا اور ان سے کہا: "مقدمات کا فیصلہ کرنے میں تم کبھی کسی کی رورعایت نہ کرنا ورنہ مجھ میں اور تم میں بن نہ سکے گی۔" مذہبی علم میں بھی یوسف یگانہ روزگار تھا اور ایسے مسائل جو قاضیوں سے حل نہ ہوتے تھے، انھیں خود حل کرتا تھا، اس نے سات برس تک حکومت کرنے کے بعد ۸۸۷ھ میں انتقال کیا۔

سکندر شاہ

یوسف شاہ کے انتقال کے بعد امراء اور اراکین سلطنت نے باہمی اتفاق سے سکندر شاہ کو تخت نشین کیا۔ سکندر شاہ میں فرماں روائی کی قطعاً اہلیت نہ تھی اس لیے اسے معزول کرکے فتح شاہ کو تخت پر بٹھایا گیا۔

کے بعد ناصر شاہ جو سلطان شمس الدین بھنکرہ کی نسل سے تھا اپنے موروثی تخت پر بیٹھا۔

ناصر شاہ بن شاہ بھنکرہ

قسمت کی نیرنگی

دُنیا کی تاریخ کا یہ عجیب وغریب واقعہ ہے کہ سلاطین بھنکرہ کی حکومت ختم ہونے کے ایک طویل عرصے بعد دوبارہ حکومت اس خاندان میں منتقل ہوئی اور اس خاندان کی پہلی شان وشوکت جو زمانے کی گردش کے ہاتھوں افسانہ بن گئی تھی، از سر نو زندہ ہوئی، ناصر شاہ ایک کسان کے گھر رہتا تھا اور زراعت کا پیشہ تھا۔ حکومت کا خیال کبھی اس کے دل میں بھول کر بھی نہ آیا تھا، لیکن قسمت نے اس کی یاوری کی اور آخر کار وہ صاحبِ تاج وتخت ہو کر بنگالہ اور لکھنوتی کا فرماں روا تسلیم کیا گیا۔

عمدہ کردار

ناصر شاہ اپنی عادات واطوار کے لحاظ سے نہایت عالی مرتبہ انسان تھا، راجہ کانس اور سلطان جلال الدین کے زمانے میں بھنگرہ خاندان کے جو متعلقین اور ملازم اِدھر اُدھر چلے گئے تھے، انھیں جب ناصر شاہ کی تخت نشینی کی اطلاع ملی تو وُہ فوراً شاہی دربار میں حاضر ہو گئے۔ کچھ ہی عرصے میں ناصر شاہ کے گرد ایک زبردست لشکر جمع ہو گیا اور اس کی اچھی عادتوں کی وجہ سے تمام رعایا اس کی گرویدہ ہو گئی۔

انتقال

سلطنتِ بنگالہ اور سلطنت دہلی کے درمیان سلاطین شرقیہ کی مملکت تھی اس لیے ناصر شاہ کو دہلی کی طرف سے کبھی کوئی خطرہ محسوس نہ ہوا اور اس نے بتیس سال تک بڑے اطمینان سے حکومت کی۔ ناصر شاہ نے ۸۳۲ھ ہجری میں انتقال کیا۔

باربک شاہ بن ناصر شاہ

ناصر شاہ بن شاہ بھنکرہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا باربک شاہ تخت نشین ہوا، اس بادشاہ کے عہدِ حکومت میں رعیت اور لشکری آسودہ حال رہے۔ باربک ہندوستانی بادشاہوں میں پہلا ہے کہ جنے

اپنے ہاتھ میں لے لی اور سلطان باربک کے نام سے تخت پر بیٹھا۔ باربک کی تخت نشینی کے فوراً بعد خواجہ سرا جو اِدھر اُدھر آوارہ پھر رہے تھے، اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس طرح اس کمینہ خصلت فرماں روا نے بہت سے اپنے جیسے ذلیل اور سفلہ مزاج لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔

اُمرا کا استیصال اور ملک اندیل کی آمد

رفتہ رفتہ باربک کے شان و شکوہ میں اضافہ ہوتا گیا اور اس نے امراء کے استیصال کا ارادہ کیا کہ جو صاحب جمعیت تھے، ملک کے امیروں کا سردار ملک اندیل حبشی اِن دنوں سرحدی علاقے میں تھا۔ اسے جب باربک کے خطرناک ارادوں کا علم ہوا تو اس نے طے کیا کہ پایہ تخت پہنچ کر اس نمک حرام خواجہ سرا کو سزا دے۔ اتفاق سے انھیں دنوں باربک نے جس کے سر پر موت سوار تھی، ملک اندیل کو اس مقصد سے پایہ تخت میں طلب کیا کہ اسے قید میں ڈال دے۔ ملک اندیل اس طلبی سے بہت خوش ہوا اور وہ ایک اچھا خاصا لشکر لے کر باربک کے پاس آیا۔

ملک اندیل اور باربک کی ملاقات

ملک اندیل بڑی احتیاط کے ساتھ دربار میں آیا، اس لیے باربک کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ ہوئی

ایک روز باربک نے شاہی مجلس آراستہ کی اور دارالامارت میں دس (۱۰) بارہ (۱۲) افراد کو جمع کیا، ان سب کے سامنے باربک نے ملک اندیل کو بلایا اور اس سے سوال کیا: "میں نے ایک جماعت کو رضا مند کر کے فتح شاہ کو قتل کیا اور عنانِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی، میرے اس فعل کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟"

ملک اندیل نے اس کے جواب میں یہ مصرعہ پڑھا؎

"ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود"

عہد و پیمان

باربک یہ جواب پا کر بہت خوش ہوا اور اسی وقت ملک اندیل کو خلعتِ خاص، کمربند، خنجر مرصع اور چند ہاتھی گھوڑے عنایت کیے۔ باربک نے اس کے بعد ملک اندیل کو قرآن کی قسم دلا کر یہ وعدہ لیا کہ جب تک وہ (باربک) تخت نشین رہے گا، ملک اندیل اس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے گا۔

باربک کے قتل کا منصوبہ

سلطان باربک کے خلاف خواجہ سراؤں کا ایک گروہ موجود تھا ملک اندیل نے ان لوگوں سے ساز باز کر کے باربک کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا اور موقعے کا انتظار کرنے لگا، ایک روز باربک شراب پی کر شاہی تخت پر سو گیا، ملک اندیل کو معلوم ہوا تو وہ حبشی دربانوں کو ساتھ لے کر باربک کو قتل کرنے کے لیے شاہی حرم سرا میں داخل ہوا

فتح شاہ

علم دوستی

کہا جاتا ہے کہ فتح شاہ بہت ہی پڑھا لکھا فرماں روا تھا، اس نے دوسرے بادشاہوں کی طرح امرا اور ارکین سلطنت کو ان کی حیثیت کے مطابق نوازا۔ وہ حبشی غلام جنھوں نے باربک شاہ اور یوسف شاہ کے زمانے میں بہت اقتدار حاصل کر لیا تھا، وہ اب اپنی حیثیت سے بڑھ کر بے اعتدالیاں کرنے لگے۔ فتح شاہ نے بڑی خوش اسلوبی سے اس فتنے کا سدِ باب کیا۔

فتح شاہ کے خلاف سازش

اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ رات کے وقت بادشاہی محل پر پانچ ہزار سپاہی پہرہ دیتے تھے اور جب بادشاہ سو کر اُٹھتا تو یہ سپاہی سلام کر کے رخصت ہو جاتے اور ان کی جگہ دوسرے سپاہی آجاتے تھے، ان سپاہیوں کی ایک جماعت مدت سے آمادۂ بغاوت تھی، یہ لوگ اپنے ہم قبیلہ امیر مسمی سلطان شہزادہ کے پاس گئے جو نوبتیوں کا سردار اور شاہی محلات کا کلید بردار تھا، باغی سپاہیوں نے سلطان شہزادہ سے درخواست کی کہ وہ عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے اور فتح شاہ کو معزول کر دے۔ سلطان شہزادہ تو دل وجان سے یہی چاہتا تھا، اس نے سپاہیوں کی درخواست قبول کر لی۔

اتفاق سے اِن دنوں خانِ جہاں ملک الامراء ملک اندیل لشکر کے بہترین حصے کے ساتھ گرد ونواح کے راجاؤں کی سرکوبی کے لیے گیا ہوا تھا، سلطان شہزادہ نے اس موقعے سے فائدہ اُٹھایا اور اس نے باربکوں اور خواجہ سراؤں کی مدد سے ۸۹۶ھ میں فتح شاہ کو تہہ تیغ کر دیا۔ دوسرے روز وہ بنگالہ کے تخت پر بیٹھ گیا۔

فتح شاہ کی مدتِ حکومت سات (۷) سال اور پانچ ماہ ہے۔

سلطان باربک

سفلہ مزاجوں کا ہجوم

سلطان شہزادہ نے اپنے آقا فتح شاہ کو قتل کرنے کے بعد عنانِ حکومت

آپ کو مردود کی طرح گرا دیا۔ تواچی کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ افسوس کہ غداروں نے ہمارے بادشاہ کو ختم کر دیا۔" بار بک نے یہ آواز سنی اور سمجھ گیا کہ یہ کوئی اس کا بہی خواہ ہے، لہٰذا اس نے فوراً حبشی سے کہا۔ خاموش رہو۔ یہ بتاؤ ملک اندیل کہاں ہے۔ میں زندہ ہوں مرا نہیں۔"

بار بک کا حکم

تواچی حبشی نے باربک کو بتایا کہ ملک اندیل اسے مردہ سمجھ کر اپنے گھر چلا گیا، بار بک نے حبشی سے کہا۔ تم باہر جا کر فلاں فلاں امیروں کو جمع کرو اور ان کو ملک اندیل کے مقابلے پر روانہ کرو تا کہ اس مردود کا سر قلم کیا جا سکے نیز محل کے تمام دروازوں پر بہادر سپاہیوں کو متعین کرو اور ان سے کہو کہ وہ مسلح اور ہوشیار رہیں۔" تواچی نے اس کے جواب میں کہا" میں ابھی باہر جاتا ہوں اور آپ کے حسب منشا تمام معاملات طے کیے دیتا ہوں۔"

بار بک کا قتل

تواچی حبشی باہر آیا اور اس نے چپکے سے ملک اندیل سے تمام کیفیت بیان کر دی ملک اندیل فوراً تواچی کے ہمراہ بار بک کی خواب گاہ میں گیا اور اپنے خنجر سے بار بک کا کام تمام کر دیا، اس کے بعد ملک اندیل نے مکان کے دروازے پر قفل لگایا اور باہر آکر خانِ جہاں وزیر کو طلب کیا۔

نئے بادشاہ کا انتخاب

خانِ جہاں جب آگیا تو تمام امیروں میں یہ مشورہ ہونے لگا کہ بادشاہ کس کو بنایا جائے فتح شاہ کی اولاد میں صرف ایک لڑکا تھا جس کی عمر دو سال تھی، ظاہر ہے کہ یہ بچہ حکمرانی کے قابل نہ تھا۔ تمام امیر سلطان فتح شاہ کی بیوہ کے پاس گئے اور اس سے کہا۔ تمہارا بچہ صرف دو سال کا ہے وہ اتنا کم سن ہے کہ اسے کسی طرح بھی تخت پر نہیں بٹھایا جا سکتا، اس لیے تم بتاؤ کہ عنانِ حکومت کس کے حوالے کی جائے کہ وہ بچے کے جوان ہونے تک سلطنت کے کاموں کو انجام دے سکے۔" بیگم نے اس کے جواب میں کہا" میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ اپنے شوہر کے قاتل کو اس ملک کا حکمران بنا دوں گی۔"

ملک اندیل کی تخت نشینی

یہ جواب پا کر سب لوگوں نے ملک اندیل سے درخواست کی کہ وہ حکومت سنبھال لے، لیکن اس نے انکار کیا، آخر جب امیروں کا اصرار بڑھا تو ملک اندیل نے ان کی درخواست قبول کر لی اور فیروز شاہ کے لقب سے تخت نشین ہو گیا۔

بار بک شاہ کا عہد پر فتن آٹھ (۸) ماہ یا ایک روایت کے مطابق صرف ڈھائی ماہ تک رہا۔ بار بک کے قتل کے بعد بنگال میں یہ دستور ہو گیا کہ جب کوئی شخص اپنے حاکم کے قاتل کو تہ تیغ کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کرتا تو تمام امراء اور رعایا اس کی بادشاہت کو تسلیم کر لیتے۔

ملک اندیل نے جب یہ دیکھا کہ سلطان باربک شاہی تخت پر سوار ہو رہا ہے تو اسے اپنی قسم یاد آگئی اور وُہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔ اسی دوران میں اتفاق سے باربک نے کروٹ بدلی اور تخت سے نیچے زمین پر گر پڑا۔

ملک اندیل اور باربک کی ہاتھا پائی

ملک اندیل نے اس واقعہ کو اپنی خوش قسمتی سمجھا اور باربک پر تلوار کا ایک وار کیا، یہ وار کارگر نہ ہوا اور باربک ہوشیار ہو گیا، اس نے جب اپنے سامنے ننگی تلوار دیکھی تو وہ ملک اندیل سے لپٹ گیا اور اُسے نیچے گرا کر خود اس کے اُوپر چڑھ بیٹھا۔ واضح رہے باربک ملک اندیل سے زیادہ طاقت ور اور عظیم الجثہ تھا۔ نیچے سے ہاتھ بڑھا کر ملک اندیل نے باربک کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور انہیں کسی طرح نہ چھوڑا۔

ملک اندیل نے یغرش خاں ترک کو جو باہر کھڑا ہُوا تھا، آواز دی، یغرش خاں حبشیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اندر آیا، اس نے جب ملک اندیل کو باربک کے نیچے دیکھا تو اُس نے تلوار چلانے سے احتراز کیا۔ اس پر ملک اندیل نے اس سے کہا "اگرچہ یہاں شمع گل ہو جانے کی وجہ سے تاریکی ہو رہی ہے اور ہم دونوں تمھیں پوری طرح نظر نہیں آرہے، مگر تم بے خوف ہو کر باربک پر تلوار کا وار کرو۔ میں نے اس کے سر کے بال مضبوطی سے پکڑ رکھے ہیں، اس کا جسم اس قدر چوڑا ہے کہ میں اس کے نیچے چھپا ہُوا ہوں اور اس طرح وہ میری سپر بن گیا۔ لہٰذا تم اس پر تلوار چلاؤ۔ تلوار اس کے جسم سے گزر کر مجھ تک نہ پہنچ سکے گی۔ اگر بفرضِ محال مجھے نقصان پہنچ بھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ سلطان فتح شاہ کے خون کا انتقام لینے میں اگر مجھ جیسے ہزار آدمیوں کی بھی جان چلی جائے تو کوئی بات نہیں۔"

جھوٹ موٹ کی "موت"

یغرش خاں نے آہستہ آہستہ باربک پر تلوار کے وار کیے۔ باربک نے اپنے آپ کو جھوٹ موٹ "مردہ" بنا لیا اور ایک طرف گر گیا، ملک اندیل اور یغرش خاں نے بھی یہی سمجھا کہ باربک مر گیا ہے، لہٰذا وہ دونوں باہر آگئے۔ تواچی خاں حبشی باہر کھڑا ہُوا تھا، اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم کیا کام کر کے آئے ہو۔ انھوں نے جواب دیا ہم نے نمک حرام باربک کو ہمیشہ کے لیے سلا دیا ہے۔

تواچی حبشی، باربک کی خواب گاہ میں گیا اور اس نے وہاں شمع روشن کی۔ باربک نے یہ سمجھا کہ ملک اندیل آگیا ہے لہٰذا وہ فوراً مخزن میں چھپ گیا، تواچی بھی مخزن کے اندر گیا، باربک نے دوبارہ اپنے

سیدی بدر دیوانہ المخاطب بہ مظفّر شاہ

ستم شعاری

مظفر شاہ حبشی بہت ہی ظالم اور نڈر فرماں روا تھا، بہت سے علماء فضلاء اور مذہبی بزرگ جو اس کی حکومت کو پسندیدہ نگاہوں سے نہ دیکھتے تھے، ان سب کو مظفر شاہ نے قتل کروا دیا، اس کے علاوہ مظفر شاہ نے ان غیر مسلم راجاؤں پر بھی لشکر کشی کی جو شاہانِ بنگالہ کی مخالفت کرتے تھے، ان مخالف راجاؤں کو مظفر شاہ نے بہت بری طرح تباہ و برباد کیا۔

سید شریف مکی کا تقرر

سید شریف مکی کو مظفر شاہ نے وزارت کے عہدے پر سرفراز کر کے تمام ملکی و مالی امور کا مختار بنا دیا۔ شریف مکی نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ سواروں اور پیادوں کی تنخواہوں میں کمی کر دی جائے۔ بادشاہ نے اس مشورے پر عمل کیا اور اس طرح بیشمار روپیہ شاہی خزانے میں جمع ہونے لگا۔

بغاوت

بے شمار لوگ مظفر شاہ کی ناشائستہ حرکات کی وجہ سے اس سے آزردہ ہو گئے، ملک کے بے شمار لوگوں نے باغیانہ خیالات کا اظہار کرنا شروع کر دیا، بہت سے نامی گرامی مراد بھی باغی ہو گئے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ مظفر شاہ پانچ ہزار حبشیوں اور تین ہزار بنگالی اور افغانی سواروں کے ساتھ قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا، چار دن یا چار ماہ تک بادشاہ اور باغیوں کے درمیان جنگ ہوتی رہی۔ اس معرکہ آرائی کی وجہ سے روزانہ بے شمار لوگوں کی جانیں ضائع ہونے لگیں

جانوروں کا زیاں

اگر باغیوں کی جماعت کا کوئی فرد گرفتاری کے بعد بادشاہ کے سامنے لایا جاتا تو مظفر شاہ اسے دیکھ کر اس قدر غصہ میں آتا کہ اس شخص کو خود اپنے ہاتھ سے تہ تیغ کرتا، الغرض اس قدر لوگ مارے گئے کہ صرف بادشاہ کے طرف داروں میں سے چار ہزار جانوں کا زیاں ہوا۔

مظفر شاہ کا قتل

آخر کار اس صورتِ حال سے تنگ آکر مظفر شاہ اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا اور امراء سے جن میں شریف مکی بھی شامل تھا، معرکہ آرا ہوا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی، اس قدر خون ریزی ہوئی کہ الامان والحفیظ! دونوں طرف کے تقریباً بیس ہزار (۲۰۰۰۰) سپاہی میدانِ جنگ میں کام آئے۔ اس جنگ میں مظفر شاہ کو شکست ہوئی اور اسے اس کے مقرب درباریوں کے ہمراہ قتل کر دیا گیا۔

ملک اندیل المخاطب بہ فیروز شاہ

تخت نشینی کے بعد فیروز شاہ نے پایۂ تخت شہر گور میں قیام کیا اور بڑے انصاف اور خوش اسلوبی سے حکومت کی۔ فیروز شاہ نے چونکہ اپنی امارت کے زمانے میں بڑے بڑے کام سر انجام دیئے تھے، اس وجہ سے لشکر اور عام رعیت اس کی بہت قدر کرتی تھی اور اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ فیروز شاہ نے بڑی شان و شوکت سے تین سال تک حکومت کر کے ۸۹۹ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔

محمود شاہ بن فیروز شاہ

فیروز شاہ کے انتقال کے بعد امراء اور ارکین سلطنت نے باہمی اتفاق رائے سے اس کے بیٹے محمود شاہ کو اپنا فرماں روا تسلیم کر لیا۔ اس بادشاہ کے عہد میں حبشی خاں نامی ایک حبشی غلام نے بڑی قوت حاصل کی اور عنانِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لے کر بادشاہ کو محض نام کا بادشاہ بنا دیا۔ ایک دوسرا حبشی امیر مسمی سیدی بدر دیوانہ، حبشی خاں کو اچھی نظر سے نہ دیکھتا تھا۔ اُس نے حبشی خاں کو قتل کر دیا۔ اور زمامِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لی۔ کچھ دنوں بعد حبشی خاں نے سلطان محمود کو بھی قتل کر دیا اور وہ "مظفر شاہ" کا لقب اختیار کر کے بنگالہ کا خود مختار حاکم بن بیٹھا۔

سلطان محمود کی مدتِ حکومت صرف ایک سال ہے۔

حاجی محمد قندھاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود فتح شاہ کا بیٹا تھا، باربک شاہ غلام مسمی حبشی خاں نے فیروز شاہ کے حکم سے محمود شاہ کی پرورش و تربیت کے فرائض انجام دیئے فیروز شاہ کے انتقال کے بعد محمود شاہ تخت پر بیٹھا اور اس نے چھ (۶) سال تک حکمرانی کی تھی کہ حبشی خاں بادشاہت کے خواب دیکھنے لگا، آخر کار سیدی بدر دیوانہ نے حبشی خاں کا کام تمام کر دیا۔

شریف مکی نے بڑی آسانی سے چتر شاہی سر پر سایہ فگن کر کے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا، چند روز بعد اس نے اہل شہر کو حکم دیا کہ اب وہ شہر کو لوٹنا بند کر دیں، لیکن لوٹنے والوں نے شاہی حکم کی پروا نہ کی اور اپنے کام میں برابر مشغول رہے، اس پر شریف مکی نے ان لوگوں کے قتل کا حکم دیا، حکم کی تعمیل کی گئی اور صرف ایک دن میں بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) آدمی قتل کیے گئے۔

لوٹ کے سامان کی برآمد

شریف مکی یعنی سلطان علاؤ الدین نے بہت تلاش و جستجو کے بعد بہت سا لوٹا ہوا سامان برآمد کیا، اس طرح اس کے ہاتھ میں بہت دولت آئی، اس سامان میں ایک ہزار طلائی کشتیاں بھی تھیں۔ بنگالہ میں یہ دستور تھا کہ امرا سونے کی کشتیوں میں کھانا کھاتے تھے اور شادی بیاہ اور دوسری تقاریب پر جو شخص اپنے مہمانوں کے سامنے جتنی زیادہ طلائی کشتیاں حاضر کرتا تھا اسے اتنا ہی زیادہ امیر سمجھا جاتا تھا، بنگالہ میں اب تک یہی دستور مروج ہے۔

حبشیوں کی جلاوطنی

سلطان علاؤ الدین بہت ہی ذہین اور معاملہ فہم فرماں روا تھا، اس نے شریف اور عالی خاندان امرا کی بڑی سرپرستی کی اور انھیں عمدہ عہدوں پر فائز کیا۔ اس نے باربکوں کو چوکی سے معزول کر کے حبشیوں کو اپنے ملک سے باہر نکال دیا، چونکہ حبشی فتنہ پردازی اور شورش انگیزی میں عالم گیر شہرت رکھتے تھے، اس لیے ان کو جونپور اور ہندوستان (دہلی) کی سلطنتوں میں بھی داخل ہونے کی اجازت نہ ملی آخرکار وہ دکن اور گجرات کی طرف روانہ ہو گئے۔

امن و امان

سلطان علاؤ الدین نے مغلوں اور افغانوں کو خاص طور پر اپنے التفات کا مرکز بنایا، اور انھیں مختلف خدمتوں پر نامزد کیا، ان انتظامات کی وجہ سے ملک میں امن ہو گیا اور زوال کے وہ آثار جو گذشتہ فرماں رواؤں کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے، ختم ہو گئے۔ ملک کے تمام سرکش اور باغی بادشاہ کے مطیع ہو گئے، اطراف کے راجاؤں نے بھی اطاعت و وفاداری کو اپنا شعار بنایا۔

حضرت قطب عالمؒ سے عقیدت

علاؤ الدین نے کئی گاؤں حضرت شیخ نور قطب عالمؒ کے لنگر کے اخراجات کے لیے وقف کیے، اسے حضرت شیخؒ سے بڑی عقیدت تھی وہ اپنے پایۂ تخت اکدوالہ سے قصبۂ بندوہ (پنڈوہ) میں ان کے مزار کی زیارت کے لیے اکثر جایا کرتا تھا۔

انتقال

علاؤ الدین نے سینتالیس (۴۷) سال تک نہایت امن و امان اور خوش اسلوبی سے حکومت کی اس کا انتقال ۹۲۷ھ ہجری میں اپنی طبعی موت سے ہوا۔

حاجی محمد قندھاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس معرکے میں شروع سے لے کر آخر تک کل ایک لاکھ بیس ہزار جانیں تلف ہوئیں۔ مرنے والوں میں ہندو، مسلمان دونوں شامل تھے۔ مظفر شاہ کے قتل کے بعد سید شریف مکی نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی لیکن "تاریخ نظامی" کا بیان مختلف ہے اس میں لکھا ہے کہ سید شریف مکی کو جب یہ معلوم ہوا کہ رعایا مظفر شاہ کی جانی دشمن ہو گئی ہے تو اس نے بارکبوں کے ہمراہ حرم سرا میں داخل ہو کر مظفر شاہ کو قتل کر دیا اور سلطان علاؤالدین کا لقب اختیار کر کے اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔

مظفر شاہ کی مدتِ حکومت تین (۳) سال اور پانچ (۵) ماہ ہے۔

شریف مکی المشہور بہ سلطان علاؤالدین

ہر دلعزیزی

جس زمانے میں شریف مکی مظفر شاہ کا وزیر تھا اُن دِنوں وہ رعایا سے بڑی اچھی طرح پیش آیا تھا اور لوگوں سے اکثر کہا کرتا تھا کہ سلطان مظفر شاہ فرماں روائی کے قابل نہیں ہے، میں اسے بارہا سمجھاتا ہوں کہ وہ اپنے امیروں اور سپاہیوں سے اچھی طرح پیش آئے لیکن وہ اس طرف توجہ نہیں کرتا اور اپنا تمام وقت روپیہ جمع کرنے کی کوششوں میں صرف کر دیتا ہے"۔ اس وجہ سے تمام امیر اور لشکری شریف مکی کو بہت پسند کرتے تھے اور تہ دل سے اس کے بہی خواہ تھے۔

تخت نشینی

جس روز سلطان مظفر شاہ کو قتل کیا گیا اس روز تمام امیروں نے متفقہ طور پر شریف مکی کو اپنا فرماں روا منتخب کیا، اس موقعے پر امیروں نے شریف مکی سے پوچھا: "اگر ہم تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں تو تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ شریف مکی نے اس کے جواب میں کہا۔ "جس طرح تم کہو گے میں اسی طرح بادشاہی کروں گا اور کبھی تمہارے مشورے کے خلاف عمل نہ کروں گا"۔ تخت نشین ہونے کے بعد میں تمہارے لیے جلد از جلد جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ شہر میں زمین کے اوپر جو کچھ ہے وہ میں تمہیں دے دوں گا اور زمین کے اندر جو کچھ ہے وُہ خود لے لوں گا۔"

شہر گور میں لوٹ مار

سب لوگوں نے مال و دولت حاصل کرنے کے شوق میں یہ شرط منظور کر لی اور شہر گور کو جو اپنی معموری کے لحاظ سے مصر سے بھی آگے تھا، لوٹنا شروع کر دیا

نصیب شاہ کی وفات

اسی زمانے میں نصیب شاہ نے باوجود سید ہونے کا دعوےٰ رکھنے کے ظلم وستم کو اپنا شعار بنایا اور رعایا کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کیا اس وجہ سے ساری خلقت اس کے خلاف ہوگئی۔ رعایا کی بد دعائیں اثر لائیں ۹۴۳ھ میں نصیب شاہ نے اپنی طبعی موت سے یا کسی سازش سے قتل ہوکر سفرِ آخرت اختیار کیا۔

نصیب کے بعد

نصیب شاہ کے بعد ایک بنگالی امیر سلطان محمود نے بنگالہ میں اپنی حکومت قائم کی شیر شاہ سوری نے جو بعد میں ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ سلطان محمود پر حملہ کیا سلطان محمود ہمایوں کے پاس پناہ گزیں ہوگیا۔ ۹۶۵ھ میں ہمایوں نے بنگالہ کو شیر شاہ سوری کے قبضے سے نکال لیا اور شہر گور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کر اس شہر کو "جنت آباد" کا نیا نام دیا۔ ہمایوں زیادہ عرصے تک بنگالہ کو اپنے قبضے میں نہ رکھ سکا اور شیر شاہ نے دوبارہ یہاں اپنی حکومت قائم کی سلیم شاہ سوری نے اپنے عہد حکومت میں محمد خاں نامی ایک امیر کو بنگالہ کا حاکم مقرر کیا۔ محمد خاں کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ سوری کے خلاف ہوگیا اور اس نے سلطان بہادر شاہ کا لقب اختیار کرکے بنگالہ میں اپنے نام کا خطبہ وسکہ جاری کر دیا۔

سلطان بہادر شاہ

بہادر شاہ نے سلیم شاہ سوری کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے بنگالہ میں اپنی خود مختار حکومت قائم کرلی تھی، سلیم شاہ کے ایک دوسرے امیر سلیمان کرانی افغانی نے سلطان بہادر شاہ سے جنگ کرکے اسے شکست دے دی۔

سلیمان کرانی افغانی

سلیم شاہ کے انتقال کے بعد سلیمان کرانی افغانی بنگالہ کا مستقل فرماں روا ہوا اس نے اپنے کو "حضرت اعلیٰ" کے لقب سے مشہور کیا۔ سلیمان کرانی ظاہری طور پر جلال الدین اکبر کی اطاعت گذاری کا دم

نصیب شاہ بن علاؤ الدین شاہ

بھائیوں سے محبت

سُلطان علاؤ الدین نے وفات کے بعد اٹھارہ (۱۸) لڑکے اپنی یادگار چھوڑے ان میں نصیب شاہ سب سے بڑا تھا، امراء اور ارکین سلطنت نے اس کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ نصیب شاہ نے ایک کام ایسا کیا کہ جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس نے اپنے بھائیوں میں کسی کو نقصان نہ پہنچایا اور نہ ہی کسی کو نظر بند کیا۔ بلکہ ان کو ہر لحاظ سے پہلے سے زیادہ سہولتیں دیں علاؤ الدین نے اپنے بیٹوں کو جو کچھ دیا تھا۔ نصیب شاہ نے اس میں بہت اضافہ کیا۔

افغانی اُمراء کی آمد

نصیب شاہ کے عہدِ حکومت ہی میں ظہیر الدین بابر نے سلطان ابراہیم لودھی کو قتل کر کے ہندوستان پر قبضہ کر لیا، اس وجہ سے بہت سے افغانی امیر دہلی سے بھاگ کر نصیب شاہ کے پاس پناہ گزیں ہوئے۔ ابراہیم لودھی کا بھائی سلطان محمود بھی بنگالہ میں آیا۔ نصیب شاہ ان سب پناہ گزینوں کے ساتھ بڑی اچھی طرح پیش آیا، ان میں سے ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق جاگیر دی، سلطان ابراہیم لودھی کی بیٹی بھی بنگالہ میں پناہ گزین ہوئی تھی نصیب شاہ نے اس کے ساتھ شادی کر لی

بابر کا عزم تسخیر بنگالہ

ظہیر الدین بابر نے ۹۳۵ھ میں جونپور پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد بنگالہ کو فتح کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا، نصیب شاہ کو جب اس کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوا، اس نے بہت سے قیمتی تحفے بابر کی خدمت میں ارسال کیے اور اپنی اطاعت گذاری کا یقین دلایا، بابر نے اپنی مصلحتوں کے خیال سے نصیب شاہ سے صُلح کر لی اور بنگالہ کو فتح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

بہادر گجراتی سے دوستانہ مراسم

بابر کے بعد ہمایوں نے بھی بنگالہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا نصیب شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے ۹۳۶ھ ہجری میں سلطان بہادر گجراتی سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور ملک مرجان خواجہ سرا کے ذریعے بہت سے قیمتی تحفے سلطان بہادر کی خدمت میں روانہ کیے، ملک مرجان نے قلعہ مندو میں گجراتی فرماں روا سے ملاقات کی، بادشاہ نے ملک مرجان کو خلعت و انعام سے نوازا۔

ایک نامی گرامی افغانی امیر تھا، کسی معاملے پر جھگڑا ہو گیا تھا۔ داؤد خاں کو جب یہ معلوم ہُوا کہ خانِ خاناں بنگالہ کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے تو وہ بہت پریشان ہُوا۔ اس نے لودھی خاں کے نام خطوط لکھے اور اسے اپنی بے کسی اور بے بسی کا واسطہ دے کر اس سے صُلح کر لی، اس کے بعد داؤد خاں نے بڑی مکاری سے لودھی خاں جیسے بہادر امیر کو قتل کر دیا اور دریائے سون اور گنگا کے سنگم پر اکبری لشکر کا مقابلہ کیا۔

داؤد کی شکست اور فرار

فریقین میں خون ریز جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں افغانی شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ مغلوں نے افغانوں کی چند کشتیوں کو اپنے قبضے میں کر لیا اور ان کے ذریعے دریا کو پار کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ منعم خاں نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا کہ جس میں داؤد خاں پناہ گزیں ہُوا تھا، اہل قلعہ اور مغل لشکر میں جنگ شروع ہو گئی۔ اسی دوران میں اکبر بھی وہاں پہنچ گیا اور داؤد خاں فرار ہو گیا۔ مغلوں نے پٹنہ اور حاجی پور کے قلعوں کو فتح کیا اور داؤد خاں کے چار سو (۴۰۰) ہاتھیوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔

داؤد اڑیسہ میں

داؤد خاں نے بنگالے کا رُخ کیا اور گڑھی پہنچا، وہاں سے اُس نے اڑیسہ کی طرف کُوچ کیا، بعض مغل امرا نے جو اڑیسہ میں موجود تھے، داؤد خاں کے بیٹے جنید خاں سے جنگ کی اور اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر پسپا ہو گئے۔ منعم خاں کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو وُہ بذاتِ خود اڑیسہ کی جانب روانہ ہُوا۔

داؤد اور منعم میں صُلح

داؤد نے منعم خاں کا مقابلہ کیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی، اس جنگ میں داؤد خاں کو ایک بار پھر شکست ہوئی اور وہ اس قلعے میں جو دریائے گنگا کے کنارے واقع تھا، پناہ گزیں ہو گیا۔ داؤد نے اپنے بال بچوں کو اس قلعے ہی میں چھوڑا اور خود دوبارہ معرکہ آرائی کے لیے حریف کے سامنے آیا۔ اس بار جنگ کی نوبت نہ آئی اور داؤد خاں اور منعم خاں میں صُلح ہو گئی۔ منعم خاں نے اڑیسہ اور بنارس کو داؤد خاں کے قبضے میں دیا اور باقی ملک پر خود آپ قبضہ کر لیا۔

داؤد کا قتل اور سلاطین پوربی کی حکومت کا خاتمہ

کچھ عرصے بعد منعم خاں کا انتقال ہو گیا، اور اکبر بادشاہ نے خانِ جہاں ترکمان کو بنگالہ کا حاکم بنایا۔ منعم خاں کی وفات کے بعد داؤد خاں نے بنگالہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا، خانِ جہاں ترکمان نے ۹۸۳ھ میں گڑھی اور ٹانڈہ کے درمیان داؤد خاں سے جنگ کی۔ داؤد اسی لڑائی میں مارا گیا اور اس کا بیٹا شدید زخمی ہُوا۔ وہ اگرچہ میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا، لیکن وُہ تین روز زندہ رہ کر اس نے

بھرتا تھا اور گاہے گاہے تحفے تحائف اکبر کی خدمت میں روانہ کرتا رہتا تھا۔ اس فرماں روا نے پچیس (۲۵) سال تک حکومت کرنے کے بعد ۹۸۱ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

بایزید بن سلیمان

سلیمان کرانی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بایزید بنگالہ کا حاکم ہوا۔ بایزید کی حکومت کو ابھی ایک ہی مہینہ گزرا تھا کہ اس کے چچا زاد بھائی ہانسو افغانی نے دیوان خانہ میں بایزید کو قتل کر دیا، اسی جگہ لوگوں نے ہانسو کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ بایزید کے بعد اس کے چھوٹے بھائی داؤد خاں نے عنانِ حکومت سنبھالی۔

داؤد خان بن سلیمان خان

بایزید کے قتل کے بعد بنگالہ کی حکومت داؤد خاں کے ہاتھ میں آئی، اس نے باغی اور فتنہ پرداز امیروں کا قلع قمع کر کے ملک میں اپنے نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا۔ داؤد خاں کو شراب سے بڑی رغبت تھی اور اس کی مجلس میں بدمعاش اور لفنگے بھرے رہتے تھے۔

منعم خاں کی بنگالہ پر لشکر کشی

اکبر بادشاہ داؤد خاں کو بہت ناپسند کرتا تھا کیوں کہ اس کی سلطنت کو اس (داؤد) کی وجہ سے نقصان پہنچتا تھا۔ اکبر نے جونپور کے حاکم منعم خاں کو داؤد خاں کے استیصال کے لیے نامزد کیا۔ داؤد خاں نے اپنے ایک افغان امیر کو جس کا نام لودھی خاں تھا، منعم خاں کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ فریقین ایک دوسرے کے سامنے آئے اور معرکہ آرائی شروع ہوگئی جو چند روز تک جاری رہی، آخر کار منعم خاں اور لودھی خاں نے ایک دوسرے سے صلح کر لی اور دونوں اپنے اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

داؤد کا اکبری لشکر سے مقابلہ

اکبر بادشاہ نے دوبارہ منعم خاں، خانِ خاناں کو بنگالہ کی تسخیر کے لیے نامزد کیا۔ ان دنوں داؤد خاں اور لودھی خاں میں جو

اپنی دھاک ایسی بٹھائی کہ سلاطین بنگالہ اور لکھنوتی بھی اس سے بڑی اچھی طرح پیش آتے تھے۔ اور اس کی خدمت میں تحفے ارسال کرتے رہتے تھے۔ سلطان الشرق نے چھ (۶) سال حکومت کرنے کے بعد ۸۰۲ھ میں انتقال پایا۔

مُبارک شاہ شرقی

سلطان الشرق کے انتقال کے بعد اس کے متبنیٰ بیٹے ملک قرنفل نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی اس نے جونپور اور دوسرے شہروں پر قبضہ کر کے اپنی قوت میں خاطر خواہ اضافہ کر لیا۔ اِن دِنوں سلطنتِ دہلی رُو بہ زوال تھی، ملک قرنفل نے موقع سے فائدہ اُٹھایا اور اپنے سردارانِ لشکر سے مشورہ کر کے مُبارک شاہ کا لقب اختیار کیا اور اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ سلطان محمود کے وکیل مطلق اقبال خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وُہ سخت غصے میں آیا اور اس نے ۸۰۳ھ میں مُبارک شاہ پر حملہ کر دیا اقبال خاں جب قنوج پہنچا تو مُبارک شاہ نے افغانوں، مغلوں، راجپوتوں اور تاجیک قوم کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہُوا۔

دریا نے گنگا کے ایک کنارے پر اقبال خاں نے قیام کیا اور دُوسرے کنارے پر مبارک شاہ اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہُوا۔ بیچ میں چونکہ دریا پڑتا تھا، اس لیے فریقین میں سے کسی نے دریا کو پار کر کے حریف تک پہنچنے کی کوشش نہ کی۔ دو ماہ اسی عالم میں گزر گئے۔ آخر بغیر جنگ کیے ہی دونوں فریقوں نے واپسی کے لیے کوُچ کیا۔

مبارک شاہ جب جونپور پہنچا تو اسے معلوم ہُوا کہ سلطان محمود مالوہ سے واپس آگیا ہے اور اس نے اقبال خاں کو ساتھ لے کر جونپور کو فتح کرنے کے ارادے سے سفر اختیار کیا ہے۔ مُبارک شاہ نے سلطان محمود سے جنگ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی۔

مبارک شاہ نے ۸۰۴ھ ہجری میں انتقال کیا۔ اس کی مدت حکومت ایک سال اور چند ماہ ہے

بھی سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اس واقعہ سے بنگالہ، اڑیسہ اور بنارس وغیرہ، خانِ جہاں ترکمان کی کوششوں سے مغل سلطنت کا جزو بن گئے، اور اس طرح سلاطین پوربی کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

عثمان افغانی کی بغاوت

افغانی اُمرا حسین خاں وغیرہ جو ادھر اُدھر پناہ گزیں ہو گئے تھے مغلوں کے تسلط سے تنگ آکر بنگالہ کے سرحدی مقامات میں چلے گئے، اکبر کی وفات کے بعد عثمان نامی ایک افغان نے تیس ہزار (۳۰۰۰۰) افغانوں کا لشکر جمع کر کے علَمِ بغاوت بلند کیا اور نورالدین جہانگیر کی سلطنت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ حاکمِ بنگالہ اسلام خاں اور شیخ بدرالدین فتح پوری کو اس کے استیصال کے لیے مقرر کیا گیا ہے، لیکن اب تک یعنی ۱۰۱۸ھ تک اس معاملے کا کوئی فیصلہ نہیں ہُوا۔

سلاطینِ شرقیہ

سطورِ بالا میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جن بادشاہوں نے جونپور اور ترہٹ میں حکومت کی ان کو مؤرخوں کی اصطلاح میں سلاطینِ شرقیہ کہا جاتا ہے۔

سُلطان الشرق خواجہ جہاں

جمادی الاوّل ۷۹۶ھ میں ناصرالدین محمود شاہ نے خواجہ جہاں کو ملک الشرق کا خطاب عطا کیا اور اسے جونپور، ترہٹ اور بہار کا حاکم مقرر کیا، خواجہ جہاں نے اس علاقے کا اچھا انتظام کیا اور اپنی خوش اسلوبی سے گرد و نواح کے راجاؤں کو اپنا مطیع بنایا۔ وہ قلعے کہ جو غیر مسلموں کے قبضے میں تھے، ان کو اپنے قبضے میں کر کے مسمار کروا دیا اور پھر انھیں از سرِ نو تعمیر کر کے تجربہ کار سپاہیوں کے سپرد کیا۔

رفتہ رفتہ خواجہ جہاں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا اور اس نے ناصرالدین محمود کے اثر کو کم کر کے سلطان الشرق کا لقب اختیار کیا۔ اس نے دہلی کی طرف پرگنہ کول سے ابرٹی تک اور دوسری جانب بہار اور ترہٹ تک کے تمام باغیوں اور سرکشوں کو مغلوب کیا اور بڑی شان و شوکت سے حکومت کرنے لگا۔ اس نے

ہو کر قنوج چلا گیا۔

قنوج پر سلطان محمود کا قبضہ
سلطان محمود نے قنوج پہنچ کر ابراہیم شرقی کے بہی خواہ امیر زادہ مہری کو جو قنوج کا حاکم تھا، شہر بدر کر کے قنوج کو اپنے قبضے میں کر لیا،
ابراہیم شرقی اور اقبال خاں نے جب دیکھا کہ سلطان محمود قنوج پر قابض ہو گیا ہے تو ان دونوں نے لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان محمود مبارک شاہ شرقی کے عہد حکومت میں جونپور آیا تھا اور انھیں دنوں ہی مبارک شاہ کا انتقال ہوا اور ابراہیم شرقی تخت نشین ہوا۔ قنوج پر سلطان محمود نے ابراہیم شرقی کے عہد میں قبضہ کر لیا۔

ابراہیم کا قنوج پر حملہ
جیسا کہ سلاطین دہلی کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے ۸۰۸ھ میں اقبال خاں کا قتل ہوا اور سلطان محمود دہلی کی طرف روانہ ہوا، ابراہیم شرقی نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور ۸۰۹ھ میں قنوج پر حملہ کر دیا، محمود شاہ لشکر دہلی کو ساتھ لے کر ابراہیم شرقی سے جنگ کرنے کے لیے چلا اور فریقین پہلے کی طرح دریائے گنگا کے کنارے ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ چند روز تک دونوں ہی ایک دوسرے سے لڑنے کا ارادہ کرتے رہے۔ لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی اور دونوں لشکر واپس ہو گئے۔

قنوج پر ابراہیم کا قبضہ
سلطان محمود جب دہلی پہنچ گیا اور اس کے تمام امیر بادشاہ کی اجازت سے اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے اور ابراہیم شرقی نے دوبارہ قنوج پر حملہ کیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ قنوج کے حاکم ملک محمود ترمتی نے چند مہینے تک دہلی کی امداد کا انتظار کیا، لیکن جب اس کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس نے قلعہ ابراہیم شرقی کے سپرد کر دیا۔

عزم تسخیر دہلی
ابراہیم شرقی نے قنوج میں برسات کا موسم گزار کر جمادی الاوّل ۸۱۰ھ میں دہلی فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے روانہ ہوا، ابراہیم شرقی بہت ہی ذہین اور معاملہ فہم انسان تھا، اس کی مناسب تدبیروں سے دہلی کے اکثر امیر سارنگ خاں کا بیٹا تاتار خاں اور اقبال خاں کا غلام ملک خاں وغیرہ اس سے آملے، اس طرح ابراہیم شرقی کی قوت میں زبردست اضافہ ہوا اور وہ سنبھل کی طرف روانہ ہوا، سنبھل کا حاکم اسد خاں لودھی بھاگ نکلا۔ ابراہیم شرقی نے سنبھل تاتار خاں کے حوالے کیا اور خود آگے بڑھا۔

واپسی
سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ابراہیم شرقی دریا کے کنارے پہنچا، یہاں اسے معلوم ہوا کہ،

ابراہیم شاہ شرقی

اہلِ علم کی سرپرستی

مُبارک شاہ کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ابراہیم شاہ کے لقب سے تخت نشین ہُوا ۔ یہ بادشاہ عقل وفہم اور علم وفضل کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا ۔ اس کے عہدِ حکومت میں ہندوستان کے عالموں فاضلوں کے علاوہ ایران وتوران کے علماء بھی جونپور میں آئے ۔ ابراہیم شاہ نے ہر طرح سے ان کی دلجوئی کی ، انھیں امن واطمینان سے زندگی گزارنے کا سامان بہم پہنچایا ۔ علماء نے بہت سی کتابیں ابراہیم شاہ کے نام سے معنون کیں ۔ بادشاہ کے دربار میں پڑھے لکھوں کی ایک ایسی جماعت جمع ہوگئی کہ جونپور ایک اہم علمی مرکز بن گیا ۔

اقبال خاں کا جونپور کو فتح کرنے کا ارادہ

ابراہیم شاہ کے عہدِ حکومت کے ابتدائی دنوں میں ، سلطان محمود اور اقبال خاں جونپور کو فتح کرنے کے خیال سے قنوج میں آئے ۔ ابراہیم شاہ نے بھی ایک زبردست لشکر جمع کیا اور حریف سے معرکہ آرا ہونے کے لیے دریائے گنگا کے کنارے مقیم ہُوا ، فریقین ایک عرصے تک ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے ، لیکن معرکہ آرائی کی نوبت نہ آئی ۔ اسی دوران میں اقبال خاں اور سلطان محمود میں نا اتفاقی ہوگئی اور سلطان محمود شکار کا بہانہ کرکے ابراہیم شرقی کے پاس چلا آیا ۔

سلطان محمود کی ابراہیم شرقی کے پاس آمد اور روانگی

سُلطان محمود کا خیال تھا کہ ابراہیم شرقی آقا اور ملازم کے تعلق کو مدِنظر رکھتے ہوئے اسے بادشاہ بنا دے گا اگر یہ نہیں تو پھر وُہ سلطان محمود کو اقبال خاں کے خلاف لڑنے میں مدد ضرور دے گا ، مگر افسوس کہ سلطان محمود کی یہ توقعات پُوری نہ ہوئیں ۔ ابراہیم شرقی نے نہ تو اسے بادشاہت پیش کی اور نہ ہی اسے اقبال خاں کے خلاف مدد دینے کے ارادہ کا اظہار کیا ، اس کی وجہ یہ تھی کہ اوّل تو ابراہیم شرقی اپنی بادشاہت کو کسی طرح ختم نہ کرنا چاہتا تھا ، دُوسرے یہ کہ ابھی اس کی قوت اتنی زیادہ نہ تھی کہ وُہ سلطان محمود کی مدد کرتا ۔ ابراہیم شرقی نے سلطان محمود کی آؤ بھگت بھی ذرا کم ہی کی ۔ اس وجہ سے وہ شکستہ خاطر

ایک زبردست لشکر لے کر دہلی سے جونپور کی طرف روانہ ہوگیا ہے، ابراہیم شرقی یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوا اور فوراً جونپور کی طرف روانہ ہوگیا، سلطان ہوشنگ غوری نے مبارک شاہ کے مقرر کردہ حاکم کالپی عبد القادر الموسوم بہ قادر شاہ کو معزول کر کے بغیر معرکہ آرائی کے کالپی پر قبضہ کر لیا۔

وفات

۸۴۴ھ ہجری میں ابراہیم شرقی بیمار پڑا، کچھ ہی عرصے میں یہ بیماری اس حد تک بڑھ گئی کہ بادشاہ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوگیا، ابراہیم کی وفات کا جونپور والوں کو بہت صدمہ پہنچا، اہلِ شہر اس قدر روئے کہ انھوں نے نوحہ دفریاد سے آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔ ابراہیم شرقی نے چالیس (۴۰) سال تک حکومت کی، حاجی محمد قندھاری کا بیان ہے کہ ابراہیم شرقی کا سالِ وفات ۸۴۰ھ ہے، اگر اس بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کی مدت حکومت چھتیس (۳۶) سال ہوتی ہے۔

قاضی شہاب الدین جونپوری

ابراہیم شرقی کے عہد حکومت کے علماء و فضلاء میں قاضی شہاب الدین جونپوری بڑی اہمیت رکھتے ہیں، قاضی صاحب کا آبائی وطن تو غزنی تھا لیکن ان کی نشو و نما دولت آباد دکن میں ہوئی۔ ابراہیم شرقی قاضی صاحب کے علم و فضل کا بڑا قدر دان تھا اور ان کا بہت خیال کرتا تھا۔ قاضی صاحب کی توقیر و تعظیم کا یہ عالم تھا کہ مقدس دنوں میں قاضی صاحب شاہی مجلسوں میں چاندی کی کرسی پر بیٹھتے تھے، کہا جاتا ہے کہ ایک بار قاضی صاحب سخت بیمار پڑے۔ ابراہیم شرقی ان کی مزاج پرسی کے لیے گیا اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد بادشاہ نے ایک پیالہ پانی کا طلب کیا۔ پانی جب آگیا تو ابراہیم شرقی نے اس کو قاضی صاحب کے سر پر سے تصدق کر کے خود پی لیا اور کہا: "اے خدا! جو مصیبت قاضی صاحب کے سر پڑی ہوئی ہے، اس سے انھیں نجات دے اور مجھ کو اس مصیبت میں ڈال دے تاکہ قاضی صاحب صحتیاب ہوجائیں۔

تصانیف

اس واقعے سے ابراہیم شرقی کے کردار کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ اسے علمائے دین سے کس قدر عقیدت تھی، قاضی صاحب کو جو شہرت حاصل ہوئی اس کا تذکرہ لاحاصل ہے ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں، حاشیہ ہندی، مصباح متن ارشاد، بدیع البیان، فتاویٰ ابراہیم شاہی، تفسیر فارسی المعروف بہ بحر امواج؛ رسالہ مناقب سادات اور رسالہ شہابیہ (وغیرہ وغیرہ) قاضی صاحب کو بھی ابراہیم شرقی سے بہت خلوص تھا۔ اس کی دفات سے وہ اس حد تک

سلطان مظفر گجراتی نے سلطان ہوشنگ کو قید کر کے مالوہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ سلطان محمود کی مدد کے لیے آرہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مظفر گجراتی جونپور پر قبضہ کرنے کا بھی خواہاں ہے۔ ابراہیم نے یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد دہلی پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور جونپور پر واپس آگیا۔ محمود شاہ نے دہلی سے سنبھل پہنچ کر اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ تاتار خاں نے راہ فرار اختیار کی اور ابراہیم شرقی کے پاس جونپور میں چلا گیا ابراہیم نے ایک زبردست لشکر فراہم کر کے ۸۱۶ھ میں دوبارہ دہلی کو فتح کرنے کے خیال سے سفر اختیار کیا، لیکن راستے ہی سے وہ لوٹ کر آگیا۔

خوش حالی

اس کے بعد ابراہیم شرقی نے علماء و فضلاء سے اکتساب فیض کرنے اور ملک کی ترقی اور خوش حالی کی تدبیروں کو عمل میں لانے کی طرف توجہ کی۔ اس زمانے میں تمام ہندوستان طرح طرح کی شورشوں اور فتنہ انگیزیوں کا مرکز بنا ہوا تھا اس وجہ سے ہر جگہ کے علماء و فضلاء جونپور میں آگئے اور یہ شہر دہلی کا جواب بن گیا۔ بادشاہ نے ان علماء اور اہل کمال کی جی کھول کر سرپرستی کی اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق انعام و اکرام سے مالا مال کیا، جونپور کی تمام رعایا ابراہیم شرقی سے بے حد خوش تھی، ہر فرد اپنے بادشاہ کو خدا کی نعمت سمجھتا تھا، ملک میں چاروں طرف امن وامان اور خوش حالی کا دور دورہ تھا۔

تھانہ پر لشکر کشی

۸۳۱ھ میں میوات کا حاکم محمد خاں، ابراہیم شرقی کے پاس آیا اور اسے تھانہ کو فتح کرنے کی ترغیب دی، ابراہیم نے محمد خاں کی بات مان لی اور لشکر تیار کر کے اس مقصد کے لیے روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے دہلی کا بادشاہ سلطان مبارک شاہ ایک لشکر جرار لے کر ابراہیم شرقی کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلا، تھانہ سے چار کوس کے فاصلے پر دونوں فریقوں نے خندق کھود کر اپنے آپکو محفوظ کیا اور دونوں طرف کے تھوڑے تھوڑے سپاہی آپس میں لڑتے رہے، آخر کار فریقین میں باقاعدہ جنگ ہوئی اور بغیر ہار جیت کا فیصلہ کیے ہوئے ختم ہو گئی، کہ ابراہیم شرقی جونپور کی طرف اور مبارک شاہ دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔

کالپی کو فتح کرنے کا خیال

۸۳۷ھ میں ابراہیم شرقی نے کالپی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور ایک لشکر جرار لے کر اس مقصد سے روانہ ہوا اور راستے میں اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان ہوشنگ غوری بھی کالپی کو فتح کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد سے اس طرف آرہا ہے۔ دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے سامنے آئے اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے، ابھی جنگ کی نوبت ہی نہ آئی تھی کہ ابراہیم شرقی کو یہ اطلاع ملی، بادشاہ دہلی مبارک شاہ ایک

سلطان محمود بن ابراہیم شرقی

تخت نشینی

ابراہیم شرقی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان محمود تخت نشین ہوا اور بڑی احتیاط سے سلطنت کے کاموں کو سرانجام دینے لگا۔ محمود نے اپنے باپ کی تقلید کرکے رعایا کو ہر ممکن طریقے سے خوش و خرم رکھنے کی کوشش کی، اس وجہ سے ملک کے سارے باشندے اس سے بھی بے پناہ محبت کرنے لگے۔

حاکم مالوہ سے حاکم کالپی کی شکایت

۸۴۷ھ میں محمود شرقی نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں بہت سے گراں قدر تحفے ارسال کیے اور اسے یہ پیغام دیا "کالپی کا حاکم نصیر خاں ولد قادر خاں شریعت کی حدود سے تجاوز کر رہا ہے وہ کفر و ارتداد کی طرف مائل ہے، اس نے قصبہ شاہ پور کو بڑی بُری طرح تباہ و برباد کیا ہے اور یہاں کے مسلمانوں کو جلا وطن کرکے ان کی عورتوں کو غیر مسلموں کے حوالے کر دیا ہے، الغرض وہ ہر طرح خدا اور اس کے رسول کی اطاعت سے کنارہ کش ہو گیا ہے، سلطان ہوشنگ کے زمانے سے آپ کے اور ہمارے درمیان جو خوشگوار تعلقات قائم ہیں، ان کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر آپ کے علم و اطلاع کے کوئی قدم نہ اٹھایا جائے اگر آپ میری تائید فرمائیں تو میں نصیر خاں کو اس کی کفر دوستی کا مزہ چکھاؤں اور کالپی میں دوبارہ شریعت اسلام کو مروج کروں۔

حاکم مالوہ کا جواب

سلطان محمود خلجی نے اس پیغام کا یہ جواب دیا۔ اس سے پہلے بھی مجھ تک نصیر خاں کی شکائتیں پہنچ چکی ہیں لیکن وہ چونکہ غیر معتبر ذرائع سے پہنچی تھیں اس لیے میں نے ان کا کچھ اعتبار نہ کیا، اب چونکہ آپ نے صحیح صورتِ حال سے آگاہ کیا ہے، اس لیے ان خبروں کی تصدیق ہو گئی ہے، نصیر خاں جیسے بدکردار شخص کو راہِ راست پر لگانا ہر مسلمان بادشاہ کا فرض ہے اگر آپ اس طرف توجہ نہ کرتے تو پھر میں خود ہی اس فاجر اعظم پر لشکر کشی کرتا، آپ نے جو ارادہ کیا ہے وہ بہت ہی مبارک ہے اور میں آپ کی کامیابی کے لیے دست بدعا ہوں"۔

مغموم ہوئے کہ اسی سال یعنی ۸۴۰ھ ہجری کو سفرِ آخرت اختیار کیا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ قاضی صاحب
کا انتقال ابراہیم کی وفات کے دو (۲) سال بعد یعنی ۸۴۲ھ میں ہوا۔

کرنے کا حکم دیا۔ لشکر کے اس حصے نے جونپور پر حملہ کرکے تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ جو حصہ لشکر لشکر جونپور کا مقابلہ کرنے کے لیے متعین ہوا تھا اس نے حریف سے معرکہ آرائی کی۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس میں دونوں طرف کے بہت صف شکن کام آئے، اس کے بعد دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں میں واپس آگئے۔

جنگ، صلح اور پھر جنگ

دوسرے روز صبح کے وقت سلطان محمود خلجی نے اپنے ایک امیر عماد الملک کو اس مقصد سے روانہ کیا کہ وہ سرِ راہ قیام کرکے حریف کے لیے راستہ مسدود کردے، محمود شرقی کو اس کی اطلاع ہوگئی اس نے اس جگہ جو ایک مستحکم مقام تھا، قیام کیا۔ جب محمود خلجی، شرقی فرماں روا کے استحکام سے واقف ہوا تو اپنے لشکر کے حصے کو اس نواح میں لوٹ مار کا حکم دیا، اس لشکر نے بہت سامان غنیمت اپنے قبضے میں کیا، اسی دوران میں برسات کا موسم آگیا اس وجہ سے فریقین نے صلح کرلی اور واپس ہوئے۔ محمود خلجی چندیری کی طرف روانہ ہوگیا۔ محمود شرقی نے موقع پاکر برہار پر لشکر کشی کردی کہ جہاں کے باشندے محمود خلجی کے مطیع و فرماں بردار تھے۔ محمود خلجی کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت برہار کے حاکم کی مدد کے لیے روانہ کی، محمود شرقی اس نووارد لشکر کا مقابلہ نہ کرسکا اور واپس چلا گیا۔

پھر صلح

حضرت شیخ الاسلام چاہیں لڈہ اپنے زمانے کے نامی گرامی بزرگ تھے، ان کے توسط سے محمود خلجی اور محمود شرقی میں صلح ہوگئی اور یہ قرار پایا کہ محمود شرقی، قادر خاں کی اولاد خصوصاً نصیر خاں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا اور چار ماہ بعد ایرچھ اور کالپی واپس کردے گا، اس صلح کے بعد سلطان محمود خلجی شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوگیا اور سلطان محمود شرقی نے جونپور کا راستہ لیا۔

حسادن پر لشکر کشی

محمود شرقی نے اپنے مرحوم باپ کی پیروی میں عالموں فاضلوں اور عام لوگوں پر بے انتہا نوازشات کیں اور انھیں انعام و اکرام سے مالامال کردیا، کچھ عرصہ بعد جب اس لشکر کی تھکان دُور ہوگئی تو اس نے حسادن پر لشکر کشی کی اور یہاں کے باغیوں اور فتنہ پردازوں کا قلع قمع کیا، محمود شرقی نے حسادن کے عظیم الشان مندر کو مسمار کرکے بہت سی دولت حاصل کی اور جونپور واپس آیا۔

دہلی پر ناکام حملہ

محمود شرقی نے ۸۵۶ھ میں دہلی پر حملہ کیا اور کچھ عرصہ تک محاصرہ کرکے اہلِ شہر سے معرکہ آرائی کرتا رہا۔ سلطان بہلول دیپال پور سے ایک زبردست لشکر لے کر آیا اور محمود شرقی سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا، دریا خاں افغان بادشاہ دہلی سے کبیدہ خاطر

کالپی پر لشکر کشی

سلطان محمود خلجی کا یہ جواب پا کر محمود شرقی بہت خوش ہوا۔ اس نے انتیس (۲۹) ہاتھی تحفے کے طور پر حاکم مالوہ کی خدمت میں ارسال کیے اور خود لشکر تیار کر کے کالپی کی طرف روانہ ہوا۔ نصیر خاں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا، جس کا مضمون یہ تھا: "کالپی کا علاقہ سلطان ہوشنگ نے مجھے مرحمت فرمایا تھا۔ ان دنوں سلطان محمود شرقی مجھ پر حملہ کر کے کالپی کو اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہے اس لیے درخواست ہے کہ آپ میری مدد کریں اور مجھے محمود شرقی کے فتنے سے بچائیں۔"

حاکم مالوہ کا خط

سلطان محمود خلجی نے نصیر خاں کا عریضہ پڑھ کر محمود شرقی کے نام ایک خط لکھا کہ: "حاکم کالپی نصیر خاں خدا کے خوف اور آپ کی بروقت تنبیہ سے راہِ راست پر آ گیا ہے اور اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے یہ عہد کیا ہے کہ وہ آئندہ مذہبی احکام کی سختی سے پابندی کریگا اور کبھی مذہبی معاملات میں دخل نہ دے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ ملک سلطان ہوشنگ نے نصیر خاں کے باپ قادر خاں کو عطا کیا تھا چونکہ یہ خاندان حکومت مالوہ کا اطاعت گزار ہے اس لیے آپ اس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں۔"

محمود شرقی کا کالپی پر قبضہ

نصیر خاں کے پہلے عریضے ہی کا جواب ابھی ارسال نہ کیا گیا تھا کہ ایک دوسرا عریضہ بھی آ پہنچا، جس میں لکھا تھا: "یہ بندۂ حقیر سلطان ہوشنگ کے زمانے سے حکومت مالوہ کا مطیع و فرمان بردار ہے، ان دنوں سلطان محمود شرقی نے پرانی دشمنی کی وجہ سے کالپی پر حملہ کر کے شہر کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ اس نے مسلمانوں کی عورتوں کو نظر بند اور جلا وطن کر دیا ہے اور خود چندیری چلا گیا ہے۔"

سلطان مالوہ کا عزم کالپی و چندیری

سلطان محمود خلجی نے خود ہی سلطان محمود شرقی کو نصیر خاں پر حملہ کرنے کی اجازت دی تھی لیکن جب نصیر خاں نے منت سماجت کی تو سلطان خلجی اس کا طرف دار ہو گیا اور اس کی مدد کے لیے ۲ شعبان ۸۴۸ھ ہجری کو اجین سے کالپی اور چندیری کی جانب روانہ ہوا۔ چندیری میں نصیر خاں نے سلطان محمود خلجی سے ملاقات کی اور مؤخر الذکر ابرچہ کی طرف روانہ ہوا۔

محمود شرقی اور محمود خلجی میں جنگ

سلطان محمود شرقی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ سلطان مالوہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ سلطان محمود خلجی نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو تو محمود شرقی کے مقابلے کے لیے نامزد کیا اور دوسرے حصے کا جونپور پر حملہ

سلاطین سندھ اور ٹھٹھہ کے حالات

ہو کر محمود شرقی سے آ ملا تھا اور اس کی ملازمت اختیار کر لی تھی؛ اس نے اسی اثنا میں غداری کی اور فرار ہو گیا، دریا خاں کے فرار کے بعد محمود شرقی نے زیادہ دیر وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور واپس ہوا اہل دہلی نے محمود شرقی کا تعاقب کیا، اس شورش میں ایک نامی گرامی شرقی امیر مسمی فتح خاں مارا گیا اور سات شرقی ہاتھیوں پر دشمن نے قبضہ کر لیا۔

دہلی پر دوبارہ حملہ

۸۶۱ھ میں جب بہلول لودھی نے آٹاوے کے چودھری پر لشکر کشی کر دی تو محمود شرقی نے موقع پا کر دوبارہ دہلی پر حملہ کیا۔ جیسا کہ مناسب مقام پر بالتفصیل لکھا جا چکا ہے، فریقین ایک عرصے تک ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے، سلطان بہلول لودھی کے چچا زاد بھائی قطب خاں نے شرقی فوج پر شبخون مارا لیکن اُسے کامیابی حاصل نہ ہوئی اور وہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔

وفات

ابھی سلطان بہلول لودھی نے اس جنگ میں شرکت بھی نہ کی تھی کہ سلطان محمود شرقی بیمار پڑ گیا اور چند روز بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

محمود شرقی کی مدت حکومت بیس (۲۰) سال اور چند ماہ ہے۔

سندھ میں اسلام کی ترویج واشاعت

حجاج کا ارادہ تسخیر ہندوستان

سندھ اور ٹھٹھہ میں اسلام کی ترویج واشاعت کے بارے میں "خلاصۃ الحکایات" "حجاج نامہ"، حاجی محمد قندھاری کی تاریخ اور دوسری تاریخی کتابوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حجاج بن یوسف نے جو ولید بن عبد الملک کی طرف سے عراق عرب ملک ایران و توران کا بھی حاکم تھا، ہندوستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔

مکران کی فتح

حجاج نے سب سے پہلے ۸۶ھ ہجری کے شروع میں محمد ہارون کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ مکران کی طرف روانہ کیا، محمد ہارون نے مکران پہنچ کر اس شہر کو فتح کر لیا اور یہاں کے باشندے جن میں بلوچیوں کا بھی ایک قبیلہ شامل تھا، مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اسی زمانے سے سندھ میں اسلام کی اشاعت شروع ہوتی ہے، ان دنوں مکران میں جا بجا مسجدیں تعمیر کی گئیں اور شریعتِ اسلامی کے احکامات جاری کیے گئے۔

عرب و ہند کے تعلقات ظہورِ اسلام سے پہلے

جزیرہ سراندیپ کے باشندوں کا خیال ہے کہ ہندوستان کے باشندے، حضرت آدم کے زمانے سے کشتیوں کے ذریعے مکہ معظمہ اور عرب کے دوسرے شہروں میں جایا کرتے تھے ظہورِ اسلام سے پہلے ہندوستان کے برہمن خانہ کعبہ کی زیارت اور بتوں کی پوجا کے لیے مکہ معظمہ جایا کرتے تھے اور کعبہ کو بہترین معبد سمجھتے تھے۔

راجہ سراندیب کی اسلام دوستی

ان تعلقات کی وجہ سے سراندیپ کا راجہ ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کی نسبت اسلام کی حقیقت سے جلد آگاہ ہوا، وہ صحابہ کرام کے زمانے میں ہی مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا، اس راجہ کو اسلامی فرماں رواؤں سے بہت عقیدت تھی، ایک مرتبہ اس نے بہت سے تحفے اور قیمتی اشیاء غلاموں اور کنیزوں کے ہمراہ سمندر کے راستے سے ولید کے پایۂ تخت کو روانہ کیں، جب یہ کشتیاں عجم کے نواح میں پہنچیں تو لوک کے

اعتبار سے ایک قلعے سے مماثلت رکھتا تھا۔ جب محاصرے کو کافی دن ہو گئے تو ایک برہمن جان کی امان طلب کر کے محمد بن قاسم کے پاس آیا۔ محمد بن قاسم نے اس برہمن سے شہر دیبل اور وہاں کے بڑے مندر کی کیفیت پوچھی، اس برہمن نے بتایا کہ "اس مندر میں چار (۴) ہزار راجپوت سپاہی اور دو تین ہزار برہمن پجاری ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ برہمن پجاریوں نے ایک ایسا جادو کیا ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے مندر کو فتح کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ جب تک اس جادو کے اثر کو زائل نہ کیا جائے، مندر کو فتح نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ آج تک اس مندر کو کسی فاتح نے تسخیر نہیں کیا۔"

جادو کا اثر

محمد بن قاسم نے اس برہمن سے پوچھا کہ اس جادو کے اثر کو کیسے زائل کیا جا سکتا ہے؟ برہمن نے جواب دیا "فلاں جھنڈے کی بنیاد میں پجاریوں نے طلسم باندھ رکھا ہے اگر اس بنیاد کو تباہ کر دیا جائے تو جادو کا اثر زائل ہو سکتا ہے۔" محمد بن قاسم نے جعفویہ نامی ایک منجنیق انداز کو حکم دیا کہ اس جھنڈے کی بنیاد پارہ پارہ کر دے۔ جعفویہ نے تین بار اس جھنڈے پر پتھر پھینکے اور اس کی بنیاد کو بالکل تباہ کر دیا اور اس طرح جادو کا اثر ختم ہو گیا۔

مندر کی فتح

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مندر فتح ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے اس کی چہار دیواری کو مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا اور برہمنوں کو اسلام لانے کی دعوت دی، برہمنوں نے اس سے انکار کیا، اس پر محمد بن قاسم نے لڑکوں، لڑکیوں اور جوان عورتوں کو لونڈی غلام بنا کر قید کر لیا اور سترہ (۱۷) برس سے زیادہ کی عمر کے مردوں کو قتل کر دیا، لونڈی غلاموں کے علاوہ محمد بن قاسم کے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت بھی آیا، اس نے اس کے پانچ حصے کیے، ایک حصہ مع پچہتر (۷۵) کنیزوں کے حجاج کے پاس روانہ کیا اور باقی سب اہلِ لشکر میں تقسیم کر دیا۔

ہراون کی فتح

اس کے بعد محمد بن قاسم شہر ہراون کی طرف روانہ ہوا، جب شہر کے حاکم کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ قلعہ برہمن آباد قدیم کی طرف چلا گیا، اس کے درباریوں اور دیگر معتبر اشخاص نے جان کی امان طلب کر کے قلعہ محمد بن قاسم کے حوالے کر دیا۔ محمد بن قاسم نے اس شہر کی حکومت ایک مسلمان امیر کے حوالے کی اور اہلِ لشکر کی ضرورت کے لیے غلہ اور دیگر اشیاء فراہم کر کے سیوان کی جانب روانہ ہو گیا۔

سیوان کے برہمن

اہلِ سیوان کو جو سب کے سب برہمن قوم سے تعلق رکھتے تھے، جب محمد بن قاسم کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے حاکم کھوائے کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ہمارے مذہب کی رُو سے خون ریزی ناجائز ہے، اس لیے ہم مسلمانوں سے جنگ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہماری رائے

ان باشندوں نے جو حاکم دیبل کے حکم سے سمندر میں گشت لگایا کرتے تھے۔ ان کشتیوں کو اپنی تحویل میں لے لیا۔

مسلمان عورتوں کی گرفتاری

اُن کشتیوں میں جو سامان بھرا ہُوا تھا اسے ان لوگوں نے لُوٹ لیا اور چند مسلمان عورتوں کو جو حج کے ارادے سے ان کشتیوں میں سوار تھیں، گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ جو لوگ گرفتاری سے بچ گئے وہ بحالِ تباہ حجاج کے پاس پہنچے اور اس کو تمام واقعہ سنا کر داد خواہی کی درخواست کی۔

راجہ داہر کے نام حجاج کا خط اور اس کا جواب

یہ روداد سن کر حجاج کو سخت غصہ آیا اس نے اسی وقت سندھ کے حاکم راجہ داہر بن صصفیہ کے نام ایک خط لکھا اور محمد ہارون کو بھیجا، تاکہ وہ اپنے قاصدوں کے ذریعے اس خط کو راجہ داہر تک پہنچا دے۔ محمد ہارون نے یہ خط داہر کو بھجوا دیا۔ اس نے یہ خط پڑھ کر جواب میں لکھا: "جن لوگوں نے یہ جُرم کیا ہے، ان کی طاقت بہت زیادہ ہے۔ اس لیے میں ان کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ تمام لُوٹا ہُوا مال واپس کر دیں اور مسلمان قیدی عورتوں کو رہا کر دیں۔

اہلِ دیبل سے جنگ، بدمن کی شہادت

حجاج بن یوسف نے یہ جواب پا کر ولید بن عبدالملک سے اہلِ ہند سے جہاد کرنے کی اجازت لی، اور بدمن نامی ایک شخص کو تین ہزار سواروں کے ساتھ محمد ہارون کے پاس بھیجا۔ محمد ہارون کو یہ حکم دیا گیا کہ وُہ ایک ہزار تجربہ کار سپاہیوں کو بدمن کے ساتھ دیبل والوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کرے۔ بدمن ان سپاہیوں کو لے کر دیبل پہنچا اور وہاں اس نے اہل دیبل سے جنگ کی، اس جنگ میں اسے شہادت نصیب ہوئی۔

محمد بن قاسم اور دیبل کا محاصرہ

بدمن کی شہادت کی خبر جب حجاج کو ملی تو وہ بہت پریشان ہُوا۔ اس نے اس ناکامی کی تلافی کے لیے اپنے چچازاد بھائی اور داماد عماد الدین محمد بن قاسم کو، جس کی عمر صرف سترہ سال تھی ۹۳ھ میں سندھ کی طرف روانہ کیا۔ محمد بن قاسم چھ (۶) ہزار تجربہ کار شامی سپاہیوں کے ساتھ شیراز کے راستے سے دیبل کے سرحدی شہروں دیون اور ورسنہ میں پہنچا، یہاں سے اس نے کوچ کیا اور دیبل شہر میں جو دریائے عمان کے کنارے واقع ہے اور آج کل ٹھٹھہ کے نام سے مشہور ہے، پہنچا، محمد بن قاسم نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔

دیبل کا عظیم الشان مندر

دیبل میں ایک بہت بڑا مندر تھا جو اپنی مضبوطی اور ساخت کے

اس لیے اس نے یہ روش اختیار کی۔

راجہ داہر سے جنگ

راجہ داہر نے جنگ کا ارادہ کر لیا، اس نے پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) راجپوت، سندھی اور ملتانی سواروں کا زبردست لشکر تیار کیا اور ۱۰ رمضان المبارک بروز جمعرات ۹۳ھ ہجری کو محمد بن قاسم کے مقابلے پر آیا، محمد بن قاسم نے چھ ہزار صف شکن عرب سپاہیوں کے ساتھ راجہ داہر کا سامنا کیا۔ فریقین میں لڑائی شروع ہوگئی جو چند روز تک جاری رہی، راجہ داہر کے سپاہیوں نے بڑی جان بازی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی بہت کوشش کی۔

جنگِ مغلوبہ

ایک روز راجہ داہر ایک سفید ہاتھی پر سوار ہو کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ میدان جنگ میں آیا۔ محمد بن قاسم بھی اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھا۔ پہلے تو فریقین فرداً فرداً لڑتے رہے اور اس میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اس پر راجہ داہر نے جنگِ مغلوبہ شروع کر دی، اس میں وہ خود بھی شریک ہوا اور بڑی بہادری سے تلوار چلاتا رہا اس پر راجہ داہر اور اس کے لشکریوں نے بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا، اسی اثنا میں ایک عرب گولہ انداز نے راجہ کے ہاتھی پر ایک گولہ پھینکا، آگ دیکھ کر ہاتھی بے قابو ہو گیا اور میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا، مہابت نے ہاتھی کو قابو میں کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

راجہ داہر کی ہلاکت

ہاتھی بھاگتا ہوا دریا کے کنارے پہنچا اور پانی میں اتر گیا، محمد بن قاسم نے راجہ داہر کا تعاقب کیا اور اس کے پیچھے دریا کے کنارے آیا، یہاں پھر جنگ شروع ہوگئی راجہ نے اپنے ہاتھی کو مسلمانوں پر دوڑایا اور نیزے اور تلواریں مار مار کر بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا، اسی دوران میں راجہ کو ایک تیر لگا اور ہاتھی سے نیچے گر گیا، اس موقعے پر راجہ نے ایک بار پھر بہادری کا مظاہرہ کیا اور بڑی پھرتی سے ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا، ایک عربی سوار نے راجہ پر حملہ کر دیا اور تلوار کے ایک ہی وار میں اسے ہلاک کر دیا۔

قلعہ ازدر پر حملہ

راجہ کے لشکریوں نے جب اپنے آقا کی یہ حالت دیکھی تو وہ حواس باختہ ہو کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے اور قلعہ ازدر میں پناہ گزیں ہو گئے، مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور بہت سا مالِ غنیمت ان کے ہاتھ آیا، اس کے بعد محمد بن قاسم نے قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کی، راجہ داہر کے بیٹے ہیلیسہ نے یہ ارادہ کیا کہ قلعے کو بہادر سپاہیوں کی تحویل میں دے دیا جائے اور وہ خود قلعے سے باہر نکل کر محمد بن قاسم سے معرکہ آرائی کرے لیکن ہیلیسہ کے مقربین نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر برہمن آباد چلے گئے۔

میں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم محمد بن قاسم سے امان طلب کریں ۔ اور اس کی اطاعت گزاری کو اپنا شعار بنائیں ۔"

سیوان کی فتح

کھجرائے برہمنوں کی زبان سے یہ کلمات سن کر بہت غصّے میں آیا اور انھیں برا بھلا کہنے لگا ۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا جب محاصرے کو ایک ہفتہ گزر گیا تو راجہ کھجرائے رات کے وقت اپنے راجپوت سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ فرار ہو کر قلعہ سلیم کے راجہ کے پاس پہنچا اور اس سے مدد کی درخواست کی ۔ صبح ہوئی تو برہمنوں نے محمد بن قاسم سے امان طلب کر کے شہر اس کے حوالے کر دیا ۔

حصارِ سلیم کی فتح

محمد بن قاسم کے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت آیا ۔ اس نے اس میں سے پانچواں حصّہ الگ کر کے بقیہ اہلِ لشکر میں تقسیم کر دیا ۔ یہاں سے فتحِ سیوان کے بعد محمد بن قاسم نے حصارِ سلیم کا رُخ کیا اور وہاں پہنچ کر اس شہر کو بھی فتح کر لیا ۔ یہاں جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا اس کو بھی حسبِ سابق تقسیم کر دیا گیا ۔ مسلمانوں نے اس شہر میں چند روز تک قیام کیا ۔

ہیلیسہ اور محمد بن قاسم کی جنگ

اسی دوران میں راجہ داہر کا بڑا بیٹا جس کا نام ہیلیسہ تھا ایک عظیم الشان لشکر لے کر محمد بن قاسم کے مقابلے پر آیا ۔ انھیں دِنوں ایک اور مصیبت بھی نازل ہوئی اور وہ یہ کہ بیماری کی وجہ سے مسلمانوں کے بہت سے گھوڑے ہلاک ہو گئے ۔ یہ انتہائی پریشان کن حادثہ تھا ۔ محمد بن قاسم نے فوراً حجاج بن یوسف کو اس کی اطلاع دی ۔ حجاج نے بلا تاخیر دو ہزار (۲۰۰۰) گھوڑے بھجوائے ۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ہیلیسہ کے لشکر کا محاصرہ کر لیا اور فریقین میں زبردست جنگ چھڑ گئی ۔ دو تین بار معرکہ آرائی ہوئی ۔ لیکن اس کا کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا ۔

نجومیوں کی حق گوئی

راجہ داہر نے اپنے ملک کے تمام نجومیوں کو اکٹھا کیا اور ان سے پوچھا کہ مسلمانوں کے لشکر کا کیا انجام ہو گا ۔ نجومیوں نے جواب دیا کہ ہم نے پرانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک زمانے میں عرب میں ایک ایسا شخص (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پیدا ہو گا جو نبوت کا دعوٰی کرے اور ساری دنیا کو اپنی طرف کھینچ لے گا ۔ اس مبارک ہستی کے وصال کے بعد ۸۶ھ میں عربی لشکر دیبل کے نواح پہنچے گا اور ۹۲ھ میں اس شہر میں داخل ہو کر سارے ملک پر قبضہ کرے گا ۔ راجہ داہر نے نجومیوں کی یہ بات سنی اور اَن سُنی کر دی ۔ اگرچہ وہ پہلے بھی ان نجومیوں کو کئی بار آزما چکا تھا اور ان پر بڑا اعتقاد رکھتا تھا ۔ لیکن اس بار چونکہ اس کا آخری وقت قریب آ چکا تھا ،

محمد بن قاسم کو جب یہ فرمان ملا تو اُس بے چارے نے مجبوراً خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اس نے اپنے آپ کو گائے کی کھال میں پیٹا اور اپنے آدمیوں سے کہا " مجھے ایک صندوق میں بند کرکے خلیفہ کے پاس پہنچا دو۔" ایسا ہی کیا گیا اور بے بس و بے کس محمد بن قاسم کو دمشق پہنچا دیا گیا۔

صندوق میں بند (مرا ہوا) محمد بن قاسم جب خلیفہ کے سامنے پہنچا تو ولید نے سرلادیوی کو بُلا کر کہا " دیکھو میں مجرموں کو ایسی عبرتناک سزا دیتا ہوں۔" اس پر سرلا نے ولید سے کہا " آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ بغیر تحقیق کے کسی کی بات کا یقین کریں، ہر بات کو آپ پہلے میزانِ عقل پر تولا کریں اور اس کے بعد کوئی فیصلہ کیا کریں۔ آپ نے محمد بن قاسم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ عقل سے بے بہرہ ہیں اور محض خدا کے سہارے پر حکومت کر رہے ہیں، محمد بن قاسم نے میری طرف کبھی دستِ تصرف نہیں بڑھایا اور ہمیشہ مجھے اپنی بہن کی طرح اپنے ساتھ رکھا ہے، چونکہ اس نے ہماری قوم کو تباہ و برباد کیا تھا، اس لیے میں نے انتقامی جذبے کے تحت اس پر الزام تراشی کی مجھے خوشی ہے کہ میں محمد بن قاسم سے انتقام لینے میں کامیاب ہوئی ہوں۔" ولید سرلادیوی کی زبان سے یہ کلمات سُن کر بہت شرمندہ ہوا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، جو کچھ ہونا تھا وہ ہو کر ہی رہا۔

محمد بن قاسم کے بعد ــــــ !!

محمد بن قاسم کی وفات کے بعد سندھ کی حکومت کا تفصیلی تذکرہ کسی مشہور تاریخ میں نہیں ملتا، تاریخ " بہادر شاہی " میں تذکرہ تو ہے مگر تفصیل نہیں، مؤلف نے صرف سندھ کے حاکموں کے نام لکھ دیئے ہیں، محمد بن قاسم کے بعد سندھ پر ایک ایسے گروہ نے حکومت کی جو اپنے آپ کو تمیم انصاری کی اولاد بتاتا تھا لیکن اس خاندان کے فرماں رواؤں کے نام راقم الحروف مؤرخ فرشتہ کی نظر سے کسی کتاب میں نہیں گزرے۔

شاہانِ جام

اس خاندان کے بعد سومرکان کے قبیلے نے زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لی، پھر سندھ کے زمینداروں کے ایک خاندان " ستمگان " میں حکومت منتقل ہوئی، اس خاندان کے بادشاہوں کو شاہانِ جام کہا جاتا ہے۔

اِن دونوں خاندانوں کے عہدِ حکومت میں کبھی کبھی غزنین، غور اور دہلی کے مسلمان بادشاہ سندھ پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں اور اس ملک کے بعض شہروں کو فتح کرکے اپنے اپنے پایۂ تخت کو واپس چلے جاتے تھے، لیکن ناصر الدین قباچہ نے ایسا نہ کیا اس نے سندھ کو فتح کرکے اپنا پایۂ تخت بھی یہیں بنایا۔

زوجۂ داہر کی بہادری

راجہ داہر کی بیوی بہت ہی جرأت مند اور بہادر عورت تھی اُس نے اپنے بیٹے ہیلیسہ کے ساتھ برہمن آباد جانے سے انکار کر دیا اور پندرہ ۱۵ ہزار راجپوت سواروں کا ایک زبردست لشکر لے کر قلعے سے باہر نکلی اور مسلمانوں کے مقابلے پر آئی محمد بن قاسم نے ایک عورت کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا، اس پر رانی قلعے میں محصور ہو گئی اور اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچنے لگی۔

مسلمانوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا جو ایک عرصے تک قائم رہا۔ اہل قلعہ محاصرے کی طوالت کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے۔ جب اس مصیبت سے نجات کی کوئی صورت نہ دیکھی تو انھوں نے آگ کا ایک بڑا الاؤ روشن کر کے اپنے بیوی بچوں کو اس کے سپرد کر دیا اور قلعے کے دروازے کھول دیئے، راجپوت راجہ داہر کی بیوی کی نگرانی میں قلعہ سے باہر نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے لگے، یہ تمام راجپوت اس حد تک لڑے کہ سب مع رانی کے مارے گئے، اس کے بعد مسلمانوں کا لشکر قلعے میں داخل ہوا، انھوں نے چھ ہزار (۶۰۰۰) راجپوتوں کو قتل اور بیس ہزار (۲۰۰۰۰) کو قید کیا۔ ان قیدیوں میں راجہ داہر کی دو لڑکیاں بھی تھیں، جن کو محمد بن قاسم نے خلیفہ کے پاس بطور تحفہ ارسال کیا۔

مُلتان کی فتح

محمد بن قاسم نے دیبل کا تمام ملک عربی اُمراء میں تقسیم کر دیا۔ جب اس کو یہ معلوم ہُوا کہ ملتان بھی راجہ داہر کے قبضے میں تھا تو اس نے اس شہر کو بھی فتح کر لیا۔ محمد بن قاسم نے ملتان کو پایۂ تخت بنایا اور یہاں کے تمام مندروں کو مسمار کر کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کیں۔

داہر کی بیٹیاں اور خلیفہ ولید

حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کی دونوں بیٹیوں کو خلیفہ کے پاس دمشق روانہ کر دیا اور یہ لڑکیاں خلیفہ کے محل میں رہنے لگیں ایک عرصے بعد خلیفہ ولید کو ان لڑکیوں کا خیال آیا اور اس نے انھیں اپنے پاس بلایا، خلیفہ کے پوچھنے پر ان لڑکیوں نے اپنے نام بتائے، بڑی کا نام سرلادیوی تھا اور چھوٹی کا نام پرمل دیوی۔ سرلادیوی ولید کو بہت پسند آئی اور اسے اپنے محل میں داخل کرنے کا ارادہ کیا۔ سرلا کو جب یہ معلوم ہُوا تو اُس نے کہا، "میں آپ کے محل میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہُوں کیونکہ محمد بن قاسم تین راتیں میرے ساتھ گزار چکا ہے، کیا مسلمانوں میں یہی رواج ہے کہ عورت پر پہلے تو طلازم اپنے ہاتھ صاف کریں اور بعد میں اپنے خلیفہ کے پاس بطورِ تحفہ روانہ کریں۔

محمد بن قاسم کا عبرتناک انجام

یہ سُن کر خلیفہ ولید سخت طیش میں آگیا اور اُس نے اُسی وقت اپنے ہاتھ سے یہ فرمان لکھا: "محمد بن قاسم جہاں کہیں بھی ہو فوراً

ناصر الدّین قباچہ

ہندوستان کے تمام مؤرخین نے ناصر الدین قباچہ کے حالات سلاطین دہلی کے تذکرے کے ساتھ ہی بیان کیے ہیں لیکن راقم الحروف مؤرخ فرشتہ نے اس عام روش کی پیروی نہیں کی، اس لیے اس بادشاہ کے حالات فرماں روایانِ سندھ کے ضمن میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

سلطان معز الدین سام کا فیضِ صحبت

ناصر الدین قباچہ سلطان معز الدین بن سام کا ترکی غلام تھا جو عقل مندی، معاملہ فہمی اور بہادری میں اپنی مثال آپ تھا سلطان معز الدین محمد بن سام کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے ناصر الدین قباچہ کے تجربات میں بڑا اضافہ ہُوا تھا اور اسی سلطان کے فیضِ صحبت سے اس نے قواعد جہاں بانی و کشور کشائی میں کمال حاصل کیا تھا سلطان معز الدین نے ملک خطا پر حملہ کیا اور اہل خطا سے ایک زبردست جنگ کی، اس جنگ میں اوچھ کا جاگیردار تیمر مارا گیا، سلطان معز الدین نے ناصر الدین قباچہ کو اوچھ کا حاکم بنا دیا۔

قطب الدین ایبک کی اطاعت

ناصر الدین قباچہ سلطان قطب الدین ایبک کا داماد تھا اور اس کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے اس سے بیاہی گئی تھیں۔ ناصر الدین اپنے آقا سلطان معز الدین کے حکم کے مطابق سلطان قطب الدین ایبک کا بڑا احترام کرتا تھا اور ہمیشہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنا فرض سمجھتا تھا اور قطب الدین ایبک سے ملنے کے لیے کبھی کبھی اوچھ سے دہلی میں آیا کرتا تھا۔

وسعتِ سلطنت

سلطان قطب الدین ایبک کے انتقال کے بعد ناصر الدین قباچہ نے سندھ کے بیشتر قلعوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا، اس قبیلہ سومرکان کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ ان کے قبضے میں ٹھٹھہ اور جنگلی علاقے کے سوا اور کچھ نہ رہا، واضح رہے کہ قبیلہ سومرکان میں ہندو اور مسلمان دونوں مذہبوں کے ماننے والے پائے جاتے تھے، اس قبیلے کے افراد نے مجبور ہو کر زراعت کو اپنا پیشہ بنایا اور گوشہ نشین ہو گئے، ناصر الدین قباچہ کے بعد اس قبیلے نے دوبارہ سر اٹھایا اور رفتہ رفتہ سندھ کو دہلی کے

آئندہ اوراق میں سندھ کے غوری، غزنی اور دہلوی حملہ آوروں کے حالات بیان نہ کیے جائیں گے کیونکہ راقم الحروف اپنی اس تالیف میں اُن فرماں رواؤں کے حالات مناسب مقامات پر سپردِ قلم کر چکا ہے۔ ذیل کی سطور میں پہلے تو ناصر الدین قباچہ کے حالات لکھے جائیں گے اور پھر شاہانِ جام یعنی قبیلہ سمگان کے بادشاہوں کا تذکرہ کیا جائے گا۔

اپنے گرد جمع کر لیا۔ جلال الدین یلدوز کو (جو سلطان شہاب الدین کے زمانے میں مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا) اپنا قاصد بنا کر کھکروں کے راجہ کوکارسنکر کے پاس بھیجا اور راجہ سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا، کوکارسنکر نے اپنی بیٹی کو جلال الدین کی خدمت میں بھیج کر یہ درخواست کی کہ ناصر الدین قباچہ ہم کھکروں کا جانی دشمن ہے۔ آپ از راہِ کرم اس کو راہِ راست پر لائیں، ہماری قوم تا عمر آپ کی ممنونِ احسان رہے گی۔"

ناصر الدین قباچہ پر جلال الدین کا حملہ

سلطان جلال الدین نے راجہ کوکارسنکر کے بیٹے کو (جو اس کی خدمت میں حاضر تھا) الیغ خاں کے خطاب سے نوازا اور اپنے ایک امیر کے ساتھ (جو ایک مشہور اوزبک پہلوان تھا) مع سات ہزار (۷۰۰۰) سواروں کے ناصر الدین قباچہ کے مقابلے کو روانہ کیا۔ ناصر الدین کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے بیس ہزار (۲۰۰۰۰) سواروں کا ایک لشکر تیار کیا اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اُدچھ کے قریب دریائے سندھ کے کنارے مقیم ہوا۔ اوزبک باشی نے موقع پا کر قباچہ کے لشکر پر شبخون مارا اور اس کے لشکر کو سخت پریشان کیا۔ ناصر الدین بڑی مشکلوں سے جان بچا کر ایک کشتی کے ذریعے دشمن کے چنگل سے بھاگ نکلا۔ اوزبک باشی نے اپنی اس کامیابی سے سلطان جلال الدین کو مطلع کیا۔

جلال الدین اُدچھ میں

اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ دہلی کا لشکر اس طرف آرہا ہے، سلطان جلال الدین نے وہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور اُدچھ میں آگیا، ادچھ میں اس نے سلطان ناصر الدین قباچہ کی بارگاہ میں قیام کیا اور قباچہ کے پاس قاصد روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا: "امیر خان کا بیٹا اور بیٹی جو حال ہی میں دریائے سندھ کے کنارے سے فرار ہو کر اس نواح میں آئے ہیں انھیں میرے پاس بھیج دیا جائے۔" ناصر الدین نے حکم کی تعمیل کی اور دونوں مطلوبہ افراد کو مع بہت سے تحفوں کے جلال الدین کی خدمت میں روانہ کیا۔

شہزادہ چغتائی خاں کی آمد

سلطان جلال الدین نے ادچھ میں کسی قسم کا ہنگامہ بپا نہ کیا، اسی دوران میں گرمیوں کا موسم آگیا اور وہ کوہ جود اور بنگالہ کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گیا، راستے میں ایک قلعہ نظر آیا، سلطان جلال الدین نے اس کا محاصرہ کر کے فتح کا جھنڈا لہرا کر اہلِ قلعہ کو قتل کر دیا، اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ چنگیز خاں کے حکم سے شہزادہ چغتائی خاں، سلطان جلال الدین کو گرفتار کرنے کے لیے آرہا ہے۔ سلطان جلال الدین کو یہ شک گزرا کہ ناصر الدین قباچہ شہزادہ چغتائی خاں کی مدد کر رہا ہے، اس خیال سے جلال الدین ادچھ کی طرف روانہ ہوا۔

فرماں رواؤں کے قبضے سے نکال لیا۔

خود مختار حکومت ناصر الدین نے سندھ میں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی اور دریا سرستی کے کنارے تک سرہند کہرام اور ملتان وغیرہ مقامات کو اپنے قبضے میں کر لیا، سلطان تاج الدین یلدوز نے ناصر الدین قباچہ کی مملکت کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے چند مرتبہ غزنی سے اپنا لشکر بھی روانہ کیا، لیکن ہر مرتبہ اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور اس کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

خوارزمی لشکر سے جنگ ۶۱۱ھ میں خوارزمی لشکر، جو سلطان جلال الدین کی طرف سے غزنی میں مقیم تھا، ہندوستان کے سرحدی مقامات پر قابض ہو گیا ناصر الدین نے اس لشکر کا مقابلہ کیا اور فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی اگرچہ اس جنگ میں خلجی سردار مارا گیا، لیکن غزنی کا وزیر شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

لاہور پر حملہ ۶۰۴ھ میں ناصر الدین نے لاہور پر حملہ کیا اور سرہند تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا، اسی دوران میں اسے معلوم ہوا کہ سلطان شمس الدین اس سے مقابلہ کرنے کے لیے آرہا ہے، شمس الدین کی مستعدی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس نے حریف تک جلد از جلد پہنچنے کے خیال سے بغیر کسی تکلف کے دریا میں اپنا گھوڑا ڈال دیا، تمام امیروں اور لشکریوں نے بھی اپنے بادشاہ کی پیروی کی، اس وجہ سے شمس الدین کے لشکر کا بڑا حصہ دریا میں ڈوب گیا، ناصر الدین قباچہ نے شمس الدین کی آمد کی خبر سنی تو وہ ملتان کی طرف بھاگ گیا اس افراتفری میں شمس الدین نے ناصر الدین کے علم و طبل پر قبضہ کر لیا۔

پناہ گزین مسلمانوں کی دلجوئی جس زمانے میں چنگیز خاں کے انسانیت سوز مظالم مسلمانوں کے لیے سوہانِ روح بنے ہوئے تھے، غزنی، خراسان اور غور کے بے شمار مسلمان ناصر الدین قباچہ کے پاس آئے۔ ناصر نے ان سب کی دلجوئی کی اور ان میں سے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق انعام و اکرام سے نوازا۔

سلطان جلال الدین کی ہندوستان میں آمد چنگیز خاں کی خون آشام تلوار نے سلطان جلال الدین بن سلطان محمد خوارزم کو ہندوستان میں آنے پر مجبور کر دیا، یہ فرماں روا ہندوستان کے مختلف حصوں میں اپنی بہادری اور حکمت عملی سے لڑتا اور اپنی قوت بڑھاتا رہا نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے دس ہزار سپاہیوں کا ایک زبردست لشکر

بھی کی۔ التمش جب اپنا لشکر لے کر اُدچہ تک آگیا تو ناصر الدین قباچہ شہر کو مستحکم کر کے بکر کی طرف چلا گیا۔
التمش نے ادچھ کا محاصرہ کر لیا اور نظام الملک بن ابو سعید جنیدی کو (جس نے کتاب جامع الحکایات التمش کے نام سے معنون کی ہے) قلعہ بکر کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ ناصر الدین قباچہ کشتی کے ذریعے سے ایک نواحی جزیرے کی طرف روانہ ہو گیا لیکن اسے منزلِ مقصود پر پہنچنا نصیب نہ ہوا اور کشتی دریا میں ڈوب گئی اور قباچہ ہلاک ہو گیا۔

قباچہ کی غرقابی کی صحیح روایت

ناصر الدین قباچہ کے غرقِ دریا ہونے کی صحیح روایت یہ ہے کہ التمش کے خوف سے قباچہ جب اوچھ سے بکر کی طرف روانہ ہوا تو التمش نے یہ مہم اپنے وزیر نظام الملک کے سپرد کر دی اور خود واپس دہلی چلا گیا۔ نظام الملک نے دو ماہ کی لگا تار کوششوں کے بعد اوچھ کو فتح کر لیا اور بڑے تزک و احتشام سے بکر کی جانب روانہ ہوا۔ ناصر الدین قباچہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے عزیزوں رشتہ داروں کو ساتھ لیا اور تمام زر و جواہر ہمراہ لے کر کشتی کے ذریعے سے اس نواح کے ایک جزیرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اتفاق سے دریا کی خونیں لہروں میں تموج پیدا ہوا، بادشاہ کی کشتی ان لہروں کی لپیٹ میں آگئی اور ڈوب گئی باقی کشتیاں تو ساحل پر پہنچ گئیں، لیکن قباچہ کا کچھ پتہ نہ چلا، قباچہ نے سندھ اور ملتان پر بائیس (۲۲) سال حکومت کی۔

اوچھ کی آتش زدگی

ملتان پہنچ کر سلطان جلال الدین نے سلطان ناصر الدین قباچہ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن ناصر الدین اس کے قابو میں نہ آیا اور مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر جلال الدین اوچھ کی طرف روانہ ہو گیا، اس نے اہالیانِ اوچھ کو اپنی اطاعت کے لیے کہا۔ مگر یہ لوگ نہ مانے، اس پر جلال الدین نے شہر کو نذرِ آتش کر دیا اور لوٹ مار کا بازار گرم کر کے دیبل کی جانب جو ان دنوں ٹھٹھہ کے نام سے مشہور ہے، روانہ ہوا۔

قباچہ کے قصبات اور شہروں کی تباہی

راستے میں جب کوئی ایسا شہر یا قصبہ نظر آتا جو ناصر الدین قباچہ کے زیرِ حکومت ہوتا تو جلال الدین فوراً اسے تباہ و برباد کر دیتا اور پھر آگے بڑھتا۔ غرض اس طریقے سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا وہ ٹھٹھہ پہنچا۔ ٹھٹھہ کے راجہ جیشی کو جو قبیلہ سومرکان سے تعلق رکھتا تھا، جب جلال الدین کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے تمام مال و اسباب اور بیوی بچوں کو لے کر قریب کے ایک جزیرے میں (کشتیوں کے ذریعے) چلا گیا۔

جلال الدین کی عراق کو روانگی

جلال الدین نے ٹھٹھہ میں قیام کر کے یہاں کے عظیم الشان مندر کو مسمار کروا دیا اور اس کی جگہ ایک شاندار مسجد تعمیر کی۔ جلال الدین نے پہلے سندھ اور گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن وہ کچھ اور مکران کے راستے سے ۶۲۰ھ میں عراق کی طرف روانہ ہو گیا، جس کی تفصیل تاریخ عجم میں مرقوم ہے۔

چغتائی خاں کی شورش

جب شہزادہ چغتائی خاں مغل لشکر کو لے کر جلال الدین کے تعاقب میں ملتان پہنچا تو ناصر الدین قباچہ نے جرأت اور بہادری کا ایسا شاندار مظاہرہ کیا کہ چالیس (۴۰) روز کے بعد اہلِ ملتان نے مغلوں کے محاصرے سے نجات حاصل کر لی اس کے بعد چغتائی خاں کچھ اور مکران کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ان علاقوں کو خوب جی کھول کر لوٹا اور پھر سردیوں کا موسم گزارنے کے لیے کالنجر کے علاقے میں جو دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے، مقیم ہوا۔ چغتائی خاں نے مختلف معرکوں میں تینتیس۳ چالیس۴ ہزار ہندوستانیوں کو قید کر رکھا تھا۔ ان مظلوم ہندوستانیوں کو اس بہانے سے قتل کر دیا گیا کہ ان کی موجودگی سے مغل لشکر کی ہوا میں بدبُو پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے بعد چغتائی خاں توران کی طرف چلا گیا، کالنجر کے حاکم سالار احمد نے ناصر الدین قباچہ کو چغتائی خاں کی فتنہ پردازی اور غارت گری کی اطلاع دی، جس سے وہ بہت غمگین ہوا۔

التمش کا حملہ اور قباچہ کی غرقابی

۶۲۲ھ میں سلطان شمس الدین التمش نے ناصر الدین قباچہ کو تباہ کرنے کی کوشش کی اور اس مقصد سے چند بار سندھ پر لشکر کشی

فراہم کر کے بقیہ تمام غلے اور چارے کو نذرِ آتش کر دیا، تاکہ وہ اس پر قبضہ کر کے فائدہ نہ اٹھائے، سلطان فیروز شاہ کو جام مانی کے اس اقدام کی وجہ سے بڑی پریشانی اٹھانی پڑی، غلے اور چارے کی کمی کی وجہ سے اس کا سندھ میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا اور وہ گجرات کی طرف چلا گیا۔

فیروز شاہ کا دوسرا حملہ برسات کا زمانہ فیروز شاہ نے گجرات میں بسر کیا اور پھر سردیوں کے شروع میں دوبارہ سندھ پر حملہ کیا، اب کی بار چونکہ جام مانی اجناس کو نذرِ آتش نہ کر سکا تھا، اس لیے فیروز شاہ کو کوئی زحمت نہ اٹھانا پڑی، یہ صورتِ حال دیکھ کر جام مانی بہت پریشان ہوا اور اس نے فیروز شاہ سے امان طلب کی، فیروز شاہ نے سندھ پر قبضہ کر کے یہ ملک اپنے ایک امیر کے سپرد کر دیا اور خود جام مانی اور دوسرے سندھی سرداروں کو اپنے ساتھ لے کر دہلی روانہ ہو گیا۔

جام مانی کا انتقال کچھ عرصے تک جام مانی بڑی خوش اسلوبی اور تن دہی سے سلطان فیروز شاہ کی خدمت کرتا رہا۔ اس وجہ سے فیروز شاہ اس سے بہت خوش ہوا، اور اسے دوبارہ سندھ کا حاکم مقرر کر دیا۔ جام مانی اپنے وطن میں آیا اور امن و اطمینان سے حکومت کرنے لگا۔ اس نے پندرہ سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔

جام تماجی بن جام مانی

جام مانی کے انتقال کے بعد سندھ کی حکومت اس کے بیٹے جام تماجی کے ہاتھ آئی اس نے تیرہ برس اور چند ماہ تک بغیر کسی خوف و خطر کے حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔

جام صلاح الدین

جام تماجی کے بعد جام صلاح الدین سندھ کا فرماں روا ہوا۔ اس نے بڑی فارغ البالی سے حکومت کی، اس کی مدت حکومت گیارہ برس ہے۔

جام نظام الدین

صلاح الدین کے بعد اس کا بیٹا جام نظام الدین تخت پر بیٹھا اس کی مدت حکومت دو سال اور چند ماہ ہے۔

زمینداران سندھ یعنی قبیلہ ستمگان کی حکومت

سندھ میں دو طرح کے زمیندار آباد تھے۔ ان میں سے ایک قبیلے کو "سومرگان" اور دوسرے کو "ستمگان" کہا جاتا تھا۔ محمد شاہ تغلق کے عہد حکومت کے آخر میں سندھ کی حکومت "سومرگان" قبیلے کے ہاتھوں سے نکل گئی اور قبیلہ ستمگان سندھ پر قابض ہو گیا۔ اس قبیلے کے بیشتر فرماں روا شاہان دہلی کے اطاعت گزار اور باجگزار تھے، لیکن کبھی کبھی کوئی ستمگان حاکم اس تعلق کو توڑ کر اپنی خودمختاری کا اعلان بھی کر دیتا تھا۔ ستمگانوں کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ جمشید کی نسل سے ہیں اور اس لیے ان کا ہر فرماں روا "جام" کا لقب اختیار کرتا تھا۔

جام افزاہ

ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد حکومت میں سب سے پہلے قبیلہ ستمگان کا جو شخص فرماں روائی کے مرتبے تک پہنچا اُس کا نام جام افزاہ تھا۔ یہ فرماں روا بہت ہی دوراندیش اور معاملہ فہم انسان تھا، اس نے تین سال اور چھ ماہ تک حکومت کر کے۔ داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

جام جُونا

جام افزاہ کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اس کا چھوٹا بھائی جام جُونا حکومت کا وارث ہوا۔ یہ بہت ہی علم دوست انسان اور انصاف پسند حاکم تھا، اس نے سندھ پر چودہ (۱۴) سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔

جام مانی بن جام جُونا

فیروز شاہ کا پہلا حملہ

جام جُونا کی وفات کے بعد جام مانی نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور تمام سرداروں اور امیروں کو اپنا بہی خواہ بنا لیا، جام مانی نے سلطنتِ دہلی کا مطیع رہنا مناسب نہ سمجھا اور خراج دینے سے انکار کیا۔ اس وجہ سے ۷۶۲ھ ہجری میں سلطان فیروز شاہ نے سندھ پر حملہ کر دیا، جام مانی ایک محفوظ مقام پر قلعہ بند ہوا اور اُس نے اپنی ضرورت کے مطابق غلّہ اور چارہ

جام مُبارک

جام مبارک ،جام تغلق کا رشتہ دار تھا ، آخرالذکر کی وفات کے بعد اس نے زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی ۔لیکن اسے زیادہ دیر حکومت کرنا نصیب نہ ہُوئی اور تخت نشینی کے تیسرے ہی روز اس نے انتقال کیا ۔

جام اسکندر بن جام فتح بن سکندر

جام مُبارک کے بعد تمام اُمرا ء نے متفقہ طور پر جام اسکندر کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا ، اس فرماں روا نے ایک سال ۶ ماہ تک حکومت کی ۔

جام سنجر

جام اسکندر کی وفات کے بعد امیروں اور وزیروں نے جام سنجر کو سندھ کا حکمران بنا دیا ، اس کا تعلق شاہی خاندان سے تھا ، نیز وہ پچھلے فرماں رواؤں کے عہد میں ملکی و مالی خدمات انجام دے چکا تھا اس وجہ سے سندھ کی فرمانروائی کے لیے اس کا انتخاب بہت موزوں تھا ،جام سنجر نے آٹھ سال اور چند ماہ تک حکومت کی ۔

جام نظام الدین المشہور بہ جام نندا

شاہ بیگ ارغوان کا حملہ

جام سنجر کے انتقال کے بعد جام نندا تخت نشین ہُوا ، اس کے عہدِ حکومت میں ملک سندھ نے بہت ترقی کی اور اس کی آبادی و معموری میں بہت اضافہ ہُوا ، جام نندا سلطان حسین لنکاہ کا ہم عصر تھا اور اسی کے عہدِ حکومت میں شاہ بیگ ارغوان قندھار سے آ کر قلعہ سولی پر قابض ہو گیا ، اس قلعے کا حاکم بہادر خاں نامی ایک سندھی امیر تھا ، شاہ بیگ نے اُسے برطرف کر کے اپنے چھوٹے بھائی سلطان محمد خاں کو اس قلعے کا حاکم بنایا اور خود قندھار واپس چلا گیا ۔

قلعہ سولی پر نندا کا دوبارہ قبضہ

شاہ بیگ کی واپسی کے بعد جام نندا نے مُبارک خاں نامی اپنے ایک بہادر اور تجربہ کار امیر کو سلطان محمد سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ

جام علی شیر

نظام الدین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جام علی شیر اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے حکومت کے کاموں کو انجام دیا اور نہایت عدل و انصاف سے حکومت کر کے رعایا کو خوش و خرم رکھا، اس کے عہدِ حکومت میں چوروں اور ڈاکوؤں کا قلع قمع ہوگیا اور ملک میں مکمل امن و امان کا دور دورہ ہوا۔ اس نے چھ (۶) برس اور چند مہینوں تک حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ اس کی موت پر رعایا نے بڑا ماتم کیا۔

جام کران بن جام تماجی

جام علی شیر کے بعد جام کران نے حکومت کا دعویٰ کیا اور یہ دلیل پیش کی کہ چونکہ اس کا باپ جام تماجی سندھ کا حکمران تھا، اس لیے باپ کی سلطنت اسی کو وراثت میں ملنی چاہیے۔ اس تدبیر سے اس نے سرداروں کو اپنا بہی خواہ بنا کر عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی، مگر خداوند تعالیٰ کی رضا یہی تھی کہ وہ حکومت نہ کرے، صرف ڈیڑھ دن کے بعد اس کا انتقال ہوگیا اس کے بعد ستمگانوں نے آپس میں مشورے کے بعد فتح خاں بن اسکندر خاں کو اپنا حکمران منتخب کیا، جام سکندر کی مدت حکومت پندرہ (۱۵) سال ہے

جام تغلق بن جام سکندر

جام سکندر کے بعد اس کا چھوٹا بھائی جام تغلق تخت نشین ہوا۔ اس نے حکومت کے کاموں کو بڑی اچھی طرح انجام دیا اور اس طرح تمام رعایا کو اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ جام تغلق کے عہدِ حکومت میں سلطنتِ دہلی کا وہ پہلا سا رعب و دبدبہ باقی نہ رہا تھا اس وجہ سے جام تغلق نے شاہانِ گجرات سے دوستانہ مراسم پیدا کیے، جام تغلق کے بعد سندھ کے فرمانرواؤں کا یہ دستور ہوگیا تھا کہ وہ ہمیشہ شاہانِ گجرات کو دوست بنائے رکھتے تھے اور ضرورت کے وقت ان کی مدد حاصل کرتے تھے۔ جام تغلق نے اٹھائیس (۲۸) سال حکومت کی۔

جام فیروز

جام نندا کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جام فیروز سندھ کی حکومت کا وارث ہوا، اس نے اپنے ایک رشتہ دار مسمی رشید خاں کو میر حملہ اور مختارِ سلطنت بنایا۔ اس کے ایک دوسرا رشتہ دار جام صلاح الدین نے سلطنت کا دعوی کیا اور ملک پر قبضہ کرنے کے لیے اس نے کئی بار جام فیروز سے جنگ کی، لیکن ہر مرتبہ اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

جام صلاح الدین کی یورش

جام صلاح الدین مایوس ہو کر گجرات چلا گیا۔ اس کی چچا زاد بہن سلطان منظفر شاہ گجراتی کی بیوی تھی۔ اس رشتہ داری کی وجہ سے سلطان منظفر نے جام صلاح الدین کی مدد کی اور اس کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر ٹھٹھہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی، جام صلاح الدین اس لشکر کو لے کر سندھ کی سرحد پر پہنچا، اس نے جام فیروز کے مختار کل دریا خاں سے ساز باز کر کے تمام سندھ پر قبضہ کر لیا۔

دریا خاں کا اقتدار

دریا خاں ایک زبردست امیر تھا، حکومت کے تمام کام اسی کے ذریعے انجام پاتے تھے۔ پہلے تو اس نے جام صلاح الدین کا ساتھ دیا، لیکن بعد میں اس نے اپنے قدیم آقا جام فیروز کا حق نمک ادا کیا اور اس کو دوبارہ سندھ کا حکمران بنا دیا۔ جام صلاح الدین اس وجہ سے بہت پریشان ہوا اور دوبارہ گجرات چلا گیا۔

جام صلاح الدّین کا سندھ پر قبضہ

جام صلاح الدین نے دوبارہ لشکر جمع کیا اور ۹۲۶ھ میں سندھ پر حملہ آور ہوا۔ اس بار اس نے جام فیروز کو شکست دی اور سارا ملک اپنے قبضے میں کر لیا۔ جام فیروز نے پریشان ہو کر شاہ بیگ ارغوان سے مدد کی درخواست کی، شاہ بیگ نے اس کی درخواست کو منظور کیا اور اپنے ایک غلام مسمی سہیل کو ایک زبردست لشکر دے کر جام فیروز کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

سندھ پر جام فیروز کا دوبارہ قبضہ

جام فیروز، سہیل کے ہمراہ سہوان کے نواح میں پہنچا اور اس مقام پر جام صلاح الدین سے جنگ کی، فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی، اگرچہ دونوں طرف کے بہادروں نے جی کھول کر دادِ شجاعت دی، لیکن میدان جام فیروز کے ہاتھ رہا۔ جام صلاح الدین اور اس کا بیٹا میدانِ جنگ میں مارے گئے اور سندھ پر جام

کیا ۔فریقین میں کئی بار لڑائی ہوئی ۔آخر کار سلطان محمد مارا گیا اور اس طرح قلعہ سولی دوبارہ جام نندا کے قبضے میں آگیا۔

میرزا عیسیٰ خاں کا حملہ

شاہ بیگ کو جب اپنے بھائی کے قتل کی خبر ملی تو اس نے میرزا عیسیٰ خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ جام نندا پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا ۔جام نندا نے بھی بہادر سپاہیوں کی ایک فوج تیار کی اور سرحد پر میرزا عیسیٰ خاں سے معرکہ آرا ہوا۔ اس لڑائی میں جام نندا کے بہت سے تجربہ کار اور جاں باز امیر مارے گئے ۔مبارک خاں زخمی ہوکر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلا اور قصبہ بھکر میں پناہ گزیں ہوا۔

بھکر پر شاہ بیگ کا قبضہ

میرزا عیسیٰ کی کامیابی کی خبر جب شاہ بیگ کو پہنچی تو اس نے سارے ملک سندھ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا ۔اس مقصد سے وہ ایک لشکرِ جرار لے کر قندھار سے روانہ ہوا اور بھکر پہنچ کر تباہی و بربادی اور غارت گری کا بازار گرم کیا ۔قاضی قادن بھکر کا حاکم تھا جسے جام نندا نے مقرر کیا تھا ۔قاضی قادن نے ہرچند شاہ بیگ کی مدافعت کی، لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی ۔اس کی دو وجوہ تھیں ایک تو یہ کہ قلعہ بھکر اس وقت تک کچھ زیادہ مستحکم نہ تھا۔ دوسرے اہلِ بھکر کو جام نندا کی طرف سے مدد نہ ملی ۔قاضی قادن نے مجبور ہوکر امان طلب کی اور قلعہ دشمن کے حوالے کر دیا۔

سہوان پر شاہ بیگ کا قبضہ

شاہ بیگ نے قلعہ بھکر کی حکومت اپنے نامی گرامی امیر فاضل بیگ کوکلتاش کے حوالے کی اور خود سہوان کی جانب روانہ ہوا۔ شاہ بیگ نے سہوان کو بھی فتح کر لیا اور اس شہر کا حاکم خواجہ بیگ کو مقرر کیا، اس سال شاہ بیگ نے صرف انھیں فتوحات پر اکتفا کیا اور قندھار واپس چلا گیا۔

سندھیوں کی بزدلی

جام نندا نے بے شمار دولت صرف کر کے ایک زبردست لشکر تیار کیا اور قلعہ سولی کو دوبارہ اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ سندھی سپاہی عیسیٰ خاں کے ترکی سپاہیوں کی بہادری اور جرأت سے بہت خائف تھے اور ان کا مقابلہ کرتے سے کتراتے تھے ۔ایک دفعہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک ترکی سپاہی اپنے گھوڑے کی زین کو درست کرنے کے لیے نیچے اترا، اسی اثناء میں چالیس سندھی سپاہی بھی اس کے قریب پہنچ گئے ان سندھیوں نے اکیلے ترکی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا، ترکی فوراً گھوڑے پر سوار ہوا تاکہ وہ راہ فرار اختیار کرے ۔سندھی یہ سمجھے کہ شاید وہ ان پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے اس خیال سے فوراً اس کے سامنے سے بھاگ گئے

جام نندا کا انتقال

جام نندا اپنی سلطنت کو مائل بہ زوال ہوتے دیکھ کر بیمار پڑ گیا اور آخر کار ساٹھ برس تک حکومت کرکے اس نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔

شاہ بیگ ارغون

امیر ذوالنون

شاہ بیگ، امیر ذوالنون کا بیٹا تھا، امیر ذوالنون، ہرات کے بادشاہ سلطان حسین میرزا کا سپہ سالار اور اس کے بیٹے بدیع الزمان کا اتالیق تھا، شاہ بیگ کے آبا و اجداد چنگیز خاں کے زمانے سے صاحبِ اقتدار اور اُمراء کے گروہ میں شامل تھے۔ ۸۸۴ھ میں داور، ساغر، تو بک اور قراہ کی حکومت ذوالنون کے سپرد کی گئی، اس دوران میں کئی شہزادوں کو یکے بعد دیگرے قندھار کا حاکم مقرر کیا گیا لیکن آخرکار امیر ذوالنون ہی اس علاقے کا مستقل حاکم ہُوا اور اس نے اپنی خود مختار حکومت کر لی۔

امیر ذوالنون نے اپنے بیٹے شجاع بیگ المشہور بہ شاہ بیگ کو قندھار کی حکومت سونپی۔ تو بک اور ساغر کا داروغہ عبد العلی قرخان کو بنایا، غور کا حاکم، امیر فخر الدین کو مقرر کیا اور خود داور میں مقیم ہُوا۔

شاہ بیگ کے سندھ پر حملے

جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے، شاہ بیگ ارغون نے اپنے باپ کی زندگی میں سندھ کے اکثر شہروں کو فتح کیا اور ذوالنون کی وفات کے بعد سندھ کا باقی تمام حصہ بھی فتح کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں ظہیر الدین بابر نے قندھار پر حملہ کر دیا۔ شاہ بیگ نے، جیسا کہ بابر کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے حتی الامکان اپنے بچاؤ کی کوشش کی اور قلعے کو مضبوط بنانے کی طرف توجہ کی۔

شاہ بیگ کی سندھ میں حکومت

اتفاق سے اسی دوران میں سندھ میں جام صلاح الدین اور جام فیروز میں لڑائی ہو گئی، شاہ بیگ نے اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کا ارادہ کیا اور قلعہ قندھار کو مضبوط کرنے کی کوششوں سے کنارہ کش ہو کر بھکر پہنچا بھکر میں شاہ بیگ نے اسبابِ جنگ مہیا کیے اور اسی سال ٹھٹھہ پہنچ کر اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا۔

عادات و کردار

شاہ بیگ بہت ہی پڑھا لکھا انسان تھا، اس نے شرح عقائد حنفی، شرح کافیہ اور شرح مطالع تصنیف کیں، وہ بہادری اور جرأت میں بھی اپنی مثال آپ تھا اس کا دستور تھا کہ میدانِ جنگ میں دشمن پر حملہ کرنے میں وُہ خود پہل کرتا، ایسے موقعوں پر اس کے

فیروز دوبارہ قابض ہو گیا۔

سندھ پر شاہ بیگ ارغوان کا قبضہ

شاہ بیگ ارغوان ایک عرصے سے سندھ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور قندھار سے لشکر لے کر سندھ آیا۔ اس نے ۹۲۷ھ میں سندھ پر قبضہ کر لیا۔ "خرابی سندھ" اس واقعہ کی تاریخ ہے۔

جام فیروز گجرات میں

جام فیروز کے مختار کل دریا خاں کو شاہ بیگ کے سپاہیوں نے قتل کر دیا اور جام فیروز تین سال تک سندھ کے گردونواح میں زندگی بسر کرتا رہا۔ اگرچہ اس نے سندھ کو ایک بار پھر اپنے قبضے میں کرنے کی بہت کوششیں کیں۔ لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی اور آخرکار مایوس ہو کر وہ گجرات چلا گیا۔

جام فیروز گجراتی امیروں کی صف میں

جام فیروز جب گجرات پہنچا تو اس زمانے میں سلطان مظفر شاہ گجراتی کا انتقال ہو چکا تھا، اس لیے گجراتیوں سے مدد ملنے کی امید بھی جاتی رہی۔ گجرات سے وہ پھر سندھ واپس آیا۔ یہاں پہنچ کر اسے اندازہ ہوا کہ ارغونیوں نے سندھ میں اپنے قدم اس طرح جما رکھے ہیں کہ اب ان کو یہاں سے باہر کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر اس نے سندھ پر حکومت کرنے کا خیال دل سے نکال دیا اور اپنے بال بچوں کو لے کر دوبارہ گجرات آ گیا اور سلطان بہادر گجراتی کے امیروں میں داخل ہو گیا۔

خاندان سمگان کی حکومت کا خاتمہ

جام فیروز کے گجرات چلے جانے سے سندھ میں سمگان خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور یہ ملک ارغونیوں کے قبضے میں آ گیا، کچھ عرصہ تک ارغونی سلاطین سندھ پر حکومت کرتے رہے، کہا جاتا ہے کہ بدیع الزمان میرزا ابن سلطان حسین ۹۲۰ھ میں شاہ اسمٰعیل صفوی سے ناراض ہو کر سندھ آیا۔ جام فیروز نے اس کی بہت آؤ بھگت کی۔ لیکن ایک سال بعد بدیع الزمان شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں واپس چلا گیا۔

شاہ حسین کی چالاکی

شاہ حسین بڑا چالاک اور معاملہ فہم انسان تھا، اس نے اس موقعے پر یہ چال چلی کہ پہلے تو ناصر میرزا سے یہ وعدہ کیا کہ اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دے گا اور پھر بھکر میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کروا دیا، اس کے بعد شاہ حسین نے ہمایوں کے لشکر میں غلہ اور دیگر سامانِ ضرورت کی رسد بند کر دی۔

ہمایوں اور شاہ حسین میں صلح

ہمایوں اس صورتِ حال سے بہت پریشان ہوا، آخر کار اس نے بیرم خاں کے مشورے سے شاہ حسین سے صلح کر لی، ہمایوں نے شاہ حسین سے کشتیاں اور اونٹ حاصل کیے اور ڈھائی برس تک سندھ کے نواح میں رہنے کے بعد دریا کے راستے سے قندھار کی طرف چلا گیا، شاہ حسین نے اپنی چالاکی سے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ اس کے بعد اس نے ناصر میرزا سے وعدہ خلافی کی اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی۔ ناصر میرزا شکستہ خاطر ہو کر کابل چلا گیا۔

کامران میرزا کی آمد

کامران میرزا ہمایوں کے خوف سے ۹۵۲ھ ہجری میں سندھ چلا آیا اور شاہ حسین کے پاس پناہ گزین ہوا۔ شاہ حسین نے کامران کی بڑی آؤ بھگت کی اور اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دی، اس کے بعد شاہ حسین نے کامران میرزا کو ایک لشکرِ جرار کے ساتھ کابل فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔

شاہ حسین کا انتقال

اسی دوران میں شاہ حسین کا آخری وقت آ گیا اور اس نے تیئیس (۲۳) سال حکومت کرنے کے بعد ۹۶۴ھ ہجری میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

میرزا عیسیٰ ترخان

شاہ حسین کی وفات کے بعد بھکر میں سلطان محمود نے اور ٹھٹھہ میں میرزا عیسیٰ خاں ترخان نے الگ الگ حکومتیں قائم کر لیں اور اپنے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا، میرزا عیسیٰ ترخان اور سلطان محمود کے تعلقات کچھ ایسے تھے کہ کبھی تو جنگ ہو جاتی تھی اور کبھی صلح، میرزا عیسیٰ ترخان نے تیرہ (۱۳) سال تک حکومت کی، راقم الحروف مؤرخ فرشتہ کو اس بارے میں کچھ علم نہیں ہے کہ خاندان ارغونیہ سے خاندان ترخانیہ میں حکومت کس طرح منتقل ہوئی، اس لیے اس موضوع پر کچھ تحریر کرنے سے قاصر ہوں، صرف اتنا معلوم ہے کہ میرزا عیسیٰ ترخان ترکمانی تھا اور شاہ بیگ ارغون کا سپہ سالار تھا۔

بھی خواہ اسے ٹوکا کرتے تھے اور سمجھاتے تھے کہ سرداروں کے لیے یہ طریق کار مناسب نہیں ہے۔ شاہ بیگ اس کے جواب میں کہا کرتا تھا کہ میں اپنی طبیعت سے مجبور ہوں، میدانِ جنگ میں اگر مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہاں میرا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

شاہ بیگ کا انتقال ۹۳۰ھ ہجری میں ہوا۔

شاہ حسین

شاہ بیگ ارغون کے بعد اس کا بیٹا شاہ حسین سندھ کا فرماں روا ہوا۔ سندھ کے بعض ایسے حصے جن پر شاہ بیگ قبضہ نہ کر سکا تھا، شاہ حسین نے ان کو بھی فتح کر لیا۔ اس نے سکھر کو از سرِ نو تعمیر کروایا اور ظہیر الدین بابر کے حسب ہدایت ملتان کو فتح کرنے کی تیاریاں کیں۔

ملتان پر قبضہ

۹۳۲ھ میں شاہ حسین نے ملتان پر حملہ کیا۔ ملتان کے حاکم سلطان محمود کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو ایک لشکر روانہ کرکے شاہ حسین کو ملتان پر قبضہ کرنے سے روکا۔ اسی دوران میں اچانک سلطان محمود کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اُس کا بیٹا سلطان حسین ملتان کا حاکم ہوا، شاہ حسین نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور جلد از جلد ملتان پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا ایک سال اور چند ماہ کی کوششوں کے بعد شاہ حسین نے ملتان کو فتح کر لیا ۹۳۲ھ ہجری میں شاہ حسین ملتان پر قابض ہو گیا۔

اہلِ ملتان سے برتاؤ

شاہ حسین نے ملتانیوں میں سے بہت سوں کو قتل اور گرفتار کر لیا سلطان حسین کو بھی گرفتار کیا گیا۔ ملتان کے نامی گرامی امیر شجاع الملک کو شکنجے میں دبا کر ہلاک کر دیا گیا۔ ملتان کی حکومت شاہ حسین نے خواجہ شمس الدین کے سپُرد کی اور خود ٹھٹھہ واپس آ گیا۔ شاہ حسین کی واپسی کے بعد ملتانیوں نے خواجہ شمس الدین کو شہر سے باہر نکال دیا اور لنگر خاں کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔ مصلحتِ وقت کا خیال کرکے شاہ حسین نے اس معاملے میں مداخلت نہ کی اور خاموش رہا۔

ہمایوں سندھ میں

۹۴۷ھ ہجری میں جب شیر شاہ نے ہندوستان پر قبضہ کر لیا تو نصیر الدین ہمایوں امداد حاصل کرنے کے ارادے سے سندھ میں آیا، بھکر کے نواح میں پہنچ کر ہمایوں نے شاہ حسین کو اپنی خدمت میں طلب کیا، شاہ حسین نے پہلے تو چند ماہ تک ٹال مٹول کی اور آخر کار جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، ایک غیر معقول جواب دیا، اس پر ہمایوں نے شاہ حسین کو راہِ راست پر لانے کا ارادہ کیا اور بھکر کی حکومت اپنے چچا ناصر میرزا کے سپرد کرکے خود ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہوا۔

رات جاری رہی، آخر کار میرزا جانی کے لشکر کو شکست ہوئی اور خانِ خاناں کامیاب و کامران ہوا، یہ واقعہ ۲۶ محرم ۱۰۰۰ھ کا ہے۔ میرزا جانی نے دریائے سندھ کے کنارے ایک ایسے مقام پر قیام کیا، جس کے چاروں طرف دلدل ہی دلدل تھی، دو ماہ تک فریقین میں معرکہ آرائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ دونوں طرف سے سپاہی میدان میں آتے تھے اور قتل ہوتے تھے۔

خانِ خاناں کے لشکر میں قحط

سندھیوں نے اس موقعے پر یہ ترکیب کی کہ چاروں طرف سے راستے مسدود کر دیے، اس طرح خانِ خاناں کے لشکر میں غلّے اور دیگر سامانِ ضرورت کی کمی ہو گئی اور لشکر میں زبردست قحط پڑ گیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر خانِ خاناں نے مجبوراً وہاں سے کوچ کیا اور ٹھٹھہ کے قریب پرگنہ جوان میں مقیم ہوا۔

خانِ خاناں نے اپنے لشکر کے ایک حصّہ کو سہوان کی فتح کے لیے متعین کیا تھا، میرزا جانی نے ان کو گمزور جان کر سہوان پر حملہ کر دیا۔ خانِ خاناں نے فوراً اپنے سپہ سالار دولت خاں لودھی کو اپنے لشکریوں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی، جس کے نتیجے میں میرزا جانی کو شکست ہوئی، اس کے بعد میرزا جانی نے مرتفع اور سول میں قیام کیا اور اپنے لشکر کے گرد حصار کھینچ لیا، خانِ خاناں نے میرزا جانی کا محاصرہ کر لیا اور فریقین میں روزانہ جنگ ہونے لگی۔ سندھیوں کے لشکر میں غلّے اور چارے کی کمی ہوئی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ اونٹوں اور گھوڑوں کو ذبح کر کے کھانے لگے، اس عالم میں میرزا جانی نے مجبور ہو کر خانِ خاناں کو پیغام دیا "میں اکبر کی ملازمت کرنا چاہتا ہوں، مجھے کچھ دنوں کی مہلت دی جائے۔ میں تین مہینے بعد اکبر کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

میرزا جانی اکبری امراء کی صف میں

خانِ خاناں نے میرزا جانی کی درخواست منظور کر لی اور اپنے بیٹے میرزا ایرج کی شادی میرزا جانی کی لڑکی سے کر دی، برسات کے موسم کے بعد خانِ خاناں نے سہوان، ٹھٹھہ اور سندھ کے دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا اور میرزا جانی کو ساتھ لے کر ۱۰۰۱ھ میں اکبر کے پاس چلا گیا، میرزا جانی کو اکبری اُمراء میں داخل کیا گیا اور سندھ کا ملک، دہلی کی سلطنت میں شامل کیا گیا۔

سُلطان محمود بھکری

سلطان محمود نہایت ہی ظالم اور خبط الحواس انسان تھا، وہ ذرا ذرا سی بات پر لوگوں کو قتل کروا دیتا

میرزا باقی

میرزا عیسیٰ خاں ترخان کی وفات کے بعد اس کے دونوں بیٹوں میرزا محمد باقی اور میرزا جان بابا میں حکومت کے لیے جھگڑا ہوا، آخر کار بڑا بیٹا میرزا عیسیٰ خاں اپنی دانش مندی سے اپنے چھوٹے بھائی میرزا جان بابا پر غالب آیا اور ٹھٹھہ کی حکومت اس کے قبضے میں آگئی۔ میرزا باقی نے جلال الدین اکبر بادشاہ ہندوستان سے بڑے اچھے مراسم پیدا کیے اور ہمیشہ اس کی خدمت میں تحفے تحائف بھیجتا رہتا تھا۔ اپنے باپ کی طرح میرزا باقی بھی سلطان محمود بھکری سے کبھی جنگ کرتا تھا اور کبھی صلح۔ میرزا باقی نے اٹھارہ (۱۸) سال تک بڑے عیش و عشرت سے حکومت کرنے کے بعد ۹۹۳ھ ہجری میں انتقال کیا۔

میرزا جانی

میرزا محمد باقی کے انتقال کے بعد ٹھٹھہ کی حکومت میرزا جانی کے ہاتھ آئی۔ میرزا محمد جانی کی تخت نشینی کے زمانے میں جلال الدین اکبر لاہور میں تھا کہ میرزا جانی اظہارِ خلوص کے لیے اس کی خدمت میں حاضر ہو گا لیکن میرزا جانی نے ایسا نہ کیا، اس سے اکبر بہت برافروختہ ہوا اور اُس نے ٹھٹھہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔

عبدالرحیم خانِ خاناں کی آمد

اکبر نے ۹۵۹ھ ہجری میں اپنے سپہ سالار عبدالرحیم خانِ خاناں کو ملتان اور بھکر کا جاگیردار مقرر کر کے اس جانب روانہ کیا، خانِ خاناں نے سب سے پہلے قلعہ سہوان کا محاصرہ کر لیا، میرزا جانی کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک زبردست لشکر جمع کیا اور تمام زمینداروں کو ساتھ لے کر مع ایک بہت بڑے توپ خانے کے سہوان کی طرف روانہ ہو گیا خانِ خاناں نے قلعے کا محاصرہ ترک کر کے میرزا جانی کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے نصیر پور پہنچا۔ جب دونوں لشکروں میں سات (۷) کوس کا فاصلہ رہ گیا تو میرزا جانی نے اپنے ارابے جو تعداد میں ایک سو (۱۰۰) سے زیادہ تھے مع دو سو (۲۰۰) کشتیوں کے جن میں توپ خانے بھرے ہوئے تھے، دشمن کی طرف روانہ کیے، عبدالرحیم خانِ خاناں کے پاس اگرچہ صرف پچیس (۲۵) ارابے تھے لیکن اس نے اپنی فوج کو مقابلے کے لیے روانہ کر دیا۔

خانِ خاناں اور میرزا جانی میں جنگ

فریقین میں زبردست جنگ شروع ہو گئی جو ایک دن اور ایک

سلاطینِ ملتان

تھا ، اکبر نے میر خلیفہ کے بیٹے محبت علی کو بھکر فتح کرنے کا حکم دیا۔ محب علی نے اس علاقے میں پہنچ کر سلطان محمود کو بہت تنگ کیا اور بہت سا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا۔ محمود نے پریشان ہو کر اکبر کو لکھا۔ آپ محبت علی کے سوا کسی اور شخص کو بھیجیے میں قلعہ بھکر اس کے حوالے کر دوں گا" اکبر نے گیسو خاں کو روانہ کیا لیکن گیسو خاں کے پہنچنے سے پہلے ہی سلطان محمود نے اپنی طبعی موت سے سفرِ آخرت اختیار کیا گیسو خاں نے بغیر کسی محنت کے قلعہ بھکر کو فتح کر لیا۔ سلطان محمود کی مدتِ حکومت بیس (۲۰) سال ہے۔

شیخ یوسف چشتی

مغلوں کے حملے

دہلی کی حکومت جب سلطان محمد بن محمد شاہ بن فرید شاہ بن مبارک شاہ بن خضر خاں کے ہاتھ آئی تو ملک میں سخت انتشار اور پراگندگی کا دور دورہ ہوا۔ اراکینِ دولت میں باہمی اتفاق مفقود ہو گیا، اس زمانے میں ملتان پر قندھار، غزنی اور کابل کے مغل فرماں رواؤں نے پے در پے حملے کیے اور اس شہر کو بری طرح برباد و تاراج کیا۔

شیخ یوسف چشتی کا انتخاب

اہلِ ملتان نے جب یہ دیکھا کہ ان کا کوئی مستقل حکمران نہیں ہے اور جس کے جی میں آتا ہے ان پر حملہ کر بیٹھتا ہے تو انھوں نے آپس میں مشورہ کرنا شروع کیا کہ کسی ایک شخص کو ملتان کا حاکم تسلیم کر لیا جائے۔ اہلِ شہر کی نگرانتخاب شیخ یوسف چشتی پر پڑی جو حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے خاندان سے تھے اور ان کے مزار کے متولی اور مجاور تھے، ظاہر ہے کہ حضرت زکریا ملتانیؒ کے خاندان کی شرافت اور علو شان کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ۸۴۷ھ میں شیخ یوسف چشتی کی حکمرانی کا اعلان کر کے ملتان، اوچھ اور اس کے نواح میں ان کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا گیا۔

شیخ یوسف چشتی نے عنانِ حکومت سنبھالنے کے بعد اپنے خاندان کی شرافت و نجابت کے لحاظ سے اہل ملتان پر بہت مہربانیاں کر کے انھیں ہر طرح سے مطمئن کیا اور ملتان کے تمام زمینداروں کو اپنا ہی خواہ بنایا۔

قبیلہ لنکاہ کے سردار کا پیغام

قصبہ سوئی اور اس کے نواح کے جاگیردار اور افغانوں کے قبیلے لنکاہ کے سردار رائے سہرہ نے یوسف چشتی کو پیغام دیا کہ "میں سلسلہ عالیہ بہائیہ کا عقیدت مند ہوں اس لیے مناسب ہے کہ آپ میرے حال پر کرم فرمائیں اور مجھے اپنا ایک حقیر ملازم سمجھیں، چونکہ ان دنوں دہلی کی سلطنت انتشار اور پراگندگی کی نذر ہو چکی ہے اور سلطان بہلول لودھی نے دہلی میں اپنا خطبہ و سکہ جاری کر دیا ہے اس یہ ضروری ہے کہ آپ میں اور قوم لنکاہ میں خوشگوار تعلقات رہیں، ان تعلقات کا آغاز میں اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی بیٹی کو آپ کی زوجیت میں دیتا ہوں۔

رائے سہرہ کی ملتان میں آمد و رفت

یہ پیغام پا کر شیخ یوسف چشتی بہت خوش ہوئے اور انھوں نے رائے سہرہ کی لڑکی سے شادی کر لی، رائے سہرہ اس

ملتان میں اسلام کا آغاز محمد بن قاسم کے زمانے سے ہوتا ہے۔ محمد بن قاسم کے بعد سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک ملتان کی تاریخ کسی کتاب میں نہیں ملتی اور نہ کسی اور ذریعے سے اس ملک کے بارے میں کوئی روایت یا یہاں کے لوگوں کے متعلق کوئی واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ تاریخ یمینی کے ترجمے میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ملحدوں کو شکست دے کر ملتان پر قبضہ کر لیا اور یہ شہر ایک عرصہ تک غزنوی سلطنت میں شامل رہا۔ جب غزنوی سلطنت مائل بہ زوال ہوئی تو ملتان پر قرامطہ نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سلطان معزالدین محمد سام نے ملتان پر قبضہ کیا اور ۸۴۷ھ تک یہ شہر شاہانِ دہلی کے قبضے میں رہا۔ ہندوستان کی حکومت جب افراط و تفریط کا شکار ہوئی تو حاکم ملتان نے دہلی سے قطع تعلق کر کے خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس کے بعد چند فرماں رواؤں نے یکے بعد دیگرے ملتان پر حکومت کی۔

قطب الدّین لنگاہ

تخت نشینی

شیخ یوسف چشتی کو گرفتار کرنے کے بعد رائے سہرہ نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور سلطان قطب الدین لنگاہ کے نام سے ملتان کا فرماں روا بن گیا، اس نے ملک میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور مختلف تدبیروں سے اہلِ ملتان کو اپنا بہی خواہ بنالیا۔

شیخ یوسف چشتی کا شہر بدر ہونا

سلطان قطب الدین نے شیخ یوسف چشتی کو شہر کے اس دروازے سے جو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے مزار کے شمال میں واقع ہے، شہر سے نکال دیا اور پھر یہ حکم دیا کہ اس دروازے کو پختہ اینٹوں سے چُن دیا جائے کہا جاتا ہے کہ یہ دروازہ آج تک یعنی ۱۰۱۸ھ تک اسی طرح بند ہے۔

شیخ یوسف دہلی میں

شیخ یوسف چشتی سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ سلطان بہلول لودھی بادشاہ دہلی نے ان کی بہت آؤ بھگت کی، اپنی بیٹی کو شیخ صاحب کے بیٹے شیخ عبداللہ سے بیاہ دیا، بہلول لودھی نے شیخ صاحب کو ہمیشہ اس وعدے سے خوش رکھا کہ وہ ان کی مدد کرے گا (تاکہ ملتان کی حکومت پر دوبارہ ان کو قبضہ دلا سکے)۔

قطب الدین لنگاہ نے بڑے اطمینان کے ساتھ ملتان پر سولہ (۱۶) برس حکومت کی، اس کا انتقال ۸۴۷ھ میں ہوا۔

حسین لنگاہ بن قُطب الدّین

سلطان قطب الدین لنگاہ کی وفات کے بعد اُمراء اور ارکین سلطنت نے اس کے بڑے بیٹے کو حسین شاہ لنگاہ کا خطاب دے کر ملتان کا فرماں روا تسلیم کر لیا، حسین لنگاہ نہایت ہی قابل اور جرأت مند فرماں روا تھا، اس کی نیک عادتیں اپنی مثال آپ تھیں، اس کے عہدِ حکومت میں علم وفضل کی ترقی بھی ہوئی اور قدر بھی!

قلعۂ شور پر حملہ

حسین لنگاہ نے اپنے عہدِ حکومت کی ابتداء میں قلعۂ شور پر حملہ کیا، ان دنوں قلعہ شور کی حکومت غازی خاں کے ہاتھ میں تھی، اس کو جب حسین لنگاہ کے حملے

کے بعد کبھی کبھی اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے سوئی سے ملتان آتا اور شیخ یوسف چشتی کے لیے بہترین تحفے اور گراں قدر ہدیے ساتھ لاتا۔ یوسف چشتی احتیاطاً ان تحفوں اور ہدیوں کو قبول نہیں کرتے تھے، انھیں اندیشہ تھا کہ کہیں رائے سہرہ ملتان میں مستقل رہائش اختیار نہ کرے۔ رائے سہرہ جب ملتان میں آتا تو وہ شہر کے باہر کسی جگہ مقیم ہوتا تھا اور اپنی بیٹی کو دیکھنے تنہا شیخ صاحب کے مکان پر آتا تھا۔

رائے سہرہ کی بدنیتی

رائے سہرہ کی نیت خراب تھی وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح شیخ یوسف چشتی کو معزول کر کے ملتان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے، ایک بار وہ سوئی سے ایک لشکرِ جرار لے کر ملتان کی طرف روانہ ہوا اور شیخ یوسف چشتی کو پیغام بھجوایا کہ اس مرتبہ میں اپنی ساری قوم (لنگاہ) کو ساتھ لایا ہوں تاکہ یہ لوگ آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کریں۔ آپ ہم لوگوں کے سپرد اگر کوئی خدمت کریں گے تو ہم خندہ پیشانی سے اسے قبول کریں گے۔" شیخ یوسف چشتی کو رائے سہرہ کی بدنیتی کا علم نہ تھا۔ اس لیے انھوں نے بخوشی اس کی درخواست قبول کر لی۔

شاطرانہ چال

رائے سہرہ نے اپنے لشکر کو تو شہر سے باہر ٹھہرایا اور خود ایک خدمت گار کے ساتھ اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے شہر آیا۔ اس نے اپنے خدمت گار کو حکم دیا کہ وہ چپکے سے کسی گوشے میں ایک بکری ذبح کر کے اس کے خون کا ایک پیالہ بھر لائے۔ خدمت گار نے حکم کی تعمیل کی اور رائے سہرہ نے بکری کا خون پی لیا، اس کے بعد اس نے مکروفریب سے چلانا شروع کیا کہ اس کے پیٹ میں درد ہے اور بناوٹی تکلیف سے اس نے سب کو اپنی حالتِ زار کا یقین دلا دیا، آدھی رات کے وقت رائے سہرہ نے شیخ یوسف چشتی کے وکیلوں کو وصیت کرنے کے بہانے سے اپنے پاس بلایا اور ان کی موجودگی میں خون کی قے کی۔

شیخ یوسف کے وکیلوں نے رائے سہرہ کی یہ حالت دیکھ کر اس کو قریب المرگ سمجھا اور اس سے اظہارِ ہمدردی کرنے لگے۔ اسی دوران میں رائے سہرہ نے اپنے ہم قوم افراد کو جو بیرونِ شہر مقیم تھے آخری ملاقات کے لیے اپنے پاس بلایا، شیخ یوسف کے وکیلوں نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا اور ازراہِ ہمدردی غیر قوم کے افراد کو شہر میں داخل ہونے سے نہ روکا، الغرض قبیلہ لنگاہ کے افراد رائے سہرہ کے گرد جمع ہو گئے اس کے بعد رائے سہرہ حکومت ہاتھ میں لینے کے ارادے سے بسترِ مرگ سے اُٹھا اور اپنے ملازموں کو قلعے کے دروازے پر مقرر کر دیا اور انھیں ہدایت کر دی کہ شیخ یوسف چشتی کے ملازموں اور وکلاء کو قلعے سے باہر نہ نکلنے دیں۔ اس انتظام کے بعد رائے سہرہ شیخ یوسف کی خواب گاہ میں آیا اور ان کو گرفتار کر لیا۔

دہلوی فوج کی آمد آمد، حسین لنگاہ کا اپنے لشکر سے خطاب

اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ باربک شاہ اور تاتار خاں لودھی ملتان کے نواح میں پہنچ چکے ہیں اور شہر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ حسین لنگاہ اس وقت دریائے سندھ کے کنارے پر مقیم تھا، یہ خبر سنتے ہی فوراً ملتان پہنچا اور اپنے تمام سپاہیوں کو جمع کرکے ان سے کہا "ہر لشکری سے یہ توقع رکھنا کہ وہ میدانِ جنگ میں جان کے زیاں کے خوف سے بے پروا ہو کر لڑے گا مناسب نہیں ہے، کیونکہ بہت سے سپاہی ایسے ہوتے ہیں جنھیں اپنے بال بچوں کی محبت ایسا کرنے سے باز رکھتی ہے ایسے سپاہی صرف اسی کام آسکتے ہیں کہ لشکر کی تعداد میں اضافہ کریں یا قلعے کی حفاظت کریں، اس حقیقت کے پیشِ نظر میں یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگوں میں سے جو میدانِ جنگ میں لڑنا مناسب سمجھیں وہ صبح کو شہر کے باہر چلے جائیں اور باقی سپاہی قلعے کی حفاظت کریں۔"

دہلوی فوج پر حملہ

حسین لنگاہ کی اس تقریر سے تقریباً دس بارہ ہزار سوار اور پیادے دشمن سے لڑنے کے لیے تیار ہوئے، صبح کو اس لشکر کو لے کر شہر سے باہر نکلا اور دہلوی فوج کے مقابلے پر آیا۔ حسین لنگاہ نے اپنے تمام سواروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھوڑوں سے اتر جائیں۔ سب سے پہلے حسین لنگاہ خود گھوڑے سے اترا اور بعد میں دوسرے سواروں نے اس کی تقلید کی، اس کے بعد حسین لنگاہ نے پہلے سپاہیوں کو ہدایت کی کہ تمام سپاہی ایک ساتھ تین تین تیر چلائیں، پہلی بار تیر چلائے گئے، بارہ ہزار تیر جب دہلوی لشکر پر گرے تو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے بجلی گر گئی ہے۔ دوسری بار تیر چلائے گئے تو دشمن کے سپاہی حواس باختہ ہوگئے اور تیسری بار تو وہ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔

حسین لنگاہ کی فتح

دہلوی لشکر پر ملتانیوں کا ایسا خوف چھا گیا کہ وہ بھاگتے بھاگتے قلعہ شور تک پہنچ گئے، اس قلعے کی طرف انھوں نے مطلق توجہ نہ کی اور اپنے سفر کو جاری رکھا اور قلعہ جینیوب کی طرف روانہ ہوگئے، ملتانیوں نے دشمن پر غلبہ پاکر بے شمار مالِ غنیمت اپنے قبضے میں کیا۔ باربک شاہ اور تاتار خاں نے قلعہ جینیوب کے پاس پہنچ کر حسین لنگاہ کے تھانیدار کو بہانے سے اپنے پاس بلایا اور قتل کردیا، حسین لنگاہ نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی، اس نے اپنی فتح کو ایک بہت بڑی نعمت سمجھ کر مزید ہاتھ پاؤں مارنا مناسب نہ سمجھا۔

ملک سہراب بلوچ کی آمد

انھیں دنوں ملک سہراب بلوچ، جو اسمٰعیل خاں اور فتح خاں کا باپ تھا، اپنی قوم دودہلیہ کے ساتھ کچھ اور مکران کے نواح سے حسین شاہ

کی اطلاع ملی تو اس نے جنگ کی تیاری کی اور قلعے سے باہر نکل کر حسین لنکاہ سے معرکہ آرا ہوا۔ غازی خاں نے اگرچہ اس لڑائی میں بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا، لیکن پھر بھی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ غازی خاں میدانِ جنگ سے فرار ہو کر قلعۂ شور کی بجائے قلعہ بھیرہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔

قلعۂ شور پر حسین لنکاہ کا قبضہ

غازی خاں کے بیوی بچے اور دیگر متعلقین قلعۂ شور ہی میں تھے ان لوگوں نے قلعے کو مستحکم کیا اور دشمن کی مدافعت میں مصروف ہو گئے۔ اہلِ قلعہ کو ہر وقت یہ امید رہتی تھی کہ غازی خاں کے وہ امراء جو بھیرہ خوشاب اور جینیوب پر حکومت کرتے ہیں وہ ضرور ان کی مدد کے لیے آئیں گے، لیکن یہ امید پوری نہ ہوئی۔ جب محاصرے کو ایک عرصہ گزر گیا تو اہلِ قلعہ نے پریشان ہو کر قلعہ حسین لنکاہ کے حوالے کر دیا اور خود بھیرہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

قلعۂ جینیوب کی فتح

حسین لنکاہ نے کچھ دنوں تک قلعۂ شور میں قیام کر کے اس کے گرد و نواح کے انتظامات کی طرف توجہ کی اور اس کے بعد جینیوب کی طرف روانہ ہوا۔ اس قلعہ کے داروغہ ملک باجھی کھکھر نے پہلے تو حسین لنکاہ کا مقابلہ کیا، لیکن جب اسے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے امان طلب کر کے یہ قلعہ حسین لنکاہ کے سپرد کر دیا۔ ملک باجھی کھکھر بھی اہلیانِ قلعۂ شور کی طرح بھیرہ کی جانب روانہ ہو گیا، حسین لنکاہ سرحد کے انتظامات کے بعد ملتان واپس آیا اور یہاں چند روز تک آرام کرنے کے بعد کوٹ کروڑ کی جانب روانہ ہوا، اس نے قلعۂ دھنکوٹ تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا۔

بہلول لودھی کا عزمِ تسخیرِ ملتان

شیخ یوسف چشتی جو دہلی میں رہتے تھے، وہ اکثر سلطان بہلول لودھی سے ملتان پر حملہ کرنے کو کہا کرتے تھے تا کہ ان کی سلطنت انھیں واپس مل جائے، جن دنوں حسین لنکاہ دھنکوٹ کی طرف گیا ہوا تھا، اُن دنوں سلطان بہلول لودھی نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے بیٹے باربک شاہ کو (جس کے حالات شاہانِ دہلی و جونپور کے ضمن میں بیان کیے جا چکے ہیں) ملتان فتح کرنے کا حکم دیا، تاتار خاں لودھی کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ پنجاب کا لشکر لے کر باربک شاہ کے ساتھ ملتان جائے، باربک شاہ اور تاتار خاں لودھی بادشاہ کے حسب الحکم ملتان کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

شہاب الدین کی بغاوت

اسی زمانے میں حسین لنکاہ کے حقیقی بھائی نے جو قلعہ کوٹ کروڑ کا حاکم تھا اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کی اور اپنے کو شہاب الدین لنکاہ مشہور کر کے خود مختار فرمانروا بن بیٹھا، حسین لنکاہ نے شہاب الدین کی طرف توجہ کی اور کوٹ کروڑ پہنچ کر اس کو گرفتار کر لیا۔

کا پیغام دیا۔ سلطان سکندر نے یہ پیغام قبول کیا اور اس طرح فریقین میں صلح ہو گئی۔ دونوں فرماں رواؤں نے یہ طے کیا کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے صلح اور نرمی سے پیش آئیں گے اور کبھی جنگ نہ کریں گے، اگر فریقین میں سے کسی پر کوئی مصیبت پڑی تو دوسرا اس کی مدد کرے گا، ان شرائط پر مشتمل ایک عہدنامہ لکھا گیا اور اس پر تمام امیروں اور اراکین سلطنت نے اپنی مہریں ثبت کیں، سلطان سکندر ملتانی نے قاصدوں کو انعام واکرام سے نوازا اور واپسی کی اجازت دی۔

مظفر گجراتی سے دوستانہ مراسم

بعض لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حسین لنگاہ نے سلطان مظفر گجراتی سے بھی دوستانہ مراسم پیدا کیے اور ایک عالم فاضل شخص مسمیٰ قاضی محمد کو اپنا قاصد بنا کر مع گراں قدر تحفوں کے سلطان مظفر گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا، حسین لنگاہ نے قاضی محمد کو بطور خاص یہ تاکید کی کہ تم سلطان مظفر گجراتی سے یہ درخواست کرنا کہ وہ تمہیں گجراتی عمارتوں کی سیر کروائے۔ اس سے حسین لنگاہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ گجراتی عمارت کے طرز پر ملتان میں عمارتیں تعمیر کروائے۔

گجراتی عمارتیں

قاضی محمد گجرات پہنچ کر سلطان مظفر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ تحائف جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا، گجراتی فرماں روا کی خدمت میں پیش کیے، رخصت کے وقت قاضی محمد نے مظفر گجراتی سے درخواست کی کہ "میں گجراتی محلات دیکھنا چاہتا ہوں" شاہ گجرات نے یہ درخواست قبول کی اور قاضی محمد کو اپنے ملازموں کے ساتھ کر کے گجرات کی شاہی عمارتوں کی سیر کروائی۔ ملتان واپس پہنچ کر قاضی محمد نے حسین لنگاہ کو گجراتی عمارتوں کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا "وہ عمارتیں ایسی خوبصورت اور دلکش ہیں کہ ان کی تعریف کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ مجھے امید نہیں کہ آپ ملتان میں ویسی کوئی عمارت تعمیر کر سکیں گے، میری ناچیز رائے یہ ہے کہ اگر آپ ملتان کی ایک سال کی تمام آمدنی بھی خرچ کر دیں تو ویسی عمارت تعمیر نہیں ہو سکتی"

حسین لنگاہ کا غم

قاضی محمد کی گفتگو سن کر حسین لنگاہ بہت غمگین ہوا کیونکہ وہ ملتان میں گجراتی طرز کی عمارتیں بنوانے کا خواہاں تھا، لیکن اس کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا) حسین لنگاہ کے وزیر عمادالملک تو بک نے جب بادشاہ کو یوں غمگین دیکھا تو اس نے اس غم کی وجہ دریافت کی، حسین لنگاہ نے جواب دیا "میں یہ سوچ رہا تھا کہ قسمت نے مجھے بادشاہ تو بنا دیا، لیکن شاہی کے لوازم عطا نہیں کیے، میرے پاس اتنی دولت نہیں ہے کہ میں بادشاہوں کی طرح اپنی شان و شوکت کا سکہ جما سکوں"

لنگاہ کے پاس آیا۔ حسین لنگاہ نے اس کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے قلعہ کوٹ کرور سے قلعہ دھنکوٹ تک کا تمام علاقہ جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد بے شمار بلوچی ملتان میں آئے اور اس طرح حسین لنگاہ کے لشکر میں بہت اضافہ ہوا۔ اس نے دریائے سندھ کے کنارے کا بقیہ علاقہ کو بھی بلوچیوں کو جاگیر میں دے دیا اور اس طرح رفتہ رفتہ سنیت پور سے دھنکوٹ تک کا علاقہ بلوچیوں کے قبضے میں آگیا۔

جام بایزید اور جام ابراہیم کی آمد

انھیں دنوں قبیلہ سہلیہ کے سردار جام بایزید اور جام ابراہیم سندھ کے حاکم جام نندا سے کبیدہ خاطر ہو کر حسین لنگاہ کے پاس ملتان میں آئے۔ حسین لنگاہ نے ان دونوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور انعام و اکرام سے نوازا۔ جام بایزید اور جام ابراہیم کو بالترتیب شور اور اوچھ کے شہر جاگیر میں دیے گئے۔

جام بایزید کی علم دوستی

جام بایزید بہت ہی علم دوست انسان تھا وہ ہمیشہ عالموں فاضلوں کی صحبت میں اپنا وقت گزارتا، اس کے علاقے میں جو عالم و فاضل شخص آتا، جام بایزید اس کی عزت افزائی کرتا اور اسے مال و دولت سے نوازتا۔ اس طریق کار کا یہ نتیجہ ہوتا کہ وہ عالم مستقل طور پر بایزید کے دربار سے منسلک ہو جاتا۔ شیخ جمال الدین قریشی، شیخ عالم قریشی کی اولاد میں سے تھے، وہ اپنے عہد کے ایک زبردست عالم تھے، انھوں نے خراسان میں قیام کر کے مختلف علوم کی تکمیل کی تھی اور علم میں اس درجہ مستغرق ہو گئے تھے کہ ان کے حواس میں اختلال واقع ہو گیا تھا، جام بایزید نے محض اپنی علم دوستی کی وجہ سے ان کو اپنا وزیر سلطنت بنایا اور تمام ملکی و مالی مہمات ان کے سپرد کر دیں۔

دیانت داری

جام بایزید انتہائی دیانت دار اور مذہبی احکام کا پابند تھا، اس کی دیانتداری کا یہ واقعہ اپنی مثال آپ ہے کہ ایک بار ملک شور میں وہ ایک نئی عمارت تعمیر کروا رہا تھا کہ زمین کے اندر سے ایک خزانہ برآمد ہوا۔ جام بایزید اگر چاہتا تو اس خزانے کو اپنے قبضے میں کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور یہ خزانہ حسین لنگاہ کو بھجوا دیا۔ حسین لنگاہ، بایزید کی دیانتداری سے بہت متاثر ہوا اور پہلے سے زیادہ اس کی قدر کرنے لگا۔

فرماں روائے دہلی سے صلح

سلطان بہلول لودھی کی وفات کے بعد دہلی کی سلطنت سلطان سکندر کے قبضے میں آئی، اس موقعے پر حسین لنگاہ نے ایک تعزیت نامہ اور ایک تہنیت نامہ مع بہت سے گراں قدر تحفوں کے سلطان سکندر کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح

اپنے ہاتھ میں لی اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا، اس نے فیروز شاہ کے بیٹے محمود خاں کو اپنا ولی عہد بنایا۔ عماد الملک اگرچہ اب تک وزارت کے عہدے پر فائز تھا لیکن حسین لنگاہ اس کو بالکل پسند نہ کرتا تھا اور اس سے اپنے بیٹے کے خون کا بدلہ لینے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔

عماد الملک کا حشر

حسین لنگاہ ظاہری طور پر عماد الملک سے بڑی اچھی طرح ملتا تھا، اور اس طرح اپنی دلی کدورت کو کبھی اس پر ظاہر نہ ہونے دیا، ایک روز بادشاہ نے جام بایزید کو تنہائی میں اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا "تم تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہو اور تمھیں معلوم ہے کہ نمک حرام عماد الملک نے میرے بیٹے فیروز شاہ کو ہلاک کروا دیا تھا۔ اس لیے تم کوئی ایسی تدبیر کرو کہ عماد الملک کو ٹھکانے لگا دیا جائے اور میں اپنی آتشِ انتقام کو بجھاؤں" جام بایزید نے اس کام کو پورا کرنے کا وعدہ کیا اور دوسرے روز اپنے لشکر کی مدد سے عماد الملک کو گرفتار کر لیا۔

حسین لنگاہ کی وفات

حسین لنگاہ نے جام بایزید کو عماد الملک کی جگہ پر اپنا وزیر مقرر کیا نیز محمود خاں بن فیروز کا اتالیق بھی بنایا، اس واقعے کے کچھ دنوں بعد ۲۶ صفر کو پیر کے دن ۹۰۸ھ ہجری یا ۹۰۴ھ ہجری میں حسین لنگاہ نے وفات پائی، اس کی مدت حکومت چونتیس (۳۴) سال ہے۔

طبقات بہادر شاہی کے مؤلف سے چند غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، ایک تو اس نے محمود خاں کو حسین لنگاہ کا بیٹا بتایا ہے اور دوسرے اس نے فیروز کے حالات محمود کے بعد تحریر کیے ہیں۔ اس مؤلف نے یہ بھی لکھا ہے کہ محمود اور فیروز حقیقی بھائی تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے۔ محمود، فیروز کا بیٹا تھا اور وہ اپنے باپ کے بعد ملتان کے تخت پر بیٹھا۔

محمود شاہ لنگاہ

اوباشوں کی صحبت

حسین لنگاہ کی وفات کے بعد اس کا پوتا محمود بن فیروز تخت نشین ہوا۔ کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے محمود نے ایسے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا جو اوباش اور دون فطرت انسان تھے، محمود کا سارا وقت انھیں سفلہ مزاجوں کی صحبت میں گزرتا تھا۔ شرفا نے بادشاہ کی یہ حالت دیکھی تو وہ ایک ایک کر کے شاہی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگے

ملتان کی خصوصیت

عماد الملک نے اس کے جواب میں کہا "یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ آپ پریشان ہوں، ہر ملک میں کوئی نہ کوئی خوبی موجود ہوتی ہے، اگر خداوند تعالیٰ نے دکن مالوہ اور بنگالہ وغیرہ کو زرخیز بنا کر وہاں کے لوگوں کو عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے کا موقع دیا ہے تو ملتان کو یہ بھی فضیلت دی ہے کہ یہاں ایسے ایسے انسان پیدا کیے جو ہر جگہ معزز و محترم رہے۔ حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ کے خاندان کے بہت سے افراد آج بھی یہاں موجود ہیں اور وہ سلطان بہلول لودھی کے سمدھی شیخ یوسف سے بدرجہا بہتر ہیں۔ اسی طرح بعض دوسرے خاندانوں کے روشن چراغ بھی ملتان میں موجود ہیں، مثلاً طبقہ بخاریہ کے کئی ایسے نیک سیرت و پاک باطن بزرگ ملتان میں موجود ہیں جو اپنے باطنی کمالات میں حاجی عبدالوہاب سے بہت آگے ہیں۔ مولانا فتح اللہ اور ان کے شاگرد مولانا عزیز اللہ بھی ملتان ہی سے تعلق رکھتے ہیں، جن کے علم و فضل کی سارے ہندوستان میں دھوم ہے، کیا یہ ملتان کی برتری کا ثبوت نہیں ہے" عماد الملک کی یہ گفتگو سن کر حسین لنگاہ بہت ہی خوش ہوا۔

حسین لنگاہ کی گوشہ نشینی

حسین لنگاہ حکومت کرتے کرتے بہت بوڑھا ہو گیا، آخر اس نے اپنے بیٹے فیروز شاہ کو تخت نشین کر کے ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا اور خود گوشہ نشین ہو کر اپنا تمام وقت خدا کی عبادت میں گزارنے لگا۔

عماد الملک تو بدستور حسبِ سابق وزارت کے منصب پر فائز رہا۔

فیروز شاہ لنگاہ

ناتجربہ کاری اور کوتاہ بینی

فیروز شاہ بہت ہی ناتجربہ کار اور کوتاہ بیں فرماں روا تھا۔ وہ بہت ہی مغلوب الغضب اور شکی مزاج رکھتا تھا وہ عماد الملک کے بیٹے بلال سے جو بہت ذہین اور قابل تھا، بہت ہی حسد کیا کرتا تھا، اس حسد کی آگ میں جل کر اس نے اپنے ایک غلام کے ذریعے بلال کو قتل کروا دیا، عماد الملک نے جب اپنے بیٹے کا یہ حشر دیکھا تو اس نے بھی فیروز شاہ سے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔

فیروز کی ہلاکت

عماد الملک نے ایک روز موقع پا کر فیروز شاہ کو زہر دے کر ہلاک کروا دیا۔

حسین لنگاہ کو جوان بیٹے کی موت کا بہت صدمہ ہوا، اس نے دوبارہ عنانِ حکومت

پگڑی لے کر سر پر باندھی اور اپنے گھر کی طرف بھاگ گیا۔

جام بایزید کی قلعۂ شور کو روانگی

گھر پہنچ کر عالم خاں نے تمام واقعہ اپنے باپ جام بایزید سے بیان کیا۔ جام بایزید نے بیٹے سے کہا: "افسوس کہ تیری اس حرکت نے مجھ کو کہیں کا نہ رکھا۔ اب بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ یہاں سے روانہ ہوں اور قلعۂ شور کا راستہ لیں۔"

جام بایزید نے اپنا لشکر تیار کیا اور قلعہ شور کی طرف روانہ ہوا۔

تعاقب کی ناکام کوشش

محمود لنگاہ کو جب جام بایزید کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے اپنے چند امیروں کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ محمود کے امیر جب جام بایزید کے لشکر کے قریب پہنچے تو فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں جام بایزید کو کامیابی نصیب ہوئی۔ اس نے اپنا سفر جاری رکھا اور قلعہ شور پہنچ گیا۔

جام بایزید اور سکندر لودھی میں خوشگوار مراسم

جام بایزید نے قلعہ شور میں سلطان سکندر لودھی کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اور اسے ایک خط لکھ کر تمام حالات سے آگاہ کیا، سکندر لودھی، جام بایزید کے اس اقدام سے بہت خوش ہوا اور پنجاب کے حاکم دولت خاں لودھی کے نام اس مضمون کا ایک فرمان روانہ کیا۔ "جام بایزید نے مجھے اپنی بہی خواہی کا یقین دلایا ہے اور قلعہ شور میں میرے نام کا خطبہ جاری کیا ہے، اس لیے تمھیں اس کے حال سے باخبر رہنا چاہیئے اور بوقتِ ضرورت اس کی مدد کرنی چاہیئے۔"

محمود لنگاہ کا قلعۂ شور پر حملہ

کچھ دنوں کے بعد محمود لنگاہ نے لشکر جمع کر کے قلعۂ شور پر حملہ کر دیا۔ جام بایزید نے بھی اپنا لشکر تیار کیا اور مع اپنے بیٹے عالم خاں کے قلعے سے باہر نکلا، اس نے دولت خاں لودھی کے نام ایک خط روانہ کر کے اسے حالات سے آگاہ کر دیا، جام بایزید اور لنگاہ کے لشکر میں لڑائی ہوئی، لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا، اسی دوران میں دولت خاں لودھی کا لشکر جام بایزید کی مدد کے لیے آ گیا۔ دولت خاں نے محمود لنگاہ سے صلح کی بات چیت شروع کی جو کامیاب ہوئی۔ فریقین میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ جام بایزید اور محمود شاہ کے درمیان دریائے راوی حد فاصل ہے۔

میر عماد کردیزی

محمود لنگاہ ملتان پر حاکم رہا اور قلعۂ شور جام بایزید کے پاس رہا۔ یہ صلح کچھ زیادہ دنوں تک قائم نہ رہی، اسی دوران میں میر عماد کردیزی اپنے دونوں بیٹوں میرزا شہید اور میرزا شہدا کے ساتھ سولی سے ملتان آیا (نظام الدین احمد بدخشی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ملتان

اوباشوں نے جب میدان خالی دیکھا تو انھوں نے جام بایزید کو منصب وزارت سے علٰحدہ کردانے کی تدبیریں سوچنی شروع کیں۔

جام بایزید کے خلاف سازش

ان لوگوں نے محمود شاہ کو جام بایزید کے خلاف بھڑکانا شروع کردیا، جام بایزید کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے مکان پر جو دریائے چناب کے کنارے ملتان سے ایک کوس کے فاصلے پر واقع تھا، رہائش اختیار کی اور وہیں سے حکومت کے کاموں کو انجام دینے لگا، اس نے شہر میں آمدورفت بالکل بند کردی۔

انھیں دنوں جام بایزید نے بعض قصبوں کے کچھ نافرمان لوگوں کو لگان وصول کرنے کے لیے اپنے پاس بلایا، ان میں سے بعضوں نے لگان ادا کرنے سے بالکل انکار کردیا۔ جام بایزید نے ان لوگوں کے سر منڈواکر انھیں سارے شہر میں گھمایا۔ چغل خوروں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور محمود لنگاہ سے کہا "جام بایزید کی عاقبت نا اندیشی اپنے شباب پر ہے، اب اس نے ملازمین خاصہ پر بھی ظلم ڈھانے شروع کردیے ہیں، اس نے دیوان خانے میں حاضر ہونا بھی ترک کردیا ہے اور اپنی جگہ اپنے بیٹے عالم خاں کو بھیجتا ہے، اس لیے مناسب یہی ہے کہ عالم خاں کی توہین کی جائے۔

عالم خاں سے بدسلوکی

عالم خاں بہت ہی ذہین اور نیک طبیعت نوجوان تھا، سیرت کے ساتھ ساتھ خدا نے اسے صورت کا حسن بھی عطا کیا تھا، ایک روز عالم خاں بادشاہ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا، ایک اوباش درباری نے عالم خاں سے کہا "فلاں آدمی سے ایسا کون سا جرم ہوا تھا جو تمھارے باپ نے اس کا سر منڈواکر اسے سارے شہر میں گھمایا انصاف کا تقاضا ہے کہ اسی طرح تمھاری بھی شہر میں تشہیر کی جائے۔"

عالم خاں کی بہادری

عالم خاں نے جب یہ کلمات سنے تو اس نے اس درباری سے کہا "اے بدبخت! شاہی دربار میں اس قسم کی نازیبا باتیں کرنا مناسب نہیں، عالم خاں نے ابھی اتنا کہا ہی تھا کہ دس بارہ آدمیوں نے گھیر کر زمین پر گرادیا اور اس کے سر سے پگڑی اتار لی عالم خاں نے بڑی مشکل سے اپنے خنجر کو غلاف سے نکالا اور بدمعاشوں کو مارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، اتفاق سے بادشاہ قریب ہی کھڑا تھا، خنجر کی نوک اس کے ماتھے پر لگ گئی اور وہ چیختا چلاتا زمین پر گر پڑا۔ محمود شاہ کے زخم سے بہت زیادہ خون جاری ہونے لگا، جن لوگوں نے عالم خاں کو دبوچ رکھا تھا وہ فوراً بادشاہ کی طرف متوجہ ہوئے، عالم خاں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور باہر کی طرف بھاگا دروازے پر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ دروازہ مقفل ہے، عالم خاں نے بڑی بہادری سے دروازے کو توڑا، اپنے ایک ملازم سے

اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہُوا۔

شیخ بہاء الدین قریشی اور مولانا بہلول، میرزا حسین ارغنون کی خدمت میں

محمود لنکاہ نے لشکر جمع کیا اور شہر کے باہر مقیم ہُوا، اس نے شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی رح کے سجادہ نشین شیخ بہاء الدین قریشی کو اپنا قاصد بنا کر شاہ حسین ارغنون کے پاس بھیجا، محمود نے مولانا بہلول کو بھی جو اپنے زمانے کے مانے ہوئے لسّان اور شیریں بیان تھے، شیخ بہاء الدین قریشی کے ہمراہ روانہ کیا، یہ دونوں قاصد شاہ حسین ارغنون کے دربار میں پہنچے اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ میرزا حسین ارغنون نے اس کے جواب میں کہا "میں یہاں اس لیے آیا ہُوں کہ محمود لنکاہ کی تربیت کروں اور حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی رح کے مزار مبارک کی زیارت کروں"۔ حضرت مولانا بہلول نے اس پر یہ کہا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ روحانیت کے ذریعے محمود لنکاہ کو اس طرح تربیت دیتے کہ جس طرح حضرت محمد صلعم نے حضرت اویس قرنی کو تعلیم دی تھی، رہا آپ کا دوسرا مقصد تو وُہ بھی حل ہو گیا ہے، حضرت بہاء الدین رح کے ہم نام اور ان کے فرزند آپ کے سامنے موجود ہیں، میری مُراد شیخ بہاء الدین قریشی سے ہے، مولانا بہلول کی اس مدلّل تقریر سے میرزا حسین ارغنون قطعاً متاثر نہ ہُوا اور دونوں قاصد ناکام لوٹے۔

محمود کا انتقال

انھیں دنوں ایک روز رات کے وقت محمود لنکاہ کا انتقال ہو گیا۔ بعض مؤرخین کا یہ بیان ہے کہ شاہی خاندان کے ایک غلام مسمی لنگر خاں نے ۹۳۱ھ میں محمود لنکاہ کو زہر دے کر ہلاک کیا۔

محمود لنکاہ کی مدت حکومت ستائیس (۲۷) سال ہے۔

حسین شاہ ثانی بن محمود شاہ لنکاہ

شجاع الملک بخاری کا اقتدار

محمود شاہ لنکاہ کی وفات کے بعد اس قوم کے اکثر افراد نے بغاوت کی اور میرزا شاہ حسین ارغنون سے جا ملے ان لوگوں نے قدرت حاصل کر کے ملتان کے اکثر قصبوں پر قبضہ کر لیا۔ بقیہ امراء نے ملتان میں محمود شاہ کے کم سن لڑکے کو حسین شاہ کا خطاب دے کر تخت پر بٹھا دیا اور اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ حسین شاہ کی بادشاہت برائے نام تھی، اصل اقتدار شیخ شجاع الملک بخاری کے ہاتھ میں تھا، جو محمود شاہ کا داماد تھا، اس نے

میں سب سے پہلے مذہب شیعہ کو میر شمس الدین میر عماد گردیزی نے رواج دیا، لیکن یہ نہیں لکھا کہ میر عماد کون تھا اور ان کا تعلق کس خاندان سے تھا، نیز یہ بھی نہیں بتایا کہ اس زمانے میں میر شمس الدین کو ملتان میں شیعہ مذہب کی ترویج و اشاعت کا موقع کیوں کر کیسے ملا؟ ان دنوں ملک سہراب بلوچ سلاطین لنگاہ کے ساتھ بہت دوستانہ مراسم رکھتا تھا، اس وجہ سے میر عماد گردیزی ملتان میں زیادہ دیر ٹھہر نہ سکا۔ اس لیے وہ جام بایزید کے پاس چلا گیا۔

میر عماد — جام بایزید کے پاس

جام بایزید میر عماد گردیزی سے بہت اچھی طرح پیش آیا اور اس کی بہت عزت کی، جام بایزید نے اپنے ملک کا ایک حصہ جو اخراجات خاصہ کے لیے مخصوص تھا، میر عماد گردیزی اور اس کے بیٹوں کو جاگیر میں دیدیا جام بایزید بہت ہی سخی اور نیک دل انسان تھا، وہ اہل علم و فضل کی بہت قدر کرتا اور ان کے لیے زندگی کی ہر ممکن آسائش مہیا کرتا تاکہ وہ فکر دنیا سے بے نیاز ہو کر پورے سکون کے ساتھ علم کی خدمت کر سکیں۔

جام بایزید کی علم دوستی

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جام بایزید زمانہ جنگ میں علماء و فضلا سے ملتان کے لیے قلعہ شور سے ضروریات کا تمام سامان کشتیوں پر لاد کر ملتان بھیجا کرتا تھا، اہل ملتان پر اس کے اتنے احسانات تھے کہ تمام ملتانی دل و جان سے اس کے بہی خواہ تھے، اسی طریق کار کا یہ نتیجہ ہوا کہ بے شمار ملتانی، ملتان کی سکونت ترک کر کے شور چلے آئے، ان لوگوں میں سے بعض ایسے بھی تھے، جنھیں خود جام بایزید نے اپنے پاس بلایا تھا، مثلاً مولانا عزیز اللہ جو مولانا فتح اللہ کے شاگرد رشید تھے، جام بایزید نے ان بزرگ کو شور میں بلایا اور جب وہ آئے تو بڑی دھوم دھام سے ان کا استقبال کیا اور اپنی حرم سرا میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔ مولانا عزیز اللہ سے جام بایزید کو بڑی عقیدت تھی، جس روز وہ تشریف لائے جام بایزید نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ وہ مولانا کے ہاتھ دھلوائیں، ملازموں نے حکم کی تعمیل کی۔ جام بایزید نے بعد میں اس پانی کو حصولِ برکت کے لیے اپنے مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکوا دیا۔

میرزا شاہ حسین ارغون کا ہنگامہ

۹۰۳ھ ہجری میں ظہیر الدین بابر، پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد دہلی روانہ ہو گیا، بابر نے حاکم ٹھٹھہ میرزا شاہ حسین ارغون کے نام ایک فرمان روانہ کر کے اسے ملتان اور اس کے نواح پر قبضہ کرنے کا حکم دیا، میرزا حسین ارغون ایک لشکر جرار لے کر قلعہ بھکر سے روانہ ہوا اور ملتان کے نواح کو تباہ و برباد کرنے لگا۔ محمود لنگاہ کو جب اس کی

سلاطینِ کشمیر

وزیر سلطنت بن کر حکومت کے کاموں کو انجام دینا شروع کر دیا۔

ملتان پر حسین ارغون کا قبضہ

شیخ شجاع الملک بخاری بہت ہی ناتجربہ کار اور نادان شخص تھا اس کی عاقبت نا اندیشی کی وجہ سے اہل ملتان کو بہت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا، میرزا حسین ارغون نے قلعے کا محاصرہ کر لیا، اہل قلعہ کے پاس ضرورت کے مطابق غلہ اور دیگر سامان موجود نہ تھا، اس پر بھی شجاع الملک نے حصار بندی پر ضد کی، اہل قلعہ بھوک سے مرنے لگے، جب چند ماہ اسی عالم میں گزر گئے تو حسین ارغون نے ملتان کو فتح کر لیا۔

حسین لنکاہ کی گرفتاری

حصار ملتان فتح کرنے کے بعد حسین ارغون نے حسین لنکاہ کو گرفتار کر کے اپنے موکلوں کے سپرد کر دیا۔ شجاع الملک بخاری بھی گرفتار ہوا اور اس سے بھاری رقمیں وصول کی گئیں، اس زمانے میں ملتان بڑی بری طرح تباہ ہوا اور ایسا خیال ہوتا کہ اب دوبارہ اس شہر کا بسنا محال ہے۔ حسین ارغون نے خواجہ شمس الدین کو ملتان کا حاکم اور لنگر خاں کو پیش دست مقرر کیا اور خود واپس ٹھٹھہ آیا۔ لنگر خاں نے اہل ملتان کو دلاسے دے کر ان کی دلجوئی کی اور شہر کو دوبارہ آباد کیا، اس نے اہل شہر کو اپنے ساتھ ملا کر خواجہ شمس الدین کو شہر بدر کر دیا اور خود ملتان پر قبضہ کر لیا۔

بابر کی وفات کے بعد ہمایوں نے میرزا کامران کو پنجاب کا حاکم مقرر کیا، میرزا کامران نے لنگر خاں کو اپنے پاس بلایا اور اسے ملتان کے عوض کابل کی حکومت عطا کی، لنگر خاں نے میرزا کامران سے لاہور میں ملاقات کی تھی اور ان ہی دنوں شہر کے باہر ایک مقام پر قیام کیا تھا، یہ جگہ اب "دائرہ لنگر خاں" کے نام سے مشہور ہے اور لاہور کا ایک محلہ ہے، لنگر خاں کے بعد ملتان سلاطین دہلی کے قبضے میں آگیا۔ ہمایوں کے بعد یکے بعد دیگرے اس پر شیر شاہ سوری، سلیم شاہ، اکبر اور جہانگیر نے حکومت کی۔

خطۂ کشمیر

کشمیر کا شمار دنیا کے مشہور ترین ملکوں میں ہوتا ہے، یہ خطہ اپنی متنوع خصوصیات کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے، میرزا حیدر دوغلات نے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں کشمیر کے صحیح حالات درج کیے ہیں راقم الحروف مؤرخ فرشتہ کے نزدیک میرزا حیدر دوغلات کے بیانات چونکہ بالکل صحیح ہیں، لہٰذا میں انھیں کو مختصر کر کے اپنی تاریخ میں لکھتا ہوں۔

جغرافیائی حالات

کشمیر صوبہ پنجاب کے ایک مقام پگلی کے جنوب و مشرق میں واقع ہے، یہ ملک دو پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا ہے، اس وادی کا طول ایک سو (۱۰۰) کوس، عرض دس سے بیس کوس ہے، یہ ساری زمین انتہائی سرسبز و شاداب ہے، یہاں کی زمین چار قسم کی ہے، ایک حصے کو زراعت آبی کہتے ہیں اور اس میں بہت عمدہ زعفران پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے حصے کو ولمی کہتے ہیں، تیسرا حصہ باغات پر مشتمل ہے اور چوتھے میں میدان ہیں۔ کشمیر کے میدان دریا کے کنارے واقع ہیں، ان میں انواع و اقسام کے پھول سوسن، بنفشہ، نسرین، نسترین، سنبل، نرگس اور یاسمن وغیرہ بکثرت پائے جاتے ہیں۔

موسم

اس زمین میں چونکہ رطوبت بہت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے یہاں زراعت نہیں ہوتی۔ اور اس لیے یہ ویران پڑی رہتی ہے لیکن اس ویرانی کا حسن بھی ایسا لاجواب ہے جس پر کئی آبادیاں نثار کی جاسکتی ہیں۔ ایران کی طرح کشمیر میں بھی سال میں چار فصلیں ہوتی ہیں۔ گرمیوں کے زمانے میں حرارت بہت کم ہوتی ہے، موسم انتہائی خوشگوار رہتا ہے اور گرمی بالکل محسوس نہیں ہوتی جاڑے کے موسم میں اگرچہ برفباری ہوتی ہے اور سردی کی بہت شدت ہوتی ہے لیکن پھر بھی صحت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، البتہ جب کبھی سورج بادلوں میں چھپ جاتا ہے تو اس وقت یہ ضرورت ہوتی ہے کہ شراب کی حدت سے جسم کو گرم رکھا جائے۔

مکانات اور بازار

کشمیر میں عمارتیں ساج کی لکڑی سے بنائی جاتی ہیں اور بیشتر مکان، پانچ حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں، ہر حصے میں برآمدے، کمرے، کھڑکیاں اور دروازے ہوتے ہیں اور ان مکانوں کو طرح طرح کے نقش و نگار سے آراستہ کیا جاتا ہے اس وجہ سے دیکھنے میں بہت

تین سو (۳۰۰) گز لمبے ہیں۔ دیوار کی بلندی بعض جگہ تیس گز اور بعض جگہ اس سے کم ہے۔ چار دیواری کے اندر کی تمام عمارتیں پتھر کی بنی ہوئی ہیں جو سب کی سب پتھر کے ستونوں پر قائم ہیں ان ستونوں کے طاق تین (۳) گز سے چار (۴) گز تک چوڑے ہیں، بعض بعض طاقوں میں نقوش اور تصویریں بھی بنی ہوئی ہیں۔ کسی تصویر میں کوئی روتا ہوا چہرہ نظر آتا ہے اور کوئی ہنستا ہوا، ان تصویروں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بنانے والوں نے کتنی مشاقی سے کام کیا ہے۔ احاطے کے درمیان میں پتھر کی بنی ہوئی ایک بلند کرسی ہے اور کرسی پر گنبد بنا ہوا ہے، مختصر یہ کہ ان مندروں کی خوبصورتی اور دلکشی اپنی مثال آپ ہے، بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مندروں کا ثانی دنیا میں کہیں اور نہیں ہے۔

عجیب وغریب حوض

کشمیر کی دوسری عجیب وغریب چیز یہ ہے کہ یہاں کے ایک ضلع "بریک" میں ایک پہاڑی ہے، پہاڑی کے نیچے ایک غار ہے جس کی شکل حوض کی سی ہے، اس حوض کی تہہ میں ایک سوراخ ہے یہ حوض سارا سال خشک رہتا ہے لیکن جب سورج برج ثور میں داخل ہوتا ہے تو متذکرہ سوراخ میں سے پانی نکلنا شروع ہو جاتا ہے اور یہ حوض بھر جاتا ہے، سوراخ میں سے پانی اتنے زور اور جوش کے ساتھ نکلتا ہے کہ قرب وجوار کی زمین دو تین میل کے فاصلے تک بہنے لگتی ہے، کچھ دنوں بعد یہ جوش قدرے کم ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ حوض خشک ہو جاتا ہے اور سارا سال اسی طرح رہتا ہے، اس حوض کے سوراخ کو اگرچہ بڑی مضبوطی کے ساتھ بند کیا جاتا ہے، لیکن وقت آنے پر پانی کا جوش اس سوراخ کو پھر کھول دیتا ہے اور پانی باہر نکلنے لگتا ہے۔

عجیب وغریب درخت

کشمیر کی تیسری عجیب وغریب چیز بید کا ایک درخت ہے جو کشمیر کے "ناکام" نامی موضع میں واقع ہے، یہ درخت بلندی میں اپنی مثال آپ ہے، بڑے بڑے تیر انداز بھی اگر چاہیں تو اپنے تیر کو درخت کے آخری سرے تک نہیں پہنچا سکتا، اگر کوئی اس درخت کی ایک شاخ پکڑ کر ہلائے تو سارا درخت لرزنے لگتا ہے۔

چشمۂ فال

کشمیر میں "دیوسرہ" نامی ایک مقام میں ایک چشمہ ہے، جو حوض کی صورت کا ہے اس چشمے کے آس پاس بہت سے سایہ دار درخت کھڑے ہوئے ہیں اور اُن کی وجہ سے ماحول کے حسن میں بڑا اضافہ ہوتا ہے، اہلِ شہر اس چشمے سے فال نکالتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ چاول پکا کر ایک کوزے میں ڈال دیئے جاتے ہیں اور کوزے کا منہ مٹی سے بند کر کے اس چشمے میں پھینک دیا جاتا ہے، اس پر صاحب فال کا نام بھی لکھ دیا جاتا ہے، یہ کوزہ پانچ سال یا پانچ ماہ یا پانچ

خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ بازاروں، شہروں اور گلیوں وغیرہ کے فرش پتھر کے ہوتے ہیں، بازار عموماً بند رہتے ہیں، سوائے بزازوں اور خوردہ فروشوں کے یہاں اور کوئی نہیں ہوتا۔ بقال، عطار اور میوہ فروش وغیرہ ان بازاروں میں نہیں بیٹھتے، اہل حرفہ اپنے مکانوں میں ہی اپنا کام کرتے ہیں۔

میوہ جات

کہا جاتا ہے کہ جب سے مغل امیروں نے یہاں آنا جانا شروع کیا ہے بازاروں کی رونق بڑھ گئی ہے اور ہر قسم کے پیشہ ور دکانوں میں بیٹھنے لگے ہیں، پھلوں میں شہتوت، گیلاس، انگور، عناب، سیب، ناشپاتی، شفتالو، پستہ اور انجیر وغیرہ بکثرت ہوتے ہیں کشمیر میں شہتوت عام طور پر کھائے جاتے ہی نہیں بلکہ ان کو ریشم کے کیڑے پالنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، پھل یہاں اتنی کثرت سے ہوتے ہیں کہ ان کو بیچنے اور خریدنے کا دستور نہیں۔

باغات

یہاں کے باغات چار دیواری سے گھرے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ کھلے ہوتے ہیں اور جس کا جی چاہتا ہے وُہ ان باغوں میں جا کر حسب خواہش پھل کھاتا ہے یہاں یہ دستور ہے کہ اگر کسی شخص کو باغ میں جانے سے روکا جائے تو اس بات کو بہت بُرا سمجھا جاتا ہے۔

کشمیر کے حُسن کی تعریف

جن دنوں کشمیر، دہلی اور لاہور کے فرماں رواؤں کے قبضے میں نہ تھا، ان دنوں ہندوستان کے لوگ اس وادی میں بہت کم آتے جاتے تھے، ۹۹۵ھ ہجری میں اکبر نے کشمیر کو فتح کیا اور اس کے بعد سے اہلِ ذوق اور اربابِ علم اس ملک میں آمدورفت رکھنے لگے، شاعروں نے اس ملک کی تعریف میں بہت سے اشعار کہے ہیں فیضی، عرفی اور دوسرے نامور شاعروں نے کشمیر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ مشہور خاص و عام ہے۔

مندروں کی تعمیر

کشمیر میں عجائبات کی کثرت ہے، اس ملک میں مندروں کی تعداد ڈیڑھ سو ۱۵۰ سے زیادہ ہے، ان مندروں کی تعمیر میں پتھر لگایا گیا ہے پتھر کے ٹکڑوں کو بغیر کسی مسالے کے ایک دوسرے پر رکھا گیا ہے، یہ ٹکڑے اس طرح آپس میں ملے ہوئے ہیں کہ ان کے دراڑوں میں باریک سے باریک شے بھی داخل نہیں ہو سکتی، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پتھر کو کاٹنے میں کس قدر محنت اور نفاست سے کام لیا گیا ہے، ہر پتھر آٹھ گز سے لے کر تین گز تک لمبا اور ایک گز سے پانچ گز تک چوڑا ہے۔ ان کو کس طرح آپس میں پیوست کیا گیا؟ اور اُٹھا کر کس طریقے سے ایک دوسرے پر رکھا گیا؟ ان سوالوں کا جواب دینے سے عقل حیران ہوتی ہے ان پتھروں میں سے اکثر ایک ہی قسم کے ہیں، مندروں کے اندر گرد چہار دیواری ہے، جس کے چاروں حصّے تقریباً

اور لیموں وغیرہ یہاں پیدا نہیں ہوتے، یہ پھل آس پاس کے گرم ممالک سے منگوائے جاتے ہیں۔

سری نگر

کشمیر کا پایہ تخت سری نگر ہے، اس شہر کا محلِ وقوع بغداد سے ملتا جلتا ہے، شہر کے بیچوں بیچ ایک دریا بہتا ہے جو دریائے دجلہ سے بڑا ہے، تعجب کی بات یہ ہے کہ دریا کا پانی جس کی کثرت کی کوئی انتہا نہیں۔ ایک ہی چشمے سے نکلتا ہے، یہ چشمہ بھی اسی شہر میں موجود ہے، شہر کے باشندے لاتعداد کشتیاں دریا کے کنارے باندھ دیتے ہیں اور بوقتِ ضرورت ان کے ذریعے ایک سے دوسری جگہ آتے جاتے ہیں) یہ دریا کشمیر سے نکل کر ملتان کے بالائی حصے میں دریائے چناب سے مِل جاتا ہے، شہر سری نگر کو خداوند تعالےٰ نے ایسی جگہ آباد کیا ہے جہاں چاروں طرف پہاڑ ہیں، اس وجہ سے یہاں کے باشندے حملہ آوروں سے بے خوف ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں۔

کشمیر کے راستے

کشمیر سے دیگر ممالک کو تین راستے جاتے ہیں۔ ایک خراسان کی طرف دوسرا ہندوستان کی طرف اور تیسرا تبت کی طرف، خراسان کا راستہ بہت دشوار گزار ہے اس راستے سے مال و اسباب جانوروں پر لاد کر لے جانا بہت مشکل ہے اس وجہ سے سامان اُٹھانے کا کام آدمیوں سے لیا جاتا ہے، یہاں مزدور بکثرت ملتے ہیں جو سامان اُٹھا کر ایسی جگہوں تک پہنچا دیتے ہیں کہ جہاں سے جانوروں کے ذریعے سامان لے جا سکتے ہیں۔ ہندوستان کا راستہ بھی بہت دشوار گزار ہے، البتہ تبّت کا راستہ نسبتاً آسان ہے، لیکن اس راستے میں جانوروں کے لیے چارہ نہیں ملتا، صرف ایک زہریلی گھاس ملتی ہے جسے کھا کر جانور ہلاک ہو جاتے ہیں اس وجہ سے لوگ جانوروں کی ہلاکت کے خوف سے اس راستے سے سفر کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔

کشمیریوں کا مذہب

میرزا حیدر دوغلات نے "کتاب رشیدی" میں لکھا ہے کہ کشمیری باشندے مذہباً حنفی مسلمان تھے۔ فتح شاہ کے زمانے میں عراق سے شمس الدین نامی ایک شخص آیا اور اس نے خود کو میر محمد نور بخش سے منسوب کر کے ایک غیر معروف مذہب کی اشاعت کرنی شروع کی۔ شمس الدین نے اس نئے مذہب کا نام "نور بخش" رکھا، یہ مذہب شیعہ اور سُنّی دونوں عقیدوں کے خلاف ہے، اس مذہب کے ماننے والے حضرت عائشہ اور خلفائے ثلاثہ کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں اور میر نور بخش کو مہدی موعود سمجھتے ہیں، پہلی بات سُنّی مذہب اور دوسری بات شیعہ مذہب کے خلاف ہے۔

فرقۂ نور بخش

اس فرقے کے ماننے والے شیعہ مذہب کے برعکس تمام اولیائے کرام کو سُنّی المذہب

دن کے بعد چشمے کی تہہ سے نکلتا ہے اور سطح پر آ جاتا ہے، لوگ اس کو کھول دیتے ہیں، اگر پکے ہوئے چاول اپنی اصلی حالت میں ہوں تو اسے نیک شگون سمجھا جاتا ہے اور اگر سڑ گل گئے ہوں تو اس سے بدشگونی مراد لی جاتی ہے۔"

ایک دل کشا عمارت

کشمیر میں ایک تالاب ہے جس کا نام "اودسر" ہے اور اس کا دور سات کوس کا ہے اور اس کے درمیان کشمیر کے سلطان زین العابدین نے ایک عمارت تعمیر کروائی ہے جو حسن و دلکشی میں بے نظیر ہے۔ یہ عمارت اس طریقے سے تعمیر کی گئی ہے کہ پہلے تو تالاب میں پتھر بچھائے گئے، جب یہ پتھریلی سطح پانی کے اوپر آ گئی تو اس پر چار سو (۴۰۰) مربع گز کا ایک چبوترہ جو پانی کی سطح سے دس گز بلند تھا، تعمیر کیا گیا، اس چبوترے پر اصل عمارت بنائی گئی ہے عمارت کے چاروں طرف سایہ دار درخت لگا کر اس کے حسن میں قابلِ قدر اضافہ کیا گیا ہے۔ جنھوں نے اس عمارت کو دیکھا ہے، ان کا خیال ہے کہ ایسی خوبصورت عمارت ساری دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے۔

راج دان

ایک دوسری خوبصورت عمارت سلطان زین العابدین نے سری نگر میں تعمیر کروائی ہے اہل کشمیر نے اس عمارت کا نام "راج دان" رکھا ہے، یہ عمارت بیس (۲۰) درجوں پر مشتمل ہے، بعض درجوں میں حجروں، دالانوں اور کھڑکیوں وغیرہ کی تعداد پچاس پچاس تک ہے، یہ عجیب و غریب عمارت تمام کی تمام لکڑی کی بنی ہوئی ہے، دنیا کی دیگر مشہور اور بہترین عمارتیں، ہو سکتا ہے کہ طرز تعمیر اور خوبصورتی کے لحاظ سے اس سے بہتر ہوں لیکن جو حیرت انگیز فن کاری اس عمارت میں ملتی ہے اس کا کسی دوسری جگہ نظر آنا مشکل ہے۔

"ظفر نامہ" کے مؤلف کا بیان

ظفر نامہ کے مؤلف نے کشمیر کا تذکرہ اس طرح کیا ہے کہ یہ شہر دنیا کے مشہور ترین مقامات میں سے ہے، اپنے محل وقوع کے لحاظ سے یہ مقام عجیب و غریب ہے، یہ شہر جو اقلیم چہارم کے وسط میں واقع ہے: ایک خوبصورت وادی ہے، جس کے جنوب میں ہندوستان، مشرق میں تبت، شمال میں کاشغر اور جنوب مغرب میں افغانستان ہے، جس وادی میں یہ شہر واقع ہے وہ میرے علم کے مطابق شرقاً غرباً ایک کوس اور شمالاً جنوباً پچیس (۲۵) کوس ہے، یہ ایک ہزار موضعوں پر مشتمل ہے اور چشموں کی یہاں کثرت ہے، سبزے کی لطافت عجیب حسن رکھتی ہے، آب و ہوا کے لحاظ سے اس شہر کا جواب نہیں۔ حُسن جتنا یہاں ہے، اتنا ساری دنیا میں نہیں، یہاں کے پہاڑوں اور جنگلوں میں خوش ذائقہ اور لطیف پھلوں کی افراط ہے جو صحت کے لیے انتہائی مفید ہوتے ہیں، یہاں کی آب و ہوا سرد ہوتی ہے اس لیے گرم پھل مثلاً کھجور، نارنگی

سجدہ بھی کرتے ہیں اور باوجود ان محلات کے اربعین کا چلّہ بھی کھینچتے ہیں، یہ لوگ عالموں، فاضلوں کے علم و فضل کو اچھا نہیں سمجھتے۔ خود کو اہلِ طریقت بتاتے ہیں، لیکن شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کرتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ طریقت کو شریعت سے کوئی تعلق نہیں ایسے بدعقیدہ لوگ سوائے کشمیر کے اور کہیں نہیں پائے جاتے۔

آفتاب پرست

نوربخشیوں سے پہلے کشمیر میں آفتاب پرستوں کی کثرت تھی، اس فرقے کو "شماسین" بھی کہا جاتا تھا، اِن لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ آفتاب سراپا نور ہے اور اس کا سبب ہمارے عقیدے کی صفائی ہے اور ہمارا وجود، سورج کے نور کا پرتو ہے، اگر ہم بدعقیدہ ہوجائیں تو سورج سے وجود کو کوئی تعلق نہ رہے گا اور اگر سورج ہمیں فیض یاب نہ کرے تو ہماری ذات سے وجود قائم نہ رہے گا۔ مراد یہ ہے کہ سورج سے ہمارا وجود اور ہم سے سورج کا وجود قائم ہے، اس لیے ہمارا فرض ہے کہ اپنا وقت خیر و خوبی سے گزاریں کیونکہ اس پر ہمارا حال ظاہر رہتا ہے، جب سورج ہماری نظروں سے اوجھل ہوجائے، یعنی رات آجائے تو اس وقت ہم جو چاہیں کرسکتے ہیں اس وقت ہمارے اعمال کی کوئی باز پرس نہ ہوگی اور ہم اپنی مرضی کے مالک ہوں گے سورج سے تعلق کی مناسبت سے یہ لوگ اپنے بانی مذہب کا لقب "شمس الدین" بتاتے ہیں، کشمیر نے اس لقب کو مخفف کرکے "شماسی" بنالیا ہے (یہاں میرزا حیدر ردِ غلات کی عبارت ختم ہوتی ہے)۔

کشمیریوں کا موجودہ مذہب

راقم الحروف مؤرخ فرشتہ نے ایسے لوگوں سے جو کشمیر کا سفر کرچکے ہیں، کشمیریوں کے مذہب کی بابت دریافت کیا ہے ان لوگوں نے بتایا ہے کہ آج کل تمام کشمیری حنفی المذہب سنّی ہیں، اس ملک کے سپاہی پیشہ لوگ امامیہ مذہب رکھتے ہیں، لیکن اہل علم میں اس مذہب کے جاننے والے بہت کم ہیں، تبت کو چک کا حکمران بڑا غالی شیعہ ہے اس کا حکم ہے کہ جو لوگ اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے حضور میں بے ادبی نہ کرتے ہوں وہ شہر میں داخل نہ ہوں۔

قبیلہ چک کا بیان ہے کہ میر شمس الدین عراقی شیعہ مذہب رکھتا تھا، بہت سے ملحد اور اس زمانے کے سلاطین اس کے معتقد ہوئے اور ملک میں خطبہ امامیہ جاری کیا گیا، لیکن کتاب فقہ اخوطہ کی تالیف سے اس شمس الدین کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کا مؤلف ایک اور شخص تھا، جو گمراہ اور ملحد تھا۔

سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں نے عبارات اور احکامِ مذہبی میں بھی عام مسلمانوں سے علاوہ روش اختیار کی ہے راقم الحروف نے اس مذہب کے ماننے والوں کو بدخشاں وغیرہ میں دیکھا ہے، یہ لوگ میرے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ میر سید محمد نوربخش کے ایک بیٹے نے مجھے اپنے والد کا ایک رسالہ دکھایا، اس رسالے میں ایک بات نہایت عمدہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ خیال غلط ہے کہ حکومت ظاہری اور تقویٰ و طہارت کا ایک ہی شخص میں جمع ہونا ناممکن ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ انبیائے کرام میں سے حضرت یوسفؑ، حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ اور حضرت محمد صلعم باوجود نبی مرسل ہونے کے حکمران بھی تھے، ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ اہل سنت کے مذہب کے مطابق ہے اور نوربخشی مذہب کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

فقہ احوطہ

ایک کتاب "فقہ احوطہ" کشمیر میں بہت مشہور و مقبول تھی، میں نے اس کتاب کے بارے میں ہندوستان کے علمائے کرام سے فتویٰ طلب کیا، تمام علماء نے اس کتاب کے بارے میں بڑی بڑی رائے دی اور لکھا کہ یہ کتاب بہت ہی مضر ہے اور اس کا مصنف زندیق اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کتاب کو جہاں بھی دیکھے ضائع کر دے، اس مذہب کے ماننے والوں کو نصیحت کرنی چاہیئے اگر وہ اپنے باطل عقائد سے توبہ کر کے امام ابو حنیفہ کی تقلید کریں تو بہتر ہے ورنہ انھیں قتل کر دیا جائے۔

نوربخشیوں کے عقائد

میرے پاس جب یہ تحریر آئی تو میں نے ان کشمیریوں کو جو باطل عقائد کو مانتے تھے تنبیہ کی۔ ان میں سے بہت سے تو راہِ راست پر آ گئے اور بہت سوں کو میں نے قتل کر دیا۔ ان لوگوں میں سے بعض نے اپنے آپ کو صوفی مشہور کر کے اپنی جان بچائی، حالانکہ یہ بدعقیدہ ہرگز صوفی ہونے کے لائق نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہیں، جنھوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ اُن لوگوں کو قطعاً یہ معلوم نہیں کہ حرام اور حلال میں فرق کیا ہے۔ زہد و تقویٰ کا انھوں نے جو مطلب لیا ہے وہ یہ ہے کہ رات کو جاگا جائے اور کم کھایا جائے، یہ لوگ سخت لالچی ہوتے ہیں، جو کچھ نظر آتا ہے اسے حاصل کرنے کی تمنا کرتے ہیں، کھانے کے معاملے میں بھی سخت بد اختیار ہیں، جو کچھ مل جائے پیٹ میں ڈال لیتے ہیں۔

مہملاتِ فرقۂ نوربخش

نوربخشیوں کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ لوگوں سے اپنے پریشان خواب بیان کر کے آنے والے وقت کے بارے میں پیشین گوئیاں کرتے رہتے ہیں اس سے اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں پر یہ ظاہر کریں کہ ہم صاحبِ عرفان ہیں، یہ لوگ ایک دوسرے کو

رفتار سے شاہ میرزا کشمیر پر قبضہ کرتا چلا جا رہا تھا، اسی رفتار سے راجہ اودن کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی، آخر کار راجہ نے ۷۴۴ھ ہجری میں سفر آخرت اختیار کیا۔

رانی کولا دیوی

راجہ کی وفات کے بعد اس کی بیوی کولا دیوی نے اپنے شوہر کی جگہ سنبھالی اور اس نے شاہ میرزا کو ختم کر کے امن و اطمینان سے حکومت کرنے کا ارادہ کیا، رانی نے شاہ میرزا کو پیغام بھجوایا کہ تم ایک عرصے تک ارجن کے بیٹے چندر کے اتالیق رہے ہو، اس لیے تمہارا یہ فرض ہے کہ تم چندر کو تخت نشین کر کے حکومت کے کاموں کو انجام دو شاہ میرزا نے رانی کے پیغام کو قابلِ التفات نہ سمجھا، اس پر رانی نے شاہ میرزا پر لشکر کشی کی فریقین میں جنگ ہوئی، رانی نے شکست کھائی اور گرفتار ہوئی، شاہ میرزا نے رانی کو مسلمان کر کے اپنی بیوی بنا لیا، اس نے ایک دن اور ایک رات اس عورت کو اپنے گھر میں رکھا اور پھر بند کر دیا۔

شاہ میرزا کی خود مختار حکومت

اس کے بعد شاہ میرزا نے سلطان شمس الدین کا لقب اختیار کر کے کشمیر میں اپنی آزاد و خود مختار حکومت قائم کی اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا، سلطان شمس الدین نے کشمیر میں حنفی مذہب جاری کیا اور تمام ملک کو جو دیجو میر بخشی کی بیہودہ دستیوں کی وجہ سے برباد ہو گیا تھا، دوبارہ آباد کیا۔

دیجو میر بخشی

دیجو میر بخشی کچھ عرصہ قبل قندھار سے کشمیر پر حملہ آور ہوا تھا اور اس نے سارے ملک کو تہس نہس کر دیا تھا۔ راجہ سیہ دیو ان دنوں کشمیر کا حاکم تھا، اس نے رعایا سے بہت سا مال و دولت لے کر دیجو میر بخشی کی نذر کیا، لیکن آخر الذکر پھر بھی راہِ راست پر نہ آیا، یہ صورتِ حال دیکھ کر راجہ سیہ دیو نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اس طرح دیجو میر بخشی کو کھیل کھیلنے کا خوب خوب موقع ملا۔ دیجو نے کشمیر کو جی بھر کر لوٹا اور یہاں کے باشندوں کو ہر ممکن طریقے سے تباہ و برباد کیا، وہ سردی کی شدت کی وجہ سے کشمیر میں زیادہ دیر قیام نہ کر سکا، اس لیے مجبوراً واپس قندھار چلا گیا۔

شمس الدین کا عہدِ حکومت

سلطان شمس الدین نے کشمیر کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھوں میں لیکر بڑی مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کی، اس نے اس قوم کے اکثر افراد کو تہ تیغ کیا، کیوں کہ یہ لوگ اس کی مخالفت کرتے تھے شمس الدین نے کشمیر کے دو قبیلوں "چک" اور "مکری" کی بڑی سرپرستی کی اور حکومت کے عہدوں پر زیادہ تر انھیں قبیلوں کے افراد کو فائز کیا۔

سُلطان شمس الدّین

راقم الحروف مؤرّخ فرشتہ نے زیرِ نظر تالیف میں یہ التزام کیا ہے کہ اپنے بیانات کو مسلمان فرماں رواؤں تک محدود رکھا ہے اور کسی ملک کی حکومت کا تذکرہ کرتے ہوئے وہاں کے ہندو حکمران کا ذکر نظر انداز کر دیا ہے۔ اسی اصول کے مطابق سلاطین کشمیر کا تذکرہ بھی وہاں کے پہلے مسلمان فرمانروا کے حالات سے شروع کیا جاتا ہے۔

شاہ میرزا کی کشمیر میں آمد

کشمیریوں کو اسلام لائے ہوئے تھوڑی مدت ہی ہوئی ہے، اس ملک کے قدیم حکمران ہندو تھے اور برہما کی پُوجا کرتے تھے ۷۱۵ھ میں جب کہ کشمیریوں کی حکومت سیہ دیو نامی راجہ کے ہاتھ میں تھی، کشمیر میں ایک شخص مسمّی شاہ میرزا، فقیروں کے لباس میں آیا اور راجہ کے ملازموں میں داخل ہو گیا، شاہ میرزا اپنے آپ کو ارجن کی نسل سے بتاتا تھا اور اپنا شجرہ نسب یوں بیان کرتا تھا، شاہ میرزا بن ماہر بن آل بن گرشاسپ بن نکمہ در نکودر کے بارے میں شاہ میرزا کا بیان تھا کہ یہ شخص ارجن کی نسل سے تھا، جو مشہور پانڈو ہے، واضح رہے کہ پانڈوؤں کا قصّہ "مہابھارت" میں تفصیل سے لکھا ہوا ہے۔

راجہ ارجن کی ملازمت

شاہ میرزا نے ایک عرصے تک راجہ سیہ دیو کی خدمت کر کے اس کے دل میں گھر کر لیا، راجہ سیہ دیو کی وفات کے بعد اس کا بیٹا راجہ ارجن اپنے باپ کی گدی پر بیٹھا، ارجن نے شاہ میرزا کو اپنا وزیر بنایا اور اسے تمام امورِ سلطنت سونپ دیئے، شاہ میرزا کو راجہ نے اپنے بیٹے کا اتالیق بھی مقرر کیا، راجہ ارجن کے انتقال کے بعد اس کے عزیز نے قندھار سے کشمیر پر حملہ آور ہو کر اس ملک پر قبضہ کر لیا، اس شخص کا نام اودن تھا۔

شاہ میرزا کے بیٹے

راجہ اودن نے بھی شاہ میرزا علی کو اپنا وزیر بنایا اور اس کے دونوں بیٹوں جمشید اور علی شیر پر بھی اعتماد کر کے انھیں صاحبِ اقتدار کیا، شاہ میرزا کے دو اور بیٹے "سرات مک" اور ہنڈال بھی تھے، ان چاروں نے کشمیر میں بہت قوت حاصل کر لی اور اس وجہ سے راجہ اودن نے ان چاروں کا اپنے گھر میں داخلہ بند کر دیا۔

راجہ ارجن کی وفات

شاہ میرزا اور اس کے بیٹوں نے رفتہ رفتہ کشمیر کے تمام پرگنوں پر قبضہ کر لیا اور راجہ اودن کے بیشتر ملازموں کو اپنا طرف دار بنا لیا جس

سلطان علاؤالدین بن سلطان شمس الدین

جمشید کے بعد اس کا چھوٹا بھائی علی شیر سلطان علاؤالدین کے لقب سے کشمیر کا فرماں روا ہُوا۔ اور اُس نے اپنے بھائی شیر شامک کو اپنا وکیل السلطنت مقرر کیا۔ علاؤالدین کے عہدِ حکومت میں ابتداً تو بڑی خوش حالی رہی لیکن آخر کار یہیں ایک زبردست قحط پڑا جس کی وجہ سے بے شمار جانیں تلف ہوگئیں۔ کچھ لوگ علاؤالدین کے مخالف تھے اور اسی مخالفت کی وجہ سے وہ جلا وطن ہوکر کاشغر چلے گئے۔ علاؤالدین نے ان لوگوں کو بڑی تدبیروں سے واپس کشمیر بلاکر نظر بند کر دیا۔

علاؤالدین نے بخشی پور کے قریب اپنے نام کی مناسبت سے ایک شہر "علاء پور" آباد کیا، اس فرماں روا نے ایک نیا قانون یہ جاری کیا کہ کوئی زانی عورت اپنے شوہر کی وارث نہیں ہوسکتی، اس قانون کی وجہ سے بہت سی عورتوں نے اِس گناہِ کبیرہ سے توبہ کی اور نیک زندگی بسر کرنے لگیں۔

علاؤالدین نے بارہ (۱۲) سال آٹھ (۸) ماہ اور تیرہ (۱۳) روز حکومت کرنے کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

سلطان شہاب الدین بن سلطان شمس الدین

سلطان علاؤالدین کی وفات کے بعد اس کے چھوٹے بھائی نے سلطان شہاب الدین کا لقب اختیار کرکے کشمیر کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی، یہ فرماں روا بہت ہی بہادر اور جرأت مند تھا اور اخلاقی اعتبار سے اس کا پایہ بہت بلند تھا، جس روز اسے کوئی نئی خبر نہ ملتی تھی اس روز کو وہ اپنی زندگی میں شمار نہ کرتا تھا اور اس امر پر افسوس کا اظہار کرتا تھا کہ عمر عزیز کا ایک دن بیکار گیا۔ شہاب الدین نے اپنے عہدِ حکومت میں مقبوضہ ممالک کو اِن کے پرانے حاکموں کی تحویل میں دے دیا۔

پنجاب پر حملہ

سلطان شہاب الدین نے پنجاب پر حملہ کیا اور دریائے سندھ کے کنارے قیام کیا۔ حاکم سندھ نے علاؤالدین کا مقابلہ کیا، لیکن شکست کھائی۔ شہاب الدین کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ قندھار اور غزنی کے باشندے بھی اس کے نام سے کانپتے تھے، اسگر

گوشہ نشینی اور وفات

جب سلطان شمس الدین بوڑھا ہو گیا اور اس نے اپنے میں فرماں روائی کی طاقت نہ دیکھی تو وہ اپنے دو بیٹوں جمشید اور علی شیر کو اپنا جانشین بنا کر خود حکومت سے دستبردار ہو گیا، سلطان شمس الدین نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی اور کچھ عرصہ بعد اسی عالم میں وفات پائی۔

اس بادشاہ کی مدتِ حکومت تین سال ہے۔

جمشید شاہ بن سلطان شمس الدین

علی شیر کی بغاوت

سلطان شمس الدین کے انتقال کے بعد امراء اور اراکین سلطنت کے مشورے سے مرحوم بادشاہ کا بڑا بیٹا جمشید شاہ تخت نشین ہوا۔ جمشید کا چھوٹا بھائی علی شیر (جو سلطان شمس الدین کے زمانہ حیات میں اس کا شریک کار تھا) رعایا اور لشکر میں بہت مقبول تھا، اس نے باپ کی وفات کے بعد اپنے بڑے بھائی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا لشکر کے وہ سردار اور امراء جو علی شیر کے طرف دار تھے وہ اسے مدنی پور لے گئے اور وہاں اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

جمشید کی معزولی اور وفات

جمشید شاہ نے علی شیر پر حملہ کیا۔ جمشید نے پہلے تو نرمی اور صلح جوئی کو اپنا شعار بنایا، لیکن علی شیر راہِ راست پر نہ آیا، اور اس نے جمشید کے لشکر پر شبخون مار کر اسے شکست دی، جمشید نے جب مدنی پور کو خالی پایا تو وہ اس طرف چلا گیا۔ علی شیر کے بہت سے طرف داروں نے جمشید کا راستہ روکا، لیکن ان میں سے بہت سے مارے گئے۔ علی شیر نے اپنے بھائی کا پیچھا کیا جمشید میں مقابلے کی ہمت نہ تھی، اس لیے وہ گجراج کی طرف بھاگ گیا۔ سری نگر کے محافظ سراج نامی نے پایہ تخت علی شیر کے حوالے کر دیا، ان واقعات کے بعد جمشید نے سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور کچھ عرصے بعد وفات پا گیا اس کی مدت حکومت ایک سال دو ماہ ہے۔

سے ہوتے ہوئے اس نے پشاور پر لشکر کشی کی اور بے شمار لوگوں کو قتل کرتا ہوا ہندوکش پہنچا۔

راجہ نگرکوٹ کی اطاعت

سفر کی تھکن کی وجہ سے شہاب الدین واپس ہوا اور اس نے دریائے ستلج کے کنارے قیام کیا، اسی دوران میں راجہ نگرکوٹ سے ملاقات ہوئی، راجہ دہلی کے بعض پرگنوں میں لوٹ مار کر کے بے شمار دولت لے کر آ رہا تھا، اس نے یہ تمام دولت سلطان شہاب الدین کی خدمت میں پیش کی اور اس کے اطاعت گزاروں میں شامل ہو گیا۔ تبت کوچک کا حاکم بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے درخواست کی کہ اس کا لشکر تبت کوچک کو تباہ و برباد نہ کرے، اس کے بعد سلطان شہاب الدین کشمیر واپس آ گیا۔

شہزادوں کی جلاوطنی

شہاب الدین نے سری نگر میں قیام کیا اور اپنے بھائی ہندال کو اپنا جانشین مقرر کیا، بادشاہ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن خاں اور علی خاں کو کشمیر سے نکال دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ شہاب الدین کی ایک بیوی ان دونوں شہزادوں کی والدہ سے ناراض تھی اور اس نے بادشاہ کو ان شہزادوں کے خلاف کر دیا، لچھمی نگر اور شہاب پور اسی بادشاہ کے بسائے ہوئے ہیں۔

انتقال

شہاب الدین کو اپنے عہدِ حکومت کے آخر میں شہزادہ حسن خاں کے اخراج پر سخت ندامت ہوئی، حسن خاں دہلی چلا گیا تھا، شہاب الدین نے اسے طلب کیا، شہزادہ باپ سے ملنے کے لیے روانہ ہوا، لیکن ابھی وہ تیموتک ہی پہنچا تھا کہ شہاب الدین کا انتقال ہو گیا۔
شہاب الدین کی مدتِ حکومت بیس (۲۰) سال ہے۔

تمّت بالخیر